فتاویٰ مفتی محمود

جلد دوم

فقیہِ ملت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

فتاویٰ مفتی محمود
جلد دوم
فقیہِ ملت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔
جمعیۃ پبلیکیشنز
متصل مسجد پائیلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور۔ فون : ۰۴۲-۵۴۲۷۹۰۱-۲

Fatawa Mufti Mahmood Vol.2
By
Maulana Mufti Mahmood
ISBN : 969-8793-20-8

قانونی مشیر : سید طارق ہمدانی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ضابطہ

نام کتاب : فتاوی مفتی محمود (جلد دوم)
اشاعتِ اوّل : مئی ۲۰۰۲ء
اشاعتِ پنجم (جدید) : جنوری ۲۰۱۱ء
ناشر : محمد ریاض درانی
بہ اہتمام : محمد بلال درانی
سرورق : جمیل حسین
کمپوزنگ : رشید احمد صدیقی
مطبع : اشتیاق اے مشتاق پریس، لاہور
قیمت : -/400 روپے
شوروم : رحمٰن پلازہ مچھلی منڈی اردو بازار، لاہور

انتساب

والدِ مکرم

اُستاذ العلماء

حضرت مولانا مہابت خان رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

تحقیق وتخریج

زیر سرپرستی

حضرت مفتی روزی خان دام مجدہ (دارالافتاء ربانیہ، کوئٹہ)

مرتبین

مولانا نعیم الدین مدظلہم (أستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ، لاہور)

مولانا عبدالرحمٰن (خطیب جامع مسجد عالی موڑ سمن آباد، لاہور)

حافظ محمد ریاض درانی (خطیب جامع مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور)

تصحیح

مولانا محمد عارف (أستاد جامعہ مدنیہ، لاہور)

فہرست

باب فی تسویۃ الصفوف

باب فی اللاحق والمسبوق

باب فی الذکر بعد الصلوٰۃ

باب فی السنن والنوافل

باب فی الدعاء بعد الصلوٰۃ

باب فی الدعاء بعد الصلوٰۃ

باب فی القراءۃ

باب الجمعہ

باب فی احکام المسجد

باب فی التراویح والوتر

باب فی احکام العیدین

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی محبت وعقیدت کی برکت سے مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی ترتیب واشاعت کی سعادت حاصل ہوئی اور گزشتہ سال جولائی ۲۰۰۱ء میں حضرت مولانا نعیم الدین اُستاد حدیث جامعہ مدنیہ لاہور کی نگرانی میں مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور اور مولانا محمد عرفان صاحب استاذ جامعہ مدنیہ لاہور کی محنتوں اور کوششوں سے فتاویٰ مفتی محمود کی پہلی جلد شائع کرنے کی سعدت ہوئی۔ ہماری کم علمی اور بے بضاعتی کی وجہ سے اندیشہ اور خوف تھا کہ بہت ساری کوتاہیوں کی بناء پر علماء کرام کی طرف سے سرزنش ہوگی لیکن رب کائنات کے فضل وکرم اور حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت اور بزرگوں کی شفقت ومحبت ہے کہ اس کتاب کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی اور علماء کرام نے ہماری غلطیوں کو درگزر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمودؒ کے مدلل فتاویٰ سے بہت زیادہ استفادہ کرتے ہوئے اس کو ایک علمی نادر خزانہ قرار دیتے ہوئے مطالبوں کی بھرمار فرمادی کہ بقیہ جلدیں فوری طور پر منظر عام پر لائی جائیں۔ اس بناپر مندرجہ بالا اکابرین سے درخواست کی گئی کہ وہ کام کی رفتار کو تیز فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنی تدریسی، تعلیمی اور دیگر مصروفیات کے باوجود دوسری جلد مکمل کرکے دے دی جس کو کمپوزنگ کے مراحل سے گزار کر فوری طور پر اشاعت کے لیے تیار کیا گیا۔ اس مرحلہ پر میں برادر عزیز مولانا محمد عرفان، اُستاد جامعہ مدنیہ کی کاوشوں کا ذکر بطور خاص کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے فتاویٰ کی دوسری جلد کی تیاری کے سلسلے میں کی ہیں۔ پروف ریڈنگ اور عنوانات کی ترتیب سے لے کر حوالہ جات کے اصل ماخذ سے رجوع تک اور حوالہ جات کی درستگی کا وقت طلب کام بھی مولانا محمد عرفان کی وجہ سے ہی مکمل ہوسکا۔ میں ان کی اس محنت پر دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

پہلی جلد میں ہر سوال پر عنوان نہیں تھے۔ احباب کے مشورہ کے مطابق اس جلد میں عنوانات قائم کر دیے گئے ہیں تاکہ مسئلہ کی تلاش میں آسانی ہو۔ پہلی جلد کے دوسرے ایڈیشن میں بھی عنوانات شامل کر دیے گئے ہیں۔

تیسری اور چوتھی جلد کا کام بھی تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ اُمید ہے کہ جلد ہی قارئین کی خدمت میں پیش کر دی جائیں گی۔

اس جلد میں حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شیخ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہٗ نے اپنے تاثرات ارسال فرما کر حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے تعلق کا اظہار فرمایا ہے۔ اس موقع پر برادر مکرم مفتی محمد جمیل خان کا بھی ممنون ہوں انہوں نے مجھ ناکارہ کی جس انداز سے حوصلہ افزائی کی اس سے جو حوصلہ اور قوت ملی میں تہہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ پہلی جلد کی طرح دوسری جلد کو بھی علماء کرام پسند فرمائیں گے اور میری کوتاہیوں سے درگزر فرماتے ہوئے اس سے استفادہ فرمائیں گے۔ ہماری درخواست ہے کہ اس میں کمی محسوس فرمائیں تو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشنوں میں اس کمی کو دور کیا جا سکے۔

محمد ریاض درانی

مسجد پائلٹ ہائی سکول وحدت روڈ، لاہور

نقشِ ثانی

حضرت مولانا مفتی محمود ہمارے عہد کے بالغ نظر فقیہ و محدث تھے۔ انھوں نے تمام عمر فقہ و حدیث کی خدمت میں بسر کی۔ ان کی سیاسی سرگرمیاں بھی انھی علوم کی تعلیمات کے فروغ اور نفاذ کے لیے تھیں۔ آپ فقہی جزئیات پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس کے مراجع و منابع کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ آپ میں وہ تحمل، تدبر، بالغ نظری، وسیع النظرفی اور دردمندی و دلسوزی تھی جو ایک فقیہہ اور مفتی کے لیے لازم ہے۔ مفتی صاحب نے ایک عمر قاسم العلوم ملتان کے دارالحدیث اور دارالافتاء کو رونق بخشی۔ وہ جب دنیا سے گئے تو تلامذہ کے علاوہ امالی اور فتاویٰ کا ایک ذخیرہ یادگار چھوڑا۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کی استعانت کے بھروسے پر مفتی صاحب کے آثار علمیہ کی اشاعت کا بیڑا اُٹھایا تاکہ یہ آثارِ علمی آنے والی نسلوں کے لیے بھی مفید ہوسکیں۔ ابتداءً ہم نے ان کے فتاوی کی ترتیب و اشاعت سے کام کا آغاز کیا۔ پہلی جلد کو بہت پذیرائی ہوئی اور قارئین کے وسیع حلقے نے اس خزانہ علمی سے استفادہ کیا۔ انھوں نے ہمیں بہت حوصلہ دیا اور ہماری ہمت افزائی کی جس کے نتیجے میں ہم نے اس گنجینہ کو دفینہ بننے کی بجائے سفینہ بنا دیا۔ اس کام میں بہت سے احباب کی علمی محنت اور توجہ شامل حال رہی، خصوصاً برادرِ مکرم حضرت مفتی محمد جمیل خاں شہید کی توجہ اور محنت ہمارے بہت کام آئی۔ انھوں نے اس جلد کی دوسری اشاعت کے وقت پوری جلد کو عنوانات سے مزین کیا۔ اس تمام سفر میں امیر مکرم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب زید مجدھم کی محبت اور توجہ بھی ہمارے شامل حال رہی۔ انھوں نے نہ صرف فراخ دلی سے ہمیں اشاعت کی اجازت دی بلکہ فتاوی مفتی محمود اور تفسیر محمود کے علاوہ حضرت مفتی صاحب کے تمام علمی جواہر پاروں کو گورنمنٹ آف پاکستان کے کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کروانے کے سلسلہ میں بھی مسلسل سرپرستی فرمائی۔ نتیجتاً اس سلسلے کی گیارہ جلدیں بحسن و خوبی شائع ہو چکیں ہیں اور تمام کی تمام گورنمنٹ آف پاکستان کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔ توقع ہے کہ مزید چار جلدیں بھی جلد شائع ہو جائیں گی۔

اس ذخیرۂ علمی کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کے لیے حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید کی خواہش پر تخریج کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ تاکہ مزید تحقیق کو آسان بنایا جا سکے۔ حضرت مفتی نظام الدین شامزئی

صاحبؒ کی خصوصی ہدایت پر ان کے تلمیذ خاص حضرت مولانا مفتی روزی خاں صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ ربانیہ کوئٹہ نے اس علمی کام کا آغاز کیا۔ آپ صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ محنتی مزاج کے حامل ہیں۔ آپ نے بہت محنت سے یہ کام سرانجام دیا جو ہر حال میں کارنامہ کہلانے کا مستحق ہے۔ مولانا کے اس عمل کی بدولت اب فتاویٰ مفتی محمود زیادہ مفید اور نافع ہوگیا ہے۔

ابتدائی اشاعتوں میں بعض جگہوں پر مستفتیین کے نام رہ گئے تھے۔ اس اشاعت میں ان ناموں کو بھی شامل کردیا گیا ہے۔ اگرچہ اس سارے کام کی وجہ سے کتاب کا حجم کافی بڑھ گیا لیکن افادیت دوچند ہوگئی ہے۔

ہم اس کی جدید اشاعت پر رب العالمین کے حضور سجدۂ شکر بجالاتے ہیں۔ اس کام کے سلسلے میں مولانا محمد عارف صاحب استاذ جامعہ مدنیہ لاہور، حضرت مفتی رشید احمد العلوی خطیب جامع مسجد ڈیفنس، لاہور کی رفاقت اور محنت ہمارے شامل حال رہی، ہم ان کے لیے دُعاگو ہیں۔ اللہ رب العالمین ان کی محنت کو قبول فرمائے۔ نیز دُعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ علمی کو قارئین کے لیے مزید نافع بنائے۔

والسلام

محمد ریاض درانی

مدیر جمعیۃ پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلىٰ آله وصحبه اجمعين اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم

وقال الله تعالىٰ يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات

مفکر اسلام فقیہ ملت، محدث کبیر، مفسر قرآن، مسند حدیث وفقہ کے شہ نشین مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ قافلہ شاہ ولی اللہ کے سرخیل اور مسلک حقہ دیوبندی کی عزت و وقار اور علما حق کے وہ ترجمان تھے جن کی زندگی میں بھی جماعت دیوبند ان پر فخر کرتی رہی اور آپ کی وفات کے بعد بھی اُمت مسلمہ آپ کے کارناموں کو خراج تحسین پیش کرتی نظر آتی ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، امام ابوحنیفہ وقت فقیہ الامت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کی طرح مفتی محمود رحمۃ اللہ کی زندگی بھی بعد والوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ کے اُستاد محترم حضرت مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کی حسن تربیت اور مدرسہ شاہی مراد آباد کے فیض کو آپ نے جس انداز سے پھیلایا اس پر آپ کے اساتذہ کرام کو آپ پر فخر رہا۔ حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کو فرزندان درالعلوم میں شامل کرنا آپ کی دینی خدمات کا بین ثبوت اور ایک عظیم بزرگ کا اپنے ہم عصر کے لیے سب سے بہترین خراج تحسین وعقیدت ہے۔ آپ نے ایک طرف مسند تدریس کو چار چاند لگائے تو دوسری طرف فقہ کے میدان میں وہ گراں قدر فتاوی جاری کیے جس پر مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع محدث العصر سیّد محمد یوسف بنوری مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہم اللہ جیسے علم وحلم کے جبال نے اعتماد کی مہر ثبت کرتے ہوئے آپ کے فہم وتدبر اور تحقیق وتدقیق کو خراج تحسین پیش کیا۔ سیاست کے خاردار اور بددیانت میدان میں آپ کا ورود اسلام کی عظمت وسربلندی کا باعث بنا اور پاکستان کی لادین قیادت ملک کو اسلامی سمت کی طرف لے جانے پر مجبور ہوئی۔ حکمران وقت ہی نہیں اُمت مسلمہ کے بڑے بڑے حکمرانوں کے دربار میں مفتی محمود کا اعلائے کلمۃ الحق علماء دیوبند کی جرأت گوئی کا نشان قرار پایا۔ الغرض مفتی محمودؒ عظمت اسلام کی علامت اور علماء دیوبند کی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جن پر قیامت تک اہل حق ناز کرتے رہیں گے اور مفتی محمودؒ کے علمی جواہر پارہ کی خوشہ چینی پر فخر کرتے رہیں گے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد اگر ایک طرف صدقہ جاریہ ہیں تو دوسری

طرف آپ کے علمی نوادرات ونکات علماء کے لیے وہ علمی میراث ہیں جن سے ہر عالم اپنے اپنے حصے کے مطابق استفادہ کرتا رہے گا۔ آپ کے فرزند اور خلف الرشید اور ہمارے دور کے علماء کرام کے رہنما مجاہد ملت مولانا فضل الرحمٰن کی ہدایت پر عزیز گرامی حافظ ریاض درانی نے علماء کرام کی نگرانی میں مرتب کردہ مفتی محمود صاحب کے فتاویٰ کی دوسری جلد شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس سے قبل وہ پہلی جلد بہت خوبصورت انداز میں شائع کر چکے ہیں۔ جس کو علماء کرام نے پسند کرتے ہوئے فتاویٰ میں ایک اہم اضافہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید اور مفتی محمود صاحب کی علمی قابلیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ انشاءاللہ یہ جلد بھی مقبولیت حاصل کرتے ہوئے علماء کرام کے اعتماد پر پوری اُترے گی۔ ذات باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت فرمائے اور اُمت کے لیے نافع بنائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد واله وصحبه اجمعین.

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی اله وصحبه اجمعین۔

فتاویٰ مفتی محمود کی اشاعت کی خواہش اور آرزو اگر چہ بہت دیر سے پوری ہوئی، اپنی سیاسی مصروفیت اور ملکی حالات کی وجہ سے بظاہر اس کی تکمیل کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس نے ایسا بندوبست فرما دیا کہ یہ علمی ذخیرہ استفادہ عام کے لیے طبع ہو سکا۔

پہلی جلد کی اشاعت کے بعد اس کی مقبولیت اور علماء کرام کی طرف سے داد تحسین اور مزید جلدوں کی اصرار اور طلب نے اپنی کوتاہی کا زیادہ شدت سے احساس دلایا کہ اس علمی ذخیرہ اور نادر خزانوں کو مخفی رکھ کر جہاں حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق کی ادائیگی میں بہت زیادہ کوتاہی ہوئی وہیں علماء اُمت اور اہل علم کو بھی اس علمی ذخیرہ سے محروم رکھنے کا بھی عظیم جرم سرزد ہوا۔ کتنے اہل علم اور اکابر علماء کرام اس علمی ذخیرہ کے استفادہ کی حسرت لیے اس دنیا سے رُخصت ہو گئے اور ان کے ان حسرت زدہ دل کو اس کوتاہی سے کتنی زیاد کوفت ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مفتی محمود کے متعلقین کی اس کوتاہی کو درگزر فرمائے۔ بہر حال پہلی جلد کی اشاعت کے بعد علماء کرام کے طبقہ کی طرف سے جس پسندیدگی کا اظہار کیا گیا اور حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مدلل اور مستند فتاویٰ کی جس طرح داد تحسین کی گئی اس نے مزید جلدوں کی فوری اشاعت کے تقاضوں کی شدت میں اضافہ کیا اور ہر طرف سے یہ صدائیں کانوں میں پڑنے لگیں کہ دوسری جلد کب آئے گی لیکن جیسا کہ آپ کو اور ہمیں اندازہ ہے کہ دینی مدارس میں نقل فتاویٰ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا اور اگر کیا بھی جاتا ہے تو احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ بیشتر جید علماء کے بہت ہی اہم فتاویٰ نقل فتاویٰ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو گئے۔ اس بنا پر مفتی محمودؒ کے فتاویٰ کی نقل حاصل کرنا اور پھر ان فتاویٰ میں یہ دیکھنا کہ نقل میں کوئی عبارت رہ تو نہیں گئی اور پھر حوالہ جات وغیرہ کا موازنہ کرنا یہ سب اتنے کٹھن امور ہیں جو کہ ایک محنتی اور محقق عالم دین اور صاحب فتاویٰ سے محبت وعقیدت رکھنے والے سے ہی ممکن تھا۔ ابتدا میں بہت سارے لوگوں نے اس کام کا بیڑہ اُٹھایا لیکن مشکلات سے سینہ

سپر ہونے کی بجائے وہ سرنگوں ہوتے رہے۔ تا آنکہ ہمارے مولانا نعیم الدین استاد حدیث جامعہ مدنیہ، مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور، مولانا محمد عرفان استاذ جامعہ مدنیہ لاہور نے کام کا بیڑہ اُٹھایا اور الحمدللہ ان کی کاوشیں بارآور ثابت ہوئیں۔ پہلی جلد کے بعد اب دوسری جلد الحمدللہ طباعت کے لیے جارہی ہے۔ جس انداز سے یہ حضرات کام میں دلچسپی لے کر اس کو دلجمعی کے ساتھ کر رہے ہیں اُمید ہے کہ اگلے دو سالوں میں یہ مجموعہ جو کہ آٹھ جلدوں پر محیط ہوگا اشاعت کے مراحل طے کرے گا۔ (انشاءاللہ) دوسری جلد میں زیادہ مسائل ''صلوٰۃ'' سے متعلق ہیں۔ اس کے آغاز کے لیے امامت کے مسائل کا انتخاب کیا گیا۔ اس کے بعد نماز کے دیگر ابواب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ترتیب میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ کے طرزِ اسلوب کو اپنایا گیا ہے۔

میں اس جلد کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہوئے اپنے مندرجہ بالا مخلص علماء کرام اور خاص طور پر برادر عزیز حافظ ریاض درانی کا بہت زیادہ ممنون و مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے اس مجموعہ کو ان کے لیے صدقہ جاریہ اور علماء اُمت اور اہل علم اور اُمت کے لیے بہت زیادہ نافع بنائے۔ علماء کرام اور اہل علم سے درخواست ہے کہ اس مجموعہ میں اگر کوئی کمی محسوس فرمائیں یا کسی مسئلہ میں اشتباہ ہو تو فوری طور پر مطلع فرمائیں تاکہ اگلی اشاعتوں میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(مولانا) فضل الرحمٰن

امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

باب الامامت

کیا تاش کھیلنے، فحش گانے سننے اور قرآن غلط پڑھنے والا امامت کے لائق ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد فسق کے امور یعنی ریڈیو میں فحش قسم کے اور غیر فحش گانے سنتا ہو، تاش کھیلتا ہو، بالوں کو بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہوا اور قرآن بھی غلط پڑھتا ہو، دیگر پانچ وقت جماعت میں بھی شامل نہ ہوتا ہو، کبھی دو میں حاضر ہوا اور کبھی کسی ایک ہی میں آیا یعنی سال میں ایک مہینہ بھی پورے پانچ وقت حاضر نہیں ہوتا۔ لوگ انتظار کر کے اکیلے پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ عشاء کی نماز میں نہیں آیا تو لوگ بہت انتظار کے بعد گھر بلانے کے لیے گئے تو بہت آوازیں دینے کے بعد آنکھیں ملتے باہر نکلے۔ پوچھا کیا کام ہے تو کہا کہ لوگ مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں تو گھر سے کرتہ اٹھا کر آئے اور نماز پڑھائی تو کیا ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہ۔ دیگر موافق و مخالف بار بار سمجھا چکے ہیں، وعدہ بھی کر لیتا ہے کہ پانچ وقت نماز میں جماعت سے ادا کروں گا لیکن پھر نہیں پڑھتا اور دوبارہ وہی کام کرتا ہے تقریباً دس گیارہ سال سے یہ ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی عادت میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا ہے۔

﴿ج﴾

گانا سننا نیز تاش کھیلنا شرعاً حرام و ناجائز و فسق ہیں اگر واقعی یہ امام ان افعال مذکورہ کا مرتکب ہے تو وہ شرعاً فاسق ہے[1] قابل امامت نہیں اور جبکہ وہ قرآن بھی غلط پڑھتا ہے اور مزاج و چال بھی فساق و متکبرین

---

۱) قلت وفي البزازية استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلوة والسلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق الدرالمختار كتاب الحظر والاباحة٦/٣٤٩ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراتشي. وكذا في البحر الرائق كتاب الكراهية . فصل في الاكل والشرب ٨/٣٤٦طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الكراهية. الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي ٤/ ٣٤٥. طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراتشي.
وكره تحريما (اللعب بالنردو) كذا شطرنج در المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٦/ ٣٩٤ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراتشي.

کا رکھتا ہے کہ بال بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہے اور نیز جب کہ وہ پانچوں نمازوں میں بھی حاضر نہیں ہوتا گویا وہ خود تارک جماعت ہے[۱] اور عشاء کی نماز میں خصوصاً حاضر نہیں ہوسکتا اور ان افعال کے ترک کرنے پر اس امام کو موافق و مخالف بار بار سمجھا چکے ہیں اور اتنے لمبے عرصہ میں ان افعال سے وہ باز نہیں آیا تو یہ ہرگز امام بننے کی اہلیت نہیں رکھتا[۲] لہٰذا اہل مسجد و محلہ پر شرعاً لازم و واجب ہے کہ اس کو امامت سے ہٹا دیں[۳] ورنہ وہ شرعاً مجرم و گنہگار رہوں گے[۴] اور اس کی جگہ کسی جید عالم صالح صحیح قرآن پڑھنے والے امام کو مقرر کر لیں[۵]۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

---

۱) الجماعة سنة مؤكدة لا يجوز لاحد التاخير عنها إلا بعذر، تاتارخانيه ۱ / ۶۲۷ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه وفى حاشية الطحطاوى علي مراقى الفلاح (والصلوة بالجماعة سنة) فى الاصح مؤكدة شبيهة بالواجب فى القوة...... وفي رواية درجة فلا يسع تركها إلا بعذر ص:۲۸۶، ۲۸۷ طبع قديمى كتب خانه. الجماعة سنة مؤكدة لقوله عليه الصلوة والسلام "الجماعة من سنن الهدى لا يتخلف عنها إلا المنافق ترك الجماعة بغير عذر يجب به التعزير الخ بناية شرح الهداية ۲/ ۳۲۵، ۳۲۶ طبع دارا الكتب العلمية.

۲) ويكره تنزيها (إمامة عبد) ...... وفاسق الدرالمختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۹ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراتشى. ومثله فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والفتداء ۱/ ۱۴۵ طبع مكتبه رشيديه كوئته .

ومثله فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۳۳۲، ۳۳۳ طبع دارا الكتب العلمية.

۳) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، رد المحتار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراتشى. وكذا فى البناية شرح الهدايه والفاسق لانه لا يهتم لامر دينه كتاب الصلوة باب الإمامة ۲/ ۳۳۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان وكذا فى النهر الفائق والفاسق بجارحة بدليل عطف المبتدع عليه لعدم إهتمامه بأمر دينه كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۲۴۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان

۴) عن ابى بكر الصديق رضى الله عنه إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الناس إذا رأوا منكراً فلم يغيروه يوشك ان يعمهم الله بعقابه رواه إبن ماجه والترمذى. مشكوة المصابيح باب الامر بالمعروف الفصل الثانى ۱/ ۴۳۶ طبع قديمى كتب خانه . وكذا فى الترمذى باب ما جاء فى نزول العذاب إذا لم يغير المنكر، ۲/ ۳۹ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد.

۵) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه .

وكذا فى الدر المختار والاحق بالإمامة تقديما بل نصبا مجمع الانهر الاعلم بأحكام الصلوة (ثم الاحسن تلاوة) للقراءة ،ثم الاورع ثم الأسن، ثم الاحسن خلقاً ثم الاحسن وجها ثم الاشرف نسبا كتاب الصلوة باب الإمامة . ۱/۵۵۷، ۵۵۸ طبع ـ ايچ ـ ايم ـ سعيد.

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

کیا کبیرہ گناہوں میں مبتلا شخص کے پیچھے نماز جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک مولوی صاحب امامت کراتے ہیں اور ان میں اکثر قبیح عادات جو شرعاً ممنوع ہیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وعدہ خلافی اور جھوٹی قسم کھانا اور مصلے پر خرافات بکنا اور رشوت لے کر نکاح پر نکاح کرانا اور جھوٹی شہادت دینا۔ علاوہ ازیں صحت تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے بلکہ بعض مرتبہ غلط تلفظ اس قدر زیادہ ہوجاتا ہے کہ معنی صحیح طور پر نہیں ہوسکتا اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) ایک دوسرا شخص جو کہ معانی وصحت تلفظ پر عبور رکھتا ہے۔ اس شخص کی نماز ایسے شخص کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور نیز عام لوگوں کی نماز کا کیا حال ہے اور جو لوگ ایسے شخص کے حامی ہیں ان کے لیے کیا عتاب ہے۔

(۳) ایسے چک میں جمعہ پڑھنا جس میں حوائج پورے نہیں ہوسکتے اور اس چک میں لوگ جمعہ کے عادی ہیں کیا جمعہ ہوتا ہے یا نہیں نیز دوسرے چکوں سے لوگ جمعہ کے لیے آکر پڑھتے ہیں اور اگر مولوی صاحب کہتے ہیں ان کو کہ جمعہ ناجائز ہے تو مولوی صاحب کو لوگ مجبور کرتے ہیں کہ بعض لوگ جمعہ میں شریک ہوکر وعظ سن کر نماز کے پابند ہوجاتے ہیں۔

﴿ج﴾

(۱) ان عادات والا شخص فاسق ہوجاتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۱]۔ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر تلفظ میں کبھی فحش غلطی کرتا ہے تو اس وقت نماز فاسد بھی ہوجائے گی[۲]۔

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد. ومثله كتاب الصلوة باب الإمامة ص ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه كانسى روڈ كوئٹه (حلبى كبير).
ومثله فى حاشيه الطحطاوى كتاب الصلوة باب الإمامة ص ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۲) وان ذكر حرفاً مكان حرف وغير المعنى فإن أمكن الفصل بين حرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد خانيه كتاب الصلوة فصل فى قراءة القرآن ۱/ ۱۴۱ طبع مكتبه علوم اسلاميه . وكذا فى الخلاصة كتاب الصلوة الفصل الثانى عشر فى زلة القارى ۱/ ۱۰۶ طبع مكتبه رشيديه. وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة مطلب مسائل زلة القارى ۱/ ۶۳۱ طبع ايچ ـ ايم سعيد.

(۲) ایسے شخص کے پیچھے عالم قاری یا غیر قاری یا عوام سب کی نماز مکروہ تحریمی ہے[1]۔ البتہ تلفظ میں خطا فحش ہونے سے اگر فساد آوے گا تو سب کی نماز فاسد ہوگی۔ اس لیے ایسے شخص کی حمایت نہ کرنا چاہیے بلکہ کسی عالم قاری کو امام بنانا ضروری ہے[2]۔

(۳) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ فی القریٰ جائز نہیں ہے[3] جمعہ ترک کرنا لازم ہے[4]، نہ مولوی صاحب کے لیے جائز کہ وہ پڑھائے اور نہ لوگوں کو اسے مجبور کرنا صحیح ہے[5]۔ وعظ کے لیے جمعہ کے علاوہ بھی اجتماع ہوسکتا ہے۔ اگر لوگ اتنے شوقین ہیں تو کسی بھی دن وعظ کے لیے جمع ہوکر وعظ سن لیا کریں۔ بہرحال جمعہ جائز نہ ہوگا لا جمعة و لاتشريق الافي مصر جامع (الحدیث)[6]۔

---

١) ويكره ان يكون الأمام فاسقا ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/ ٦٠٣ طبع مكتبه إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه وكذا في رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٩ طبع ايچ- ايم- سعيد وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه .

٢) وفي فتاوى إلارشاد يجب أن يكون امام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/ ٦٠٠طبع مكتبه ادارة القرآن والعلوم الاسلامية (تاتارخانيه) وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ١/ ٥٥٧ طبع ايچ - ايم - سعيد.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ١/ ٢٣٩طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

٣) فلا تجب على أهل القرى التي ليست من توابع المصر كتاب الصلوة وأما بيان شرائط الجمعة بدائع الصنائع ١/ ٢٥٩طبع مكتبه رشيديه كوئٹه .
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الصلوة الجمعة ٢/٢٤٨ طبع رشيديه كوئٹه .
وكذا في فتاوى الهندية، كتاب الصلوة الباب السادس عشر في صلاة الجمعة ١/ ١٤٥ مكتبه علوم اسلاميه چمن .

٤) ولا يصح أداء الجمعة فيها كتاب الصلوة وأما شرائط الجمعة بدائع الصنائع ١/ ٢٥٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه . وكذا في البحر الرائق فان المذهب عدم صحتها في القرى فضلاً عن لزومها كتاب الصلوة باب الجمعة ٢/ ٢٤٨ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في حلبى كبير كتاب الصلوة باب الجمعة ٥٤٩ طبع سعيدى كتب خانه .

٥) عن ابن عمر رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال على المرء المسلم الطاعة فيما أحب أو كره إلا يؤمر بمعصية فاذا امر بمعصية فلا سمع ولا طاعة باب اطاعة الامام ص ٢١١ طبع ايچ - ايم- سعيد. وكذا في صحيح البخارى كتاب الجهاد باب السمع والطاعة ١/ ٤١٥ قديمى كتب خانه كراچى. وكذا في الدر المختار كتاب الجهاد باب البغاة ٤/ ٢٦٤طبع ايچ- ايم - سعيد .

٦) عن على رضى الله عنه أنه قال لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع باب عدم جواز الجمعة في القرى إعلاء السنن ٨/٣ طبع دار القرآن وكذا في نصب الراية باب صلوة الجمعة ٢/٢٠٢ طبع مكتبه حقانيه .

امامت سے معذوری کی بنا پر سبکدوش ہونے کے بعد کیا سابقہ امام کسی چیز کا مطالبہ کرسکتا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) زید مسجد کی امامت سے بیماری بڑھنے وغیرہ کی وجہ سے معذور تھا۔ امامت کے قابل نہ تھا۔ خود اجازت دی امام مقرر کرلو اب امام مقرر کرلیا گیا اور اب اس کی زمین ذاتی کافی ہے۔ بال بچہ دار نہیں صرف میاں بیوی ہیں۔ اس صورت میں مسجد کا حصہ یا وہ زمین جو کہ مسجد کے لیے سرکاری طور پر امام مسجد کے نام مقرر ہوتی ہے کھا سکتا ہے۔ جب کہ دوسرا امام باوجودیکہ امامت، جمعہ، جماعت کراتا ہے بال بچہ دار ہے اور جو مقرر کردہ اشیاء تھیں تمام نہیں ادا کرتے تنگ بہت ہے مقروض ہے۔ اس صورت میں یہ زمین کس امام مسجد کا حق ہے از روئے شریعت اول امام پر حلال ہے یا ناجائز ہے کون کھا سکتا ہے۔

(۲) زید تارک جماعت ہے اور نماز عشاء ہمیشہ بے جماعت پڑھتا رہا۔ امام میں شرعی نقص کوئی نہیں پھر بھی تارک ہے۔ ایسے آدمی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جب کہ امام مقرر کردہ موجود نہ ہو۔ امام کے ساتھ اختلاف یا دشمنی رکھتا ہو۔ یہ مقرر کردہ امام کا خلیفہ ہوسکتا ہے یا پھر اجازت امام کے بعد میں امامت کرا سکتا ہے۔

(۳) زید نے قبل ازیں ڈھول راگ رنگ میں زندگی بسر کی اب آخر عمر میں امامت کے قابل ہوسکتا ہے۔ قرآن ترجمہ کے ساتھ نہیں پڑھتا نہ ترجمہ جانتا ہے۔ سنی سنائی باتیں پکا کر تقریر کرے یا جمعہ پڑھائے جب کہ اس کو علم نہ ہو کہ میں قرآن کے موافق مسئلہ کررہا ہوں یا مخالف، کیا یہ جائز ہے۔

(۴) زید امام مقرر ہو چکا سب کی رضامندی سے اب اگر کوئی شخص مقرر کردہ امام سے آکر اختلاف کرے اور اتہام رکھے تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے۔

(۵) امام مسجد مقرر کیا۔ تمام لوگ خدمت مال نہیں کرتے جو مقرر کی تھی۔ کچھ کرتے ہیں کیا تنگ دستی کی وجہ سے ان کو امام کہے تم کیوں نہیں دیتے۔ مقرر کردہ حق خدمت ادا کرو اس صورت میں اس سوال سے نماز میں کچھ خلل آتا ہے۔ اگر عشر یا زکوۃ فطرانہ فقیری کی وجہ سے لے تو کوئی حرج تو نہیں۔ یہ مال دینا درست ہے۔

(۶) امام مسجد امامت کے ساتھ کوئی کسب کرسکتا ہے۔ ایک مقتدی ضد کرتا ہے۔ تاخیر کر کے نماز پڑھواتا ہے۔ امام اس پر راضی نہیں۔ کیا مقتدی کی نماز درست ہے۔ اگر امام خود اذان پڑھے۔ خود ہی تکبیر

کہہ دے۔خود ہی جماعت کرائے کیا کوئی شرعی نقص یا خرابی ہے یا کراہت ہے امام کے لیے۔

(۷) زید اذان پڑھ کر نہیں جاتا نہیں۔مسجد میں صف میں آ کر ملتا ہے محض اس خیال پر کہ اس طرح مسئلہ ہے کہ اذان کوئی پڑھے۔تکبیر کوئی پڑھے۔

ج

(۱) مسجد کا فنڈ یا مسجد کی زمین مسجد کے لیے ہوتے ہیں۔اگر سابقہ بوڑھا امام فی الحال امامت نہیں کرتا، بلکہ امام دوسرا مقرر ہے تو وہ اپنا سابقہ امامت کرنے کی بناء پر مسجد کے فنڈ یا اس مسجد کے امام کے لیے سرکاری زمین سے لینے کا حقدار نہیں، اس کے لیے جائز نہیں۔خصوصاً اس صورت میں جب کہ اس کا اپنا مال بھی اسے کفایت کرتا ہے[۱] اور دوسرا مقرر کردہ امام جب کہ فی الحال وہ امامت کرتا ہے اور نیز وہ لاچار اور مجبور ہے۔مسجد کے فنڈ اور اس زمین کی آمدنی سے کچھ لے، یہ دوسرا امام لینے کا حقدار ہے۔اس سے لے سکتا ہے[۲]۔

(۲) تارک جماعت فاسق ہے[۳]۔فاسق کی امامت مکروہ ہے[۴]۔وہ امام مقرر نہیں کیا جا سکتا

---

۱) ولو شرط الواقف فی الوقف الصرف إلی إمام المسجد وبین قدره یصرف إلیه إن کان فقیراً وإن کان غنیاً لا یحل کتاب الوقف الفصل الثانی فی الوقف عالمگیریه ۲/۴۶۳ طبع بلوچستان بکڈپو.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الوقف جنس اخر ٤/ ٤٢٦ طبع متبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی الهندیه کتاب الوقف الباب الثالث الفصل الثانی ۲/ ۳۷۱ طبع بلوچستان بکڈپو.

۲) إن أراد أن یصرف شیئا من ذالك إلی إمام المسجد...... فلیس له إلا اذا کان الواقف شرط ذالك فی الوقف کتاب الوقف الفصل الثانی فی الوقف عالمکیریه ۲/ ٤٦٣ طبع بلوچستان بکڈپو.
وکذا فی خلاصة الفتاوی وکذا الوقف علی الفقهاء والمؤذنین، امام المسجد إذا أخذا لغلة وذهب قبل مضی السنة لا یسترد منه غلة بعض السنة والعبرة لوقت الحصاد فان کان الامام وقت الحصاد یؤم فی المسجد یستحق کتاب الوقف جنس آخر ٤/ ٤٢٦ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) الجماعة سنة مؤکدة لا یجوز لاحد التاخیر عنها إلا بعذر تاتارخانیه ،کتاب الصلوة الفصل الثامن فی الحث علی الجماعة ۱/ ٦٢٧طبع ادارة القرآن ، وکذا فی حاشیة الطحطاوی علي مراقی الفلاح کتاب الصلوة ، باب الامامة ، ٢٨٦، ٢٨٧ طبع قدیمی کتب خانه، وکذا فی البنایة شرح هدایه، کتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ٣٢٥، ٣٢٦ طبع دارالکتب العلمیة.

٤) ویکره تنزیها(إمامة عبد)...... وفاسق در مختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٥٩ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید. ومثله فی الخلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/١٤٥ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. ومثله فی البنایه شرح هدایه کتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ٣٣٢، ٣٣٣ طبع دار الکتب العلمیة.

ہے (۱)۔ جب کہ امام مقرر میں کوئی شرعی نقص نہیں اور کوئی شخص ذاتی دشمنی واغراض کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتا ہو وہ گنہگار ہے (۲)۔ مقرر امام کے علاوہ جب کہ خود وہ امام مقرر امامت کرتا ہو اس کی اجازت کے بغیر اس کی مسجد میں کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں (۳)۔

(۳) زید میں اگر امامت کرنے کی اہلیت ہے۔ شرائط امامت اس میں پائے جاتے ہیں اور اس نے سابقہ زندگی غلط طریقے پر ناجائز کاموں میں صرف کی ہو اور اب وہ دل سے تائب ہو گیا ہو تو اس کی امامت درست ہے (۴) اور اگر واقعی اس میں اہلیت نہیں اور امامت کے موقوف علیہ مسائل سے وہ واقفیت نہ رکھتا ہو تو اس کی امامت شرعاً جائز نہیں (۵) نیز قرآن وحدیث پڑھا ہوا نہ ہو اور اسے غلط وصحیح کہنے کی تمیز نہ ہو کہ (۶)

---

۱) ویکره أن یکون الامام فاسقاً ویکره للرجال أن یصلوا خلفه ، تاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هوا حق بالامامة ۱/۶۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه وكذا فی رد المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید . وكذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۶۱۱ طبع مكتبه رشیدیه کوئٹه.

۲) ولو أم قوما وهم له كارهون) إن الكراهة) لفساد فیه أو لانهم أحق بالامامة منه كره له ذلك تحریما درمختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع ایچ۔ ایم سعید۔ وكذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة الفصل السادس فی بیان من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۳، ۶۰۴ طبع إدارة القرآن وكذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹طبع مكتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) واعلم أن (صاحب البیت) ومثله إمام المسجد الراتب) اولی بالامامة من غیره مطلقاً درمختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ ایچ۔ ایم ۔ سعید. وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة /۶۰۹طبع مكتبه رشیدیه کوئٹه وكذا فی الهندیة کتاب الصلوة الباب الخامس فی الامامة الفصل الثانی ۱/۸۳طبع مكتبه رشیدیه کوئٹه.

۴) وإنی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدی س۔ طه ۔ت ۸۲. وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابیح باب التوبة والاستغفار ص ۲۰۶ طبع قدیمی کتب خانه وكذا فی ابن ماجه باب ذکر التوبة ص ۳۲۳ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.

۵) والاحق بالامامة الأعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة للقراءة ، ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقاً الدر المختار ۱/۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید. وكذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة وأما بیان من هو أحق بالامامة ۱/۱۵۷ طبع مكتبه رشیدیه کوئٹه. وكذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوة ، باب الامامة ، ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمیة.

۶) والأمی یجب علیه كل الاجتهاد فی تعلم ما تصح به الصلوة ثم فی القدر الواجب وإلا فهوا ثم کتاب الصلوة بحر الرائق باب الامامة ۱/۶۴۲ طبع مكتبه رشیدیه کوئٹه . وكذا فی حلبی کبیر، کتاب الصلوة ، من یصلح إماما لغیره ومن لا یصلح ۱/۶۰۶ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

آیا میں کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ ﷺ کے موافق بولتا ہوں یا مخالف یا بغیر تحقیق کے سنی سنائی باتیں کرتا ہو اور کوئی وعظ کرتا ہو۔ ایسے شخص کے لیے وعظ وتقریر کرنا شرعاً جائز نہیں[1]۔

(۴) اپنے اغراض کے لیے بلا وجہ کسی کو متہم کرنا شرعاً فسق ہے۔ ایسا شخص شرعاً امامت نہیں کرسکتا۔ مستقل امام نہیں رکھا جاسکتا[2]۔

(۵) امام اس صورت میں اپنے مقرر کردہ حق کا مطالبہ کرسکتا ہے[3]۔ نیز اگر وہ صاحب نصاب نہیں فقیر ہے مصرف ہے زکوۃ، عشر، فطرانہ وغیرہ کا تو لے سکتا ہے[4]۔ جبکہ خدمت کے عوض کے طور پر نہ ہو اس کے امامت کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں آتی۔

(۶) امام بلا شبہ امامت کے ساتھ دوکانداری کرسکتا ہے۔ جب کہ معاملۂ دوکانداری میں منہیات و مکروہات سے بچتا ہو اور نیز دکان میں مشغول ہونے کی وجہ سے جماعت بے وقت نہ کراتا ہو۔ کسب حلال ثواب ہے۔ کمانا چاہیے[5]۔

---

۱) القصص المكروه أن يحدثهم بما ليس له أصل معروف أو يعظهم بما لا يتعظ به أو يزيد وينقص يعني في أصله الدر المختار كتاب الحظر والإباحة فصل في البيع ٦/ ٤٢٢ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.
كذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) يكره ان يكون الامام فاسقاً ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتار خانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/٦٠٣ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية وكذا في ردالمحتار ، كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٩ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) يفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والأذان كتاب الحظر و الاجارة باب الاجارة الفاسدة ٦/٥٥ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد الدر المختار وكذا في البحر الرائق كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ٨/ ٣٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في البنايه شرح الهدايه كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ١٠/٢٨١ . وكذا في الدر المختار أي مصرف الزكاة والعشر وأما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم هو فقير وهومن له أدنى شئ الخ كتاب الزكاة باب المصرف ٢/٣٣٩ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد. وكذا في البحر الرائق كتاب الزكاة باب المصرف ٢/ ٢١٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٤) انما الصدقات للفقراء الأية س ۔ التوبة ۔ ت ٦٠ پ ۔ ١٠ .
وكذا في الدر المختار أي مصرف الزكاة والعشر وأما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم هو فقير وهو من له أدنى شئ الخ كتاب الزكاة باب المصرف ٢/٣٣٩ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد وكذا في البحر الرائق كتاب الزكاة باب المصرف ٢/٤١٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٥) وعن عبد الله رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة رواه البيهقي في شعب الايمان مشكوة المصابيح باب الكسب وطلب الحلال الفصل الثالث ص :٢٤٢ طبع قديمي كتب خانه .

(۷) کسی مقتدی کے لیے امام کو اپنے تابع بنانا جائز نہیں مقتدی غلطی پر ہے اسے امام کو اپنے تابع بنانا جائز نہیں۔ زید کا یہ خیال کہ اذان اور دے اور امامت دوسرا کرے یہ خیال محض باطل ہے۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ جو اذان دیتا ہے اقامت اسی کا حق ہے[1] موذن کے اذن کے بغیر اور کوئی ثواب کی خاطر اقامت کہنا چاہتا ہو کہ اقامت کا ثواب میں حاصل کروں شرعاً اسے یہ حق حاصل نہیں۔ بلکہ اقامت موذن کا حق ہے اور موذن کسی کو اپنی خوشی سے اقامت کی اجازت دیتا ہو۔ شرعاً اجازت دے سکتا ہے لیکن اس صورت کو اولی سمجھنا اور باعث ثواب سمجھنا صحیح نہیں بنسبت اس کے کہ ایک شخص اذان و اقامت کہے اس لیے کہ خیر القرون سے اس زمانے تک عموماً یہی عمل ہے۔

جس شخص میں فسق وفجور والے نقائص ہوں اس کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ زید امامت کرتا ہے اور اس میں چند نقص ہیں۔ جس کی وجہ سے مقتدی اسے امامت پر رکھنا نہیں چاہتے۔ بعض اوقات جماعت کی حالت میں زید کو غشی ہو جاتی ہے اور مقتدی نماز توڑ کر اس کو اٹھاتے ہیں، حقہ بہت پیتا ہے۔ بدعتی ہے نیز سنی شیعہ کے ساتھ تعلقات ہیں۔ اٹھنا بیٹھنا رکھتا ہے۔ زانی ہے اس بات کی گواہی اکثر اور معتبر لوگ دیتے ہیں اور جن نوجوان بچیوں کو پڑھاتا ہے، ان سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتا ہے اور وہ بچیاں اس بات کی گواہ ہیں۔ زید کا بھائی بکر ہے اور بکر زید کی بیوی سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے اور زید کی لڑکی جو کہ بالغ نہیں ہوئی اس کا رشتہ بکر کے لڑکے سے ہو رہا ہے جو کہ بہن بھائی بن جاتے ہیں۔ نکاح علی النکاح اکثر پڑھاتا رہتا ہے۔ ان نقائص کی بناء پر مقتدی اسے رکھنا نہیں چاہتے، ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں۔

---

۱) فارا وبلال ان يقيم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ان اخاء صداء هو اذن ومن أذن فهو يقيم قال فاقمْتُ كتاب الصلوة باب الرجل يؤذن ويقيم ابوداؤد ص: ۸۷ طبع مكتبه رحمانيه . ومثله فى الهندية والافضل أن يكون المؤذن هو المقيم كذا فى الكافى كتاب الصلوة باب الثانى ۱/ ۵٤ طبع مكتبه علوم إسلاميه چمن. وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الآذان مطلب فى المؤذن إذا كان غير محتسب فى أذان ۱/ ۳۹٦ طبع ايچ- ايم - سعيد.

۲) وإن أذن رجل وأقام رجل آخر إن غاب الاول جاز من غير كراهة وإن كان حاضراً وتلحقه الوحشة باقامة غيره يكره وإن رضى به لا يكره عندنا كتاب الصلوة باب الاذان ، نوع آخر تارتاخانيه ۱/ ۵۲۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه. وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الاذان مطلب فى المؤذن اذا كان غير محتسب فى آذانه ۱/ ۳۹۵ طبع ايچ - ايم - سعيد وكذا فى الهندية كتاب الصلوة باب الثانى فى الاذان ۱/ ۵٤ طبع مكتبه علوم إسلاميه چمن.

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر زید میں واقعی یہ نقائص موجود ہیں تو وہ لائق امامت نہیں اس کو امامت سے ہٹایا جاوے[1]۔لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام [2]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گانے سننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص گانے بجانے اور ریڈیو جان بوجھ کر سنتا ہے کیا اس کی امامت جائز ہے۔

﴿ج﴾

ریڈیو وغیرہ پر گانے بجانے سننا گناہ ہے[3] شخص مذکور پر لازم ہے کہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب ہو اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ میں کبھی ایسا کام نہیں کروں گا اور اگر وہ توبہ تائب ہوگیا تو اس کے پیچھے نماز درست ہوگی[4] ورنہ امامت سے علیحدہ کردیا جائے[5]۔فقط واللہ اعلم۔

---

۱) واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لامر دینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً ، ردالمحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید.
وکذا فی البنایة شرح الهدایه کتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۳۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.
وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲٤۲ طبع دارا لکتب العلمیة بیروت لبنان.

۲) ومثله وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید. ومثله فی حاشیه الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲،۳۰۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان .
ومثله فی حلبی کبیر شرائط الصلوة الاولی باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

۳) قلت وفی البزاریه۔ استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلوة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق کتاب الحظر والاباحة ردالمحتار ٦/ ۳٤۹ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید. وکذا فی البحر الرائق کتاب الکراهیة فصل فی الاکل والشرب ۸/ ۳٤٦طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه .

٤) وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدی ۔ س ۔ طه ۔ ت ۔ ۸۲ پ ۔ ۱٦ .
وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له مشکوة المصابیح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰٦طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی إبن ماجه باب ذکر التوبة ص:۳۲۳طبع ایچ۔ایم ۔ سعید.

۵) بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم۔ شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید. ومثله فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. ومثله فی حاشیه الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع قدیمی کتب خانه.

لہو ولعب میں مشغول رہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد کی داڑھی بالکل کٹی ہوئی ہو۔ ایسے معلوم ہوتا کہ صافہ پھرا ہوا ہے اور گانے بجانے میں مست ہو۔ کبھی کبھی خود مسجد میں چند بیرونی آدمی جمع کر کے سازوں کے ساتھ آوارہ گانے سماعت کرتا ہے۔ قرآن وحدیث سے ارشاد فرمادیں کہ اس قسم کی حرکات والے آدمی کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں اور گلہ غیبت بھی اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو۔

﴿ج﴾

ڈاڑھی منڈے اور گانا بجانا سننے والے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر ان افعال بد سے توبہ تائب نہ ہوتا ہو تو اس کو امامت سے معزول کرنا چاہیے کیونکہ یہ شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت بتصریح جمیع فقہاء مکروہ تحریمی ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

قوالی اور گانے سننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید امام مسجد ہے اور لوگ اس کو خلافت یافتہ خواجہ کہتے ہیں۔ اس کا رویہ یہ ہے کہ شادی کے موقع پر گھبرو یعنی گھوٹ دولہا کو گانہ دھاگہ اپنے ہاتھ سے باندھتا ہے۔ مرد عورتوں کا لباس پہن کر مسجد کے دروازہ پر ناچ تالیاں گانا بجانا ڈھول باجہ بجا کر رنگ رلیوں میں شریک ہو جاتا ہے اور ویل بھی دیتا ہے۔ اعتراض کرنے پر جواب دیتا ہے کہ یہ قوالی مدح خوانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یہ جائز ہے اس واسطے دیتا ہوں۔ عید کے دن عید پڑھ کر مسجد کے دروازے پر دو آدمی گانے والے بلا کر ڈھول باجہ کے ساتھ گانا کرایا ہے اور یہ کہا یہ بھی قوالی مدح خوانی ہے۔ ویل دینا جائز ہے اگر شرع میں یہ ناجائز ہے تو امامت اس کی جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.
ومثله فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص : ۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں مذکورہ بالا سب افعال حرام وفسق ہیں[۱] زید جو کہ ان افعال کا مرتکب ہے فاسق ہے وہ امامت کے قابل نہیں۔ اہل مسجد کو شرعاً لازم ہے کہ اسے امامت سے ہٹا دیں[۲]۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ٹیلی ویژن دیکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد جو کہ قاری حافظ و عالم بھی ہے، اس کے گھر میں ٹیلی ویژن ہے اور پروگرام دیکھتا ہے۔ داڑھی مشین سے چھوٹی باریک کرواتا ہے تو کیا ایسے امام کی امامت درست ہے اور امام کے لیے کن شرائط کا پورا کرنا لازمی ہے۔

﴿ج﴾

جو مسلمان داڑھی منڈواتے ہیں یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں وہ فاسق ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے درمختار میں ہے۔ **واما الاخذ منها وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد الخ**[۳]۔ نیز درمختار میں ہے۔ **ولـذا يحرم على الرجل قطع لحيته**[۴] پس صورت مسئولہ میں جو امام مسجد داڑھی باریک کترواتا ہے۔ ٹیلی ویژن میں

---

۱) قلت وفي البزازيه استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلوة والسلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق در مختار كتاب الحظر والاباحة ۳۴۹/۶ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد۔ وكذا في البحر الرائق كتاب الكراهية فصل في الاكل والشرب ۳۴۶/۸ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الكراهية الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي ۳۴۵/۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد۔
وكذا في حاشية الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲، ۳۰۳ طبع دارالكتب العلميه بيروت لبنان ومثله في حلبي كبير شرائط الصلوة الاولى بالامامة ص: ۵۱۳ سعيدى كتب خانه۔

۳) وأما الاخذ منها وهي دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد شامى كتاب الصوم مطلب في الأخذ من اللحية ۴۱۸/۲ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد۔
وكذا في البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۴۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا في فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲۷۰/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۴) يحرم على الرجل قطع لحيته در مختار مع رد المحتار ۴۰۷/۶ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد۔
وايضاً في الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد الصوم ومالا يفسد ۴۱۸/۲ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد۔

ہر قسم کی تصاویر کو دیکھتا ہے فاسق ہے اور اس کی امامت جائز نہیں نمازیوں پر لازم ہے کہ اس کو امامت سے الگ کردیں [۱]۔ امام مسجد کی رعایت پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مقدم ہے۔ تمام نمازی کسی متقی دیندار عالم باعمل کو امام مقرر کریں۔ و کراهة تقديمه اى الفاسق كراهة تحريم [۲]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

کبوتر باز گولیاں کھیلنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے اور کبوتر باز بھی ہے گولیاں وغیرہ بھی کھیلتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور یہ امامت کے لائق ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ داڑھی منڈوانے والا فاسق ہے [۳] اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے [۴] لہٰذا یہ شخص امامت کے لائق نہیں [۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

---

(۱) وقد وجب عليهم إهانته شرعاً رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.
وكذا في حاشية الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۲، ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. ومثله في حلبي كبير شرائط الصلوة الاولى بالامامة ص: ۵۱۳ سعيدى كتب خانه.

۲) شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.
ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله في حاشية الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

۳) ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته رد المحتار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/ ۴۰۷ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد. ومثله في ردالمحتار وأما الا خذمنها وهي دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد كتاب الصوم باب ما يفسده ومالا يفسده ۲/ ۴۱۸ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.

۴) وكراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.
ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله في حاشية الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

۵) وبيان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم سعيد.
ومثله في حاشية الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲، ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. ومثله في حلبي كبير شرائط الصلوة الاولى بالامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

نادرست چال چلن والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں ایک امام ہے۔ نازیبا اور ناگفتہ بہ حرکات سے متہم ہو چکا ہے۔ گاؤں میں لوگ اس کے چال چلن پر بھی انگشت نمائی کرتے ہیں۔ بنا بریں عوام اس امام کے اطوار چال چلن و کردار روش و آمد و رفت سے چنداں مطمئن نہیں ہیں۔ گاؤں کے نمازیوں کی اکثریت اس امام سے بدظن اور بدعقیدت ہیں۔ مگر مذکورامام طاقت آزمائی کے نظریہ سے ڈنڈے کے زور پر اس مسجد میں امامت پر قائم ہے اور چند حضرات کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے جماعت کرا دیتا ہے۔ حالانکہ سمجھ رکھنے والے معتبر حضرات نے بھی کئی بار کہا ہے کہ لوگوں کے دین اور شریعت کی بربادی نہ کرو کسی اور امام کو متعین کرلو۔ اس امام کے علاوہ آپ کوئی ایسا امام لے آؤ جس کے عیوب کا نہ آپ کو علم ہو اور نہ ہم کو۔

﴿ج﴾

اگر واقعی امام میں ایسی نازیبا اور ناگفتہ بہ حرکات ہوں جو کہ شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہوں اور ان سے تائب نہ ہو تو ایسے امام کے پیچھے بوجہ فسق نماز مکروہ تحریمی ہے[1] مقتدیوں پر بالاتفاق ایسے امام کو ہٹانا شرعاً لازم ہے۔ **فقد عللوا کراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الى ان قال فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ** [2]۔ کیونکہ ایسا امام قابل امامت (جو کہ عزت و کرامت کی جگہ ہے) نہیں۔ بلکہ وہ بوجہ فسق و بدافعالی قابل توہین ہے۔ اس کی

---

۱) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم ، شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.
ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی کتب خانه.
ومثله في حاشية الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قديمی کتب خانه.

۲) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی.
ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
ومثله في حاشية الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲طبع قديمی کتب خانه.

اعانت کرنا امام بنے رہنے میں ناجائز اور گناہ ہے(۱)۔ اگر وہ باوجود سمجھانے کے اپنی بداخلاق اور فسق سے باز نہ آئے تو اس سے مسلمان قطع تعلق کریں تاکہ تائب ہو جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حقہ نوشی، چھوٹی داڑھی اور غلط قرآن پڑھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک مولوی صاحب چک کا امام مسجد ہو اور خطیب بھی اور اس میں مندرجہ ذیل نقائص ہوں۔ شخص مذکور بموجب حکم شرع محمدی امامت کے قابل ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں، داڑھی ڈیڑھ انگل ہے بلکہ اس سے بھی کم ہے، قرات قرآن میں متعدد غلطیاں جن کو درست کرنے سے انکاری ہے، خواہ دینی یا دنیاوی بات ہو اس میں تمسخر اور مذاق اڑانا اس کا شیوہ ہے، حقہ نوشی ضرورت سے زیادہ اس کی فطرت ہے۔ ہر کس و ناکس کی عیب جوئی اور غیبت۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا نقائص کے ایک دفعہ عام مجمع مسلمانان جو کہ ایک جگہ درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اس میں مولوی صاحب موصوف بھی شامل تھے۔ اس مجمع میں سے مولوی صاحب کو ایک آدمی نے کہا کہ مولوی صاحب آپ امام مسجد ہیں۔ داڑھی رکھ لیتے تو بہتر تھا تاکہ ہماری نمازیں قابل قبول اور درست ادا ہو جائیں۔ مگر مولوی صاحب نے اعلانیہ بآواز بلند فرمایا کہ میری داڑھی سنت والی نہیں ہے۔ میری من مرضی کی داڑھی ہے۔ بینوا توجروا

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً إلى أن قال فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى في شرح المنية علي أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.
ومثله في حلبي كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قديمي كتب خانه.

۲) قال أجمع العلماء على أن من خاف عن مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته وبعده ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه .... فإن هجره أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الاوقات مالم يظهر عنه التوبة والرجوع إلى الحق مرقاة المفاتيح كتاب الاداب باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العوارات الفصل الاول ۹/ ۲۳۰ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في أوجز المسالك إلى مؤطا إمام مالك كتاب الجامع باب ما جاء في المهاجرة ۱۴/ ۱۶۷ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في فتح الباري شرح صحيح البخاري كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲/ ۱۲۱ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان.

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ شخص مذکور کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۱] اگر ان مذکورہ عیوب ونقائص کی اصلاح نہ کرے تو امامت سے سبکدوش کر دیا جائے[۲] اور کسی صالح متشرع شخص کو امام متعین کر دیا جائے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ

۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

تارکِ نماز کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی حافظ قرآن ہو کر داڑھی منڈواتا ہے اور فیشن بنواتا ہے اور ظہر کی نماز کبھی کبھی پڑھ لیتا ہے اور عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھاتا ہے اور فجر کی نماز بالکل ہی ترک کر دیتا ہے اور دو پہر تک سویا رہتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ - ایم- سعید کراچی.

ومثله فى حلبى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

۲) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ-ايم - سعيد.

۳) وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

ومثله فى حلبى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

وفى فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم فى الصلواة أفضلهم فى العلم ...... والورع والتقوى والقراءة الخ كتاب الصلوة فصل فى من هو أحق بالامامة تاتارخانيه ۱/٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه . وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ- ايم سعيد.

ج

ایسا شخص فاسق ہے[1] اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۴ رجب ۱۳۹۱ھ

شادی پر رقص وسرود کرانے والے کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے امام مسجد اور خطیب ہوتے ہوئے اپنے لڑکے کی شادی کے موقع پر طائفہ اور مغنیہ یعنی گانے بجانے اور ناچنے والی عورتوں کو بلا کر راگ ورنگ اور گانا بجانا کرایا اور ان کو ہر طرح سے خوش وخرم کیا۔ کیا وہ خطابت وامامت کے قابل ہے یا نہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امام وخطیب نے اگر فی الواقع ایسا ناجائز کام کیا ہے تو وہ امامت کے قابل نہیں ہے[3] اور اس کی امامت مکروہ ہے[4]۔ ہاں اگر اس ناشائستہ حرکت سے توبہ کر لے اور نادم و پشیمان

---

۱) ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته در المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٦/٤٠٧ طبع ایچ۔ ایم سعید۔
وكذا في الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسده وما لا يفسده ٢/٤١٨ طبع ایچ۔ ایم سعید۔

۲) على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ شامي كتاب الصلوة باب الأمامة ١/٥٦٠ طبع ایچ۔ ایم سعید۔ ومثله في حلبي كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه۔
ومثله في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٢ طبع قديمى كتب خانه۔

۳) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ كتاب الصلوة باب الامامة شامي ١/٥٦٠ طبع سعيدى كتب خانه۔
ومثله في حلبي كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه۔
ومثله في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٢ طبع قديمى كتب خانه۔

٤) على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید ۔ ومثله في حلبي كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه۔
ومثله في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٢ طبع قديمى كتب خانه۔

ہوجائے اور لوگوں کواس کی توبہ پر اطمینان حاصل ہوجائے تو اس کو آئندہ کے لیے امام باقی رکھا جا سکتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللطیف غفرلہ، ۲۳ رجب ۱۳۸۶ھ

جس شخص پر مختلف اعتراضات ہوں اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں، علمائے دین شاہنواز خان، محمد اعظم خان کے دعویٰ کے بیان کے بارہ میں کہ:

(۱) جناب قاری صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ کے درختوں کے تنے نکلواتے ہیں۔ مکان میں اور جلانے کے لیے اسے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک ڈیوڑھی میں دروازہ، چوکھٹ اور شہتیر وغیرہ لکڑی لگی ہوئی ہے۔ (۲) قاری صاحب کو بسلسلہ امامت جو سرکاری زمین ملی ہوئی ہے، اس کا مقررہ وقت سے زیادہ طالب علموں کے ذریعہ پائپوں میں پانی بھر کر اپنی زمین کو سیراب کراتے ہیں (۳) قاری صاحب صدقہ کے مال کو کسی طالب علم کی ملک کرنے کے بعد پھر اسے اپنی ملک میں داخل کر لیتے ہیں۔ یعنی وہ طالب علم اس کو دے دیتے ہیں اور وہ اسے ذاتی خرچ میں لاتے ہیں حالانکہ مدرسہ کے لیے ہوتا ہے۔ (۴) قاری صاحب نے اب تک اس مال کا حساب نہیں دیا جو مدرسہ کے لیے صدقہ وخیرات دیا جاتا ہے۔ (۵) قاری صاحب طالب علموں کی مقرر شدہ روٹیوں کو جو صرف طالب علموں کے لیے ہوتی ہیں۔ وہ ان کو مل جانے کے بعد اپنی ضرورت کے لیے لے لیتے ہیں۔ (۶) قاری صاحب نابینا ہے۔ (۷) یہاں کی مسجد ملحقہ مدرسہ کے منتظمین نے مدرسہ کے لیے مولانا محمد امین کو مدرس کی حیثیت سے بلایا لیکن قاری صاحب نے نہ تو یہاں ان کے لیے جگہ دی اور نہ درس کے لیے جگہ دی اور ان کو یہاں سے مجبوراً جانا پڑا۔

بیان محمد خان ولد فتح خان۔ چونکہ قاری صاحب نابینا ہیں۔ اکثر دن میں پانچ وقت کے اندر ایک نماز میں جھگڑا ہوتا ہے کہ وہ قبلہ کی طرف رخ ٹھیک نہیں رکھ سکتے ہیں۔ وقت کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے ہمیں ایک عالم دیا جاوے جو تقریر بھی کرے اور نماز بھی پڑھاوے اور حافظ صاحب باقاعدہ لڑکوں کو قرآن شریف پڑھاوے۔

بیان خان زمان ولد عظمت خان: قاری صاحب اکثر نماز میں دیر کرتے ہیں۔ میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔

جواب قاری غلام حسین صاحب پیش امام چک نمبر ۳۰:

---

۱) وإني لغفار لمن تاب وآمن عمل صالحاً ثم اهتدى س طه۔ ت۔ ۸۲.

وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمي كتب خانه وكذا في ابن ماجه باب ذكر التوبة ص:۳۲۳ ايج۔ايم۔ سعيد.

(۱) میں نے ڈیوڑھی میں ایک لکڑی مسجد کی ۱۲/۳ جو مسجد کے کام کی تھی خریدی اور وہ ڈیوڑھی میں لگائی۔ باقی کچھ ذخیرہ والوں سے خریدی۔ البتہ طالب علم جو جلانے کے لیے وہاں سے شاخ کاٹ کر لائے، ان میں بے احتیاطی سے کچھ کام کی لکڑی کاٹ کر یہاں لائے تھے جن میں سے میں نے بھی کچھ ڈیوڑھی میں لگائی ہیں۔ جہاں کی لکڑی کی ہوگئی تھی تو تھوڑی وہاں بھی لگائیں۔ اس لکڑی کا مجھے بعد میں علم ہوگیا تھا کہ طالب علم کہیں سے لائیں ہیں۔ (۲) میں نے اپنی باری میں صرف کسی کے ذریعہ سے پانی کو بہتر کرنے کے لیے پانی کو تیز کیا تھا۔ یہ بات صرف دو دفعہ ہوئی۔ (۳) میں نے دیدہ دانستہ کبھی ایک پیسہ بھی ذاتی ضرورت میں خرچ نہیں کیا، میں ہر قسم کا حلف اٹھانے کو تیار ہوں، مدعی نے یہ جواب مان لیا اور اعتراض رفع ہوگیا (۴) حساب میں اب بھی دینے کو تیار ہوں، انجمن بنانے کے لیے تیار ہوں۔ (۵) قاری صاحب نے کہا کہ میں نے اپنے لیے روٹی مقرر کرائی میں نے تو کبھی کبھار خود طلبہ کو روٹی دی ہے۔ البتہ کبھی کبھی زیادہ روٹی آجاتی ہے اکثر میں بیچتا ہوں اور پیسہ طلبہ پر تقسیم کرتا ہوں۔ قاری صاحب نے کہا لکڑی کو استعمال کیے ہوئے چھ سال ہوگئے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ان کے کنبہ کے ایک شخص نے طلاق مغلظہ دی تھی اور پھر میں نے مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم اور دارالعلوم دیوبند سے فتاویٰ منگائے اور میں نے طلاق مغلظہ کا حکم دیا ہے۔ یہ لوگ عورت کو باقاعدہ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے جماعت میں نماز پڑھنے اور تمام تعلقات بند کرائے۔ اس لیے مجھ سے ناراض ہوئے۔

(ج)

فیصلہ شرعی

قاری غلام حسین صاحب کے متعلق جو سات اعتراضات ہوئے ان کی تفصیل پر مختصر تبصرہ کرنے کے بعد ان کی امامت کا حکم لکھا جائے گا۔

پہلے اعتراض سے متعلق قاری صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ واقعی کچھ لکڑی ڈسٹرکٹ بورڈ کی مملوکہ ضرور ان کے مکان میں لگی ہوئی ہے۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ قاری صاحب کو اٹھاتے وقت علم نہ تھا قاری صاحب اس الزام سے بری نہیں ہوسکتے۔ بلکہ قاری صاحب پر لازم ہے کہ وہ اس لکڑی کی قیمت ڈسٹرکٹ بورڈ کو ادا کرے یہ حق العبد ہے صرف توبہ سے معاف نہ ہوگا[1]۔ دوسرے اعتراض کے متعلق

---

۱) وإن كانت عما يتعلق بالعباد فإن كانت من مظالم الاموال، فتتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه في حقوق الله تعالى على الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم في الحال والاستقبال بأن يتحلل منهم أو يردها إليهم أو إلى من يقوم مقامهم من وكيل أو وارث شرح الفقه الاكبر ملا على قاري بحث التوبة ص: ۱۵۸ طبع قديمي كتب خانه.

وكذا في رياض الصالحين شرح اردو مولانا قيام الدين الحسيني صاحب: التوبة واجبة من كل ذنب .... وإن كانت المعصية تتعلق بادمي فشروطها اربعة هذه الثلثة وأن يتبرأ من صاحبها، فان كانت مالا أو نحوه رده إليه الخ باب التوبة ص ۱/۱۵، ۱۶ طبع مكتبه مدنيه اردو بازار لاهور.

بھی قاری صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ اگر چہ بالٹیوں سے نہیں لیکن کسی ذریعہ سے انہوں نے اپنی باری میں پانی کو تیز کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتی ہے اور اس طرح کے تمام طریقے استعمال میں لانے شرعاً ناجائز ہیں جس میں پانی کا تیز کرنا بھی ناجائز ہے۔ فقہاء احناف نے اس کو جائز نہیں لکھا اس لیے اگر چہ یہ واقعہ دو مرتبہ ہی پیش آیا اس کا بھی اپنے ان پانی والوں سے تلافی کرائے جنہیں پانی کا نقصان پہنچا اور اگر معلوم نہ ہو سکے کہ نقصان کس کا ہوا تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ تیسرے اعتراض کا قاری صاحب نے خود اسی وقت جواب دیا کہ میں نے دیدہ دانستہ آج تک ایک پیسہ ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کیا اور حلف اٹھانے کے لیے بھی تیار ہے۔ چنانچہ خود مدعی نے ہی اس اعتراض سے دست برداری کا اعلان کر دیا لہٰذا یہ اعتراض ختم ہو چکا۔ چوتھے اعتراض کے جواب میں قاری صاحب نے مان لیا کہ میں انجمن بنانے کے لیے تیار ہوں اور حساب بھی دینے کے لیے اس لیے میرا مشورہ بھی یہ ہے کہ **اتقوا مواضع التهم. الحديث** یعنی تہمت کے مواضع سے بچو اور قاری صاحب اس کی ذمہ داری کو خود نہ اٹھائے بلکہ وہ چک کے ذمہ دار حضرات کی مجلس شوریٰ بنا کر ان کے مشورہ پر عمل کرے اور تمام حساب کتاب اور خرچ ان کے علم میں آ جائے تا کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔ پانچویں اعتراض میں بھی کوئی ضمان نہیں جب روٹی طلباء کی ملک ہوگئی تو طلبہ کی مرضی جسے چاہیں دیں۔ اس پر اب روٹی دینے والے کو کوئی اعتراض کا حق نہیں۔ اب وہ روٹی کے مالک نہیں ہیں بلکہ طلبہ ہی اس کے مالک ہیں۔ چھٹا اعتراض کہ قاری صاحب نابینا ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ قاری صاحب کے اپنے قول کے مطابق اور حالات کے اندازہ سے یہ بات واضح ہو چکی کہ وہ طہارت و نجاست کا بہت خیال رکھتے ہیں اور ان کے کپڑوں وغیرہ پر خود ان کے گھر والے اور طلبہ نظر رکھتے ہیں۔ ایسے نابینا کی امامت جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جو نابینا صحابی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے لیے مسجد نبوی میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ جب کہ آپ سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ پھر جب کہ قاری صاحب قرآن شریف کو قواعد تجوید کی رو سے بھی اچھا پڑھتے ہیں اور اپنی قوم یعنی مقتدیوں میں علم کے لحاظ سے بھی فائق ہیں تو کراہت کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ قاری صاحب اتنا علم دین حاصل کیے ہوئے ہیں کہ امامت کے لیے کافی ہے۔ باقی اوقات میں کبھی کبھی تاخیر کرنا اس کی عادت تو بری ہے لیکن کبھی کبھار ایسا ہونا کوئی بات نہیں۔ علاوہ اس کے تاخیر بھی وہ ناجائز ہے جس سے نماز مکروہ وقت میں ادا ہونے کا خطرہ ہو ورنہ جائز ہے۔ ساتویں اعتراض کا جواب تو جو قاری صاحب نے دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہاں مدرسے میں میں نے صرف بڑے طالب علموں اور چھوٹے لڑکوں کو علیحدہ ہونے کا اصرار کیا تھا۔ بہر حال حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجموعی حالات کے تحت میرا فیصلہ یہ ہے کہ قاری صاحب لکڑی وغیرہ چیزوں کی قیمت ادا کر کے تلافی کرے۔ یہ ان پر خود واجب ہے تا کہ حق العبد سے بری الذمہ ہو جاوے۔

قاری صاحب اوقات کی پابندی کا خیال رکھے تاکہ کسی کا اعتراض نہ ہو اور بطور مشورہ کے یہ بھی کہتا ہوں کہ مجلس شوریٰ ذمہ دار حضرات کی ضرور بنائی جاوے۔ جس میں قاری صاحب خود شریک ہوں اور مجلس شوریٰ کے فیصلہ پر کسی ایسے مدرس عالم کو قاری صاحب کی مرضی سے انتخاب کیا جائے، جو بڑی کتب پڑھانے کے ساتھ ساتھ درس قرآن دیویں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ

گانے سننے والے، تاش کھیلنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص قصداً ریڈیو پر فحش وغیر فحش گانے سنتا ہو اور تاش کھیلتا ہو اور دیگر خلاف شرع امور میں مشغول ہو اور بال بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہو اور قرآن بھی خاصا غلط پڑھتا ہو اور اس کے مخالف وموافق سب سمجھ چکے ہوں اور وہ ان کے سامنے تو اقرار کر لیتا ہو کہ اب میں ان تمام امور کو ترک کر دوں گا لیکن پھر دوبارہ ان کاموں کا مرتکب ہو تو کیا ایسا شخص امام بن سکتا ہے اور ایسا امام جس میں یہ خصلتیں ہوں اگر امام بن جائے تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

گانا سننا حرام وناجائز ہے۔ شامی میں ہے: **واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام** [1] الخ۔ نیز تاش کھیلنا بھی جائز نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے: **لهو المؤمن باطل الحديث** درمختار کے صفحہ مذکور میں ہے۔ **وكره تحريما اللعب بالنرد و الشطرنج** علامہ شامی رحمہ اللہ اس پر لکھتے ہیں: [2] **قوله والشطرنج فهو حرام و كبيرة عندنا في اباحته**

---

۱) شامی كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۳۹۵/۶ طبع ایچ-ایم۔ سعید۔
وكذا في البحر الرائق كتاب الكراهية ۳۴۶/۸ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الكراهية ، الفصل فيما يتعلق بالمعاصى ۳۵۴/۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۳۹۴/۶ طبع ایچ-ایم۔ سعید۔
وكذا في البحر الرائق كتاب الكراهية ۳۴۶/۸ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الكراهية ، فصل فيما يتعلق بالمعاصى ۳۵۴/۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

اعانة للشيطن على الاسلام والمسلمين (١)۔ الخ۔ لہذا ان مذکورہ امور کا ارتکاب فسق ہے اور ایسے افعال کا مرتکب فاسق ہے (٢)۔ اگر یہ امام باوجود سمجھانے کے بھی باز نہ آئے تو وہ امامت کا اہل نہیں ہے۔ اسے امامت سے ہٹا دینا اہل مسجد مسلمانوں کو لازم ہے (٣)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

فسق وفجور میں مبتلا جاہل شخص کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہم اہلیان چک ۴۲، ۴۴ میں محکمہ زراعت کے تحت بذریعہ ٹینڈر رز زمین لے کر اپنا کام زراعت کا کرتے ہیں۔ یہاں ہی آبادکاری ہے۔ ایک شخص مسمی محمد اسی چک کا باشندہ ہے۔ اس کا چال چلن بصورت ذیل مشہور ہے ریچھ اور کتوں کی لڑائی دیکھنا، کشتی وکبڈی کھیلوں وغیرہ میں حصہ لینا جب کہ بوقت کھیل کود بدن پر صرف جانگیے کا ہونا ران گھٹنے ناف وغیرہ کا کھلا رہنا۔ جو غیر شرعی جہلاء کے کھیل ہیں زنا کرنے اور عشق بازی غیر محرموں سے کرنے کا عادی ہے خود اپنی زبان سے کئی آدمیوں کے روبرو اقرار کیا ہے۔ وطی غیر موضع فطری کا بھی فاعل وعامل سنا گیا ہے بلکہ شیعہ مذہب کے ایک لڑکے سے تو خود اقراری ہے اور اکثر لوگوں کے روبرو اقرار کیا ہے۔ قرآن مجید ناظرہ پڑھا ہوا ہے۔ فرائض وواجبات نماز ووضو وغیرہ کے مسائل سے آٹے میں نمک کے برابر بھی واقف نہیں۔ ایک مولوی صاحب سند یافتہ دینی مدارس نے امتحان لیا مولوی صاحب مذکور نے بتایا کہ یہ مولوی محمد مذکور تو نہ نماز کے واجبات سے واقف ہے اور نہ فرائض سے سنن ومستحبات کو تو کیا جانتا۔ یہ نام نہاد مولوی مذکور خود کہتا ہے کہ میں نے چک والے بچوں کو قرآن مجید پڑھایا ہے، اس لیے امام مسجد مجھے مقرر کیا جائے۔ نیز اس مولوی صاحب کے

---

١) شامي كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٦/٣٩٥ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

٢) قلت وفي البزازية استماع الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر الدر المختار كتاب الحظر والاباحة ٦/٣٤٩ طبع ايچ ـايم۔ سعيد. وكذا في البحر الرائق كتاب الكراهية ٨/٣٤٦ طبع مكتبه رشيديه كوئته. وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الكراهية، الفصل فيما يتعلق بالمعاصي ٤/٣٥٤ طبع مكتبه رشيديه كوئته.

٣) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ سعيدى كتب خانه وكذا في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٢ طبع كتب قديمى خانه.

گھر شرعی پردہ بھی نہیں ہے۔ اہل خانہ عام بے پردہ عورتوں کی طرح جہاں جی چاہیں چلی جاتی ہیں۔ ہم چک والوں کے ساتھ مل کر ایک مولوی صاحب حافظ القرآن کو مقرر کر رہے ہیں۔ اس مولوی کے گھر پردہ شرعی بھی ہے۔ وضو ونماز وغسل وغیرہ کے مسائل سے بخوبی واقف ہے لیکن اس مولوی صاحب کے مستقل امام بنائے جانے میں اوّل الذکر روڑے اٹکاتا ہے۔ حالانکہ اچھی چال چلن والا بھی نہیں۔ پس فیصلہ درکار ہے کہ اوّل الذکر مولوی صاحب کے امام بنائے جانے پر اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا جائز نہیں۔ فتویٰ شرعی سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ چند مخلصین نئے مولوی صاحب سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ اگر تمہیں امام مقرر کر لیا گیا تو جمعہ بھی اسی مسجد میں پڑھانا ہوگا۔ مولوی محمد کو نہ ہم جمعہ کے متعلق کہتے ہیں اور نہ روزانہ کے لیے کہتے ہیں۔ آپ کو کہتے ہیں کیا آپ ایسا کر سکیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا بھلا نہ یہاں بازار ہے۔ نہ ہی دوکانیں، وذروا البیــــــع کا حق کہا ادا ہوتا اور چند گھر ہیں۔ ایک سو کی آبادی ہے۔ پہلے مفتی صاحبان کم از کم بازار کا ہونا اور تین چار ہزار کی آبادی کا ہونا تو ظاہر فرما گئے ہیں۔ بھلا جمعہ کیسے کرایا جا سکتا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ جمعہ کروا دیا کرنا۔ ہم احتیاطاً ظہر ادا کر لیں گے، مہربانی فرما کر جمعہ کرانے یا نہ کرانے کا بھی فیصلہ فرما دیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اول الذکر مولوی صاحب کے اگر واقعی یہی حالات ہوں تو اس کو قطعاً مستقل امام رکھنا شرعاً جائز نہیں (۱)۔ اگر دوسرا کوئی مستند جید عالم چک والوں کو نہ ملتا ہو تو اس دوسرے مولوی صاحب کو امام بنانا جائز ہے (۲)۔ کتب فقہ سے یہ واضح ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا (قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے۔ اس لیے مذکورہ چک میں جس کے تقریباً سو گھر ہیں قطعاً جمعہ شروع نہ کریں اور احتیاطی ظہر

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى كتب خانه
وكذا فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع كتب قديمى خانه.

۲) وفى فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم ...... والورع والتقوى والقرأة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة تاتار خانيه، ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية
.وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

پڑھنے کے باوجود بھی شروع کرنا جائز نہیں [۱] اس لیے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے [۲]۔ اگر جمعہ پڑھنے سے محض پند و نصیحت کرنا مقصود ہو تو یہ ضرورت اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہے کہ جمعہ کے دن جمع ہو جایا کریں اور خطبہ نہ پڑھا جائے۔ وعظ و تقریر کے بعد ظہر ہی پڑھ لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

سگریٹ نوشی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک اجہل مولوی سوائے چند رسائل وقرآن خوانی کے دیگر مسائل وفرائض امامت ونماز سے بالکل کورا اور اجہل ہے۔ ظاہری صورت وسیرت حضور اکرم ﷺ کے بالکل خلاف ہے۔ داڑھی ڈیڑھ انگشت اور بدعت کے کام حقہ، سگریٹ نوشی وکبڈی کشتی اس میں یہ عادات پائی جاتی ہیں۔ کیا وہ مولوی جو مذکورہ اوصاف سے متصف ہو اس کو ایک چک کی جامع مسجد کا مستقل امام ومولوی چک کے باشندگان مقرر کردیں۔ جن میں سے چند مقتدی ظاہری صورت سیرت حضور اکرم ﷺ کی سنت کے عامل ومسائل دین سے معمولی طور پر واقفیت رکھتے ہوں۔ ایک ان مقتدیوں میں سے حافظ القرآن ومسائل نماز سے بخوبی واقف ہے۔ کیا مقتدیوں کی نماز اس موصوف امام کے پیچھے ہو جائے گی یا نہ۔ اس امام کو مسجد کا مستقل امام ٹھہرایا جائے یا نکال دیا جائے۔ اکثر چک کے باشندوں نے اس لاعلم امام کو اچھا سمجھ کر باوجود ان تمام مذکورہ بالا اوصاف کے مستقل حالت پر مسجد میں ٹھہرایا ہوا ہے۔ تمام مذکورہ سوالات کا حل کتاب وسنت وفقہ حنفی کی روشنی میں مفصل بیان فرمادیں تاکہ اس فتویٰ کی روشنی میں اس مولوی کے خلاف جو قدم اٹھانا ہو اٹھایا جائے یا مسجد میں رہنے دیا جائے۔

---

۱) فلا تجب علی أهل القری التی لیست من توابع المصر بدائع الصنائع کتاب الصلوة وأما بیان شرائط الجمعة ۲۵۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب صلوة الجمعة ۲۴۸/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی فتاوی الهندیة کتاب الصلوة الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة ۱۴۵/۱ طبع مکتبه علوم اسلامیه چمن.

۲) "ولا یصلی الوتر" ولا التطوع بجماعة خارج رمضان الخ الدر المختار کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل. ۴۸/۲ طبع ایچ-ایم۔ سعید.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۱۲۳/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔ وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۴۴۷/۱ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

نوٹ: حقہ وسگریٹ نوشی کی نسبت جو کہ بدبودار اشیاء ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدبودار چیزیں کھا کر ہماری مساجد کے قریب نہ آئے۔ اس معاملہ کی بابت بھی تشریح فرمادیں۔

صورت مسئولہ میں ایسا شخص امامت کے قابل نہیں (۱) لیکن چونکہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو جاہل ہیں اور انہوں نے ایسے امام کو منتخب کر لیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اکثریت کے اندر دینی شعور پیدا کیا جائے تا کہ وہ اچھے امام کو مقرر کریں (۲) اور جب تک اچھا امام میسر نہیں آتا اس کو سمجھاتے رہیں کہ وہ حقہ نوشی اور سگریٹ وغیرہ بدبودار اشیاء کو استعمال کرنا ترک کر دے۔ خصوصاً مسجد کے اوقات میں خاص احتیاط کرے (۳) اور مسائل نماز وروزہ کے اس سے پوچھتے رہیں تا کہ اس کے اندر دین کی طرف دھیان ہو اور داڑھی کتوانے سے اسے باز رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

---

١) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.
ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ سعيدی كتب خانه
ومثله في حاشية الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٢ طبع كتب قديمی خانه.

٢) وفي فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم ...... والورع والتقوى والقرأة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/٦٠٠ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية.
وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٢٣٩ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

٣) وعن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الانس متفق عليه باب المساجد ومواضع الصلوة مشكوة المصابيح ص:٦٨ قديمی كتب خانه.
وكذا في الشامي "اكل نحو ثوم" أي كبصل ونحوه ماله رائحة كريهة للحديث الصحيح في النهي عن قربان اكل الثوم والبصل المسجد قال الامام العيني في شرحه على صحيح البخاري قلت علة النهي اذى الملائكة واذى المسلمين ولا يختص بمسجده عليه السلام...... ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ماله رائحة كريهة مأكولا او غيره، كتاب الصلوة مطلب في الفرسي في المسجد ١/٦٦١ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة فصل في أحكام المسجد ص:٦١٠ طبع سعيدی كتب خانه.

مختلف عاداتِ ذمیمہ کے حامل شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درج ذیل صورت میں کہ ایک جامع مسجد کا امام ان اوصاف وعادات کا حامل ہے۔ دعا بعد الجنازہ، ختم وغیرہ بدعات جو کہ مسجد ہذا کے نمازیوں نے ترک کردی تھیں، امام مذکور نے دوبارہ رائج کردی ہیں اور دلیل دریافت کرنے کی صورت میں لوگوں کے عمل کا حوالہ دیتے ہیں، نہ کہ حدیث اور قرآن کا، جھاڑ پھونک کا مشغلہ جاری کیا ہے۔ جس میں غیر محرم عورتوں سے بلاحجاب آمنا سامنا ہوتا ہے۔ سر دردی کا دم کرتے وقت عورتوں کے بالوں کو پکڑ کر کے دم کرتا ہے اور ان حسین وجمیل عورتوں کے ساتھ تخلیہ میں بیٹھتا ہے کہ جو گھریلو تنازعات کی بنا پر اپنے خاوندوں سے الگ تھلگ بس رہی ہیں اکثر مسائل شرعیہ غلط بلا دلیل بتاتا ہے۔ مثلاً ایک ذابح نے بچھڑا غلطی سے ذبح کیا۔ ایک متقی ذابح آیا اور کہا کہ یہ ہمارا کام ہے اور یہ ذبح شرعاً حرام ہے۔ کسی عالم سے تحقیق کر کے دیکھو۔ مگر مولوی صاحب نے کہا کہ چونکہ سہواً ذبح کیا ہے، اس لیے حلال ہے۔ علاوہ ازیں عشقیہ اشعار پڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً

ٹپکتی ہے نگاہوں سے برستی ہے اداؤں سے
محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

امیروں کی خوشامد کر کے ان کو اپنا خاص بنا کر غریبوں پر جائز وناجائز برستا ہے۔ اور اس کے آبائی وطن کے لوگوں کا کہنا ہے کہ مولوی صاحب مذکور زنا کے جرم میں پکڑے گئے تھے۔ منت سماجت کے بعد اس کو رہا کر دیا گیا۔ اب قابل دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے مولوی صاحب کو امامت کرنی چاہیے یا نہیں اور ایسے مولوی کی اقتداء میں نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اگر بات صحیح ہے کہ شخص مذکور مندرجہ بالا اوصاف کا حامل ہے تو شخص مذکور فاسق ہے (۱)۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے (۲) متقی اور دیندار شخص کو امام بنایا جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

۲۳ شعبان ۱۳۹۶ھ

فاسق شخص کی امامت کا حکم
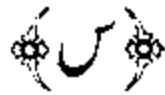
جناب مفتی صاحب ہمارے گاؤں میں امام مسجد کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس لیے عرض ہے کہ امام کے اوصاف سے مطلع فرمائیں کہ امام کیسا ہونا چاہیے مہربانی ہوگی۔ امام مسجد ماسٹر ہے۔ اس کو سکول سے تنخواہ ملتی ہے امامت بھی کرتا ہے مگر لاپرواہی سے، نماز میں گھر رہ کر بعض مرتبہ نہیں پڑھاتا جمعہ بھی ناغہ کر دیتا ہے مگر غلہ پورا وصول کرتا ہے۔ قربانی کی کھالیں اور صدقہ فطر سب وصول کرتا ہے۔ کیا اس کے لیے جائز ہے، اخلاقی حالت گری ہوئی ہے، زانی بھی ہے چوری بھی کرتا ہے۔ کھیل تماشہ کا شوقین ہے اگرچہ نماز قضا ہو جائے، جوا بھی کھیلتا ہے، علماء کو کافر بھی کہہ دیتا ہے،

---

۱) قوله وفاسق ، من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربو ونحو ذالك كذا في البرجندي إسماعيل شامي كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد وكذا في تفسير روح المعاني سوة البقرة آيت ٢٦ ١/٢٨٤ دار أحياء التراث العربي .

۲) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه .

وكذا في حاشيه الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٢ طبع قديمي كتب خانه.

۳) وفي فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم ...... والورع والتقوى والقرأة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/٦٠٠ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية .

وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٢٣٩ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

ممبروں سے اس کی حالت بیان کی مگر وہ بدنامی کے باعث اور اپنے دینی احساس کی کمی کے باعث اس کو علیحدہ نہیں کرتے، اب ہم کیا کریں۔ اس کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ اس کے گناہوں پر دلیری کا ذمہ دار کون ہوگا، آوارگی دیکھنے کے باوجود اس کی امامت محفوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ممبر خود بھی بداخلاق ہیں، ایسا شخص امامت کے لائق ہے۔ وہ کہتے ہیں، اگر فتویٰ اس کے خلاف مل جائے تو علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ کم از کم ہم بری الذمہ ہوں گے، جواب سے سرفراز فرمائیں۔ (غلام علی)

ج

اگر واقعی امام میں یہ کوتاہیاں جو حد فسق تک پہنچی ہوئی ہیں موجود ہیں تو اسے امامت سے ہٹانا لازم ہے[1]۔ امام عالم، متقی، پرہیزگار، قوم میں سب سے افضل ہو[2]۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

بےہودہ بات کرنے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شریف نائی نے کسی آدمی کو بھیجا کہ آپ جلدی آ کر ختم پڑھیں۔ جب میں گیا تو دیکھا کہ بازار میں چند آدمی مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کس کا ختم ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ عیسائیوں کا لڑکا نابالغ ہے۔ میں نے سوال کیا ان لوگوں کا ختم نہیں ہوتا۔ جب مجھے ان لوگوں نے زور دیا میں نے ختم کو شروع کر دیا، جب میں ختم شریف سے فارغ ہو کر گھر آ گیا تو پھر ایک اور مولوی صاحب آئے اور انہوں نے مجھے آ کر سخت سست کہا کہ تم نے بہت ہی

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد۔
وكذا في حلبي كبير، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى كتب خانه
وكذا في حاشية الطحطاوى، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه۔

۵) وفي فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم ...... والورع والتقوى والقرأة كتاب الصلوة باب الامامة تاتارخانيه ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن۔
وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد۔
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

شرک کیا۔ اس وقت میں نے قرآن پاک سامنے رکھ کر توبہ کر لی کہ آئندہ ایسا کام نہ کروں گا۔ اب میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عیسائیوں کے ہاں ختم پڑھنا درست نہیں ہے[1]۔ اس سے گناہ ہوتا ہے شرک و کفر نہیں ہے۔ لہٰذا جب مولوی صاحب اس فعل سے توبہ تائب ہو گیا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے[2] اور توبہ تائب ہو جانے کے بعد اس کو طعنہ دینا اور اس کو پریشان کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے[3] کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے[4]۔ التائب من الذنب کمن لاذنب له او کما قال. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق وفاجر شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ:

---

۱) ما كان للنبي والذين امنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولى قربى الآية توبة ـت ـ ۱۱۳ پ ۱۱ ولا يدعو له بالمغفرة ويدعوله بالهدى. البحر الرائق كتاب الكراهية ۸/ ۶۷-۶۸ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدى ـ س ـ الرعد ـ ت ـ پ ۳.
مشكوة المصابيح ۱/ ۲۰۶ باب التوبة والاستغفار طبع قديمي كتب خانه كراچي.
وكذا في سنن ابن ماجه ص ۳۲۳ باب ذكر التوبة طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد.

۳) ويل لكل همزة لمزة)...... وقال سعيد بن جبير وقتادة الهمزة الذي يأكل لحوم الناس ويغتابهم واللمزة الطعان فيهم تفسير مظهري ۱۰۰۹/ ۳۳۸ طبع بلوچستان بكڈپو.
وكذا في ابن كثير (همزة لمزة) طعان معياب ۶/ ۵۳۵ طبع مكتبه قديمي كتب خانه.
عن ابن عمر رضي الله عنه قال صعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم المنبر فنادى بصوت رفيع فقال يا معشر من أسلم بلسانه ولم يفض الايمان إلى قلبه لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم، ولا تتبعوا عوراتهم فإنه من يتبع عورة أخيه المسلم يتبع الله عورته، ومن يتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف رحله" (مشكوة المصابيح كتاب الاداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الثاني ص ۴۲۸، ۴۲۹ طبع قديمي خانه۔

۴) مشكوة المصابيح ۱/۲۰۶ باب التوبة والاستغفار طبع قديمي كتب خانه۔
وكذا في سنن ابن ماجه ۳۲۳ باب ذكر التوبة طبع ـ ايچ ـ ايم ـ سعيد كراچي۔

۱) ایک شخص ایک عام بستی کو جس میں اس کی محبوبہ رہتی ہے اس کی طرف خط میں لکھتا ہے کہ تیری بستی کی گلیاں مدینہ منورہ کی گلیاں ہیں۔

۲) یہی شخص اپنے رشتہ دار سے مبلغ ۶ ہزار روپے بعوض اپنی دختر کے لے کر بعدہ منحرف ہوگیا ہے۔ قسم بھی کھالی رقم بھی ہضم۔

۳) یہی شخص بطور سودخواری پانچ روپے فی صد کے حساب سے قرض دیتا ہے۔

۴) یہی شخص گندم خرید کر بطور احتکار جمع کر کے رکھ دیتا ہے۔ بوقت مہنگائی کے گندم حسب خواہش منافع گراں پر فروخت کرتا ہے۔

۵) یہی شخص ہے کہ اپنی بیٹی شادی شدہ ۲ سالہ کو تھانے میں محض فرمان روائی اپنی عورت کے پیش اپنے حقیقی بھتیجے سے طلاق کرائی جو آج تک بیٹھی ہے کوئی رشتہ نہیں لیتا۔

۶) یہی شخص سینما دیکھتا ہے اور ساتھ غیر محرم ہوتے ہیں، آتے ہیں جاتے ہیں۔ موصوف غیرت تک محسوس نہیں کرتا بلکہ غیر محرم کو دوست بنا کر گھر لے جاتا ہے جو کہ پردہ کا خیال نہیں کرتا۔

۷) یہی شخص ہے کہ لوگوں کو امر بالمعروف کرتا ہے اور خود اپنی ڈاڑھی کو خضاب لگاتا ہے اور مردے شوئی کرتا ہے اور جہاں کہیں جانور ذبح ہونے کو آئے جبراً جا کر ذبح کرتا ہے۔ اس کے عوض دل و گردے لیتا ہے، جسے حلال کہتا ہے۔

۸) ایک گورستان میں زنا کرتا ہے اور محض اپنے اعتبار کی خاطر جلسہ عام میں قرآن پاک اٹھا کر قسم کھاتا ہے کہ میں صاف ہوں۔

۹) اسی شخص کو کسی نے جامع مسجد کے لیے دو عدد شہتیر دیے ہیں خود فروخت کر کے رقم کھا گیا ہے۔

۱۰) اسی شخص کو اپنے والد مرحوم نے جو کہ تحصیل بھر کا عالم تھا غلط کرتوتوں کی بناء پر موصوف کو امامت و خطابت سے علیحدہ کر گیا تھا۔ اس کو منبر نبویؐ سے اتار کر دوسرے بھائی کو مقرر کر گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد وفات والد مرحوم کے چونکہ اس کا عاق تھا۔ دیگر متعلقین و معتبرین دنیاوی سے مل جل کر خطیب بن گیا۔ کیونکہ علاقہ کے اہالیان مطلق جاہل ہیں ان کی حمایت حاصل کی۔ تلک عشرة کاملة۔ اب اس کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین وغیرہ جائز ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال جس شخص میں مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہیں، وہ شخص منصب امامت کے لائق نہیں فاسق ہے[۱] اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شخص نے اپنی لڑکی اہل شیعہ کو دی (شیعہ عام صحابہ وامہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کو سب (گالی) بکتا ہے) اوران کے جنازے میں شریک ہوتا ہے ایسے شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مولوی حق نواز ولد میاں مراد قوم بھٹی جس کا مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔ اس نے اپنی ایک لڑکی کی شادی اہل شیعہ سے جو کہ برسر عام صحابہ کو اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم پر سب (گالی) بکتے ہیں کر دی ہے اور دو لڑکیاں دیگر بھی ان کو دی ہوئی ہیں اور اپنے لڑکے کے لیے اہل شیعہ کی لڑکی کا رشتہ لیا ہوا ہے۔ نیز اہل شیعہ کے جنازے میں بھی شریک ہوتا رہتا ہے۔ کیا یہ مولوی حق نواز اہل سنت والجماعت کے ساتھ قربانی میں شریک ہوسکتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کو فرض عین اور فرض کفایہ پڑھا سکتا ہے۔ شرع محمدی میں یہ شخص کیسا ہے۔ اگر یہ شخص توبہ کرے تو کس طرح کرے۔ وضاحت سے مکمل مدلل ثبوت دیں۔

---

۱) ویکره إمامة عبد...... وفاسق وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه ، وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً۔ رد المحتار۔ كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع۔ ایم۔ ایچ۔ سعید۔

وكذا في الهداية مع شرحه البناية ، ص ۳۲۳، ج۲۔

وفي الهداية مع شرحه فتح القدير وفي الفاسق للاول ظهور تساهله في الطهارة ونحوها كتاب الصلوة باب لامامة ۳۰۴/۱ طبع مكتبة رشيديه كوئٹه۔

۲) بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال ولذا لم تجز الصلوة خلفه أصلا عند مالك كتاب الصلوة باب الامارة ۵۶۰/۱ ردالمحتار طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه كانسى روڈ۔

وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۱/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

ج

اگر یہ شخص اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کا ہے۔ قرآن میں انحراف یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت (قذف) کا قائل نہیں۔ نہ صحبت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہے۔ اسی طرح اور بھی ضروریات دین میں سے کسی بات کا منکر نہیں تو اگر یہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قربانی میں شریک ہو جائے تو سب کی قربانی درست ہے[1]۔ اگر یہ خود مبتدع اور عاصی نہیں تو امامت اس کی درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذیقعد ۱۳۸۹ھ

کیا شیعوں کی مجالس میں جانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے

س
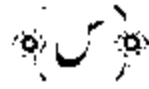
کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) کوئی امام مسجد جو کہ اہل سنت کی مسجد میں امامت کے عہدے پر فائز ہو اور اسے باقاعدہ تنخواہ دی جاتی ہو۔ اگر وہ شیعہ حضرات کی مجالس میں شرکت کرے نوحہ خوانی، مرثیہ جات وغیرہ پڑھے اور اپنے عقائد سنی بتائے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔

(۲) یہی امام مسجد جو باقاعدہ تنخواہ دار ہے مسجد کی دیکھ بھال سے بالکل انکار کرے اور یہ کہے کہ میں جو تنخواہ لیتا ہوں وہ نماز پڑھانے کی ہے۔ دیکھ بھال کی نہیں تو کیا اس کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) وشر ائطها الاسلام والاقامة كتاب الاضحية در المختار ٣١٢/٦ طبع ايچ۔ايم۔سيعد۔
وكذا فى البحر الرائق كتاب الاضحية ٣٨/٨ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔
وكذا فى فتاوى الهندية كتاب الاضحية الباب الاول فى تفسيرها وركنها الخ ٢٢/٥ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۲) والأحق بالامامة ..... الا علم باحكام الصلوة ..... ثم الاورع در المختار كتاب الصلوة باب الصلوة باب الامامة ٥٥٧/١ طبع ايچ ايم ۔سعيد۔
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦٠٧/١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔
وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة فصل من هو أحق بالامامة ٦٦٠/١ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه۔

﴿ج﴾

(۱) جو شخص مرثیہ پڑھنا یا سننا جائز جانے اور تعزیہ نکالنا اچھا جانے اور اس میں شریک ہو وہ سنی نہیں بدعتی اور روافض کا شریک وہم خیال ہے۔ قال النبی صلی الله علیه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم (۱) ایسے شخص کی اقتداء سے احتراز لازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۳۰۲ ج ۳ (۲)۔ جدید۔ بتغیر)

(۲) مسجد کی حفاظت اور دیکھ بھال تمام مسلمانوں پر لازم ہے (۳)۔ اگر امام کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ وہ امامت کے ساتھ مسجد کی دیکھ بھال بھی کرے گا تو پھر امام کا انکار درست نہیں۔ ویسے بہتر یہ ہے کہ مسجد کی نگرانی کے لیے مستقل آدمی رکھا جائے (۴) اور یہ کام امام کے سپرد نہ ہو تاکہ کام خوش اسلوبی سے نبھایا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۴ صفر ۱۳۹۰ھ

امام کا مرزائی سے تنخواہ لینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب امامت کرتے ہیں اور اس کی ماہوار تنخواہ مرزائی ادا کرتا ہے۔ کیا مرزائی سے چندہ لینا درست ہے یا نہ۔

---

۱) ومن انتحل من هذه الاهواء شيئا فهو صاحب بدعة كتاب الصلوة فصل من هو احق بالامامة ۱/ ۱۰٦ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه۔

كذا في فتاوى دارالعلوم ديوبند ۳/ ۳۰۲ باب الامامة والجماعت طبع امداديه ملتان۔

۲) من تشبه بقوم فهو منهم مشكوة المصابيح كتاب اللباس الفصل الثاني ص: ۳۷۵ طبع قديمي كتب خانه۔ وكذا في أبي داؤد كتاب اللباس باب ما جاء في الاقبيته ۲/ ۲۰۳ طبع مكتبه رحمانيه لاهور۔

۳) عن عائشة رضي الله عنها قالت أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ببناء المسجد في الدور وأن ينظف ويطيب مشكوة المصابيح كتاب الصلوة باب المساجد ومواضع الصلوة الفصل الثاني ص: ٦٩ طبع قديمي كتب خانه۔

وآداب المسجد ترجع إلى معاني منها تعظيم المسجد ومؤاخذة نفسه أن يجمع الخاطر ولا يسترسل عند دخوله ...... ومنها تنظيفه مما يتقذر ويتنفر منه الخ حجة الله البالغة مع شرحه رحمة الله الواسعة كتاب الصلوة باب: ۵ مساجد کابیان فصل آداب مسجد کی بنیادیں ۳/ ۳٤۷ طبع زم زم پبلشرز کراچی۔ ومثله في المرقات كتاب الصلوة باب المساجد حديث: ۷۱۷، ۲/ ۳۹۳ دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

٤) ويدخل في وقف المصالح قيم إمام خطيب والمؤذن يعبر الخ كتاب الوقف در المختار ٤/ ۳۷۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد۔

﴿ج﴾
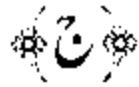
نظراً الی بعض العوارض کا لاحسان علی اهل الاسلام من اهل الکفر. یعنی بوجہ احتمال احسان علی المسلمین فی امر الدین کے مرزائی کا چندہ یا تنخواہ لینا درست نہیں۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اہل اسلام ان کے ممنون ہو کر ان کے مذہبی شعائر میں شرکت یا ان کی خاطر سے اپنے شعائر میں مداہنت کرنے لگیں گے۔ اس لیے مرزائی کی تنخواہ قبول کرنا مناسب نہیں۔ فان الاسلام یعلو ولا یعلی [1]. والید العلیا (المعطیة) خیر من الید السفلی (السائلة والآخذة) [2] مسلمانوں کو چاہیے کہ خود اپنی حلال کمائی سے چندہ کریں امام کی تنخواہ ادا کریں [3] اور مسجد کے انتظام کے لیے خود کمیٹی مقرر کریں اور اس مرزائی سے بیزاری اختیار کریں۔ ونخلع ونترک من یفجرک یعنی ہم علیحدہ کر دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے [4] دعائے قنوت پر عمل کرتے ہوئے ان سے دور رہیں۔

مرزائی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾
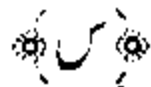
کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص (جو کہ امام بھی ہے) نے ایک مرزائی کی نماز جنازہ پڑھائی کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) شامی کتاب الاکراہ ۶/۱۳۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

۲) وعن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وهو علی المنبر وهو یذکر الصدقة والتعفف عن المسئلة الید العلیا خیر من الید السفلی والید العلیا هی المنفقة والسفلی هی السائلة متفق علیه مشکوة المصابیح باب من لا تحل له المسئلة ومن تحل له الفصل الاول ص:۱۶۲ طبع قدیمی کتب خانه وکذا فی صحیح البخاری کتاب الزکاة باب لا صدقة الا عن ظهر غنی ۱/۱۹۲ طبع قدیمی کتب خانه۔

وکذا فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح کتاب الزکاة باب من لا تحل له المسئلة ۴/۳۰۴ طبع دار الکتب العلمیة بیروت۔

۳) جمع أهل المحلة للامام فحسن الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۶/۴۲۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

۴) ونخلع ونترك من یفجرك۔ دعاء قنوت۔

﴿ج﴾

باوجود اس بات کے جاننے کے کہ یہ مرزائی ہے اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا شخص عاصی[1] وفاسق ہے۔ اس کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے[2] یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۱۷ ذوالحج ۱۳۹۰ھ

مرزائی کا نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید خطیب وامام ہے قوم کا اور اس کو سردار پور میں مقتدا سمجھا جاتا ہے۔ داڑھی قبضہ سے کم ہے۔ ہمیشہ کتراتا ہے۔ بار بار کہنے سے توبہ نہیں کرتا اور قبضہ بھر پوری نہیں رکھتا اور تاش رات دن کھیلتا ہے۔ اور حقہ نوشی وسگریٹ وغیرہ بھی اس کا شیوہ ہے اور مذاق ولغویت کرتا ہے جس کو ملتانی زبان میں وگئی کہا جاتا ہے اور ہر مجلس میں شامل ہو جاتا ہے اور سرکاری بینکوں کا سود کھانا جائز سمجھتا ہے۔ پھر کہتا ہے اولی الامر کی اطاعت ضروری ہے۔ اصل مطلب جس کی وجہ سے فتویٰ طلب کرنا پڑا وہ یہ ہے کہ قصبہ سردار پور میں ایک مرزائی قادیانی آدمی رہتا ہے۔ وہ نہری محکمہ میں افسر ہے۔ اس نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ خدا جانے وہ عورت کس قسم کی ہے۔ زید مذکور معہ چند چیدہ مسلمانوں کے اس مجلس میں شریک ہو کر نکاح خواں بنا ہے اور دس روپے عوض بھی وصول کیا ہے اور مٹھائی وچائے بھی تناول کی۔ اب مسلمانوں کو بڑی پریشانی ہے کہ ہمارے مقتدا صاحب نے کیا کیا ہے۔ لہٰذا شریعت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں جو ممانعت ہو اور جس قسم کا گناہ ہو اور جو تعزیر مناسب ہو۔ پوری تفصیل سے جواب فرماویں۔ بینوا وتوجروا۔

---

۱) قوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر ...... كشارب الخمر الخ شامي، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد۔ وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة :۲٦ دار أحياء التراث العربى۔
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

۲) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه۔
وكذا فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه۔

۳) التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰٦ طبع قديمى كتب خانه ، وكذا فى ابن ماجة باب الذكر والتوبة ص:۳۲۳ طبع ايچ۔ايم۔سعيد۔

ج

اگر فی الواقع امام مذکور میں مندرجہ بالا معاصی کا ارتکاب متحقق ہو اور بعد کامل تفتیش و تحقیق کے واقعات اس طرح ثابت ہو جاویں تو اس شخص کی امامت جائز نہیں[1] بوجوہ ذیل یہ فاسق ہے[2]

(۱) ''داڑھی کترانے کی وجہ سے'' کیونکہ حدیث شریف میں مختلف الفاظ سے داڑھی بڑھانے کا حکم وارد ہے[3]۔ اعفوا اللحی. ارخوا اللحی. وفروا اللحی' اوفوا اللحی وغیر ذالک. اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر مداومت کی ہے۔ امر کا صیغہ اور مواظبت عمل وجوب حکم کا فائدہ دیتا ہے۔ کما ھو المنقول فی اصول الفقہ[4]. صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر دربارۂ قطع مافوق القبضہ موجود ہے۔ قول صحابی فیما لایدرک بالرای حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے علماء نے مافوق القبضہ کے قطع کے جواز کا حکم دیا ہے[5]۔ اگر ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر صحیح بخاری میں نہ ہوتا تو

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً۔رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيدوكذا فى البناية شرح الهداية والفاسق لا يهتم لامر دينه كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۳طبع دارالكتب العلمية لبنان۔ وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة /۲۴۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

۲) وقوله وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا الخ شامي ،كتاب الصلوة، باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد۔ وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة:۲٦ ،۱۰/۲۸۴ دار أحياء التراث العربى۔
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۳۰۳طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

۳) عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب وكان ابن عمر اذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه باب تقليم الاظفار ص ۸۷۵، ج ۲ (بخارى)۔عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ انهكوا الشوارب وأعفو اللحى باب إعفاء اللحى ۲/۸۷۵ طبع قديمي كتب خانه بخارى)۔

٤) فقال ومنه الامر وهو قول القائل لغيره على سبيل الاستعلاء إفعل ...... انه لفظ وضع لمعنى معلوم وهو الطلب على الوجوب نور الانوار مبحث الامر ص:۲۸ طبع مكتبه حقانيه محله جنگى قصه خوانى پشاور۔ وكذا فى شرح المنار للعلامة الشامى فى اصول الفقه مبحث الامر ص:۲۴ إدارة القرآن كراتشى۔ وكذا فى فتح الغفار بشرح المنار موجب الامر ص:۳۸ طبع مكتبه الاسلاميه۔

۵) عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب وكان ابن عمر اذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه بخارى باب تقليم الاظفار ۲/۸۷۵ طبع قديمي كتب خانه۔

علی الاطلاق داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا بہرحال قبضہ سے کم کترانے کے عدم جواز پر امت کا اجماع ہے اور یہی ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ شامی میں ہے۔ **واما الاخذ منها وهي دون ذالک (ای قدر القبضة) كما يفعله بعض المغاربة والمخنثة من الرجال فلم يبحه احد**[1]. اس لیے مادون القبضہ کا کاٹنا اور اس پر دوام واصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب اس کا فاسق ہے[2]۔ (۲) تاش کھیلنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ **لهو المومن باطل** (الحدیث) درمختار[3] میں ہے۔ **وكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج** شامی لکھتے ہیں (**قوله الشطرنج**) **فهو حرام وكبيرة عندنا وفي اباحته اعانة للشيطان على الاسلام والمسلمين**[4]. الخ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے جو جواز منقول ہے اس کے لیے یہ شرط ہے کہ اس پر فحش گوئی، کثرت حلف، قمار نہ ہو اور نہ کسی واجب شرعی میں خلل آئے ورنہ بالاجماع حرام ہے۔ کذا فی الدرالمختار والشامی[5] تاش کا بھی یہی حکم ہے اور شخص مذکور تو حسب سوال فحش گوئی کا عادی ہے لہٰذا فاسق ہے۔ (۳) عام عادت فحش گوئی اور لغویات کی حرمت اور اس کا ناجائز اور موجب گناہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (۴) سود کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے[6]۔ **احل الله البيع وحرم الربوا**. اور اس کے مرتکب کے لیے شدید

---

۱) شامی كتاب الصوم مطلب في الاخد من اللحية ۲/۴۱۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید وكذا في البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسده ۲/۴۹۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا في فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/۲۷۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۲) قوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك الخ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آیت ۲۶، ۱/۲۸۴ دار احياء التراث العربي وكذا في حاشية الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت۔

۳) الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/۳۹۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔ وكذا في الهندية كتاب الكراهية الباب السابع عشر في الغنا واللهو وسائر المعاصي ۵/۳۵۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا في البحر الرائق كتاب الكراهية فصل في الأكل والشرب ۸/۳۴۶ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۴) شامي كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/۳۹۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

۵) الدرالمختار والشامي، كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/۳۴۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

۶) سورة البقرة آیت ۲۷۴ پاره ۳ وكذا في ترمذي ابواب البيوع باب ما جاء في ترك الشبهات ۱/۲۲۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید وكذا في الهندية كتاب البيوع الباب الثاني في احكام العقد بالنظر الى المعقود عنه ۳/۲۱۸ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

وعید ہے۔ فاذنوا بحرب من الله ورسوله. الایۃ [۱] احادیث میں بسط وتفصیل سے حرمت موجود ہے۔ اجماع امت نقدین (سونا چاندی) میں تفاضل کی حرمت پر قائم ہے۔ غرضیکہ نقد مال میں سود کی حرمت قطعی ہے [۲]۔ اس کا انکار کرنا حبط اعمال کا سبب بن سکتا ہے (**حفظنا الله وجميع المسلمين منه**) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلہ کے بعد کسی مومن کو اس میں کلام کرنا خواہ وہ اولوالامر میں سے کیوں نہ ہو جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ۔ **وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم** [۳] اور نہ ایسے مسئلہ میں اولوالامر کی اطاعت جائز ہے۔ **لقوله عليه السلام لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق. وقوله عليه السلام انما الطاعة في المعروف** [۴] (متفق علیہ) (۵) مرزائی بالاجماع دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے نکاحوں میں شریک ہونا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ چہ جائیکہ خطیب قوم ان کے نکاح میں شرکت کرے یا ان سے میل جول رکھے۔ بوجوہ مذکورہ جب خطیب کا فسق متیقن ہو جاوے تو اس کی امامت ناجائز ہے اور اس کا عزل مسلمانوں پر لازم ہے [۵]۔ عامۃ المسلمین پر لازم ہے کہ اس کی تعظیم نہ کریں اور تعلقات اس سے منقطع کر کے اسے توبہ کرنے پر مجبور کریں۔ اس کی امامت اور تعظیم کے بارہ میں حوالہ ذیل شامی جلد کا ملاحظہ ہو رد المحتار میں لکھا ہے [۶]۔ **فقد عللوا كراهة تقديمه (اى فاسق) بانه**

---

۱) سوۃ البقرۃ ایت نمبر: ۲۸۷ پارہ: ۳۔

۲) عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يداً بيد فمن زاد واستزاد فقد أربى الاخذ والمعطى فيه سواء كتاب البيوع باب الربوا ، صحيح مسلم ج ٢، ص ٢٥ طبع قديمى كتب خانه وكذا فى المشكوة ص ٢٤٤ و كذا فى الهندية، كتاب البيوع الباب الثانى فى احكام العقد بالنظر الى المعقود عليه ص ٢١٨، ج ٣، طبع مكتبه رشيديه كوئثه،
وكذا فى الهداية كتاب البيوع، باب الربواء ص ٣، ج ٨١، طبع مكتبه رحمانيه۔

۳) سوۃ الاحزاب س: ۳٦ پارہ : ۲۲۔

٤) مشكوة المصابيح كتاب الامارة والقضاء ص: ٣٢١ طبع قديمى كتب خانه ، وكذا فى سنن ابى داؤد كتاب الجهاد باب الطاعة ١/ ٣٧٧ طبع مكتبه رحمانيه وكذا فى صحيح مسلم ، كتاب الجهاد باب وجوب طاعة الامير ٢/ ١٢٥ طبع قديمى كتب خانه۔

٥) فقد عللوا كراهة تقديمه أى فاسق بانه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً شامى كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى۔
وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ٢/ ٣٣٣ طبع دار الكتب العليمة بيروت لبنان۔
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٢٤٢ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

٦) كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد۔

لایھتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اھانته شرعاً الخ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مرزائیوں سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور اس کے اعتقادات علماء دیوبند کی طرح ہیں مگر اس کے رشتہ دار مرزائی ہیں۔ جن کے ساتھ اس مولوی امام کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا عموماً ہوتا رہتا ہے۔ اب آیا اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

مرزائی مرتد ہیں، اسلام سے خارج ہیں، اسلام سے خارج ہو جانے کے بعد ان سے سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں[1]۔ اس لیے ان کے ساتھ تعلقات رکھنا، رشتہ ناطہ کرنا ناجائز ہے[2]۔ اگر سوال میں مذکورہ صورت حال صحیح ہے تو مولوی صاحب مذکور کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے[3] ورنہ اس کو

---

۱) ویبطل منه) اتفاقاً ما یعتمد الملة وھی خمس النکاح، والذبیحة ، والصید ، والشھادة، والارث۔الخ
الدر المختار کتاب الجھاد ، باب المرتد، ۲۴۹/۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب السیر، باب أحکام المرتدین ۲۲۴/۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی الخانیة علی ھامش الھندیة باب الردة وأحکام اھلھا ۵۸۰/۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۲) لا یجوز له أن یتزوج إمراة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمیة لا حرة ولا مملوکة خانیه علی ھامش الھندیه کتاب السیر باب الردة وأحکام أھلھا ۵۸۰/۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب السیر باب أحکام المرتدین ۲۲۵/۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی الھندیه کتاب السیر الباب التاسع فی أحکام المرتدین ۲۵۵/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۳) والذین إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسھم ذکروا الله فاستغفروا لذنوبھم س، ال عمران آیت: ۱۳۵ پاره ٤۔ وعن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون رواه الترمذی۔
باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰٤ مشکوة المصابیح طبع قدیمی کتب خانه۔
وکذا فی ابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص: ۳۲۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

امامت سے معزول کر دیا جاوے (۱)۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۷۲ھ

شیعہ سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک امام جو اس محلہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اور بار بار اس کو منع کیا گیا کہ تم کسی شیعہ کے گھر روٹی نہ کھایا کرو وہ امام روٹی کھانے سے نہیں رکتا۔ جو امام کو روٹی دیتا ہے وہ مذہب شیعہ کا بڑا سرکردہ ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بکواس کرتا ہے اور ایک دفعہ کا یہ واقعہ ہے کہ مولوی سنی حنفی نے تقریر کی اس شیعہ نے جھوٹا مقدمہ بنا کر اس حنفی مولوی کو قید کروا دیا۔ کیا جو امام اس شیعہ کے گھر روٹی کھانے اور اس کو پکا مسلمان سمجھے اور محبت رکھے ایسے امام کے پیچھے مسلمانوں کو نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

ج

ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

صحابیِ رسول کو برا کہنے اور اہلِ اسلام کو کافر کہنے والے کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرارتی

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لا مردينة، وبأنه في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً۔ رد المحتار، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦٠ طبع۔ ايم۔ ايچ۔ سعيد۔
وكذا في البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۳۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲٤۲ طبع دار الكتب بيروت لبنان۔

۲) ويكره أن يكون فاسقاً ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/ ٦۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه ۔
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٦۱۱ طبع مكتبه رشيديه۔

تھے (العیاذ باللہ) اور اس نے کہا ہے کہ میرے نزدیک دیوبندی اور بریلوی دونوں جماعتیں کافر ہیں اور اس نے کہا ہے کہ ض کو مشابہ ظا پڑھنے والے (یعنی جس طرح عام طور پر قاری پڑھتے ہیں) کافر ہیں اور داڑھی باریک مشین سے کٹاتا ہے اور کالا خضاب بھی داڑھی کو لگاتا ہے۔ کیا شریعت کے نزدیک ان وصفوں والے آدمی کے پیچھے مسلمان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور یہ آدمی ایک جامع مسجد کا امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

ج

یہ شخص جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی توہین کرتا ہے اور علماء اہل سنت کو العیاذ باللہ کافر کہتا ہے۔ صحیح قرآن پڑھنے والوں کو خارج از اسلام بتلاتا ہے۔ نیز عملاً اتباع سنت سے محروم ہے۔ ایسے شخص کو توبہ پر مجبور کیا جائے۔ اس سے عامۃ المسلمین ہر قسم کے تعلقات شادی وغمی منقطع کر دیں۔ یہاں تک کہ تائب ہو جائے[1] نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اور نہ امام مقرر کیا جا سکتا ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ

شیعہ کا سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد اہل سنت والجماعت کی ہے اور امام بھی اہل سنت ہے۔

---

۱) قال أجمع العلماء علی أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أويدخل مضرة فی دنياه يجوز له مجانبته وبعده ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه ...... فإن هجرة أهل الاهواء والبدع واجبة علی مر الاوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلی الحق مرقاة المفاتيح كتاب الآداب باب ما ينهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات الفصل الاول ۹/ ۲۳۰ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔ ص ۷۵۹، ج ۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

وكذا فی أوجز المسالك إلی موطا امام مالك كتاب الجامع باب ما جاء فی المهاجره ۱۴/ ۱۶۷ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔ وكذا فی فتح الباری بشرح صحيح البخاری كتاب الهجرة كتاب الادب باب الهجرة ۱۲/ ۱۲۱ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان۔

۲) ويكره ان يكون الامام فاسقا ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ۱/ ۶۰۳ طبع إدارة القران والعلوم الاسلاميه وكذا فی رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۶۱۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

اس امام کے پیچھے شیعہ مذہب کا آدمی نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیا اس کی نماز ہو جائے گی۔ نیز نماز فرض پڑھنے کے بعد رافضی شخص ذرا زور سے درود پڑھتا ہے، جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آتا ہے اور باقی مقتدی اس کام کو مکروہ جانتے ہیں کہ یہ شخص ہماری نماز کو خراب کرتا ہے۔ کیا باقی مقتدی یا امام اس شخص کو مسجد سے یا اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے روک سکتے ہیں یا وہ شخص اس مسجد میں نماز علیحدہ پڑھے۔ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر سکون و اطمینان سے شیعہ شخص نماز پڑھے تو اس کو مسجد سے نہ روکا جائے[1]۔ اور اگر ایسے طریقے پر نماز وغیرہ پڑھتا ہے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہو اور فتنہ کا باعث بنتا ہو تو اس کو مسجد سے روک دیا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

شیعہ کی امامت میں سنی کی نماز کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شیعہ امام کے پیچھے نماز پنجگانہ یا نماز جنازہ پڑھنا سنی کے لیے جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) سورۃ بقرۃ آیت: ۱۱۴ پارہ: ۱۔

۲) ویمنع منه و کذا کل موذولو بلسانه الدرالمختار کتاب الصلوۃ ۱/۶۶۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشرائکم وبیعکم وخصوما تکم ورفع اصواتکم الخ کتاب الصلوۃ باب أحکام المساجد حلبی کبیر ص: ۶۱۱ طبع سعیدی کتب خانہ۔

﴿ج﴾

شیعہ رافضی کے پیچھے سنی کی نماز نہیں ہوتی ۔لہذا رافضی شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے ۔عالمگیریہ میں ہے ۔
ولا تجوز الصلوٰۃ خلف الرافضي والجهمي والمشبه ومن تقول بخلق القران [1]. فقط
واللہ تعالیٰ اعلم

مرزائی متولی کی ولایت میں امامت درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک جگہ نماز پڑھائی ہے ۔نماز پڑھنے والے تو سب اہل سنت والجماعت ہیں لیکن جو آدمی تنخواہ دیتا ہے اور جس کے اختیار میں امام مقرر کرنا اور ہٹانا ہے وہ ایک مرزائی ہے ۔جو اپنی گرہ سے رقم دیتا ہے ۔اور جو امام رکھتا ہے اس کو یہ حکم دیتا ہے کہ کوئی اختلافی مسئلہ نہ بیان کرنا ۔اس حکم سے اصل مقصد اس کا یہ ہے کہ مرزائیوں وغیرہ کو کچھ نہ کہنا ۔اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ بالاقسم کی امامت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اس کی شرط کے موافق کوئی اختلافی مسئلہ نہ بیان کرنا خواہ وہ مسئلہ ختم نبوت کیوں نہ ہو یہ کتمان حق ہے یا نہیں ۔بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب ۔

مرزائی چونکہ بالاتفاق مرتد اور خارج از اسلام ہیں اس لیے ان سے عقد اجارہ کرنا جائز

---

١) الهندية الباب الخامس في الامامة الفصل الثالث في بيان من يصلح إماما لغيره ١/٨٤ طبع مكتبه رشيديه وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة مطلب البدعة خمسة أقسام ١/٥٦٢ طبع ايچ-ايم-سعيد ۔
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦١١ رشيديه كوئٹه۔

نہیں (۱)۔ اس کے علاوہ ان کا احسان لینا مسلمان کے لیے خلاف مروت ہے (۲) جس سے بچنا لازم ہے اور کتمان حق بہت بڑا گناہ ہے (۳)۔ اس لیے اس صورت میں امامت کرنا جائز نہیں ہے (۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

اپنے کو مرزائی کہنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد جس نے گزشتہ دنوں اپنے مقتدیوں کے سامنے اعلان کیا کہ میں مرزائی ہو گیا ہوں۔ میرا مسلک وہی ہے جو مرزائیوں کا ہے۔ اب امامت بھی کر رہا ہے اور توبہ نامہ تحریری کسی عالم کے پاس جا کر تائب ہونے کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے شرعاً وہ امام مسلمان ہے۔

(۲) شیعہ حضرات میں سے کسی نے صف خرید کر سنیوں کی مسجد میں ڈال دی۔ کچھ لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اس لیے ان لوگوں کا ہماری مسجد پر پیسہ لگانا جائز نہیں۔ سنیوں کی مسجد پر پیسہ خرچ کرنے والا کہتا ہے کہ میں صحابہ کو گالیاں نہیں دیتا ہوں۔ بلکہ صحابہ کی تعریف کرتا ہوں اور مدح کا قائل ہوں۔ دلائل سے روشنی ڈالیں۔

(۳) کنجر جس کی آمدنی قطعی طور پر حرام کی ہے۔ وہ رقم مسجد پر لگ سکتی ہے۔ دلائل سے واضح فرمائیں۔

(۴) جس مسجد میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت نہ ہوتی ہو، اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

---

۱) ویتوقف منه ...... وهو المفاوضة ... والصرف والسلم والعتق والتدبير والكتابة والهبة والرهن والاجارة كتاب الجهاد باب المرتد الدر المختار ٢٥٠/٤ طبع ايچ-ايم-سعيد۔
وكذا في البحر الرائق كتاب السير باب أحكام المرتدين ٢٢٢/٥ طبع مكتبه رشيديه كوئته۔
وكذا في الخانية على هامش الهندية باب الردة وأحكام أهلها ٢٨٠/٣ طبع مكتبه رشيديه كوئته۔

۲) ان الاسلام يعلوا ولايعلى عليه شامى كتاب الاكراه ١٣٨/٦ طبع ايچ-ايم-سعيد۔

۳) ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وأنتم تعلمون سورة البقرة آيت: ٤٢ پاره ١:۔
عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سئل عن علم ثم كتمه الجم يوم القيمة بلجام من نار رواه احمد و ابو داؤد والترمذى ورواه ابن ماجة عن انس مشكوة كتاب العلم الفصل الثانى ص: ٣٤ طبع قديمى كتب خانه۔

٤) ويكره إمامة عبد ...... وفاسق الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٩/١ طبع ايچ-ايم-سعيد۔
وكذا فى الخلاصة كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة والاقتداء ١٤٥/١ طبع مكتبه رشيديه كوئته۔ وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ٣٣٣،٣٣٢/٢ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

ج

(۱) اس امام کے بارے میں تحقیق کی جائے اگر واقعی اس نے مرزائیوں والے عقیدے اختیار کر لیے ہوں تو جب تک وہ توبہ تائب نہ ہو اس کی امامت جائز نہیں ہے؟[1]

(۲) اگر واقعی یہ شیعہ سنیوں جیسا عقیدہ رکھتا ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا یاد نہ کرتا ہو جیسے کہ وہ کہتا ہے تو اس کی خرید کردہ صف پر نماز پڑھنا جائز ہے[2]۔ بشرطیکہ مال حلال سے خرید کی ہو۔

(۳) حرام مال مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں[3]۔ **لحدیث ان اللہ طیب لایقبل الاطیبا**.[4]

(۴) ایسی مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے بشرطیکہ جمعہ کے دیگر شروط پائے جائیں[5]۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس مسجد کو پانچ وقتہ نماز کے ساتھ آباد کریں[6]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) ویکره إمامة عبد ...... ومبتدع لا یکفر بها (وان انکر بعض ما علم من الدین ضروة کفر بها کقوله إن الله جسم کا لا جسام وإنکاره صحبة الصدیق فلا یصح الاقتداء به أصلا فلیحفظ رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة مطلب البدعة خمسة أقسام ۱/۵۵۹، ۵۶۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی)۔وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱طبع مکتبه رشدیه کوئٹه۔وکذا فی الفتاوی الهندیة کتاب الصلوة الباب الخامس فی الامامة الفصل الثالث ۱/۸٤طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۲) قلت فی البحر عن الحاوی ولا بأس أن یدخل الکافر وأهل الذمة المسجد الحرام وبیت الله المقدس وسائر المساجد لمصالح المسجد وغیرها من المهمات ، شامی ج ٤، ص ۳۷۸، طبع ایچ- ایم- سعید وکذا فی البحر الرائق ،کتاب الوقف فصل فی أحکام المسجد ۵/٤۲۰ طبع مکتبه رشدیه کوئٹه۔وکذا فی العالمکیریه کتاب الوقف الباب الاول ۲/۳۵۲،۳۵۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۳) عن ابی هریر رضی الله عنه قال قال : رسول الله صلی علیه وسلم من تصدق بعدل تمرة من کسب طیب ولا یقبل الله الا الطیب باب لا یقبل الله صدقة من غنول الخ ۱/۱۸۹طبع قدیمی کتب خانه صحیح البخاری۔ وکذا فی مشکوة المصابیح باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول ۵/۲٤۱ طبع قدیمی کتب خانه۔ قال تاج الشریعة أما لو أنفق فی ذالك مالا خبیثا ومالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالی لا یقبل الله الا الطیب یکره تلویث بیته بما لا یقبله شر نبلالیة کتاب الصلوة مطلب کلمة لا باس دلیل علی أن المستحب غیره لان الباس الشدة ردالمحتار ۱/۶۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

٤) صحیح البخاری باب لا یقبل الله صدقة من غلول ۱/۱۸طبع قدیمی کتب خانه۔ وکذا فی مشکوة المصابیح باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول ص:۲٤۱ طبع قدیمی کتب خانه۔

۵) الجمعة فریضة علی الرجال الاحرار العاقلین المقیمین فی الامصار الخ خانیه علی هامش الهندیه کتاب الصلوة باب الجمعة ۱/۱۷٤طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔ وکذا فی فتاوی الهندیه کتاب الصلوة الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة ۱/۱٤٤طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة فصل فی صلوة الجمعة ۵٤۸ طبع سعیدی کتب خانه۔

٦) إنما یعمر مسجد الله من امن بالله والیوم الاخر واقام الصلوة وأتی الزکوة ولم یخش الا الله فعسی أولئك أن یکونوا من المهتدین سورة التوبة آیت: ۱۸پاره نمبر ۱۰

مرزائیوں سے تعلق رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾
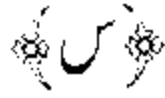
کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک عالم دین جو ایک مرکزی جامع مسجد کا خطیب ہو اور تنخواہ دار ہو مرزائیوں کے ساتھ پرتپاک انداز میں ملتا جلتا ہو بڑی عزت واحترام بجالاتا ہو۔ جب موصوف سے عرض کرتے ہوئے دریافت کیا گیا ہو کہ آپ کا دشمنان ختم نبوت سے اس انداز میں میل جول رکھنا عوام کے لیے نہایت ناپسندیدہ و ناگوار ہے تو جواباً کہتا ہے کہ ہم علماء کے لیے ایسا کرنا جائز ہے اور عوام کے لیے جائز نہیں کیا ان کا یہ جواب درست ہے، اگر نہیں تو خدا کے لیے شرعی دلائل سے فتویٰ عنایت فرما کر مشکور فرمادیں۔

(۲) کیا تنخواہ دار عالم دین کے لیے فتویٰ لکھ کر دینے کی فیس لینی جائز ہے۔

(۳) آیا ایسے عالم دین کے لیے بازار میں چلتے پھرتے چیز کھانا جائز ہے اگر نہیں تو پھر ایسے امام کی امامت میں نماز ادا کرنی جائز ہے۔ ازراہ کرم شرعی دلائل سے فتویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ عوام کی عبادت میں فرق نہ آئے۔

﴿ج﴾

(۱) اگر یہ عالم دین مستقل طبیعت کا پختہ کار عالم ہے اور وہ اپنے اخلاق کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اس کے برتاؤ سے منکر ختم نبوت متاثر ہو کر صحیح العقیدہ بن سکتا ہے تو جائز ہے اور یہ رویہ اس کا درست ہے ورنہ نہیں[۱]۔

(۲) اگر تنخواہ فتویٰ نویسی کی لیتا ہے تو فتویٰ نویسی کی فیس جائز نہیں ہے[۲] اور اگر تنخواہ کسی دوسرے

---

۱) لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذالك فلیس من الله فی شئی إلا أن تتقوا منهم تقة ویحذرکم الله نفسه وإلی الله المصیر، سورة آل عمران، آیت نمبر ۲۸، پاره ۳
وفی فتاوی الهندیه، یکره للمشهور المقتدی به الاختلاط إلی رجل من أهل الباطل والشر الابقدر الضرورة لانه یعظم أمره بین أیدی الناس، کتاب الکراهیة: الباب الرابع عشر فی أهل الذمة والاحکام التی تعود الیهم، ج ۵، ص ۳۴۶، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۲) والثانی وهو الاجیر الخاص ویسمی أجیر وحد (وهو من یعمل لواحد عملا مؤقتاً بالتخصیص...... کمن استؤجر شهر اللخدمة اوشهر الرعی الغنم...... ولیس للخاص أن یعمل لغیره الدرالمختار کتاب الاجارة، باب ضمان الاجیر، ص ۶۹، ج۶، طبع ایچ ایم سعید کراچی۔
وکذا فی الهندیه، کتاب الاجارة، الباب الثالث فی الاوقات التی یقع علیها الاجارة، ص ۴۱۶، ج۴، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔ وکذا فی الفقه الاسلامی، الفصل الثالث عقد الایجارة: احکام الاجارة، ص ۳۸۴۵، ج ۵، طبع دارالفکر المعاصر بیروت، لبنان۔

عمل کی ہے اور اس کے علاوہ اپنے مخصوص اوقات میں فتوی نویسی کرتا ہے تو فیس لینا جائز ہے[1]۔

(۳) بازار میں چلتے پھرتے کھانے کی عادت غلط اخلاق کی علامت ہے[2]۔ مروت کے خلاف ہے امام کو ایسی عادت ترک کرنی چاہیے۔ اگر ترک نہ کرے تو کسی ایسے شخص کو جو زیادہ باوقار اور بااخلاق ہو امام بنالیا جائے[3] لیکن اس کے باوجود بھی اس کے پیچھے نماز جائز ہے[4]۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

تاجر آدمی کی امامت درست ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک تاجر آدمی یعنی دوکاندار جو کہ غیر شرعی یا ناز یبا کام بھی بظاہر کوئی نہیں کرتا اور مسائل وغیرہ اچھی طرح جانتا ہے اور شریعت کے مطابق داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے۔ کیا ایسا شخص شریعت محمدی کی رو سے امامت کرا سکتا ہے۔

---

۱) یجوز للمفتی أخذ الاجرة علی کتابة الجواب بقدره سواء کان فی تلك البلدة غیره أولم یکن لان الکتابة لیست بواجبة علیه لان الواجب علیه الجواب اما باللسان أو بالکتابة الفتاوی الهندیة الباب الثانی والثلاثون فی المتفرقات، ص ۵۹، ج ٤، طبع مکتبه رشیدیه، وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب القضاء الباب العاشر، فی الحظر والاباحه، ص ٤٨، ج٤۔

۲) الاکل علی الطریق مکروه ولابأس بالا کل مکشوف الرأس وهو المختار، کذا فی الخلاصه الهندیه، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل ص ٣٣٧، ج ٥، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۳) وفی فتاوی الارشاد یحب أن یکون امام القوم فی الصلوٰة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقرأة والحسب والنسب والجمال علی هذا اجماع الامة، تاتارخانیه، کتاب الصلوٰة، باب من هواحق بالامامة، ص ٦٠٠، ج ١، طبع ادارة القرآن، وکذا فی الدرالمختار، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٥٥٧-٥٥٨، ج ١٠۔

وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٢٣٩، ج ١، طبع دارالکتب، العلمیة، بیروت، لبنان۔

٤) ویکره تنزیها إمامة عبد وفاسق درمختار، کتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٥٥٩، ج١، طبع ایچ-ایم سعید، ومثله فی الخلاصة، کتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء، ص ١٤٥، ج١، طبع مکتبه رشیدیه، کوئٹه، ومثله فی البنایة علی شرح الهدایه، کتاب الصلوٰة، باب الامامة ص ٣٣٢-٣٣٣، طبع دارالکتب العلمیة۔

﴿ج﴾

اس شخص کی امامت جائز ہے۔ احل الله البیع وحرم الربوا (۱)۔ الایة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸صفر ۱۳۹۰ھ

دکاندار کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مثلاً زید عالم ہے اور امام مسجد بھی ہے لیکن اس نے بغرض بے نیازی وطمع از خلائق وکسب حلال اپنے ذاتی پیسہ سے ایک دوکان بنائی ہوئی ہے اور اس میں لین دین اور معاملات میں حسبِ طاقت بشریہ کے محتاط ہے اور صفائی رکھتا ہے اور اس علاقہ میں اس کا علم میں کوئی ہمسر نہیں ہے اور نہ تقویٰ دیانتداری میں، نہ عقائد کے لحاظ سے کوئی پختہ آدمی ہے جو کہ نیابت یا امامت کے فرائض سرانجام دے سکے تو ایسے شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہ اور اس کا امامت کرنا درست ہے یا نہ۔ کیونکہ بعض لوگوں کے دلوں میں ایک وہم سا پیدا ہو گیا ہے کہ ترازو سے تولنے والے کے پیچھے از روئے شرع نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور ایسا شخص امامت کے لائق نہیں ہے۔ واضح فرمایا جائے کہ شخص مذکور امام بننے کا اہل ہے یا کہ نہیں کیا یہ شخص اپنا ہمسر نہ ہونے کی وجہ سے افضل ہوگا۔ بینوا توجروا عندربکم

احل الله البیع وحرم الربوا. الایة (۲)۔ اس شخص کی امامت جائز ہے کسی قسم کا وہم نہ

---

۱) سورة البقرة، آیت نمبر ۲۷۵، پارہ ۳، وکذا فی مشکوٰة المصابیح، عن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة رواہ البیهقی فی شعب الایمان کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال الفصل الثانی، ص ۲۴۲، طبع قدیمی کتب خانه۔

۲) سورة البقرہ، آیت نمبر ۲۷۵، پارہ نمبر ۳

وکذا فی مشکوٰة المصابیح، عن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضه۔ رواہ البیهقی فی شعب الایمان، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، ص ۲۴۲، طبع قدیمی کتب خانه۔

کریں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹے کو امام بنانا درست نہیں

﴿س﴾

گزارش ہے کہ ایک شخص جو امام مسجد ہے۔ اس سے ایک شخص نے ٹکڑا زمین خریدا اور کل رقم متعلقہ زمین ادا کر کے اشٹام لکھوایا جس پر بائع اور گواہوں کے دستخط بھی ہو گئے۔ بائع نے وعدہ کیا کہ رجسٹری بعدالت تصدیق کروا دیگا لیکن اس اثنا میں بائع مذکور نے چپکے سے وہ ٹکڑا زمین کسی اور کے پاس بیچ دیا اور بعدالت رجسٹرار اس کی تصدیق بھی کرا دی۔ یہ دوسرا شخص جانتا تھا کہ زمین پہلے فروخت ہو چکی ہے اور بائع روپیہ وصول کر چکا ہے۔ بائع ہمارے ساتھ لیت ولعل کرتا رہا۔ چنانچہ ہم نے اسے سب رجسٹرار کی عدالت میں بلایا تو زرِ ثمن وصول پانے اور بیع نامہ کی تحریر و تکمیل کرنے سے قطعی انکاری ہو گیا، جس کی وجہ سے رجسٹری تصدیق نہ ہو سکی۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس معاملہ میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ ایسے شخص کی دینِ متین کی رو سے کیا حیثیت ہے اور کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے اور جو لوگ ایسے امام کو جھوٹا سمجھتے ہوئے دھوکا دہی کی خاطر اس کو سچا بتاتے ہیں ان کی دینِ متین کی رو سے کیا حیثیت ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بشرطِ صحت سوال امام مسجد موصوف نے ایک دفعہ ایک زمین کو جب فروخت کر دیا اور رقم وصول کر لی تو بیع تام ہو گئی(۲) اور اب وہ زمین کا مالک نہ رہا۔ لہٰذا اس کا اس زمین کو دوسری جگہ

---

۱) وفي فتاوى الارشاد يجب أن يكون إمام القوم في الصلوٰة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقرأة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة تاتار خانيه كتاب الصلوٰة باب من هو أحق بالامامة ص ۶۰۰، ج ۱، طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية، وكذا في الدرالمختار كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۵۷- ۵۵۸، طبع ايچ ايم- سعيد كراچى، وكذا في النهرالفائق كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۲۳۹، ج۱، طبع دارالكتب العلمية بيروت، لبنان۔

۲) واذاحصل الايجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما الامن عيب أو عدم روية الهداية۔ كتاب البيوع، ص ۲۰، ج۳، طبع مكتبه رحمانيه لاهور

ومثله في الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب يبطل الايجاب سبعة، ص ۵۲۸، ج۴، طبع ايچ ايم- سعيد كراچى، ومثله في البحرالرائق كتاب البيوع، ص ۴۳۸، ج۵، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

فروخت کرنا قطعاً ناجائز ہے[۱] اور پھر جب کہ امام نے جھوٹ بول کر اس سودے سے سرے سے انکار کر دیا تو اس سے یہ شخص فاسق ہو گیا[۲] اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۳]۔ لہٰذا اس کے بجائے کسی اور دیندار امام کو مقرر کیا جاوے[۴] اور اس کو جھوٹا جانتے ہوئے اس کو سچا کہنا بھی حق کو چھپانا اور جھوٹ بولنا موجب فسق ہے[۵]۔ لہٰذا امام موصوف کا اور دیگر متعلقین کا اپنے جھوٹ سے توبہ تائب ہونا ضروری ہے[۶]۔ **لقوله عليه السلام والكذب يهلك الحديث**. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۸ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

---

۱) عن أبي حرة الرقاشي رضي الله عنه عن عمه رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم ألا لاتظلموا، ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه۔ مشكوٰة المصابيح۔ باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ص ۲۵۵، طبع قديمی كتب خانه۔
لايجوز لاحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أووكالة منه أوولاية وإن فعل ذالك كان ضامناً۔ (شرح لمجلة لرستم باز) ماده ص ۹۶۷، ص ۶۱، تاجران كتب خانه۔
ومثله في الدر المختار: كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف في مال الغير۔ ص ۲۰۰، ج ۶، طبع ايچ، ايم۔ سعيد كراچی۔

۲) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذالك الخ، شامی، كتاب الصلوٰة ، باب الامامة، ص ۵۶۰، ج ۱، طبع ايچ– ايم، سعيد۔ وكذا في تفسير روح المعاني۔ سورة البقرة، آيت نمبر ۲۶،، ص ۲۸۴، ج ۱، طبع داراحياء التراث العربي۔ وكذا في حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع دارالكتب العلمية، بيروت۔

۳) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، شامی، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۶۰، ج ۱، طبع ايم سعيد۔
ومثله في حلبي كبير: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۵۱۳، طبع سعيدی كتب خانه۔
ومثله في حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع قديمی كتب خانه

۴) في فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا اجماع الامة، تاتار خانيه، كتاب الصلوٰة باب من هو أحق با لامامة، ص ۶۰۰، ج ۱ ، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامية۔
وكذا في الدر المختار ، كتاب الصلوٰة،باب الامامة، ص ۵۵۷–۵۵۸، ج ۱ طبع ايچ– ايم سعيد كراچی وكذا في النهر الفائق: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۲۳۹، ج ۱، طبع دارالكتب العلمية، بيروت لبنان۔

۵) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذالك الخ، شامی۔ كتاب الصلوة باب الامامة، ۱ وكذا في تفسير روح المعاني، سورة البقرة، نمبر ۲۶، ص ۲۸۴، ج ۱، طبع داراحيا التراث العربي، وكذا في حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوٰة، باب الامامة ، ص ۳۰۳، طبع دارالكتب العلمية بيروت۔

۶) والذين اذا فعلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروالذنوبهم ،سورة آل عمران، ص ۱۳۵، پاره ۴۔

ناجائز قسمیں کھانے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد نے ناجائز حلفیہ بیان دے کر ایک مرد وعورت کا نکاح جائز ثابت کیا حالانکہ ان کے بجائے شرعی نکاح کے ناجائز تعلقات تھے ان کا کوئی نکاح نہیں تھا۔

(۲) اسی امام مسجد نے ایک عورت کو ناجائز حلفیہ بیان دے کر عدالت میں طلاق دلا دی کہ اس کا مرد اس عورت کو بسانے سے انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اس مرد نے کوئی انکار نہیں کیا تھا۔ یہ بھی اس نے غلط بیانی کی ہے۔ لہٰذا یہ امام مسجد امامت کے لائق ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

بشرط صحت سوال ایسا شخص جو ناجائز قسمیں کھاتا ہو فاسق و فاجر ہے (۱) اور لائق امامت نہیں (۲)، امامت سے اس کو ہٹانا چاہیے (۳) اور کسی معتمد علیہ دیندار عالم کو امام مقرر کرنا چاہیے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا و نحوذالك، شامی کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٥٦٠، ج١، طبع ایچ — ایم سعید کراچی۔
وكذا في تفسير روح المعاني، سورة البقره، نمبر ٢٦، ص ٢٨٤، ج١، طبع داراحیاء التراث العربی
وكذا في حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٣٠٣، طبع دارالكتب بيروت۔

٢) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامی، کتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٥٦٠، ج١، طبع ایچ ایم، سعید کراچی، ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٥١٣، طبع سعیدی کتب خانه، ومثله في حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٣٠٣ طبع قدیمی کتب خانه۔

٣) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ردالمحتار كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٥٦٠، ج١، طبع ایچ—ایم، سعید کراچی، وكذا في البناية على شرح الهدايه، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٣٣٣، ج٢، طبع دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

٤) وفي فتاوى الارشاد يجب أن يكون إمام القوم في الصلوٰة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراء ة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة تاتارخانيه كتاب الصلوٰة باب من هو أحق بالامامة، ص ٦٠٠، ج١، طبع ادارة القران والعلوم الاسلاميه۔

جھوٹ بولنے والے اور اپنے بچوں پر ظلم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ:

(۱) اگر کوئی شخص مسجد میں امام ہو اور وہ جھوٹ بولتا ہو جس کا ہمارے پاس شریعت کی رو سے پورا پورا ثبوت ہو اور وہ شخص پورا پورا خائن بھی ہو اور اپنے کام کو صحیح طور پر انجام بھی نہ دیتا ہو جس کی وہ تنخواہ بھی لیتا ہے۔ براہ کرم اس کا جواب تفصیلی طور پر عنایت فرمائیں۔

(۲) اگر کوئی شخص مسجد میں امام ہو اور عالم بھی ہو وہ اپنے بیوی بچوں پر ظلم بھی کرتا ہو ناجائز الزام لگا کر اپنی بیوی کو طلاق بھی دیدی ہو اور اس کے نابالغ بچے جس میں ایک شیر خوار بچی جس کی عمر اڑھائی ماہ ہو اور اس بچی کی پیدائش کے وقت دائی کو بھی نہ بلایا ہو، جس کا وہ اقراری بھی ہو اور دوسرے بچے کی عمر تقریبا دو سال ہو اور ایک لڑکی جس کی عمر پانچ چھ سال ہو جو کہ بیوی مطلقہ سے جبرا چھین لیے ہوں اور جبرا لکھوا لیے ہوں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ براہ کرم اس کا جواب تفصیلی طور پر عنایت فرما دیں۔

اگر واقعی کوئی امام مسجد جھوٹ اور اپنے بیوی بچوں پر ظلم جیسے کبائر کا ارتکاب کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں[1]۔ ویکرہ امامة عبد الخ و فاسق[2] الخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۵ شوال ۱۳۸۹ھ

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامي، كتاب الصلوة باب الامامة، ص ۵۶۰، ج۱، طبع سعيد، كراچی۔ ومثله فى حلبی كبير: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۵۱۳، طبع سعيدی كتب۔ ومثله فى حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع قديمی كتب خانه

۲) كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع ايچ ايم سعيد كراچی

ومثله فى الخلاصة۔ كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء، ص ۱۴۵، ج۱، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ ومثله فى البناية على شرح الهدايه۔ كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۳۲-۳۳۳، ج۲، طبع دار الكتب العلمية، بيروت لبنان۔

وعدہ خلافی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہندہ جب پیدا ہوئی اس کی پھوپھی نے اس کو روبرو والدین کے گانا ہاتھ میں بطور نشان باندھا کہ یہ میرے لڑکے عبدالرشید کی امانت ہے اس کے ساتھ نکاح کروں گی۔ کچھ عرصہ کے بعد ہندہ مائی کی پھوپھی نے اپنے بھائی مسمی محمد ایوب کو کہا کہ اس کا نکاح کردو۔ اس نے کہا یہ عبدالرشید کی امانت ہے۔ خود اس کا نکاح کروں گا۔ اس طرح ٹال مٹول کرتا رہا۔ آخر محمد ایوب امام مسجد کے لڑکے کی شادی کے دن مقرر ہوئے تو محمد ایوب مذکور نے اپنے بہنوئی محمود کو کہا کہ تم شامل شادی ہو۔ اس نے انکار کردیا کہ جب تک میرے لڑکے عبدالرشید کا نکاح کر کے نہ دو گے ہم شامل نہیں ہوتے۔ تو چک کے دو تین معزز آدمی لے آیا کہ شادی میں شامل ہو جاؤ۔ بعد میں نکاح کروں گا۔ مگر محمود نے انکار کردیا کہ تم نکاح کر کے نہ دو گے تو اس پر روبرو معززین کے کہا کہ ضرور کردوں گا تو معززین نے کہا کہ یہ ہمارا امام مسجد ہے ہمارے روبرو اقرار کرتا ہے انکار نہ کرے گا۔ تو اس کا بہنوئی اور ہمشیرہ دونوں شادی میں شامل ہوئے بعد میں محمود نے انکار کردیا۔ اس کے بعد محمد ایوب کے گھر اس کا بہنوئی محمود اور اس کی ہمشیرہ موجود تھے تو محمود نے محمد ایوب کی بیوی کو کہا کہ تم میری ہمشیرہ ہو تم اگر میرے لڑکے عبدالرشید کو لڑکی کا نکاح کردو تو ہوسکتا ہے۔ کیونکہ محمد ایوب نہیں کرسکتا تم سے اور لڑکے سے ڈرتا ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ دوں گی تو اس پر محمد ایوب نے بیوی کو کہا کہ لالہ کی بات سمجھی، اس نے جواب دیا کہ سمجھ گئی۔ تو اس پر محمد ایوب کے بہنوئی نے کہا کہ ہاتھ کھڑے کرو تو محمد ایوب مذکور کی بیوی نے ہاتھ کھڑے کیے۔ محمد ایوب نے ہاتھ کھڑے نہیں کیے مگر مجلس میں موجود تھا تو محمد ایوب کے بہنوئی کو اس کی بیوی یعنی محمد ایوب کی ہمشیرہ نے کہا کہ اب مٹھائی تقسیم کراؤ۔ تو محمد ایوب کے بہنوئی نے ایک روپیہ محمد ایوب کی بیوی کو دیا۔ اس نے اپنے چھوٹے لڑکے کو مٹھائی کے لیے دیا۔ وہ کھجوریں لے آیا جو تقسیم کی گئیں۔ اس کے بعد نکاح کر کے دیا اور ایک دو دن کے بعد محمد ایوب کے پھوپھی زاد بھائی نے کہا کہ تم لڑکی نہیں دیتے اس طرح جھوٹا وعدہ کرتے ہو تو اس نے کہا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اس کلمے سے محروم ہوں، خدا کا بندہ نہیں ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی نہیں ہوں کہ ہرگز جھوٹ کہوں۔ ضرور نکاح کردوں گا ناراض نہ ہو تو اس کے پھوپھی زاد بھائی نے کہا کہ اگر وہ انکاری ہو جائے تو پھر؟ اس نے جواب دیا کہ اگر وہ مان جائے تو بہتر ورنہ جبراً اس کی رضامندی کے بغیر اس کو ڈنڈا مار کر نکاح کردوں گا۔ چنانچہ اس کا لڑکا چھٹی کاٹ کر چلا گیا اور نکاح کر کے میرے سے سچا نہ ہوا۔ اب علماء سے استفسار ہے کہ

نکاح تو نہیں ہوا جب کہ کئی دفعہ اقرار کیا کہ نکاح کر دوں گا بلکہ دو دفعہ مکرر وعدہ کیا کہ نکاح کے بعد نکاح کر دوں گا اور کہا دوسرا لڑکا آنے والا ہے۔ اس نے نہ مانا تو پھر بھی جبراً ڈنڈے کے ذریعے نکاح کر دوں گا۔ کیا اس پر عہد وفا کرنا لازم ہے یا نہیں اور ایسے جھوٹے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

﴿ج﴾

حتی الامکان ایفائے عہد ضروری ہے۔ احادیث میں وعدہ خلافی کی سخت مذمت وارد ہے[1] اور وعدہ خلافی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ امام نووی اذکار ص ۱۳۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ **وقد اجمع العلماء علی ان من وعد انسانا شیاً لیس بمنھی عنه فینبغی ان یفی بوعدہ وھل ذلک واجب او مستحب فیه خلاف بینھم ذھب الشافعی و ابوحنیفة والجمھور الی انه مستحب فلو ترکه فاته الفضل و ارتکب المکروہ کراھة تنزیھیة شدیدة ولکن لایاثم وذھب جماعة الی انه واجب** (بحواله امداد الفتاوی[2]) بغیر سچی توبہ کیے اس کی امامت مکروہ ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۱ صفر ۱۳۹۰ھ

---

۱) وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا، سورة بنی اسرائیل، آیت نمبر ۳٤، پارہ، ۱٥

وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اية المنافق ثلث زاد مسلم وان صام وصلی وزعم أنه مسلم ثم اتفقا إذا حدث كذب واذا وعد أخلف وإذا أوتُمِنَ خان، مشكوة المصابيح، باب الكبائر وعلامات النفاق۔ الفصل الاول، ص ۱۷، طبع قديمی كتب خانه۔

وكذا فی الاشباه والنظائر۔ الخلف فی الوعد حرام كذا فی أضحية الذخيرة وفی القنية وعده أن يأتيه فلم يأته لاياثم ولا يلزم الا اذا كان معلقاً كما فی كفالة البزازيه وفی بيع الوفاء كما ذكره الزيلعی۔ كتاب الحظر والاباحة، ص ۲۸۱، ص ۲۸۱، طبع قديمی كتب خانه۔

۲) امداد الفتاوی كتاب الحظر والاباحة، مسائل شتی، ص ۵۱۸، ج٤، طبع دارالعلوم كراچی۔

۳) ويكره إمامة عبد)...... وفاسق، در مختار، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع ايچ ـ ايم سعيد كراچی

ومثله فی الخلاصة۔ كتاب الصلوة، الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء، ص ۱٤۵، ج۱، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

ومثله فی البناية شرح الهدايه، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۳۲-۳۳۳، ج۲، طبع دارالكتب العلمية۔

جھوٹ بول کر غیر حقدار کو جائیداد دلوانے کی کوشش کرنے والے کی امامت کا حکم

(س)

جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو وہ فاسق ہوگیا یا نہیں۔ مثلاً ایک عورت متوفیہ کی جائیداد کافی آمدہ از ہندوستان کو متوفیہ کے اولیاء و اقرباء کی موجودگی میں ان سے خفیہ طور پر سرکار میں جا کر افسران کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اس متوفیہ کا حقدار کوئی بھی زندہ موجود نہیں۔ سب کے سب مرگئے ہیں، ایک غیر حقدار کے بارہ میں کہتا ہے کہ متوفیہ کی تمام جائداد کو اس کے نام کیا جاوے۔ جب غیر حقدار کے نام انتقال ہوگیا اور حقیقی حقدار نے دعویٰ کر کے غیر حقیقی کو جھوٹا ثابت کر دیا تو پھر بھی بے شرمی سے کہتا ہے کہ متوفیہ وصیت نامہ لکھ کر دے گئی ہے کہ میری تمام جائیداد اسی غیر حقدار کو دی جائے اور میرے حقدار وارثوں کو نہ دیا جاوے جب شخص مذکور سے پوچھا گیا کہ وہ وصیت نامہ دکھائے کہاں ہے۔ تو کہتا ہے کہ مخالفین نے مجھ سے جبراً چھین کر پھاڑ دیا ہے۔ ایسے ایسے جھوٹے افتراء اور بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے حکومت میں جھوٹی ڈائریاں دیتا ہے اور بیگانہ حق کو جھوٹ بول کر حرام کھاتا ہے اور کسی کو اس کے رشتہ داروں کے پاس جا کر کہتا ہے کہ فلاں تمہارے رشتہ دار نے فلاں بیوہ کا حق اپنے نام لکھوایا ہے۔ الغرض جس کے ایسے جھوٹ اور حرام خوریاں ثابت ہو جائیں تو وہ شخص فاسق ہوگیا یا نہیں۔ اگر فی الواقع عیوب مذکور بالا ثابت ہو جاویں تو بنت الصالح کا کفو ہے یا غیر کفو اور مبلغ بن کر سٹیجوں پر چڑھنے اور امام بننے کا مجاز ہے یا نہیں؟

اگر باقاعدہ طور پر یہ دھوکہ بازیاں اس کی ثابت ہو جاویں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[1] اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے ایسے شخص کو بطریق احسن سمجھایا جاوے کہ ایسے فعل سے باز آ جاوے جو

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامى، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۶۰، ج۱، سعيد۔
وكذا فى حلبى كبير۔ كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۱۳، طبع سعيدى كتب خانه
وكذا فى حاشية الطحطاوى، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع قديمى كتب خانه

علی الاعلان ایسے افعال کرتا ہے اور ایسے قبیح افعال میں شہرت تک پہنچ جاتا ہے تو بنت الصالح کا کفو نہیں ہے[۱]۔ باقی رہی تبلیغ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ اچھی بات قوم کو پہنچانے کا مجاز ہے[۲]۔ اگرچہ اس پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کی بھی کوشش کرے۔ **اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم**[۳] کا مطلب ہے کہ امر بالمعروف کرتے ہوئے اپنے آپ کو نہ بھولو۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے آپ کو بھولنے کی صورت میں امر بالمعروف نہ کرو۔ جلالین سے لے کر تمام مفسرین نے یہ مطلب بیان کیا ہے[۴]۔ باقی اگر قوم کو بری باتوں ہی کی تلقین کرتا ہے تو اس کو روک دینا ضروری ہے[۵]۔ خوب غور کرلیا جاوے۔

نمازوں کی پابندی نہ کرنے والے، جھوٹ بولنے والے اور دیگر غلط صفات کے حامل شخص کی امامت کا مسئلہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسائل کہ:

---

۱) وتعتبر (الکفاءة) دیانة أی تقوی فلیس فاسق کفؤا لصالحة أوفاسقة بنت صالح معلنا کان أولا علی الظاهر (الدر المختار کتاب النکاح، باب الکفاءة ص ۸۸، ج۳، طبع ایچ- ایم، سعید کراچی
وکذا فی الهندیه: کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاره، ص ۱۹۱، ج۱، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی البحر الرائق: کتاب النکاح فصل فی الکفاءة، ص ۲۳۲، ج۳، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه

۲) والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر الایة، سورة التوبة، آیت نمبر ۷۱، پاره ۱۰، مشکوٰة المصابیح، عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بلغوا عنی ولو ایة۔ کتاب العلم، الفصل الاول، ص ۳۲، ج۱، طبع قدیمی کتب خانه۔ وکذا فی مشکوٰة المصابیح، قال کلا والله لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر ولتأخذن علی یدالظالم الخ۔ باب الامر بالمعروف، الفصل الثانی، ص ۴۳۸، طبع قدیمی کتب خانه۔

۳) أتامرون الناس بالبر وتنسون أنفسکم، سورة البقره۔ آیت نمبر ۴۴، پاره (۱)

۴) أتامرون الناس بالبر أی بالایمان بمحمد صلی الله علیه وسلم (وتنسون أنفسکم) تترکونها فلا تأمرونهابه الایة، سورة البقره۔ آیت نمبر ۴۴، پاره نمبر (۱) تفسیر جلالین ص ۵۔

۵) حاشیة الجمل علی الجلالین، ص ۴۸، ج۱، طبع قدیمی کتب خانه، وکذا فی تفسیر مظهری، قال البیضاوی المراد بالایة حث الواعظ علی تزکیة النفس وتکمیله لامنع الفاسق عن الوعظ، سورة البقره، آیت نمبر ۴۴، پاره نمبر۱، ص ۶۴، ج۱، طبع بلوچستان بك ڈپو۔
وکذا فی تفسیر ابن کثیر، أن العالم یأمر بالمعروف وإن لم یفعله، وینهی عن المنکر وإن ارتکبه، سورة البقره، آیت نمبر ۴۴، پاره نمبر (۱) طبع قدیمی کتب خانه۔

(۱) کوئی امام نماز میں وقت کی پابندی نہ کرے۔ بار بار تنبیہ کرنے پر بھی اپنی عادت کو نہ چھوڑے اور مقتدی بار بار اس کی غلطی کی نشان دہی کریں تو امام اپنے مقتدیوں سے جانور کی طرح لڑ پڑے اور بداخلاقی سے پیش آوے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) اگر امام نماز میں سوتا ہو، ایک ایک دو دو آیت چھوڑ جائے یا نماز کی ترتیب غلط کردے اور مقتدی اس کی غلطی کی طرف اشارہ کریں تو امام کہہ دے کہ کیا ہوا نماز تو ہوگئی اور اپنی غلطی کو محسوس نہ کرے تو اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

(۳) اگر کوئی امام نصیحتیں کرتا ہو اور جھوٹ بھی بولتا ہو یا کسی آدمی کے کہنے کے بعد قرآن اٹھا کر ۱۰۰ / روپے کی رقم وصول کرے جب کہ اس آدمی کے لڑکوں نے مرنے پر اعلان کیا کہ مرنے والے کی طرف سے کوئی قرض مانگتا ہو تو بتائے۔ اس وقت کوئی شخص اس کی طرف کوئی قرض کی رقم نہ بتائے اور بعد ماہ دو ماہ کے اس امام سے دوکان خالی کرانے کو کہا جائے تو بجائے دوکان خالی کرنے کے اس کے والد کی طرف قرض بتا دیا ہے اور وہ بچے اس امام کو قرض بتائی ہوئی رقم بھی دے دیں اور یہ امام وعدہ کرے کہ فلاں تاریخ کو دوکان خالی کروں گا پھر وعدہ پورا نہ کرے اور ٹال مٹول کرتا رہے تو اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

(۴) جو امام غلہ لے کر جمع کرے اور اونچا نرخ آنے کا انتظار کرتا رہے اور جب اونچا نرخ آجائے تب فروخت کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۵) اگر کوئی امام مرزائی یعنی قادیانیوں کے نکاح کے فارم بھرے اور اس کے نکاح میں شریک ہو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۶) جو امام جھوٹ بول کر کسی کو غلط سرٹیفکیٹ دلوادے اپنی ذمہ داری پر اور مقتدی یہ کہیں کہ آپ نے غلط کام کیا ہے اور آپ امام ہیں تو امام یہ جواب دے کہ کیا ہوا۔ میری وجہ سے کسی کا بھلا ہو جائے تو اس شخص کا کیا حکم ہے۔

(۷) جو امام بلیک مارکیٹ کرتا ہو۔

(۸) جو امام کسی شخص کو کام کے لیے رقم دے اور منافع ہو تو لے لے اور جب نقصان ہو تو نقصان کا مالک نہ بنے اور کہہ دے میں نقصان نہیں دوں گا تو ایسے امام کے لیے شرعی کیا حکم ہے اور اگر یہ سود میں جاتا ہے تو پھر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی تحقیق کرے اگر امام واقعی نماز میں سوتا ہے، آیات کو چھوڑتا ہے، ترتیب میں اکثر

غلطی کا ارتکاب کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، مرنے والے پر قرآن اٹھا کر رقم وصول کرتا ہے۔ وغیرہ۔
اگر ان امور کے ارتکاب کا ثبوت بطریق شرعی ہو جائے تو اس کی امامت مکروہ ہے[1] اور لائق امامت نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم۔

تہمتیں لگانے اور جھوٹی قسمیں اٹھانے والے کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کے لیے ذاتی عناد کی وجہ سے غلط پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ تین دفعہ عدالت میں قسم اٹھوائی گئی ہے اور نکاح خوان نے انکار کر دیا ہے کہ میں نے نکاح نہیں پڑھا ہے۔ یعنی کسی پر بغیر ثبوت کے جھوٹا الزام لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ خود دکان پر ایک روپے کی چیز آٹھ روپے میں فروخت کرتا ہے۔ غرض مند بے چارے مجبوراً لیتے ہیں۔ اپنی جائیداو زرعی والد سے تملیک کروائی جب کہ ایک بہن اور ایک بھائی کا حصہ غصب کر لیا۔ اگرچہ بھائی نے دیوانی دعوی کر کے اپنا حصہ لے لیا۔ پھر بھی بہن کا حصہ غصب کر چکے ہیں۔

ایک مرغی کے انڈے چوری کر کے مولوی صاحب مہینہ تک کھاتے رہے اور مالک کے روبرو انکار کرتے رہے کہ ہمیں کوئی علم نہیں اور پھر مرغی سات روپے میں فروخت کر دی جو کہ اصل مالک نے بارہ روپیہ میں فروخت شدہ واپس لے لی اور پنچایت اکٹھی کی۔ جس پر مولوی صاحب نے قسم اٹھائی کہ مرغی میری اپنی ہے۔ جھوٹی قسم اٹھا کر مرغی انڈوں سمیت ہضم کر لی۔ کیا ایسے اوصاف والے شخص کی امامت محفوظ ہے یا نہیں جب کہ مقتدی کئی دفعہ مسجد سے گالیاں دے کر نکال چکے ہوں۔

ایک شخص نے دعوی کیا کہ میری دکان کی چوری ہوگئی ہے۔ واویلا کرنے پر چند معززین مہاجر و انصار

---

۱) ویکره (امامة عبد) وفاسق (درمختار) كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ٥٥٩، ج١، طبع ایچ ایم سعید کراچی

ومثله في الخلاصة، كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة والاقتداء ص ١٤٥، ج١، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه، ومثله في البناية على شرح الهدايه۔ كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ٣٣٢-٣٣٣، ج٢، طبع دار الكتب العلمية، بيروت۔

۲) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، شامی۔ كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ٥٦٠، ج١، طبع ایچ ایم، سعید

ومثله في حلبي كبير: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ٥١٣، طبع سعيدى كتب خانه۔

ومثله في حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ٣٠٣، طبع قديمى كتب خانه

کی پنچائیت اکٹھی کی گئی اور مدعی نے کہا کہ فلاں شخص جب کہ میں سودا لے رہا تھا ایک ٹین جس میں نوٹ لاتعداد پڑے ہیں۔ جن کا مجھے علم نہیں کہ کتنے پڑے ہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے چوری کرلی ہے۔ پنچائیت نے ملزم کو بلا کر مجبور کیا کہ چوری واپس کرے یا صفائی دے ملزم نے کہا کہ آپ جونسی قسم چاہیں اور جس جگہ چاہیں میں دینے کو تیار ہوں۔ ملزم کا بھائی بھی قسم دینے کو تیار ہوگیا۔ لیکن مدعی نے انکار کیا کہ مجھے قسم پر اعتبار نہیں اور قسم لے لوں تو میری رقم ضائع ہوتی ہے۔ گفت وشنید کے بعد ملزم نے کہا کہ میں قرآن پاک پر پیسے رکھتا ہوں مولوی صاحب اٹھالیں۔ مولوی صاحب روپے اٹھانے پر تیار ہوگئے۔ دوسرے دن جمعہ تھا جس پر جلسہ عام میں وضو کر کے جمعہ نماز ادا کر کے مسجد میں قرآن مجید مولوی صاحب کے سامنے لا کر رکھا گیا اور اس پر سات سو روپے رکھے گئے۔ مولوی صاحب نے پانچ سو روپیہ اٹھالیا اور باقی واپس کردیے۔ عام لوگوں نے لعن طعن کیا کہ بہت برا کیا ہے کہ نہ دوکان کو نقب لگی ہے نہ چھت کو شگاف کیا گیا ہے۔ نہ دروازہ کھلا ہے اور شارع عام راستہ پر بارہ بجے دن کے کیسے چوری ہوگئی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس ٹین میں ہزاروں کی تعداد میں نوٹ موجود ہیں۔ چور چوری کرتا تو اسے گننے کی کیا ضرورت تھی مولوی صاحب روپے واپس کرنے پر تیار ہوگئے۔ لیکن آج کل پر ٹالتے ٹالتے ہضم کر گئے۔ اب عرض یہ ہے کہ ان حالات کے ہوتے ہوئے جب مدعی کو علم بھی نہیں کہ پانچ روپے گم ہوئے ہیں یا پانچ صد روپے گم ہوئے ہیں۔ چوری ہے یا نہیں یا کتنی چوری ہوئی ہے۔ قرآن مجید پر سے اتنی دلیری سے اٹھا سکتا ہے یا نہیں اور ایسے اوصاف والے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر واقعی یہ شخص بلا وجہ تہمت لگاتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے اور ناجائز طور پر قسمیں اٹھاتا ہے۔ تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۱] اور لائق امامت نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچى.

ومثله فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه .

ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۲) أما فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ، شامى ، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد .

وكذا فى البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲٤۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس میں کئی عیوب پائے جاتے ہوں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور یہ عیوب اس میں پائے جاتے ہیں' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اس منصب کا اہل نہیں اور بعض لوگ اس کے بال بچوں پر ترس کھاتے ہیں اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر اسے امام رہنے دینا چاہتے ہیں۔ براہ کرم شریعت اسلامیہ کی روشنی میں فرمایئے کہ اس کو اس منصب پر رہنے دیا جائے یا نہ۔ اس لیے کہ اس منصب پر اس شخص کا بحال رہنا دین کی بدنامی مسجد کی ویرانی اور نمازیوں کے تنفر کا باعث بن رہا ہے۔ وہ اپنے فرائض کا پابند نہیں' نماز وغیرہ سے اکثر غیر حاضر رہتا ہے اور نشان دہی کرنے پر کہتے ہیں کہ آپ کب پانچ وقت آتے ہیں۔ ان کا یہ عیب بدنامی کا باعث ہے۔ جھوٹ بولنے کے مرتکب بھی ہوتے ہیں اور ان کے مقتدیوں میں یہ بات مشہور ہے اس کی انتہا یہ ہے کہ ان کو با قاعدہ بنانے کے لیے جب رجسٹر حاضری کا اہتمام کیا گیا تو انھوں نے بعض ان اوقات کی بھی حاضری لگادی جن میں وہ نماز میں حاضر نہیں تھے وہ معاملات اور لین دین کے کھرے نہیں۔ لوگوں سے قرض لینا' وقت پر ادا نہ کرنا اور لوگوں کا تنگ آ کر اسے معاف کر دینا۔ یہ معاملہ بھی کئی مقتدیوں سے پیش آ چکا ہے۔ اس لیے ان کو قابل اعتبار نہیں سمجھا جاتا۔ ان پر ہیرا پھیری کرنے کا اور غلط بیانی کا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔ جن میں سے بعض ثابت بھی ہو چکے ہیں۔ لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے جو پڑھتے ہیں وہ بھی کراہت اور بامر مجبوری۔ بعض لوگوں سے یہ بات بھی سننے میں آئی کہ کچھ لوگ جب ان کی اقتداء میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں تو امام کی نیت نہیں کرتے۔ امام صاحب اور ان کے مقتدیوں میں لڑائی جھگڑے اور تو تراک کی نوبت بھی آتی رہتی ہے۔ بعض لوگوں کو جب وہ منانے گئے تو ان کا جواب یہ تھا کہ چونکہ ہم آپ کو امامت کے قابل نہیں سمجھتے اس لیے آپ کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے ان کو مقتدیوں میں مقبولیت، ہر دلعزیزی اور اعتماد حاصل نہیں ہے۔ الغرض وہ علم دین سے بے بہرہ' امانت و دیانت سے کورے اور ہر دلعزیزی و مقبولیت سے محروم ہیں۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی پوری تحقیق کرے اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ نمازی امام میں کسی دینی نقص کی وجہ سے اس کی امامت سے راضی نہیں تو اس کو امامت سے ہٹایا جائے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے[1]۔ فقط

---

۱) (ومن أم قوماً وهم له كارهون أن) الكراهة لفساد فيه اولانهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما لحديث أبي داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعيد كراچي.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع رشيديه كوئٹه.

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۷ اصفر ۱۳۹۴ھ

مقتدیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امامت کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) کیا کوئی امام بغیر رضامندی مقتدیان امامت کر سکتا ہے۔

(۲) کیا کوئی امام زبردستی مصلی پر کھڑا ہو کر جماعت کرا سکتا ہے جب کہ مقتدیان کی کثیر تعداد اس سے ناراض ہو۔

(۳) جب امام خائن ہو اس کی اقتداء میں نماز ہو سکتی ہے۔

(۴) کیا کاذب امام کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے۔

(۵) جبکہ امام زکوۃ کا مال کھاتا ہو اور اکثر لوگوں کا مقروض ہو اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔

(۶) جب کہ امام صاحب کو کہا جائے کہ تم مسجد میں جا کر نماز پڑھا کرو تو وہ کہے کہ میں کتوں کے پیچھے نماز پڑھوں۔ میری نماز نہیں ہوتی کیا دوسروں کی نماز ہو جاتی ہے۔

(۷) جب کہ امام صاحب کے مسجد کے حساب میں گڑبڑ ہو اور مقتدی امام سے متنفر ہوں کیا اس صورت میں زبردستی امامت کا حقدار ہے۔

(۸) کیا جھوٹ بولنے والے کی امامت جائز ہے۔

۱۔۲ کتب فقہ میں ہے کہ اگر امام میں کچھ نقصان نہیں تو مقتدیوں کی ناراضی کا اثر نماز میں کچھ نہیں۔ امام کی نماز بلا کراہت درست ہے اور گناہ مقتدیوں پر ہے اور اگر امام میں نقص ہو اور اس وجہ سے مقتدی ناخوش ہیں تو امام کے اوپر مؤاخذہ ہے اور اس کو امام بنا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے[1]۔ **ولو ام قوما وھم له کارھون**

---

۱) الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وکذا فی حاشیه الطحطاوی کتاب الصلوۃ باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

ان الکراهة لفساد فیه اولانهم احق بالامامة منه کره له ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وھم له کارھون (وان ھوا حق لا) والکراھة علیھم (۳) جو شخص لوگوں کے حقوق وغیرہ باوجود استطاعت کے ادا نہ کرے اور مار لیوے وہ ظالم اور فاسق ہے[1] اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے[2]

(۴) اس کا بھی یہی حکم ہے[3]۔ (۵) اگر وہ مستحق زکوۃ ہے تو اس کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے[4] اور امامت صحیح ہے مقروض کی امامت صحیح ہے[5]۔ (۶) یہ بنا برا ہے۔ (۷) اس کا حکم جواب (۱، ۲) میں گزر

---

۱) قوله وفاسق ، من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر ، والزانی وآكل الربو ونحو ذالك كذا فی البرجندی إسماعيل شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید کراچی. وكذا في تفسير روح المعانی سوة البقرة آیت ۲٦، ۱/۲۸٤ دار إحياء التراث العربی . وكذا فی حاشيه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) بل مشى فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی. وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه .

وكذا فی حاشيه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۳) بل مشی فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی.

وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه .

وكذا فی حاشيه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

٤) أی مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهوله ادنى شئ…… ومسكين من لا شئ له كتاب الزكاة باب المصرف ۲/۳۳۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی، وكذا فی حاشيه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

وكذا فی النهر الفائق كتاب الزكاة باب المصرف ص:۱۵۸ بيروت لبنان

۵) وفی فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوى والقراءة، تاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ۱/٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.

وكذا فی الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی .

وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

گیا(۱)۔(۸) ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

جھوٹ بولنے اور خیانت کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور جھوٹا قرآن اٹھاتا ہے۔ امانت میں خیانت کرے اور جب اس کے حساب کو چیک کیا جاوے تو کئی ہزار کا غبن پکڑا جاوے اور مذہب بھی تبدیل کرتا رہے۔ کبھی دیوبندی اور کبھی بریلوی۔ آیا اسلام اس کی مطلق اجازت دیتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے(۳)۔ اس کو امامت سے ہٹایا جاوے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

۱۲ شوال ۱۳۹۴ھ

---

۱) ومـن أم قوماً وهم له كارهون أن الكراهة لفساد فيه اولانهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما لـحـديـث أبي داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعيد كراچي.

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) بـل مشـى فـي شـرح الـمنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی.

وكذا في حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه .

وكذا في حاشيه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

۳) بـل مشـى فـي شـرح الـمنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی.

وكذا في حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه .

وكذا في حاشيه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

٤) أما فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأنه في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ، شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی.

ومثله في حلبی كبير ، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدی كتب خانه .

ومثله في حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع كتب قديمی خانه.

جھوٹا دعویٰ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴾س﴿

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کسی مسجد کا امام ہوا۔ متولی مسجد نے آکر مکان ملکیہ مسجد رہائش کے لیے دیا اور کئی سال اس مکان میں رہائش پذیر رہا۔ پھر کسی نے محکمہ سیٹلمنٹ میں درخواست دلوائی۔ طلبی پر جا کر بیان دیا کہ میں سال ۵۷ء میں خانپور آیا۔ موجودہ مکان مقفل پڑا تھا۔ جناب حسن محمود صاحب جو اس وقت وزیر بلدیات تھے۔ انھوں نے تھانیدار کو بلوا کر مجھے قبضہ دلوایا جب سے میں مکان میں رہائش پذیر ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ مکان ہندوؤں کا ہے۔ مجھے دیا جاوے میں رقم دونگا۔ متولی مسجد کو بیان دینے سے پہلے ایک اقرار نامہ لکھ دیا ہے کہ یہ مکان مسجد پر وقف ہے یعنی ملکیت ہے میں بسلسلہ امامت اس میں رہائش پذیر ہوں۔ نیز امام مسجد مذکور نے اس مکان کے متصل دو مرلہ کا پلاٹ خرید کیا۔ پٹہ رجسٹری کرایا۔ جس کے حدود اربعہ شمالی جانب مکان مسجد تھا۔ اس کو اپنے نام کا مکان لکھوایا۔ اس کے علاوہ دیگر عادات ناشائستہ اس امام میں موجود ہیں۔ جھوٹ' گالی گوئی' غصب۔ لہٰذا متولی واکثر مقتدیان سخت متنفر ہوکر دوسری مسجدوں میں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لہٰذا شرعاً ایسے امام کے پیچھے جو غاصب وکاذب ہو اور جماعت اس سے متنفر ہو کیا نماز پڑھنا جائز ہے؟ امام مذکور مسجد میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ مکان مسجد کا ہے مجھ پر حرام ہے اور محکمے میں بیانات دیتا ہے کہ مکان ہندو کا ہے مجھے دیا جاوے اور چغل خوری ومحلّہ میں فتنہ برپا کرتا ہے۔ فقط

﴾ج﴿

فاسق شخص کی امامت مکروہ ہے[1]۔

اپنے آپ کو سید ظاہر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴾س﴿

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نسباً غیر سید ہوتے ہوئے خود کو عمداً شد ومد کے ساتھ

---

۱) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد كراچى۔
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشيه الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

سید کہلانے پر مصر ہے اور ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا اس سے متعلق احادیث میں کوئی وعید وارد ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر فی الواقع یہ شخص نسباً سید نہ ہو اور اپنے کو سید نسبا ظاہر کرتا ہو اور اس پر مصر ہو اور جان بوجھ کر ایسا کرتا ہو تو یہ شخص گناہ گار بنتا ہے اور ایسے شخص پر احادیث میں لعنت وارد ہوئی ہے[1]۔ اس کو توبہ تائب ہونا چاہیے[2] ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذوالحج ۱۳۸۷ھ

طلاق دے کر منحرف ہونے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندوستان بذریعہ خط ۱۹۴۸ء میں اپنی دونوں عورتوں کو جو پاکستان میں تھیں طلاق دیدی اور اس کے تین خط اور آئے جن میں بھی طلاق کا ذکر ہے جو کہ پیش خدمت ہیں۔ پھر وہ ۱۹۵۵ء میں خود پاکستان آ گیا پھر اس نے حاجی ولی محمد و اسلام الدین سے کہا کہ میرا حلالہ کرادو مگر یہ شخص حلالہ پر راضی نہیں ہوئے۔ پھر وہ شخص اپنی بیوی کے رشتہ داروں کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے۔ پنچایت نے خطوں کو دیکھا وہ خطوں سے انکاری ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اور کہا کہ لفافہ میرا تحریر کردہ اور اندر کا خط میری تحریر نہیں ہے۔ اس کے متعلق قرآن شریف اٹھا لیا۔ اب وہ مسجد میں امام ہے اور سوال یہ ہے کہ آیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) عن سعد رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ادعی إلی غیر أبیہ وھو یعلم انہ غیر أبیہ فالجنۃ علیہ حرام باب من ادعی الی غیر أبیہ بخاری ۱۰۰۱/۲ طبع ، قدیمی کتب خانہ۔

۲) والذین إذا فعلوا فاحشۃ اوظلموا أنفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم سورۃ آل عمران آیت ۱۳۵، پارہ۴۔
وعن أنس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون رواہ الترمذی . وابن ماجہ باب التوبۃ والاستغفار ص:۲۰۴ مشکوۃ المصابیح طبع قدیمی کتب خانہ. وکذا فی ابن ماجہ باب التوبۃ والاستغفار ص:۳۲۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

۳) أما فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بأنہ لا یھتم لامر دینہ وبأن فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم إھانتہ شرعاً ، شامی کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۵۶۰/۱ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی۔
وکذا فی حلبی کبیر ، کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۵۱۳ سعیدی کتب خانہ ۔
وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۳۰۲ طبع کتب قدیمی خانہ۔

ج

اگر حاجی ولی محمد واسلام الدین اس بات کی گواہی دے دیں کہ اس نے کہا کہ میری عورت سے حلالہ کرادو تو باوجود خطوط سے انکاری ہونے کے بھی طلاق واقع ہوگئی (۱)۔ پھر ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے (۲) اور اس کی امامت ناجائز ہے (۳)۔ آئندہ کے لیے وہ عورت اس کے حوالہ بغیر حلالہ کے نہ کی جاوے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

وعدہ خلافی اور جھوٹ کے مرتکب کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد کا امام ہے۔ مقتدی اس کے پیچھے چند خرافات کی وجہ سے نماز پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔ وہ خرافات یہ ہیں: تھانے میں جا کر لوگوں کے ناجائز اور غیر شرعی معاملات میں سفارش کر کے عزم سے پیسے لے کر خود بھی اور پولیس کو بھی کھلاتا ہے بات بات میں جھوٹ بولتا

---

۱) وما سوى ذالك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أورجل وأمرأتين سواء كان الحق ما لا أو غير مال مثل النكاح والطلاق هدايه كتاب الشهادة، ج ۳، ص ۱۶۱ طبع مكتبه رحمانيه۔
وكذا في الدر المختار كتا ب الشهادات ۵/۴۵۶ طبع مكتبه ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.
وكذا في البحر الرائق كتاب الشهادات ۷/۱۰۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچی.
ومثله في حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه .
وكذا في حاشيه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع قديمی كتب خانه.

۳) ويكره أنه يكون الأمام فاسقا ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۳ طبع مكتبه إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه وكذا في رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۶۱۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه . قال الله تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره الآية: سورة البقرة : ۲۳۰ پاره:۲ .
وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة...... لم تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أويموت عنها الهداية: ۲/ ۴۰۹ كتاب الطلاق باب الرجعة رحمانيه لاهور.
وكذا في الدر المختار باب الرجعة ۳/ ۴۰۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔

ہے۔ جھوٹی قسم اٹھاتا ہے۔ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ امانت میں خیانت کرتا ہے۔ جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔ ایک شخص کی درخواست پر امام صاحب نے ایک شخص کے خلاف کچھ تحریر لکھی۔ نمازیوں نے جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے یہ تحریر نہیں لکھی اور جھوٹا قرآن اٹھالیا۔ نمازیوں نے فوراً وہ درخواست امام صاحب کے سامنے کردی اور اس کی لکھی تحریر اس کو دکھائی تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اسی طرح سے ایک شخص نے تھانے میں ایک شخص کے خلاف درخواست دی کہ میں نے فلاں آدمی سے ۶۰۰ روپے لینے ہیں۔ ملزم اور امام صاحب تھانے میں موجود تھے۔ ملزم افسر مجاز کے سامنے بدتمیزی سے سگریٹ پینے لگا۔ تو افسر صاحب نے اس کو حوالات میں بند کرایا۔ امام صاحب کے کہنے پر اور یہ وعدہ کرنے پر کہ میں جا کر ان کا آپس میں فیصلہ کرادوں گا اس کو حوالات سے بری کردیں امام صاحب کی زبان پر یقین کرتے ہوئے افسر مجاز نے اس کو چھوڑ دیا۔ امام صاحب اس کو لے کر عدالت میں گئے اور افسر مجاز کے خلاف استغاثہ کر دیا اور خود گواہی دی۔ جب اس واقعہ کا نمازیوں کو پتہ چلا تو انھوں نے امام صاحب کو کہا کہ آپ نے وعدہ خلافی کیوں کی ہے۔ اس نے کہا کہ آپ میری اور افسر مجاز کی صلح کرادیں۔ پھر میں استغاثہ واپس کرادوں گا نمازیوں نے کوشش کر کے صلح کرادی اور سینہ سے سینہ ملادیا اور یہ طے پایا کہ استغاثہ واپس کرلیں گے۔ لیکن اگلے دن اس صلح اور وعدہ سے امام صاحب پھر گئے۔ اس طرح اپنی زمین ایک شخص کو دس ہزار روپے میں فروخت کر دی اور اس سے رقم بھی لے لی ابھی انتقال نہیں ہوا تھا کہ دوسرے شخص کو بیس ہزار روپے میں فروخت کر دی۔ الغرض اس قسم کے بہت سے واقعات کرتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے نمازی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھاگتے ہیں۔ میں نے علماء سے سنا ہے کہ جس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنا پسند نہ کریں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ آپ مفصل طور پر جواب دیں تاکہ آئندہ ایسے اماموں سے لوگوں کی نمازوں کو نقصان نہ پہنچے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی اس کی تحقیق کرے۔ اگر امام میں ان باتوں کا ثبوت ہو جائے کہ لوگوں سے ناجائز طور پر رقم وصول کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، ناجائز حلف اٹھانے اور وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت کرنا اس کی عادت ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[1]۔ تمام امور یا کوئی ایک گناہ اس امام میں ثابت ہو جائے تو

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید۔
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشيه الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

وہ فاسق ہے(۱) اور فاسق کی امامت درست نہیں اس کو امامت سے الگ کیا جاوے(۲)۔ ویسے بھی اگر کسی امام پر کسی شرعی عذر کی وجہ سے اکثر نمازی ناراض ہوں تو اس کو امامت سے الگ کرنا جائز ہوتا ہے۔" لحدیث ابی داؤد لایقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون(۳)۔" درمختار میں ہے۔ویکرہ امامة عبدالخ وفاسق"(۴) شامی میں ہے۔ اما الفاسق الخ بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم(۵)

جھوٹی قسم کھانے والے کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم امام مسجد میں رات کو ایک شخص کے خلاف پروگرام بناتا ہے صبح کو جس وقت لوگوں کو اس پروگرام کا علم ہوتا ہے تو مولانا سے دریافت کیا جاتا ہے تو مولانا قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر صاف انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس شخص سے مباہلہ کرتا ہوں جس نے آپ کو اطلاع دی ہے چند لوگوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مولانا نے یہ پروگرام ہمارے ساتھ کیا تھا تو اب برائے کرم یہ بتائیں کہ اس امام کے پیچھے نماز ٹھیک ہے یا نہیں اور نیز مسجد کی امامت بھی کرا سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

---

۱) قوله وفاسق ، من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربو ونحو ذالك كذا في البر جندى (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع سعيد

وكذا في تفسير روح المعاني سوة البقرة آيت ۲۶، ۱/۲۸۴ دار أحياء التراث العربي .

۲) أما فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأنه في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ، شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايج۔ ايم ۔ سعيد كراچى.

وكذا في حلبي كبير، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى كتب خانه .

وكذا في حاشية الطحطاوى، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع كتب قديمى خانه.

۳) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه. وكذا في حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۴) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا في الخلاصة كتاب الصلوة باب الامامة الفصل الخامس عشر في الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دار العلمية بيروت لبنان.

۵) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه. وكذا في حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

﴿ج﴾

بشرطِ صحت واقعہ اس طرح جھوٹی قسم کھانا سخت گناہ ہے[1]۔ امام صاحب کو توبہ کرنا چاہیے پھر اس کی امامت درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ ذوالحج ۱۳۸۸ھ

جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

بخدمت جناب مولوی صاحب السلام علیکم۔ لڑکی کی پیدائش یکم جون ۱۹۴۰ء کی ہے۔ اس کا نکاح شرعی پڑھایا گیا یکم نومبر ۱۹۵۲ء کو اس کے والد نے دعویٰ تنسیخ نکاح دائر کرایا جو لڑکی کے حق میں ہو گیا ہے۔ مورخہ ۲۸۔۴۔۷ کو فیصلہ ہوا ہے اگر پہلا خاوند جس کے ساتھ نکاح شرعی ہوا تھا وہ طلاق نہ دیوے تو نکاح پہ نکاح کرا سکتی ہے یا نہیں۔ قرآن شریف کے فیصلے پر فتویٰ دیا جائے۔

﴿ج﴾

بشرطِ صحت سوال اگر یہ نکاح لڑکی کے بلوغ کے وقت کے بعد اس کی اجازت کے شرعی طریقہ سے پڑھایا

---

۱) عن عمران بن حصين رضى الله عنه قال قال النبى صلى الله عليه وسلم من حلف على يمين مصبورة كـاذبـاً فليتبوأ مقعده من النار سنن أبى داؤد، كتاب الايمان باب التغليظ فى اليمين الفاجرة ۲/۱۰۸ طبع رحمانيه لاهور.
مـن الـكبـائر الاشراك بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس اعلاء السنن ۱۱/۳۴۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه .
وكـذا فى الهندية غموس وهو الحلف على إثبات شئى او نفيه فى الماضى أوالحال يتعمد الكذب فيه فهـذا اليـمين يأثم فيها صاحبها وعليه فيها الاستغفار والتوبة دون الكفارة كتاب الايمان الباب الاول ۲/۵۲ طبع مكته رشيديه كوئٹه.

۲) والذين اذا فعلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم الأية(سوره ال عمران: ۱۳۵)
وعـن أنس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل بنى آدم خطاء وخير الخطائين التوابون رواه الترمذى .
وابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۴ مشكوة المصابيح طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

گیا ہے تو یہ نکاح نہ قاضی فسخ کر سکتا ہے اور نہ لڑکی خود یا اس کے والد وغیرہ اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔ شرعاً نکاح سابق بدستور باقی ہے۔ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا قطعاً ناجائز اور حرامکاری ہے [1]۔ دوسری جگہ نکاح پڑھانے والا مولوی صاحب اور نکاح میں موجود دوسرے اشخاص سخت گنہگار بن گئے ہیں [2] بشرطیکہ ان کو علم ہو کہ یہ نکاح ناجائز نکاح ہو رہا ہے۔ سب کو توبہ کرنا ضروری ہے [3]۔ توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ نکاح خوان اور موجودہ دوسرے اشخاص طرفین میں تفریق کرانے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ نکاح خواں کی امامت مکروہ تحریمی ہے [4] یہاں تک کہ توبہ تائب ہو جائے۔ اگر طرفین تفریق نہ کریں تو تمام لوگوں کو ان سب کا بائیکاٹ کرنا چاہیے [5]۔ نیز اگر لڑکی کا نکاح نابالغی میں بعمر چھ سات سال اس کے باپ نے کرایا ہے جیسا کہ گواہ نمبر چار محمد حیات نکاح خوان کا بیان ہے پھر بھی حاکم وغیرہ کو فسخ کا حق نہیں اس لیے

---

۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته لانه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد اصلاً رد المحتار كتاب النكاح باب المهر مطلب في النكاح الفاسد ص:۱۳۲ ج ۳ طبع سعید کراچی. وكذا في البحر الرائق كتاب الطلاق باب العدة ۲٤۲/٤ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ. وكذا في الهندية كتاب النكاح الباب الثالث في بيان المحرمات القسم السادس ۲۸۰/۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

۲) سورة المائدة آيت :۲.

وفي تفسير روح المعاني قوله تعالى ولا تعاونوا فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام سورة المائده آيت:٦ ،٦٠/٣١٤ طبع دار إحيا التراث العربي بيروت. وكذا في تفسير ابن كثير سورة المائدة آيت:۲ ،٤٥٣/۲ طبع قديمي كتب خانه.

۳) والذين اذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروالذنوبهم الآية: ۱۳٥ ،پاره ٤.

كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون رواه الترمذي وابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص:٢٠٤ مشكوة المصابيح طبع قديمي كتب خانه.

وكذا في ابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

٤) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق قوله فاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا ونحوذالك بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣طبع قديمي كتب خانه.

٥) قال الله تعالى فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين سورة الانعام آية:٦٨.

يعني بعد ما تذكر نهى الله لا تقعد مع القوم الظالمين وذالك عموم في النهي عن مجالسة سائر الظالمين من أهل الشرك وأهل الملة لوقوع الاسم عليهم جميعا أحكام القرآن للجصاص سورة الانعام باب النهي عن مجالسة الظالمين ١٦٦/٤ دار أحياء التراث العربي بيروت.

فان هجرة اهل الهواء والبدع واجبة على مر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق مرقاة شرح مشكوة كتاب الاداب باب ما ينهى عنه من التهاجر الفصل الاول ٢٣٠/٩ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

کہ باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا[1]۔ **کما فی کتب الفقه ولهما خیار الفسخ فی غیر الاب والجد بشرط القضاء** [2]۔ نیز اگر شرعی طریقہ سے گواہوں سے ثابت ہو جائے کہ محمد حیات نے غلط گواہی دی ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۲؍ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ

جھوٹے دعوے کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عہد شکنی کرنے والے، زانی اور چوری کی امداد کرنے والے، جھوٹے دعوے کرنے والے، مقتدیوں کی مرضی کے بغیر زبردستی امامت کرنے والے، لوگوں سے جاہ اور زمین غصب کرنے والے کی امامت جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

جو امام بلا وجہ عہد شکنی کرتا ہو، جھوٹ بولتا ہو اور مقتدی اس کی بے دینی یعنی شرعی نقائص کی وجہ سے امامت

---

۱) ولهما خيار البلوغ في نكاح الاب والجد عند أبي حنيفة ومحمد فتاوى قاضي خان فصل في الاولياء ۳۵۷/۱ طبع رشيديه .

وكذا في الهنديه الباب الرابع في الاولياء ۲۸۵/۱ رشيديه كوئٹه.

وكذا في فتح القدير باب الاولياء والاكفاء ۱۵۷/۳ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) وان زوجها غير الاب فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ويشترط فيه القضاء كتاب النكاح باب في الاولياء والاكفاء الهدايه ۳۳۸/۲، ۳۳۹ رحمانيه لاهور.

وكذا في البحر الرائق ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الاب والجد بشرط القضاء كتاب النكاح باب الاولياء والاكفاء ۲۱۱/۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه وكذا في النهر الفائق كتاب النكاح باب الاولياء والاكفاء ۲۰۹/۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم(شامي) كتاب الصلوة باب الإمامة ۵۶۰/۱ طبع ايچ- ايم سعيد كراچي . وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى كتب خانه ـ وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمي خانه.

سے ناراض ہوں تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۷ رجب ۱۳۹۶ھ

قرابت داروں کے خلاف جھوٹا کیس کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) زید جس کی نواسی عرصہ سات سال سے بلوغ کو پہنچی ہوئی ہے اس کی شادی نہیں کرتا۔

(۲) جھوٹا کیس اپنے قرابت داروں پر بابت سرقہ کیا۔

(۳) اہل جماعت کی ایک تہائی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ جب کہ دو تہائی اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

(۴) قرآن غلط پڑھتا ہے تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے۔

﴿ج﴾

منتظمہ کمیٹی اور نمازی پوری تحقیق کریں اگر زید واقعی لوگوں پر جھوٹے مقدمات قائم کرتا ہے اور قرأت میں غلط تلفظ کرتا ہے اور مسجد کے اکثر نمازی کسی شرعی عیب کی بنا پر اس کی امامت پر راضی نہیں تو ایسے شخص کو امامت سے الگ کرنا لازم ہے[2] اور کسی دیندار متقی عالم کو امام مقرر کرنا لازم ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

---

۱) ومن أم قوماً وهم له كارهون أن الكراهة لفساد فيه اولانهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريماالدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعيد كراچي. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔ وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، رد المحتار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي. وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذاحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳طبع قديمي كتب خانه.

۳) وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة تاتارخانيه ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه. وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸،۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد. وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

ماں کے نافرمان تاش کھیلنے کے عادی شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس شخص میں مندرجہ ذیل اوصاف ہوں کیا وہ شخص امامت کرنے کے قابل ہے یا کہ نہیں وہ اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

والدین کا نافرمان، تاش کھیلنے والا، یتیموں کا حق کھانے والا، شہادت یعنی جھوٹی گواہی دینے والا مذکورہ بالا شخص والدین کا نافرمان تھا والدین کو تکلیفیں دیتا برے الفاظ استعمال کرتا جو نہ کرنے کے قابل تھے۔ اس شخص نے اپنے والدین سے کئی مرتبہ معافی مانگی مگر عوام کے اصرار پر کیونکہ لوگوں نے کہا کہ اگر معافی نہ مانگی تو مسجد سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ مگر معافی مانگنے کے باوجود بھی اپنی بات پر ہی رہتا تھا، مذکورہ بالا شخص کی والدہ قریب المرگ تھی تو اس وقت مذکورہ بالا شخص کی والدہ نے کہا کہ میرا آخری وقت لگتا ہے میرے بیٹے کو کہو کہ ایک مرتبہ آ کر مجھے اپنا چہرہ دکھا دے۔ اگر نزدیک نہیں آتا تو دور ہی سے چہرہ دکھا دے۔ تو اس کے بارے میں مذکورہ بالا شخص نے جواب دیا کہ اگر وہ یعنی والدہ مر جائے تو میں اس کی قبر پر جا کر پیشاب بھی نہیں کروں گا۔ آخر کار والدہ انتقال کر گئی اور مذکورہ بالا شخص نزدیک بھی نہ گیا یہاں تک کہ جنازہ میں بھی شریک نہ ہوا تاش بہت کھیلا کرتا تھا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے منع کیا اور کہا کہ یا تو تاش کھیلنا چھوڑ دو یا پھر مسجد سے علیحدہ ہو جاؤ تو مجبوراً تاش کھیلنے سے توبہ کی مگر اس کے باوجود پھر بھی پوشیدہ تاش کھیلا کرتا تھا تو لوگوں کو پھر معلوم ہو گیا تو پھر عوام کے مجبور کرنے پر توبہ کی اور یہ الفاظ اپنی زبان سے کہے کہ اگر آئندہ مجھ کو تاش کھیلتا دیکھیں یا میں تاش کھیلوں تو میری عورت مجھ پر حرام ہو جائے۔ اس کا ایک مفتی صاحب سے فتویٰ لایا گیا اور پھر امام مقرر کیا گیا۔ اس نے عدالت میں جا کر ایک اغوا شدہ لڑکی کے بارے میں گواہی دی کہ میں نے اس کا عقد فلاں شخص سے کیا ہے۔ مگر مذکورہ بالا الفاظ صریحاً غلط ہیں۔ اس نے اغوا شدہ عورت کا عقد کیا ہی نہیں تھا۔ آخر کار یہ بات لوگوں پر ظاہر ہو گئی انہوں نے پھر امام صاحب پر اعتراض کیا کہ امام صاحب کو یہ جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ اس جھوٹ کی بنا پر کوئی شخص امامت کے قابل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کو امامت سے علیحدہ کر دینا چاہیے مگر پھر معافی طلب کر لی۔ معافی طلب کرنے کے باوجود پھر جھوٹی گواہی دی اور تاش کھیلتا ہوا پکڑا گیا۔ اس بنا پر لوگوں نے امام صاحب کو مسجد سے علیحدہ کر دیا اور یہ کہا کہ تمہاری عورت تم پر حرام ہو چکی ہے۔ اس کا عقد ثانی از روئے شریعت دوبارہ کرو مگر وہ اسی عورت کے ساتھ باقاعدہ موجود ہے اور شریعت کے سب احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اب پھر امام بننے کا خواہش مند

ہے۔تو اب کہیں امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور کونسی سزا کا مستحق ہے۔وہ اپنی عورت کا عقد ثانی کرے یا نہیں، اس کے بارے میں شرع شریف اقوال ائمہ مجتہدین اور احادیث نبوی کی روشنی میں آگاہ کیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! والدین کا نافرمان ہونا(۱)، یتیموں کا مال کھانا(۲)، جھوٹی گواہی (۳) دینا، تاش کھیلنے (۴) پر اصرار کرنا سب گناہ کبیرہ ہیں۔قرآن وحدیث کی صریح نصوص میں ان کے متعلق سخت سخت وعیدیں وارد ہیں۔ان افعال کے مرتکب کی امامت مکروہ تحریمی ہے(۵)۔اس کو ہمیشہ کے لیے مسجد کا امام

---

۱) الکبائر الاشراك بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس رواه البخاری مشکوة المصابيح باب الکبائر وعلامات النفاق ص:۱۷ طبع قدیمی کتب خانه.
وكذا في اعلاء السنن ۳٤۲/۱۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا في مرقاة المفاتيح كتاب الايمان باب الكبائر وعلامات النفاق ۲۰٦/۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) لما في قوله تعالى إن الذين يأكلون اموال اليتمى ظلما انما ياكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا سورة النساء پاره٤.
عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالو يارسول الله وما هن قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التى حرم الله الا بالحق وآكل الربوا وآكل مال اليتيم مشکوة المصابيح كتاب الايمان باب الكبائر وعلامات النفاق ص:۱۷ طبع قدیمی کتب خانه.
وكذا في مرقاة المفاتيح كتاب الايمان باب الكبائر وعلامات النفاق ۲۰۷/۱، ۲۰۸طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳) ذالك ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه وأحلت لكم الانعام الا ما يتلى عليكم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور سورة الحج آية: ۳۰،پاره :۱۷.
رد المحتار كتاب الشهادات باب الشهادة على شهادة ٥۰۳/٥ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

٤) وكره تحريماً اللعب بالنردو كذا شطرنج در المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۳۹٤/٦ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا في البحر الرائق كتاب الكراهية ۳٥٤/٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في خلاصة الفتاوى فصل فيما يتعلق به ۳٥٤/٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٥) بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم شامی كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦۰/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
ومثله في حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
ومثله في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

رکھنا نا جائز ہے (۱)۔ کسی صالح اور متقی شخص کو ہی امام رکھا جائے (۲)۔ اگر حلف بالطلاق اٹھانے کے بعد تاش کھیلتے پکڑا گیا تو اس کی بیوی مطلقہ بائنہ ہوگئی (۳) اس کے ساتھ آباد رہنے کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے (۴)۔ بدوں تجدید کے اس کے ساتھ آباد رہنا حرام ہے (۵)۔ صورت مسئولہ میں اندریں حالات یہ شخص امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر تجدید نکاح اور تمام امور ممنوعہ سے توبہ تائب ہو جائے اور عوام کو اس کی توبہ پر اور اس کے صلاح وتقویٰ پر اعتماد حاصل ہو جائے تب کہیں جا کر امام رکھا جا سکتا ہے۔ نیز والدین میں سے جو زندہ ہو اس سے یہ معافی مانگ لے اور جو ان میں سے مر گیا ہے اس کے لیے تہہ دل سے دعا و استغفار کرے اور رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۹ جمادی الاخری ۱۳۸۶ھ

---

۱) لا ينبغي ان يقتدى بالفاسق إلا في الجمعة لانه في غيرها يجد إماماً غيره رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد كراچي.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه.

۲) وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ص: ٦٠٠ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧،٥٥٨ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٢٣٩ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) (فيقع بعده) أى يقع الطلاق بعد وجود الشرط كتاب الطلاق باب التعليق ٤/١٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في هداية كتاب الطلاق باب الايمان في الطلاق ١/٣٩٨ رحمانيه لاهور.
وكذا في الهندية كتاب الطلاق الفصل الثالث في تعليق الطلاق ١/٤٢٠ طبع رشيديه كوئٹه.

٤) وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها با لاجماع الدر المختار كتاب الطلاق باب الرجعة، ٣/٤٠٩ طبع سعيد كراچي.
وكذا في الهندية كتاب الطلاق افضل فيما تحل به المطلقة ١/٤٧٢ طبع سعيد كراچي.
وكذا في تبيين الحقائق كتاب الطلاق باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة ٣/١٦٢ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

٥) عن جابر رضى الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم الا لا يبيتن رجل عند امراة ثيب إلا أن يكون ناكحا أو ذا محرم الصحيح المسلم ١/٢١٥ كتاب السلام باب تحريم الخلوة إلا جنبية طبع قديمى كتب خانه وكذا في الدر المختار الخلوة بالاجنبية حرام كتاب الحظر والاباحة فصل في النظر والمس ٦/٣٦٨ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي.

نااہل شخص کو ووٹ دینے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب بنیادی جمہوریت کے الیکشن ہوئے تو اس موقع پر دو آدمی کھڑے ہوئے تو ان میں سے ایک عالم دین اور خطیب مسجد تھا۔ دوسرا اس کے مقابلے میں اسلام سے کوسوں دور اور برائے نام مسلمان تھا۔ اس لیے اہل محلّہ نے عالم دین کو ترجیح دیتے ہوئے مولوی صاحب کو کامیاب کیا اور دوسرے کی مخالفت کی۔ جب چیئرمین کے لیے الیکشن ہوئے تو اس عالم دین سے محلّہ کے معززین نے جو بنیادی جمہوریت کے الیکشن کے دوران مولانا کے سرگرم رکن تھے۔ جنہوں نے مالی اور جانی امداد سے مولانا کو کامیاب کیا تھا۔ ان حضرات میں سے کچھ معززین مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استدعا کی کہ حضرت مندرجہ ذیل صفتوں والے آدمی کو ووٹ نہ دیں۔ جس کی صفتیں درج ذیل ہیں۔

شراب پیتا ہے، جوا کھیلتا ہے اور خود اپنے ذاتی مکان میں جوا بازی کرتا ہے اور بھی اس میں کئی عیب پائے جاتے ہیں۔ قمار بازوں کی مالی اور جانی امداد بھی کرتا ہے۔ مولانا صاحب نے ان معززین محلّہ سے وعدہ فرمایا کہ میں ذاتی نقصان کو برداشت کرلوں گا اور ممبری سے استعفادے دوں گا لیکن ایسے شخص کو ووٹ کبھی نہیں دوں گا۔ مولانا صاحب نے اپنے وعدہ سے منحرف ہوکر اس شخص کو ووٹ دیا۔ جس کو ووٹ دینے سے معزز اہل محلّہ نے منع کیا تھا۔ اب ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس خطیب و امام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا و توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نہ معلوم کہ امام صاحب مذکور نے کن مصلحتوں کی بنا پر یا کسی لالچ میں آکر ایسے شخص کو ووٹ دیا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس امیدوار کے مقابلہ میں دوسرا امیدوار کن صفات کا مالک ہے۔ لہٰذا ہم وہاں کے حالات سے پوری طرح واقفیت حاصل کیے بغیر کوئی فتویٰ نہیں دے سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ اس خطیب کے متعلق آپ وہاں کے مقامی علماء کرام سے ہی فتویٰ حاصل فرمائیں۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح لایمکن بدون تنقیح الاحوال محمود عفا اللہ عنہ

۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ

جھوٹ بول کر اپنے کو سید ظاہر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص باہر کسی ضلع کا رہنے والا ہے۔ اپنے آپ کو مولوی کہتا ہے۔ حافظ قرآن اور پیر بتلاتا ہے، دعویٰ سید ہونے کا کرتا ہے۔ خوش آواز ہے۔ پیری مریدی اور وعظ کا پیشہ اختیار کیا ہوا ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ قوم کا سید نہیں ہے اور اپنا نام بھی کئی دفعہ تبدیل کر چکا ہے۔ قرآن مجید بہت خوش آوازی سے پڑھتا ہے لیکن آواز بناتے بناتے قرآن مجید کو قواعد تجوید کے خلاف پڑھ جاتا ہے۔ محرم الحرام کے موقع میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مضمون پڑھتا ہے اور میلاد کے موقع پر میلاد کی مجلس پڑھتا ہے۔ لاؤڈ سپیکر اور نعت خوانوں کے بغیر وعظ نہیں کرتا مسلمانوں میں انتشار پھیلاتا ہے اور اپنے عقیدت مند بنا کر جتھہ بندی کرتا ہے۔ حالانکہ اپنے آپ کو اہل سنت ظاہر کرتا ہے۔ مقصد جتھہ بندی کا صرف یہی ہے کہ میری عزت ہوتی رہے اور مجھے بار بار کہتا ہے کہ مجھے زیادہ سے زیادہ رقم دو۔ فلاں جگہ مجھے بہت پیسے ملتے تھے لیکن تمہاری محبت مجھے یہاں لائی، انتشار کی وجہ سے بعض مقدمے بھی اس پر ہیں، برسر اقتدار طبقہ کے خلاف کبھی اس نے کوئی غلط وعظ نہیں کیا۔ کہتا ہے دین الگ ہے سیاست الگ ہے۔ اس لیے سیاست میں حصہ بالکل نہیں لیتا۔ وہ حریص اور لالچی از حد ہے۔ مفتخر مزاج ہے، دین جتنا سمجھتا ہے یا جتنا دین کو بیان کر سکتا ہے وہ پیشہ کے طور پر دولت جمع کرنا مقصود بنایا ہوا ہے۔ پیری مریدی اور تعویذ گنڈوں کا کام بھی خوب کرتا ہے، لوگوں کو بیعت کرتا ہے، کہتا ہے کہ میرے چالیس ہزار مرید ہیں۔ گاہے گاہے جھوٹ بولتا ہے، گاہے گاہے وعدہ خلافی کرتا ہے، ہر وعظ میں تین صد یا چار صد روپے کما لیتا ہے نماز اور وعظ اہل سنت کے علماء کی طرح پڑھتا اور کرتا ہے۔ مدرسہ اور مسجد کے نام پر بھی رقم مانگتا ہے، کوئی نہ کوئی بہانہ مانگنے کا بنالیتا ہے۔ یہ خرابیاں ہمیں تحقیق سے معلوم ہوئیں کیا یہ شخص **یا ایھاالذین امنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ** کا مصداق ہے، کیا ایسے مولوی اور پیر کا وعظ سننا اور اس کی بیعت ہونا اور اس کو رقم دینا درست ہے یا نہیں ہے۔ مسلمان آپ علماء دین سے شریعت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

ج

مقامی طور پر خوب تحقیق کی جائے اگر واقعی یہ شخص جھوٹ بولتا ہے، بدعات اور رسومات کا ارتکاب کرتا ہے[1] اور مقتدی اس وجہ سے اس کی امامت پر راضی نہیں تو اس کو امامت سے الگ کرنا جائز ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۲۵ رجب ۱۳۹۶ھ

مفعول کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا خطیب پیش امام ہے۔ قرآن نہایت اچھا پڑھتا ہے۔ نماز کے مسائل سے بھی خوب واقف ہے۔ تقریر بھی خوب کرتا ہے۔ وضع قطع بھی خوب اور سفید پوش ہے۔ مگر ان تمام خوبیوں کے ساتھ اس میں ایک شرعی بداخلاقی بھی اظہر من الشمس ہے وہ یہ کہ مفعول بننے کا [illegible] ہے۔ اس مسئلہ میں وہ کافی ذلیل بھی ہو چکا ہے اور کئی آدمی اس کے فاعل بھی موجود ہیں۔

ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جو لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، ان کی نماز علیحدہ صحیح ہوتی ہے یا نہیں۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بجائے جماعت ثانی کرنی جائز ہے کہ نہیں۔ جب کہ اسے علیحدہ کروانے کی غرض سے کی جاوے۔ بینوا توجروا۔

---

۱) فان الكذب يهدى إلى الفجور وإن الفجور يهدى إلى النار باب إجتناب البدع، ابن ماجه، ص: ٦ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى۔
إياكم و محدثات الامور فان شرالامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة ابن ماجه باب إجتناب البدع ص: ٦ طبع سيعد كراچى.

۲) من ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريما۔ لحديث أبى داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ سعيد كراچى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠١ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦٠٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

ج

ایسا شخص جو سفلی کام کرتا ہو امامت کے قابل نہیں فاسق اور عاصی ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے فبہا ورنہ اس کو امام نہ بنایا جاوے کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، شامی میں ہے۔[1] **واما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه (الی قوله) بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم** اس کو امام بنانے والے سب لوگ گنہگار ہوں گے[2]۔ لہٰذا اگر امام توبہ کر لے تو فبہا ورنہ سب پر لازم ہے کہ اس کو امامت سے احسن طریقہ سے علیحدہ کر دیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

سفلی کام کرنے والا (مفعول) فاسق، فاجر ہے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا پیش امام وخطیب ہے۔ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے۔ عالم بھی ہے۔ تقریر بھی اچھی کرتا ہے۔ سفید پوش بھی ہے۔ کپڑے صاف ستھرے رکھتا ہے۔ خلیق بھی ہے۔ گفتگو بھی نہایت سنجیدگی سے کرتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس میں ایک مذہبی، اخلاقی اور واضح جرم (مفعول بننا) بھی ہے اور اس کا مفعول ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ وہ متعدد بار پکڑا گیا اور اس

---

۱) کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) کذا فی حلبی لو قدموا فاسقاً یأثمون بناء علی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

۳) فقد عللوا کراھة تقدیمه بأنه لا یهتم لامر دینه، وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً، شامی کتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

کی بے عزتی بھی ہوئی۔ اس کے اس جرم کے موقع پر گواہ بلکہ خود فاعل بھی متعدد موجود ہیں۔ ان حالات کے تحت جبکہ زید جس مسجد میں خطیب ہے اس کے مقتدی اکثر اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور انہوں نے خطیب برطرف کرنے کا مطالبہ بھی پرزور طریق پر کیا مگر مسجد کا متولی یا منتظمہ کمیٹی اسے علیحدہ نہیں کرتے اور نمازی بحیثیت ایک صنعتی ادارہ کے ملازم ہونے کے اسی مسجد میں نماز پڑھنے پر مجبور ہیں۔ کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں؟ ان کی نماز صحیح ہوگی؟ یا اپنی اپنی نماز علیحدہ پڑھیں؟ یا اسی مسجد میں یا اس سے ہٹ کر دوسری جگہ علیحدہ جماعت کریں؟ کیا ان وجوہ کی بناپر جماعت ثانیہ ہوسکتی ہے جبکہ یہ علم بھی ہو کہ اول جماعت کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ بینوا توجروا۔

واضح رہے کہ سفلی کام کرنے والا شخص فاجر و فاسق ہے[1] اور کتب فقہ میں ہے کہ جس امام میں نقص ہو اور اس وجہ سے مقتدی اس سے ناخوش ہوں تو امام کے اوپر مؤاخذہ ہے اور اس کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ **(لوام قوما وهم له كارهون ان) الكراهة (لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره) له ذلك تحريما لحديث ابى داؤد لايقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون** [2] لہذا متولی مسجد اور منتظمہ کمیٹی پر لازم ہے کہ وہ اس شخص کو منصب امامت جیسے پاک عہدہ سے فوراً برطرف کردے[3] اور **نخلع و نترک** کے ظاہر پر عمل کرے۔ لیکن اگر متولی اور منتظمہ کمیٹی اس امام کو برطرف نہیں کرتے تو

---

۱) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربواونحوذالك في البرجندي اسماعيل (شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى۔ وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت : ۲٦، ۱/۲۸٤ دار أحياء التراث العربى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت لبنان.

۲) ومن ام قوماً وهم له كارهون أن الكراهة لفساد فيه أولا نهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما لحديث ابى داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى۔ وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۰۹ طبع رشيديه كوئٹه.

۳) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً،شامى كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم ۔سعيد كراچى.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذاحاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳طبع قديمى كتب خانه.

اور قریب کوئی اور مسجد بھی نہیں جس میں جماعت کی نماز ادا کی جا سکے تو اسی امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ تنہا نماز پڑھنے سے جماعت سے اس کے پیچھے نماز پڑھنی اولیٰ ہے اور جماعت ثانیہ مسجد معلوم میں یعنی جس مسجد کا امام اور مؤذن مقرر ہو جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے[1]۔ وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة الخ اور شامی میں ہے۔ قوله نال فضل الجماعة افادان الصلوٰة خلفهما اولى من الانفراد لكن لاينال كما ينال خلف تقي ورع[2] الخ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۸صفر ۱۳۹۰ھ

دوسرے شخص کی منکوحہ عورت اپنے گھر بٹھانے والے کی امامت کے متعلق

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے ہمیں بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا۔ اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھ سے فتویٰ مل گیا ہے تو مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے۔ پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ

---

۱) ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة فى مسجد محلة لا فى مسجد طريق قوله ويكره أى تحريماً لقول الكافى لا يجوز الدر المختار مع رد المحتار ۱/۵۵۲ كتاب الصلوة باب الامامة طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا فى بدائع الصنائع كتاب الصلوة فصل وأما بيان محل الوجوب ۱/۱۵۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في احسن الفتاوى مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم ۳/۳۲۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی۔

۲) الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

امام حج پر چلا گیا اور حج کر کے واپس آ گیا تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا وہ گذر گیا جو لوگ اس دو کاندار امام والے تھے انہوں نے اس کو دوبارہ پھر قائم کر دیا۔ جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتوے نہیں دکھا سکتا، آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتوی دکھا دوں گا جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتوی دکھایا جس پر کسی کی کوئی مہر یا دستخط نہیں تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے میں نماز ضرور پڑھاؤں گا۔ باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے اس کا گھر والا زندہ ہے جو کہ ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ اس کے بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا گیا مگر انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا وہ اس امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ دوسرے نمازیوں کو بتا سکتا ہے یا کہ نہیں اور ان کی نماز ہو سکتی ہے کہ نہیں۔

حسب سوال جب تک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے امامت کے قابل نہیں [1] یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کیے بغیر بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا اور امام مسجد بننا نہایت درجہ جرأت ہے اگر سوال مطابق واقع کے ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد عبدالشکور ملتانی، غفرلہ

۲ ر رجب ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۳ شعبان ۱۳۸۹ھ

---

۱) لما فی الدر المختار أما نكاح الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم إنها للغير لانه لم يقل أحد بجوازه اصلا كتاب الطلاق باب العدة مطلب فی النكاح الفاسد ۳/۵۱۶ طبع ایچ- ایم سعيد كراچی. وكذا فی الهنديه كتاب النكاح الباب الثالث فی بيان محرمات القسم السادس المحرمات التی يتعلق بها حق الغير ۱/۲۸۰ طبع، مكتبه رشيديه كوئٹه.
وفاسق من الفسق : وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ-ایم-سعيد كراچی.
بل مشى فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامی) كتاب الصوة باب الامامة ۱/۵۶۰ سعيد كراچی.

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر غلط کاری کا الزام ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن ہے جو لڑکے پڑھاتا ہے اور امام کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرواتا ہے اور لڑکے پڑھنے والوں نے کہا ہے کہ یہ اغلام بازی کرتا ہے۔ اور چک کے معزز آدمیوں کے سامنے اور اس حافظ کے منہ پر بھی کہہ دیا ہے کہ یہ اغلام بازی کرتا ہے اور اکثر بچے بھی اس وجہ سے اس کے پاس پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔ آیا ایسے حافظ سے بچوں کو تعلیم دلوانا یا امامت کا کام لینا شریعت محمدی میں کیسا ہے۔

﴿ج﴾

بلا وجہ کسی پر الزام لگانا گناہِ کبیرہ ہے[1]۔ اس لیے پوری تحقیق کی جاوے اگر واقعی حافظ صاحب میں یہ خرابی موجود ہو تو اس کی امامت درست نہیں[2] اور نہ اس سے تعلیم کا فریضہ سرانجام لینا درست ہے[3]۔ یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہو جائے کہ پھر اس کی امامت وغیرہ میں کوئی حرج نہیں[4]۔ بہر حال پوری تحقیق کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) کما قال الله تعالى يايها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم الاية: سورة الحجرات آية:۱۲.
وأيضاً قال الله تعالى لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيراً وقالوا هذا إفك مبين سورة النور آية:۱۲ وقوله إن بعض الظن اثم أى ان ظن المؤمن بالمؤمن الشر لا الخير اثم لان الله تعالى قد نهاه عنه فصل ما نهى الله عنه من إثم (تفسير طبرى ۱۷٤/۱۳ بحواله جامع الملكات ص:٤٤ طبع دارالكتب العلمية بيروت.
۲) لا ينبغى ان يقتدى بالفاسق إلا فى الجمعة لانه فى غيرها يجد إماما غيره (رد المحتار) كتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦۱۱/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدى كتب خانه.
۳) وعن ابن سيرين قال ان هذا العلم دين فانظروا عمّن تأخذون دينكم مشكوة كتاب العلم الفصل الثالث بين السطور)حاشية المراد الاخذ من العدول والثقات ص:۳۷ طبع قديمى كتب خانه.
٤) وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت: ۸۲پاره۱٦.
وعن عبد الله رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰٦ قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد.

حُسن پرستی میں مبتلا شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جس کی عمر انیس سال ہے اور وہ امام مسجد ہے۔ حافظ قرآن ہے۔ قبل دو سال کا واقعہ ہے کہ وہ خود مفعول تھا۔ چند فاعل اشخاص بھی اور گواہ بھی موجود ہیں۔ جب امامت کے لیے مقرر کیا گیا وہ تائب ہوا اور وعدہ کیا کہ آئندہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہونگا۔ لہٰذا اب وہ چند دن ہوئے کہ ایک سکول کا لڑکا جس کی عمر ۱۴ سال حسین و جمیل ہے اور وہ عقائد شیعہ کا ہے اور اس کے حالات محلّہ والے سب جانتے ہیں کہ مہذب مفعول ہے۔ اس امام مسجد نو جوان کی بیٹھک جو کہ مسجد کے قریب ہے۔ اس میں اس کے ساتھ بہت محبت کے لہجہ میں مصروف رہتا ہے اور تبت سنو وغیرہ خوب لگا کر ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں اور گیارہ بجے تک تقریباً اندر دروازہ بند کر کے لیٹے رہتے ہیں اور امام مسجد ایک کیمرہ آٹھ روپے کا خصوصی طور پر اس لڑکے کا فوٹو لینے کے لیے لایا اور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اگر کوئی مقتدی دیکھ لے تو وہ فوراً ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں اور ان کو کئی بار مقتدیوں نے روکا اور کہا کہ اس لڑکے سے دور ہو جا۔ ہمیں زبردست شک ہے اس طرح کی حرکات کرنے سے گناہ ہو جاتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ میں محبت سے بیٹھتا ہوں میرا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر میں نہ دیکھوں تو میرا جی نہیں لگتا اور اسی طرح بٹھاؤں گا اگر تم زیادہ کوئی بات کرو تو جو کچھ ہو سکے کر لو۔ مقتدیوں کو زبردست شک ہے البتہ آنکھوں کی شہادت نہیں مل سکی۔ لہٰذا اب بہت سے مقتدی بروقت نماز پڑھنے سے انکاری ہو گئے تو وہ ہٹا دیا گیا اور امام مسجد دوسرا مقرر کیا گیا اب وہ کہتا ہے کہ ہم وراثتی ہیں۔ یہ مسجد ہمارے چچا کی ہے ہم نہیں ہٹتے کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے اس کی مرضی نماز تو ہم خود پڑھائیں گے اور قبضہ لے کے چھوڑیں گے۔ کیا ہماری نمازیں جو کہ پڑھی گئیں منظور ہوئیں یا کہ قضا کرنی پڑیں گی اور اس کا ہٹا دینا شریعت کے مطابق ٹھیک ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور تقریباً دس دن سے امام مسجد دوسرا مقرر کیا گیا ہے جو کہ شادی شدہ ہے اور کسی کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے اور سابقہ امام مسجد نو جوان بغیر شادی کے ہے۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اس شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس کا معزول کرنا امامت سے ضروری تھا[1] اور

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً (شامی) كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی. وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدی کتب خانه. وكذاحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص ۳۰۳ طبع قديمی کتب خانه.

جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ صحیح ہیں ان کا اعادہ واجب نہیں[1]۔۔۔تمام مساجد اللہ کی ہیں مساجد کی وراثت نہیں ملتی[2]۔حدیث میں ہے: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة لاترفع لهم صلوتهم فوق رؤسهم شبرا رجل ام قوما وهم له كارهون (الحديث) مشكوة [3] درمختار میں ہے۔ولو ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره له ذلک تحريما [4] وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة...... ويكره امامة عبد الخ وفاسق...... [5] بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم[6] واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

---

۱) وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع، الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدی كتب خانه۔

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه۔

۲) وأن المسجد لله فلا تدعوا مع الله أحداً سورة الجن آية:۱۸ پاره ۲۹۔

۳) مشكوة المصابيح باب الامامة الفصل الثالث ص:۱۰۰ طبع قديمی كتب خانه۔

كما في الدر المختار وعندهما هو حبسها على حكم ملك الله تعالى وصرف منفعتها على من احب ولو غنيا فيلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه كتاب الوقف ٤/۳۳۸، طبع ايچ ايم سعيد كراچی۔

٤) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۰۹ طبع مكتبه رشيديه ۔

۵) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد۔

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه۔

٦) شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه۔ وكذا في حاشية الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر تہمت لگائی گئی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ حاجی و حافظ فیض محمد کسی جگہ پنجگانہ نماز کا امام مقرر ہے سالہا سال سے، چندروز ہوئے اس کے متعلق کسی شخص نے یہ بات اڑا دی ہے کہ امام فیض محمد مذکور اپنے باپ سے نہیں کسی ناجائز ذریعہ سے اس کا تولد ہوا ہے۔ (یعنی حرامی ہے) جس کے دو گواہ موجود ہیں۔ خدا بخش، حاجی مغل حکیم۔ اب دونوں گواہ شہادت سے انکاری ہیں۔ الزام دینے والے کا مقصود یہ ہے کہ امامت سے علیحدہ کیا جاوے۔ اتہام دینے والے کا ساتھ عوام بھی نہیں دیتے۔ وہ بھی کذب سمجھتے ہیں چونکہ ایک شبہ ڈالا گیا اسلیے بعض کے دلوں میں وسوسہ پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ نماز ایک شرعی فریضہ ہے شائد نہ ہوتی ہو اس لیے از روئے شرع شریف اس کا حکم شرعی بالتفصیل مطلوب ہے۔ کیا نماز کی امامت ایسا امام کر سکتا ہے اور ایسا شخص از روئے شرع حرامی بے پدر ہو سکتا ہے کہ جس کے والدین فوت بھی ہو چکے ہیں کیا اتہام دینے والا از روئے شرع مجرم و عاصی ہے اور اس جرم کی شرعی سزا کیا ہوتی اگر نفاذ قانون شریعت ہوتا۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام کی امامت بلا شبہ جائز ہے اور تہمت لگانے والے سخت گنہگار ہیں[1] ان پر لازم ہے وہ توبہ تائب ہو جائیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

---

۱) كما قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن اثم سورة الحجرات آية: ۱۲. وايضاً قال الله لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيراً وقالوا هذا إفك مبين سورة النور: ۱۲. وكذا في تفسير الطبرى ۱۳/۱۷٤ بحواله جامع الكلمات ص: ٤٤ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم سورة النساء الآية: ۱۳۵. واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة اوكبيرة شرح النووي على الصحيح المسلم، كتاب التوبة، ص ۳٥٤، ج۲، قديمى كتب خانه، وقد نصوا على أن اركان التوبة ثلاثة الندم على الماضي والاقلاع على الحال والعزم على عدم العود في الاستقبال تعريف التوبة ومراتبها ص: ٤۳٦ طبع دار البشائر الاسلامية روض الازهر شرح فقه الاكبر.

جس امام پر فعلِ بد کا الزام ہو اور وہ تردید میں قسم اٹھالے تو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن جامع مسجد کے خطیب پر ایک ۱۶ سالہ لڑکے نے زنا اور اغلام بازی کا الزام لگایا ہے حالانکہ اس کے پاس نہ کوئی گواہ ہے اور نہ خود دیکھنے کا اقرار کرتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ حافظ نے مجھے خود بتایا ہے اور حافظ صاحب چھ سات سالوں سے یہ کام کرتا ہے اور اس بات پر اس نے قسم بھی اٹھائی ہے اور حافظ صاحب نے پھر جمعہ کے دن ممبر پر کھڑے ہو کر قرآن ہاتھ میں لے کر قسم اٹھائی کہ یہ کام نہ میری عادت اور نہ میں نے کیا ہے۔ تو کیا اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

حافظ صاحب نے اگر قسم اٹھائی ہے تو اہل محلہ کو اس کی قسم کا اعتبار کر لینا چاہیے اور نمازیں اس کے پیچھے پڑھ لینی چاہئیں اور اس لڑکے کے ذمہ قسم اٹھانا ہی نہیں تھا۔ اس لیے اس کے قسم اٹھانے سے اس کی بات کو درست نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

اس شخص کی امامت کا حکم جس پر برے کام کا الزام ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب جو کہ نابینا ہے ایک مسجد کا امام ہے۔ بچوں کو پڑھاتا ہے اس پر بچوں سے بدفعلی کرنے کا الزام ہے لیکن وہ بالکل منکر ہے اور قسم اٹھانے کو تیار ہے اور ایک لڑکے نے اس بارے میں اس پر گواہی بھی دی ہے کہ مجھ سے حافظ صاحب نے زبردستی بدفعلی کی ہے تو اس بنا پر امامت سے اس کو ہٹا دیا گیا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ امام بنایا جائے۔ تو کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے۔

﴿ج﴾

امام کے لیے لازم ہے کہ وہ مسائل دین کا عالم ہو اور متقی ہو اور مقتدیوں کو اس کے چال چلن پر اعتبار ہو۔ پس صورت مسئولہ میں اگر اس کے چال چلن مشکوک ہیں اور عام نمازی اس سے مطمئن نہیں تو شرعاً

آپ لوگ اس امام کو مقرر کرنے پر مجبور نہیں۔ایسے شخص کو مقتدی بنانے سے احتراز کرنا چاہیے اور کسی نیک و صالح و یندار عالم کو امام مقرر کریں۔امامت خالص دینی مسئلہ ہے اس میں پارٹی بازی سے احتراز کریں۔ اور عام نمازیوں کے مشورہ سے دیندار امام کو مقرر کریں(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ناجائز تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور علمائے حق مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق کہ (۱) زید ایک نابالغ لڑکی کے ساتھ نکاح کرالیتا ہے اور زید لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور جب کہ زید امام بھی ہے تو کیا یہ نکاح درست ہے اور زید کے پیچھے بلا تکلف نماز جائز ہے اور پڑھ سکتے ہیں (۲) زید ایک نابالغ لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور بغیر نکاح اپنے گھر میں رکھتا ہے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرتا ہے جو کہ اپنی منکوحہ بیوی سے کیا جاتا ہے اور اس لڑکی سے پھر بچے بھی پیدا ہوتے ہیں تو کیا یہ فعل درست ہے اور جب کہ زید امامت بھی کرتا ہے تو کیا زید کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔(۳) زید ایک منکوحہ لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور اس منکوحہ لڑکی سے زید کے گھر آ کر بچے بھی پیدا ہوتے ہیں تو کیا یہ بچے زید ہی کے شمار ہوں گے شرعاً اور زید امامت بھی کرتا ہے۔زید اور بکر دونوں حقیقی بھائی ہیں۔زید اپنی لڑکی کی شادی اپنے بھائی بکر کے وٹے سٹے سے کسی کے ساتھ وٹا سٹا کر کے اپنی لڑکی کی شادی کرتا ہے اور لڑکی نابالغ ہے۔شادی کے کچھ عرصہ بعد تقریباً دو یا تین سال بعد زید اپنی لڑکی کو پاکستان لے کر آ جاتا ہے اور دوسری جگہ دس بیگے زمین تقریباً پانچ یا چار سال کے لیے اور پندرہ سو روپیہ زید اپنی لڑکی کے بدلے میں لے کر دوسری جگہ شادی کر دیتا ہے تو کیا یہ درست ہے۔جب کہ زید امامت بھی کرتا ہے اور جب زید سے سوال کیا جاتا ہے کہ امام بھی ہو اور تم کو یہ مناسب نہ ہے تو زید جواب دیتا ہے کہ یہ شادی میرے والد نے کی تھی۔جو کہ میری مرضی کے خلاف ہے تو کیا اس عذر کو قبول کر کے زید کے پیچھے بلا تکلف نماز پڑھ سکتے ہیں۔

---

۱) وفی فتاوی الارشاد یجب أن یکون امام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم ...... والورع والتقوی والقرأة كتاب الصلوة باب الامامة التاتارخانیه ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن.
وكذا فی الدر المختار، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ-ایم-سعید.
وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دارالكتب بیروت لبنان.

﴿ج﴾

اگر فی الواقع زید ان حرکات قبیحہ کا مرتکب ہوا اور توبہ تائب نہیں ہوا تو وہ امامت کا مستحق نہیں ہے[1]۔ تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنی قدرت کو استعمال کر کے اس کو ہٹا کر کسی نیک امام کو مقرر کریں اور اگر زید ان حرکات سے صحیح معنی میں تائب ہو کر اپنی باقی زندگی اصلاح احوال کے ساتھ گزارنے لگا ہو تو اسے بھی امام بنانا جائز ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

ٹونے ٹوٹکے اور دیگر شرعی امور میں متہم شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص پر مندرجہ ذیل باتوں میں سے کسی ایک بات یا تمام باتوں کی تہمت لگائی گئی ہو اور یہ تہمتیں عوام میں بھی مشہور ہو چکی ہوں تو کیا ایسے شخص کو امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱) جس کی داڑھی قبضہ (یعنی مٹھی بھر سے) کم ہو (۲) جس کو شرعی طور پر تو حد زنا نہیں لگائی گئی لیکن رسمی ورواجی طور پر گاؤں کے عوام کے روبرو سزا دی گئی ہو (۳) ایک شخص جو کہ رات کو کسی غیر کے گھر جاتا ہے جب کہ گھر میں عورتوں کے علاوہ کوئی مرد موجود نہیں اور باہر سے پڑوسی آ کر اسے اندر بند کر دیتا ہے اور صبح گاؤں کے سردار کے کہنے پر تمام عوام کی موجودگی میں اسے باہر نکال دیا جاتا ہے (۴) ایک شخص جس کی اولاد نہ بچتی ہو اور وہ شخص ٹونے ٹوٹکے کے طور پر اپنی عورت کو ایک ایسے شخص کے گھر بھیج دیتا ہے جس کی اولاد کثیر التعداد ہے اور ساتھ ہی یہ شرط ہے کہ اس عورت کو اس گھر میں اکتالیس دن بسر کرنے پڑیں گے۔ بعدہ جب وہ عورت اس کے گھر سے چہلم پورا کر کے نکلے گی تو اس گھر والے اپنے تمام برتن حتی کہ گھر کی چٹائیوں تک کو دھوئیں گے۔

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعيد.
وكذا في حلبي كبير، كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ سعيديه كتب خانه ـ وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع كتب قديمي خانه.

۲) قال الله تعالى واني لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه ٨٢.
وعن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة، والاسغفار ١/٢٠٦ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في سنن ابن ماجة" باب ذكر التوبة ص ٣٢٣ طبع ايج۔ايم۔ سعيد.

﴿ج﴾

اگر واقعی مندرجہ بالا امور میں سے کوئی ایک اس میں موجود ہو تو اس کی امامت میں نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے (۱)۔ ایسے امور سے متہم ہونے کی صورت میں مستقل امامت سے تو بہرحال معزول کر دیا جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ شوال ۱۳۷۶ھ

ولد الزنا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ولد الزنا آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا مکروہ ہے۔

﴿ج﴾

ولد الزنا اگر افضل القوم اور اعلم القوم ہے یعنی جن لوگوں کی ولد الزنا امامت کرے، ان سب سے وہ زیادہ عالم اور بہتر شخص ہو تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے لیکن اگر وہ قوم میں اعلم و افضل نہ ہو اور

---

۱) ویکرہ امامة عبدا وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الأستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا ونحو ذلك كذا في البرجندی إسماعيل، الشامي، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ-ایم-سعید.

وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة، الأية ۱۲٦، ۱/۲۸٤ طبع داراحياء التراث بيروت.

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامت ص: ۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.

۲) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامية كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع سعيد.

وكذا في حلبی كبير، كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ سعيديه كتب خانه

وكذا في حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع كتب قديمي خانه.

لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت کریں تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے[1]۔ في الدر المختار (قوله غير الفاسق تبع في ذالك صاحب البحر حيث قال قيد كراهة امامة الاعمى في المحيط وغيره بان لايكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولىٰ ثم ذكر انه ينبغي جريان هذا القيد في العبد والاعرابي وولدالزنا الخ[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نامحرم عورتوں کو بے پردہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس نازک مسئلہ میں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ امام صاحب نامحرم عورتوں کو دم کرتے وقت یا سبق پڑھاتے وقت ہاتھ لگاتا ہو۔ جب کہ وہ نوجوان ہے، جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔ لہو ولعب کی باتوں میں دلچسپی لیتا ہے اور چودہ سال کے لڑکوں سے بوس وکنار کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

برتقدیر صحت واقعہ شخص مذکورہ فاسق ہے[3] اس کی امامت مکروہ ہے[4]۔ امام کے لیے متقی،

---

۱) ويكره امامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى ...... ولد الزنا هذا ان وجد غيرهم والا فلا كراهة الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹،۵۶۲ طبع سعيد كراچي.
وكذا في الهداية، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۱۲۳ طبع رحماني لاهور.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۶ طبع رشيديه جديد كوئٹه.

۳) قوله وفاسق، من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربو ونحو ذالك كذا في البرجندي إسماعيل الشامية كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد وكذا في تفسير روح المعاني سوة البقرة آيت ۲۶، ۱/۲۸۴ دار أحياء التراث.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة فصل في بيان الاحق بالامامة ص:۳۳ بيروت.

٤) ويكره امامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى...... الدر المختار كتاب الصلوة بابا الامامة ۱/۵۵۹ سعيد كراچي. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة فصل في بيان الأحق بالامامت ص:۳۰۲ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۰ طبع رشيديه كوئٹه.

پرہیزگار، دیندار ہونا لازم ہے(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۹ شوال ۱۳۹۶ھ

مودودی جماعت میں شامل ہونا اور مودودی نظریات کے حامل شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مودودی صاحب کی کتابیں دیکھی بھی گئیں اور علماء کرام سے ان کے متعلق سنتے بھی رہتے ہیں۔ جس میں مودودی صاحب نے بزرگان دین کا مذاق اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جابجا تنقید کی ہے۔ خاص کر حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر خوب دل کھول کر تنقید کی ہے اور فرشتوں کو دیوی دیوتا کے مثل قرار دیا ہے اور شرعی سزاؤں کو ظلم قرار دیا ہے اور بہت مثالیں موجود ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود ان کے ساتھ تعاون کرنا اور ان کی جماعت میں شامل ہونا اور اگر اس مذہب کا کوئی شخص کسی مسجد کا امام ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مودودی صاحب کے متعلق اکابر دیوبند مثلاً مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ، مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمہ اللہ اور اسی طرح دیگر علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مودودی صاحب ضال اور مضل ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی ذوات پر اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں ناپاک حملے یہ شخص کر چکا ہے۔ اسی طرح چند دیگر مسائل متفقہ بین الائمہ میں اپنی منفردانہ رائے ذکر کر چکا ہے۔ ان باتوں کی موجودگی

---

۱) وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم...... والورع والتقوى والقراءة، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۶۶۰ تاتارخانيه طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة باب الامامت ۱/ ۵۵۷ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب بيروت.

میں ان کی جماعت میں شریک ہونا یا ان کی اعانت کرنا جائز نہیں۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیة۔ [1] مودودی صاحب کے ان غلط الزامات تنقیدات کو درست سمجھنے والے کی امامت درست نہیں [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اندریں مسئلہ کہ ایک شخص جماعت اسلامی کے مودودی صاحب کے عقائد کا ہے اور اس کی تبلیغ کرتا ہے۔ وہ مسجد میں امام ہے۔ مقتدی اہل سنت والجماعت ہیں، وہ اکثر اس کو نہیں چاہتے کیا ایسے شخص کی امامت صحیح ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ اس کو مسجد سے الگ کرنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مودودی صاحب جو کہ اکثر و بیشتر اجتہاد علی خلاف الاجماع کرتے ہیں اور اس کو جائز اور صحیح سمجھتے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں میرے ذہن میں ہیں۔ مشتے نمونہ ازخروارے ایک مثال پیش کیے دیتا ہوں، ان کے نزدیک ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھنا سنت رسالت نہیں بلکہ فقط بر سبیل عادت رکھی گئی تھی۔ اس میں صریح نصوص اعفوا اللحی. کثروا اللحی. اوفوا الحی. وفروا اللحی [3]. کے الفاظ موجود ہیں۔ سب صیغے امر کے ہیں جو مواظبت عمل کے ساتھ وجوب کے لیے آتے ہیں۔ کما ھو مقرر عند الاصولیین [4] اور

---

۱) سورة المائدة الآية ۲۔
وكذا في تفسير روح المعاني تحت قوله تعالى فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام سورة المائدة ۳۱٤/٦ طبع قديمي كتب خانه.

۲) ويكره امامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى الدر المختار ۵۵۹/۱ كتاب الصلوة باب الامامة طبع ايچ ايم سعيد كراچي. كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة والاقتداء ۱٤٥/۱ طبع رشيديه.
ومثله في البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۲/۱، ۳۳۳ طبع دار الكتب بيروت.

۳) وفي الصحيح البخاري باب اعفاء اللحى ۸۷٥/۲ طبع قديمي كتب خانه كراچي.
وكذا في مشكوة المصابيح باب النرجل ۳۸۰/۲ طبع قديمي كتب خانه كراچي.
وكذا في جامع الترمذي باب ما جاء في اعفاء اللحية ۱۰٥/۲ طبع ايچ۔ ايم سعيد كراچي.

٤) فقال وموجبه الوجوب لا الندب والاباحة نور الانوار مبحث الامر ص:۳۱.
وكذا في الحسامي فصل في الامر ص:۲۹ طبع رشيديه كوئته.

صاحب الدر المختار نے کتاب الصوم باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ کے آخر میں لکھا ہے۔ واما الاخذ منها وهي دون ذلک ای قدر القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثه الرجال فلم يبحه احد [1] میں نکرہ تحت النفی آ گیا ہے، جو مفید استغراق ہے۔ داڑھی کا کاٹنا کسی نے بھی اس کو مباح نہیں لکھا گویا اس کی حرمت پر اجماع امت ہے۔ اب مودودی صاحب نصوص ومواظبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ والتابعین والصالحین کے خلاف نیز اجماع کے خلاف اس کو جائز قرار دے رہے ہیں اور اجتهاد علی خلاف الاجماع والنصوص ابتداع فی الدین ہے اور ظاہر ہے کہ مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ درمختار [2] میں ہے۔ (ومبتدع) ای صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول (صلى الله عليه وسلم) لابمعاندة بل بنوع شبهة، اس کے علاوہ اگر کسی دینی فساد یا خرابی کی وجہ سے مقتدی امام پر راضی نہ ہوں یا ان کو اس سے بہتر امام مل سکتا ہو، اس وقت امام پر خود لازم ہے کہ امامت سے علیحدہ ہو جائے و نصب و عزل امام کا اختیار مقتدیوں کو حاصل ہے۔ درمختار مع شرح الشامی [3] میں ہے (ولو ام قوما وهم له كارهون ان) الكراهة (لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره) له ذالک تحريما لحديث ابي داؤد لايقبل الله صلوة من قوماً وهم له كارهون الحديث. لہذا اگر موجودہ امام مسجد مودودی صاحب کے عقائد سے متفق ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [4]، جس کو الگ کرنا ضروری ہے اگر اس کے ابتدائی مساعدین میں نہیں بھی ہے تب بھی مقتدیوں کی اکثریت بوجہ عمومیت اتباع مبتدع کے اس سے ناراض ہو تو اس پر خود شرعاً لازم ہے کہ وہ امامت سے علیحدہ

---

۱) الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ۲/۴۱۸ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ۲/۴۹۰ طبع رشديه كراچى.
وكذا فى فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/۲۷۰ طبع رشيديه كوئته.

۲) وفي الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع سعيد كراچى. وكذا فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت. وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة بفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع رشيديه.

۳) وفي الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.
وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة من أحق الامامة ۱/۶۰۳،۶۰۴ طبع إدارة القرآن كراچى.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع رشيديه كوئٹه.

۴) على أن كراهة تقديمه كراهت تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۶۰ سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت.

ہو جائے للحدیث المذکور ورنہ بوجہ استحقاق عزل کے اس کو معزول کر دیا جائے [1] بالخصوص جب کہ اس کی امامت سے اختلاف بین المسلمین کا شدید خطرہ بھی لاحق ہے۔ واللہ اعلم

مودودی خیالات رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو شخص مودودی خیالات رکھتا ہو یعنی جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کی امامت کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ جواب سے مشکور فرماویں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں۔ جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے۔ لہٰذا مودودی صاحب کا ان مخصوص خیالات و مجتہدات میں پیروکار شخص ضال و فاسق شمار ہوگا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ اکابر علماء کا یہی فتویٰ ہے [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

کبھی کبھار یا مستقل طور پر ایسے شخص کی امامت کا حکم جو مودودی صاحب کے خیالات رکھتا ہو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ:

---

۱) ویکرہ امامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹، ۵۶۰ طبع سعید کراچی۔ وکذا فی الخلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ رشیدیه۔ وکذا فی البنایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲، ۳۳۳ طبع دار الکتب بیروت۔

۲) وان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یقول ثلثة لایقبل اللہ منهم صلوة من تقدم قوما وهم له کارهون الخ کتاب الصلوة باب الرجل یؤم وهم له الخ ابوداؤد شریف ۱/۹۸ طبع رحمانیه لاهور۔ وفی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ ایم سعید۔ وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۶۰۳، ۶۰۴ طبع إدارة القرآن۔

ہمارے گاؤں میں مسجد کے کوئی مستقل امام نہیں ہیں۔ مقامی حضرات میں سے ہی کوئی شخص نماز پڑھا دیتا ہے۔ البتہ یہاں ایک گھرانہ ایسا ہے جس میں عالم اور حافظ ہیں لیکن یہ حضرات جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں اور سید مودودی صاحب کے معتقد ہیں۔ اب گزارش یہ ہے کہ ہم کبھی کبھار جب کوئی دوسرا امامت کرانے والا نہ ہوتو ان کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ نیز اگر کوئی امام جماعت اسلامی کا رکن ہوتو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں، جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے لہٰذا مودودی صاحب کے مخصوص خیالات و مجتہدات میں پیروکار شخص کو امام مقرر نہ کیا جائے اس کی امامت مکروہ ہے[۱] مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مسجد کو آباد کریں کسی صالح اور متقی عالم کو امام مقرر کردیں اور اس کی اقتداء میں نماز باجماعت پابندی کے ساتھ ادا کریں مسجد کی آبادی کی طرف فوراً توجہ دیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۴ھ

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل بجائے اصلاح تخریب کا کام بڑے زوروں پر ہے۔ اسلام جو مکارم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ اس کے خلاف خدا جانے کیوں دوسرا راستہ اختیار کیا جا رہا

---

۱) راجع الی حاشیة سابق بر صفحه نمبر ۹۵ انفاً.
۲) وفی فتاوی الارشاد: یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة کتاب الصلوة باب الامامة تاتارخانیه ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه .
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷ طبع ایچ ـ ایم ـ سعید.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالکتب بیروت.

ہے۔مولانا مودودی صاحب کے خلاف بریلوی اور دیوبندی حضرات نے جو اعلان کیے ہیں۔کہاں تک درست ہیں۔کیا جماعت اسلامی کے امام کے پیچھے نماز جائز ہے براہ نوازش قیمتی مشورہ اور مستند مسئلہ سے ہماری رہنمائی فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔واضح رہے کہ مودودی صاحب کے جو مخصوص عقائد ونظریات مذہبی ہیں۔جن کی نشاندہی علماء کرام نے مختلف رسالوں اور پمفلٹوں کی شکل میں کی ہے۔خاص کر جو اس نے ابھی تازہ گزشتہ سال رسالہ ترجمان القرآن کے مختلف شماروں میں خلافت راشدہ سے ملوکیت تک کے عنوان نیز دیگر عنوانوں سے جلیل القدر صحابہ کرام خصوصاً خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو تنقید بلکہ ان کی تنقیص وتعییب کی ہے وہ کسی باغیرت مسلمان کے لیے قابل برداشت نہیں ہے۔لہٰذا علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مودودی صاحب ان مخصوص نظریات کی بنا پر گمراہ اور گمراہ کن ہیں اور جو شخص ان مخصوص عقائد ونظریات میں ان کی تائید اور تصدیق کرے وہ بھی گمراہ ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاوّل ۱۳۸۶ھ

مودودی نظریات کے حامی کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ایک مولانا صاحب۔مولانا مودودی صاحب کے عقائد ونظریات کا حامی ہو اور ان عقائد ونظریات کو صحیح سمجھتے ہوئے اشاعت بھی کرتا ہو اور مودودی جماعت کے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے کام بھی کرتا ہو۔حالانکہ مولانا مودودی کی کتب میں حسب ذیل عبارتیں

---

۱) امالفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه کراھة تحریم رد المختار مع الدرالمختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع دارالکتب بیروت.

موجود ہیں اور بار ہا علماءِ حق نے غلط عبارات ونظریات کو حذف کرنے اور ایسے عقائد سے رجوع کرنے کے متعلق کہا۔ لیکن مولانا مودودی آج تک ہٹ دھرمی پر قائم ہیں اور رجوع نہیں کیا۔ عبارات ونظریات یہ ہیں۔

(۱) تنقیص انبیا علیہم السلام مثلاً لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے منصب رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ (العیاذ باللہ) (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی کا انکار (۳) حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کہ قیامت کے قریب دجال آئے گا۔ مگر مولانا مودودی رقمطراز ہے کہ ۱۳ سو سال کی تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ایک افسانہ تھا۔ (۴) اصحاب رسول اللہ معیارِ حق نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جو شخص ایسے عقائد ونظریات رکھنے والے مودودی صاحب اور ایسی جماعت کا حامی ومؤید ہو بلکہ یہ بھی کہتا ہو کہ اسلام کی صحیح معنوں میں خدمت کرنے والی اور اسلام کی اشاعت کرنے والی جماعت اسلامی ہے اور مولانا مودودی صحیح خدمت اسلام کر رہے ہیں اور من وعن مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے عقائد ونظریات کی تائید وتصدیق کرتا ہو۔ بلکہ خود بخود مودودی بن گیا ہو۔ کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز بلا کراہت ہو جاتی ہے اور ایسے آدمی کو کسی ایسی مسجد میں پیش امام وخطیب رکھا جا سکتا ہے جس کے محلہ کی تمام آبادی مسلکاً حنفی دیوبندی ہو۔ کیا ایسے عقائد رکھنے والے انسان کو امام رکھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں۔ نیز جس جماعت اور بانی مبانی جماعت مولانا مودودی کو شیخ الاسلام حضرت مولانا ومخدومنا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ضال ومضل کہا ہو اور تحریرات میں لکھا ہو۔ اس مسئلہ کو نہایت توضیح وتشریح کے ساتھ تحریر فرما دیں عین نوازش ہوگی۔

ج

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مودودی صاحب کے مخصوص عقائد ونظریات کو علماءِ حق نے گمراہ کن اور غلط قرار دیا ہے اور اسے ضال ومضل اور متبع ہوی کہا ہے اس پر متعدد کتابیں اور رسائل لکھے جا چکے ہیں۔ مزید تشریح وتوضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ مودودی صاحب اور ان کے مخصوص عقائد ونظریات رکھنے والے اشخاص ضال ومضل اور متبع ہوی ہیں۔ اس پر موجودہ زمانہ کے علماء ربانیین کا اتفاق ہے اور متبع ہوی کی امامت مکروہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کو مستقل امام نہ رکھا جائے۔ ہاں منفرداً پڑھنے سے اس کے پیچھے اقتدا کرنی بہتر ہے۔ قال فی الفتاوی العالمگیریہ[1] قال المرغینانی تجوز الصلوۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولاتجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القران وحاصلہ ان کان ھوی لایکفربہ صاحبہ تجوز الصلوۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ

---

۱) ھندیۃ کتاب الصلوۃ الباب الخامس فی الامامۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ ۸۴/۱ طبع رشیدیہ کوئٹہ۔

وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الإمامۃ مطلب البدعۃ خمسۃ أقسام ۵۵۹/۱، ۵۶۲ سعید، کراچی. وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۶۱۱/۱ طبع رشیدیہ کوئٹہ۔

وهو الصحيح هكذا في البدائع. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۱۳ شوال ۱۳۸۵ھ

مودودی پارٹی کے ساتھ سیاسی جدوجہد میں شریک شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم دین متقی اور پرہیزگار اور علم تجوید کا سند یافتہ قاری بھی ہے۔ نہایت صحیح العقیدہ ہے۔ تمام بدعات و رسومات مروجہ سے اجتناب کرتا ہے۔ خدا کی توحید کو اپنی اصلی شکل قرآن اور حدیث کی روشنی میں خوب بیان کرتا ہے اور بلا لحاظ کسی امیر و غریب کے مسئلہ حق بیان کرتا ہے اور بلا معاوضہ ۱۵ سال سے امامت و خطابت کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ اور روکھی پھیکی کھا کر گزارا کر رہا ہے۔ لیکن سیاست میں جماعت اسلامی کا ساتھ دیتا ہے۔ صرف اس نیت پر کہ خدا کا دین اور نظام شریعت عملاً پاکستان میں جاری ہو جائے۔ کیا ایسے عالم دین کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ شریعت کے مطابق حکم صادر فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے کچھ عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ مثلاً عصمت انبیاء اور حضرات صحابہ پر تنقید کو جائز سمجھنا اور متعہ کا جواز وغیرہ پس اگر یہ مولوی صاحب جماعت اسلامی کے ساتھ ان مذکورہ عقائد میں اتفاق نہیں رکھتا۔ صرف نظام شریعت کو اپنے زعم کے مطابق عملاً جاری کرنے کی جدوجہد میں ان کے ساتھ شریک ہے تو پھر اس کی اقتداء درست ہے[1] ورنہ مکروہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

---

۱) وكذا في التاتارخانيه۔وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن.
وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع سعيد كراچی.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب بيروت.

۲) ويكره امامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى ومبتدع الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰ طبع سعيد كراچی. وكذا في الخلاصة الفتاوى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۱۴۵ طبع رشيديه. وكذا في البناية كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۳۳۲، ۳۳۳ طبع دار الكتب بيروت.

بہتر یہ ہے کہ اپنی مساعی جمعیت علماء اسلام کے تحت استعمال کرے۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

مودودی خیالات رکھنے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم دین جو خود نیک و متقی ہے۔ سند یافتہ عالم ہونے کے علاوہ قرآن مجید خوب صورت علم تجوید کے مطابق پڑھتا ہے۔ سند یافتہ قاری ہے۔ بغیر طمع و لالچ کے بلا اجرت ۱۵ سال سے امام اور خطیب کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ مسئلہ توحید کو قرآن و حدیث سے خوب بیان کرتا ہے۔ جہاد کے مسئلہ کو بھی بیان کرتا ہے۔ لوگوں کو اس کے وعظ واخلاص سے کافی فائدہ پہنچتا ہے اور تمام بری رسومات و بدعات سے سخت پرہیز کرتا ہے۔ نہ جنازہ کے بعد دعا مانگتا ہے نہ میت کے دوسرے تیسرے دن قل خوانی کو درست کہتا ہے اور نہ شادی بیاہ کی عام مروجہ رسومات و بدعات میں شمولیت کرتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو ایسی تمام بدعات سے منع کرتا ہے اور نہ میت کے بعد ختم قرآن پر کھانا کھاتا ہے۔ اور اپنی لڑکی کی شادی پر رات کو نکاح کے بعد فوراً دو تین گھنٹے میں لڑکی دولھا کے گھر پہنچا دی۔ کسی قسم کی معمولی رسم بھی ادا نہیں کی گئی۔ تمام ضلع کے دیوبندی علماء آج تک ایسا کام نہ کر سکے۔ لیکن یہی عالم دین جماعت اسلامی کے ساتھ سیاست میں حصہ لیتا ہے اور تعاون کرتا ہے اور عقائد میں بالکل صاف ستھرا مسلک اہل سنت جیسا رکھتا ہے۔ مودودی ہو یا کوئی بڑا عالم اگر اس کا مسئلہ قرآن مجید اور حدیث رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و علماء اہل سنت کی کتب کے مطابق ہو تو قبول کرتا ہے ورنہ رد کر دیتا ہے۔ کیا ایسے عالم دین کے پیچھے نماز خمسہ اور نماز جمعہ پڑھنا اور اس کی تقریر سننا درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے متعلق اکابر دیوبند مثلاً مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ اور مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمہ اللہ اور اسی طرح دیگر علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی ذوات پر یہ شخص اپنی

کتاب خلافت وملوکیت میں ناپاک حملے کرچکا ہے۔ اسی طرح چند دیگر مسائل متفق علیہ بین الائمہ میں اپنی منفردانہ رائے ذکر کرچکا ہے۔ جس کی تفصیل آپ ان کے متعلقہ رسائل میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ لہٰذا مودودی صاحب کا ان مخصوص خیالات ومجتہدات میں پیروکار شخص ضال وفاسق شمار ہوگا[1]۔ اور اس کی امامت مکروہ ہوگی اکابر علماء کا یہی فتوٰی ہے[2]۔ اور جو عالم مودودی صاحب کو ان مخصوص خیالات میں غلط کار اور ضال سمجھتا ہے اس کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پندرہ سال کی عمر والے لڑکے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے کے متعلق

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکا جس کی عمر پندرہ سال سے اوپر تقریباً سولہ سال ہے اس کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر دوسری علامت بلوغ کی مثل احتلام وغیرہ کے لڑکے میں موجود نہ ہو تو شرعاً پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے پس جس لڑکے کو سولہواں سال شروع ہوگیا ہے اس کے پیچھے تراویح اور

---

۱) وقوله وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني واكل الربو ونحو ذالك الخ الشامية كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید کراچی.

وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة الآية ۱۲۶،۲۸۴ طبع داراحياء التراث بيروت.

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل في بيان الاحق بالامامة ص:۳۰۳ طبع بيروت.

۲) بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید کراچی.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

فرض نماز سب درست ہے[1] اگرچہ بے ریش ہو قال فی الدر المختار[2] بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال الخ فان لم یوجد فیھما شیء فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا الدر المختار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ رجب ۱۳۸۹ھ

ایسا بالغ لڑکا جس کی داڑھی نہ آئی ہو، کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً اٹھارہ سال ہے اور شادی شدہ بھی ہے۔ آیا فرض نماز پڑھانے کے لیے امام بن سکتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ داڑھی کا ظہور ابھی نہیں ہوا۔ بینوا توجروا۔

درمختار میں ہے۔ وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ الخ۔ اور شامی میں ہے الظاھر انھا تنزیھیۃ الخ[3]۔ حاصل یہ ہے کہ امرد کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ نماز ہو جاتی ہے جو

---

۱) ویشترط کونہ (إی امام) مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا الخ تنویر الابصار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۵۴۸/۱ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید کراچی۔
وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۲۸۷ طبع دار الکتب بیروت۔ وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوۃ باب الامامۃ وفیھا مباحث ص:۵۰۸ طبع سعیدی کتب خانہ۔

۲) وفی الدر المختار مع رد کتاب الحجر فصل بلوغ بالاحتلام الخ ۲۵۹/۹ طبع رشیدیہ جدید کوئٹہ۔
وکذا فی العالمکیریۃ کتاب الحجر الباب الثانی فی معرفۃ حد البلوغ ۶۱/۵ طبع رشیدیہ کوئٹہ۔
وکذا فی مجمع الانھر کتاب الحجر فصل یحکم ببلوغ الغلام ۶۰/۴ طبع غفاریہ کوئٹہ۔

۳) ردالمحتار مع الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ مطلب فی امامت الامرد ۳۵۹/۲ جدید رشیدیہ۔ وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۳۰۳ طبع دار الکتب بیروت۔

لوگ اس کے پیچھے نماز جائز سمجھ کر پڑھتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ نماز اس کے پیچھے صحیح ہے یعنی امرد ہونے کی وجہ سے جماعت کا چھوڑنا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسے لڑکے کی امامت کا حکم جس کی عمر پندرہ برس ہو

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ صاحب کی عمر قمری لحاظ سے پندرہ سال ہے۔ اس کی داڑھی وغیرہ ابھی نہیں آئی ہے اور زیر ناف کے بال بھی اتارتا رہتا ہے۔ کیا وہ امامت کرا سکتا ہے یا نہیں شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے صحیح جواب سے مطلع فرماویں۔

﴿ج﴾

پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ ہے اور بالغ امرد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔ درمختار میں ہے۔ **وکذا تکره امرد وسفیه الخ** اور شامی میں ہے **الظاهر انها تنزيهية الخ** (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۸ شعبان ۱۳۹۱ھ

---

۱) فی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة افاد أن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع الخ الدر المختار مع ردالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۲ طبع سعيد كراچی۔
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعيدی كتب خانه۔
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت۔

۲) وفی الدر المختار مع ردالمحتار كتاب الصلوٰة باب الامامة مطلب فی امامة الا مرد ۲/۳۵۹ طبع جديد رشيديه كوئٹه۔
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت۔

نابالغ کی امامت فرائض وتراویح میں

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ایک لڑکا تیرہ چودہ سال کا جو کہ نابالغ ہے۔قرآن پاک حفظ کر رہا ہے۔اگر تراویح کی نماز پڑھائے تو کیا جائز ہے یا نہیں۔اس کے علاوہ فرائض کی جماعت بھی بالغین کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) قطب کی جانب پاؤں کر کے لیٹنا یا پیشاب کرنا اور قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عام مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور مبارک قطب شمال میں رہتا ہے۔اس کے بارے میں بھی وضاحت فرمائیں۔

ج

(۱) تیرہ چودہ سال کا لڑکا (جب کہ اس میں بلوغ کی علامت احتلام وغیرہ موجود نہ ہو) شرعاً نابالغ ہے[۱] اور نابالغ کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نہ فرائض و واجب صحیح ہیں اور نہ نوافل وتراویح۔ لہٰذا لڑکے مذکور کو بالغین کا امام بنانا درست نہیں ہے[۲]۔

(۲) یہ مشہور بات غلط ہے۔ستارہ قطب کی جانب پیشاب پاخانہ وغیرہ میں منہ کرنا درست ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۸شعبان ۱۳۹۶ھ

---

۱) بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال فان لم یوجد فیھما شئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرة سنة به یفتی الدر المختار مع رد المحتار کتاب الحجر فصل فی بلوغ والاحتلام ٦/ ١٥٣، طبع ایچ- ایم سعید کراچی۔

وکذا فی العالمکیریة کتاب الحجر الباب الثانی فی معرفة البلوغ ٥/ ٦١ طبع رشیدیه کوئٹه.

وھکذا فی مجمع الانھر کتاب الحجر فصل یحکم ببلوغ لغلام ٤/ ٦٠طبع غفاریه کوئٹه.

۲) ولا تجوز امامة الصبی فی صلاة الفرض ...... لأن الفعل یصح من الصبی نفله لا فرضه الخ المحیط البرھانی کتاب الصلاة الفصل السادس أحکام الامامة والاقتداء ٢/ ١٧٩طبع إدارة القرآن بیروت. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:٢٨٨طبع،دار الکتب بیروت.

۳) عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یولھا ظھره شرقوا او غربوا صحیح البخاری کتاب الوضوء باب لا تسقبل القبلة الخ ١/ ٢٦ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی سنن ابی داؤد کتاب الطھارة باب کراھیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ١/ ١٣ طبع رحمانیه لاھور.

وکذا فی جامع الترمذی کتاب الطھارة باب فی النھی عن استقبال القبلة ١/ ٨ طبع ایچ- ایم- سعید.

نابالغ کی اقتداء میں تراویح کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ نابالغ کے پیچھے تراویح کا پڑھنا جائز ہے یا نہ اگر دس سال سے زیادہ عمر کا ہے تو کیا امام محمد رحمہ اللہ کا قول مفتی بہ ہے یا نہ۔ بینوا بالتفصیل وتوجروا

﴿ج﴾

نابالغ کے پیچھے علی القول المفتی به بالغین کی تراویح صحیح نہیں لما فی الدر المختار (ولا یصح اقتداء رجل بامرءة) وخنثی او صبی مطلقاً) ولو فی جنازة ونفل علی الاصح۔وقال الشامی تعلیقا علی قوله وقال فی الهدایة وفی التراویح والسنن المطلقة جوزه مشائخ بلخ ولم یجوزه مشائخنا ومنهم من حقق الخلاف فی النفل المطلق بین ابی یوسف و محمد والمختار انه لا یجوز فی الصلوات کلها [1] والله تعالیٰ اعلم

تراویح میں نابالغ کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنے لڑکے کو حفظ قرآن مجید کرایا ہے جس کو حفظ کیے ہوئے تقریباً چھ ماہ گزر چکے ہیں اب اس کی عمر ۱۲ سال اور ۲ ماہ ہے۔ منزل بحمد اللہ بہت اچھی ہے اس کا جی چاہتا ہے کہ رمضان المبارک میں تراویح وہی پڑھائے تو کیا اس کے پیچھے تراویح پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔

---

۱) الدر المختار مع ردالمحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۸۷ طبع جدید رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی العالمکیریة وعلی قول مشائخ بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح والسنن المطلقة کذا فی قاضیخان المختار انه لا یجوز فی الصلوات کلها کذا فی الهدایة هوالاصح ء الباب الخامس فی الامامة الفصل الثالث فی بیان من یصلح الخ ۱/۸۵ طبع رشیدیه کوئٹه.

﴿ج﴾

لڑکے کے لیے ادنیٰ مدت بلوغ بارہ سال ہے[۱]۔ اگر آثار بلوغ مثلاً احتلام احبال یا انزال ظاہر ہو جائے تو یہ بالغ شمار ہوتا ہے۔ ورنہ پندرہ سال آخری مدت بلوغ ہے اگر کوئی علامت بھی ظاہر نہ ہو تب بھی اس عمر کو پہنچ کر بالغ شمار ہوتا ہے[۲] آپ کے لڑکے میں اگر کوئی علامت بلوغ کی نہیں پائی گئی ہے اور یہی ظاہر ہے تو یہ صبی اور مراہق کہلائے گا اور اس کی امامت بالغ مقتدیوں کے لیے نہ تو فرض میں صحیح ہے اور نہ کسی نفلی نماز تراویح وغیرہ میں۔ قال فی فتاوی عالمگیریہ **وعلی قول ائمة بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح والسنن المطلقة کذا فی فتاوی قاضیخان والمختار انه لا یجوز فی الصلوة کلها کذا فی الهدایه وهو الاصح هکذا فی المحیط وهو قول العامة وهو ظاهر الروایة هکذا فی البحر الرائق**[۳]۔

حضرت مولانا علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں[۴] نابالغ کی امامت حسب اصل مذہب درست نہیں اس لیے ایسے موقع میں سورت سے تراویح پڑھ لیں۔ پندرہ سالہ لڑکا قابل امامت ہے۔ اگرچہ کوئی علامت اس میں ظاہر نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين وهو المختار الدر المختار. كتاب الحجر فصل بلوغ الغلام بالاحتلام الخ ٩/ ٢٦٠ طبع جديد رشيديه كوئٹه.
وهكذا في العالمكيرية كتاب الحجر الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ ٥/ ٦١ طبع رشيديه.
وكذا في مجمع الأنهر كتاب الحجر فصل في يحكم ببلوغ الغلام ٤/ ٦١ طبع غفاريه كوئٹه.

۲) بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والانزال ...... حتى يتم لكل منهما خمس عشر سنة به يفتي الدر المختار كتاب الحجر فصل بلوغ الغلام بالاحتلام ص ٢٦٠، ج٩، طبع جديد، رشيديه كوئٹه۔
كذا في العالميكرية كتاب الحجر الفصل الثاني في معرف حد البلوغ ٥/ ٦١ طبع رشيديه.
وكذا في مجمع الأنهر كتاب الحجر فصل في يحكم ببلوغ الغلام ٤/ ٦١ طبع غفاريه كوئٹه.

۳) وفي الفتاوى العالمكيرية الباب الخامس في الامامة الفصل الثالث في بيان من يصلح الخ ١/ ٨٥ طبع رشيديه كوئٹه. وكذا في مجمع الأنهر كتاب الحجر فصل في يحكم ببلوغ الغلام ٤/ ٦١ طبع غفاريه كوئٹه. وكذا في الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ٢/ ٣٨٧ جديد رشيديه.
وهكذا في الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ١٢٩ طبع رحمانيه لاهور.

٤) تاليفات رشيديه كتاب الصلوة امامت اور جماعت كا بيان امامت تراويح يا فرائض كے ليے عمر كا تعين ص: ٣٠٢ طبع ادره اسلاميات لاهور.

اقتداء کے لیے بلوغ شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ حافظ قرآن ہے اور نماز روزہ کے مسائل سے واقف ہے۔ جو کہ عمر اٹھارہ انیس سال بتاتا ہے۔ لیکن ڈاڑھی اس کی ابھی نہیں ہے۔ اس بناء پر چند اشخاص اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔ تو استفسار اس چیز کا ہے کہ ڈاڑھی ہونا امامت کے لیے شرط ہے یا بلوغ اگر بلوغ شرط ہے تو علامات بلوغ کون سی ہیں اور کیا ہونی چاہیے۔

﴿ج﴾

اگر وہ ۱۹/۱۸ سال کی عمر کا ہے۔ تو شرعاً اس کو بالغ ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں۔ اس کی اقتداء میں نماز درست ہے[1]۔ اقتداء کی صحت کے لیے ڈاڑھی کا ہونا شرط نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

داڑھی منڈانے والے کبوتر باز کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے اور کبوتر باز بھی ہے گولیاں وغیرہ بھی کھیلتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور یہ امامت کے لائق ہے۔ بینوا توجروا

---

۱) والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریة اذا انتها الیه خمس عشرة سنة وعلیه الفتوی فتاوی عالمکیریة کتاب الحجر الفصل الثانی فی معرفة حد البلوغ ۶۱/۵ طبع رشیدیه سرکی روڈ کوئٹه.
وکذا فی الدر المختار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام ۲۶۰/۹ طبع جدید رشیدیه.
وکذا فی مجمع الأنهر کتاب الحجر فصل فی یحکم ببلوغ الغلام ۶۰/۴ طبع غفاریه کوئٹه.

۲) فی نور الایضاح فقال وشروط الامامة للرجال الأصحاء ستة الاشیاء الاسلام والبلوغ والعقل والذکورة والقراءة والسلامة من الأعذار کالرعاف الخ رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۷/۲ طبع جدید رشیدیه کوئٹه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۸۷ طبع دارالکتب بیروت.
وکذا فی العالمیکریة کتاب الصلوة الباب الخامس فی الامامت ۸۲/۱ طبع رشیدیه.

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ داڑھی منڈوانے والا فاسق ہے[1] اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے[2] لہٰذا یہ شخص امامت کے لائق نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

قبضہ سے کم داڑھی والے امام کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ داڑھی کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے۔ مسجد میں پیش امام کے لیے داڑھی چھوٹی کرانا کیسا ہے۔ سفید داڑھی کو کالا کرنا مثلاً کالا کولا' بھسمہ' کالی مہندی' خضاب وغیرہ سے جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو وہ کون سی ایسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے کالی کر سکتا ہے۔ مثلاً جوان عورت یا روزی کمانے میں سفید داڑھی کی وجہ سے رکاوٹ ہو تو کالی داڑھی کر سکتے ہیں۔ کالی داڑھی کرنے والے انسان کو مسجد میں پیش امام رکھا جا سکتا ہے۔ مسجد کے اندر درس دینا، تقریر کرنا، وعظ کرنا ہر ایک کو جہاد سمجھ کر سفید داڑھی کو کالا کرنا جائز ہے۔ جھوٹ بولنے والے انسان کو مسجد میں پیش امام رکھنا کیسا ہے۔

---

۱) ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٤٠٧/٦ طبع ايج۔ ايم۔ سعيد. ومثله فى الدر المختار وأما الاخذ منها وهى دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد، كتاب الصوم باب ما يفسده وما لا يفسد ٤١٨/٢ طبع سعيد.

۲) اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه كراهة تحريم الشامية كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع سعيد. ومثله فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٢ طبع قديمى كتب خانه.

۳) لا ينبغى أن يقتدى بالفاسق الا فى الجمعة لانه فى غيرها يجد اماما غيره رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع سعيد. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعيدى. وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة امن هو أحق بالامامة ٦٠٣/١ طبع إدارة القرآن.

ایک قبضہ (مٹھی) داڑھی رکھنا سنت ہے۔ اس سے چھوٹی کرانا داڑھی کٹانے اور منڈانے کے حکم میں ہے اور یہ حرام ہے اور داڑھی کو منڈوانے اور کتروانے والا فاسق ہے[1]۔ اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ ولا باس بنتف الشيب واخذ اطراف اللحية والسنة فيها القبضة الخ ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته[2] سیاہ خضاب کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے سیاہ خضاب کو ناجائز لکھا ہے[3]۔ عامۃ المشائخ کا یہی مذہب ہے[4]۔ فتاویٰ دارالعلوم میں سیاہ خضاب کا استعمال کرنے والے کی امامت کو مکروہ لکھا ہے[5]۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے۔ کفار کے مقابلہ میں جہاد کرنے والے کو کفار پر رعب ڈالنے کے

---

١) ويكره تقديم العبد والاعرابي والفاسق لانه لا يهتم لامر دينه الخ هدايه كتاب الصلوة باب الامامة ١/١٢٤ طبع رحمانيه لاهور.

و هكذا في رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعيد كراچي.

وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة الخ ١/١٤٥ طبع رشيديه.

٢) وفي الدر المختار مع شرحه رد المحتار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٩/٦٧١ طبع جديد رشيديه.

وكذا في الدر المختار واما الاخذ فيها وهي دون ذالك اى قدر القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ٢/٤١٨ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.

٣) وفي امداد الفتاوى بالوں کے حلق وقصر اور خضاب وغيره/ مسائل خضاب ٤/٢١٧ طبع دارالعلوم كراچی.

٤) ويكره (اى الخضاب) بالسواد اى لغير الحرب الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٩/٦٩٦ طبع جديد رشيديه كوئٹه.

وكذا في الهندية كتاب الكراهية الباب العشرون في الزينة الخ ٥/٣٥٩ طبع رشيديه.

وكذا في الموسوعة الفقهية ٢/١١،١٠ طبع.

٥) وفي فتاوى دارالعلوم ديوبند كتاب الصلوة باب الامامة سياه خضاب استعمال کرنے والے کی امامت ٣/١١٨ طبع دارالاشاعت كراچی.

لیے سیاہ خضاب استعمال کرنا جائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ صفر ۱۳۹۱ھ

فاسق کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور قرآن کا حافظ بھی مگر نماز پڑھا کر مصلی پر بیٹھ کر بہت بے ہودہ باتیں نمازیوں کے سامنے کرتا ہے۔ اور عوام لوگوں سے میل جول کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا علماء دین کی خدمت میں تحریر ہے کیا ایسا شخص امام بنانے کے قابل ہے یا کہ نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ کتب فقہ متداولہ سے تحریر فرماویں۔ نیز داڑھی بھی منڈواتا ہے۔ صرف نظر آتی ہے دوسرا کچھ بھی نہیں۔

ج

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد الخ.** [2] اسی طرح بے ہودہ اور خلاف شرع قسم کی باتیں کرنا بھی ناجائز ہے۔ پس ایسے شخص

---

۱) ولا خلاف انه لا بأس للغازی أن يخضب فی دار الحرب ليكون أهيب فی عين قرنه وأما من اختضب لأجل التزين للنسآ والجواری فقد منع من ذلك بعض العلماء والاصح انه لا بأس به وهو مروی عن ابی يوسف رحمه الله الخ مبسوط للسرخسی كتاب التحری ۱۹۹/۱۰ طبع إدارة القرآن كراچی.

وكذا فی رد المحتار مع الدر كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۶۹۶/۹ طبع جديد رشيديه كوئٹه. وكذا فی الهندية كتاب الكراهية الباب العشرون فی الزينة ۳۵۹/۵ طبع رشيديه. ولذا يحرم علی الرجل قطع لحيته الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۴۰۷/۶ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد. ومثله فی الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ۴۱۸/۲ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچی.

۲) وفی الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ۴۱۸/۲ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچی.
وكذا فی الدر المختار كتاب الحضر والاباحة فصل فی البيع ۴۰۷/۶ طبع سعيد.

کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[۱]۔ لان فی امامته تعظیمه و تعظیم الفاسق حرام [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ شعبان ۱۳۸۹ھ

ایک مشت سے کم داڑھی والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی کترانے والا یعنی جس کی داڑھی قبضہ سے چھوٹی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ؟ کیا اس نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہ داڑھی کترانے اور منڈوانے میں کیا فرق ہے، داڑھی کے متعلق شرعی حیثیت کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

اعفوا اللحی (الحدیث)[۳] سے وجوب اعفاء لحیہ ثابت ہوتا ہے اور اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ قبضہ سے آگے بڑھایا جاتا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ما زاد علی القبضه کا قطع ثابت ہو چکا ہے[۴]۔ لہٰذا قبضہ سے کم کرنا کسی صورت میں جائز نہیں[۵] اور اس پر دوام و اصرار گناہ کبیرہ ہے جو موجب فسق ہے اس کی

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه كوئته.
وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه.

۲) رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.

۳) وفي صحيح البخارى باب اعفاء اللحى ۲/۸۷۵ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا في مشكوة المصابيح باب الترجل ۲/۳۸۰ طبع قديمى كتب خانه كراچى.

٤) وكان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه صحيح البخارى باب اعفاء اللحى ۲/۸۷۵ طبع قديمى كتب خانه كراچى.
وفي رد المحتار قال لأنه صح عن ابن عمر راوى هذا الحديث انه كان يأخذ الفاضل عن القبض كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ۳/٤۵۷ طبع جديد رشيديه كوئته.

۵) والسنة فيها القبضة ...... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته ...... الدر المختار كتاب الحضر والاباحة فصل في البيع ۹/٦۷۱ طبع جديد رشيديه كوئته.
ومثله في الدر المختار كتاب الصوم باب مايفسد وما لا يفسد ۲/٤۱۸ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.

مستقل امامت جائز نہیں [۱] البتہ اگر کسی موقع پر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی مجبوری پیش آجائے تو نماز پڑھ لینی چاہیے اور وہاں سے جانا نہیں چاہیے صلوا خلف کل برو فاجر [۲] داڑھی کی شرعی حیثیت حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کے رسالہ سے معلوم کرلیں۔

ایک مشت سے کم داڑھی والے حافظ کی تراویح میں امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے اور قرآن پاک صحیح اور اچھا پڑھتا ہے اور وہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنانا چاہتا ہے۔ مگر وہ داڑھی کترواتا ہے اور اس کی داڑھی حد شرعی یعنی مٹھی سے بھی کم ہے۔ اس لیے بعض حضرات معترض ہیں کہ اس کی داڑھی خلاف سنت ہے۔ اس لیے اس کے پیچھے نماز تراویح جائز نہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں شرعی فیصلہ صادر فرماویں کہ ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس شخص نے کچھ دنوں سے داڑھی کتروانی چھوڑ دی ہے اور آئندہ نہ کتروانے کا وعدہ بھی کیا ہے مگر ابھی تک داڑھی شرعی حد سے کم ہے۔ شاید کہ وہ رمضان المبارک تک بھی حد شرعی تک نہ پہنچے، اس لیے جواب دے کر ممنون فرماویں۔

اگر داڑھی کترانی چھوڑ دی ہے اور توبہ تائب صدق دل سے ہوگیا ہے تو اس کی امامت جائز ہے [۳]

---

۱) لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد اماماً غیره الخ رد المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦٠ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعیدی.
وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ص:٦٠٣.

۲) حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعیدی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع دارالکتب. وکذا فی شرح الفقه الاکبر الکبیرة لا تخرج المؤمن عن الایمان ص:٢٢٧ طبع دار الابشائر الاسلامیه.

۳) التائب من الذنب کمن لا ذنب له ، مشکوة المصابیح کتاب اسماء الله تعالی باب الاستغفار والتوبة الفصل الثالث ١/ ٢٠٦ طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی سنن ابن ماجه باب التوبة ٣٢٢ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

گو رمضان المبارک تک حد شرعی کو نہ بھی پہنچے۔ مگر وہ ڈاڑھی پوری ہونے تک امامت نہ کرے کیونکہ دیکھنے والے جائز بالکراہت سمجھیں گے(۱)۔

جہاں ننانوے فیصدی داڑھی منڈوانے یا کتروانے والے ہوں تو امام کون بنے

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں سارے کے سارے افراد ننانوے فی صدی داڑھی منڈے یا دو دو انگل والے ہیں۔ ان میں قاری بھی ہیں اور حافظ بھی اور کچھ دین کا علم جاننے والے بھی ہیں۔ لیکن سارے کے سارے داڑھی منڈے یا داڑھی کتروانے والے دو انگل یا تین انگل داڑھی والے ہیں۔ جب کہ چھوٹی داڑھی والے کے پیچھے نماز جائز نہیں کیا یہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں یا ان میں سے کوئی امام بن جائے جماعت کرائے تو سب کی نماز ہو جائے گی یا نہیں اور جو ایک فی صدی داڑھی والے ہیں وہ بالکل ان پڑھ ہیں۔ قل شریف بھی صحیح نہیں آتی۔ بینوا توجروا۔

داڑھی قبضہ سے کم کرنا ناجائز ہے(۲) لہٰذا داڑھی کٹوانے اور منڈوانے والے فاسق ہیں اور فاسق کی امامت مکروہ ہے(۳)۔ اس لیے ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے۔ البتہ اگر ایسا شخص امام بن گیا تو جدا نماز پڑھنے

---

۱) دع ما یریبك الی مالا یریبك مشکوۃ المصابیح باب الکسب وطلب الحلال الفصل الثانی ۱/۲۴۲ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔ وھکذا فی الصحیح البخاری کتاب البیوع باب فی تفسیر المشبھات ۱/۲۷۵ طبع قدیمی کتب خانہ۔

۲) واما الاخذ منھا وھی دون ذالك کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ أحد الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد ومالا یفسد ۲/ ۴۱۸ طبع سعید۔
وکذا فی الدر المختار والسنۃ فیھا القبضۃ ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ الخ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ۹/۴۷۵ طبع سعید کراچی۔

۳) ویکرہ امامۃ عبد...... وفاسق قال ابن عابدین وفاسق من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربوا ونحو ذالك الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وکذا فی خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ الفصل الخامس عشر فی الامامۃ ۱/۱۴۵ طبع رشیدیہ۔
وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ ص:۳۰۳ طبع دار الکتب بیروت۔

سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔اس صورت مسئولہ میں چھوٹی داڑھی والے کا امام بننا بنسبت داڑھی منڈ وانے والے کے اس وقت تک مناسب ہے جب تک کہ کوئی دوسرا صالح اور نیک امام میسر نہ آجائے اور اس کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے اور صلوٰۃ خلف الفاسق واجب الاعادہ نہیں[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام کن صفات کا حامل ہونا چاہیے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) امام کن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے مفصل بیان کریں۔

(۲) ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہو سکتی ہے جس کی داڑھی شرع کے مطابق پوری نہ ہو یا بالکل ہی صاف ہو؟ شرع کے مطابق کم از کم داڑھی کتنی ضروری ہے۔قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کریں۔جو اس مسئلہ کو نہ مانے اس کے لیے کیا حکم ہے شریعت میں۔

(۳) اس امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے جس کی داڑھی ابھی اتر رہی ہو مگر شرع کے مطابق پوری نہ ہو۔

﴿ج﴾

(۱) امام کے لیے مسائل نماز سے واقفیت اور صالح و متقی ہونا ضروری ہے۔والاحق بالامامة تقديماً بل نصبا الا علم باحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة[2]

---

۱) وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة إفادان الصلوة خلفهما اولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع الخ الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۲ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد. وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدي كتب خانه كوئٹه. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت.

۲) الدر المختار مع شرحه ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۰ طبع جديد رشيديه كوئٹه.
وكذا في الفتاوى التاتارخانيه۔وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراء ة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۰ طبع إدارة القرآن كراچي.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالكتب بيروت.

(۲) درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد** [1] نیز درمختار [2] میں ہے۔ **والسنة فيها القبضة الخ. ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته** پس داڑھی منڈوانے والا اور ایک مشت سے کم کتروانے والا فاسق ہے۔ اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [3]۔

(۳) اس کی امامت جائز بکراہت ہے [4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی منڈانے، کٹانے، صرف رمضان میں رکھ لینے والوں کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض حفاظ داڑھی منڈواتے ہیں بعض شرعی مقدار پوری ہونے سے قبل کتروا تے ہیں اور بعض نے عادت بنالی ہے کہ جب رمضان شریف آتا ہے تو ایک دو ماہ قبل کچھ بڑھا لیتے ہیں۔ رمضان شریف کے بعد پھر منڈواتے یا کتروا دیتے ہیں۔ خصوصاً ایسے حفاظ کے پیچھے کہ جنھوں نے پہلے داڑھی رکھوائی ہوئی تھی اور اب منڈوادی ہے۔ شرعاً نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد مطلب في الاخذ من اللحية ٤١٨/٢ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

۲) الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٤٠٦،٤٠٢/٦ طبع سعيد كراچى.

۳) في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

٤) صلوا خلف كل بر وفاجر حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٤ طبع سعيدى.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

ويكره تنزيهاً امامة عبد وفاسق الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٩ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

﴿ج﴾

داڑھی منڈوانا یا حد شرع سے کم کرانا گناہ ہے[1]۔ جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے[2]۔ درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما الاخذ منها وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد** [3] نیز درمختار[4] میں ہے۔ **وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته**۔ اس سے پہلے ہے۔ **والسنة فيها القبضة.**

نیز ردالمحتار [5] میں ہے۔ **ان كراهة تقديمه (اى الفاسق) كراهة تحريم** ۔ ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ چار انگشت سے کم داڑھی قطع کرنے والے یا منڈوانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایسا شخص لائق امامت نہیں۔ تراویح میں بھی ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) والسنة فيها القبضه ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٤٠٧/٦ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

وكذا فى الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد مطلب فى الاخذ من اللحية ٤١٨/٢ طبع سعيد.

۲) ويكره امامة عبد ...... وفاسق الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٩ طبع سعيد.

ومثله فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء١/ ١٤٥ طبع رشيديه.

وكذا فى البناية شرح الهدايه كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٣٢ طبع دار الكتب.

۳) وفى الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد مطلب فى الاخذ من اللحية ٤١٨/٢ طبع سعيد.

٤) الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٤٠٧/٦ طبع سعيد كراچى.

٥) رد المحتار مع الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع سعيد كراچى.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

ڈاڑھی کتروانے والے، ناظرہ خواں، واقف از مسائل میں سے نماز پڑھانے کے لیے کسے آگے کیا جائے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) داڑھی کترانے اور مشت سے کم رکھوانے والے حافظ یا ناظرہ خواں صاحب کے پیچھے نماز فرض عین فرض کفایہ یا تراویح وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس وقت اگر کسی جگہ داڑھی منڈ سے کے علاوہ دوسرا کوئی آدمی نماز پڑھانے والا ہو تو کیا داڑھی منڈانے یا داڑھی کترانے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ کیا داڑھی منڈانے اور کترانے والے کے پیچھے داڑھی کترا اور داڑھی منڈا نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر داڑھی والا نہیں مل سکتا تو داڑھی منڈے یا داڑھی کترے کے پیچھے نماز پڑھ لیں یا جماعت ترک کر دیویں۔

(۲) ایک حافظ جو نماز کے مسئلوں سے واقف نہیں اور دوسرا ناظرہ خواں بھی موجود ہے۔ جو نماز کے مسئلوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں کس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔

(۳) ایک آدمی قرآن کا حافظ ہے اور نماز کے مسئلوں سے بھی واقف ہے۔ مگر ناخن پالش لگا کر نماز پڑھاتا ہے اور دوسرا جو قرآن ناظرہ پڑھا ہوا ہے نماز کے مسائل سے بھی واقف نہیں ان دونوں میں سے کس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے نماز ویسے ناظرہ خوان بھی پڑھا سکتا ہے۔

(ج)

(۱) درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد الخ**[1] نیز درمختار میں ہے۔ **وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته**.[2] داڑھی

---

۱) الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد مطلب في الاخذ من اللحية ۲/۴۱۸ طبع سعيد.

۲) الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/۴۰۷ طبع ایچ-ایم- سعید کراچی.

کترانے ،مشت سے کم رکھوانے والے حافظ یا ناظرہ خوان کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۱]۔فرض عین ،فرض کفایہ ،تراویح سب کا ایک حکم ہے۔سب میں ایسے فاسق کی امامت مکروہ ہے[۲]۔اگر شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے والا نہیں ہے تو اکیلے پڑھنے سے اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیے[۳]۔لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہیے۔لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام[۴]۔

(۲) ناظرہ خوان واقف ازمسائل زیادہ لائق امامت ہے۔والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة[۵]

---

۱) فی شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم ۔ سعید کراچی

وفي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه.

وكذا في حاشية الطحطاوی على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) ويكره امامة عبد ...... وفاسق الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة ۱/ ۱۴۵ طبع رشیدیه.

وكذا في البناية شرح الهدايه كتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالكتب العمية.

۳) وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع الخ الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۲ طبع سعید.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.

۴) واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامردينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ، ردالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع سعید.

وكذا في البناية شرح الهدايه كتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۳۳ طبع دارالكتب العمية.

وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۴۲ طبع دارالكتب بيروت.

۵) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۳۵۰ طبع ایچ ۔ ایم۔ سعید کراچی.

وكذا في الفتاوى التاتارخانيه۔ يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب الخ، كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی پاکستان.

وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالكتب بيروت.

(۳) ناخن پالش کے اندر سے ناخن تک پانی وضو کے وقت سرایت نہیں کرتا اس لیے ناخن پالش کا استعمال درست نہیں اور ایسے شخص کی امامت درست نہیں بہر حال وضو کے پانی کا وضو کے اعضاء پر پہنچنا ضروری ہے اگر کسی حصہ پر پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بودی داڑھی رکھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر ایک جگہ پر کوئی باریش یا صاحب شرع آدمی نہیں تو لوگوں نے ایک داڑھی منڈے اور بودی داڑھی والے آدمی کو امام بنایا اور اس کے پیچھے اقتداء کی حالانکہ وہ آدمی صرف نماز کے علاوہ امامت کے احکام سے واقف نہیں۔ اس صورت میں اقتداء کرنے والوں کی نماز ہو جائے گی یا لوٹانی پڑے گی۔ اس صورت میں یہ بھی واضح فرمادیں کہ جماعت اولیٰ ہے یا فرداً فرداً پڑھنی اولیٰ ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد الخ.** (۲) اور نیز درمختار میں ہے۔ **وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته** (۳)۔ پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اگرچہ بحکم **صلوا خلف كل بر وفاجر** (۴) اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے **لان في امامته تعظيمه وتعظيم الفاسق حرام** (۵)۔

---

۱) ويجب اى يفرض كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة كأذن الى اخره ولا يمنع الطهارة ونيم أى خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته وحناء ولوجرمه به يفتى ودرن و وسخ وكذا دهن ودسومة الى اخره ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه الخ الدر المختار ۱۵۲/۱، ۱۵۴ كتاب الطهارة مطلب ابحاث الغسل طبع سعيد.
وكذا في الفتاوى العالمكيرية الفصل الاول في فرائض الوضو طبع رشيديه كوئٹه.
وكذا في مراقى الفلاح كتاب الطهارة فصل في تمام احكام الوضو ۶۳/۱ طبع قديمي.
۲) وفي الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ۴۰۷/۶ طبع سعيد كراچي.
۳) وكذا في الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۴۰۷/۶ طبع ايچ-ايم- سعيد كراچي.
۴) وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص۵۱۴ طبع سعيدي. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.
۵) واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامردينه، وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع سعيد.
وكذا في البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۳/۲ طبع دارالكتب العمية.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۲۴۲/۱ طبع دارالكتب بيروت.

اگر ایسا موقع پیش آ جائے کہ ایسا شخص جس کی داڑھی سنت کے مطابق ہو اور نماز کے مسائل جانتا ہو موجود نہ ہو تو نماز اسی داڑھی منڈے کے پیچھے باجماعت پڑھ لینی چاہیے اکیلے پڑھنے سے باجماعت پڑھ لینی اولیٰ ہے۔ درمختار میں ہے۔ **وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة** [1]۔ اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے۔ **(قوله نال فضل الجماعة افاد ان الصلوة خلفهما اولى من الانفراد.**

فقط واللہ اعلم۔

امام ومقتدی سب داڑھی منڈے ہوں

﴿س﴾
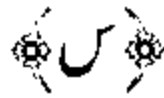
کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسائل کہ:

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے یا نہ۔

(۲) خاص کر جب کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے سوائے داڑھی منڈے کے تو کیا اس وقت نماز فرداً فرداً ادا کی جائے یا مع الجماعت ادا کی جائے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے۔ **صلوا خلف كل بر و فاجر**۔

(۳) کیا مقتدی اور امام سب داڑھی منڈے ہیں۔ تو ان کی نماز باجماعت ہونی چاہیے یا فرداً فرداً پڑھیں۔

(۴) شرعاً داڑھی کی اہمیت اور حکم کیا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز ہے مع الکراہت [2] (۲) ایسے موقع میں انفرادی سے داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ درمختار میں ہے **وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق**

---

۱) الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع سعيد.
وكذافي حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعيدى.
وكذا في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت.

۲) ويكره امامة عبد وفاسق الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹ طبع ايچ۔ ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة ۱/ ۱۴۵ طبع رشيديه.
وكذا فى التاتارخانيه ويكره ان يكون الامام فاسقاً كتاب الصلوة باب الامامة ۴۳۸/۱ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچى.

او مبتدع نال فضل الجماعة[1] اس پر علامہ شامی ﷫ نے لکھا ہے۔ افاد ان الصلوۃ خلفهما اولی من الانفراد انتھی[2] (۳) ایسی صورت میں بھی نماز مع الجماعت ہونی چاہیے بلکہ اس میں کراہت بھی نہیں ہے[3]۔ (۴) داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اس سنت کا تارک بلاشبہ فاسق وفاجر ہوگا حتیٰ کہ اس فعل شنیع پر مداومت کرنے سے یہ گناہ کبائر میں شمار ہوگا اس لیے کہ لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرة مع الاستغفار[4] ہمارے فقہاء احناف نے محلقین اور مقصرین دونوں پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ درمختار میں ہے کہ واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم[5]۔

سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام مسجد داڑھی منڈ وا کر یعنی بالکل چٹ کرا کے نماز پڑھائے یعنی امامت کرے ایسے عمل کے ساتھ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اگر چہ اس کو پتہ بھی ہو پھر بھی وہ یوں کہے کہ یہ فضول عمل ہے تو ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہ اور پھر سونے کی انگوٹھی پہنے رکھے شرع محمدی ایسے امام کے بارہ میں کیا حکم دیتی ہے۔

---

۱) الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع سعيد كراچي. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب.

۲) رد المحتار مع الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع سعيد كراچي. وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه كراچي. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.

۳) هذا ان وجد غيرهم والا فلا كراهة (قال ابن عابدين) هذا اى ما ذكر من كراهة امامة المذكورين الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۸/۲ طبع جديدرشيديه كوئٹه.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح وإذا لم يجد غير المخالف فلا كراهة في الاقتداء به ...... كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۴ طبع دارالكتب بيروت.

۴) شرح الفقه الاكبر الانبياء منزهون عن الكبائر والصغائر ص:۱۷۰ طبع دارالبشائر الاسلامية.

۵) وفي الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ۴۱۸/۲ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصوم باب مايفسد الصوم وما لا يفسد ۴۹۰/۱ طبع رشيديه كوئٹه.
وكذا في فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲۷۰/۲ طبع رشيديه.

﴿ج﴾

داڑھی منڈوانا حرام ہے اور اس پر اصرار(۱) کرنا بہر حال گناہ کبیرہ ہے۔ سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے استعمال کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے(۲)۔ اس لیے ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے(۳)۔ مسجد میں ایسے امام کا رکھنا جائز نہیں اسے معزول کر دیا جائے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

داڑھی منڈانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے اور کترانے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر درست نہیں تو تفصیلی روشنی ڈالیں اور کسی معتبر کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرماویں نیز قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوا خلف کل برو فاجر کی تفصیل بھی مطلوب ہے۔ کیونکہ داڑھی کترانے والے امام اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کی حدیث کے الفاظ عام ہیں۔

---

۱) والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٤٠٨/٦ طبع سعيد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصوم باب مايفسد الصوم وما لا يفسد ٤٩٠/٢ طبع رشيديه. وكذا فى فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ٢٧٠/٢ طبع رشيديه.

٢) ولايتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً الخ رد المحتار مع الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى اللبس ٣٥٨/٦ طبع ايچ ـ ايم سعيد كراچى. وكذا فى البحر الرائق كتاب الكراهية فصل فى اللبس ٣٤٨/٨ طبع رشيديه كوئٹه. وكذا فى الفتاوى العالمگيرية كتاب الكراهية الباب العاشر فى استعمال الذهب والفضة ص٣٣٥ ج٥ طبع رشيديه سركى روڈ كوئٹه.

٣) فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراچى. وكذافى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

٤) ويكره ان يكون الامام فاسقا ويكره للرجال أن يصلوا خلفه التاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ٦٠٣/١ طبع إدارة القرآن كراچى. وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٩/١ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦١١/١ رشيديه كوئٹه.

﴿ج﴾

چونکہ حضور اکرم ﷺ کی احادیث مطہرہ میں مختلف الفاظ سے داڑھی بڑھانے کے حکم بھی وارد ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے امر کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔ **اعفوا اللحی اوفوا اللحی۔ وفروا اللحی۔ کثروا اللحی وغیر ذالک** [۱] اور ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس پر دوامی عمل ہے اور صیغۂ امر مع مواظبۃ العمل وجوب حکم کا فائدہ دیتا ہے۔ **کما ھوا المقرر فی اصول الفقہ** [۲] اس واسطے داڑھی کا چھوڑنا واجب ہے لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری در بارۂ قطع ما فوق القبضہ اثر موجود ہے اور صحابی کا قول **فیما لا یدرک بالرای** مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے ما فوق القبضہ کے کاٹنے کے متعلق جواز کا حکم دیدیا۔ اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل صحیح بخاری میں منقول نہ ہوتا تو علی الاطلاق داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا [۳]۔ بہرحال قبضہ سے کم کے کترانے کے عدم جواز پر اجماع ہے اور یہی مذہب ائمہ اربع کا ہے۔ شامی **واما الاخذ منها وهي دون ذالک (ای قدر القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد** [۴]۔ اس لیے داڑھی کا منڈوانا یا کتروانا اور اس پر دوام و اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب اس کا فاسق ہے اور

---

۱) صحيح البخاری باب اعفاء اللحی ۲/۸۷۵ طبع قديمی كتب خانه كراچی. وكذا فی صحيح البخاری باب اخراجهم ۲/۸۷۵ طبع قديمی كتب خانه كراچی. وكذا فی مشكوة المصابيح باب الترجل ۲/۳۸۰ طبع قديمی كتب خانه كراچی. وكذا فی جامع الترمذی باب ماجاء فی اعفاء اللحية ۲/۱۰۵ طبع سعيد كراچی.

۲) فقال وموجب الوجوب لا الندب والاباحة نور الانوار مبحث الامر ص:۳۱طبع رشيديه كوئٹه.

۳) وكان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه صحيح البخاری باب تقليم الاظفار الخ ۲/۸۷۵ طبع قديمی كتب خانه.

وكذا فی رد المحتار قال لانه صح عن ابن عمر راوی هذا الحديث انه كان يأخذ الفاضل عن القبضة كتاب الصوم باب مام يفسد ومالا يفسد ۳/٤٥۷ طبع سعيد كراچی.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصوم باب مايفسد الصوم وما لا يفسد ۲/٤۹۰طبع رشيديه.

وكذا فی فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/۲۷۰ طبع رشيديه.

وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع دار الكتب بيروت.

٤) ردالمحتار مع الدرالمختار كتاب الصوم باب مايفسدو مالا يفسدو وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لايفسد طبع رشيديه، ص ٤۹۰، ج۲۔

وكذا فی فتح القدير كتاب الصوم باب مايوجب القضاء الكفارة ،ص ۲۷۰، ج ۲، طبع رشيديه

فاسق کو امام بنانا جائز نہیں اور اس کو امامت سے علیحدہ کرنا اگر وہ امام رکھا گیا ہے مسلمانوں پر لازم ہے تاکہ فاسق کی تکریم و تعظیم نہ ہو۔ اس لیے کہ مقام امامت کرامت و تعظیم ہے تو گویا کہ امام بنانا مکرم بنانا ہے اور فاسق کا فسق موجب اہانت ہے۔ اس لیے فاسق کا امام بنانا جائز نہیں۔ شامی میں ہے: **اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لا مر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الى ان قال فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم كما ذكرنا. قال ولذالم تجز الصلوة خلفه اصلاً عند مالك و رواية عن احمد[1] الخ۔**

اور **قوله صلى الله عليه وسلم صلوا خلف كل برو فاجر** کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں امت میں جو بڑے بڑے امور و واقعات خیر و شر کے درپیش ہونے والے تھے بتلا دیے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت پر انتہائی شفقت کرنے والے ہیں۔ اس لیے خیر کے حاصل کرنے اور شر سے بچنے کے متعلق بھی بہت کچھ راستے ارشاد فرماتے ہیں۔ انھیں واقعات میں سے امراء فساق کا تسلط ہے اور پھر جمعہ اور عیدین میں ان کا امام بننا ہے۔ نیز صحابہ کرام جو باطل ومنکر کے لیے ننگی تلوار ہیں نے ان کا سامنا کرنا ہے تو تصادم ہونا اور اختلاف و فتنہ ہونا اور زیادہ ہونا ظاہر تھا۔ اس واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **صلوا خلف كل برو فاجر** کہ اختلاف و فتنہ اور فساق کے پیچھے نماز پڑھنا ان میں اھون البلیتین اختیار کرلو[2]۔ یعنی اگر اصلاح کی صورت نہ ہو اور نیز ہٹانا بھی اصلح طریقے سے بغیر اختلاف فتنہ کے نہ ہو سکے (حکم شرعی یہ ہے) تو ہر فاسق و صالح کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو کہ نماز ہو جاتی ہے۔ نیز جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی[3]۔ لیکن نماز مکروہ ہوگی اور وہ خیر و برکت

---

۱) الدرالمختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع سعيد.
وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۲) لقوله عليه السلام صلوا خلف كل بر وفاجر شرح الفقه الاكبر الكبيرة لا تخرج المومن عن الايمان ص:۲۲۷ طبع دارالبشائر الاسلاميه. وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب.

۳) صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما اولى من الانفراد الخ ردالمحتار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۲ طبع سعيد كراچى.
وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب.

جو ایک متقی کے پیچھے حاصل ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوگی[۱] اور باوجود نااہل ہونے اور فاسق ہونے کے امام بننا اور ہٹانے سے نہ ہٹنے کی بنا پر سارا نقصان وکراہت کا وبال امام پر ہے[۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عارضی داڑھی والے کی تراویح میں امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ تمام سال داڑھی منڈاتا ہے اور رمضان شریف میں تراویح کی امامت کراتا ہے اور قرآن مجید سناتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کوئی دوسرا شخص پڑھائے اور تراویح داڑھی منڈا حافظ پڑھائے تو کوئی حرج نہیں کیا شرعاً یہ تراویح پڑھا سکتا ہے اور تراویح کی نماز اس کے پیچھے درست ہے۔

﴿ج﴾

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور متعدد حدیثوں میں داڑھی کا حکم وارد ہے۔ **اعفوا اللحی ارخوا اللحی واوفوا اللحی وغیر ذالک**[۳] امر کے صیغے وارد ہیں اور بقدر مشت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے[۴]۔ داڑھی منڈانا یا قدر مشت سے قبل کتروانا یعنی حد سنت جو کہ بقدر قبضہ ہے اس

---

۱) لکن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع الخ الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٢ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد كراچي. وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع دارالكتب.

۲) ومن ام قوماً وهم له كارهون أن الكراهة لفساد فيه أولا نهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما لحديث ابي داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥٥٩ سعيد.

۳) يكره ان يكون الامام فاسقا كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ١/٤٣٨ إدارة القرآن.
ويكره تنزيها امامة عبد وفاسق در مختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ سعيد.
ومثله في خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة ١/١٤٥ طبع رشيديه.

٤) فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ...... الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد.
وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦٠٩ طبع رشيديه كوئٹه.

سے کم کرنا اور اس پر دوام واصرار کرنا شرعاً فسق اور کبیرہ گناہ ہے [1]۔ لہٰذا ایسا شخص جو کہ داڑھی منڈاتا ہے شرعاً فاسق ہے۔ امامت کا اہل نہیں اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [2]۔ ایسے امام کو فرائض وتراویح دونوں میں امام بنانا جائز نہیں۔ بجائے ایسے حافظ کے غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھی جائیں۔ فرائض ہوں یا تراویح دونوں میں داڑھی مونڈنے والے کو جو کہ فاسق ہے امام بنانا اس کو معظم بنانا ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

داڑھی منڈانے، سر کے بال خوب بڑھانے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) جمعہ پڑھانے والا شخص عالم بھی نہیں داڑھی بھی غائب بلکہ دو سوتر یا ایک سوتر یعنی انچ کا آٹھواں حصہ یا دسواں حصہ یا آدھ حصہ یا ایک انچ داڑھی اور بال سر کے ایک فٹ لمبے یا ڈیڑھ فٹ لمبے تو کیا یہ شخص جمعہ یا جماعت کرا سکتا ہے۔ تکبیر اذان کہہ سکتا ہے۔ یہ شخص کہتا ہے کہ بال جب کبھی حج پر گیا تو وہاں کٹائے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔ نماز جماعت و جمعہ کے مسائل سے بھی واقف نہیں ہے۔ (۲) کیا یہ شخص جنازہ پڑھا سکتا ہے (۳) متولی جامع مسجد یہی شخص ہے۔ جمعہ نہیں ہوتا دو مسجدیں اور ہیں۔ مگر کچھ لوگ شہر میں جو یہاں سے ایک سے دو میل دور ہے وہاں جاتے ہیں اور کچھ یہاں پڑھتے ہیں۔ دوسری مسجد میں قاری صاحب تقریباً ۲۰ یا ۲۵ لڑکے لڑکیوں کو روزانہ صبح شام درس قرآن دیتے ہیں۔ مگر جمعہ کے لیے اگر وہ شہر نہ جائیں تو وہاں جا کر پڑھوا دیتے ہیں۔ ورنہ وہی لمبے ڈیڑھ فٹ یا فٹ بھر بالوں والا اذان ونماز کراتا ہے اور یہ شخص قاری صاحب کو جمعہ کے لیے کہنا بھی کسر شان سمجھتا ہے۔ یہی متولی جامع مسجد لوگوں میں ہر دلعزیز بھی نہیں ہے۔ بلکہ زمین باپ دادا کی تھی اور باپ یا دادا نے اللہ کا گھر بنوایا تھا مگر اب بضد اور مصر ہیں۔ حکم شرع متین سے جلدی تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

---

۱) وكذا في صحيح البخاري باب تقليم الاظفار ۲/۸۷۵ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في مشكوة المصابيح باب الترجل ۲/۳۸۰ قديمي كتب خانه.
وكذا: جامع الترمذي باب ماجاء في اعفاء اللحية ۲/۱۰۵ طبع سعيد.

۲) فقال وموجبه الوجوب لا الندب والاباحة نورالانوار مبحث الامر ص:۳۱ طبع حقانيه پشاور.
وكذا في الحسامي فصل في الامر ص:۲۹ طبع رشيديه سركي روڈ كوئٹه.

﴿ج﴾

(۱) ایسا شخص جو داڑھی مٹھی بھر سے کم رکھتا ہے اور سر کے بال عورتوں جیسے خوب لمبے رکھتا ہے۔ مسائل نماز وغیرہ سے ناواقف ہے اگر جماعت کرائے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۱]۔ اگر کہیں دوسرے امام کے پیچھے جماعت میسر آسکے تو اس کے پیچھے ادا نہ کی جائے۔ ورنہ بصورت مجبوری اس کے پیچھے ہی ادا کی جائے[۲] (۲) اس کا حکم بھی وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا۔ (۳) صلاح مشورہ کے ساتھ کسی دوسرے مستحق واہل شخص کو امام مقرر کیا جائے۔ فساد و فتنہ برپا نہ کیا جائے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ صفر ۱۳۸۵ھ

جاہل ڈاڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) کہ ایک شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوئی وہ پانچ منٹ زندہ رہی پھر وہ مرگئی۔ اس کا نام بھی نہیں رکھا گیا اور جنازہ بھی نہیں پڑھایا گیا اس کو زمین کے ایک گڑھے کے اندر کر کے ڈالا گیا۔ (۲) وہی شخص قرآن مجید کا

---

۱) فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ-ايم - سعيد. وكذافی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه. وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

۲) وفی النهر عن المحيط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما اولی من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقی ورع الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۲ طبع ايچ-ايم-سعيد.
وكذافی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدی كتب خانه. وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب.

۳) بان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعاً ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة، ص ۵٦۰، ج۱، طبع سعيد- وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۵۱۳، طبع سعيدی وكذا حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة، باب الامامة ص ۳۰۳، طبع قديمی كتب خانه.

حافظ ہے، داڑھی منڈواتا ہے، قوم کا امام ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نمازیں پڑھنا ٹھیک ہے، نماز ہو جاتی ہے اگر نماز نہیں ہوتی تو مطلع کریں۔

﴿ج﴾

(۱) لڑکی جب زندہ پیدا ہوگئی تو پھر اس کا نام رکھنا تھا اور موت کی صورت میں اس کو غسل دینا اور کپڑے میں کفنانا اور اس کا جنازہ پڑھانا ضروری تھا(۱) اور بغیر نماز جنازہ کے دفنانے کی صورت میں تین یوم تک اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ تھا(۲)، جس شخص کو بھی ان دنوں میں اس لڑکی کے زندہ پیدا ہونے اور بغیر جنازہ کے دفنانے کا علم ہوا اس شخص پر فرض تھا کہ نماز جنازہ ادا کرتا اب تین یوم گزرنے کے بعد نماز جنازہ ساقط ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کو توبہ کرنا ضروری ہے(۳)۔

---

۱) ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه ويرث ويورث ويسمى (قال ابن عابدين (ويصلى عليه) ويكفن الخ الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب صلوة الجنازة ۱۵۲/۳ طبع جديد رشيديه سركى روڈ كوئٹه.

وكذا فى الهداية ومن استهل بعد الولادة سمى وغسل وصلى عليه الخ وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الجنائز فصل فى الصلوة على الميت ۱۹۳/۱ طبع رحمانيه لاهور.

وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الجنائز فصل فى الصلوة على الميت ۲۳۲/۳ طبع دار الكتب بيروت.

۲) وان دفن الميت ولم يصل عليه صلى على قبره ولان النبى صلى الله عليه وسلم صلى على قبر إمراة من الانصار ويصلى عليه قبل ان يتفسخ والمعتبر فى معرفة ذلك اكبر الراى هو الصحيح لاختلاف الحال والزمان والمكان الهداية كتاب الصلوة باب الجنائز ۲۱۳/۲، ۲۱٤ طبع دار الكتب بيروت.

وكذا فى الدر المختار مع رد وان دفن بغير صلاة صلى على قبره مالم يغلب على الظن نفسخه من غير تقدير هو الاصح (قال ابن عابدين)(هو الأصح) لانه يختلف باختلاف الأوقات حراً او برداً والميت سمينا وهزالا و الامكنة بحر وقيل يقدر بثلاثة أيام وقيل عشرة وقيل شهر كتاب الصلوة باب الجنائز ۲۲٤/۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

۳) والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم سورة آل عمران الآية قوله تعالى يايها الذين آمنوا توبوا الى الله توبة نصوحاً سورة التحريم الآية ۸.

(۲) ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے شخص کو مستقل امام بنانا جائز نہیں ہے[1] اور امام ہونے کی صورت میں اسے ہٹانا لازمی ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

بے ریش کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) بے ریش مسلمان شخص جماعت کی امامت کرا سکتا ہے جبکہ مقتدیوں میں اور کوئی بھی امامت کے لیے تیار نہ ہو خواہ وہ باریش بھی کیوں نہ ہو۔ ہاں یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ وقتی طور پر پڑھانے کے لیے کوئی رضامند ہو جائے اور صرف مذکور بے ریش مستقل امامت کے لیے موزوں اور مناسب ہو اور وہ امامت کرانے کے لیے رضامند بھی ہو اور مقتدی بھی راضی ہوں لیکن اگر صورت یہ ہو کہ ایک باریش بھی مستقل امامت کے فرائض سرانجام تو دے سکتا ہے۔ لیکن وہ اس امر کے لیے تیار نہ ہو تو پھر صورت مسئلہ کیا ہوگی؟ نیز ایک شخص جو ریش ایک مٹھی سے کم رکھواتا ہو کیا وہ بھی دوسرے مقتدیوں پر امامت کے لیے فوقیت رکھتا ہے۔

(۲) کیا امی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

---

۱) علی ان کراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦٠ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.

وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی.

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.

۲) فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ...... رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦٠ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.

وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعیدی.

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

﴿ج﴾

(۱) ڈاڑھی رکھنا سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے۔حدیث شریف میں وارد ہے۔خمس من الفطرة وفيه ذكر اعفاء اللحية وقال صلى الله عليه وسلم اعفوا اللحى الحديث [1] وقال في الدر المختار [2] واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد. لہٰذا قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے [3]۔لہٰذا ایسے شخص کو مستقل امام نہ بنایا جائے۔اگر امام بنانے کی مجبوری بن جائے تو ایسے شخص کو توبہ کرانے کے بعد ڈاڑھی پوری کر لینے کے بعد امام بنالیا جائے [4]۔بشرطیکہ اس کے علاوہ کوئی اور علامتِ فسق نہ پائی جائے۔

(۲) اعمٰی کی امامت اس صورت میں بغیر کسی کراہت کے جائز ہے کہ وہ نجاست سے بچنے کے معاملہ میں خوب محتاط ہو۔اس سلسلہ میں وہ اپنے ساتھ کسی شخص کو رکھتا ہو [5]۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

---

۱) وفي الصحيح البخاري باب اعفاء اللحى ۲/۸۷۵ قديمي.
وكذا في صحيح البخاري باب اخراجهم ۲/۸۷۵ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في جامع الترمذي باب ما جاء في اعفاء اللحية ۲/۱۰۵ طبع سعيد.
وكذا في مشكوة المصابيح باب الترجل ۲/۳۸ طبع قديمي كتب خانه.

۲) وفي رد المحتار مع الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسدوما لا يفسد ۲/۴۱۸ سعيد.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصوم باب مايفسد وما لا يفسد ۲/۴۹۰ طبع رشيديه.
وكذا في فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/۵۶۰ سعيد.

۳) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۵۶۰.
وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمي كتب خانه.

۴) وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في سنن ابن ماجه باب ذكر التوبة ص:۳۲۳ طبع سعيد.

۵) ويكره تنزيها امامة عبد ..... واعرابي وفاسق وأعمى ..... الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچي.
وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة ۱/۱۴۵ طبع رشيديه.
وكذا في البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دار الكتب بيروت.

بوقت ضرورت ڈاڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد میں ایک عالم دین خطیب تو ہے لیکن کبھی کبھی کسی ضروری کام کی غرض سے وہ کہیں چلا جاتا ہے تو پھر ہم ایک اور شخص کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ نماز پڑھائے حالانکہ وہ شخص بھی مجبوراً خطیب اصل کی عدم موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے۔ یہ شخص بھی عالم دین ہے۔ لیکن داڑھی کٹاتا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے فرض ادا ہو جاتے ہیں [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ شعبان ۱۳۹۶ھ

ڈاڑھی کی شرعی حیثیت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ داڑھی رکھوانا شریعت میں فرض ہے یا واجب یا سنت ہے اور اسی طرح آیا امام کے لیے داڑھی رکھنا شرائط امامت میں سے ہے یا کہ نہیں اگر ایک شخص کسی جگہ کا امام ہے اور پھر اس کی داڑھی حد شریعت سے کم ہے۔ کیا اس کو امام بنایا جا سکتا ہے یا کہ نہیں اور پھر یہ مذکور کوئی عالم بھی نہیں صرف قرآن شریف کا حافظ ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا اعادہ ضروری ہے۔ کیا اس کو ہمیشہ کے لیے امام بنایا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) ویکرہ ان یکون الامام فاسقاً التاتارخانیہ کتاب الصلوۃ من ھو أحق بالامامۃ ۱/۴۳۸ إدارۃ القرآن۔
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۶۱۱ طبع رشیدیہ کوئٹہ۔
وھذا ذکرہ فی النھر بحثا أخذا من تعلیل الاعمی بأنہ لا یتوقی النجاسۃ رد المحتار کتاب کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

﴿ ج ﴾
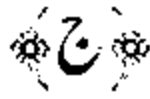
داڑھی رکھوانا شرعاً واجب ہے نہ رکھوانے والا فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعفوا اللحی بعض روایت میں ارخوا اللحی بعض میں وفروا اللحی بعض میں کثروا اللحی بعض میں اوفوا اللحی کے مختلف امر کے صیغے مروی ہیں[۱]۔ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے[۲]۔ بالخصوص جب کہ مواظبت عمل سے اس کی تائید ہوئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وسلف صالحین کسی نے بھی قبضہ سے کم داڑھی نہیں کٹوائی صاحب درمختار نے لکھا ہے۔ **واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم** [۳] اس لیے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے جو قبضہ سے کم داڑھی رکھتا ہو اس کو امام نہ بنایا جائے جاہل شخص کو بھی امام نہ بنایا جاوے[۴] اگر چہ قرآن کا حافظ ہو۔ اگر کسی وقت پڑھ لی تو اگر کوئی مفسد نماز پیش نہ آیا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ اعادہ لازم نہیں ہے[۵]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالرحمن نائب مفتی

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

---

۱) صحيح البخاری باب اعفاء اللحى ۲/۸۷۵ طبع قديمی كتب خانه كراچی.
وكذا فی جامع الترمذی باب ما جاء فی اعفاء اللحية ۲/۱۰۵ طبع سعيد كتب خانه كراچی.
وكذا فی مشكوة المصابيح باب الترجل ۲/۳۸۰ طبع قديمی كتب خانه كراچی.

۲) فقال وموجبه الوجوب لا الندب والاباحة نورالانوار مبحث الامر ص: ۳۱ طبع حقانيه پشاور.
وكذا فی الحسامی فصل فی الامر ص: ۲۹ طبع رشيديه سركی روڈ كوئٹه.

۳) الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ۲/۴۱۸ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ۲/۴۹۰ طبع رشديه كراچی.
وكذا فی فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/۲۷۰ طبع رشيديه كوئٹه.

۴) وكره امامة العبد والأعمى والاعرابی وولد الزنا الجاهل الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قديمی كتب خانه كراچی.
وكذا فی الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الاماة ۱/۵۶۰ طبع ايچ ايم ـ سعيد.
وكذا فی البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲، ۳۳۳ طبع دار الكتب بيروت.

۵) ويكره تنزيها امامة عبد واعرابی وفاسق واعمى الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ سعيد.
وكذا فی بدائع الصنائع تجوز امامة العبد والفاسق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۳۸۶ رشيديه.
وكذا فی خلاصة الفتاوی كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة ۱/۱۴۵ طبع رشيديه كوئٹه.

ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، کیا ڈاڑھی منڈانے والے کو قتل کیا جائے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر دو فریقوں کا تنازعہ ہے کہ جو شخص داڑھی کٹواتا ہے۔ منڈواتا ہے۔ یعنی چار انگل سے کم رکھتا ہے وہ شخص امامت نہ کرائے۔ چاہے وہ عالم ہو یا عالم نہ ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور جو اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ دوہرائی جائے اور جو شخص داڑھی منڈاتا ہے اور کٹواتا ہے وہ فاسق اور فاجر ہے اور لائق قتل ہے اور امامت جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ کا صحیح جواب احادیث سے فرمایا جائے۔

ج

حدیث شریف میں ہے **عشر من الفطرة منها اعفاء اللحية** نیز وارد ہے۔ **اعفوا اللحى، ارخوا اللحى واوفوا اللحى. وكثروا اللحى** اور **وفروا اللحى**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی چھوڑنے۔ بڑھانے پورا کرنے لٹکانے کا ان احادیث میں حکم فرمایا ہے[1]۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے[2] جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل بھی ہو اور حکم بھی فرمایا ہو۔ وہ امر واجب ہوتا ہے[3]۔ اس کا ترک اور ترک پر مداومت کرنا فسق ہوتا ہے[4]۔ اس لیے

---

۱) النسائي كتاب الزينة من السنن الفطرة ۲/۲۷٤ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في جامع الترمذي باب ما جاء في اعفاء اللحية ۲/۱۰۵ طبع سعيد كراچي.
وكذا في مشكوة المصابيح باب الترجل ۳۸۰ طبع قديمي كتب خانه كراچي.

۲) فقال وموجبه (اى الامر) الوجوب لا الندب والاباحة نورالانوار مبحث الامر ص:۳۱ طبع حقانيه پشاور. وكذا في الحسامي فصل في الامر ص:۲۹ طبع رشيديه سركى روڈ كوئٹه.

۳) وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الأستقامة ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمر الخ رد المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع سعيد كراچي.
وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة الأية ۱،۲٦/۲۸٤ طبع دار أحياء التراث.
وكذافي حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ دارالكتب.

٤) اما الفاسق فقد عللوا على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ-ايم-سعيد. وكذا في حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ۵۱۳ سعيدى.
وكذافي حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة فصل في بيان ميں أحق باب الامامة ۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت.

داڑھی کا قبضہ سے کم کٹوانے والا فاسق اس کی امامت مکروہ ہے۔ امامت کے لیے متقی، متورع، عالم کی ضرورت ہے[1] البتہ یہ کہ اس کو قتل کیا جاوے۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں محض لغو ہیں۔ انھیں بہتر سے بہتر طریق سے سمجھایا جائے[2] تاکہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

٣ ربیع الاول ١٣٨١ھ

دوسروں کو قبضہ سے کم ڈاڑھی کرنے پر اکسانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(١)　ایک آدمی کی ڈاڑھی سنت کے خلاف ہے۔ یعنی ڈیڑھ یا دو انگل ہے۔ اس کے پیچھے نماز فرض، نماز نفل، رمضان المبارک میں تراویح پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(٢)　ایک آدمی امام مسجد ہے۔ اس کی ڈاڑھی خلاف سنت ہے یعنی دو انگل ہے۔ ایک تو خود سنت کے خلاف کرتا ہے۔ دوسرے جس آدمی کی ڈاڑھی سنت کے موافق ہے اس کو کہتا ہے میاں کیا ڈاڑھی بڑھاتے جارہے ہو کوئی شریعت میں ڈاڑھی کا ثبوت نہیں سوائے ایک دو انگل کے مثلاً زید امام ہے اور بکر سے مندرجہ بالا بات کہتا ہے۔ ایسے طریقہ سے کہتا ہے کہ بکر کا دل دکھتا ہے۔ ایسے امام کے لیے کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

(١)　جس کی داڑھی مشت بھر سے کم ہو[3]۔ خواہ بالکل منڈواتا ہو یا کترواتا ہو اور اس فعل پر اصرار

---

١) یجب أن یکون امام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ١/٤٣٦ طبع مکتبه الإدراة القرآن والعلوم الاسلامیة

وکذا فی الدر المختار والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا مجمع الانهر الا علم بأحکام الصلوة ثم الاحسن تلاوة للقرأة ثم الاورع ثم الاسن الخ کتاب الصلوة باب الإمامة ١/٥٥٧ سعید.

وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الأمامة ١/٢٣٩ طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

٢) قوله تعالی ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة سورة النحل الأیة ١٢٥.

٣) السنة فیها القبضة ولذا یحرم عل الرجل قطع لحیته الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ٦/٤٠٧ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.

وکذا فی رد المحتار کتاب الصوم باب مام یفسد ومالا یفسد ٢/٤٥٧ طبع سعید کراچی.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصوم باب مایفسد الصوم وما لا یفسد ٢/٤٩٠ طبع رشیدیه.

اور مداومت کرتا ہوا ایسا شخص فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے[1]۔

(۲) ایسا شخص جو خود اصرار کے ساتھ ڈاڑھی خلاف سنت رکھتا ہے اور پھر دوسرے سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والوں سے معارضہ کرتا ہے۔ یہ شخص بڑا گناہ گار ہوتا ہے۔ ایسا امام مستحق عزل ہے[2] اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے[3]۔ھکذا فی امداد الفتاوی ج ۴ ص ۲۱۱۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سر پر انگریزی بال رکھنے والے کی امامت کا حکم

ایک حافظ قرآن ڈاڑھی منڈواتا ہے۔ سر پر انگریزی بال ہیں نماز کبھی کبھی پڑھتا ہے۔ ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں۔

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرنا یا منڈانا حرام ہے۔ **واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد**[4]۔

---

۱) ویکره ان یکون الامام فاسقا الخ التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ۱/ ۴۳۸ طبع إدارة القرآن کراچی. وکذا فی الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع سعید کراچی. وکذافی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/ ۱۴۵ طبع رشیدیه سرکی روڈ کوئٹه.

۲) کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً ردالمحتار کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۳) علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.
وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

۴) و فی الدر المختار کتاب الصوم باب مایفسد ومالا یفسد ۲/ ۴۱۸ طبع سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصوم باب مایفسد الصوم وما لا یفسد ۲/ ۴۹۰ طبع رشیدیه.
وکذا فی فتح القدیر کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارة ۲/ ۲۷۰ طبع رشیدیه کوئٹه.

نیز درمختار میں ہے-ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته (۱)-اس سے پہلے ہے والسنة فیها القبضة (۲)-پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ویکرہ امامة عبد - الخ و فاسق- (درمختار) ان کراهة تقدیمه ای الفاسق کراهة تحریم (۳)
ایسے شخص کو کسی بھی نماز میں امام نہ بنانا چاہیے-لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کرلے تو کب امام بنایا جائے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ قرآن جو کہ پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور اعتقاد صحیح رکھتا ہے- لیکن ڈاڑھی منڈاتا ہے- کیا اس کے پیچھے نماز مفروضہ یا تراویح پڑھنا جائز ہے یا ناجائز نیز اگر وہ آج تائب ہوجائے تب شرعاً کیا حکم ہے- بینوا توجروا

شرعاً ڈاڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور بقدر مشت کم از کم ڈاڑھی چھوڑنا واجب ہے- ڈاڑھی منڈانا یا حد سنت یعنی بقدر مشت سے قبل کتروانا اور اس پر دوام واصرار کرنا شرعاً فسق وکبیرہ گناہ ہے- لہٰذا

---

۱) الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۶/۴۰۷ طبع سیعد.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة ۱/۱۴۵ طبع رشیدیه.
ومثله فی البنایة شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳طبع دار الکتب بیروت.
۲) الدر المختار/ کتاب الحظروالاباحة/ فصل فی البیع ص ۴۰۷، ج ۲، طبع رشیدیه کوئٹه)
۳) رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کوئٹه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع کتب قدیمی خانة.
۵) کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لامر دینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علهیم إهانته شرعاً، الخ ردالمحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ۵۱۳ طبع سعیدی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة ص:۳۰۳ قدیمی کتب خانه.

ایسا شخص جو ڈاڑھی منڈاتا ہے شرعاً فاسق ہے[1] امامت کا اہل نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[2]۔ ایسے امام کو فرائض وتر اوتراویح میں امام بنانا جائز نہیں[3]۔ ایسے حافظ کے بجائے غیر حافظ سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھنا اچھا ہے[4]۔ لہٰذا اگر دوسرا کوئی حافظ سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والا نہ ملے تو بھی اس کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے اور تائب ہو جانے کے بعد بھی جب تک ڈاڑھی قدر سنت یعنی قبضہ سے کم ہو امام نہ بنایا جائے[5]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدرالمختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٦/٤٠٧ طبع سعيد كراچى.

وكذا فى الد ر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ٢/٤١٨ طبع سعيد كراچى.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصوم باب مايفسد الصوم وما لا يفسد ٢/٤٩٠ طبع رشيديه كوئٹه.

٢) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعيد.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ٣٠٣ طبع دارالكتب بيروت.

٣) راجع الى حاشية حاشية نمبر ٤، بر صفحه :١٣٦ انفاً.

٤) يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة الخ التاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/٦٠٠ طبع إدارة القرآن.

وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧ طبع سعيد كراچى.

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الإمامة ١/٢٣٩ طبع دار الكتب بيروت لبنان.

٥) وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص ٢٠٦ طبع قديمى كتب خانه وكذا فى سنن ابن ماجه باب ذكر التوبة ص: ٣٢٣ طبع سعيد.

ڈاڑھی کٹانے والا توبہ کرلے تو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ:
(۱) جولڑکا نابالغ بے ریش ہو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔
(۲) جو شخص ریش کٹواتا ہے یا منڈواتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔
(۳) امامت میں ریش کٹوانے یا منڈوانے والا بالغ بے ریش پر فوقیت رکھتا ہے یا نہیں۔
(۴) اگر کسی امام مسجد کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہے اور اس نے یہ وعدہ کیا کہ میں آئندہ اپنی ڈاڑھی کو نہیں کٹواؤں گا تو اس کی امامت اسی وقت سے جائز ہوسکتی ہے یا جب تک کہ ڈاڑھی پوری نہ ہو جائے۔
(۵) قبضہ ہونٹوں سے مراد ہے یا ٹھوڑی سے جواب معتبر کتب حنفیہ سے دیں۔

﴿ج﴾

(۱) امامت بالغ بے ریش کی صحیح ہے لیکن اگر وہ حسین ہے جس کی جانب شہوت سے التفات کا خطرہ ہو تو مکروہ ہوگی۔ لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے۔ درمختار میں ہے (**وکذا تکره خلف امرد وقال الشامی الظاهر انها تنزيهة كما قال الرحمتي ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة**[1])۔

(۲) ڈاڑھی منڈوانا اور قبضہ سے کم کاٹنا اور کتروانا دونوں جائز نہیں ہیں[2] ایسا کرنے والا فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[3]۔

---

۱) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۲ طبع سعيد . وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۲ طبع دار الكتب بيروت.

۲) والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدرالمختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٦/٤٠٧ طبع سعيد كراچی۔
وكذ فى البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ۲/٤٩٠ طبع رشيديه.
وكذا فى فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۱/٥٦٠ طبع رشيديه.

۳) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٦٠ طبع سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

(۳) بالغ بے ریش کی امامت مکروہ تنزیہی ہے جیسے کہ سوال نمبر ا کے جواب میں گزر گیا اور فاسق کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے بالغ بے ریش کی امامت ڈاڑھی منڈانے والے اور کٹانے والے سے اولی ہے (۴) اگر چہ توبہ کرتے ہی وہ عادل ہو گیا اس کا فسق جاتا رہا لیکن صورتاً چونکہ وہ فاسق ہے اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ ڈاڑھی بڑھ جانے کے بعد امامت کی جائے[1]۔ (۵) قبضہ ٹھوڑی سے ہی ہوتا ہے۔ ہونٹوں سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ڈاڑھی منڈانے والے قرآنِ پاک درست پڑھ سکتے ہوں اور ڈاڑھی والوں کا تلفظ درست نہ ہو تو امام کس کو بنایا جائے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں پچانوے فی صدی لوگ ڈاڑھی منڈواتے ہیں اور پانچ فیصدی ڈاڑھی رکھواتے ہیں اور ان میں جو ڈاڑھی رکھواتے ہیں قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے کہیں عین کی جگہ الف، ح کی جگہ ھ، ذال کی جگہ ز پڑھتے ہیں کھڑے کو پڑا، پڑے کو کھڑا پڑھتے ہیں اور جو ڈاڑھی کٹواتے ہیں ان میں قرآن مجید ٹھیک پڑھ سکتے ہیں اور لوگ بھی ان کو کہتے ہیں یہ نماز پڑھائیں۔ کیا جو ڈاڑھی کٹواتا ہے اور قرآن مجید ٹھیک پڑھتا ہے ان کے پیچھے نماز ڈاڑھی والوں کی ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور ڈاڑھی کٹوانے والے کے پیچھے ڈاڑھی کٹوانے والوں کی ہوتی ہے یا نہیں۔

---

۱) وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له مشکوة المصابیح باب التوبة ص: ۲۰۶ طبع قدیمی کتب خانه، وکذا فی ابن ماجه باب ذکر التوبة والاستغفار ص: ۳۲۳ طبع ایچ-ایم- سعید.

﴿ج﴾

نمازیوں کو چاہیے کہ کسی اچھا پڑھنے والے نیک، متقی امام کو مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز ادا کریں [۱]۔ مستقل امام نہ تو ڈاڑھی کٹوانے والے کو رکھیں اور نہ غلط پڑھنے والے کو دونوں کی امامت ناجائز ہے، البتہ کسی خاص وقت کے لیے اگر ضرورت پڑے تو صحیح پڑھنے والے ڈاڑھی کٹے کے پیچھے پڑھ لیں [۲]۔ اور غلط پڑھنے والے کے پیچھے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

ڈاڑھی کترانے والے بے نمازی کی تراویح میں اقتداء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد فوت ہو گئے۔ ان کے باپ دادا پہلے امامت کراتے تھے۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی اولاد میں سے کوئی شخص موروثی اور باپ دادا کا حق سمجھ کر خود امامت کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے یا کہ مقتدیوں کے استیلاء پر۔ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے۔

(۲) ہماری مسجد میں عرصہ کئی سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے کہ شعبان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو کئی صاحبان اس بارہ میں جھگڑا کرتے ہیں کہ ہمارا پسر نماز تراویح کے لیے اس مسجد میں امامت کرے گا۔ وہ حافظ جس کو امامت کے لیے کھڑا کرنے کی استدعا کرتے ہیں وہ قابل امامت نہیں ہوتا، نماز پابندی سے نہیں پڑھتا کئی نمازیں پڑھتا ہے اور کئی نہیں پڑھتا۔ سگریٹ بھی پیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے

---

۱) يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب، الخ كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ التاتارخانيه طبع إدارة القرآن.
وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع سعيد.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب بيروت.

۲) لقوله عليه الصلوة والسلام صلوا خلف كل بر وفاجر حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه.
وكذا في شرح الفقه الاكبر الكبيرة لا تخرج المؤمن ص: ۳۴۶ طبع دار البشائر الاسلاميه بيروت.
وكذا في تبيين الحقائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۳۴۶ طبع دار الكتب بيروت.

کہ اس کے سر پر انگریزی فیشن کے بال ہوتے ہیں اور داڑھی بھی منڈواتا ہے اس بنا پر مقتدیوں میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور جھگڑا وفساد برپا ہو جاتا ہے۔ جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر اس شرارت دائمی کو ختم فرمادیں نوازش ہوگی۔

ج

(۱) امامت کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں [۱]۔ امامت کی قابلیت رکھنے والے جس شخص کو مقتدی چاہیں امام بنا سکتے ہیں۔ امامت کے شرائط اور قابلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے [۲]۔

(۲) ایسے شخص کے پیچھے تراویح یا کوئی دوسری نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے [۳]۔ ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ امامت کسی شخص کا استحقاق نہیں۔ بلکہ مقتدیوں کی اکثریت جس پابند شریعت شخص کو مقرر کر لیں وہی امام بن سکے گا [۴]۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

---

۱) انه اذامات الامام أوالمدرس لايصح وظيفته على ابن الصغير، ردالمحتار، كتاب القضاء مطلب فى توجيه الوظائف للابن صغيرا، ص ١٦١، ج ٨، طبع جديد رشيديه كوئٹه۔

۲) يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب، التاتارخانيه، كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/٦٠٠، طبع إدارة القرآن.
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧، ٥٥٨ طبع سعيد.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الإمامة ١/٢٣٩ طبع دار الكتب بيروت.

۳) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠، طبع ايچ، ايم سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع دارالكتب بيروت.

٤) فان استووا يقرع بين المستويين (اوالخيار الى القوم)فان اختلفوا اعتبر اكثرهم الخ الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٨، ٥٥٩ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦٠٠ طبع ادارة القرآن كراچى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠١ طبع دارالكتب بيروت.

ڈاڑھی کترانے والے کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جو کہ بروقت نماز اور جمعہ بھی پڑھاتا ہے۔ رمضان شریف کی تراویح بھی پڑھایا کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا حافظ ہے لیکن حد شرعی سے اس کی ڈاڑھی کم ہے۔ کٹوایا کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حد شرعی سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ نہ فرض نہ نفل یعنی تراویح نہیں ہوتی جو پڑھی گئی ہیں ان کو بھی پھر لوٹایا جائے۔ اب پوچھنا یہی ہے کہ کیا ڈاڑھی منڈے یا کترانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اگر نہیں ہوتی تو جو پڑھی گئی ہیں ان کا لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ مدلل اور معتبر کتابوں کے حوالے دے کر بندہ کی تسلی فرمائیں۔

(ج)

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما الاخذ منها وهي دون ذالک فلم يبحه احد** [1] اور نیز درمختار میں ہے۔ **والسنة فيها القبضة الخ - وكذا قال يحرم على الرجل قطع لحيته** [2]۔ لہٰذا جو شخص ڈاڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے وہ فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ **ويكره امامة عبد الخ - وفاسق بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه (اى الفاسق) كراهة تحريم** [3] اگر چہ بحکم

---

۱) الدرالمختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ۲/۴۱۸ طبع سعيد.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد الصوم ومالا يفسد ۲/۴۹۰ طبع سعيد.
وكذا في فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/۲۷۰ طبع رشيديه.
۲) الدرالمختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/۴۰۷ طبع سعيد كراچى.
۳) رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع سعيد كراچى.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.

صلوا خلف کل بر و فاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے[۱]۔ لہٰذا جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ واجب الاعادہ نہیں لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے نہ فرائض میں نہ تراویح وغیرہ میں[۲]۔ لان فی امامته تعظیم و تعظیم الفاسق حرام[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بریلوی عقائد رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم لوگ دیوبندی عقائد کے ۱۰، ۱۵ آدمی ایک ایسی جگہ پر ملازم ہیں جہاں پر صرف ایک مسجد ہے اور اس کا پیش امام ایک حافظ بریلوی خیالات کا آدمی ہے۔ اب ہماری نماز کے لیے کیا فتویٰ ہے۔ براہ کرم تفصیل کے ساتھ فرما دیں کہ ہم کس طرح نماز کا بندوبست کریں تا کہ ہم جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہوں۔ ہماری کالونی سے ۴ میل دور ایک اور کالونی ہے۔ جس کی مسجد کا پیش امام توحید والے خیالات کا آدمی ہے۔ ہم جمعہ کی نماز ادھر جا کر ادا کرتے ہیں۔ برائے کرم جواب عنایت فرمائیں تا کہ ہماری نمازوں میں اور زیادہ خلل نہ پڑے۔

اگر امام موصوف بدعات کا ارتکاب کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر جانتا

---

۱) حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی شرح الفقه الاکبر، الکبیرة لا تخرج المومن ص:۲۲۷ طبع دارالبشائر الاسلامیه.

۲) ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامرأة او صبی ...... وفی التراویح والسنن المطلقة جوزه مشائخ بلخ ولم یجوزه مشائخنا ...... والمختار انه لا یجوز فی الصلوٰت کلها الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۱۲۶ طبع رحمانیه لاهور.
وکذا فی العالمکیریة الباب الخامس فی الامامة الفصل الثالث ۱/۸۵ طبع رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۸۷ طبع جدید رشیدیه کوئٹه.

۳) رد المحتار مع الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

ہے تو پھر اس کی اقتداء درست نہیں [۱]۔ آپ اپنا مستقل امام رکھ لیں یا اپنے میں سے کسی ایک کو امام بنایا کریں۔ کسی سے الجھنے یا فساد کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اگر ہمت کریں گے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ سورۃ واللیل اذا یغشی [۲] میں اللہ تعالیٰ کا مومنین متقین کے لیے فسنیسرہ للیسری [۳] کا فرمان ملاحظہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ شوال ۱۳۸۹ھ

حضور ﷺ کے لیے علمِ غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

جو مولوی علم غیب کلی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عقیدہ رکھتا ہے اور بمتابعت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حضرات علماء دیو بند کو کافر کہتا ہے اور باعث فتنہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اس کی امامت ناجائز ہے [۴]۔ واللہ اعلم۔

---

۱) ویکرہ امامة عبد ...... وفاسق ...... ومبتدع لا یکفر بها وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعید کراچی.

وکذا فی حلبی کبیر المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئاً عل خلاف ما یعتقده اهل السنة والجماعة وانما یجوز الاقتداء به مع الکراهة اذا لم یکن ما یعتقده یودی الی الکفر عنداهل السنة کتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعیدی کتب خانه.

وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة الاقتداء ص:١٤٥ طبع رشیدیه کوئٹه.

۲) سورة اللیل الآیة:۱ ۳) سوة اللیل الآیة:۸ ٤) راجع الی حاشیه ۱

" ما اهل به لغیر الله " کوحلال قرار دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید ایک عالم شخص ہے اور پیش امام بھی۔عقیدہ میں بالکل ڈھیلا اور بریلوی ہے۔نذرونیاز کا قائل ہے اور ما اهل لغیر الله به والی چیز کوحلال کر کے مخلوق کو گمراہ کر رہا ہے۔داڑھی کا سخت دشمن ہے۔دو تین انگلی سے بالکل زائد نہیں۔ایک مولوی صاحب نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا ہے اور داڑھی کا ثبوت حدیث اور فقہ کی کتب سے دیا ہے تو بریلوی صاحب نے کہا ہے کہ میں تمام کتب کو اکٹھا کر کے آگ جلاتا ہوں (نعوذ باللہ)۔اس کی ہمشیرہ جس کی عمر تقریباً پچاس سال ہے وہ بیٹھی ہے شادی کردینا نہیں چاہتا۔تمام لوگ اور علماء اور زمیندار طبقہ کہہ چکے ہیں کہ ایسا کام مت کرو۔کسی ایک کی نہیں مانتا اور زانی بھی ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔جو الفاظ اس نے کتب کے متعلق بولے ہیں کیا کافر ہو جاتا ہے یا نہ۔اگر ہو جاتا ہے۔تو اس صورت میں عورت چھوٹ جاتی ہے یا نہ۔ ایسے شخص کے ساتھ السلام علیکم کرنا چاہیے یا نہ؟ تمام علماء دیوبند کو کافر کافر کہتا ہے اور پیروں کی قبروں پر جا کر امداد اور مراد مانگتا ہے۔شرعاً کیا حکم ہے۔

(۲) ایک شخص نے کہا ہے کہ یہ آیت قرآن یہود کے لیے ہے ہمارے لیے نہیں۔ہم اس کو نہیں مانتے۔ یہ قرآن اس زمانے میں انھیں کے واسطے اترا تھا نہ کہ ہمارے لیے تو اس کے لیے کیا حکم ہے اور اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔

(۳) غیر اللہ سے امداد اور مراد چاہنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ رکھنا چاہیے اور وہ مسلمان باقی ہے یا نہ؟

بینوا توجروا

(۱) ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ان کے بعض اقوال وعقائد کفریہ ہیں[1]۔العیاذ باللہ۔

---

۱) ویکره امامة عبد ...... وفاسق ...... والمبتدع لا یکفر بها وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

(۲) اگر واقعی اس کی مراد یہ ہو کہ قرآن اس زمانے کے یہودیوں کے لیے تھا ہمارے لیے نہیں اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتا تو یہ کفر ہے[1] اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس آیت کا تعلق یہود سے ہے اس میں ان کے متعلق حکم مذکور ہے۔ مومنین کا حکم اس آیت میں مذکور نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔ (۳) اس سوال کے جواب میں تفصیل ہے۔ فی الحال وقت میں اتنی گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم۔

بدعات ورسومات کے مرتکب امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مؤذن کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مؤذن صحیح العقیدہ ہے۔ مگر بعض دفعہ بریلوی امام کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتا ہے۔ جو بریلوی علاقہ بھر میں گیارہویں، میلاد، عرس، غیر اللہ کی نذر و نیاز اور غیر اللہ کی پکار کی تبلیغ، شرکیہ اعمال وعقائد میں مشہور ومعروف ہے۔ کیا اس مؤذن کی ایسے غالی مشرک مولوی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ مؤذن مذکور امام کی عدم موجودگی میں نماز بھی پڑھاتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے اقتداء صحیح ہے یا نہیں۔

تحقیق کی جاوے اگر واقعی اس شخص کے عقائد شرکیہ ہوں تو اس کی امامت درست نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں[۲] اور اگر عقائد اس کے شرکیہ نہیں البتہ بدعات کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے[۳]۔ مؤذن اگر صحیح العقیدہ ہے اور مرتکب بدعات کا نہیں تو اس کی امامت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) ومبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة (قال ابن عابدين) اما لو كان معاندا للادلة القطعية التي لا شبهة له فيها اصلاً كانكار الحشر ...... فهو كافر قطعاً الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع سعيد كراچی۔

۲) ويكره امامة عبد...... ومبتدع لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً تنوير الابصار مع الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع سعيد كراچی۔
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعيدی كتب خانه۔
وكذا فی خلاصة الفتاوی الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/ ۱۴۵ طبع رشيديه۔

۳) علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع سعيد۔
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه۔ وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه۔

مماتی، بریلوی، غیر مقلد، شیعہ، مرزائی، مودودی، پرویزی عقائد والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) مماتی، بریلوی، غیر مقلد، شیعہ، مرزائی، مودودی، پرویزی، ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ان کی امامت بھی جائز ہے یا نہیں۔ (۲) یہ سب حضرات ہمارے نزدیک کامل مسلمان ہیں یا نہیں (۳) مماتی دیوبندیوں میں داخل ہیں یا نہیں اور کتنے مسائل میں ہمارا ان کے ساتھ اختلاف ہے اور وہ کون کون سے ہیں۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) مماتی اور غیر مقلد مسلمان ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے[1]۔ مرزائی اور پرویزی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کی امامت نادرست ہے شیعہ میں اختلاف ہے فاسق ومبتدع ضرور ہیں لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ان کی امامت نادرست ہے[2]۔ بریلوی ومودودی مبتدع وضال ہیں ان کی امامت مکروہ ہے[3]۔ (۲) اس کی تفصیل اوپر گزر گئی۔ (۳) مماتی حضرات اپنے

---

۱) المبتدع والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئاً على خلاف ما يعتقده اهل السنة والجماعة وانما يجوز الاقتداء به مع الكراهية الخ حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٤ سعيدى.

وكذا فى التاتارخانيه ولكنه مال عن الحق بتأول فاسد تجوز الصلاة خلفه كتاب للصلوة باب من هو أحق بالامامة ١/ ٦٠١ طبع إدارة القرآن.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح والصحيح انها تصح مع الكراهة خلف ...... كتاب الصلوة باب الامامة ٣٠٣ طبع دارالكتب بيروت.

٢) ويشترط كونه مسلما حرا ذكرا عاقلا بالغا قادرا الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٤٨ طبع سعيد كراچى.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح وشروط صحة الامامة للرجال الأصحاء ستة أشياء الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٢٨٧ طبع دارالكتب بيروت.

وكذاحلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٢ سعيدى.

٣) ويكره امامة عبد...... ومبتدع در المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٩ طبع سعيد كراچى.

وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة ص: ١٤٥ طبع رشيديه.

ومثله فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ٢/ ٣٣٢ طبع دارالكتب بيروت.

کو دیو بندیوں میں ہی شمار کرتے ہیں البتہ چند مسائل میں یہ حضرات اکابر دیو بند سے اختلاف رکھتے ہیں۔ مجھے ان کے یہ مسائل بالاستیعاب یاد نہیں ہیں۔ آپ خود ہی تفسیر جواہر القرآن اور تفسیر بلغۃ الحیران وغیرہ کا مطالعہ کر کے یہ مسائل معلوم کر سکتے ہیں۔ یا کسی دوسرے بزرگ سے دریافت فرمالیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

قبر پر چراغ روشن کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) ایک شخص اپنے والد ماجد صاحب کے انتقال کے بعد پختہ و چونہ گچ کی قبر بنا کر جمعرات کو وہاں جا کر چراغ روشن کرتا ہے اور روکنے سے الٹا لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ از روئے شرع شریف قبروں پر چراغ روشن کرنا جائز بلکہ سعادت دارین کا سبب ہے۔ کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ (۲) وہ اپنے پیر صاحب کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریقہ سے پڑھتا ہے کہ نماز کی بھی کوئی پروا نہیں اور لوگوں کے کہنے سے یوں فریب کاری کرتا ہے کہ جو اپنے پیر ومرشد کے کہنے پر نہ چلے وہ تو ذلیل وخوار ہو گیا اور میں تو اپنے پیر کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریق سے کرتا ہوں (۳) مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا بے دینی ہے۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور اگر اس کے اس عقیدہ باطلہ کی تردید قرآنی آیات واحادیث سے کی جائے تو پھر اپنے مولوی احمد یار صاحب گجراتی کی کتاب جاء الحق کا حوالہ دیتا ہے کہ انھوں نے اس طرح تحریر فرمایا ہے بہر حال وہ بھی تو عالم ہیں۔ قرآن کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کس طرح اتنی غلطی کر سکتے ہیں۔ (۴) اسی مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کو خداوند کریم نے سیاہ وسفید کا مختار بنا دیا ہے۔ جس کو چاہیں جلائیں اور جس کو چاہیں زندہ رکھیں اور اپنے اعلحضرت کی کتاب فتاوی رضویہ وحکیم مولوی امجد علی کی بہار شریعت اٹھا کر دکھاتا ہے کہ انھوں نے اس طرح تحریر فرمایا اور ان جیسا کوئی عالم نہیں گزرا لہٰذا یہ عقائد عین جزء ایمانی ہوئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں اور یہ مذکور شخص ایسے عقائد رکھ کر کون سے گناہ کا مرتکب ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

مذکورہ شخص کے عقائد واعمال سراسر اسلام کے خلاف ہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں [1]۔ واللہ اعلم
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر اور تین مرتبہ دعاء کا التزام کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگ کر کلمہ شریف کا ذکر بالجہر کرانا پھر دوسری دعا مانگ کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ زور سے کہلوانا پھر تیسری دعا مانگنا اور اس طریقہ کو بالالتزام کرانا جو نہ کرے اس کو برا سمجھنا کیسا ہے یعنی شریعت میں اس طریقے اور آدمی کا کیا مقام ہے اور اس شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں مفصل ومدلل بیان فرما کر ممنون فرمادیں۔

﴿ج﴾

اس ہیئت اور التزام کے ساتھ ذکر جہری کلمہ شریف اور درود شریف بدعت ہے ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی لیکن سخت مکروہ ہوگی [2]۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

١) ویکره امامة عبد......وفاسق...... والمبتدع لا یکفر بها وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلاً
الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ص:٥٥٩ طبع سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئاً علی خلاف ما یعتقده اهل السنة والجماعة الخ کتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعیدی کتب خانه .
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ٣٠٣ بیروت .
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة ١/١٤٥ طبع رشیدیه.
٢) علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ٣٠٣ طبع دار الکتب بیروت.

بدعقیدہ شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو اعتقاد باطل رکھتا ہے۔ مثلاً حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر جانتا ہے اور مختار کل سمجھتا ہے اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہے۔ مثلاً سجدہ وغیرہ قبروں پر کرتا ہے۔ داڑھی قبضہ کے برابر نہیں ہونے دیتا پہلے ہی کٹوا دیتا ہے اور نصف قبضہ بھی نہیں رکھتا۔ کیا ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے یا نہ اگر امام بنایا جائے تو نماز پڑھنا اس کے پیچھے جائز ہے یا نہ اگر چند دن نمازیں پڑھتا رہا ہو اس کے پیچھے تو اعادہ واجب ہے یا نہ۔ اگر صحیح الاعتقاد ہو امام صرف داڑھی کٹواتا ہے قبضہ کی مقدار پوری نہیں رکھتا صرف معمولی سی رکھتا ہے تو کیا اس کے پیچھے نمازیں پڑھنا درست ہے یا نہ۔

مختار کل ہونا اور نیز ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا یہ صفات خاص اللہ تعالیٰ کی ہیں **قولہ تعالیٰ هو الله فی السموات وفی الارض يعلم سركم وجهركم ويعلم ماتكسبون** [۱] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی تمام جگہ حاضر ناظر نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور مختار کل سمجھنا یہ عقیدے کفریہ ہیں [۲]۔ فقہاءِ احناف کی عبارتیں ملاحظہ فرماویں فتاویٰ قاضی خان [۳] پر ہے۔ **رجل تزوج امراة بغير شهود فقال الرجل للمرأة** خدائے راو پیغمبر گواہ کردیم **قالوا يكون كفرا لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان فى الاحياء فكيف بعد الموت الخ. عالمگيرى** [۴] **تزوج رجل امراة ولم يحضر الشهود وقال** خدائے راو رسول را گواہ کردیم **او قال** خدائے راو فرشتگان

---

۱) سورة الانعام الآية :۳(وكذا فى قوله تعالى واسرواقولكم اواجهروا به انه عليم بذات الصدور سورة الملك الآية:۱۳.

۲) وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاده ان النبى صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب شرح الفقه الاكبر ص: ۴۲۲ طبع دارا لبشائر بيروت. وكذا فى الدر المختار مع رد المحتارومبتدع لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۵۹ طبع سعيد كراچى.

۳) فتاوى قاضى خان على هامش الهنديه كتاب السير باب مايكون كفرا من المسلم الخ ۳/۵۷۶ طبع رشيديه. وكذا فى الدر المختار مع رد كتاب النكاح ۳/۲۷ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

۴) الفتاوى العالميكرية كتاب السير الباب التاسع فى احكام المرتدين الخ ۲/۲۶۶ رشيديه.

را گواہ کردیم یکفر لوقال فرشتہ دست راست را گواہ کردم وفرشتہ دست راست وچپ را گواہ کردم لا یکفر الخ بحرالرائق[۱] میں ہے۔ لوتزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب اسی طرح جملہ کتب فقہ میں ہے۔ صاحب ھدایہ اپنی کتاب تجنیس ص ۲۹۷ میں اور طاہر بن احمد خلاصۃ الفتاویٰ میں اور بزازیہ میں اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں علامہ شامی ردالمحتار میں نیز دیگر معتمد فقہاء اس کی تصریح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا آپ حاضر ناظر تھے تو ایسا شخص قطعاً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اسی طرح غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا عبادۃً باتفاق کافر ہے اور سجدہ تحیہ کرنے والا محققین کے نزدیک فاسق و مرتکب کبیرہ ہے' اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافر ہے۔ لہٰذا ایسے عقیدوں اور اعمال والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی' اعادہ لازم ہوگا' اسی طرح جو امام داڑھی مقدار قبضہ سے کم کرتا ہو وہ بھی فاسق ہے اور مرتکب کبیرہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[۲]۔ جسے امام رکھنا جائز نہیں۔ اسے امامت سے ہٹانا اہل مسجد کو لازمی ہے[۳]۔ اور جو امام مذکورہ بالا کفریہ عقائد یا دیگر کفریہ عقائد اور کفریہ اعمال نہ رکھے محض بدعتی ہو اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲ صفر ۱۴۰۱ھ

عقائد واعمال بدعیہ رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ
(۱) ایک امام جو بریلوی عقیدہ رکھتا ہے۔ داڑھی کترواتا ہے۔ حقہ نوشی اس کی گھٹی میں ہے تو کیا

---

۱) البحر الرائق کتاب النکاح ۸۸/۳ طبع ماجدیہ کوئٹہ۔
۲) علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم رد المحتار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۵۶۰/۱ سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانہ. وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۳۰۳ طبع دار الکتب بیروت.
۳) کراھۃ تقدیمہ بأنہ لا یھتم لامر دینہ، وبأن فی تقدیمہ للإمامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم إھانتہ شرعاً، رد المحتار مع الرد کتاب الصلوۃ باب الإمامۃ ۵۶۰/۱ طبع سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانہ. وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۳۰۳ طبع دار الکتب بیروت.
٤) راجع الی حاشیۃ مذکورہ بالا

دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی۔ (۲) کن کن صورتوں میں کسی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہر پہلو سے وضاحت فرمادیں (۳) کیا مکروہ تحریمی نماز کا لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً اتفاقاً کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جو نمبر ا کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن بوقت نماز معلوم نہیں ہوا کہ امام کیسا ہے۔ یا کبھی جا کر کسی ذریعہ سے معلوم ہوا تو ایسی نماز کا لوٹانا بھی ضروری ہے۔ (۴) ختم مروجہ جو اکثر بریلوی صاحبان پڑھا کرتے ہیں اور اس پر سختی سے کاربند ہیں اس کے متعلق روشنی ڈالیں۔ (۵) بریلوی صاحبان اکثر قیام کر کے صلوٰۃ پڑھتے ہیں یعنی یہ لوگ میلاد کا نام رکھ کر کافی دیر تک نعتیں پڑھتے رہتے ہیں اور آخر میں کھڑے ہو کر یا رسول السلام الخ پڑھتے ہیں اس کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) ایسا امام تبدیل کرنا ضروری ہے [1] اگر قدرت ہو ورنہ کسی اور نیک امام کی اقتداء میں نمازیں ادا کی جائیں [2] اور اگر اتفاق سے نماز پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ اس میں صحیح العقیدہ وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ بلکہ سب کا ہی یہ حکم ہے اگر جی چاہے لوٹا لے اولی اور افضل ہوگا جب تک کہ بدعت کفر کی حد تک نہ پہنچی ہو اور اگر بدعت کفر تک پہنچی ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی اور لوٹانا ضروری ہوگا [3]۔ (۲) جن اماموں کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہوتی ہے۔ وہ بہت سے قسم کے لوگ ہیں ان میں سے ایک فاسق ہے

---

۱) وينزع وجوباً الخ او ظهر به فسق قال الرافعي وان عزله واجب على كل مسلم يستطيعه : الدر المختار كتاب الوقف ۵۸۳/۶ طبع جديد رشيديه. ويعزل به الا لفتنة والمراد أنه يستحق العزل الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۴۹/۱ طبع سعيد كراچي.

۲) يجب أن يكون امام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى،التاتار خانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۶۰۰/۱ طبع مكتبه الإدراة القرآن كراچي.
وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار كتاب الصلوة باب الإمامة ۵۵۷/۱، ۵۵۸ طبع سعيد.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۲۳۹/۱ طبع دارالكتب بيروت.

۳) الصلوة خلف أهل الهواء يكون؟ الخ التاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۶۰۱/۱ طبع إدارة القرآن كراچي.
وكذا في تبيين الحقائق ..... تجوز الصلاة خلف صاحب هوى او بدعة ولا تجوز خلف الرافضي الجهمي والقدري..... حاصله ان هوى لا يكفر به صاحبه يجوز مع الكراهية والا فلا كتاب الصلوة باب الامامة والحدث في الصلاة ۳۴۵/۱ طبع دارالكتب بيروت.

اور مبتدع اور داڑھی منڈانے اور کترانے والا بھی اس میں داخل ہے[1]۔ (۳) اس کا جواب نمبر ا میں آچکا ہے کہ اگر اتفاق سے ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور لوٹانا افضل ہوگا (۴) مروجہ ختم بدعت ہے۔ اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔ (۵) یہ بھی بدعت ہے سلف صالحین میں اس کا نام ونشان تک نہ تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۲ رمضان ۱۳۹۴ھ

ایضاً

﴿س﴾

میرے تیسرے سوال کے جواب میں جناب نے صرف اہل بدعت کا لفظ اختیار فرمایا ہے۔ اس سے میرے نزدیک تحقیق طلب بات باقی رہ گئی ہے۔ یعنی یہ لوگ صرف اہل بدعت ہی ہو سکتے ہیں تو پھر میں ان کے لیے اپنی رائے قائم کرنے میں زیادتی کر رہا ہوں قرآن کی توضیح کے بعد میری رائے ان کے لیے بالکل مشرک ہونے کی تھی۔ بس قرآن سے میری توضیح کا مطلب ہوا کہ میں قرآن سے تا حال شرک نہ سمجھ سکا ہوں میں تو ایسے لوگوں کو مشرکین مکہ سے بھی چنداں آگے ہی خیال کرتا ہوں مزید عرض ہے۔ اس عنوان کی وضاحت فرمائیں اور کیا ایسے لوگوں کی اقتداء اختیار کریں یا نہ کریں۔ جائز ہے یا ناجائز ہے۔

﴿ج﴾

ہم احتیاطاً مشرک کہنے سے گریز کرتے ہیں اور بدعتی کا لفظ اختیار کرتے ہیں تاکہ ہماری زبان سے کوئی شخص بغیر تحقیق کے کفر اور شرک کے الزام میں نہ آجائے۔ آپ حضرات سے بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ

---

۱) وکره امامة العبد والفاسق والمبتدع والاعمی و ولد الزانی الخ تبیین الحقائق کتاب الصلوة باب الامامة والحدث فی الصلوة ۱/۳۴۵ طبع دار الکتب بیروت.
وکذا فی الدر المختار مع رد یکره امامة عبد...... وفاسق ...... والمبتدع الخ کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعید کراچی. وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع رشیدیه.

بغیر تحقیق کے کسی کو کافر یا مشرک نہ کہیں اور اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کریں۔ صحیح العقیدہ اہل السنت والجماعت امام کی اقتداء کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہ ماننے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر وقت اور ہر آن سمیع و بصیر ہے اور نشیب و فراز کی مالک ہے۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اگرچہ صفات بشریت کے مصداق ہوں یا نہ ہوں گو کتاب کا ارشاد ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بذاتہ بشر ہیں تب بھی ہم نہیں مانتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا جز ہیں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ راسخ عقیدہ ہے۔ صحابہ اور تابعین اور ائمہ اربعہ بھی حاضر ناظر ہیں۔ کیا شریعت مقدسہ کا فتویٰ ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے اور کتب ائمہ اربعہ سے مفتی بہ قول تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔

ج

یہ عقائد اور کلمات کفریہ ہیں۔ (العیاذ باللہ) ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی[2]۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) یجب أن یکون امام القوم فی الصلوۃ أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءۃ التاتارخانیة کتاب الصلوۃ باب من هو أحق بالامامة ۱ / ۶۰۰ طبع مکتبه ادارۃ القرآن کراچی.
وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوۃ باب الإمامة ۱ / ۵۵۷ طبع سعید کراچی.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوۃ باب الأمامة ۱ / ۲۳۹ طبع دار الکتب بیروت.

۲) ومبتدع صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبهة لا یکفر بها وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد کتاب الصلوۃ باب الامامة ۱/۵۵۹، ۵۶۰ طبع سعید کراچی.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوۃ الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع رشیدیه . وکذا فی البنایة شرح الهدایة کتاب الصلوۃ باب الامامة ۲/۳۳۲، ۳۳۳ طبع دار الکتب بیروت. کما فی الدر المختار واعلم انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو کان ذالك روایة ضعیفة. ص ۲۲۹، ج ۴، طبع سعید کراچی۔

انجانے میں بریلوی عقائد والے کے پیچھے نماز پڑھ لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک انسان نے بھولے سے ایک بریلوی امام مسجد کے پیچھے نماز باجماعت پڑھ لی ہے کیا اس انسان پر اس نماز کی قضا یعنی دوبارہ پڑھنا لازم ہے یا نہیں' یا صرف نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور قضا یعنی دوبارہ پڑھنا لازم نہیں ہے۔ (۲) مذکورہ بالا انسان کے لیے حدیث شریف کی روشنی میں کفر اور بے دین کا فتویٰ لگانے والے کے لیے شرعاً کیا حکم صادر ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) بریلوی امام کے عقائد و خیالات اگر شرک جلی تک نہیں پہنچے فقط رسوم و بدعات وغیرہ کا قائل و مرتکب ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[۱]۔ (۲) ایسا فتویٰ لگانا صحیح نہیں ہے[۲] ہاں بریلوی امام کو مستقل امام بنائے رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے[۳]۔ ایسا کفر کا فتویٰ لگانا گناہ ہے توبہ کر لینا ضروری ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ

۵ رجب ۱۳۸۴ھ

---

۱) کالمبتدع تکره امامته، بکل حال بل مشی فی شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع سعيد كراچی.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) وكل من كان من قبلتنا لا يكفر بها اى بالبدعة المذكورة المبنية على شبهة اذ لا خلاف في كفر المخالف في ضروريات الاسلام من حدوث العالم الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۵۷ طبع جديد رشيديه كوئٹه.

۳) راجع الى حاشية سابقة نمبر ۱.

٤) يايها الذين امنوا توبوا الى الله توبة نصوحاً سورة التحريم الآية: ۸.

وكذا قوله تعالى والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم سورة العمران الآية: ۱۳۵.

بدعتی اور علمِ دین سے عاری شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس میں کہ چک نمبر ۱۱۷ میں ایک امام چک والوں کی طرف سے رکھا گیا ہے، جس میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ حقہ پیتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ رسومات بہت کرتا ہے، مثال کے طور پر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا، گیارہویں کے ختم دینا، جس نماز کے بعد سنتیں ہیں اس کے بعد اکٹھا ہو کر دعا مانگنا، قل وغیرہ کرنا، یعنی اس قسم کی بدعات کرتا ہے اور علم بھی بس اتنا رکھتا ہے کہ عید قربانی کے پہلے خطبہ پڑھا بعد عید کی نماز کے دو تین آدمیوں نے کہا بھی تو فرمایا کہ کوئی بات نہیں پہلے پڑھے یا بعد میں۔ کچھ پارے قرآن مجید کے حفظ کیے ہوئے ہیں۔ باقی نماز کے مسائل کچھ نہیں جانتا۔ اگر کسی بات میں کہہ دو کہ بھائی مسئلہ اس طرح ہے تو میرے ساتھ لڑتا ہے اور مجھے چک والے وہابی کہتے ہیں یعنی اچھا نہیں سمجھتے اور داڑھی بھی ایک مٹھی سے کم ہے۔ مجھے چک ۱۱۷ میں عرصہ سات یا آٹھ سال کا ہوا اس امام کو رکھے ہوئے تین چار سال ہوئے ہیں۔ ایسے ہی دیکھتا ہوں یعنی داڑھی مٹھی بھر سے کم رہی ہے۔ کیا داڑھی کے بال بڑھے نہ ہوں گے ضرور کٹاتا ہوگا۔ میں ایک غریب آدمی ہوں اور گھر میرا ایہ ضلع مظفر گڑھ میں ہے۔ چک ۱۱۷ میں فقط دوکانداری کرتا ہوں اگر کوئی مسائل کی بات کرو تو نہیں سنتے کہتے ہیں جہاں کوئی لگا ہوا ہے تمھیں کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

یہ شخص مبتدع ہے اور جب کہ وہ اتنا جاہل ہے اس کی امامت مکروہ ہے۔ اس کو ہٹانا اہل مسجد پر لازم ہے لیکن آپ کو دوسری جگہ اس سے اچھی نہ مل سکے تو اسی امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہو[۱] اور مسئلہ آپ صحیح اور پختہ علماء سے معلوم کرتے رہو[۲] اور فساد کی صورت پیدا نہ ہو اچھے انداز سے تبلیغ حق کرتے رہو[۳]۔

---

۱) صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة قوله نال فضل الجماعة افاد إن الصلوة خلفهما أولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع، الدر المختار مع ردالمحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه۔

۲) فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون سورة الانبیاء ۷۔

۳) ادعوا الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة سورة النمل ۱۲۵۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب ماننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی ہے جو امام مسجد کے پیچھے اس لیے نماز نہیں پڑھتا کہ امام مسجد تنخواہ لیتا ہے۔ لوگوں سے اپنے لیے چندہ کراتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب مانتا ہے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور وہ ہر غیب کی بات کو جانتے ہیں اس کی امامت درست نہیں[۱]۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

بدعات میں حصہ لینے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

---

۱) وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاده ان النبى صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب شرح فقه الاكبر ص:۴۲۲ طبع دار البشائر بيروت.

وكذا فى تنوير الابصار مع الدرالمحتار ويكره امامة عبد...... وفاسق ...... ومبتدع لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً كتاب الصلوة۔ باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع سعيد كراچى۔ وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع رشيديه كوئله.

۲) قل لا يعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله سوة النمل ۶۵.

جو آدمی داڑھی منڈاتا ہے اور جو آدمی لواطت کرتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ جو امام گیارہویں بھی کھاتا ہو اور قل شریف بھی پڑھتا ہو اور مشرکین کا جنازہ بھی پڑھتا ہو اور دیگر رسومات میں بھی حصہ لیتا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴾ج﴿

ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے [1]۔ لائق امامت نہیں۔ اس کا امامت کے منصب پر فائز رکھنا گناہ ہے [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۲ رجب ۱۳۹۶ھ

عقائد فاسدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴾س﴿

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محلّہ کی مسجد کا امام بریلوی ہے۔ اس کا عقیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حاضر اور ناظر یا عالم الغیب کا ہو اور یا اہل حدیث کہلاتا ہو یا ہے تو دیوبندی مسلک کا لیکن ڈاڑھی کترا تا یا منڈواتا ہو لہٰذا ان سب صورتوں میں ان حضرات کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جس بریلوی کا عقیدہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ ہو کہ وہ حاضر و ناظر ہیں یا علم غیب

---

۱) علی ان کراهة تقديمه كراهة تحريم ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ سعيد.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكـذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قديمي كتب خانه.

۲) وفيه اشارة الى انهم لو قدموا فاسقاً يأثمون بناء على ان كراهة تقديمه الخ حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

جانتے ہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے[1] اور اہل حدیث بہت طرح کے ہیں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور بعض کے پیچھے خلاف احتیاط یا مکروہ ہے[2] چونکہ پورا حال معلوم نہیں ہے اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے[3] اور دیوبندی ڈاڑھی منڈے کے پیچھے بھی اس سے بہتر کی موجودگی میں مکروہ ہے[4]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قبر والوں سے مشکل کشائی کا عقیدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس آدمی کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب جانتے ہیں اور بشر (انسان) کہنے سے غصہ لگتا ہے اور قبر والوں سے حاجت روائی مشکل کشائی سفارش کروانے کو ضروری سمجھتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو مستقل امام بنانا درست ہے یا نہیں۔

---

۱) وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاده ان النبى صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب شرح الفقه الاكبر ص:٤٢٢ طبع دارلبشائر بيروت.

ويكره امامة عبد...... ومبتدع لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥٥٩ طبع سعيد كراچى.

تنوير الابصار مع الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩، ٥٦٠ طبع سعيد.

وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ١/١٤٥ طبع رشيديه.

۲) ويكره امامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمى ومبتدع (ومبتدع) لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ سعيد.

وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ٢/٣٣٢، ٣٣٣ طبع دار الكتب بيروت.

وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة الخ ١/١٤٥ طبع رشيديه كوئٹه.

۳) لا ينبغى للقوم أن يقتدى بالفاسق الا فى الجمعة لانه فى غيرها يجد اماما غيره ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعيد كراچى.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦١١ طبع رشيديه كوئٹه.

وكذا فى حلبى كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه.

٤) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ سعيد كراچى.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ٣٠٣ طبع دارالكتب بيروت.

ج

شرح فقہ اکبر میں ہے۔ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمھم اللہ تعالی احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرہ ص ۱۵۸ (۱)۔

پس معلوم ہوا کہ شخص مذکور کا عقیدہ غلط ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز لازم ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم اس شخص کی اقتداء کرنا اور امام بنانا جائز نہیں (۲)۔والجواب صحیح

امام پر اختلاف ہو تو کس رائے پر عمل کیا جائے گا

مکرمی ومحترمی بزرگوارم جناب قبلہ مفتی محمود صاحب۔قاسم العلوم ملتان۔

موضع پیرہ جانگلہ تحصیل تلہ گنگ ضلع کیمبلپور میں تین مسجدیں ہیں۔جن میں سے ایک مسجد قوم شیعہ اور دو مسجدیں اہل سنت والجماعت کی ہیں۔اور یہاں کی آبادی تقریباً دو ہزار کی ہے۔شیعہ آبادی کا تقریباً ۱/۴ یا ۱/۵ حصہ ہیں اور بقایا تمام اہل سنت والجماعت ہیں۔ہر دو مسجدوں کے ساتھ برابر آبادی ہے۔ہماری ایک مسجد اہل سنت والجماعت جس میں آج سے تقریباً چالیس یا لیس سال پیشتر سید فرمان علی شاہ امام مسجد تھا۔جس نے تقریباً پچاس ساٹھ سال اس مسجد کی امامت کے فرائض سرانجام دیے۔وہ بزرگ اور نیک ہستی تھے۔ان کے فرمان کے مطابق ان کی قبر صحن مسجد میں بنائی گئی۔جو آج تک موجود ہے۔مسجد ہذا سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں سے تقریباً نصف شاہ صاحب مرحوم کے مرید تھے۔ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے سید سخی شاہ رسول کے ذمہ فریضہ امامت لگایا گیا۔جنھوں نے تقریباً چالیس اکتالیس سال مسجد ہذا کی

---

۱) شرح الفقہ الاکبر ان القران اسم للنظم والمعنی ص:۴۲۲ طبع دار البشائر بیروت.

۲) ویکرہ امامۃ عبد...... وفاسق ومبتدع لا یفکر بھا وان کفر بھا فلا یصح الاقتداء بہ اصلاً تنویر الابصار مع الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۵۵۹ ومثلہ فی خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ الفصل الخامس عشر فی الامامۃ والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع رشیدیہ کوئٹہ.

وکذا فی البنایۃ شرح الھدایۃ ۲/۳۳۲ طبع دار الکتب بیروت.

ڈیوٹی امامت کو سرانجام دیا۔ لیکن اس عرصہ میں میری عمر بھی تقریباً ساٹھ سال کے قریب ہورہی ہے۔ نمونے کے طور پر بھی ایک دن ایسا نہیں کہ کسی دن ٹھیک پانچ وقت باجماعت نماز ہوئی ہو۔ جس کی وجہ غیر حاضری امام ہوتی تھی۔ ورنہ جن کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاک ذات راضی ہے۔ وہ گو پانچ وقت ادائیگی فریضہ کے لیے مسجد میں آجاتے تھے۔ جوں جوں زمانہ بدلتا گیا لوگ سمجھدار اور تعلیم یافتہ ہوتے گئے تو شاہ صاحب یعنی سید یحیٰ شاہ رسول سے متنفر ہوتے گئے۔ اس کی وجہ صرف ان کی غیر حاضری اور ساتھ ہی ہر آدمی کے ساتھ بدکلامی تھی کہ جس نے بھی جماعت کے لیے عرض کی جواب ملا کہ بھائی اپنا کوئی امام لے آؤ۔ آخر ایسا ہی کیا گیا۔ دوسرا امام جو کہ حافظ قرآن پاک صحیح شریعت محمدی پر چلنے والا اور پانچوں وقت مسجد میں حاضر رہنے والا لایا گیا۔ جس کے آنے پر قبلہ شاہ صاحب سابقہ امام خود بخود امامت سے استعفیٰ دے کر الگ ہوگئے۔ لیکن اس وقت سے عہدۂ امامت پارٹی بازی کی نذر ہوگیا اور اس امام مسجد نے ہزاروں باتیں ناجائز سننے کے باوجود عرصہ تین ماہ اس ڈیوٹی کو سرانجام دیا اور چھوڑ گیا۔ پارٹی بازی کے علاوہ امامت چھوڑنے کا سبب اور بھی تھا وہ یہ کہ حقوق امام مسجد جو کہ ہم باپ دادا سے دیتے چلے آرہے ہیں۔ مثلاً شادی ہو تو دس روپیہ نکاح اور مبلغ پانچ روپیہ ہدیۂ کلام پاک اور کچھ شکر۔ کوئی مرجائے تو پانچ روپیہ ہدیہ کلام پاک اور دو یا تین یا چار یا حسب توفیق میسر۔ اور کوئی پیدا ہو تو ۵ روپیہ کان میں اذان دینے کے اور عیدوں پر بھی نقدی چالیس سے لے کر ساٹھ ستر تک اور فصل ربیع پر غلہ گندم چھ سیر اور فصل خریف پر غلہ گندم یا باجرا تین سیر فی گھر۔ مذکورہ تمام حقوق مسجد بھی اس امام کو کسی نے نہ دیے لیکن ایک ٹائم روٹی عرصہ تین ماہ میں دی گئی۔ صرف زمیندار بذات خود از گرہ خود مبلغ ۳ روپے ماہوار دیتا تھا۔ جس پر اس کا گزارہ مشکل تھا تو وہ بھی اس ڈیوٹی سے دستبردار ہوگیا۔ کچھ روز تمام آدمیوں نے الگ الگ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ماہ رمضان المبارک ۱۹۶۸ء آگیا یہاں ایک آدمی جو پانچ وقت کا نمازی اور اچھا آدمی ہے اور جو حافظ قرآن پاک تو نہیں البتہ چند سورتیں یاد ضرور ہیں صرف برائے تراویح ماہ رمضان میں مقرر کیا گیا۔ جس نے تراویح ماہ رمضان ۶۸ء پڑھائیں عید بھی پڑھائی اور عید پر اسے ایک جوڑا کپڑا ساٹھ ستر روپیہ بطور ہدیہ دیا گیا۔ جب اس نے یہ چیز دیکھی کہ عبادت اپنی کرنی اور یہ آمدنی تو اس نے سلسلۂ امامت کو مضبوط کرنے کی خاطر ہر بڑے زمیندار کی خوشامد کرنی شروع کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج کے دن تک وہی امام مسجد ہے۔ آج ٹھیک عرصہ ایک سال ہوگیا۔ زیادہ سے زیادہ ایک یا دو دن کی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے ظہر اور عصر کی جماعت کرائی ہو یا مسجد میں آیا ہو تین ٹائم فجر، مغرب، عشاء، عرصہ ایک سال سے ہماری مسجد میں صرف تین ٹائم جماعت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کافی لوگ موجودہ امام مسجد کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مسجد میں جاتے ضرور ہیں لیکن اپنی اپنی الگ الگ پڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ ایک تو پرانی پارٹی بازی چلتی آرہی ہے۔ دوسرا جو امام کا

طریقہ کارکہ صرف مندرجہ بالا تین ٹائم آتا ہے۔ آپ عالم دین ہیں۔ از راہ کرم کافی لوگوں کی نمازوں کا خیال فرماکر بمطابق شرع محمدی اور طریقہ اہل سنت والجماعت تحریری حکم نامہ بھیج کر مشکور فرماویں۔

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے جو مسائل نماز کے جانتا ہو اور صالح ومتقی ہو[1] اور پابند جماعت ہو۔(والا حق بالامامة) تقديما بل نصبا (الاعلم باحكام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. [2] صورت مسئولہ میں موجودہ امام جبکہ عرصہ ایک سال سے ظہر اور عصر کی جماعت نہیں کراتا۔ اور اسی امام کی وجہ سے اہل محلہ مسجد میں پانچ وقتہ جماعت سے محروم ہیں تو پھر اس کو معزول کرنا نہ صرف ضروری بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ شامی میں تصریح ہے۔ اذا عرض للامام والمؤذن عذر منعه من المباشرة ستة اشهر للمتولى ان يعزله ويولى غيره وتقدم مايدل على جواز عزله اذا مضى شهر يبرئ اقول ان هذا العزل لسبب مقتض والكلام عند عدمه قلت وسيذكر الشارح عن المؤيدة التصريح بالجواز لو غيره اصلح الخ [3] خصوصاً ایسے امام کے لیے جس سے اس کے مقتدی ناراض ہوں اور اس امام کو نہ چاہتے ہوں سخت وعید آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ثلاثة لاتجاوز صلوتهم اذا نهم العبد الابق حتى يرجع وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون [4] وفي رواية ثلاثة لا تقبل منهم صلوتهم من تقدم قوما وهم له كارهون الحديث.

---

۱) يجب أن يكون امام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب ......التاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع مكتبه الإدارة القرآن.
وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ص: ۵۵۷ طبع سعيد كراچي.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب بيروت.
۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۳۵۰ طبع سعيد كراچي.
وكذا في التاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب.
۳) الدر المختار مع الرد كتاب الوقف ۶/ ۶۵۴ طبع جديد رشيديه كوئٹه.
۴) مشكوة المصابيح باب الامامة ۱/ ۱۰۰ طبع قديمى كتب خانه كراچي.
وكذا في سنن ابى داؤد شريف كتاب الصلوة باب الرجل يوم وهم له كارهون ۱/ ۹۸ طبع رحمانيه.

پس مسئولہ صورت میں بہتر تو یہی ہے کہ متفقہ طور پر امام کا انتخاب ہوتا کہ کوئی اختلاف راہ نا پا سکے۔ لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے تو اکثریت پر فیصلہ کیا جانا چاہیے اور پھر سب کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ وہ منتخب امام دیندار اور پانچ وقتہ نماز باجماعت کا اہتمام کرے[1] درمختار[2] میں ہے۔(فان استووا یقرع) بین المستویین (او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرهم الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

بلا وجہ ایک امام معزول کر کے دوسرا امام رکھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو عرصہ بیس سال سے ایک چک کی مسجد میں امامت کر رہا ہو، اس میں کسی قسم کا شرعی لحاظ سے نقص نہ ہو، چک والے اسے امامت سے خارج کرنا چاہیں مگر پیش امام مسجد چھوڑ نا پسند نہ کرتا ہو بلکہ ناراضگی کا اظہار کرے لیکن اس کو مجبور کر کے اسے خارج کر کے دوسرا امام مقرر کر دیا جائے کیا شرع میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

جو امام عرصہ بیس سال سے نماز پڑھانے والا ہے اس کے پیچھے کچھ مقتدی نماز پڑھنا نہ چاہیں تو وہ امام مسجد خود بخود چھوڑ دے یا نہ چھوڑے۔ ہر دو سوال کا جواب تحریر کر کے تفصیل وار مکمل جواب دیں۔ نوازش ہوگی۔

---

۱) یجب أن یکون امام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب ......التاتارخانیة کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع مکتبه ادارة القرآن کراچی.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۸،۵۵۷ طبع سعید کراچی.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

۲) الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹،۵۵۸ طبع سعید کراچی.
وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع دار الکتب بیروت.

﴿ج﴾

دوسرے امام کے پیچھے نماز تو جائز ہے لیکن احق بالامامت پہلا امام تھا جبکہ اس کو بغیر کسی شرعی خرابی کے معزول کیا گیا ہو اگر امام سابق میں کوئی خرابی نہ ہو اور بلا وجہ اس کو نکالا گیا ہو تو نکالنے والے گنہگار رہوں گے [۱] اب اگر اوصاف امام میں دونوں برابر بھی ہوں پھر بھی حق سابق امام کا ہے۔ کیونکہ سوال میں لکھا گیا ہے کہ کچھ مقتدی اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اس پر راضی ہیں اور اعتبار اکثر کا ہے [۲]۔ کذا فی الدر المختار فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم [۳]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص کی امامت پر نمازیوں کی اکثریت راضی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گاؤں کی اکثریت عبدالشکور کو امام مسجد برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ عبدالشکور نیک سیرت اور پرہیزگار آدمی ہے۔ نماز کے مسائل سے واقفیت رکھتا ہے۔ مکمل قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہے اور تقریباً دو پارے زبانی یاد بھی ہیں۔ ہم اہالیان چک کی یہ دلی خواہش ہے کہ آپ عبدالشکور کو ان شرائط پر جانچ کر جو کم از کم ایک امام کے ہونے چاہئیں مطلع فرماویں۔

---

۱) لو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم......الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸ سعید.
وكذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن کراچی.
وكذا فی حشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۱ طبع دار الکتب بیروت.
۲) لو ان رجلین فی الفقه والصلاح سواء الا ان احدهما اقرأ فقدم القوم الاخر فقد اساؤا وترکوا السنة ولکن لا یاثمون التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۴۳۷ طبع إدارة القرآن کراچی.
وكذا فی الدر المختار فان اختلفوا اعتبر اکثرهم الخ کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸ سیعد.
۳) در المختار کتاب الصلوة باب المامة ۱/۵۵۸،۵۵۹ طبع سعید کراچی.
وكذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن. وكذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع إدارة القرآن.

﴿ج﴾

اگر اکثریت اس کے امام ہونے پر رضا مند ہے تو اس کا امام بننا درست ہے۔ ایک دو آدمیوں کا محض کسی وجہ سے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا جائز نہیں ہے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ رجب ۱۳۹۸ھ

لڑائی میں امام کے ہاتھ سے کسی کو چوٹ لگ گئی تو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پیش امام ہے اس کی ہمسایوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تو اس کے ہاتھوں کسی آدمی کو چوٹ لگی ہے تو کیا صورت مذکورہ میں اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر امام مذکور اپنے فعل سے توبہ تائب ہو جائے اور اکثر نمازی اس کی امامت سے راضی ہوں تو اس کو امام بنانا درست ہے[۲] اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ **قال النبی علیہ الصلوۃ والسلام التائب من الذنب کمن لاذنب له**[۳]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۳ رجب ۱۳۹۸ھ

---

۱) فان استووا يقرع بين المستويين (او الخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ولو قدموا غير الاولى اساؤا بلا اثم در المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱ /۵۵۸ طبع سعيد .
وكذا في التاتار خانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱ /۶۰۰ طبع إدارة القرآن. وكذا في حاشية على الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع دار الكتب.

۲) فان استووا يقرع بين المستويين (او الخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ولو قدموا غير الاولى اساؤا بلا اثم، الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱ /۵۵۸، ۵۵۹ ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وكذا في حاشية على الطحطاوى مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع قديمى كتب خانه. وكذا في التاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱ /۶۰۰ طبع إدارة القرآن.

۳) مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰۶ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا في سنن ابن ماجه باب ذكر التوبة ص: ۳۲۳ طبع قديمى كتب خانه.

ناراضگی میں اقتداء کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کی امام مسجد سے کافی عرصہ سے بول چال نہیں ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ دونوں میں جھگڑا صرف دنیاداری پر ہے اور باقی لوگوں نے ان دونوں کو منانے کی کوشش کی لیکن صلح نہیں ہوسکی نہ امام مسجد مانتا ہے اور نہ مقتدی مانتا ہے۔ گزارش ہے کہ اگر مقتدی اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شخص مذکور اگر امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھے گا تو نماز ادا ہو جائے گی [۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۴ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

دیر سے آنے والوں کے خیال سے قرأت کو لمبا کرنے والے امام کو معزول کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر کوئی امام صاحب قرأت لمبی کرتے ہوں اور ان کو نمازی لوگ کہیں کہ قرأت لمبی نہ کیا کریں تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے مسئلہ معلوم کیا ہے کہ کچھ لوگ وضو بنا رہے ہوں تو ان کے لیے قرأت لمبی کر دیا کریں تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ جو وضو بنا رہے ہیں وہی تو نہیں اور بھی آجائیں گے ان کے لیے بھی پہلے ہی سے لمبی قرات کی نیت چل رہی ہے کہ سب کو نماز جماعت سے مل جائے کوئی بھی نہ رہے اور جب سلام پھیر کر دیکھتے ہیں کہ کتنے آدمی رہ گئے ہیں اب کے اس سے بھی لمبی

---

۱) والصلوٰة خلف كل بر وفاجر من المؤمنين جائزة...... كل بر وفاجر اى صالح وطالح ...... الخ لقوله صلى الله عليه وسلم صلوا خلف كل بر وفاجر شرح الفقه الاكبر الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الايمان ص: ۲۲۷ طبع دار البشائر اسلاميات بيروت.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه.

قرأت کروں گا تاکہ یہ بھی نہ رہنے پائیں اور جواذان ہوتے ہی جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے آ گے بیٹھے ہیں ان کو کام بھی ہیں وہ چھوڑ کر آئے ہیں۔ جلدی جماعت سے نماز پڑھ کر فارغ ہو کر ہی کام کریں گے تو ان کو جب دیر ہوتی ہے اچھی نہیں لگتی۔ پھر غصہ آنے لگتا ہے اور قرات ایسے پڑھتے ہیں کہ جیسے ریڈیو پر یا مجلس کے شروع میں رکوع پڑھتے ہیں۔ خوب لے لگا کر طرز سے اور جب دیکھتے ہیں کہ نمازی کم ہیں تو چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں پڑھتے ہیں۔ جیسے عم یتسائلون ھل اتک وغیرہ ایک تو پہلے ہی دیر سے آتے ہیں۔ مقتدیوں کے کہنے پر چند دن ٹائم پر آتے ہیں۔ پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے کچھ مقتدی تنگ ہو کر ناراض ہو گئے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ تو کیا ان وجوہات کی بنا پر امام صاحب کو امامت سے معزول کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مقررہ وقت سے پانچ منٹ تاخیر سے جماعت کھڑی ہو یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے جس کی وجہ سے امام کو معزول کیا جاوے یا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہو اسی طرح قرأت لمبی پڑھنا اگر اکثریت اس پر راضی ہو تو بھی بلا کراہت درست ہے البتہ امام کو مناسب یہی ہے کہ فرض نمازوں میں اس قدر قرأت لمبی نہ کرے جس سے معذورین اور بیماروں کو شاق گزرے [۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

بلا وجہ امام کی مخالفت نہ کی جائے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص احمد یار فیکٹری یونین کونسل ملک کلاں ایک عورت سے زنا رات کے وقت کرنے گیا اور عین موقعہ پر اس کو پکڑ لیا گیا اور رسی وغیرہ سے باندھ لیا گیا۔ شہر کے

---

۱) یکرہ تحریما (تطویل الصلاۃ) علی القوم زائدا علی قدر السنۃ فی قراءۃ و اذکار رضی القوم اولا لاطلاق الأمر بالتخفیف فان فیھم الضعیف والسقیم والکبیر ...... الدر المختار مع ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۵۶۴ طبع سعید کراچی. وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۳۰۳، ۳۰۴ طبع دار الکتب.

نمبردار کو جب علم ہوا تو اس نے ایک میل دور بستی میں مولوی شیخ غلام یٰسین کو اپنے ڈیرہ میں بلایا۔ مگر مولوی مذکور کو پہلے علم نہ تھا۔ جب وہ آ گیا تو اس نے اور نمبردار نے ملکر اس عورت کے ورثاء کو بلا کر کہا کہ یا تو زانی اور زانیہ کو قتل کر دو یا چھوڑ دو۔ اس طرح تمھاری بھی عزت ہے مگر انھوں نے کہا کہ ہم تو رپورٹ تھانہ پر کریں گے صبح نماز کے وقت احمد یار مذکور خود بخود کسی ذریعہ سے چھوٹ گیا اور بعد لوگوں سے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ مولوی صاحب مذکور نے احمد یار زانی کی امداد کی ہے جب کہ وہ رات کو آ کر ہمیں کہتا تھا کہ یا قتل کر دو یا چھوڑ دو ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ آپ حکم دے دیں۔

ج

واضح رہے کہ اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے جو کہ فاسق ہو اور فاسق وہ ہوتا ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہو(۱) اور اس سے توبہ تائب نہ ہوا ہو یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو(۲)۔ یہ ہے مسئلہ امامت کی شرعی حیثیت کا باقی مولوی صاحب مذکور کے فعل وعمل سے تو کوئی خاص گناہ کا ارتکاب معلوم نہیں ہورہا ہے چہ جائیکہ اسے گناہ کبیرہ قرار دے کر اس کی امامت کو مخدوش ومکروہ سمجھا جائے۔ بلا وجہ ایک عالم دین کو بدنام کرنا اور اسے اذیت پہنچانی شرعاً جائز نہیں ہے(۳) اور بے بنیاد غلط پراپیگنڈے کرنا جس سے مولوی صاحب کی علمی وجاہت کو ٹھیس پہنچے۔ قطعاً جائز نہیں ہے(۳)۔ مذکورہ لوگوں کو اس حرکت سے باز آنا چاہیے

---

۱) وفاسق من الفسق: وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذالك كذا في البرجندي اسماعيل (شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ-ايم-سعيد۔ وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت نمبر: ۲۶، ۱/۲۸٤ طبع دار أحياء التراث العربي۔ وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

۲) روض الازهر في شرح فقه الاكبر وقال سعيد بن جبير إن رجلا قال لابن عباس رضي الله عنهما كم الكبائر اسبع هي؟ قال إلى سبع مائة أقرب منها على سبع غير أنه لا كبيرة مع الاستغفار ولا صغيرة مع الاصرار ص:۱۷۰ طبع دار البشائر الاسلامية۔ وكذا في مرقاة المفاتيح (رقم الحديث ۲۳٤۰) كتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبة ۵/۲٤۹ طبع دارالكتب العلمية، بيروت لبنان۔

۳) كما في الترمذي عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه الخ باب ما جاء في شفقة المسلم ۲/۱٤ طبع ايچ-ايم-سعيد۔

وكذا في تحفة الاحوذي التقوى ههنا و زاد في رواية مسلم ويشير إلى صدره قال في مجمع البحار أي لا يجوز تحقير المتقي عن الشرك والمعاصي والتقوى محله القلب يكون مخفياً عن الاعين فلا يحكم بعدمه لاحد حتى يحقره كتاب البر والصلة باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم ٦/٤١ طبع قديمي كتب خانه۔

اور بے گناہ مولوی صاحب کا احترام اور وقار دلوں میں رکھنا چاہیے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ عبداللطیف غفرلہ، ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

اختلاف کی صورت میں امام کون بنے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ علاقہ زہری میں تقریباً سات چھوٹے چھوٹے قصبے محدود ہیں گورنمنٹ کی تحصیل ایک قصبہ میں ہے۔ شہرنامی نورگامہ ودیگر معتبر سردار قصبہ سموانی میں رہائش پذیر ہیں۔ طویل مدت سے دوجگہ عید کی نماز ادا کرتے ہیں۔ نو دس برس کا واقعہ ہے کہ ایک خدا پرست دیندار تحصیلدار نے تمام علاقہ یعنی سات قصبہ سے متفق طور سے چندہ حاصل کر کے ایک عیدگاہ تیار کی۔ تمام علاقہ ایک جگہ سموانی قصبہ کے پیش امام کے پیچھے نماز عید ادا کرنے چلے آتے ہیں۔ چار پانچ برس کے بعد نورگامہ والوں نے اعتراض کیا کہ ایک عید کی نماز ہمارے پیش امام پڑھائے اور ایک عید کی نماز سموانی کا پیش امام ادا کرائے۔ اس مابین جھگڑا فساد کا خدشہ ہوا۔ حکماء نے فیصلہ کیا کہ عید کی نماز نورگامہ والے پیش امام پڑھائے، ایک ہموانی والے۔ چار پانچ سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ سموانی والے حضرات کے پیش امام ایک دیندار متقی عالم تھے۔ وہ چلے گئے۔ سموانی والے حضرات نے ایک بریلوی خیالات کا پیش امام مقرر فرمایا۔ نورگامہ والے ودیگر ایک عالم حقانی دیندار خداپرست علماء دیوبند کے ہم خیال اپنے مدرسہ کے لیے لائے۔ تمام علاقہ کے خیالات یہ ہیں۔ جو زیادہ عالم ہے وہ عید کی نماز ادا کریں۔ مگر سموانی والے حضرات کا فرمان ہے کہ یہ مسلمہ عیدگاہ قدیم الایام سے ہمارا ورثہ ہے۔ بغیر ہمارے پیش امام کے دیگر کسی کو حق نہیں۔ براہ کرم واضح کریں کہ عید کے مسئلہ میں سرداری معتبر ہے یا کہ شرع میں جو زیادہ عالم ہو اس کا حق ہے یا کہ نفری و مردم شماری کے لحاظ سے کثیر التعداد اشخاص کے لحاظ کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ امامت کا حق سب سے پہلے بڑے عالم کو ہے اور اگر دو آدمی علم

---

۱) لما فی مشکوة المصابیح وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا ویامر المعروف وینه عن المنکر رواه الترمذی باب الشفقة والرحمة علی الخلق الفصل الثانی ص:۴۲۳ طبع قدیمی کتب خانه.

میں برابر ہوں تو جو شخص اچھا قاری ہو اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو شخص زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو[1]۔ علی ھذا القیاس۔ نیز امام راتب (مستقل) کا حق دوسرے سے مقدم ہے۔ اگر چہ وہ دوسرا شخص اس سے بڑا عالم ہی ہو۔ **کما قال فی العالمگیریہ دخل المسجد من ھو اولی بالامامة من امام المحلة فامام المحلة اولی کذا فی القنیہ**[2]۔ اور اگر کہیں تنازعہ ہو جائے تو اعتبار زیادہ لوگوں کا ہوگا۔ وہ جس کو امام مقرر کردیں وہی امام بنے گا۔ اب اگر انھوں نے دونوں میں سے اچھے اور بہترین شخص کو پسند فرمایا تو بہتر ہے اور اگر دونوں میں سے اچھے اور بہترین کو پسند نہ کیا۔ تب بھی یہ امام بن جائے گا۔ اگر چہ ایسا کرنا خلاف اولی ہے۔

کما قال فی الدر المختار (فان استو وایقرع) بین المستویین (او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرھم ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلااثم[3]۔ صورت مسئولہ میں جو بڑا عالم ہے اور متقی ہے اگر اس کی امامت پر اتفاق ہو جائے تب تو بہتر ہے اور اگر اس پر اتفاق نہیں ہوتا اور فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے تو جیسے پہلے تنازعہ کا فیصلہ حکماء وقت نے کیا تھا کہ ایک عید نو رگامہ والا پیش امام پڑھائے اور ایک عید سموانی والا پیش امام پڑھائے۔ اب بھی اسی فیصلہ پر کاربند رہنا چاہیے۔ فتنہ اور فساد ناجائز ہے[4]۔ صلح وصفائی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ۔ ۷ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

---

۱) وفی التاتارخانیہ قال الاولی بالتقدیم الا علم بالسنة إذا کان یحسن قرائة ما تجوز بھا الصلوة فاذا تساؤوا فأکثرھم قرآنا فان تساؤوا فی العلم فأقرؤھم وفی الکافی عن أبی یوسف أن الاقرأ اولی من الاعلم، فان تساؤوا فأبینھم ورعاً، فان تساؤوا فأکبرھم سنا، کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم. وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانہ. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱،۳۰۰،۳۰۲طبع قدیمی کتب خانہ.

۲) ھندیہ کتاب الصلوة الفصل الثامن من ھو أحق بالامامة ۱/ ۸۳ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۶۰۷،۶۰۹ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

۳) در المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۸،۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱،۳۰۰،۳۰۲طبع قدیمی کتب خانہ. وکذا فی التاتارخانیہ کتاب الصلوة من ھو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیہ.

۴) والفتنة أشد من القتل الآیة: ۱۹۱،۱/ ۲۶۳ تفسیر ابن کثیر، طبع قدیمی کتب خانہ.

اصل امام کے ہوتے ہوئے دوسرے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں ایک عرصہ سے ایک حافظ امام مسجد موجود ہے۔ بستی کے کچھ لوگوں کی ذاتی طور پر اس سے عداوت ہوگئی انھوں نے ایک دوسرا امام بلا لیا اور کچھ لوگ اس کے پیچھے وقتاً فوقتاً نماز پڑھتے رہے۔ اگرچہ اکثریت اس امام کے ساتھ ہے۔ ایک دن صبح کو قدیم امام آیا تو اس نے دیکھا کہ نیا امام جماعت کرا رہا ہے اس نے یہ خیال کیا کہ اگر اس کے پیچھے میں نماز نہ پڑھوں گا تو فتنہ برپا ہوگا اس لیے اس نے اور اس کے بعض ہمراہیوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کہا کہ تم نے ہمارے پیچھے نماز پڑھ کر ہماری نماز خراب کردی۔ مہربانی فرما کر ایسا نہ کرو اور اس نے پھر دوبارہ جماعت کرائی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کا کیا حکم ہے جو لوگوں کو اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتا ہے؟ بینوا توجروا

امام صاحب (یعنی پنجگانہ اوقات کا امام) جو عرصہ سے بستی کے لوگوں کی اکثریت کا امام ہے اور وہ برابر نماز پڑھا رہا ہے اس کے ہوتے ہوئے بغیر اس کی اجازت کے کسی دوسرے شخص کو امامت کرنے کا حق نہیں ہے [1] اور اگر اس نے نماز پڑھائی اور اس کے پیچھے امام سابق نے نماز پڑھ لی تو اس کا یہ کہنا کہ تم نے ہماری نماز خراب کردی آئندہ ایسا نہ کیا کرو یہ اس نے بہت ظلم کیا۔ کیونکہ کسی شخص کو نماز باجماعت سے روکنا بہت بڑا ظلم ہے [2]۔ امام مسجد کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی تاکید کرے نہ یہ کہ جو لوگ پڑھتے ہیں ان کو روکے پھر اس کا یہ کہنا کہ تم نے ہماری نماز خراب کردی اور جماعت دوبارہ ادا کی۔ اس کی جہالت اور کم فہمی اور مسائل شریعہ سے ناواقفی پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو اتنا پتہ نہیں کہ کسی فاسق وفاجر کے بھی

---

۱) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (اولى بالامامة من غيره) مطلقا الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

وكذا في الفتاوى الهندية كتاب الصلوة الفصل الثامن من هو أحق بالامامة ۱/۸۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۷،۶۰۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۲) ومن أظلم ممن منع مسجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها الآية: ۱۱۴۔

امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے امام کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہے۔ ایسے جاہل اور ناواقف امام کو کہ جو اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے اور دوسرے لوگوں کے اشارہ سے لوگوں کو نماز سے روکے ہرگز ہرگز امام نہ بنانا چاہیے مسلمانوں کے درمیان میں اتحاد پیدا کرنا امام کا فرض اولین ہے۔ یہ امام لوگوں کے درمیان میں فتنہ اور فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بشرط صحت واقعہ حکم مذکور صحیح ہے اگر واقعہ مستفتی نے صحیح نہ بیان کیا ہو تو یہ حکم نہ ہوگا۔ مفتی مستفتی کے بیان کے مطابق جواب کا ذمہ دار ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے

کیا فرماتے علماء عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک قوم نے اپنے قومی بھائی عالم کو پیش امام بنایا اس کی زندگی تک وہ قوم اس کی امامت پر متفق تھی۔ جب وہ فوت ہو گیا اس کا بیٹا اس کی جگہ پر خلف ہو گیا اور وہ بھی امامت کے قابل تھا۔ اس پیش امام کے رشتہ داروں و خویشوں نے اس کو کہا کہ ہم تجھ کو پیش امام نہیں بناتے بلکہ ہم بذات خود اس قوم کی امامت کرتے ہیں اور بعض قوم کو انھوں نے اپنے اوپر تملق وفریب سے متفق کیا اور فی الواقع اس بعض قوم کا اتفاق صرف ایک فتنہ اور فساد پھیلانے کے لیے تھا نہ یہ کہ اسی بعض قوم نے پیش امام اول میں کوئی قصور پایا تھا اور بعض قوم کہنے لگے کہ ہم امام مقدم کی امامت پر راضی ہیں کیونکہ ہم نے اس امام میں کوئی عزل کا موجب نہ پایا۔ یہ جھگڑا اور تنازعہ قوم کے رئیس و سردار کو پیش ہوا۔ سردار نے امام قدیم کے مخالف لوگوں سے استفسار کیا کہ تم کیوں مقدم سے ناراض ہو گئے۔ کیا اس امام میں امامت کی

---

۱) وفی التاتارخانیه ویکره للرجال أن یصلوا خلفه (الفاسق) کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۳ طبع إدارة القرآن.

وكذ فی الدرالمختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ ایم سعید کراچی۔

وكذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

قابلیت نہیں۔ خالف لوگوں نے کہا کہ ہم نے امام قدیم میں کچھ قصور نہیں دیکھا صرف امامت مرضی کی چیز ہے۔ لہٰذا ہم پہلے امام کو چھوڑتے ہیں۔ امام مقدم کے موافق لوگ سردار کے سامنے کہنے لگے کہ یہ بعض قوم اور خصوصاً امام کے رشتہ دار اور اقرباء صرف ہمارے اتفاق کو توڑتے ہیں اور مساجد بکثرت بنانا چاہتے ہیں اور اسکے علاوہ بھی دوسروں کو اتحاد سے بذریعہ مکروفریب منع کرتے ہیں۔ براہ مہربانی امام مقدم کو ہمارے درمیان سے ان مفسدوں کے کہنے سے نہ نکالو اور سردار صاحب کے حضور میں بہت احتجاج کیا۔ علاوہ اس قوم مخالف اور امام کے رشتہ داروں وغیرہ کو کہہ دیجیے کہ امام مقدم پر ہمارے ساتھ اتفاق کریں۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ جمعہ کو تو امام مقدم کی امامت کرنا منظور ہے۔ مگر چونکہ میں عالم نہیں ہوں اور نہ ہمارے علاقہ میں ایسا جید و محقق عالم ہے۔ لہٰذا تم پنجاب کے حضرات علماء کرام سے استفتاء کرو۔ امید قوی ہے کہ خدا پاک اس کی توفیق اور تحقیق سے تمھارے درمیان تنازعات رفع فرمائیں گے۔ عزل کے موجبات براہ مہربانی آپ حضرات سے بوضوح مطلوب ہیں فقراء کے انتشار کو رفع فرما کر مشکور فرمادیں۔ امام اول متعلمین کو زمانہ مدید سے تعلیم دیتا ہے اور ہر وقت پڑھائی میں مشغول ہے۔ اس لیے رشتہ داروں وعزیزوں نے اس کے طلباء کی تفریق کے لیے اور اشخاص اپنے ساتھ رکھ لیے کہ تم اس امام کے متعلمین کو الگ کرو۔ اور ہر وقت تم بھی روٹی مانگنے کے وقت اس کے پیچھے چلو۔ اس بنا پر امام اول ان رشتہ داروں کے متعلمین کو بند کرسکتا ہے کہ تم صرف عناداً اس قوم کو تنگ کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ تدریس دینی بند ہوجائے۔ اور امام قدیم اور قوم موافق کے مابین اتحاد کی بو نہ رہ جائے از راہ مہربانی استدعا ہے کہ مسائل مرقومہ بالا تحقیق وتدقیق سے حوالہ کتب ارسال فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ عنا

﴿ج﴾

اگر امام اول میں کوئی فساد دینی ہو یا دوسرا کوئی اس سے احق بالامامت موجود ہو اور وہ اس کے باوجود اس امامت پر مصر ہے اور چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے[1] اور اگر نہ تو اس میں فساد ہو جیسا کہ سوال میں مخالفین نے خود اقرار کرلیا ہے اور نہ دوسرا امام اس سے احق بالامامۃ یعنی اعلم واقرأ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے۔ بلکہ اس کا عزل مکروہ ہوگا اور مخالفین بوجہ تفریق بین المسلمین کے ارتکاب کے گنہگار رہوں گے[2]۔ درمختار میں ہے۔(ولو ام قوما وهم له كارهون ان)

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه (الفاسق) كراهة تحريم الشامى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥٦٠ طبع، ایچ۔ایم۔سعید.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

۲) والفتنة أشد من القتل الآية: ١٩١، ٤٦٣/١ تفسير ابن كثير طبع قديمى كتب خانه.

الکراھة (لفساد فیہ او لانھم احق بالامامة منہ کرہ) لہ ذالک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون (وان ھو احق لا و الکراھة علیھم [1] - بالخصوص یہاں تو ساری قوم مخالف نہیں بلکہ بعض قوم ہی مخالف ہے نیز طالبان علوم دینیہ کو تنگ کرنا اور علم سے روکنا سخت گناہ ہے۔ اس سے توبہ کرنا لازم ہے [2] اور اگر اس فعل شنیع سے نہ رکیں تو ان کو نہ پڑھایا جائے۔ واضع العلم عند غیر اھلہ کمقلد الخنازیر الجواھر و اللؤلؤ او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم [3] - البتہ اگر والدین اس گناہ کا ارتکاب کریں تو ان کے بچوں کو علم کی تحصیل سے محروم نہ کیا جائے۔ ان لاتزر وازرة وزر اخری الآیہ [4]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس امام کی امامت پر تمام نمازی متفق ہوں اس کو معزول کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب جنھیں عرصہ پچاس سال ایک ہی محلہ

---

۱) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱، ۳۰۰، ۳۰۲ طبع دار الکتب العلمیة ، بیروت لبنان.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ .

۲) وإنی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدی سورة طه آیت: ۸۲ پارہ نمبر ۱۶ .
وکذا فی شرح النووی علی صحیح المسلم واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وأنها واجبة علی الفور لا یجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة کانت أو کبیرة کتاب التوبة ۲/۳۵۴ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی روض الازهر علی شرح فقه الاکبر وقد نصوا علی أن ارکان التوبة ثلاثة الندم علی الماضی والاقلاع علی الحال والعزم علی عدم العود فی الاستقبال تعریف التوبة ومراتبها ص: ۴۳۶ طبع دار البشائر الاسلامیه.

۳) وعن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم طلب العلم فریضة علی کل مسلم وواضع العلم عند غیر أهله کمقلد الخنازیر الجوهر واللؤلؤ الذهب رواه ابن ماجه وروی البیهقی کتاب العلم الفصل الاول مشکوة المصابیح ، ص: ۳۴ طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی ابن ماجه کتاب العلم باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ص: ۲۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۴) سورة النجم آیت: ۳۸.

میں منصب امامت پر فائز ہوئے گزر گیا ہے مولانا صاحب شریف النفس اور سلیم الطبع انسان ہیں اور قرب و جوار میں ان کے کثیر تلامذہ بھی ہیں اور مولانا صاحب دین کی بہت خدمت کررہے ہیں۔ حال ہی میں ایک شخص نے مولانا صاحب کے خلاف نفرت آمیز کلمے کہے اور دشنام طرازی بھی کی شرعاً ایسے انسان کے لیے کیا حکم ہے اور مذکور شخص دوسرا امام لے آنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں امامت کا حق دار سابق امام ہے یا جواب آنے والا ہے جبکہ سارا محلہ سابق امام پر راضی ہے۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

جس کو جماعت کے زیادہ اشخاص مقرر کریں وہی امام رہے گا: لان الاعتبار للاکثر (او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرھم [۱] پس جبکہ سابق امام پر تمام محلہ والے راضی ہیں تو وہی امام رہے گا۔ نیز بغیر شرعی وجہ امام کو معزول کرنا درست نہیں [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احق بالامامت کون ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص متقی عالم قدیم الایام سے ایک آبائی جگہ منصب امامت پر فائز المرام رہا ہے اب بھی اہل دیہہ کا سمجھدار طبقہ امام قدیم کا عقیدت مند

---

۱) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

۲) وقدمنا عن البحر حکم عزل القاضی لمدرس ونحوه وهو أنه لا یجوز إلا بجنحة وعدم أهلیة (شامی) کتاب الوقف مطلب فی عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر نفسه) ۴/۴۲۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق فلا یحل عزل القاضی صاحب الوظیفة بغیر جنحة وعدم أهلیة ولو فعل لم یصح کتاب الوقف ۵/۳۸۰، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار یعزل به إلا لفتنة (أی الامام) أی بالفسق لوطرا علیه والمراد انه یستحق العزل کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۴۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

ہے۔ لیکن چند ایک ناسمجھ لوگوں نے ایک نئے امام کو اسی جگہ امام مقرر کرا کر ایک عظیم الشان ہنگامہ اور انتشار پیدا کر رکھا ہے۔ امام سابق ہر حیثیت سے امام ثانی سے فائق ہے۔ بحیثیت علم بھی و عمل بھی۔ کیا شرعاً امام قدیم بہتر ہوگا یا جدید۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر حقیقت حال یہ ہے کہ امام سابق امام ثانی پر بحیثیت علم و عمل فائق ہے اور اہل دیہہ کا سمجھ دار طبقہ اسی امام سابق کا حامی ہے۔ چند ایک ناسمجھ لوگوں کا امام سابق کو معزول کر کے فتنہ وفساد پیدا کرنا جائز نہیں (۱)۔ امام سابق کو بہر حال فوقیت ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے امام صاحب کو بد اخلاق کہا گیا اور انھوں نے امامت سے معذرت کر دی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد عرصہ دراز سے امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ چند دن ہوئے ہیں کہ دو نمازیوں کا امام صاحب کے ساتھ نماز کا وقت تبدیل کرنے کے بارہ میں جھگڑا ہو گیا، باتوں باتوں میں ایک نمازی نے امام صاحب کو بد اخلاق کہا ہے۔ جس کی وجہ سے امام صاحب نے مصلیٰ چھوڑتے ہوئے کہا کہ میں چونکہ آپ کے خیال کے مطابق بد اخلاق ہوں لہٰذا جو با اخلاق امام ہو اس کو امامت کے لیے مقرر کرلیں۔ میں نے جو ۱۵ یا ۱۶ سال مسجد شریف کی خدمت کی ہے خداوند قدوس منظور فرمائے۔ اب آپ اپنا انتظام کرلیں۔ تین چار دن کے بعد متولی صاحب اور عوام نے آ کر امام صاحب کو راضی کر لیا کہ ہم آپ سے اور آپ کی امامت سے خوش ہیں آپ با اخلاق ہیں جو اتنی لمبی مدت گزار گئے اب امام صاحب بدستور امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ کیا مصلیٰ چھوڑنے کا امام صاحب پر کوئی جرم تو نہیں ہے۔ کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ امام صاحب مندرجہ بالا کی روشنی میں مصلیٰ چھوڑنے کی عوام سے معافی مانگے۔ بینوا توجروا

---

۱) والفتنة أشد من القتل الآية : ۱۹۱، ۱/۴۶۳ تفسير ابن كثير طبع قديمي خانه.

۲) اعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالامامة من غيره مطلقاً الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ، ۱/۵۵۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔

وكذا في الفتاوى الهنديه كتاب الصلوة الفصل الثالث من هو احق بالامامة ۱/۸۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۷،۶۰۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

بلاشرعی عذر کے امام صاحب پر اعتراض کرنا اور بدنام کرنا گناہ ہے[1] اگر واقعی امام صاحب میں کوئی عیب نہیں تھا صرف تبدیلی وقت پر معمولی سا جھگڑا ہوا اور امام صاحب کو ایک مقتدی نے بداخلاق تک کے الفاظ سے یاد کیا اور امام صاحب اس سے ناراض ہوکر مصلی چھوڑ گئے تو یہ مصلیٰ چھوڑنا امام صاحب کا کوئی جرم نہیں اور نہ ہی اس کو معافی مانگنے پر مجبور کرنا چاہیے۔ بلکہ جس نے امام صاحب کو ناراض کیا ہے اس کو امام صاحب اور دیگر نمازیوں سے معافی مانگ لینی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکمل ناظرہ اور دو پارے حفظ کیے ہوئے غیر عالم کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو پرہیزگار ہو قرآن مجید مکمل صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہو۔ تقریباً دو پارے کا حافظ بھی ہو عالم نہ ہو نہ ہی بہترین خطیب ہو اور نہ ہی حافظ لیکن گاؤں کے اکثر لوگ اسے اپنی مسجد کا امام رکھنا چاہتے ہوں۔ تو کیا وہ امام مسجد بننے، نماز پنجگانہ، نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھانے کا اہل ہے یا نہیں۔

اگر امام صاحب متقی و پرہیزگار ہیں نماز اور امامت کے مسائل سے واقف ہیں۔ قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اکثر مقتدی ان کی امامت سے راضی ہیں تو شرعاً ان کی امامت نماز پنجگانہ اور

---

۱) وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلم اخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه التقوى الخ (ترمذی) ۱۴/۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

وكذا في تحفة الاحوذى التقوى ههنا زاد في رواية مسلم ويشير إلى صدره قال في مجمع البحار أى لا يجوز تحقير المتقى من الشرك والمعاصى ، والتقوى ، محله القلب يكون مخفيا عن الاعين فلا يحكم بعدمه لاحد حتى يحقره أو يقال محل التقوى هو القلب فمن كان في قلبه التقوى لا يحقر مسلما لان المتقى لا يحقر مسلماً ما جاء في شفقة المسلم على المسلم، ۴۱/۷ طبع قدیمی کتب خانه.

جمعہ وعیدین وغیرہ میں بلاشبہ جائز ہے [۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام مسجد اور انتظامیہ کی مرضی سے دوسرا امام رکھا گیا تو اس کی اقتدا کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک بستی کے امام مسجد صاحب سردیوں میں اکثر بیمار رہتے ہیں تو ان امام صاحب کی جگہ عارضی طور پر ایک امام رکھ لیتے ہیں۔ اس سال نمازیوں نے امام مسجد کی رضا مندی سے عارضی امام کو مستقل امام رکھ لیا۔ لیکن سابقہ امام نے صحت یاب ہونے پر چاہا کہ بعد میں آنے والا امام صاحب چلا جائے مگر ایسا نہ ہو سکا البتہ چند افراد نے سابقہ امام کی حمایت کی اور ایک چھوٹی جماعت کی تشکیل الگ ہوگئی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ یہ نئی جماعت مسجد کے ایک حصہ میں الگ تھلگ بیٹھ جاتی ہے۔ جب جماعت ہو جاتی ہے تو یہ لوگ سابقہ امام کے پیچھے دوبارہ جماعت کراتے ہیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے۔

(۲) مسجد کی انتظامیہ نے مسجد میں ایک کمرہ بنا کر مدرسہ قائم کیا ہے۔ جس میں بستی کے بچے پڑھتے ہیں قربانی کی کھال وغیرہ کی رقم میں سے امام مسجد کو پڑھانے کی ماہوار تنخواہ دیتے ہیں۔ تو کیا یہ درست ہے۔

﴿ج﴾

(۱) جبکہ سابقہ امام کی رضا مندی سے دوسرے شخص کو مستقل امام رکھ لیا گیا اور اکثر نمازی اس کی امامت پر خوش ہیں تو اس کا حق مقدم ہے [۲]۔ دوسری جماعت کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اس امام کے

---

۱) وفی فتاوی الارشاد: یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب والجمال علی هذا إجماع الامة. تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۵۵۷،۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید .وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الکتب العلمية بیروت لبنان.

۲) فان استووا یقرع بین المستویین (او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرهم کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸،۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی التاتاخانیه کتاب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

پیچھے نماز پڑھیں اور الگ جماعت نہ کریں[1]۔ فقہاء کے نزدیک دوسری ۱۰ جماعتوں سے بھی پہلی جماعت کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔

(۲) قیمت چرم قربانی اور عشر زکوۃ کا مصرف فقراء و مساکین ہیں[2]۔ تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ تمام صدقات واجبہ میں تملیک فقراء بلاعوض شرط ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معقول وجوہات کی بناپر جس امام سے اس کے مقتدی ناراض ہوں اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین شخص، زید، عمر، بکر ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور نزدیکی رشتہ دار ہیں۔ ان میں سے زید تاجر ہے بکر زمینداری کا کام کرتا ہے اور عمر امام ہے۔ تینوں کی جائیداد مشترکہ ہے کافی جائیداد کے مالک ہیں اور جائیداد کے علاوہ کافی نقدی بھی رکھتے ہیں امامت بھی تینوں کی مشترکہ ہے اور یہ امامت ان کی آبائی وراثت چلی آرہی ہے تینوں میں سے کوئی بھی عالم نہیں ہے صرف معمولی مسائل عامہ سے واقفیت رکھنے کے علاوہ تعلیم قرآن شریف ناظرہ خواندگی تک محدود ہے۔ جس طرح کہ ایک عامی مسلم کو ہوا کرتی ہے اور اس امام کی ناخواندگی اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ ایک

---

۱) ویکره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محله لا في مسجد طريق (قوله ويكره) أي تحريما لقول الكافي لا يجوز در المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في بدائع الصنائع كتاب الصلوة وأما بيان محل الوجوب ۱/۱۵۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في أحسن الفتاوى مسجد ميں جماعت ثانيه كا حكم) ۳/۳۳۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

۲) اى مصرف الزكاة والعشر وأما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم (هوفقير ، وهو من له ادنى شئ ومسكين وهو من لا شئ له) كتاب المصرف ۲/۳۳۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

وكذا في البحر الرائق كتاب الزكاة باب مصرف الزكاة ۱/۴۱۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في البناية على شرح الهداية كتاب الزكاة باب ما يجوز دفع الزكاة إليه ۳/۴۴٦ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) هي تمليك المال بغير عوض من فقير مسلم غيرها شمي كتاب الزكاة ص:۵۵ كنز الدقائق طبع بلوچستان بكڈپو. تمليكاً لان الايتاء في قوله وآتو الزكاة يقتضي التمليك فلو بنى مسجداً أو قنطرة ...... او كفن ميتاً لا يجزئه لا نعدام التمليك كتاب الزكاة ۱/۵۳٦ فتح باب العناية بشرح النقاية طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

وكذا في الدر المختار كتاب الزكاة باب المصرف ۲/۳۴۴ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

دفعہ ایک مردہ لڑکی جو ماں کے بطن سے مردہ پیدا ہوئی ہے وہ امام صاحب اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آئے تو عالم لوگوں نے اس سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو اولاد ماں کے بطن سے مردہ پیدا ہو تو اس کی نماز جنازہ نہیں ہوا کرتی تو اس پر پیش امام نے کہا کہ چلو پھر نہیں پڑھائیں گے اب پوچھنا ہے کہ اس شخص یعنی امام سے وہاں کے لوگوں کی دینی ضروریات قطعاً پوری نہیں ہوتیں اور اس کے ساتھ یہ شخص امام اتنا متمول ہونے کے باوجود امامت آبائی وراثت سمجھتے ہوئے وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ' عشر' صدقات وغیرہ بھی وصول کرتا ہے۔ چونکہ ایک متمول اور کافی رسوخ کا مالک ہے۔ اس لیے لوگوں سے اپنے ذاتی دباؤں کی وجہ سے یہ سب کچھ وصول کرتا ہے کافی لوگوں نے اس کے صدقات اور واجبات کے عدم مستحق ہونے کی وجہ سے اور اس کی ناخواندگی کی وجہ سے اس سے اختلاف کیا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ اور اس سے درخواست کی کہ چونکہ ہماری دینی ضروریات کو آپ پورا نہیں کر سکتے اس لیے آپ کسی اور عالم دین کو جو ہماری ضروریات دینی کو پورا کر سکتا ہو منگوا دو یا ہم خود منگوا لیتے ہیں۔ لیکن وہ اس پر رضامند نہیں ہے۔ بلکہ الٹا اگر کوئی کسی عالم دین کو منگواتا بھی ہے تو یہ اسے نہیں چھوڑتا ہے اور جو لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ اپنے گھر نماز ادا کرتے ہیں تو یہ امام اس شخص پر گمراہی اور گناہ گاری اور تارک جماعت جیسے فتوے لگاتا ہے۔ اب لوگوں میں کافی اختلاف ہے کچھ لوگ تو اس کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اور کچھ اس کے ذاتی دباؤ کی وجہ سے بادل نخواستہ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے گھر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اب جبکہ یہ امام نہ کسی اور امام کو اور نہ کسی طالب العلم کو چھوڑتا ہے تو کیا اس امام مذکور کو زکوٰۃ و عشر اور صدقات واجبہ وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں اور جو شخص اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر ہی ادا کرے کیا وہ گنہگار ہوگا یا نہیں اور وہاں کے لوگوں کو اپنی دینی ضروریات پوری کرنے کے لیے کسی اور عالم دین کو لانا چاہیے یا اسی امام کے پیچھے نمازیں ادا کریں اور اسی سے دینی ضروریات پوری کریں۔ جبکہ دوسرا عالم دین بھی مل رہا ہو لیکن امام اس کو نہ چھوڑتا ہو اور امام مذکور کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے کہ نماز بھی درست نہیں پڑھا سکتا۔ اس کے علاوہ یہ امام مذکور حیلہ اسقاط کو بھی اس طریقہ سے کرتا ہے کہ اپنے اردگرد مسکینوں کا حصہ بٹا کر قرآن شریف کو ایک دفعہ چکر دینے کے یعنی پہلی مرتبہ چکر دینے کے چار روپیہ اور پھر ہر مرتبہ چکر دینے کے تین تین روپے لیا کرتا ہے۔ اسی طرح سے جتنے روپے بنتے ہیں پھر وہ شخص اسی حساب سے رقم وصول کر لیتا ہے اور یہ رقم پھر اس سے لیتا ہے اور اس میں اس کا حصہ مقرر ہے اور یہ چکر قرآن مجید کا کافی مرتبہ کیا جاتا ہے۔ یہ بھی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

ج

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کی اکثریت اپنے امام پر رضامند نہیں (۱) پس اگر واقعی امام میں ایسی خصلتیں موجود ہوں تو اس کو معزول کرنا چاہیے (۲)۔ ایسا امام منصب امامت کا اہل نہیں ہوتا (۳) کیونکہ جس کیفیت سے اس نے حیلہ اسقاط وغیرہ رائج کرلیا ہے اس کا ثبوت سلف صالحین سے نہیں ملتا نیز اس کے لیے زکوٰۃ وعشر کا لینا جائز نہیں (۴)۔ جن لوگوں نے باوجود اس کے متمول ہونے کے اس کو زکوٰۃ یا عشر کا مال دے دیا ہے تو ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوگا (۵)۔ البتہ دوسرے امام کے تقرر تک اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔

---

۱) ومن ام قوماً وهم له كارهون أن الكراهة لفساد فيه أولا نهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما لحديث ابى داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦٠٩ طبع رشيديه كوئٹه.

٢) وأمافقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً،(شامى) كتاب الصلوة باب الإمامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم ۔سعيد كراچى.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

٣) بدائع الصنائع وهذا قول العامة وقال مالك لا تجوز خلف الفاسق ووجه قوله ان الامامة من باب الامانة والفاسق خائن ولهذا لا شهادة له لكون الشهادة من باب الامانة كتاب الصلوة فصل وأما بيان من يصلح للامانة ١/١٥٦ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٤) أى مصرف الزكاة والعشر وأما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم هو فقير من له ادنى شئ...... ومسكين من لا شئ له كتاب الزكاة باب المصرف الزكاة ٢/٣٣٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى، الدر المختار

وكذا فى البحر الرائق كتاب الزكاة باب مصرف الزكاة ١/٤١٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٥) الدر المختار مع رد المحتار دفع بلا تحر لم يجز إن أخطا قوله لم يجز دفع الزكاة إليه إن أخطاء أى لـه أنه غير مصرف كتاب الزكاة باب المصرف كتاب الزكاة مطلب فى الحوائج الاصلية ٣/٣٥٤ طبع مكتبه رشيديه (جديد).

وكذا فى البحر الرائق كتاب الزكاة باب المصرف ٢/٤٣٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فى البناية على شرح الهدايه كتاب الزكاة باب ما يجوز دفع الصدقة إليه ٣/٤٧٤ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

نماز کا اعادہ نہ کرے یعنی دوبارہ منفرداً نہ پڑھے [۱]۔ بہرکیف یہ امام دائمی امامت کا اھل نہیں ہے جیسے کہ درمختار کی عبارت میں نصبا کا لفظ اس پر دال ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔ **والا حق بالامامة تقديما بل نصبا (مجمع الانهر) الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش** [۲]۔ اگر اس امام کے رشتہ دار دوسرے امام کے تقرر پر راضی نہ ہوں تو ان کی بات مسموع نہیں ہوگی بلکہ قوم کی اکثریت معتبر ہے۔ **كما قال صاحب الدر بعد هذه العبارة - فان اختلفوا اعتبر اكثرهم** [۳]۔ چونکہ قوم چاہتی ہے کہ اس سے بہتر کسی عالم کو امام مقرر کرلیں اور بلاوجہ امام سے متنفر نہیں ہیں۔ اس لیے حدیث کی رو سے اس امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی حدیث میں ہے۔ **لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون** [۴]۔

---

۱) وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع، الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي۔

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا في حاشية الطحطاوى علي مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمي كتب خانه.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي۔

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۰۷ طبع مكتبه رشيديه .

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸، ۵۵۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع قديمي .

وكذا في التاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ۱/٦۰۰ طبع إدارة القرآن.

٤) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع قديمي كتب خانه .

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۰۹ طبع مكتبه رشيديه.

خواب کی بنا پر امام کو ہٹانا درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد انور نامی امام مسجد قرآن کا حافظ ہے۔ جس کے پاس متعدد بچے قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ آج تک اس کے بارے میں کوئی شکایت نہیں۔ اس کے شیعہ رشتہ داروں نے اس سے رشتہ چاہا تو اس نے سنیت کی قید لگائی چنانچہ ان رشتہ داروں نے اس کے پیچھے سنی والی نماز شروع کر دی اور امام نے نکاح کر دیا بعد میں جب یہ امام ان کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ شیعہ ہو جا۔ امام نے کہا میں شیعہ ہرگز نہیں بنتا۔ اگر تم رشتہ نہیں دیتے تو اپنے پاس رکھو اس اثنا میں امام صاحب کے بھائی کو کہتا ہے کہ خواب آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ اس امام کو مصلی سے ہٹا دو۔ چنانچہ اب مسجد ویران ہے۔ اب اس خواب سے اور اس واقعہ سے وہ حق امامت سے محروم کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بر تقدیر صحت واقعہ خواب اور اسی طرح مذکورہ بالا رشتہ کرنے سے امام مذکور کو امامت سے ہٹانا درست نہیں [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سود خور کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علانیہ سود خوری کرتا ہے کیا ایسا شخص کسی مسجد کا امام یا متولی ہو سکتا ہے۔

---

۱) (شامی) وقدمنا عن البحر حکم عزل القاضی لمدرس ونحوه وهو أنه لا يجوز إلا بجنحة وعدم أهلية كتاب الوقف مطلب في عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر نفسه ٤٢٨/٤ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی۔
وكذا في البحر الرائق فلا يحل عزل القاضي صاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية ولو فعل لم يصح كتاب الوقف ٣٨٠/٥ ،طبع مکتبہ رشیدیہ۔
وكذا في الدر المختار مع رد المحتار يعزل به إلا لفتنة أى بالفسق لوطراء عليه والمراد انه يستحق العزل كتاب الصلوة باب الامامة ٥٤٩/١ طبع ایچ-ایم-سعید۔

سودخور شخص امامت کے لائق نہیں ہے (۱) اور تولیت مسجد کا بھی اہل نہیں ہے۔ لقولہ تعالی ان اولیائہ الا المتقون (۲)۔ فقہاء کی تصریح ہے: کرہ امامۃ الفاسق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے (۳) اور سود کھانا کبائر میں سے ہے (۴)۔ اگر حلال سمجھے تو کافر ہے (۵)۔ بہر حال فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے (۶)۔ فقط واللہ تعالی اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۳۹۵ھ

---

۱) الدر المختار وكذا تكره خلف أمرد...... وشارب الخمر وآكل الربا كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع ايچ-ايم-سعيد، كراچی۔ وكذا في الشامي وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ايچ-ايم-سعيد. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت۔

۲) سورة الانفال آيت: ۳۴۔

۳) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم(شامی) كتاب الصلوة باب الإمامة ۵۶۰/۱ طبع ايچ- ايم سعيد. وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ سعيدی كتب خانه۔ وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع كتب قديمی خانه۔

۴) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلٰوة باب الامامة(شامی) ۵۶۰/۱ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی۔ وكذا فی تفسير روح المعانی سورة البقرة آيت: ۲۶، ۲۸۴/۱ دار أحياء التراث العربی۔ وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع كتب قديمی خانه۔

۵) واعلم أن المستحل لا يكفر إلا إذا كان المحرم حرام لعينه وثبت حرمته بدليل قطعي وإلا فلا صرح به في الدرر مقدمه حاشية الطحطاوی ص: ۶ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔ وكذا فی البحر الرائق كتاب السير باب احكام المرتدين ۲۰۶/۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا فی التاتارخانيه كتاب أحكام المرتدين فيما يتعلق بالحلال والحرام ۵۰۰/۵ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه۔

۶) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ سعيد كراچی۔
وكذا فی تفسير روح المعانی سورة البقرة آيت: ۲۶، ۲۸۴/۱ دار أحياء التراث العربی۔ وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع كتب قديمی خانه۔

غاصب، سودخور کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے جنت بی بی کا نکاح بکر کے ساتھ پڑھا اور درج رجسٹر بھی کیا جنت بی بی کے ورثا نے جنت بی بی کے نکاح کے متعلق زید سے دریافت کیا۔ زید اس وقت بعد نماز فجر مسجد میں قرآن کی تلاوت کررہا تھا۔ زید نے کہا کہ میں تلاوت قرآن پاک کررہا ہوں نہ میں نے جنت بی بی کا نکاح پڑھا ہے اور نہ مجھے کوئی علم ہے۔ زید نے حلف اٹھا کر صریحا جھوٹ بولا۔ کیا ایسے شخص کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں۔

ایسے شخص کی شہادت معتبر اور مقبول ہے یا نہ۔ زید غاصب اور سودخور بھی ہے۔ غاصب اور سودخور کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہ۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائی جاوے۔ بینوا توجروا۔

(ج)

تحقیق کی جاوے اگر زید نے واقعی جھوٹ بولا ہو اور وہ غاصب وسودخور بھی ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے [۱]۔ اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ تائب ہو جائے۔ توبہ تائب ہونے کے بعد اس کی امامت درست ہے [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ ۲۱ رجب ۱۳۹۱ھ

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم(شامى) كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵٦۰ طبع ايچ.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى كتب خانه

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه.

۲) وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت: ۸۲.

وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار قديمى كتب خانه.

وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ ايچ-ايم- سعيد.

سود کی حلت کا فتویٰ دینے والے کی امامت کا حکم

ایک شخص سود خور ہے اور سود کی حلت کا فتویٰ دیا ہوا ہے موصوف ان صفات کا حامل ہے: مسجد اور مدرسہ کی خیانت کرتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے، جھوٹی قسم اٹھاتا ہے، اپنے مقرر شدہ امام کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھتا، کبھی جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، بعد میں دوسری جماعت کراتا ہے، کبھی عین جماعت کے وقت بالمقابل دوسری جماعت شروع کر دیتا ہے اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے۔ ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہ۔

جس امام میں مذکورہ بالا صفات ذمیمہ موجود ہیں شرعاً وہ فاسق ہے[۱]۔ ایسا شخص لائق امامت نہیں[۲]، جس سود کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے اس کو حلال سمجھنا کفر ہے[۳]۔ جب تک اس شخص کا فتویٰ سود کی حلت کا معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اس شخص کے اس فتویٰ

---

۱) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربواونحو ذالك (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ-ايم- سعيد كراچى۔
وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة آيت: ۲٦، ۱۰/۲۸٤ دار أحياء التراث العربى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه.

۲) لا ينبغى ان يقتدى بالفاسق إلا فى الجمعة لانه فى غيرها يجد إماماً غيره شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ-ايم- سعيد۔
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۱۱ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۳) واعلم أن المستحل لا يكفر إلا إذا كان المحرم حرام لعينه وثبت حرمته بدليل قطعى وإلا فلا صرح به فى الدرر وكذا فى التاتار خانيه كتاب أحكام المرتدين) فيما يتعلق بالحلال والحرام ۵/۵۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا فى البحر الرائق كتاب السير باب احكام المرتدين ۵/۲۰٦طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

دینے کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال اس کے فسق سے لیے یہ دوسری باتیں اگر واقعی اس میں ہوں کافی ہیں اور فاسق کے پیچھے شرعاً نماز مکروہ تحریمی ہے (۱)۔ فاسق شرعاً امامت کا اہل نہیں کیونکہ امامت مقام تعظیم ہے اور فاسق شخص بوجہ فسق کے قابل توہین ہے (۲)۔ کذا فی الشامی واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۸۳ھ

سود خور کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک برائے نام عالم دین اور حافظ قرآن ہے۔ بستی مذکورہ میں امامت کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ کافی عرصہ سے اس نے بنکاری کا کاروبار کر رکھا ہے اور وہ یوں کہ بنک سے قرضہ پر رقم لے کر آگے ضروریات کے لیے لوگوں کو اس رقم پر مبلغ دس فی صد سود لیتا ہے۔ مثلاً کسی نے سو روپے قرضہ لیا اور وہ قرض خواہ سال کے بعد ۱۱۰ روپے ادا کرے گا اس طرح کر کے اس نے سودی کاروبار چلا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ امام صاحب کی کریانہ فروشی کی دوکان بھی ہے اور لوگ ادھار سودا سلف لیتے رہتے ہیں اور جب کوئی شخص اپنی سودی رقم کو ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی کریانہ والی دوکان کا حساب بے باق کر لیتا ہے اور سودی رقم پھر چلتی رہتی ہے تاکہ سود بڑھتا رہے اور کام خوب چلے کچھ دنوں سے کسی نے اس کی مخبری کر دی اور جب مقتدیوں نے سنا تو امام مذکور کو برا بھلا کہا اور کہا کہ قرآن کے حافظ ہو خدا خوفی کرو تو

---

۱) سل مشی فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانہ۔
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، شامی كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانہ۔
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانہ۔

اس پر اس نے یہ کام اپنے بیٹے بکر کے سپرد کر دیا حالانکہ بکر نابالغ اور ناسمجھ ہے۔ اس طرح یہ کاروبار برائے نام لڑکے کے لیے ہے اور کرتے خود امام صاحب ہیں اور سود کا نفع خود کھاتے ہیں' مقتدی امام مذکور سے متنفر ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں کہ یہ سود خور ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ پیش خدمت ہے برائے کرم فتویٰ دے کر ہمیں بتلا دیں کہ آیا واقعی یہ ٹھیک ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یا نہیں۔

ج

چونکہ سود لینا شرعاً حرام قطعی ہے [1]۔ اس لیے اگر واقعی امام مذکور سود لیتا ہے اور اس کے مذکورہ بالا حالات ہوں تو وہ شرعاً فاسق اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے [2]۔ فاسق شرعاً لائق امامت نہیں' اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے [3]' اس لیے مقتدیوں کو ایسے امام کو امامت سے ہٹانا لازم ہے [4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) قال الله تعالى أحل الله البيع وحرم الربوا، الأية سورة البقرة آية: ۲۷۵.
عن جابر رضي الله عنه قال لعن الله آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه مشكوة المصابيح باب الربوا الفصل الاول ص: ۲۴۳ طبع قديمي كتب خانه.
ما حرم فعله حرم طلبه (الاشباه والنظائر القاعدة الرابعة عشر ما حرم اخذه ص: ۱۵۵ قديمي كتب خانه. ومثله في شرح المجلة رستم باز ماده: ۳۵، ۲۴ تاجران كتب خانه قندهار.
۲) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة (شامي) ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ-ايم- سعيد كراچي. وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت: ۲۶ ۱۰/ ۲۸۴ دار أحياء التراث العربي.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع كتب قديمي خانه.
۳) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ-ايم-سعيد.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدي كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.
۴) ويعزل به إلا لفتنة أي بالفسق لوطرا عليه والمراد انه يستحق العزل الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۴۹ طبع ايچ-ايم-سعيد.
وكذا في البحر الرائق فلا يحل عزل القاضي لصاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية ولو فعل لم يصح بحر الرائق كتاب الوقف ۳۸۰ طبع مكتبه رشيديه كوئته.

سودی قرضہ کی رقم سے ٹیوب ویل لگوانے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ہمارے گاؤں کے امام مسجد نے جو عرصہ اٹھارہ سال سے ہمارے گاؤں کی مسجد میں امامت کروا رہے ہیں' کئی اور حصہ داروں کے ساتھ مل کر زرعی ترقیاتی بنک سے ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم چار فیصد شرح سالانہ سود پر قرض لے کر صرف اپنے حصہ کا ۱۵۰۰ روپیہ سے اپنی زمین میں ٹیوب ویل نصب کروایا ہے۔ اصل زر اور سود کی رقم اس پر سات سال کے عرصہ میں واجب الادا ہے۔ ہم گاؤں کے مقتدی سخت تذبذب میں ہیں۔ آیا ایسے امام کی امامت جائز ہے یا حرام۔ (۲) نیز ایسی مہندی کا استعمال جس سے بال سیاہ ہو جائیں' جائز ہے یا حرام۔ (۳) اگر جماعت کراتے وقت اگلی قطار میں بائیں ہاتھ نابالغ لڑکے کھڑے ہو جائیں' جب کہ پیچھے کافی جگہ موجود ہو اور پچھلی قطاروں میں مقتدی بھی کم ہوں تو کیا ایسی جماعت میں کوئی خلل یا کراہت ہوگی یا نہیں۔ (۴) اگر اسلامی طلباء پڑھ رہے ہوں جماعت ہو جائے وہ شامل نہ ہو سکیں تو کیا معلم اس کے بعد میں جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں برائے کرم فتویٰ صادر فرما دیں۔

ج

(۱) شرعاً چونکہ سود لینا دینا حرام ہے[۱] اس لیے اگر واقعی امام نے زرعی ترقیاتی بنک سے ڈیڑھ ہزار کی رقم سود پر لی ہے تو شرعاً یہ ارتکاب کبیرہ وفسق ہے[۲] وہ امامت کا اہل نہیں' اس کے پیچھے نماز مکروہ

---

۱) قال الله تعالى وأحل الله البيع وحرم الربوا الآية: سورة البقرة آيت: ۲۷۵۔
عن جابر رضي الله عنه قال لعن الله آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه مشكوة المصابيح باب الربوا الفصل الاول ص: ۲۴۳ طبع قديمي كتب خانه.
ما حرم فعله حرم طلبه (الاشباه والنظائر) القاعدة الرابعة عشر ما حرم اخذه ص: ۱۵۵ قديمي كتب خانه. ومثله في شرح المجلة رستم باز ماده: ۳۵، ۳۴ تارجران كتب خانه قندهار.

۲) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايج ايم سعيد.
وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت: ۲۶ ، ۱/ ۲۸۴ دار أحياء التراث. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع كتب قديمي خانه.

تحریمی ہے [1]۔ انتظامیہ مسجد کو اسے امامت سے ہٹانا شرعاً لازم ہے۔ کیونکہ امامت مقام تعظیم اور کرامت ہے اور فاسق لائق توہین ہے [2]۔ (۲) خالص سیاہ خضاب کے متعلق امداد الفتاوی [3] سے بعینہ ایک جواب نقل کیا ہے جس میں تحریر ہے کہ مردوں کو سر اور داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا حرام ہے [4] کہ اس پر کلیاً اور جزئیاً وعید آئی ہے۔ **کما روی مسلم عن جابر بن عبدالله (رضی الله عنه) قال اتی بابی قحافة یوم فتح مكة وراسه ولحيته كالثغامة بياضا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم غير واهذا بشئي واجتنبوا السواد** [5] **والامر للوجوب وترک الواجب يوجب الوعيد وروى ابو داؤد والنسائي عن ابن عباس رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يكون قوم يخضبون في اخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لايرحون رائحة الجنة ابو داؤد** [6] البتہ اگر سیاہ خضاب کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ ملا دے جیسے سرخ مہندی یا نیلگوں تو

---

۱) بل مشى فى شرح المنية عنى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعا، شامى كتاب الصلوة باب الإمامة (شامی) ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذاحاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۳) امداد الفتاوی بالوں کے حلق وقصر وخضاب اور ختنه وغیره کے احکام ص: ۲۱۳، ۲۱۴ طبع مکتبه دارالعلوم کراچی.

۴) الدر المختار مع رد المحتار ويكره بالسواد أى بغير الحرب) كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/ ۴۲۲ طبع ایچ۔ایم سعید کراچی.
وكذا في فتاوى الهنديه كتاب الكراهة الباب العشرون في الزينة واتخاذ الخادم ۵/ ۳۵۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في فتح البارى كتاب اللباس باب الخضاب ۱۱/ ۵۴۷ طبع بيروت لبنان.
وكذا في الدر المختار مسائل شتى ۶/ ۷۵۶ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۵) كتاب اللباس والزينة باب نهى الرجل عن التزعفر صحيح المسلم ۲/ ۱۹۹ قديمى كتب خانه.
وكذا في تكملة فتح الملهم كتاب اللباس والزينة باب استحباب خضاب الشيب بصفرة أو حمرة الخ حديث نمبر ۵۴۶۶، ۴/ ۱۴۹ طبع مكتبه دارالعلوم كراتشى.
وكذا في الدر المختار (مسائل شتى) ۶/ ۷۵۶ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۶) سنن ابى داؤد كتاب الترجل باب ما جاء في خضاب السواد حديث ۴۲۱۲، ۲/ ۲۲۶ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.

حرام نہیں ہوگا[1] (۳) نابالغ اگر ایک ہو تو صف کے ساتھی دائیں یا بائیں کھڑا ہو اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو بڑوں کی صفوف کے پیچھے کھڑے ہوں[2] ایک سے زیادہ بڑوں کے ساتھ کھڑے نہ ہوں۔ (۴) جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اگر کوشش شمولیت کی ہو اور کسی وقت رہ جائے تو معلم مسجد سے باہر ان کے ساتھ دوسری جماعت کرا سکتا ہے[3] لیکن یہ عادت ہرگز نہ بنائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سود پر قرض لیکر کاروبار پر لگانے والوں سے امام مسجد کے تنخواہ لینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور میں پاکستان کی منڈیوں میں جو کاروبار ہو رہے ہیں۔ اکثر آڑھتی حضرات بینک سے رقم لے کر کاروبار پر لگاتے ہیں اور اس رقم کا سود حکومت کو دیتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی منڈیوں میں کہ جس میں اکثر آڑھتیوں کا اس طرح کا کاروبار ہو از روئے فتویٰ امام مسجد کے لیے ان لوگوں سے تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

---

۱) عن ابن عباس رضی الله عنه قال: مر علی النبی صلی الله علیه وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما أحسن هذا قال فمر آخر قد خضب بالحناء والكتم فقال هذا أحسن من هذا فمر آخر قد خضب بالصفرة فقال هذا أحسن من هذا كله سنن أبی داؤد كتاب الترجل باب فی خضاب الصفرة ۲۲۶/۲ طبع مكتبه رحمانیه لاهور. وكذا فی تكملة فتح الملهم كتاب اللباس والزینة باب استحباب خضاب الشیب ۱۴۸/۴ طبع مكتبه دارالعلوم كراچی.

وكذا فی رد المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۴۲۲/۶ طبع ایچ-ایم-سعید كراچی.

۲) الرجال ظاهره یعم العبد ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحدا دخل الصف الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۷۱/۱، طبع ایچ-ایم-سعید كراچی. وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۷/۱، ۶۱۶، طبع مكتبه رشیدیه كوئٹه. وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة والحدث فی الصلوة ۲۴۶/۱ طبع دارالكتب العلمیة بیروت لبنان.

۳) أنه علیه الصلوة والسلام كان خرج لیصلح بین قوم فعاد إلی المسجد وقد صلی أهل المسجد فرجع الی منزله فجمع أهله وصلی (شامی) كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۳/۱ طبع ایچ-ایم-سعید كراچی. وفی البحر الرائق وفی فتح القدیر وإذا فاتته لا یجب علیه الطلب فی المساجد بلا خلاف بین اصحابنا وذكر القدوری بجمع بأهله ویصلی بهم یعنی وینال ثواب الجماعة كتاب الصلوة باب الامامة ۶۰۶/۱ طبع مكتبه رشیدیه كوئٹه.

وكذا فی الجوهرة النیرة كتاب الصلوة ۷۰/۱ طبع قدیمی كتب خانه.

احتیاط اس میں ہے کہ امام مسجد کے لیے کسی شخص سے قرض لے کر تنخواہ ادا کردی جائے۔ پھر مشتبہ آمدنی سے قرضہ ادا کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

سودی لین دین کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک صاحب جو کہ امام اور خطیب جامع مسجد ہیں۔ انھوں نے پچھلے سال گورنمنٹ سے کھاد سود پر لی اور سود ادا کیا۔ حالانکہ حکومت کی طرف سے کوئی جبر نہیں تھا میں نے انوار العلوم ملتان سے اس کا فتوی مانگا۔ انھوں نے فرمایا ایسا شخص علی الاعلان توبہ کرے اور اس پر استقامت اختیار کرے تو اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ لہذا صاحب موصوف نے اعلانیہ توبہ کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کیا۔ اس سال پھر انھوں نے ایسا کیا ہے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ اپنے بیٹے کے نام خریدی ہے جو کہ نافرمان نہیں، شادی شدہ ہے۔ ابھی ابھی بلوغ کو پہنچا ہے۔ اپنے والد کا نہایت تابع ہے۔ ایک ہی گھر میں اکٹھے رہتے اور اکٹھے کھاتے پیتے اور سوتے بیٹھتے ہیں۔ اب فرمایئے کہ صاحب موصوف کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔

ہر قسم کا سودی کاروبار حرام ہے [۱] اور سودی کاروبار کرنے والے اور اس کی کتابت کرنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر حدیث میں لعنت آئی ہے [۲] اور ایسے کاروبار کرنے والے کی امامت

---

۱) قال الله تعالی وأحل الله البیع وحرم الربوا الآیة: سورة البقرة آیت: ۲۷۵.

۲) عن جابر رضی الله عنه قال لعن الله آکل الربوا ومؤکله وکاتبه وشاهدیه مشکوة المصابیح باب الربوا الفصل الاول ص: ۲۴۳ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا فی الاشباه والنظائر)ما حرم فعله حرم طلبه) القاعدة الرابعة عشر ماحرم أخذه ص: ۱۵۵ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی شرح المجلة رستم باز)مادة نمبر: ۳۴، ۳۵ طبع تاجران کتب خانه قندهار مکتبه فاروقیه کوئٹه.

مکروہ تحریمی ہے[1]۔ صورت مسئولہ میں مسجد کی تنظیمی کمیٹی اور باقاعدہ جماعت کی پابندی کرنے والے نمازی تحقیق کریں اگر واقعی صاحب نے خود سودی سودا کیا ہے اگرچہ کاغذات میں بیٹے کا نام درج کیا ہے تو اس کو امامت سے ہٹایا جائے[2] اور کسی متدین شرع کے پابند عالم کو امام مقرر کیا جائے[3]۔ اگر یہی امام صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے اور منتظمہ کمیٹی کو یقین غالب ہو جائے کہ وہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کریں گے اور اس کی امامت پر مقتدی خوش ہوں تو اس کی امامت بھی جائز ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بینک میں رقم جمع کرا کر سود لے کر خود استعمال نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک آدمی ہے جس نے صرف حفاظت کے لیے اپنی رقم بینک میں جمع کرائی ہوئی ہے۔ بغیر سود پر یعنی سود مطلقاً نہیں لیتا۔

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، شامى كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وكذاحاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۳) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن.

وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

٤) وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت:۸۲.

وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ قديمى كتب خانه.

وكذا فى إبن ماجه باب ذكر التوبة ص:۳۲۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

(۲) ایک دوسرا آدمی ہے جس نے بینک میں رقم جمع کرائی ہوئی ہے سود پر یعنی سود بینک سے ضرور وصول کر لیتا ہے۔ لیکن وہ سودی رقم خود نہیں کھاتا بلکہ سودی رقم کو مساکین وغربا میں تقسیم کر دیتا ہے۔ برائے مہربانی ہر دونوں صورتوں کی دلائل شرعیہ سے وضاحت فرمائیں اور کیا ان دونوں اشخاص کا امامت کرانا درست ہے۔ بینوا توجروا۔

ج

پہلا شخص امامت کا مستحق ہے [۱] اور اسے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ بینک والوں سے مطالبہ کرے کہ اس کا روپیہ سود پر نہ لگائیں...... اور کوشش کا طریق زبانی معلوم کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجبوری میں بنک سے سود لے کر توبہ کر لینے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کسی کی رقم دینی تھی رقم لینے والے نے اپنے مقروض کو اپنی رقم کا مطالبہ میں بہت تنگ کیا یہاں تک کہ ایک دن کہنے لگا کہ یا تو میری رقم ادا کرو یا اپنی امامت اس کے عوض میں دے دو۔ مقروض نے مجبور ہو کر بینک سے سود پر قرض اٹھا کر اسے رقم ادا کر دی اور یہ شخص سود کو حرام بھی سمجھتا ہے محض مجبوری کی بناء پر اس نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ سود کو نہ حلال سمجھتا ہے اور نہ ہی جائز کیا یہ شخص امامت کا حق دار ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

ج

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر اس مجبوری کی بناء پر سود لے چکا ہوا اور اس کو ناجائز سمجھتا ہو اور اس غلطی پر

---

۱) وفی فتاوی الارشاد: یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب، تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم.

وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷،۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

توبہ تائب بھی ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کی امامت درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد نے قسم کھائی اور حانث نہ ہو تو اس کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حافظ فضل الٰہی امام مسجد سے اس مضمون کی تحریر پر دستخط کرائے گئے کہ اگر اس نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بیٹے کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ اشارۃً یا ارادۃً بھی کروں تو تمام حلال چیزیں مجھ پر حرام ہوں گی اس کے بعد امام مسجد کی بھتیجی مذکورہ کا نکاح حسب بیان امام مسجد کی لاعلمی میں دوسری جگہ کرادیا گیا امام مسجد کا بیان ہے کہ میں اس نکاح میں اشارۃً یا ارادۃً تو شریک نہیں ہوں۔ لیکن بستی کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام مسجد اس نکاح میں شریک تھا لہٰذا اس کی قسم ٹوٹ گئی اور تمام حلال چیزیں حرام ہوگئیں۔ اس جھگڑے کو بصورت استفتاء پیش کیا گیا علماء کرام نے متفقہ فتویٰ دیا کہ اگر شرعی ثبوت اور شہادت سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ امام مسجد مذکور نے اپنی بھتیجی مذکورہ کے نکاح میں قسم کے خلاف اشارۃً یا ارادۃً شرکت کی ہے تو حافظ فضل الٰہی صاحب امام مسجد کی بیویوں کو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ تین علماء دین حافظ صاحب موصوف کی بستی میں پہنچے اور مسجد میں علماء کی موجودگی میں تمام بستی کے باشندے اور قرب و جوار کے معززین شریک مجلس ہوئے۔ علماء نے عوام کے سامنے اعلان کیا کہ اگر ہم لوگ جان بوجھ کر قصداً شریعت کے خلاف فیصلہ کریں تو ہماری بیویوں کو تین طلاق ہوں۔ اس اعلان پر حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہمیں علماء پر کامل اعتماد ہے علماء کے فیصلہ کو ہم لوگ بہ دل و جان تسلیم کریں گے چنانچہ حافظ فضل الٰہی امام مسجد مذکور کی عداوت ثابت ہوگئی جس کا اقرار خود شاہد نے اپنی زبان سے کیا اس لیے اس کو قبول نہ کیا گیا اور حافظ صاحب نے عدم شرکت پر حلف اٹھایا اس کے بعد تینوں علماء نے تمام قوم کے سامنے متفقہ طور پر اعلان کر دیا کہ ایک شہادت سے کوئی الزام ثابت نہیں ہوسکتا لہٰذا حافظ صاحب امام مسجد مذکور کا قسم میں حانث ہونا ثابت نہیں ہوا اس لیے ان کی بیویاں ان پر حلال ہیں اور ان کے لیے

---

۱) وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت : ۸۲.

وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰۶ قديمي كتب خانه.

وكذا في إبن ماجه باب ذكر التوبة ص: ۳۲۳ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچي.

نماز جائز ہے علماء کرام کا یہ متفقہ اعلان سن کر تمام لوگ خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے اور علماء بھی مسائل بتا کر واپس آ گئے۔ اب بعض لوگ علماء کے اس فیصلہ کو غلط سمجھ کر امام مسجد مذکور کے پیچھے نماز نا جائز سمجھتے ہیں اور بغیر ثبوت شرعی بیویوں کو مطلقہ بائنہ خیال کرتے ہیں اور محض عداوت کی بناء پر چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا امام اس مسجد میں مقرر کر دیں لہذا جواب طلب یہ امر ہے کہ امام موصوف کے مخالفین کا یہ رویہ شرعاً کیسا ہے۔ حافظ صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور جو شخص بغیر ثبوت شرعی کے حافظ صاحب پر الزام عائد کرے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

ج

صورت مسئولہ میں جبکہ علماء کرام نے بستی میں پہنچ کر شرعی شہادتیں طلب کیں اور حافظ فضل الٰہی صاحب کے خلاف صرف ایک شہادت شرعی ملی اور دوسری شہادت کو علماء کرام نے شرعی نہ ہونے کی وجہ سے رد کر دیا تو حافظ فضل الٰہی صاحب اپنی قسم میں حانث نہ ہوئے [1] اور ان کی بیویاں ان کے لیے حلال و جائز ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز و درست ہے۔ علماء کرام نے جب فیصلہ شریعت کے موافق کر دیا تو لوگوں کا اس فیصلہ شرعی کو نہ ماننا علماء کرام اور شریعت مطہرہ کی توہین اور اتباع ہوٰی ہے یہ حرکت سخت گناہ بلکہ کسی وقت حد کفر تک پہنچ جاتی ہے [2] قرآن شریف میں ہے ارایت من اتخذ الٰهه هوٰه [3] لہذا ان کو چاہیے کہ علماء کرام کے فیصلہ پر عمل کریں اور حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں اور ان کی بیویوں کو ان کے لیے حلال سمجھیں اور حکم شرعی سننے کے بعد حافظ صاحب پر الزام نہ لگائیں کیونکہ ایسی صورت میں کسی پر الزام لگانا بہت سخت گناہ ہے حدیث شریف میں ہے من قال فی مؤمن مالیس فیه اسکنه الله

---

۱) تنحل أی تبطل (الیمین) ببطلان التعلیق (إذا وجد الشرط) کتاب الطلاق باب (التعلیق) الدر المختار ۳۵۲/۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وکذا فی البحر الرائق ففیها إن وجد الشرط انتهت الیمین کتاب الطلاق باب التعلیق ۲۲/۴ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی النهر الفائق کتاب الطلاق باب التعلیق ۳۹۰/۲ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان۔

۲) وفی التتمة من أهان الشریعة أو المسائل التی لا بد منها کفر شرح فقه الاکبر فصل فی العلم والعلماء ص: ۱۷۴ طبع قدیمی کتب خانه۔
وکذا فی رد المحتار کتاب الجهاد باب المرتدین ۲۲۳/۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وکذا فی الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر فصل فی العلم والعلماء ص: ۴۷۳ طبع دارالبشائر الاسلامیة۔

۳) سورة الجاثیة آیة: ۲۴۔

ردغة الخبال [۱] اور جولوگ حافظ صاحب کے متعلق مذکورہ بالا احکام شرعیہ سننے کے بعد محض عداوت اور نفسانیت کی بنا پر کسی دوسرے شخص کو امام بناتے ہیں یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق اور فتنہ وفساد کا دروازہ کھولنے والے ہونگے اور یہ بھی ناجائز وحرام اور موجب عذاب ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان الله لا یحب المفسدین [۲] مسلمانوں کو چاہیے کہ اس میں اتفاق واتحاد کو قائم رکھنے کی کوشش کریں اور تفریق بین المسلمین سے احتراز کریں قرآن کریم میں ہے واعتصموا بحبل الله جمعیا ولا تفرقوا الأیه [۳]۔

بے نکاح کسی کی عورت رکھنے والے کی جماعت کی نماز میں شرکت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے بے نکاح عورت اپنے گھر میں رکھی ہوئی ہے اور اس کا پچھلا خاوند بھی زندہ ہے اور وہ شخص نمازی ہے اور باجماعت نماز پڑھتا ہے چند دن سے یہ شہرت ہے بلکہ ایک عالم دین نے کہہ دیا ہے کہ جس جماعت میں مل کر یہ نماز پڑھتا ہے نہ ان نمازیوں کی اور نہ اس امام کی نماز ہوتی ہے جس کے پیچھے یہ نماز پڑھتا ہے۔ نمازیوں کو اور امام کو اس میں از حد پریشانی ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

جس نماز میں وہ شخص شریک ہوتا ہے دوسرے نمازیوں اور امام صاحب کی نماز پر اس کی شرکت سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر یہ بات درست ہے کہ شخص مذکور اس فعل کا مرتکب ہے تو دوسرے لوگوں کو اس سے قطع

---

۱) الترغیب والترهیب ص ۳۰۹ طبع دار احیاء التراث العربیه۔

۲) سورة القصص آية:۷۷ وکذا فی تفسیر ابن کثیر وإذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیها ویهلك الحرث والنسل والله لا یحب الفساد ای هو أعوج المقال سیئ الفعال فذالك قوله وهذا فعله کلامه کذب واعتقاده فاسد وأفعاله قبیحة سورة البقرة آية:۲۰۵، ۱/۲۹۹ طبع قدیمی کتب خانه.

۳) سورة آل عمران آية:۱۰۳ پاره ۴:.

وکذا فی تفسیر إبن کثیر (ولاتفرقوا) أمرهم بالجماعة ونهاهم عن التفرقة وقد وردت الاحادیث المعتمدة بالنهی عن التفرق والامر بالاجتماع والائتلاف،

کما فی صحیح مسلم حدیث:۱۵۰۲ عن أبی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال إن الله یرضی لکم ثلاثا، ویسخط لکم ثلاثا، یرضی لکم أن تعبدوه و لاتشرکوا به شیئاً، وأن تعتصموا بحبل الله جمیعا ولاتفرقوا، وأن تناصحوا من ولاه الله أمرکم .... وخیف علیهم بالافتراق والاختلاف سورة آل عمران آية:۱۰۳، ۲/۸۰ طبع قدیمی کتب خانه.

تعلقات کرنا درست ہوگا اور اس کی خوشی وغمی میں شریک نہیں کرنا چاہیے[۱]۔ لیکن اگر یہ شخص جماعت کی نماز میں شریک ہو جائے تو اس سے دوسروں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مذکورہ عالم دین نے مسئلہ غلط بتایا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حق زوجیت ادا نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

س

علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ ایک شخص جس نے پہلے دو شادیاں کی ہوئی ہیں اور انصاف ایک کے ساتھ بھی نہیں کرسکتا اس کا بین ثبوت اس کی جسمانی حالت اور طبعی صحت کی عدم موجودگی ہے۔ لیکن ضد کی بناء پر اس نے تیسری شادی بھی کرلی ہے۔ حالانکہ اس کی پہلی دو بیویاں اپنے اپنے میکوں میں مصیبت اور تکلیف کے دن کاٹ رہی ہیں۔

اس تیسری شادی کے موقع پر ایک عالم نے یہ کہہ کر نکاح پڑھنے سے انکار کردیا کہ یا تو تو اپنی پہلی بیویوں کو طلاق دو یا انھیں گھر میں آباد کرو تب نکاح درست ہے اور میں پڑھوں گا ورنہ نہیں۔ لیکن انھوں نے ضد کی اور دوسرے عالم نے لالچ سے نکاح پڑھ دیا ہے۔ جواب سے مطلع فرماویں کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

ج

بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ شخص حقوق زوجین ادا نہیں کرتا اور حقوق کی ادائیگی میں قصداً کوتاہی کرتا

---

۱) لما في مرقاة المفاتيح قال أجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أويد خل مضرته في دنياه يجوز له مجانبته وبعده و رب صرم جميل خير من مخالطة توذيه فان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة على مر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق كتاب الاداب باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع وإتباع العورات الفصل الاول ۹/۲۳۰،۲۳۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في أوجز المسالك إلى موطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء في المهاجرة ۱۶۷،۱۴ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في فتح الباري بشرح صحيح البخاري كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲/۱۳۱ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان.

ہے۔تو یہ شخص گنہگار ہے اگر وہ امام ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے [۱]۔ نکاح خواں مولوی صاحب کی امامت درست ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

نکاح پر نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے پندرہ سولہ سال قبل ایک یوم ایک برادری کے مجمع میں بیک وقت چھ نکاح منعقد ہوئے۔ نکاح سب کے سب لڑکیوں کے ورثاء نے برضامندی اپنی لڑکیوں کے پڑھائے بعد ازاں ان کی شادیاں ہوگئیں۔ مگر ایک لڑکی جس کا نکاح اس کے والد نے برادری میں پڑھایا تھا کہ شادی میں تاخیر ہوتی چلی گئی کہ اس کا والد کچھ انکار کرنے کی کوشش کر رہا تھا چنانچہ اس نے وہ لڑکی کسی دوسرے آدمی کے حوالے کر دی اور اس سے اپنی ایک دوسری لڑکی جو پہلے ایک شخص کی منکوحہ تھی وہ لے کر آگے دو ہزار میں فروخت کر دی اور یہ متنازعہ لڑکی بلا نکاح اس کے ساتھ روانہ کر دی بلا نکاح کی حالت میں اس لڑکی کے دو بچے بھی ہوگئے۔ حالانکہ اس کا نکاح جس شخص سے ہوا تھا اس کے گھر آباد بھی نہ ہوئی تھی۔ انھیں دنوں ایک مولوی صاحب نے جان بوجھ کر حالات سننے کے باوجود بلا حصول طلاق از خاوند اول اس لڑکی کا نکاح اسی دوسرے مرد سے کر دیا۔ حالانکہ سب کے نکاح شرعی پر بیسیوں شاہد موجود ہیں۔ علاقے کے معزز افراد، ممبر، نمبردار، چیئرمین وغیرہ تک شہادت دیتے ہیں کہ سب کا نکاح ہمارے سامنے ہوا تھا اور

---

۱) ویکرہ تنزیها (إمامة عبد)...... وفاسق در مختار کتاب الصلوة بالامامة ۱/ ۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید. ومثله فی الخلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/ ۱۴۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. ومثله فی البنایة شرح الهدایه کتاب الصلوٰة باب الامامة ۲/ ۳۳۲، ۳۳۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

۲) وفی فتاوی الارشاد: یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب، تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید .

وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

ایک کے بجائے چھ نکاح تھے۔ وہ سب خوشی اور رضا کے ساتھ ہوئے تھے۔ اب یہ نکاح پر دوسرا نکاح مولوی صاحب نے جو پڑھا ہے منعقد ہوا یا کہ نہیں۔ نیز مولوی صاحب نے جو جان کر یہ کام کیا اب وہ امامت نماز کا لائق رہا یا کہ نہیں۔ اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں۔ اگر ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور جب بعد میں اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ نکاح کیوں کیا فرمانے لگے میری مرضی میں نے کیا ہے جاؤ کرلو جو کچھ کرنا ہے۔ حالانکہ نکاح سابق والد نے خود کیا تھا۔ جس پر خیار بلوغ بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ نیز وہ لڑکی بھی اس وقت بالغہ راضی تھی۔ نیز اس مولوی صاحب کے اپنے نکاح کا کیا حال ہے کہ حرام کو حلال کہنے کا بلکہ بنانے کا مرتکب ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر فی الواقع امام مذکور نے منکوحہ غیر کا نکاح بلا طلاق شوہر اور جان بوجھ کر دوسرے شخص سے پڑھ دیا تو وہ فاسق ہے۔ مرتکب کبیرہ کا ہوا[1]۔ لما فی رد المحتار [2] واما نكاح منكوحة الغير ومعتدته الخ لم يقل احد بجوازه. لہٰذا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے [3]

---

۱) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربواونحو ذالك(شامی) كتاب الصلوة باب الامامةص: ٥٦٠ طبع سعيد كراچی.
وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت : ٢٦، ١/٢٨٤ دار أحياء التراث العربي.
وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ بع كتب قديمي خانه.

۲) رد المحتار كتاب النكاح باب المهر مطلب في النكاح الفاسد طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی.
وكذا في بدائع الصنائع كتاب الطلاق فصل ومنها أن لا تكون منكوحة الغير ٢/٥٤٨ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في البحر الرائق كتاب الطلاق باب العدة ٤/٢٤٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم(شامی) كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعيد كراچی.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣طبع قديمي كتب خانه.

اور وہ شخص امامت کے لائق نہیں جب تک توبہ نہ کرے[۱]۔ کما فی الدر المختار[۲] ویکرہ امامة عبدالخ وفاسق وفی رد المحتار ،(قوله فاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد من یرتکب الکبائر[۳] الخ بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم[۴]. وفی الکبیری للحلبی قدموا فاسقایاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم[۵]. علامہ شامی نے فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہونے اور فاسق کو امام بنانے کی حرمت کی دلیل میں یہ لکھا ہے کہ فاسق از روئے احادیث واجب الاہانت ہے اور اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے۔ اس طرح امام بنانا اس کو حرام ہوا۔ عبارت شامی کی یہ ہے۔ اما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه' لایهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه' وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ[۶] واللہ اعلم

---

۱) وإنی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدی سورة طه آیت: ۸۲ پاره ۱۶.
وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له مشکوة المصابیح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ قدیمی کتب خانه.
وکذا فی ابن ماجه باب ذکر التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ ایچ۔ایم۔ سعید کراچی.

۲) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی الخلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

۳) (شامی) کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید .
وکذا فی تفسیر روح المعانی سورة البقرة آیة ۲۶،۱/۲۸۴ طبع دار احیا التراث العربی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ بع کتب قدیمی خانه.

۴) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر ، کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ بع کتب قدیمی خانه.

۵) وکذا فی حلبی کبیر ، کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

۶) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر ، کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ بع کتب قدیمی خانه.

بغیر نکاح کے عورت رکھنے والے سے تعلقات رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے بے نکاح عورت رکھی ہے اور دو لڑکے بھی اس کے ہیں بیس سال کے عرصہ سے زیادہ ہو چکا ہے اور ایک حافظ امام مسجد اس کے ساتھ کھانا کھاتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

ایسے شخص کے ساتھ تعلقات رکھنا اور اس کے ساتھ خورد ونوش اور اختلاط کرنا درست نہیں لہذا امام مسجد کو چاہیے کہ اس سے تعلقات اور خورد ونوش ختم کردے[1] پھر اس کی امامت درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) لما فی مرقاة المفاتیح قال أجمع العلماء علی أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما یفسد علیه دینه أوید خل مضرة فی دنیاه یجوزله مجانبته وبعده ورب صرم جمیل خیر من مخالطة تؤذیه فان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة علی مر الاوقات مالم یظهر منه التوبة والرجوع الی الحق كتاب الاداب باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات الفصل الاول ۹/۲۳۰،۲۳۱ طبع دار الكتب العلمیة بیروت لبنان۔

وكذا فی أوجز لمسالك إلی موطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء فی المهاجرة ۱۴/۱۶۷ طبع دار الكتب العلمیة بیروت لبنان۔

وكذا فی فتح الباری بشرح صحیح البخاری كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲/۱۲۱ طبع دار الفكر المعاصر بیروت لبنان۔

۲) والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا مجمع الانهر (الا علم بأحكام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید كراچی۔

وكذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی كتب خانه۔

وكذا فی حلبی كبیر كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی كتب خانه۔

جوان بیٹی کو گھر بٹھائے رکھنے والے امام کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک امام مسجد کی بالغ جوان لڑکی گھر بیٹھی ہے باوجود سمجھانے اور تاکید کرنے کے وہ کسی سے نکاح نہیں کراتا تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

ج

نماز اس کے پیچھے صحیح ہے لیکن باوجود اچھا موقعہ کفو میں ملنے کے اپنی دختر کا نکاح نہ کرنا برا ہے[1] ایسا نہ کرنا چاہیے ارشاد ربانی ہے۔ **وانکحوا الایامی**[2] **منکم**۔ فقط واللہ اعلم

غیر شادی شدہ، حقہ پینے والے کی امامت کا حکم

ایک شخص عالم ہے اور درس نظامی کا فاضل ہے اور بظاہر اس میں کوئی بات خلاف شرع نہیں پائی جاتی۔ البتہ وہ غیر شادی شدہ ہے اور حقہ پینے کا عادی ہے تو ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ نیز یہ فرما دیں کہ شادی شدہ ہونا امامت کی ان شرائط میں سے ہے جس کے بغیر امامت نہیں کرا سکتا۔ نیز واضح کریں کہ شریعت کی رو سے حقہ پینا کیسا ہے۔

غیر شادی شدہ ہونا مانع امامت نہیں البتہ حقہ و سگریٹ و دیگر منشیات استعمال کرنے والے امام کے پیچھے

---

۱) وعنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد عريض كتاب النكاح الفصل الثاني ص:۲٦٧ طبع قديمى كتب خانه. وكذا في جامع الترمذي كتاب النكاح باب ما جاء في النهي عن التبتل ص:۲۰۷ طبع ايچ-ايم-سعيد كمپنى.

۲) سورة النور: آية ۳۱، پاره ۱۸.

نماز مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

بیٹی کو خاوند کے گھر نہ بھیجنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد نے اپنی لڑکی جو کہ زید کی منکوحہ ہے عرصہ چار پانچ سال سے ناجائز طور پر بٹھا رکھی ہے نہ فیصلہ کرتا ہے اور نہ ہی اس کو آباد ہونے دیتا ہے۔ بلکہ تنسیخ کا دعوی کرایا ہے اور عدالت نے بھی اس کو بھیجنے کے لیے کہا ہے لیکن وہ نہیں بھیجتا۔ نہ شریعت کو مانتا ہے اور نہ قانون کو مانتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز شرعاً جائز ہے یا کہ نہیں۔ زید کی اس بیوی میں سے ایک بچی بھی ہے جو کہ عرصہ پانچ سال سے والد کی شفقت سے محروم ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر بلاوجہ شرعی اس شخص نے اپنی لڑکی کو خاوند کے پاس جانے سے روک رکھا ہے تو یہ شخص شرعاً گنہگار ہوگا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ شرعیہ پر عمل نہ کرنے والے کی بنائی ہوئی مسجد میں امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مسئلہ شرعی نہ ماننے کی بنا پر ایک علیحدہ دوسری

---

۱) ویکرہ إمامة عبد وفاسق در المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ. وکذا فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

۲) ویکرہ إمامة عبد...... وفاسق الدر المختار......(فاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹، ۵۶۰طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

ومثله فی خلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ. ومثله فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

مسجد بنوائی۔ مسئلہ شرعی یہ کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاقیں دے دیں۔ پھر دوبارہ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو مولوی صاحب سے پوچھنے کے بعد اس نے بغیر حلالے کے نکاح کرلیا کیا اس مسجد میں کوئی مولوی صاحب مستقل امام رہ کر امامت کرا سکتا ہے یا نہیں۔ مدرسہ کا مدرس اس مسجد میں بغیر معاوضہ کے مسجد کو آباد کرنے کی نیت سے نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

اگر اس شخص نے یہ مسجد قربت کی نیت سے بنائی ہے اور نماز کے لیے وقف کردی ہے[1] تو اس میں نماز صحیح ہے اور جس نے مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ بغیر حلالہ کے نکاح کیا ہے[2] اس کو سمجھایا جاوے لیکن اگر وہ باز نہیں آتا تو اس سے قطع تعلق کیا جاوے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) حتى إنه بنى مسجداً وأذن للناس بالصلوة فيه جماعة فانه يصير مسجدًا شامي كتاب الوقف مطلب في أحكام المسجد ٣٥٦/٤ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچي.

وكذا في منحة الخالق على بحر الرائق كتاب الوقف فصل في أحكام المسجد ٤١٦/٥ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في الجوهر النيرة كتاب الوقف ٢٤/٢ طبع قديمى كتب خانه.

٢) فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره الآية: سورة البقرة : ٢٣٠ پاره:٢.

وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة ...... لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحا صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها (الهداية) باب الرجعة ٤٠٩/٢ طبع رحمانيه لاهور وكذا في الدر المختار باب الرجعة ٤٠٩/٣ طبع سعيد كراچي.

كذا في الهندية الباب السادس في الرجعة ٤٧٣/١ طبع رشيديه كوئٹه.

٣) فان هجرة أهل الاهواء والبدع واجبة على مرالاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق مرقاه المفاتيح كتاب الاداب باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع و اتباع العورات الفصل الاول ٢٣١،٢٣٠/٩ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في أوجز لمسالك إلى مؤطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء في المهاجرة ١٦٧/١٤ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في فتح الباري بشرح صحيح البخاري كتاب الاداب باب الهجرة ١٢١/١٢ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان.

جس کے اہلِ خانہ کا چال چلن درست نہ ہو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو ایک گاؤں کی مسجد میں خطیب مقرر تھا۔ اس کی بیوی، لڑکیوں کا چال چلن انتہائی خراب ہو گیا اور باوجود نمازیوں کے اصرار کے وہ شخص اس معاملہ میں دانستہ طور پر کوئی بندوبست نہ کر سکا۔ بلکہ نشان دہی کرنے والے نیک لوگوں کی دیگر اہالیان سے لڑائی کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ اندریں صورت اس کو مسجد سے علیحدہ کر دیا گیا۔ لیکن پھر اوباش قسم کے لوگ اس کو دوبارہ چک میں لے آئے ہیں اور خطیب مقرر کرنے پر مصر ہیں۔ چک دو دھڑوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ حالات انتہائی کشیدہ ہیں ان کا چال چلن پہلے ہی زیادہ خراب ہے۔ کیا ہم ان حالات میں اس کو خطیب مقرر کر سکتے ہیں یا چک میں اس کی رہائش کا بندوبست کر سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

بشرطِ صحتِ سوال اگر واقعی یہ شخص اپنی بیوی اور لڑکیوں کے خراب چال چلن پر راضی ہے اور اس فعل سے چشم پوشی کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ بیوی کے خراب چلن سے چشم پوشی کرنے والے کو دیوث کہا جائے گا[1] اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ ویکرہ امامة عبد الخ. وفاسق[2] بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لما فی الدر المختار هو من لا یغار علی إمرأته أو محرمه کتاب الحدود باب التعزیر ۷۰/۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الحدود باب حد القذف ۷۴/۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الحدود باب حد القذف ۶۳۵/۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.
۲) ویکره تنزیهاً (إمامة عبد)...... وفاسق الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱۴۵/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۲/۲، ۳۳۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.
۳) بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه (الفاسق) کراهة تحریم الشامی کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

جوان لڑکی کو بیاہنے میں تاخیر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک ہمارے چک کے امام مسجد جن کی صاحبزادی عرصہ تقریباً چھ سال سے جوان ہے لیکن انھوں نے اس کا اب تک رشتہ کہیں نہیں کیا۔ جب بھی ان سے اس کی شادی کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے ہمیشہ اچھے اور مناسب رشتہ نہ ہونے کا بہانہ کیا۔ آخر کار چند احباب نے ایک اچھے مناسب رشتے کا گھر بتلایا تو جناب امام مسجد نے ایک بڑا عذر تلاش کیا کہ میرے دو لڑکے جوان ہیں ان کے لیے وہ رشتے دیں لیکن جب ان کی یہ شرط پوری ہونے کی توقع ہوئی تو انھوں نے ایک اور بہانہ ڈھونڈ نکالا کہ لڑکی کا اچھا تعلیم یافتہ اور خاصی جائیداد کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آج جب کہ لڑکی کو بالغ ہوئے ساتواں سال گزر رہا ہے ایسے حالات میں آیا شرعی طور پر بزعم خود ایک مناسب اور اچھے رشتہ کی تلاش میں بالغ لڑکی کو اتنا عرصہ بٹھانے کی اجازت ہے۔ آیا ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ یعنی وہ امام کے فرائض سرانجام دے سکتے ہیں۔ نیز شرعی طور پر وٹے کے رشتہ کا کیا حکم ہے جب ابتدا میں یہ شرط رکھی گئی ہو کہ اگر آپ رشتہ دیں گے تو میں رشتہ دونگا۔

(۲) ہمارے امام مسجد فالنامہ لکھتے ہیں اور غیب کی خبریں بتاتے ہیں کہ جناب یہ فلاں مصیبت آنے والی ہے تمھارے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اس لڑکی کے فلاں لڑکے کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ نیز غریب مخلوقِ خدا سے یہ بہانہ کرکے روپیہ بٹور رہے ہیں کہ جنات نے دوصد روپیہ مانگا ہے۔ اگر آپ دیدیں گے تو آپ کا رشتہ فلاں لڑکی سے ہو جائے گا۔ نیز اس کے پاس ایک جادو کی کتاب بھی ہے جب ان سے سوال کیا گیا کہ جناب جادو کرنا جائز نہیں تو جواباً فرمانے لگے کہ جادو سے جادو کا اثر دور کرنے کی اجازت ہے۔ نیز ادویات' مشروبات وغیرہ پر دم کرکے ان سے دولت لوٹ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ کوئی ڈاکٹر یا حکیم نہیں ہے۔ آیا شرعی طور پر مندرجہ بالا اعمال کا کوئی جواز ہے۔

(۳) کیا سود پہ رقم لینا کسی صورت میں جائز ہے۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی کسی غریب کو ایک صد روپیہ ادھار دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اگر وہ ادھار دیتا ہے تو ایک گائے جس کی موجودہ قیمت اندازاً ۱۰۰ روپے یا ۹۰ روپے ہے اور وہ اس غریب کو ۲۰۰ روپے میں ادھار دے دیتا ہے۔ وہ بیمار مرتا کیا نہ کرتا یا پھر مجبوری سے اپنی ضرورت جائز پوری کرنے کے لیے لیتا ہے اور چھ ماہ کے بعد سو روپیہ کی بجائے اس غریب کو دوصد روپیہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اب جب کہ بینک ایک سو روپیہ میں عرصہ چھ ماہ کے بعد صرف پانچ روپیہ سود لیتا ہے اور چھ ماہ کے بعد اسے اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد سو روپیہ کی بجائے ایک سو

پانچ رو پیہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جب کہ گائے کے سودے میں اس گائے کو فروخت کر کے سو کی بجائے دوسو روپے ادا کرنے پڑے تو بینک سے قرض لینے میں اسے تقریباً پچانوے روپے کے بوجھ سے نجات ملی۔ حالانکہ پہلی گائے والی بیع بھی شرعی طور پر حرام ہے۔

(۴) یہ کہ بندہ دیہہ ہذا کا نمبردار ہے۔ بحیثیت ایک ذمہ دار شخص کے بندہ پر امام مسجد کی مندرجہ بالا کمزوریوں کے گناہ کا بوجھ تو نہیں ہے۔ جب کہ عوام الناس بندہ کو اس گناہ میں برابر کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ نیز اگر واقعی ان کے امام مسجد رکھنے میں بندہ گناہ میں برابر کا شریک ہے تو از راہ کرم جلد از جلد مطلع فرمادیں تا کہ بندہ اس گناہ سے نجات پا سکے۔ نیز عوام الناس میں ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنے میں نماز کے نہ ہونے کا چرچا ہے، اسے دور کیا جا سکے۔

(۱) اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے[1]۔ (۲) بشرط صحت سوال ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے[2]۔ (۳) سود پر رقم لینا جائز نہیں[3] (۴) اگر واقعی امام خلاف شرع امور کا مرتکب ہوتا ہو تو اس کو امامت سے

---

۱) لما فی الدر المختار (والحق بالامامة تقديمًا بل نصبا مجمع الانهر(الا علم بأحكام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح فالاعلم بأحكام الصلوة الحافظ ما به سنة القرائة ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غير متبحر فی بقية العلوم كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰طبع دارالكتب العلمية بيروت.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

۲) بل مشى فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه (الفاسق) كراهة تحريم الشامی كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳طبع قديمی کتب خانه.

۳) واحل الله البيع وحرم الربوا الأية سورة البقرة ۲۷۵،پاره۳۔
وعن جابر رضی الله عنه قال لعن الله آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه مشكوة المصابيح باب الربوا الفصل الاول ص:۲۴۳طبع قديمی کتب خانه(الاشباه والنظائر).ما حرم فعله حرم طلبه القاعدة الرابعة عشر ما حرم اخذه ص:۱۵۵ قديمی کتب خانه۔
ومثله فی شرح المجلة رستم باز ار ماده :۳۵،۳۴ تاجران کتب خانه۔

ہٹانا چاہیے اور ہٹانے پر قدرت کے باوجود نہ ہٹانے والا گنہگار ہوگا[1]۔ امام کے بارے میں پوری تحقیق کی جاوے۔ بلا تحقیق اس کے خلاف کارروائی نہ کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ

۸ شعبان ۱۳۹۰ھ

امام مسجد کی بیوی اگر بے پردہ ہو تو امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

امام مسجد کی بیوی اگر پردہ نہیں کرتی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ پردہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ بیوی گھر کی چاردیواری میں بند رہے۔ بلکہ یہ کہ ہر قسم کے کاروبار کے تحت باہر پھرتی رہے۔

﴿ج﴾

عورتوں کا غیر محرم کو دیکھنا درست نہیں[2] اور شوہر بیوی کا نگران ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ والرجل راع علی اهل بیته وهو مسئول عن رعیته[3]۔ امام کو چاہیے کہ اپنی اہلیہ کو بے پردگی سے روکے

---

۱) وهو فرض كفاية ومن تمكن منه وتركه بلا عذر أثم مرقات المفاتيح، كتاب الآداب باب الامر بالمعروف ۳۲٦/۹ العلمية بيروت وكذا في أحكام القرآن لمولانا ظفر احمدعثماني وجملة القول فيه ماذكره الشيخ في بيان القرآن إن الامر بالمعروف والنهي عن المنكر واجبان في الامور الواجبة فعلاً أو تركا على القادر عليهما شروط الامر بالمعروف والنهي عن المنكر ۵۷/۱ طبع إدارة القرآن كراچی.

وقل المؤمنات يغضضن من أبصارهن الآية سورة النور آيت: ۳۱.

۲) وأما النوع السادس وهو الاجنبيات الحرائر فلا يحل النظر للاجنبي من الاجنبية الحرة كتاب الاستحسان النوع السادس بدائع الصنائع ۱۲۱/۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في تبيين الحقائق كتاب الكراهية فصل في النظر والمس ۳۹/۷ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) مشكوة المصابيح كتاب الامارة ص: ۳۲۰ طبع قديمي كتب خانه.

وكذا في صحيح البخاري كتاب الاحكام باب قول الله اطيعو الله واطيعو الرسول ۱۰۵۷/۲ طبع قديمي كتب خانه.

منع کرنے کے بعد اگر وہ نہ مانے تو گناہ اس پر ہے[1]۔ سو یہ بری الذمہ ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے[2]۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخری الایۃ[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲ شعبان ۱۳۹۰ھ

جھگڑالو اور درشت گفتار شخص کی امامت کا حکم

س

علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں کہ باپ اور بیٹا دونوں ایک مسجد کی امامت کرتے ہیں اور ان دونوں کا یہ کردار ہے کہ دنیاوی بات پر رشتہ داروں سے ناراض ہو کر اپنی بیویوں کو چھوڑ سے پھرتے ہیں اور اگر کبھی لے جاویں تو ان کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ ان کو الگ رکھتے ہیں اور ناجائز مار پیٹ کرتے ہیں بلکہ والد کا تو یہ حال ہے کہ اپنی بیوی کو تہمت لگاتا ہے کہ یہ لڑکی میری نہیں غیر کی ہے اور بچہ جب لڑتا ہے تو کہتا ہے کہ میری لڑکی دیدو اور چلی جاؤ اور جب رشتہ داروں سے لڑتا ہے تو کسی کو کافر کہتا ہے اور کسی کو سور خنزیر کہتا ہے۔ جب بھی لڑے گندی گالیاں نکالتا ہے اور غیبت اور تہمت بہت ہے اور نمازی بھی اس پر راضی نہیں ہیں اور ناجائز بنا پر لڑتا جھگڑتا ہے بلکہ ان پر خواہشات ہی ہیں۔ دین کی بات ان میں کوئی نہیں۔ یہ اس حد تک جا چکے ہیں کہ اپنے بڑے بھائی کو صرف دنیاوی معاملہ میں مار پیٹ کی اور ناجائز گالیاں دیں اور اپنی بہن کو اتنا مارا کہ بے ہوش کر کے چلا گیا۔ ان حالات میں ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

---

۱) من عمل صالحا فلنفسه ومن أسا فعليها الآية سورة الجاثيه آية: ۱۵۔

۲) الدر المختار والأحق بالامامة تقديما بل نصباً مجمع الانهر (الاعلم بأحكام الصلوة)فقط صحة وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔

وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع قديمی كتب خانه۔

وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه۔

۳) سورة فاطر، آيات نمبر ۱۸، پاره نمبر ۲۲

دراصل غلطی اور گناہوں سے معصوم تو انبیاء علیہم السلام ہیں (۱)۔ باقی سب لوگ خطا کار ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس باپ اور بیٹے کو سمجھایا جائے۔ درشتی اور نرمی دونوں سے کام لیا جائے (۲) کہ آپ حضرات اپنا رویہ بدل دیں ورنہ امامت سے الگ کر دیں گے (۳)۔ وغیرہ وغیرہ امید ہے کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

داماد کی بدعہدی کے سبب بیٹی کو رخصت نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو اس معاہدہ پر اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا کہ عمرو شرع شریف کے مطابق زندگی بسر کرے گا مگر نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے عمرو سے ایسے قبیح افعال سرزد ہوئے جو کہ خلاف شریعت ہیں۔ مثلاً بدزبانی نیز منکوحہ کے لیے شرعی پردہ کا انکار وغیر ذالک۔ لڑکی کے بالغ ہونے پر عمرو نے بصورت پنچایت زید سے مطالبہ کیا کہ اپنی لڑکی کی رخصتی کرو مگر زید نے اسی مجمع پنچایت کے سامنے عمرو کو کہا کہ میرا اور آپ کا نکاح سے قبل جو معاہدہ ہوا ہے۔ آپ اس پر کاربند نہیں رہے۔ آپ کی زبانی مواعید غیر معتبر ہیں۔ لہٰذا اس معاہدہ کو تحریری شکل دیدی جاوے اور جملہ احباب جو شریک پنچایت ہیں اس امر کے شاہد ہو جائیں پھر میں اپنی لڑکی کو تمھارے ساتھ رخصت کرنے کے لیے تیار ہوں مگر عمرو نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور اپنے احباب کو لے کر مجلس منعقدہ سے اٹھ کر چلا گیا تاہنوز عمرو

---

۱) وفی شرح فقه الاکبر والانبیاء علیهم الصلوة والسلام کلهم منزهون عن الصغائر والکبائر والکفر والقبائح ص:۱۶۹ دار البشائر الاسلامیه.

۲) أدع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظه الحسنة وحادلهم بالتی هی احسن الآیة سورة النحل ۱۲٤:

۳) لما فی الدر المختار مع رد المحتار ویعزل به إلا لفتنة أی بالفسق لوطرا علیه والمراد انه یستحق العزل کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٤۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وکذا فی البحر الرائق فلا یحل عزل القاضی لصاحب الوظیفة بغیر جنحة وعدم أهلیة ولو فعل لم یصح کتاب الوقف ۱/۳۸۰ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

نے زید کو کوئی تحریر نہیں لکھ کر دی اور نہ لکھ کر دینے کے لیے تیار ہے بنابریں زید بھی اپنی لڑکی کو (جو ایک سال سے بالغہ ہو چکی ہے) تا حال عمرو مذکور کے گھر بھیجنا نہیں چاہتا تو کیا جب کہ زید کسی مسجد کا امام ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں، زید کے فرزند بکر کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نا جائز۔ جب کہ بکر مذکور بھی اس معاملہ میں اپنے والد زید کا مدد و معاون ہے۔ کیا زید کے گھر کا کھانا پینا حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

ج

زید اور بکر دونوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے [۱] اور ان کے گھر کا کھانا بھی حلال ہے [۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مطلقہ کی عدت گزرنے سے قبل نکاح کرا دینے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے کسی عورت کا نکاح پڑھا بعد میں معلوم ہوا کہ زید نے قبل از عدت مطلقہ نکاح پڑھا اور زید کو کہا گیا کہ تم نے قبل از عدت شرعاً نکاح کیوں پڑھا تو زید نے اللہ تعالیٰ کو حاضر جانتے ہوئے اور حلف اٹھا کر کہا کہ مجھ کو اس کی عدت کے گزرنے کے بارے میں بالکل معلوم نہ تھا اور نہ گھر والوں نے عدت کے بارے میں مجھ سے کچھ ذکر کیا یعنی لاعلمی اور بے خبری سے نکاح پڑھا جس میں مجھے نہ اس وقت اور نہ اس سے قبل کوئی علم تھا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے عمداً نکاح نہیں پڑھا اپنی غلطی سے اور بے خبری سے نکاح کیا گیا میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں اللہ معاف فرما دے۔ لہٰذا اب

---

۱) الدر المختار (والأحق بالامامة) تقديما بل نصباً مجمع الانهر (الإعلم بأحكام الصلوة)فقط صحة وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰طبع دارلكتب العلمية بيروت.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۲) لما فى مشكوة المصابيح حق المسلم على المسلم خمس رد السلام...... وإجابة الدعوة ص:۱۳۳طبع قديمى كتبه خانه.

وكذا فى الهندية ولو إدعى فالواجب أن يجيبه إلى ذالك كتاب الكراهية الباب الثانى عشر فى الهدايا ص:۳۴۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

زید اور نکاح میں جو لوگ عمداً شامل ہوئے ہیں' ان پر شرعی حد کیا وارد ہوسکتی ہے اور زید نے جو نمازیں پڑھائی ہیں ان کو قضا کرنا لازم ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

صورتِ مسئولہ میں اگر لاعلمی اور غلطی سے مطلقہ کا عدت کے اندر نکاح خواں مولوی صاحب نے نکاح کیا ہے اور دوسرے لوگ اس میں شریک ہوئے ہیں اور بعد میں نکاح خواں مولوی لاعلمی کی وجہ سے غلطی ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے تائب ہوگیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی ہے تو اس صورت میں نکاح خواں مولوی صاحب کے پیچھے بلاشبہ نماز پڑھنا درست و صحیح ہے اور اگر اس میں کوئی اور عیب ونقص شرعی جو کہ موجب فسق بنے نہ ہو' تو وہ بلاشبہ امامت کرا سکتا ہے[1] اور اس کے پیچھے نماز درست ہے اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں وہ بھی صحیح ہیں۔ ان کی بھی کوئی قضا لازم نہیں[2]۔ البتہ عدت کے اندر جو نکاح کیا گیا ہے وہ نکاح نہیں ہوگا[3]۔ دوبارہ عدت شرعی یعنی تین حیض کامل گزرنے کے بعد اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جانے کے بعد نکاح کر کے دوسری جگہ آباد ہوسکتی ہے عدت کے اندر کیے ہوئے کا کوئی اعتبار نہیں' الحاصل

---

۱) الدر المختار (والأحق بالامامة) تقديما بل نصباً مجمع الانهر (الا علم بأحكام الصلوة)فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی. وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

۲) وفی النهر عن المحيط صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة افاد إن الصلوة خلفهما أولی من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقی ورع الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدی كتب خانه.

وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوٰة باب الامامة ص:۳۰۳طبع قديمی كتب خانه.

لما فی قوله تعالی ،وإنی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدی سورة طه آيت: ۸۲پاره۱۶.

مشكوة المصابيح التائب من الذنب كمن لا ذنب له باب التوبة والاستغفار قديمی كتب خانه.

وكذا فی ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ ايچ۔ايم۔ سعيد كراچی.

۳) لما فی البحر الرائق أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لانه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً كتاب الطلاق باب العدة ۳/۵۱۶ طبع سعيد كراچی.

وكذا فی رد المحتار كتاب النكاح باب المهر مطلب فی النكاح الفاسد ۳/۱۳۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

وكذا فی بدائع الصنائع كتاب الطلاق فصل فی أحكام العدة ۳/۳۲۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

زید نکاح خواں اور دوسرے لوگ جو نکاح میں غلطی سے شریک ہوئے ہیں ان پر شرعاً کوئی حد نہیں [۱]۔ اس کے پیچھے نماز بھی درست ہے اور امامت کرواسکتا ہے [۲] اور جو اس کے پیچھے نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کی قضا بھی کسی پر لازم نہیں [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بہن کی رخصتی نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ مولوی محمد رمضان نے اپنی حقیقی ہمشیرہ صاحبہ کا نکاح کر دیا تھا جس کو عرصہ تقریباً تیس سال کا گزر چکا ہے اور لڑکی کو بالغ ہوئے بھی تقریباً عرصہ پندرہ سال کا گزر چکا ہے لیکن مولوی صاحب اب تک اپنی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی (رخصتی) نہیں کرتا' حالانکہ پیش امام مسجد بھی ہے لہٰذا التماس ہے کہ ایسا مولوی امامت کے قابل ہے یا کہ نہیں کیونکہ مولوی صاحب کے ذمہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا کہ نہیں اس مسئلہ کا مفصل جواب تحریر فرمادیں آپ کا نہایت مشکور رہوں گا۔

---

۱) عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال عفوت عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ بدائع الصنائع کتاب الاکراہ فصل وأما بیان حکم ما یقع علیہ الاکراہ ۱۸۰/۷ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

۲) الدر المختار (والأحق بالامامۃ) تقدیما بل نصباً مجمع الانہر (الاعلم بأحکام الصلوۃ)فقط صحۃً وفسادًا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ الخ کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۵۵۷/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانہ۔
وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۲۹۹،۳۰۰طبع قدیمی کتب خانہ۔

۳) وفی النھر عن المحیط صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعۃ افاد أن الصلوۃ خلفھما أولی من الانفراد ولکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع الدرالمختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۵۶۲/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانہ۔
وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۳۰۳طبع قدیمی کتب خانہ۔

﴿ج﴾

مشکوۃ شریف میں حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایامن ولدله ولد فليحسن اسمه وادبه واذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه اور دوسری روایت میں حضرت عمر بن الخطاب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی دختر بارہ سال کی ہوگئی اور اس نے اس کا نکاح نہ کیا پس وہ گناہ کو پہنچی تو وہ گناہ اس کے باپ پر ہے[1]۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی جب بالغہ ہو جاوے اور نکاح کا مناسب موقع ملے تو ضروری ہے کہ اس کے عقد میں دیر نہ کرے اور ایسا ارادہ رکھنا کہ ہرگز اس کا نکاح نہ کروں گا برا ہے اور خلاف حکم خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے[2]۔ خصوصاً جب کہ نکاح ہو چکا ہے تو اب رخصتی میں تاخیر کرنا اور بھی زیادہ برا ہے چاہیے کہ اس ارادہ سے باز رہے اور رخصتی کرے خصوصاً امام مسجد کو زیادہ اتباع شریعت کا خیال رکھنا چاہیے اور برے خیال سے توبہ کرنی چاہیے اس کے بعد اس کے پیچھے نماز صحیح ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) مشكوة المصابيح كتاب النكاح باب الولي في النكاح الفصل الثالث ص: ۲۷۱ طبع قديمي كتب خانه. عن عمر رضي الله عنه وانس بن مالك رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في التوراة مكتوب من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثما فاثم ذالك عليه مشكوة المصابيح باب الولي في النكاح ص: ۲۷۱ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في رد المحتار كتاب النكاح مطلب كثيرا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة ۹/۳ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچي.

۲) وأنكحوا الايامى منكم والصالحين من عبادكم اللآية سورة النور ۳۲، مكشوة المصابيح وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إن لا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد عريض كتاب النكاح الفصل الثاني ص:۲٦۷ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في جامع الترمذي كتاب النكاح باب ما جاء في النهي عن التبتل ص:۲۰۷ طبع ايچ-ايم-سعيد كمپني.

۳) وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت: ۸۲پاره۱٦.
مشكوة المصابيح وعن عبد الله رضي الله عنه قال قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له باب التوبة والاستغفار ص:۲۰٦ قديمي كتب خانه.
وكذا في ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ طبع ايچ-ايم- سعيد كراچي.

ایسے شخص کو جو لڑکی بالغہ کو اپنے خاوند کے پاس جانے سے مانع ہے امام نہیں بنانا چاہیے اور معزول کر دینا ضروری ہے (۱)۔ واللہ اعلم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہو

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام صاحب کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہے اور اس بنا پر اس کو اس کے گھر آنے جانے سے روک دیا گیا لیکن اس کے باوجود وہ اس کے گھر آتا رہا تو مقتدیوں نے اس بنا پر اس کو امامت سے ہٹا دیا تو وہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق دی مجھے دوبارہ امام رکھ لو حالانکہ بیوی اس کے گھر میں موجود ہے۔

کسی نیک دیندار عالم کو امام مقرر کریں (۲)۔ ایسے شخص کو امام نہ مقرر کریں جس کی دیانت اور تقویٰ پر عام نمازیوں کو اعتماد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
یکم محرم ۱۳۹۷ھ

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً(شامی) كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵٦٠ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانہ.
وكذاحاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم
وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

ایسے شخص کی امامت کا حکم جو غلط قرآن پاک پڑھے اور اس کی بیوی بے پردہ پھرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام قرآن مجید عموماً غلط پڑھتا ہے۔ کیا شرعاً نماز جائز ہے یا نہیں اور بیوی پیش امام صاحب کی بے پردگی کی صورت میں پھرتی ہے اور اس کی لڑکی کے دوسروں سے ناجائز تعلقات ہیں اور اس کو علم بھی ہے۔ بلکہ اس کو بار بار کہا ہے اور اس کو دکھایا گیا جس سے اس کی لڑکی کے تعلقات ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر امام واقعی قرآن غلط پڑھتا ہے اور مذکورہ دوسرے امور پر چشم پوشی کرتا ہے اور باوجود قدرت کے اس کو روکتا نہیں تو اس کی امامت درست نہیں (۱)۔ مسجد کی منتظمہ کمیٹی اور نمازی تحقیق کریں اگر واقعی امام مسجد میں یہ امور پائے جاتے ہیں تو اس کو امامت سے ہٹا دیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ شوال ۱۳۹۶ھ

غلط سازشوں میں شرکت اور تعاون کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید ایک بزرگ سید

---

۱) ویکرہ ان یکون الامام فاسقا ویکرہ للرجال ان یصلوا خلف الفاسق تاتارخانیہ کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة.
وكذا فی رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً(شامی) كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.
وكذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وكذا حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع دارلکتب العلمية بيروت لبنان.

اور مشہور پیر کا مرید ہے۔ پیر صاحب مرحوم نے اس پر بے انتہاء مہربانیاں کی ہیں۔ اس کی ہمیشہ کفالت کرتے رہے یہاں تک کہ اس کی شادی بھی پیر صاحب مرحوم نے اپنے خرچ سے کی۔ پیر صاحب مرحوم کے بیٹے و پوتے ان کی زندگی میں ہی انتقال فرما گئے۔ ان کی زندگی میں ہی ان کے مرحوم پوتے کی بیوہ نے ان کے شاطر مرید خالد سے نکاح کر لیا پیر صاحب مرحوم کی نابالغہ پوتی کو جو اس بیوہ سے تھی اس کی نانی اور ماموں لے گئے اور اس کی پرورش انھوں نے کی۔ تھوڑے عرصے بعد لڑکی کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ پیر صاحب کی پوتی بدستور نانی و ماموں کے قبضے میں رہی۔ پیر صاحب مرحوم کے عرس کے موقع پر مریدین نے اپنے ایک آدمی کو بھیج کر پیر صاحب کی پوتی کو نانی و ماموں کے پاس سے بلا لیا اور بعد عرس عزت و حرمت کے ساتھ واپس نانی و ماموں کے پاس پہنچا دیا۔ اس موقع پر پیر صاحب مرحوم کی پوتی کے سوتیلے باپ خالد نے جو عرس پر آیا تھا۔ ایک دوسرے شخص ساجد سے کچھ روپیہ قرض لے لیا اور لڑکی کے ساتھ اس کی نانی و ماموں کے پاس چلا گیا۔ پیر صاحب موصوف کے دوسرے عرس کے موقع پر پیر صاحب مرحوم کی پوتی اپنے ماموں کے ہمراہ آئی اور لڑکی کا سوتیلا باپ بھی آ گیا۔ بعد عرس لڑکی کو اس سوتیلے باپ خالد نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ ماموں بغیر لڑکی کے واپس چلا گیا۔ دوسرا ماموں کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کو لینے آیا۔ مگر سوتیلے باپ خالد نے لڑکی اس کو بھی نہ دی۔ اس اثناء میں لڑکی کا سوتیلا باپ لڑکی کی شادی ایک شخص ساجد سے جس کا وہ مقروض تھا کرنے پر رضامند ہو گیا۔ جب مریدین کو شاطر مرید خالد کی اس خواہش کا علم ہوا کہ وہ لڑکی کی شادی ساجد سے کرنا چاہتا ہے تو مریدین سخت برہم ہوئے کیونکہ وہ لوگ اس ساجد کو کسی طرح بھی لڑکی کے لیے مناسب خاوند نہیں سمجھتے تھے۔ یہ ساجد شادی شدہ تھا۔ اس کی پہلی بیوی زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہے اور وہ اس گاؤں کے ایک شخص کی لڑکی تھی۔ جب یہ معاملہ اس حد پر پہنچا تو شاطر خالد نے جو لڑکی کا سوتیلا باپ ہے۔ اپنا مطلب نکالنے کے لیے مصلحت یہی سمجھی کہ گاؤں والے مریدین کو دھوکہ دے کر کسی دوسری جگہ لڑکی کو لے جائے۔ چنانچہ اس نے گاؤں والے مریدین کو حلفیہ یقین دلایا کہ میں ہرگز ہرگز لڑکی کی شادی ساجد سے نہیں کروں گا۔ جب وہ شاطر مرید خالد لڑکی کو لے جانے لگا تو زید نے جو غالباً شاطر مرید خالد سے در پردہ ملا ہوا تھا۔ گاؤں کے مریدین کو یہ دھوکا دیا کہ میں شاطر مرید خالد کے ہمراہ جاتا ہوں۔ میں ضرور لڑکی کو واپس لے آؤں گا تم اس وقت شاطر مرید خالد کو لڑکی لے جانے دو مت روکو۔ اس کی امداد کی اور خود بھی اس کے ہمراہ چلا گیا۔ اس شخص زید نے چند روز بعد واپس آ کر مریدین سے یہ غلط بیانی کی کہ شاطر مرید خالد نے کہا ہے کہ میں لڑکی کو چند روز بعد لے کر واپس گاؤں میں آ جاؤں گا اور یہ بات اس نے قسم کھا کر کہی ہے۔ اس کے بعد شاطر مرید خالد نے بجائے لڑکی کو واپس لانے کے اس کو ساجد کے حوالہ کر دیا جو اس کو لے کر اور دوسری جگہ گیا۔ وہاں پر پہنچ کر اس نے لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔ وہاں پر لڑکی کے سوتیلے

باپ نے بالقسم کہا کہ لڑکی سید کی نہیں ہے بلکہ شیخ کی ہے۔ یہ بات بالکل غلط تھی کچھ دنوں بعد وہ شخص ساجد لڑکی کو لے کر واپس گاؤں مریدین میں آ گیا اور بیان کیا کہ میں نے لڑکی سے نکاح کر لیا ہے اور میں دونوں بیویوں میں انصاف کو مدنظر رکھوں گا۔ گاؤں والے مریدین اس کی اس حرکت سے ناراض تو ضرور ہوئے مگر اس کا یہ اقرار سن کر خاموش ہو گئے اور اس سے کوئی باز پرس نہ کی۔ پیر صاحب مرحوم کی پوتی کو گھر میں ڈال لینے کے بعد وہ شخص ساجد اپنی پہلی بیوی سے خلوت صحیحہ کرتا رہا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اپنے خاص آدمیوں سے یہ بھی کہتا رہا کہ میں نے اپنی پہلی بیوی کو عرصہ ڈیڑھ سال سے طلاق بائن دیدی ہے۔ ان کے دریافت کرنے پر کہ پھر طلاق دینے کے بعد اپنی پہلی بیوی کو کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ اس نے اقرار کیا ہے کہ اگر چہ میں اس سے حرام کرتا رہا ہوں۔ مگر چونکہ وہ بے قصور ہے اس لیے اس کو بہن سمجھ کر رکھ چھوڑا ہے۔ یہ بات جب اس کی پہلی بیوی کے بھائیوں کو معلوم ہوئی تو انھوں نے اس شخص ساجد سے اس کی صحت کرنی چاہی جن پر اس شخص ساجد نے اقرار کیا کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے اور میں نے ان اشخاص سے کہا ہے۔ میں اپنی پہلی بیوی کو ڈیڑھ سال قبل طلاق دے چکا ہوں۔ اس پر لڑکی کے ورثاء نے کہا کہ تم پھر تحریری طلاق نامہ دو۔ چنانچہ اس شخص ساجد نے اپنی پہلی بیوی کے ورثاء کو تحریری طلاق نامہ دیدیا۔ اس تحریری طلاق نامہ میں اس نے خود اپنی مطلقہ بیوی کو بے قصور مانا ہے اور اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی مطلقہ بیوی سے زیورات و کپڑے وغیرہ لے لیے ہیں۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے بحالت غصہ طلاق دی ہے اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس کے دریافت کرنے پر علماء نے فتوی دیا ہے کہ طلاق ہو چکی اس طلاق نامہ پر دو گواہوں کی شہادت بھی موجود ہے۔ اس کے بعد مطلقہ لڑکی کے برادران نے گاؤں کی پنچایت سے یہ شکایت کر کے انصاف چاہا۔ تو گاؤں کی پنچایت نے اس شخص ساجد کا حقہ پانی بند کر دیا اور مطلقہ لڑکی کے ورثاء کو ہدایت کی کہ وہ قانون کے تحت عدالت مجاز سے اپنی دادرسی کے لیے درخواست کریں چنانچہ مطلقہ لڑکی کے ورثاء نے مہر وغیرہ کا دعوی کر دیا ہے۔ اب جب کہ اس شخص ساجد نے یہ حالت دیکھی تو اس نے خلاف واقعہ مشہور کیا ہے کہ مجھ سے طلاق زبردستی دلائی گئی ہے اور یہ کہ میں اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مگر لڑکی اور اس کے ورثاء اس پر رضامند نہیں ہیں۔ اس معاملہ میں شخص زید معہ چند اور اپنے موکدین کے اس دوسرے شخص ساجد کے کچھ دنیوی فوائد کے لیے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ شخص زید اہل سنت والجماعۃ کی ایک مسجد کا پیش امام ہے اور خود اور اس کے حواری عوام الناس کو یہ کہہ کر کہ شرعاً طلاق نہیں ہوئی۔ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس کی تعلیمی حالت عربی و فارسی تو کجا اردو میں بھی نفی کے برابر ہے۔ وہ لوگوں کو محض اپنی امامت کی دھونس دکھلا کر اس شخص ساجد کا جس کو سب لوگ ظالم کہتے ہیں امدادی بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا التماس ہے کہ عوام کو گمراہی سے بچانے اور مظلوم کی دادرسی کے لیے اہل سنت والجماعۃ کے صحیح عقائد کے مطابق اول تو شخص زید دوم شخص

خالد اور تیسرے شخص ساجد اور اس کے حواریوں کے متعلق شرعی نقطہ نگاہ سے صاف صاف فتویٰ عنایت فرمایا جاوے اور بتلایا جائے کہ آیا ان حالات میں طلاق بائن ہو چکی یا نہیں اور کیا اب وہ شخص ساجد اپنی مطلقہ بیوی کو زبردستی اس کی خلاف مرضی رجوع کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ نیز شخص زید یعنی پیش امام اس ذمہ داری کے عہدے کے قابل ہے یا یہ سب شرعاً واجب التعزیر ہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ بیان صحیح ہے تو ساجد کی پہلی بیوی مطلقہ بائنہ ہو چکی ہے اور اس نے اگر مہر ادا نہیں کیا یا عورت نے معاف نہیں کیا تو عورت اس سے حق مہر لے سکتی ہے[1] ورنہ نہیں باقی (زید۔ خالد۔ ساجد) کے مجموعی حالات اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جا سکے۔ ایسے اشخاص کو امام بنانا بھی غیر مناسب ہے[2]۔ باقی سزا دینا تو موجودہ معاشرہ میں کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ جس کے متعلق کچھ عرض کیا جا سکے۔ ان کو ایسی حرکات سے باز رکھنے کی ہر اچھی صورت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔۴ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

بعد از طلاق بدونِ حلالہ عورت کو گھر میں رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بھری مجلس میں تین طلاق دے دیں، بغیر حلالہ کے اب تک گھر میں آباد ہیں اس بات کو تین چار ماہ گزر گئے ہیں۔ کیا اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔

---

۱) أن المهر وجب بنفس العقد...... وإنما يتاكد لزوم تمامه بالوطء ونحوه شامی كتاب النكاح باب المهر ۳/۱۰۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا في البحر الرائق كتاب النكاح باب المهر ۳/۲۵۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في الهنديه كتاب النكاح الباب السابع في المهر الفصل الثاني يتأكد به المهر والمتعة ۱/۳۰۳ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) لا ينبغي ان يقتدى بالفاسق إلا في الجمعة لانه في غيرها يجد إماما غيره (شامی) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدي كتب خانه. وكذا في التاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ص:۶۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.

ج

اگر واقعی یہ درست ہے تو اس کے ساتھ قطع تعلق ضروری ہے (۱)۔ اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے (۲)۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے مجبور کر کے عورت کو الگ کرا دیں (۳)۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) فان هجرة أهل الاهواء والبدع واجبة على مر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق مرقاة المفاتيح كتاب الاداب باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع إتباع العورات الفصل الاول ۹/۲۳۰،۲۳۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في أوجز المسالك إلى مؤطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء في المهاجرة ۱۲/۱٦۷ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في فتح البخاري شرح صحيح البخاري كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲/۱۳۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ-ايم-سعيد.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمي كتب خانه.

انت طالق بائن أوالبتة أو أفحش الطلاق أو طلاق الشيطان ...... فهي واحدة بائنة إن لم ينو ثلاثا البحر الرائق ۳/۴۹۹، ۵۰۰ كتاب الطلاق باب الكنايات مكتبه رشيديه كوئته.

وكذا في الدر المختار ۳/۲۷٦،۲۷۷ كتاب الطلاق باب الصريح طبع ايچ-ايم-سعيد.

۳) لما في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح وهو (أى أمر بالمعروف فرض كفاية ومن تمكن منه وتركه بلا عذر أثم، كتاب الاداب باب الامر بالمعروف ۹/۳۲٦ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في احكام القرآن لمولانا ظفر احمد عثماني، وجملة القول فيه ما ذكره الشيخ في بيان القرآن إن الامر بالمعروف والنهي عن المنكر واجبان في الامور الواجبة فعلاً وتركا على القادر عليهما الخ شروط الامر بالمعروف والنهي عن المنكر ۱/۵۷ طبع إدارة القرآن كراچی.

جس شخص کی ایک بیوی اپنے حقِ شب باشی سے دوسری کے حق میں دستبردار ہو جائے اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہے جو بلا کسی اجرت کے نماز پڑھا دیتا ہے اس کے گھر میں دو بیویاں ہیں ایک بیوی بڑی ہے اس کے تقریباً تیرہ بچے ہو چکے ہیں۔ اب اس کی عمر ساٹھ سال ہو چکی ہے۔ دوسری بیوی کی عمر پچاس سال ہوگی۔ اس کے بطن سے گیارہ بچے ہو چکے ہیں اس شخص کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ ایک مہینہ ایک بیوی کے ہاں اور ایک مہینہ دوسری بیوی کے ہاں رہتا تھا اب چونکہ بوڑھا ہو گیا عمر تقریباً ستر سال کی ہو گئی ہے۔ بڑی بیوی نے خود اجازت دی ہے کہ چھوٹی بیوی کے بڑا بچہ کوئی ایسا نہیں ہے جو گھر کا کام سنبھال سکے اس لیے تم چھوٹی بیوی کے ہاں رہو۔ اول تو بڑی بیوی کے آٹھ پوتا پوتی ہیں۔ لڑکوں کی کمائی خود رکھتی ہیں۔ والد صاحب نے کوئی لڑکوں کی کمائی سے پیسہ بھی نہیں لیا اور نہ لینے کا خیال ہے۔ لڑکے اپنی بوڑھی ماں کو خود سنبھالتے ہیں اور خود لڑکوں نے یہ کہا اس گھر میں بوجہ بچے زیادہ ہونے کے جگہ بھی کم ہے۔ بچوں کو بھی اور آپ کو بھی تکلیف ہوتی ہے امر مجبوری ہے ہم کو کوئی اعتراض نہیں ہے یہ آپ کی مرضی ہے جس وقت چاہے گھر رہے مختار ہے۔ اکثر دو چار روز میں جاتا رہتا ہے جو کچھ کسی بیوی کی ضرورت ہوتی ہے دے دیتا ہے۔ ناراضگی کسی قسم کی نہیں ہے۔ لوگ اس بات سے تو واقف نہیں ہیں۔ خواہ مخواہ کا اعتراض بنا کر فتنہ پھیلا کر لوگوں کو ورغلایا کہ اس کے پیچھے نماز درست نہیں چونکہ یہ ایک بیوی کی حق تلفی کرتا ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ اگر واقعی اس طرح حق تلفی ہے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جس طرح علمائے دین فرما دیں عمل کیا جاوے۔ حکم شرعی کے خلاف بالکل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جو حکم شریعت کا ہوگا کیا جائے گا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب ایک بیوی نے خوشی سے خاوند کو اپنا حق شب باشی معاف کر دیا ہے تو اب خاوند پر تقسیم رہائش شرعاً لازم نہیں ہے [1] اور اس کے پیچھے نماز بلا شبہ جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

۱) وتركت قسمها بالكسر أي نوبتها (لضرتها صح، فلها الرجوع كتاب النكاح باب القسم ۲۰۶/۳ الدر المختار طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وكذا في البحر الرائق كتاب النكاح باب القسمة ۳۸٤/۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في الهنديه كتاب النكاح باب القسم ۳٦۸/۲ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.

بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بخش دیا تھا[۱]۔ والسلام

بندہ احمد عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ

فاحشہ بیوی کو بسائے رکھنے، فاحشہ کو طلاق بالمال دینے، بغرض لالچ گاؤں میں عید شروع کرنے، عدالتی طلاق پر نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ: (۱) ایک شخص جس کی عورت نہایت بدکار اور فاحشہ ہو۔ خاوند کو باوجود پورا علم ہونے کے اس کو گھر میں رکھتا ہے لیکن عورت بدفعلی سے باز نہ آئے اور خاوند بھی اسے طلاق نہ دے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ (۲) ایک فاحشہ عورت جو بالکل آوارہ ہو یعنی خاوند کے قبضہ میں نہ رہے اور خاوند کو خاوند ہی نہ سمجھے اور اسے طلاق دینے پر مجبور کر دے۔ خاوند اس عورت کے رشتہ دار سے طلاق دینے کے عوض کچھ رقم لے کر طلاق دیدیتا ہے تو کیا ایسے شخص کو امام بنایا جا سکتا ہے۔ (۳) کسی گاؤں میں بروئے مسئلہ شریعت نماز عید نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص جو اس وقت امام مقرر نہ ہو تو وہاں نہ خود نماز عید پڑھتا ہو اور دوسروں کو بھی منع کرے بعد ازاں وہی شخص امام مقرر ہو جاتا ہے اور پھر خود بھی وہیں نماز عید پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے بغرض لالچ جائز قرار دے تو کیا اس کو امام بنایا جا سکتا ہے۔ (۴) ایک عورت جس کا نکاح الف کے ساتھ ہے۔ لیکن بروئے فیصلہ عدالت (سرکاری) عورت طلاق حاصل کرتی ہے۔ چند آدمی مل کر اس کا نکاح ج کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ جب کہ بدفعلی کی وجہ سے عورت حاملہ ہو گئی ہو تو کیا ایسا نکاح پڑھانے والے اور دیگر شریک ہونے والوں کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) اگر یہ شخص اپنی بیوی کو بدکاری سے روکتا ہے اور وہ نہیں رکتی تو اس کو طلاق دیدینا مستحب ہے۔ اس کے ذمہ طلاق دینا واجب نہیں ہے[۲]۔ اگر طلاق نہ دے تب بھی اس کے پیچھے

---

۱) سودة بنت زمعة رضی الله عنها سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يراجعها وتجعل يوم نوبتها لعائشة رضی الله عنها هدايه كتاب النكاح باب القسم ۳۷۸/۲ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا في البحر الرائق كتاب النكاح باب القسم ۳۸٤/۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدر المختار لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٤۲۷/٦ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

نماز جائز ہے[۱] کیونکہ یہ شخص تارک مستحب ہے نہ تارک واجب۔ کما قال فی البحر [۲] وفی غایة البیان یستحب طلاقها اذا کانت سلیطة مؤذیة او تارکة للصلوة لاتقیم حدود الله تعالی اه. وهو یفید جواز معاشرة من لا تصلی ولا اثم علیه بل علیها ولذا قالوا فی الفتاوی له ان یضربها علی ترک الصلاة ولم یقولوا علیه. مع ان فی ضربها علی ترکها روایتین ذکر هما قاضیخان۔ ہاں ایسے شخص کو مستقل امام نہ رکھا جائے تو بہتر ہے[۳] اگر کوئی دوسرا امام میسر ہوسکتا ہے۔ (۲) ایسی عورت سے کچھ رقم عوض طلاق لے لینی شرعاً جائز ہے۔ قال فی الدر المختار (وکره) تحریما (اخذ شیء) ویلحق به الابراء عمالها علیه (ان نشز و ان نشزت لا ولو منه نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاها علی الاوجه فتح وصحح الشمنی کراهة المزیادة وتعبیر الملتقی لابأس به یفید انها تنزیهیة وبه یحصل التوفیق.[۴]

(۳) معمولی گاؤں میں عید کی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے[۵]۔ باقی اس امام کی نیت پر ہم حملہ آور نہیں ہوسکتے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ گاؤں میں عید کی نماز پڑھاتا ہے اس کی امامت میں کوئی فساد آتا ہے۔ (۴) اگر عورت کی تنسیخ نکاح (طلاق) کا جو فیصلہ عدالت کرچکی ہے وہ شریعت کے

---

۱) والاحق بالامامة الا علم بأحکام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة کتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی۔
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (فالاعلم) بأحکام الصلوة الحافظ ما به سنة القرائة ویجتنب الفواحش الظاهرة، کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دارالکتب العلمیة بیروت۔

۲) بحر الرائق کتاب الطلاق ۳/ ۴۱۴ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه وکذا فی الدر المختار کتاب الطلاق ۳/ ۲۲۹ طبع ایچ-ایم-سعید۔

۳) لا ینبغی للقوم ان یقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد إماماً غیره کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ-ایم- سعید۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۶۱۱ طبع سعیدی کتب خانه۔
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه۔

۴) الدر المختار کتاب الطلاق باب الخلع ۳/ ۴۴۵ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی۔
وکذا فی الجوهرة النیرة وبهامشه المیدانی کتاب الطلاق باب الخلع ۲/ ۷۸ طبع میر محمد کتب خانه۔

۵) صلوة العید فی القری تکره تحریماً الدر المختار کتاب الصلوة باب صلوة العیدین ۲/ ۱۶۷ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب صلوة العیدین ۲/ ۲۷۷ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

مطابق ہوا اور اس فیصلہ کے بعد عدت گزار لینے کے بعد یہ عورت زنا سے حاملہ ہوگئی ہے تو اس کا نکاح شرعاً دوسرے شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے (۱)۔ لیکن یہ شخص اگر وہی زانی نہیں ہے تو اس کے لیے وضع حمل سے قبل اس کے ساتھ صحبت کرنی ناجائز ہے (۲)۔ ویسے نکاح صحیح ہوا ہے۔ جولوگ اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں۔ ان پر کوئی گناہ وغیرہ نہیں ہے (۳) اور اگر عدالتی فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہو تو اس کا نکاح دوسری جگہ صحیح نہیں ہے اور جولوگ باوجود علم رکھنے کے اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں وہ گناہ گار رہیں (۴)۔ ان کو توبہ کرنی ضروری ہے (۵)۔ خود ان کے نکاحوں میں پھر بھی کوئی خلل نہیں آیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۲۵ شوال ۱۳۸۵ھ

---

۱) وصح نكاح (حبلى من زنى لا) حبلى (من غيره) الدر المختار كتاب النكاح فصل في المحرمات ۲/۴۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا في تبيين الحقائق كتاب النكاح ۲/۴۸٦، ۴۸۷ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في البحر الرائق كتاب النكاح فصل في المحرمات ۳/۱۸۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) وصح نكاح (حبلى من زنى لا) حبلى من غيره أي الزاني لثبوت نسبه ولومن حربي ...... وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع الدر المختار كتاب النكاح فصل في المحرمات ۳/۴۹، ۴۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا في البحر الرائق كتاب النكاح فصل في المحرمات ۳/۱۸۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في تبيين الحقائق كتاب النكاح ۲/۴۹، ۴۸ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) وفي البحر الرائق وأما منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة ان علم انها للغير لانه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد اصلاً كتاب النكاح باب المهر مطلب في النكاح الفاسد ۳/۱۳۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي.

وكذا في رد المحتار كتاب النكاح باب المهر مطلب في النكاح الفاسد ۳/۱۳۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي.

وكذا في بدائع الصنائع كتاب الطلاق فصل في أحكام العدة ۳/۳۲۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۴) لما في قوله تعالى وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان الآية : ۲.

وكذا في تفسير ابن كثير ۲/۴۵۳ سورة المائدة آية طبع قديمي كتب خانه كراچي.

۵) لما في قوله تعالى يايها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً الآية: سورة التحريم آيت:۸ وكذا في الصحيح المسلم شرح للنووي واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصي واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ۲/۳۵۴ طبع قديمي كتب خانه.

وكذا في رياض الصالحين الباب الثاني في ۱/۱۵ طبع مدنيه لاهور.

لڑکی روکے رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا نکاح کنیز کے ساتھ ہے اور بکر کا نکاح صغریٰ کے ساتھ ہے۔ عوض معاوضہ میں روبرو گواہان وکیل مجلس عام میں طرفین نے اپنی رضامندی سے ایجاب وقبول کیے۔ ایک سال کے بعد مسماۃ صغریٰ برضائے الٰہی فوت ہوگئی جس پر عرصہ تین سال سے بکر کے چچا وغیرہ لواحقین نے مسماۃ کنیز کو پابند کیا کہ زید دوسرا رشتہ دے یا کنیز سے جو لڑکی ہو وہ دے یا نقدی دے تو حقوق زوجیت ادا کرنے کو بھیج دیں اور حق مہر کنیز کا زیور سونے کا ادا کیا ہوا ہے۔ کیا شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جائز ہے کہ جوان لڑکی قید میں رکھنا اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے دینا اور پیشہ امامت کرنا کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔ مہربانی کریں اللہ اس گناہ عظیم سے خلق کو بچائیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب وقہر سے خوف دلا کر نصیحت انگیز تحریر فرمادیں کہ عبرت حاصل ہو اور دین حق ظاہر ہو۔

ج

پوری تحقیق کی جاوے اگر واقعہ درست ہے تو شخص مذکور امامت کا استحقاق اور اہلیت نہیں رکھتا کہ لڑکی کے عوض نکاح ہو جانے کے بعد کسی قسم کا مطالبہ جائز نہیں اور نہ کوئی رقم وغیرہ لی جاسکتی ہے۔ اگر لے گا تو حرام ہوگا[1]۔ شخص مذکور کو فوراً تائب ہو کر لڑکی کو اپنے خاوند کے حوالہ کرنا لازم ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس قسم کے غیر متبع احکام شرع شخص کو امامت سے معزول کر دیں[2]۔ واللہ اعلم۔ محمود عفا اللہ عنہ

---

١) لما فی الدر المختار أخذ أهل المرءة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لانه رشوة وقال الشامی تحت قوله عند التسليم أی بأن أبی أن يسلمها أخوها أو نحو حتی ياخذ شيئاً وكذا لو أبی أن يزوجها فللزوج الاسترداد قائماً او هالكاً لانه رشوة كتاب النكاح باب المهر ١٥٦/٣ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي۔ وكذا في البحر الرائق كتاب النكاح باب المهر ٣٢٥/٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔
وكذا في البزازية علی هامش الهنديه كتاب النكاح الثانی عشر فی المهر نوع آخر ١٣٦/٤ طبع رشيديه كوئٹه۔

٢) (شامی)وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً كتاب الصلوة باب الإمامة ٥٦٠/١ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي۔
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدی كتب خانه۔
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

بغیر طلاق کسی کی عورت رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے تو ہم کو اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھہ سے فتویٰ مل گیا ہے مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے اور حج کر کے واپس آ گئے تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا وہ گزر گیا جو لوگ اس دوکاندار کی امامت کو چاہنے والے تھے انھوں نے اس کو دوبارہ پھر قائم کر دیا جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتویٰ بھی دکھا سکتا ہوں۔ آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتویٰ دکھا دوں گا جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتویٰ دکھایا جس پر کسی کی کوئی مہر یا دستخط نہیں تھے ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے میں ان کو نماز ضرور پڑھاؤں گا باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے اس کا گھر والا زندہ ہے جو کہ ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس کے بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا مگر انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا تو کیا وہ اس امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے کہ نہیں اور یہ بات وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے یا کہ نہیں اور ان کی نماز ہو سکتی ہے یا کہ نہیں۔

حسب سوال جب تک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے امامت کے

قابل نہیں [۱] یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کرے۔ بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا [۲] اور امام مسجد بننا نہایت درجہ جرأت ہے اگر سوال مطابق واقع کے ہے۔ واللہ اعلم

اپنی بیوی کو معلق چھوڑ دینے والے کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ہے جس نے اپنی بیوی چھوڑی ہوئی ہے۔ بیوی ہندوستان میں ہے ۲۳ سال کا عرصہ ہوگیا ہے نہ اس کو طلاق دی ہے نہ اس کو خرچہ دیتا ہے۔ یہ شخص مسجد میں امامت کا کام کرتا ہے۔ کیا اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے۔ علماء دین کی کیا رائے ہے کہ اس شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

اپنی زوجہ کو کالمعلقہ رکھنا کہ نہ اس کو طلاق دے اور نہ خبر گیری کرے حرام اور ناجائز ہے [۳]۔ قال اللہ تعالیٰ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة - الایة۔ پس اس شخص کو اگر قدرت ہے تو اس کی خبر گیری کرے اور اگر خبر گیری بھی نہیں کرسکتا اور عورت بھی اس حالت میں رہنا پسند نہیں کرتی تو پھر طلاق دینا چاہیے۔ البتہ اگر عورت اسی حالت میں شرعی حدود کے اندر اندر گزارہ کرسکتی ہے اور طلاق

---

۱) لاینبغی أن یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجداماماً غیره (شامی) کتاب الصلوٰة، باب الامامت ص ۶۵۰، ج۱، طبع ایچ ایم سعید کراچی۔

۲) أما منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر لانه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً کتاب الطلاق باب العدة ۲۴۶/۴ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه بحرالرائق.

وکذا فی رد المحتار کتاب النکاح باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد ۱۳۲/۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وکذا فی بدائع الصنائع کتاب الطلاق فصل فی أحکام العدة ۳۲۳/۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) سورة النساء آیة، ۱۲۹.

وکذا فی تفسیر ابن کثیر سورة النساء آیت : ۱۲۹ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا فی تفسیر منیر سورة النساء آیت : ۱۲۹، ۲۹۸ طبع غفاریه کانسی روڈ کوئٹه.

لینا نہیں چاہتی تو پھر طلاق دینا ضروری نہیں لیکن اگر خبر گیری بھی نہیں کر سکتا اور عورت بھی اس حالت میں نہیں رہنا چاہتی تو پھر طلاق دینا ضروری ہے[1] اور اس حالت میں طلاق نہ دینے کی صورت میں یہ شخص عاصی و ظالم ہوگا اور امامت اس کی مکروہ ہوگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جوان لڑکی کو بعداز نکاح رخصتی سے روکنے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نواز شاہ نامی کے گھر اس کے عقد میں ایک عورت تھی جس سے ایک لڑکی بھی تھی ان کو گھر سے نکال دیا نہ خرچ وغیرہ دیا اور نہ گھر رہنے دیا بعد ازاں دوسری ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ہاں پچھلے گھر سے ایک نوجوان لڑکی بھی تھی اور اس لڑکی کا نکاح بھی کیا ہوا تھا لیکن اب وہ کسی ضد بازی میں آکر اس کی رخصتی سے انکاری ہے۔ امر دریافت طلب یہ ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے جو کسی مسجد میں امام ہو نماز جائز ہے یا نہیں۔

امامت کے لیے کسی متقی پرہیزگار عالم دین کو مقرر کرنا مناسب ہوتا ہے[3] اس لیے پیش امام مذکور کے

---

۱) الدر المختار ويجب لوفات الامساك بالمعروف ويحرم لو بدعياً كتاب الطلاق ۲۶۹/۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید. وكذا في البحر الرائق كتاب الطلاق ٤١٤/۳ طبع مكتبه رشيديه كوئته.

۲) ويكره تنزيها (إمامة عبد)...... وفاسق در مختار كتاب الصلوة بالامامة ۵۵۹/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید. وكذا في الخلاصة كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة والاقتداء ۱٤٥/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئته. وكذا في البناية شرح الهدايه كتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۲/۲، ۳۳۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۶۰۰/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۵۵۷/۱، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۲۳۹/۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

پیچھے اگر چہ نماز جائز تو ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اس سے کہا جائے کہ تم اپنے اس فعل مذکور سے باز آ جاؤ۔ اگر باز آ جائے تو بہتر ورنہ اگر کوئی دوسرا متقی عالم مل سکے تو اسے پیش امام بنا کر موجودہ امام کو معزول کر دینا مناسب ہوگا[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غلط مسائل بتانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک معصوم بچی پاخانے میں ہاتھ بھر کر قرآن پاک کے ورق پر لگا دے۔ نجاست قرآن پاک کے ورق پر لگ گئی جب بڑے بچے نے جو قرآن پاک پڑھ رہا تھا حافظ صاحب سے کہا کہ آپ کے بچے نے نجاست لگا دی تو حافظ صاحب نے کہا کہ کاغذ سے صاف کر دے اس کے بعد یہ بات بڑوں تک گئی تو حافظ صاحب سے دریافت کیا تو کہا کہ نجاست نہیں سالن کا ہاتھ لگا دیا۔ دیکھا تو نجاست تھی۔ ورق کاٹ کر دوسرا سفید کاغذ لگا کر حروف لکھ دیے۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس حافظ صاحب نے غلط بیانی کی اور قرآن پاک کا احترام کرنے کے بجائے کہا کہ کوئی حرج نہیں کاغذ سے صاف کر لو تو حافظ صاحب کی اقتداء میں نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

قرآن پاک کے ورق کو جہاں پر نجاست لگی تھی پانی سے صاف کرنا ضروری ہے[2]۔ کاٹنے کی

---

۱) (شامی) لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد إماما غیره (شامی) کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه۔
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه۔

۲) لما فی الدر المختار وکذا یطهر محل نجاسة (مرئیة)......... (بقلعها)......أی بزوال عینها واثرها ولوجمرة أوبما فوق ثلاث فی الاصح کتاب الطهارة ۱/۵۸۹ طبع مکتبه رشیدیه جدید۔
وکذا فی الجزء الاول من الجوهره النیرة وبهامشه اللباب فی شرح الکتاب للمیدانی ۱/۴۶ طبع میر محمد کتب خانه کتاب الطهارة باب النجاسة۔
وکذا فی الجوهرة کتاب الطهارت باب الانجاس ۱/۴۶ طبع میر محمد کتب خانه۔

ضرورت نہیں۔ حافظ صاحب کو اس بارے میں سستی اور جھوٹ سے کام نہیں لینا چاہیے اور حافظ صاحب کو غلط بیانی پر توبہ تائب ہونا چاہیے۔ پھر اس کی امامت درست ہوگی [1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

غلط عقیدہ بیان کرنے والے خطیب کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک خطیب نے فضائل حسنین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہوئے کہا کہ حسنین شریفین بہشت میں ہم سب کے سردار ہوں گے۔ تمام اولیاء کے سردار ہوں گے اور تمام انبیاء کے سردار ہوں گے۔ اس موقعہ پر ان کو ٹوکا گیا کہ حسنین شریفین انبیاء کے سردار نہیں ہوں گے۔ خطیب صاحب نے ٹوکنے والے کو چپ کرا دیا اور کہا کہ تفسیر خازن اٹھا کر دیکھو مشکوۃ شریف میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے وہ دیکھو۔ لہٰذا مندرجہ بالا گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب عطا فرماویں۔ کیا یہ بات درست ہے کہ حسنین شریف جنت میں انبیاء کے سردار ہوں گے۔ اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز درست ہوئی کہ نہیں۔

﴿ج﴾

خطیب مذکور جاہل ہے۔ کسی تفسیر کی کتاب میں ایسا قول موجود نہیں ہے اور نہ ہی تفسیر خازن اور مشکوۃ شریف میں اس کا ذکر ہے۔ لہٰذا فوراً اس کو اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیے [۲] اور توبہ استغفار کرنا لازم ہے [۳]۔

---

۱) والذين اذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا الذنوبهم الآية: ۱۳۵، پاره ٤.
وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰٦ قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص: ۳۲۳ ايچ۔ايم۔ سعيد كراچى.

۲) واجتنبوا قول الزور الأية: سورة الحج آية: ۲۹ پاره ۱۷.

۳) لما فى قوله تعالى يايها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً الآية: سورة التحريم: ۸. لما فى صحيح المسلم شرح للنووى واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ۱/۳٥٤ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى رياض الصالحين الباب الثانى فى التوبة ۱/۱٥ طبع مدنيه لاهور.

ورنہ امامت سے علیحدہ کر دیا جائے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۵ محرم ۱۳۹۹ھ

غلط مسائل کی تبلیغ کرنے والے کی امامت کا حکم

وزیر اعلیٰ سرحد کی وساطت سے آپ کا یہ استفتاء ہمیں ملا۔ سوال میں امام مسجد مولوی عبد الرحمٰن صاحب پر مندرجہ ذیل الزامات کا ذکر ہے۔

مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے میں مصروف ہے، قرآن مجید غلط پڑھتا ہے، غلط مسائل کی تبلیغ کرتا ہے، جھوٹ سے کام لیتا ہے، تحریری معاہدہ سے منحرف ہو گیا ہے۔ وغیرہ

مسجد کی منتظمہ کمیٹی ومعتمد علیہ نمازی تحقیق کرلیں۔ اگر واقعی یہ الزامات درست ہیں تو ایسا شخص لائق امامت نہیں[۲]۔ اس کو امامت سے ہٹا دیا جاوے اور کسی معتمد علیہ دیندار حنفی المسلک عالم کو امام مقرر کر دیا جاوے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، ۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، شامی كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ-ایم-سعيد كراچی.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.
وكذا حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) لا ينبغی ان يقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لانه فی غيرها يجد إماماً غيره كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦۰ طبع ایچ-ایم- سعيد.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

۳) وفی فتاوی الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن.
وكذا فی الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ-ایم-سعيد.
وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

کفار ومشرکین کے جہنم میں دخول کا عقیدہ نہ رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مذکورہ ذیل باتیں کہنے والے پر شرعاً کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے۔ کیا ایسے انسان کو مسلمان سمجھا جائے یا اگر ایسا آدمی امام ہو تو اسے امامت پر باقی رکھا جاسکتا ہے۔ کہنے والے کے جملے یہ ہیں (۱) نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھیوں پر غلبہ کیسے حاصل کریں آپ نے فرمایا کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوں تو تم ان پر حملہ کردو۔ کفار نے ایسا ہی کیا تو کافی صحابہ قتل ہوگئے۔ پھر اس بات کو یہ رنگ دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے رحیم وکریم تھے کہ مشرکوں کو بھی صحیح مشورہ دیا کرتے تھے۔ (۲) قیامت کے روز جب حساب چل رہا ہوگا تو ابلیس رب العزت سے عرض کرے گا کہ اے اللہ تعالیٰ موافق وعدہ لاملئن جھنم کے آج جہنم کو انسان اور جنوں سے بھر دو حکم ہوگا کے چار اماموں سے فتویٰ لاؤ۔ ابلیس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں پہنچ کر دریافت کرے گا کہ اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ امام صاحب فرمائیں گے کہ مغصوب زمین میں اگر غاصب پودے لگائے پھر یہ مسئلہ قاضی کے پاس جائے تو قاضی کا فتویٰ یہ ہوگا کہ زمین تو مالک کو واپس دی جائے۔ رہے پودے تو وہ غاصب نکال کرلے جائے اب رہے اس مسئلہ میں بندے جو خدا کی ملک میں ہے۔ وہ تو سارے کے سارے بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ رہے اعمال کفر وشرک یا گناہ یہ شیطان کے ساتھ جہنم میں جائیں گے جو کے بمنزلہ پودے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کے جہنم میں فقط کفر وشرک اور گناہ جائیں گے۔ نہ وہ بندہ جو کہ کافر یا مشرک فاسق یا فاجر ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام میں داخل کرانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ لعلک باخع نفسک ان لایکونوا مؤمنین [1]۔ پھر انھیں کے قتل کی تجویز کفار کو بتلانا اسلام کی بنیاد کو اکھیڑنا نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسی بات کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرنا انتہائی بے وقوفی اور جہالت اور افترائے عظیم ہے [2]۔ کسی مسلمان آدمی کا قتل گناہ کبیرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے

---

۱) سورۃ الکھف آیۃ: ٦ پارہ ١٥ وکذا فی سورۃ الشعراء آیۃ: پارہ ١٩.

۲) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار رواہ الترمذی مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص: ٣٢ قدیمی کتب خانہ. وکذا فی صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ١/ ٢١ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

ہیں: الدنیا وما فیہا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم او کما قال [1] اورفرماتے ہیں: سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر [2] پھران واضح ارشادات کے بعدخودہی افضل المسلمین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل وقتال اوران کی مغلوبیت کا مشورہ کس طرح دے سکتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ) ایسی بات کا قائل دین سے عاری ہے اورمن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار [3] (الحدیث) کا مصداق ہے (۲) یہ بات محض جھوٹ، افتراء اورکفریہ کلام ہے۔ اس میں نصوص قرآنیہ محکمہ واحادیث صریحہ بکثرت وارد ہیں اوراس پراجماع امت ہے۔ کہ خودکفارومشرکین بذواتھم واشخاصھم واجسادھم خلودابدی کے ساتھ جہنم میں رہیں گے [4] مشرکین وکفار کے خلودابدی فی النار کا انکارکفر ہے [5]۔ ایسے شخص کی امامت جائزنہیں [6] اورنہ اس سے تعلقات رکھنا روا

---

۱) مشکوۃ المصابیح کتاب القصاص الفصل الثانی ص: ۳۰۰ طبع قدیمی کتب خانہ.

وکذا فی جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فی تشدید قتل المومن ص: ۲۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۲) مشکوۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم الفصل الاول ص: ٤١١ طبع قدیمی کتب خانہ.

وکذا فی جامع الترمذی باب ما جاء فی الشتم ۱۹/۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی.

۳) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولوآیۃ: وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار (مشکوۃ المصابیح) کتاب العلم الفصل الاول ص: ۳۲ طبع قدیمی کتب خانہ.

وکذا فی صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۲۱ قدیمی کتب خانہ.

٤) إن الذین کفروا وماتواوھم کفار أولئك علیھم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس أجمعین خالدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون سورۃ البقرہ آیۃ: ١٦٢.

٥) إذا أنکر آیۃ من القرآن أوسخر بآیۃ من القرآن وفی الخزانۃ اوعاب فقد کفر تاتارخانیہ کتاب احکام المرتدین فصل فیما یتعلق بالقرآن ٤٩٠/٥ طبع إدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ.

٦) لما فی حلبی کبیر وإنما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر عند أھل السنۃ أما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز أصلا کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص: ٥١٤ طبع سعیدی کتب خانہ.

وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ٥٦٢،٥٦١/١ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص: ۳۰۳ طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان.

ہے (۱)۔ بلکہ اس پر تجدید (۲) ایمان وتوبہ علی الاعلان لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۸ محرم ۱۳۷۹ھ

صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک امام مسجد ٹوپی کپڑے والی پہن کر امامت کراتا ہے۔ اس کو مقتدیوں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ آپ ٹوپی پر پگڑی باندھ کر امامت کرایا کریں مگر وہ اس چیز پر مصر ہے کہ میں تو ٹوپی پہن کر ہی امامت کراؤں گا۔ ٹوپی پہن کر یا ٹوپی پر پگڑی پہن کر میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ اگر وہ اس کو نہ مانے کہ میں پگڑی کے بغیر ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھاؤں گا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے کہ افضل کو چھوڑ کر ادنی کو فوقیت دیتا ہے۔

ٹوپی سے نماز پڑھنا نیز امامت کرنا جائز ہے۔ البتہ پگڑی سے نماز وامامت افضل ہے اور افضل پر عمل بہتر ہے (۳)۔ لیکن اگر وہ پگڑی ہونے کے باوجود ٹوپی سے نماز پڑھاتا ہے تو امام ایک جائز پر عمل کرنے کی

---

۱) فان هجرة أهل الاهواء والبدع واجبة على مر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق مرقاه المفاتيح كتاب الاداب باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات الفصل الاول ۲۳۱،۲۳۰/۹ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا في أوجزا لمسالك إلى مؤطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء في المهاجرة ۱۶۷/۱٤ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في فتح البارى على شرح البخارى كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲۱/۱۲ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان.

۲) وفي الهندية ما كان في كونه كفراً اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح بالتوبه والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط (الباب التاسع في احكام المرتدين) قبيل الباب العاشر في البغاة ۲۸۳/۲ مكتبه علوم اسلاميه چمن. وكذا في مجمع الانهر باب المرتد ٤۹۰/۲ طبع غفاريه كوئٹه.
وكذا في شرح للنووى صحيح المسلم كتاب التوبة ۳٥٤/۲ طبع قديمى كتب خانه.

۳) وقد ذكروا أن المستحب يصلى في قميص وإزار وعمامة لا يكره الاكتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما إشتهر بين العوام من كراهته ذالك عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية. كتاب الصلوة ۱۹۸/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في فتاوى اللكنوى المكروهات المتفرقة ص:۲۹۸ طبع مكتبه حبيبه كانسى روڈ كوئٹه.

وجہ سے مستحق اعتراض نہیں ہے اور مقتدیوں کو بار بار کہنا اور پگڑی سے امامت کرانے پر اصرار کرنا' اس کے خلاف استفتاء حاصل کرنا اور پھر اس کے ذریعہ سے اسے پہننے پر مجبور کرنا اور نہ پہننے پر ملامت کرنا ایک خلاف اولیٰ پر ہرگز جائز نہیں امام کا احترام اس سے زیادہ ہے [1]۔ فقط واللہ اعلم

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تمام اصحابِ رسول پر فضیلت دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد اگر لوگوں کو اس طرح کی ہدایت کرے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت عثان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ ان سارے اصحاب سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بلند ہے۔ بلکہ یہ بھی ساتھ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے اصحاب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ کیونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے لکھ کر دیا تھا کہ آپ ہمارے غلام ہیں اور اصحاب رسول نے سند سمجھ کر اپنے پاس لکھا ہوا خط قبر تک موجود رکھا۔ کیا ایسے عقائد رکھنے والے امام مسجد کے پیچھے اہل سنت والجماعت کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور اگر یہی امام مسجد ایک مطلقہ عورت کی عدت طلاق ختم ہونے سے پہلے دوسرے خاوند ہونے والے کے گھر بٹھا دیوے اور وہ کئی دن تک عورت مرد اکٹھے کھاتے پیتے رہیں تو ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ حالانکہ مولوی صاحب خود جانتے ہیں کہ جب تک عدت ختم نہ ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ مطلقہ عورت نہیں رہ سکتی اور پھر یہی مولوی صاحب حکم دیتے ہیں۔ بلکہ خود لے جا کر اس شخص کے گھر مطلقہ عورت کو رہنے پر مجبور کر کے کچھ عرصہ تک اس کے گھر میں رہائش کراتے ہیں۔ اس قسم کے مولوی صاحب کے متعلق علماء دین کیا حکم فرماتے ہیں۔

سوال میں درج کیا گیا عقیدہ ایک غلط عقیدہ ہے۔ اہل سنت حضرات کا متفقہ اور مسلمہ عقیدہ یہ ہے کہ

---

۱) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا ويأمر بالمعروف وينه عن المنكر رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب كتاب باب السلام ص:٤٢٣ طبع قديمي كتب خانه.

حضرات شیخین بلکہ خلفاء راشدین تمام امت سے افضل ہیں (۱)۔ اس طرح کی ضعیف اور موضوع روایات سے استدلال کرنا علم کی نہیں بلکہ جہالت کی دلیل ہے۔ ایسے شخص کو امام نہ رکھا جائے۔ بلکہ فوراً معزول کر کے (۲) کسی معتمد صحیح العقیدہ عالم کو امام مقرر کیا جائے (۳)۔ ساتھ ہی عدت والی عورت کو کسی اجنبی شخص کے گھر میں بٹھانا بھی سخت گناہ ہے (۴)۔ لیکن تحقیق ضروری ہے کہ کیا واقعی امام مذکور نے یہ حرکت کی ہے یا ایسے خیالات کی اشاعت کی ہے یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غلط مسائل بتانے والے کا امام بننا

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا ایک نابالغ لڑکی سے نکاح ہوا۔ کچھ عرصہ (چھ ماہ) بعد لڑکی کی والدہ بیوہ ہوگئی ہمارے امام مسجد نے فتویٰ دیا کہ نابالغ کو طلاق دے کر اس کی والدہ کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے۔ لہٰذا عمل درآمد کرایا گیا۔ اب اس بیوہ مذکورہ جس کا نکاح شخص مذکور سے کر دیا گیا حاملہ ہے۔ ہمارے علاقہ کے رواج کے مطابق اس شخص نے اس بیوہ عورت کے رشتہ داروں کو رشتہ دیا۔ اب علماء کرام اس نکاح کو حرام کہتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر حرام ہے تو مولوی صاحب کو کیا سزا ملنی چاہیے اور یہ نماز پڑھانے کے قابل ہے یا نہیں اور ان اشخاص کے متعلق کیا کیا جائے۔ بینوا توجروا

---

۱) ومنها تفضيل سائر الصحابة بعد الاربعة رضى الله عنهم فقال أبو منصور البغدادى ....أجمع أهل السنة والجماعة على أن أفضل الصحابة أبوبكر فعمر فعثمان فعلى فبقية العشرة المبشرة بالجنة الخ ـ تفضيل سائر الصحابة شرح فقه اكبر، ص:۱۱۹ طبع قديمى كتب خانه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، شامى كتاب الصلوة باب الإمامة (شامى) ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ايم ـ سعيد كراچى. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۳) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه. وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۵۵۷، ۵۵۸ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد . وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۴) الدر المختار الخلوة بالاجنبية حرام إلا لملازمة مديونة هربت الخ، كتاب الحظر والاباحة فصل فى النظر والمس ۶/ ۳۶۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى الاشباه والنظائر كتاب الحظر والاباحة ص:۲۸۲ طبع قديمى كتب خانه.

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام مسجد نے غلط فتویٰ دیا۔ ساس کے ساتھ نکاح حرام ہے[۱] چاہے لڑکی نابالغ غیر مدخولہ ہو۔ اس شخص کو فوراً بیوہ سے الگ کر دینا لازم ہے۔ مولوی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کم علمی اور جہالت کی بناء پر دیا ہے۔ مولوی صاحب کو اب توبہ کرنا لازم ہے اور آئندہ کے لیے اس پر ضروری قرار دیا جائے کہ علم دین حاصل کرے۔ علماء فتویٰ سے میل جول رکھے[۲] تاکہ صحیح معنوں میں امام بن سکے۔ اگر وہ اس کے لیے تیار نہ ہو تو اسے امامت سے الگ کر کے کوئی دین دار اور عالم دین شخص کو امام بنا دیا جائے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے تحقیق فتوے لگانے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ جو شخص غیر مقلد کو مسلمان کہے اور اس کے پیچھے نماز درست سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ مولوی صاحب کو بہت کچھ کہا گیا ہے کہ یہ حکم نہ لگائیں۔ اس سے توبہ کریں لیکن مولوی صاحب اپنی بات پر جما ہوا ہے اور توبہ نہیں کرتا کیا اس مولوی صاحب کو امام مسجد مقرر کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

---

۱) حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم واخواتكم وعمتكم وخلتكم وامهتكم التى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وامهات نسائكم الآيه۔ سوره نساء: ۲۳۔

لما فی الدر المختار (و)حرم المصاهرة بنت زوجته الموطوئة وأم زوجته) كتاب النكاح فصل فى المحرمات ۳/۳۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

۲) فاسئلوا اهل الذكر إن كنتم لا تعلمون سورة الانبياء آية:۷.

۳) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.

وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۵۵۷،۵۵۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

اگراس بات کا یقین ہو کہ غیر مقلد مذکور ہمارے مذہب کے تمام شرائط وارکان وواجبات وسنن نماز کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے اقتداء کرنا بلا کراھت درست ہے اور یہ یقین ہو کہ شرائط وارکان نماز کی رعایت نہیں کرتا تو اس کی اقتداء کرنی درست نہیں اور اگر یہ یقین ہو کہ واجبات کی رعایت نہیں کرتا یا رعایت وعدم رعایت کا کوئی پتہ نہ ہوتو اس کی اقتداء کرنا مکروہ ہے۔قال فی الدر المختار [1] **ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمھا لم یصح وان شک کرہ۔**

چونکہ مندرجہ بالا تفصیل ہے اس لیے غیر مقلد کے پیچھے نماز درست نہ سمجھنے والے کو بے ایمان کہنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ غیر مقلد کی امامت میں مندرجہ بالا تفصیل ہے۔ البتہ ایسے شخص کو امام مقرر کرنا بغیر توبہ کیے مصلحت شرعیہ کے خلاف ہے اور مکروہ ہے [۲]۔ لہٰذا بغیر توبہ تائب ہوئے مقرر نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی حرکات کرنے والے کی امامت کا حکم جن سے شبہات پیدا ہوتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عنایت پور بستی کی جامع مسجد میں جو امام مسجد مقرر ہیں۔بستی کے مقتدیوں کو امام کی کچھ خامیاں نظر آئیں۔جن کا امام مسجد بھی اقراری ہے۔اس لیے ان خامیوں کے بارے میں فتوی دریافت ہے۔حرکات یہ ہیں (۱) ۱۲‘۱۳ سالہ بچے سے گھٹنوں سے اوپر تک ٹانگیں دبوانا۔ جب کہ بچے دوسرے قریباً ۷‘۸ گز کے فاصلے پر چراغ جلا کر فرش پر قرآن کریم پڑھ رہے ہوں اور اس فاصلہ

---

۱) لما فی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۵۶۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۵۱۶ طبع سعیدی کتب خانہ.
وکذا فی التاتارخانیہ کتاب الصلوۃ من ھو احق بالامامۃ ۱/۶۰۱،۶۰۲ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ.

۲) ویکرہ ان یکون الامام فاسقا ویکرہ للرجال ان یصلوا خلفہ تاتارخانیہ کتاب الصلوۃ من ھو أحق بالامامۃ ۱/۶۰۳ طبع إدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ. وکذا فی در المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۵۵۹ طبع سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۶۱۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

کے درمیان کوئی پردہ کی آڑ نہ ہو اور امام مسجد چارپائی پر لیٹ کر اس عمل میں مشغول ہوں۔(۲) ۶،۷ سالہ بچے کو اس طریقہ کا پیار کرنا کہ بچے کی گال پر دانت کے نشان پڑ جائیں۔(۳) ان بچوں کے ساتھ اس قسم کے مذاق کرنا کہ امام مسجد ان بچوں کے اوپر اتنا پانی پھینکے کہ بچوں کے کپڑے تمام تر ہو جائیں اور بچے امام مسجد پر پانی پھینکیں اس طریقہ سے کھیلنا۔(۴) امام مسجد کا ایک جھوٹ ثابت ہوا کہ جن دنوں میں امام مسجد صاحب مسجد ہذا میں تشریف لائے۔مقتدیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں انھوں نے جواب دیا میں شادی شدہ نہیں ہوں اکیلا ہوں۔ مجھے صرف روٹی کپڑے کی ضرورت ہے لیکن ابھی چند دن ہوئے ان کے والد صاحب آئے تھے ان سے زبانی معلوم ہوا کہ ان کا نکاح ہو چکا ہے۔صرف چار ماہ تک رخصتی ہونی ہے اس سے امام مسجد اقراری ہو چکے ہیں کیونکہ ایک حرکت پیشتر کر چکے تھے۔معافی دے کر سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ ایسی حرکات نہ ہونی چاہئیں لیکن اب پہلے سے زیادہ حرکات کی گئیں اور اس وقت بھی امام مسجد صاحب معافی کے خواستگار ہیں۔اس لیے ہم اہالیان بستی اب قرآن کریم کے فیصلہ پر متفق ہوتے ہیں۔

﴿ج﴾

جب امام معافی کا خواستگار ہے اور نادم ہے تو اس کی امامت جائز ہے[1]۔ امام پر لازم ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کی حرکات ہرگز نہ کرے[2] جو شرعاً منع ہوں یا جس سے لوگوں میں شبہات پیدا ہوں۔ امام کو دیندار صالح اور متقی ہونا چاہیے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) لما فی قوله تعالی والذین إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذکروا الله فاستغفروا لذنوبهم الآیة: ۱۳۵ سورة آل عمران. مشکوة المصابیح عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له مشکوة المصابیح باب التوبة والاستغفار، ص ۲۰۶، قدیمی کتب خانه.

وکذا فی ابن ماجه باب ذکر التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ ایچ۔ایم۔ سعید کراچی.

۲) یایها الذین آمنوا توبوا الی الله توبة نصوحاص الآیة: سورة تحریم ۱۸.

لما فی صحیح المسلم شرح للنووی واتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا یجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کتاب التوبة ۳۵۴/۱ طبع قدیمی کتب خانه. روض الازهر فی شرح فقه اکبر وفی الشریعة هی الندم علی المعصیة من حیث هی معصیة مع عزم أن لا یعود تعریف التوبة ومراتبها ص:۴۳۵ طبع دارالبشائر الاسلامیه.

۳) وفی فتاوی الارشاد: یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۶۰۰/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم. وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۵۵۷/۱،۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۲۳۹/۱ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

غلطی سے نکاح درج کردینے پر تائب شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی رجسٹرار نکاح نے مقدمہ تنسیخ شدہ کا کسی مغالطہ پر نکاح درج کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اندراج کو خطا سمجھ کر مسجد میں لوگوں کے سامنے توبہ تائب اور نادم ہوا۔ ایسے مولوی کی اقتداء نماز میں جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی غلطی سے اس نے ایسا کام کر لیا ہے اور پھر معلوم ہو جانے پر صدقِ دل سے توبہ تائب ہو گیا ہے تو بنا بر حدیث پاک التائب من الذنب کمن لا ذنب له ۔ یہ شخص امامت کا اہل ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مسجد کے چندہ سے کچھ رقم چھپا لینے کے بعد توبہ کر لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد کا امام ہے اور اس کی تنخواہ بھی مقرر ہے اور جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد چندہ برائے مسجد کیا جاتا ہے۔ امام مذکور نے اس چندے میں سے دو تین دفعہ کچھ پیسے چھپا لیے اور اس کا اعتراف بھی کر لیا اور مقتدیوں سے معافی بھی مانگ لی۔ تو کیا اب جب کہ اس نے توبہ کر لی اور معافی مانگ لی تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ امام مذکور اگر صدق دل سے توبہ تائب ہو چکا ہے اور جو رقم مسجد کی اس نے اٹھائی ہے۔ وہ مسجد کے چندہ میں جمع کرا دے تو اس کی امامت درست ہے۔ التـائب مـن الذنب

---

۱) وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه الآية ۸۲ پاره ۱۶ .

وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمي كتب خانه.

وكذا في ابن ماجه باب بالتوبة والاستغفار ص:۳۳۳ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچي.

كمن لاذنب له. الحدیث [1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

بدکاری کے ارتکاب کے بعد تائب شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد زنا کا مرتکب ہوا ہے بستی والوں نے اسے بستی سے عرصہ دو سال تک نکال دیا عرصہ دو سال کے بعد وہ توبہ تائب ہوا کہ آئندہ میں ایسا فعل ہرگز نہ کروں گا اور توبہ اور معافی کا اظہار بر سر اجلاس کیا اب بعض لوگ اس کی امامت سے متنفر ہیں اور بعض راضی کیا اب وہ شخص از روئے شرع شریف بعد از توبہ قابل امامت ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر شخص مذکور تائب ہو گیا ہے اور اس میں اخلاص و راستبازی کے آثار ظاہر ہیں اس کی حرکات چال چلن سے یہ معلوم ہو کہ اس کی توبہ حقیقت پر مبنی ہے اور وہ واقعی اپنے کیے پر نادم ہے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں [2] اور اگر آثار اخلاص کے ظاہر نہیں تو اسے احتیاطاً امام نہ بنایا جاوے [3]۔ منصب امامت کے لیے کامل تقویٰ کی ضرورت ہے [4]۔ البتہ اس سے نفرت بھی نہ کی جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) مشكوة المصابيح باب التوبة الاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب بالتوبة والاستغفار ص:۳۳۳ طبع ايج ـ ايم ـ سعيد كراچى.

۲) والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفرو الذنوبهم الأية: ۱۳۵ سورة آل عمران
عن ابن مسعود رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص:۳۳۳ طبع ايج ـ ايم ـ سعيد كمپنى.

۳) لا ينبغى للقوم أن يقتدى بالفاسق إلا فى الجمعة لانه فى غيرها يجد إماما غيره رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايج ـ ايم ـ سعيد وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مكتبه رشيديه.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة :۵۱۴ طبع سعيد كتب خانه.

٤) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب كتاب الصلوة باب الامامة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ تاتارخانيه طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه .
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع ايج ـ ايم ـ سعيد كراچى.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

ناجائز چندہ جمع کرنے کے الزام کے بعد امامت کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید جو کہ حافظ قرآن ہے وہ ایک مسجد میں عرصہ آٹھ سال سے امام و مدرس ہے۔ آج تک اس سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی اور مقتدیوں کا اس پر پورا اعتماد ہے۔ یہی زید ایک مدرسہ کا ناظم بھی ہے۔ تقریباً مدرسہ ہذا میں آٹھ سال سے مدرس ہے اور نظامت بھی اس کے سپرد رہی اس کام کو ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ تک ایمانداری سے کرتا رہا۔ ذاتی دشمنی کی وجہ سے اس پر ایک آدمی نے الزام لگایا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مدرسہ ہذا کا چندہ اکٹھا کرتا تھا تو جو رسید بک اس کو دی گئی تھی وہ ختم ہوئی اور اس کی رقم بھی مدرسہ میں جمع کرادی اور پھر رمضان شریف میں رسید بک نہ ہونے کی وجہ سے ایک پرانی رسید بک پر جو پہلے ہی اس کے پاس تھی چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ انتظامیہ کو اطلاع دیے بغیر اور جو چندہ جمع کیا تھا۔ وہ مدرسہ کے حوالہ کر دیا۔ اس پر اس کے ایک مخالف نے مشہور کر دیا کہ حافظ صاحب ایک ناجائز رسید بک پر چندہ جمع کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بھی مدرسہ کی چھپی ہوئی رسید بک ہے اور اس پر ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ تو مدرسہ والوں نے باعزت طور پر اس کو رخصت کر دیا۔ تو اس حافظ کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اس شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

---

۱) والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى (والاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في حلبي كبير ان العالم اولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

مرزائیوں کے خلاف تحریک میں جیل جانے کے بعد معافی پر رہائی حاصل کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک کے امام مسجد صاحب جو کہ عالم فاضل ہیں اور ان میں امامت کی صلاحیت بھی ہے' مظاہر العلوم سہارن پور کے مستند بھی ہیں وہ تحریک خلاف مرزائیت سترہ میں رضا کاروں کے ساتھ جیل میں گئے تھے۔ پھر وہ معافی مانگ کر باہر آ گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں بیمار تھا اور بیماری کی وجہ سے میں معذور تھا۔ اب چند لوگوں کو یہ بہانہ مل گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ' دریافت طلب یہ امر ہے کہ جن لوگوں نے معافیاں مانگی تھیں وہ مسلمان ہیں یا نہیں اور ان کی امامت نماز شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر امام مذکور میں اور کوئی خلاف شرع باتیں نہ ہوں تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم۔

ایسے استاذ کی امامت کا حکم، جس نے طلبہ کو مباح کام کا حکم دیا اور طلبہ مباح سے تجاوز کر گئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے لیکن زید نے اپنے متعلمین سے یہ کہا کہ اپنا سالن وغیرہ پکانے کے لیے ڈسٹرکٹ بورڈ کی حدود میں جو درخت ہیں ان درختوں کی سوکھی ہوئی شاخیں لا کر جلا لیا کرو۔ زید نے یہ مباح سمجھ کر اپنے متعلمین سے کہا تھا۔ مگر متعلمین بجائے شاخوں کے موٹی لکڑیاں کاٹ کرلانے لگے اور جلانے میں استعمال کرنے لگے۔ اس واقعہ پر بکر نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ زید جو کہ امام مسجد ہے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ زید نے اپنے متعلمین کو چوری کا حکم دیا ہے۔ لیکن

---

۱) والاحق بالامامة ...... (الاعلم باحكام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔

وكذا في حاشية الطحطاوی على مراقی (الاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة فصل فی الامامة ص:۲۹۹،۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فی حلبی كبير ان العالم اولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

زید اس چیز سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے اور اس طرح ڈسٹرک بورڈ کی حدود سے لکڑیاں کاٹ کر لانے کو خود بھی ناجائز سمجھتا ہے۔لیکن بکر اپنی بات پر مصر ہے اور ایک ہی مسجد میں دوسری جماعت علیحدہ کھڑی کر کے مسلمانوں میں جدائی ڈالنے کا سبب بن رہا ہے۔فتویٰ کیا ہے۔

﴿ج﴾

بہر صورت جب تک زید مسجد کا امام ہو اور اسے معزول نہ کیا گیا ہو اس وقت تک اس کی اجازت کے بغیر دوسرا کوئی شخص امام بننے اور مسجد میں جماعت ادا کرنے کا مجاز نہیں ہے (۱) اور یہاں تو امام مسجد پر بظاہر کوئی الزام ہی نہیں ہے۔ جبکہ امام صاحب اس الزام کی تردید کر رہا ہے۔ بہر صورت مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا حد سے زیادہ برا فعل ہے (۲)۔اس سے تو بہر حال اس امام کے پیچھے ہی نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فسق وفجور سے توبہ کر لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی دین محمد ولد امام دین جو ۲۰ سال سے لے کر ۳۵ سال کی عمر تک ارتکاب کبائر کرتا رہا جس کے چند گناہ درج ذیل ہیں۔ایک قتل بے گناہ اور عورت کو طلاق دینے کے بعد گھر میں رکھا اور کچھ عرصہ بعد نکال دیا۔جھوٹی گواہیاں دینا اور بیل جو اس کے کھیت میں جاتا ہے اس کو وہاں ہی مار دیتا تھا۔صغیرہ گناہوں کی تو کوئی انتہا نہیں بعد ۳۵ برس کے اس نے تمام گناہوں سے توبہ کر کے علم دین حاصل کرنا شروع کیا۔چند سال کے بعد قرآن مجید مع قرأت حفظ کیا۔اب اس نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی تائب ہوا ہے۔صرف مقتول کے وارثوں سے معافی نہیں مانگتا اور ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھتا اپنے گاؤں کے تمام مولوی صاحبان سے علمی فوقیت رکھتا ہے۔صاحب جائیداد (غنی) ہے۔گاؤں کی جامع مسجد میں امام اور خطیب کی ضرورت ہے۔اب کیا از روئے شریعت یہ شخص امامت وخطابت کے فرائض سر انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

۱) الدر المختار (وعلم ان صاحب البيت) ومثله امام المسجد الراتب (أولى بالامامة من غيره)مطلقاً كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۲۹۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۲) قوله تعالى والفتنة أكبر من القتل الآية : ۲۱۷.

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ گناہ متعدد قسم کے ہوتے ہیں بعض گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے اور بعض کا حقوق العباد سے ہر ایک گناہ سے توبہ کرنے کی نوعیت کچھ مختلف سی ہے- اگر حقوق اللہ میں سے کسی فریضہ مثلاً نماز کا تارک وغیرہ رہا ہے تو اس سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر پشیمان اور نادم ہو کر رب سے معافی مانگ لے اور اس فریضہ کی قضا لائے[1]- اور اگر کسی حرام کام کا ارتکاب کر چکا ہے تو آئندہ کے لیے اس کے ترک کا پختہ عزم کرنا کافی ہے[2]- اور اگر حقوق العباد سے متعلق ہے تو ایسی صورت میں رب تعالیٰ سے معافی مانگ لینے کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی توبہ کے لیے ضروری ہے کہ اس حق والے کا حق ادا کردے اور اس سے معافی مانگ لے[3]-صورت مسئولہ میں شخص مذکور اگر چہ دیگر لوگوں سے معافی لے کر حقوق معاف کرا چکا ہے لیکن اولیاء مقتول کا حق بدستور اس کے ذمہ باقی ہے لہٰذا جب تک ان سے معافی لے کر یہ حق معاف نہ کروالے یا کوئی صلح صفائی ان کے ساتھ نہ کرلے تب تک یہ توبہ نا کافی کہلائے گی اور وہ جامع مسجد کی امامت وخطابت کا اہل نہ بن سکے گا[4]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) روض الازهر شرح فقه اكبر ثم هذا إن كانت التوبة فيما بينه وبين الله كشرب الخمر وأما إن كانت عما فرّط فيه من حقوق الله كصلوة وصيام وزكاة وتوبته أن يندم على تفريطه أولاً ثم يعزم على ان لا يعود أبدً الخ(تعريف التوبة ومراتبها وأمثلة عليها ص:٤٣٥ طبع دارالبشائر الاسلاميه لما في موسوعة الفقيهة أن للتوبة اربعة شروط الاقلاع عن المعصية حالا والندم على فعلها في الماضي، والعزم عزماً جازماً أن لا يعود إلى مثلها أبداً الخ ـ باب التوبة. ١٤/١٢٠ طبع المكتبة الحقانية وكذا في شرح المسلم للنووي كتاب التوبة ٢/٣٥٤ طبع قديمي كتب خانه.

۲) وهو ان يكون مع العزم على عدم العود أبدًا تعريف التوبة ومراتبها وأمثلة عليها ص:٤٣٦ ، اوض الازهر شرح فقه الاكبر طبع دارالبشائر الاسلامية.
وكذا في موسوعة الفقهية باب لاتوبة ١٤/١٢٠ طبع المكتبة الحقانية.

۳) روض الازهر في شرح فقه الاكبر وإن كانت عما يتعلق بالعباد،فان كانت من مظالم الاموال فتتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه الخ تعريف التوبة ومراتبها وأمثله عليها ص:٤٣٦ طبع دارالبشائر الاسلامية . وكذا في موسوعة الفقهية التوبة بمعنى الندم على ما مضى والعزم على عدم العود لمثله لا تكفي لاسقاط حق من حقوق العباد...... لا يتخلص من المسئالة بمجرد الندم والاقلاع عن الذنب والعزم على عدم العود بل لا بد من رد المظالم وهذا الاصل متفق عليه وكذا في شرح للنووي المسلم كتاب التوبة ٢/٣٥٤ طبع قديمي كتب خانه.

٤) وقوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا الخ كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ-ايم-سعيد.
وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقره آيت ٢٦، ١/٢٨٤ طبع دارأحياء التراث العربي.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في بيان من هو أحق بالامامة ص:٣٠٣طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

نامرد ہوجانے والے اور زنا سے توبہ کرنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء مسئلہ ذیل میں کہ: (۱) ایک شخص پیدائشی مخنث نہیں لیکن بعد میں کسی بیماری کی وجہ سے یہ شخص مذکور نامرد ہوگیا یعنی عورت کے قابل نہیں رہا۔ ویسے یہ شخص نیک بھی ہے اور اہل علم وفضل بھی ہے۔ کیا اس شخص کو مستقل امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا لوگوں کی نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص بہت بڑا زانی ہے یہاں تک کہ اس شخص نے کسی قسم کا زنا بھی نہیں چھوڑا یعنی زنا کی کوئی ایسی قسم نہیں کہ اس شخص نے چھوڑی ہو۔ لیکن شریعت کے باقی احکام بجالاتا ہے۔ یعنی نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے اور قدرے اہل علم بھی ہے۔ اگر یہ شخص خالص دل سے توبہ کرلے اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ ایسا کبھی نہیں کروں گا تو کیا یہ شخص مستقل طور پر لوگوں کا امام بن سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے پیچھے لوگوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟ سائل خادم العلماء بشیر احمد

﴿ج﴾

(۱) یہ شخص امام بن سکتا ہے اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں[۱]۔

(۲) خالص توبہ کرنے کے بعد یہ شخص امام بن سکتا ہے[۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) وفی فتاوی الارشاد یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب تاتارخانیه کتاب الصلوة باب الامامة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه .

وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷،۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔ سعید کراچی.

وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

۲) والذین إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذکروا الله فاستغفروا الذنوبهم الآیة ۱۳۵، سورة آل عمران.

وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال: رسول الله صلی الله علیه وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له مشکوة المصابیح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا فی ابن ماجه باب ذکر التوبة والاستغفار ص:۳۳۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی .

کیا مردے نہلانے کا کام کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ میت کو نہلانے کا اجر کتنا ہے اور میت کو غسل دینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے اندر اختلاف ہوگیا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ اس کو تمام گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور ایک کہتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ سائل فتح محمد وبازی

﴿ج﴾

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میت کو غسل دینے میں بہت ثواب ہے حتیٰ کہ جب کوئی دوسرا نہ ہو تو وہاں فرض ہو جاتا ہے[1] اور خلوص کے ساتھ للہ کسی مسلمان کی خدمت کرنے کی غرض سے غسل دینا بہت نیک کام ہے لیکن اس کو پیشہ بنا کر ذریعہ معاش بنا لیا جاوے تو جہاں جہاں اس پیشہ کرنے والے کو حقیر اور ذلیل سمجھا جاوے وہاں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی[2]۔ لہٰذا اصول میں دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔ واللہ اعلم۔

مردہ شوئی کا کام کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص زید امام مردہ شوئی کا کام کرتا ہے۔ تو کسی نے کہا کہ مردہ شو امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اب استفسار یہ ہے کہ کیا یہ درست ہے۔

خالد نے کہا کہ امام مسجد اگر مردوں کو غسل دے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت و بلاشبہ جائز ہے۔ مردہ کو غسل دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ غسل کی اجرت بھی جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ اجرت نہ لی جاوے۔ لہٰذا امام مذکور کو حقارت سے نہ دیکھا جائے اور اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے۔

---

۱) والافضل أن يغسل الميت(مجاناً فإن ابتغى الغاسل الاجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا لتعينه عليه كتاب الصلوة باب الجنائز الدر المختار ۲/۱۹۹ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.
وكذا في فتاوى العالكيريه كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون فى الجنائز الفصل الثانى فى الغسل ۱/۱۵۹ طبع مكتبه رشيديه. وكذا فى البحر الرائق كتاب الجنائز ۲/۳۰٤ رشيديه كوئته.

۲) على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ- ایم- سعید کراچی. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص:۳۰۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

عرف کے بدلنے سے بعض احکام بدل جاتے ہیں۔تتغیر الاحکام بتغیر الزمان (شامی)۔
بے شک پہلے اچھے لوگ اچھے لوگوں کو غسل دیتے تھے۔صحابہ تابعین تبع تابعین میں یہ رواج تھا۔مگر پیشہ نہ تھا۔اب بھی ایسا ہوتا ہے۔اچھے لوگوں علماء حقانی صوفیاء کرام اولیاء اللہ کو غسل دینے میں بڑے بڑے اچھے لوگ شریک ہوتے ہیں لیکن بطریق پیشہ نہیں بلکہ ثواب اور برکت حاصل کرنے کے لیے غسل دینے میں شریک ہوتے ہیں۔مگر مردہ شوئی کا پیشہ اختیار کر لینے والے کو حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے۔تعظیم و تکریم نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں لہٰذا امام مسجد کے لیے جائز نہیں کہ مردہ شوئی کا کام کرے۔قدوری کے حاشیہ میں مضمرات سے نقل کیا گیا ہے۔ولایجوز لامام الحی ان یغتسل للمیت الخ. لہٰذا امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر نہیں کراہت سے خالی نہیں۔اب استفسار یہ ہے کہ دونوں مولویوں میں سے کس مولوی صاحب کا قول معتبر ہے تاکہ اس پر عمل کیا جاوے۔بینواوتوجروا

ج

اموات کو ائمہ مساجد غسل دلائیں یہ درست ہے۔حقیر جاننے والے بے وقوف ہیں[1]۔امام تو کچھ مسائل جانتا بھی ہے صحیح غسل دے گا۔امام سے غسل بند کراتے ہیں تو دوسرے پیشہ ور تو بالکل ہی غلط ملط غسل دیں گے۔اب رہی بات پیشے والے کی تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ امام کو اتنی تنخواہ دیں کہ اس کو للہ فی اللہ انجام دے سکے۔ایک فعل حسن کو اپنے غلط طرز عمل کے باعث اہانت بنانے کے اہل محلہ خود ذمہ دار ہیں۔واللہ اعلم۔

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ دار العلوم کراچی

الجواب صحیح بندہ محمد شفیع

المجیب مصیب ای ور بی انہ الحق فاضل حبیب اللہ ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال

رمضان ۱۳۹۲ھ

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دور جہالت کا ہے اور لوگ دین سے غافل ہو رہے ہیں۔پس بہتر یہی ہے کہ وارثان میت اپنی میت کو غسل دیں جیسا کہ بہشتی زیور وغیرہ میں طریق غسل و کفن تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔مگر بوجہ جہالت و نادانی اگر لوگ اس فریضہ کو انجام نہ دیں اور ائمہ مساجد غسل دیں تو کوئی حرج نہیں کہ جب احتیاط سے کام کریں اور کپڑے و بدن کو صاف ستھرا رکھیں اور اجرت لینا بھی جائز ہے[2]۔پس ایسے ائمہ

---

۱) كما في الدر المختار: ريجب اى يفرض على الاحياء المسلمين كفاية اجماعا ان يغسلوا...... الميت المسلم، كتاب الطهارة، ۱/۱٦۷، سعيد كراچى۔

۲) والافضل أن يغسل الميت مجاناً فإن ابتغى الغاسل الاجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا لتعينه عليه الخ رد المختار كتاب الصلوة باب الجنائز ۱۹۹/۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى۔وكذا فى فتاوى العالكيريه كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون فى الجنائز الفصل الثانى فى الغسل ۱۵۹/۱، ۱٦۰،طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا فى البحر الرائق كتاب الجنائز ۳۰٤/۲ رشيديه كوئٹه۔

مساجد کے پیچھے نماز جائز ہے(۱)۔

مردے نہلانے کے کام کو اپنی ڈیوٹی قرار دینے والے کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کے ایک آدمی نے مردے نہلانے کا کام اپنے ذمے کر رکھا ہے۔ اور وہ موضع کے مردے کو غسل دینا اور نہلانا اپنی ڈیوٹی اور اپنے لیے ملکیت کر رکھی ہے۔ کیا اس آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا یا جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ یہ بات بھی ہے اگر کوئی آدمی اس مولوی سے مردہ نہلوائے یعنی غسل کا کام نہ کرائے تو مولوی صاحب ان سے بائیکاٹ کر دیتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(ج)

مردہ کو غسل دینا جائز کام ہے۔ خواہ اجرت لے کر خواہ بلا اجرت۔ درمختار میں ہے(۲)۔ (والافضل ان يغسل) الميت (مجانا فان ابتغى الغاسل الاجر جاز' ان كان ثمة غيره والا لا) . لتعينه عليه وينبغي ان يكون حكم الحمال والحفار كذالك سراج .

لہذا اس کی امامت درست ہے' لیکن اگر وہ کسی اور کو غسل دینے کی اجازت نہیں دیتا اور کسی اور کے غسل دینے کی صورت میں اس کے ساتھ بائیکاٹ کر دے یا جو ان سے مردہ نہ نہلائے ان سے بائیکاٹ کر کے بول چال بند کر لیتا ہے تو مومن کے ساتھ بلا وجہ شرعی قطع تعلق فسق ہے(۳) اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ لہذا اس کی

---

۱) والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ
الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى (فالاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فى حلبى كبير ان العالم اولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/۱۹۹ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
وكذا فى فتاوى العالكيريه كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ۱/۱۵۹، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى البحر الرائق كتاب الجنائز ۲/۳۰٤ رشيديه كوئٹه.

۳) عن ابى أيوب الانصارى رضى الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال مشكوة المصابيح كتاب الاداب باب ما ينهى من التهاجر والتقاطع ص:٤۲۷ طبع قديمى كتب خانه كراچى. وكذا فى مرقاة المصابيح شرح مشكاة المصابيح والشارع إنما حرم المهاجرة المقيدة لا المطلقة مع أن فى إطلاقها حرجاً عظيماً حيث يلزم منه أن مطلق الغضب المؤدى إلى مطلق الهجران يكون حراماً كتاب الأداب باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات (الفصل الاول) ۹/۲۳۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

امامت مکروہ ہوگی[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو غسل دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر امام مسجد غسل میت دے تو جائز ہے یا نہیں اس کو ذرا تفصیل سے بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

اصل تو یہ ہے کہ مردے کو اس کے عزیز واقارب غسل دیں اگر کسی کو غسل دینا نہیں آتا تو اس کو سیکھنا چاہیے۔ باقی امام مسجد کا غسل دینا جائز ہے بلکہ اس صورت میں جب کہ کوئی دوسرا غسل دینے والا موجود نہ ہوتو واجب اور ضروری بھی ہو جائے گا[۲]۔ غسل کی اجرت لینا مختلف فیہ ہے اجرت نہ لینا بہتر ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولی حسن دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
الجواب صحیح محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
الجواب صحیح عبداللہ رائے پوری مدرس مدرسہ رشیدیہ ساہیوال

---

۱) علی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی. وكذا فی حلبی كبیر كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی كتب خانه.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۳۰۲ طبع دارالكتب العلمية بیروت.

۲) غسل الميت حق واجب علی الاحياء بالسنة وإجماع الامة كذا فی النهاية (هنديه) كتاب الصلوة الفصل الثانی فی الغسل ۱/۱۵۸ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه .
وكذا فی الشامیه قوله لتعينه عليه أی لانه صار واجبا عليه عينا ولا يجوز أخذا الاجرة علی الطاعة كالمعصية كتاب الصلوة باب صلوة الجنازة ۲/۱۹۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی منحة الخالق علی هامش بحر الرائق وعن ابی یوسف یفید أن الفرض فعل الغسل له منا حتی لو غسل لتعليم الغير كفی كتاب الجنائز ۲/۳۰۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) والافضل أن يغسل الميت(مجاناً فإن ابتغی الغاسل الاجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا لتعينه عليه الدر المختار كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/۱۹۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی فتاوی الهنديه كتاب الصلوة الباب الحادی والعشرون الفصل الثانی فی الغسل فی الجنائز ۱/۱۵۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/۳۰۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

الجواب بعون اللہ الوھاب:

میت کو غسل دینا ائمہ مساجد کے لیے موجب تحقیر واہانت ہرگز نہیں اگر لوگ محض اتنی بات پر ان کو حقیر سمجھتے ہیں تو ان کی جہالت ونادانی ہے۔البتہ ائمہ مساجد اس کو بطور ایک پیشہ کے اختیار کریں کہ اس کو کمائی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہوں تو اس صورت میں لوگ طبعاً اس کو حقیر سمجھیں گے اور یہ ضروری ہے کہ مقتدیوں کی نگاہوں میں امام مسجد ہر پہلو سے قابل احترام اور معزز ہو اور اگر یہ چاہتے ہوں کہ ہمارا امام واقعی معزز وقابل احترام رہے تو وہ اس کی اتنی مالی خدمت کریں اور ضروریت زندگی کے اعتبار سے مطمئن کردیں کہ وہ غسل میت کا ایک شرعی عمل کسی اجرت کے بغیر کیا کرے اور یقیناً ایک عالم دین یہ کام احسن طریقہ سے اور سنت کے موافق سرانجام دے گا۔غسل میت پر اجرت لینا فی نفسہ جائز ہے اور مقتدیوں کی بے توجہی اور کم توجہی سے امام مسجد مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اجرت لیتا اور یہ کام کرتا ہے۔اس لیے محض اس بنا پر حقیر سمجھنا اور اس کی اقتداء میں نماز مکروہ قرار دینا درست نہیں ایسے ائمہ مساجد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔کسی شیطان کے پیچھے لگ کر جماعت ترک نہیں کرنی چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی سیاج الدین کاکاخیل صدر مدرس ومفتی مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائل پور

۲ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

غسل دینا ایک اسلامی کام ہے غسل دینے سے ثواب ہوتا ہے اور بڑے بڑے بزرگوں نے غسل دیے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی غسل دیے پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ غسل دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔یہ بڑی جہالت ہے اگر جہلاء کے خیال کے مطابق غاسل کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ سمجھا جائے یا اس کو حقارت سے دیکھا جائے تو آئندہ مسلمانوں کو کوئی بھی غسل دینے والا نہیں ملے گا۔

غسل میت کا شرعاً حکم یہ ہے کہ میت کے ولی پر لازم ہے کہ وہ غسل دے اگر وہ غسل نہ دے تو کوئی نیک شخص متقی پرہیزگار ہو[1]۔ **ویستحب للغاسل ان یکون اقرب الناس الی المیت فان لم یعلم الغسل فاھل الامانة والورع کذا فی الزاھدی** . فتاویٰ عالمگیری **ھکذا فی صغیری** اور دیہاتوں میں امام مسجد سے غسل دلواتے ہیں۔چونکہ امام مسجد مسائل جانتے ہیں اور اپنی نظروں میں پرہیزگار ان کو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح طور پر غسل دیں گے اگر امام مسجد اجرت غسل کی لیں تو اجرت بھی جائز ہے گو بہتر نہیں۔ مگر جائز ہے[2]۔**والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان**

---

۱) كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون فى الجنائز وفيه فصول الفصل الثانى فى الغسل ۱۵۹/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى صغيرى كتاب الصلوة باب الجنائز ص: ۵۸۰ طبع سعيدى كتب خانه.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب الجنائز ۱۹۹/۲ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

وكذا فى فتاوى الهندية كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون فى الجنائز وفيه فصول الفصل الثانى فى الغسل ۱۵۹/۱، ۱۶۰، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجنائز ۳۰٤/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

كـان ثمة غيـره و الالا ترجمہ افضل یہ ہے کہ بغیر اجرت کے غسل دیا جائے۔اگر اجرت لے تو بھی جائز ہے۔ جبکہ کوئی اور بھی غسل دینے والا ہو ورنہ نہیں۔

میت کو نہلانے والے کی امامت کا حکم
کیا چالیس مردے نہلانے والا بہشتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دیکھا گیا ہے آج کل شہر سے باہر دیہات میں جو ملاں ہیں اکثر مردہ شوئی باجرت کرتے ہیں اور امامت یعنی نماز بھی پڑھاتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہ یعنی پڑھی جائے یا نہ۔ نیز ایک صاحب حنفی المذہب جو حافظ القرآن پاک ہے۔ نماز بھی پڑھاتے ہیں اور مردہ شوئی بھی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو چالیس مردہ نہلالے وہ بہشتی ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ براہ کرم اس مسئلہ پر مکمل جواب دیتے ہوئے راہبری فرمائی جاوے باری تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔ والسلام

﴿ج﴾

مردہ شو کے پیچھے اگر چہ نماز درست ہے (۱) نیز غسال اجرت غسل بھی لے سکتا ہے (۲) لیکن اگر کسی جگہ عرف میں اس کی امامت سے لوگ نفرت کرتے ہوں تو وہاں امامت اس کی مکروہ ہوگی (۳)۔ علامہ شامیؒ نے

---

۱) الدر المختار والاحق بالامامة الاعلم بأحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید كراچی. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي (فالاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في حلبي كبير ان العالم اولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدي كتب خانه.

۲) والافضل أن يغسل) الميت (مجاناً فإن ابتغى الغاسل الاجر إن كان ثمة غيره وإلا لا، الدر المختار كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/۱۹۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید كراچی. وكذا في الهنديه كتاب الصلوة الباب الحادي والعشرون الفصل الثاني في الغسل في الجنائز ۱/۱۵۹، ۱۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/۳۰۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) قوله بشرط اجتنابه كذا في الدراية عن المجتبى وعبارة الكافي وغيره الاعلم بالسنة أولى الا أن يطعن في دينه لان الناس لا يرغبون في الاقتداء به۔ (شامی) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع سعيد كراچی.

اعرابی، عبد، ولدزنا کی امامت کی کراہت کی علت تنفر جماعت لکھی ہے۔ اگر مردہ شو میں اس علت کا تحقق ہو تو یہاں بھی مکروہ ہے۔ لیکن اگر وہ سب قوم سے افضل واعلم ہے تو قوم کو چاہیے کہ اس کی امامت پر راضی ہوں۔ نیز اس کو بھی چاہیے کہ عالم ہوتے ہوئے موجب نفرت کام سے بچے باقی غسل میت کے بارہ میں جو ثواب ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ حق مسلم کے ادا کرنے کی نیت سے ہو۔ اجرت لینے کی صورت میں کوئی ثواب نہیں ملتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو نہلانے والے کا جنازہ میں امام بننے کا حکم

﴿س﴾

میت کو نہلانے والا نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ فرض نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مردوں (۱) کو نہلانا گناہ نہیں اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ کچھ کراہت نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۰ محرم ۱۳۹۲ھ

---

۱) غسل المیت حق واجب علی الاحیاء بالسنة واجماع الامة کذا فی النهایة) هندیة) کتاب الصلوة الفصل الثانی فی الغسل) ۱/۱۵۸ مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی الشامیة قوله لتعینه علیه أی لانه صار واجباً علیه عینا ولا یجوز أخذ الاجرة علی الطاعة کالمعصیة کتاب الصلوة باب الجنازة ۲/۱۹۹ ایچ۔ایم۔سعید.

وکذا فی منحة الخالق علی هامش بحر الرائق وعن أبی یوسف یفید أن الفرض فعل الغسل له منا حتی لو غسل لتعلیم الغیر کفی الخ کتاب الجنائز ۲/۳۰۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۲) الدر المختار والاحق بالامامة الاعلم باحکام الصلوة فقط صحة وفسادًا بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح (فالا علم) باحکام الصلوة الحافظ به سنة القراء ة ویجتنب الفواحش الفواحش الظاهرة کتاب الصلوة باب الامامة ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

وکذا فی حلبی کبیر أن العالم أولی بالتقدیم إذا کان یجتنب الفواحش الخ کتاب الصلوة باب الامامة ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

مردے نہلانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ: (۱) جولوگ مردہ شوئی کرتے ہیں۔ ہمیشہ اس کو اپنائے رکھتے ہیں۔ کیا ان کے پیچھے نماز جمعہ یا نماز پنجگانہ صحیح ہے یا نہیں۔ (۲) یا وہ لوگ جو قبروں پر اذانیں دیتے ہیں یا دفن کے بعد مروجہ ختم القرآن پاک کرتے ہیں اور تمام موضع بھر کی روٹیاں لیتے ہیں اس کے علاوہ گیارھویاں کھاتے ہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱) مردہ شو کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ مردوں کو غسل دینا فرض کفایہ ہے [۱]۔ آخر صحابہ کرام بھی تو مردوں کو غسل دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اس کی امامت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کو بطور پیشہ کرتا ہو اور اس پر اجرت لیتا ہو اور لوگوں کی نظروں میں اس پیشہ کو حقارت سے دیکھا جاتا ہو تب اس کی امامت خلاف اولیٰ ہے [۱]۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ مردہ شو کے پیچھے نماز درست ہے [۳] اور غسال کو اجرت غسل مردہ بھی لینا درست ہے۔ اگر چہ اولیٰ نہیں [۴] (۲) یہ بدعات ہیں۔ جیسا کہ فتاوی رشیدیہ کتاب البدعات میں تفصیل سے مذکور ہیں [۵]۔ اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

---

۱) غسل الميت حق واجب على الاحياء بالسنة وإجماع الامة كذا في النهاية (هنديه) كتاب الصلوة الفصل الثاني في الغسل ۱/۱۵۸ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه . وكذا في الشاميه قوله لتعينه عليه أى لانه صار واجبًا عليه عيناالخ كتاب الصلوة باب صلوة الجنازة ۲/۱۹۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا في منحة الخالق على هامش بحر الرائق وعن ابى يوسف يفيد أن الفرض فعل الغسل له منا حتى لو غسل لتعليم الغير كفى كتاب الجنائز ۲/۳۰۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) بشرط اجتنابه كذا في الدراية عن المجتبى وعبارة الكافي وغيره الاعلم بالسنة أولى الا أن يطعن في دينه لان الناس لا يرغبون في الاقتداء به۔ (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع سعيد كراچى.

۳) الدر المختار ...... والاحق بالامامة ...... باحكام الصلوة فقط صحة وفسادًا بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى. وكذا في حاشية الطحاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

٤) والافضل أن يغسل الميت مجاناً فان انتغى الغاسل الاجر جاز إن كان ثمة غيره والا لا الدر المختار كتاب الصلوة باب صلوة الجنائز ۲/۱۵۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا في الهنديه كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون الخ الفصل الثانى فى الغسل ۱/۱۵۹، ۱۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/۳۰٤ مكتبه رشيديه كوئٹه.

٥) كتاب البدعات ص: ۱۲۵، ۱۳۱ فتاوى رشيديه، إدارة اسلاميات لاهور.

کیا فحش غلطیاں کرنے والے کو امام بنانا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ اگر پیش امام قراءت میں غلطی کر کے پڑھتا چلا جائے اور کأسا کی جگہ کاس پڑھے تو کیا مقتدی اسے صحیح لفظ بتادے یا نہ؟ کیا یہ شرط ہے کہ پیش امام تین آیتوں کے بعد غلط پڑھتا چلا جائے اور کوئی نہ بتائے۔ قراءت میں عام غلطیاں مثلاً اَلْحَمْدُ کو اَلْحَمَدُ پڑھنا اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمُت پڑھنا اِهْدِنا کو اهدِنا پڑھنا۔ نَسْتَعِيْنُ کو نَسْتَاعِيْنُ پڑھنا اِنَّ اَهْلَكَنِي کو اِنْ اهْلِيكَنِي اللّٰہ بصیغہ امر پڑھنا، ضرب اللّه مثلاً کو اِضْرِبْ، پڑھنا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

پیش امام کو اگر وہ غلط فاحش سے قرآن پڑھ رہا ہو صحیح تلفظ بتانا چاہیے۔ خواہ تین آیتوں کے بعد (۱) ہو یا قبل، تبدیل حرف بحرف، ازدیاد حرف، نقصان حرف وتبدیل حرکت بسکون و بہ حرکت دیگر۔ وتبدیل سکون بحرکت یہ سب اغلاط فاحش ہیں۔ ان اغلاط میں سے کوئی غلطی کر کے قرآن پڑھنا لحن جلی ہے۔ جس کا پڑھنا سننا دونوں گناہ ہیں ھکذا فی کتب الفقه والقرأة، ایسے شخص کو پیش امام بنانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ خواہ مسائل سے واقف عالم کیوں نہ ہو بلکہ اس کو لازم ہے کہ قرآن کی تصحیح میں سعی بلیغ کرے (۲) بعد تصحیح اگر مناسب ہو تو اس

---

۱) وفي التاتارخانيه وقال أبو يوسف أكره أن يكون الامام صاحب البدعة ويكره للرجل أن يصلي خلفه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية.
وكذا في حلبي كبير والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئاً على خلاف ما يعتقده اهل السنة والجماعة وإنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة ص: ۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة في الامامة ص: ۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
الدر المختار مع رد المحتار بخلاف فتحه على إمامه فإنه لا يفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بكل حال (قوله بكل حال) أي سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلوة أو لا كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ۱/ ۶۲۲ طبع سعيد كراچي.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح باب مايفسد الصلوة ص: ۳۳۴ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ۲/ ۱۰ طبع مكتبه رشيديه كوئته.
۲) لما في تأنيفات رشيديه علم تجوید جس سے کہ تصحیح حروف کی ہو جائے کہ جس سے معانی قرآن شریف کے نہ بگڑیں یہ فرض عین ہے، قرأت اور تجوید کا بیان ۲۶۹ طبع ادارۃ اسلامیات لاہور.

کو دوبارہ امام بنایا جا سکتا ہے[۱] واللہ اعلم۔

قرآنِ پاک غلط پڑھنے والے، مسائلِ نماز سے بے پرواہ کی امامت کا حکم

﴿س﴾

میرا گاؤں چک نمبر ۳۵۷۔W-B متصل دنیاپور ضلع ملتان ہے۔ اس گاؤں میں صرف ایک ہی مسجد ہے۔ آبادی تقریباً ۳۰۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ لوگ دینی تعلیم سے کوسوں دور ہیں۔ نمازی بھی تعداد میں بہت کم ہیں۔ دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے مسائل سے بھی واقف نہیں۔ گاؤں ہذا کی مسجد میں دو شخص باپ اور بیٹا امامت کے فرائض ادا کرنے پر مامور ہیں۔ دینی مسائل سے پورے واقف نہیں۔ بعض اوقات تو ان سے ایسی حرکات نماز وغیرہ کے متعلق سرزد ہوتی ہیں کسی بت کدہ میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری۔ امام مسجد یعنی باپ درست قرآن پاک نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے بعض اوقات نماز دہرانی پڑتی ہے۔ نو وارد تو یقیناً نماز دہراتے ہیں۔ جمعہ کا خطبہ نہیں پڑھ سکتا۔ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں پڑھ سکتا ہے۔ نماز عیدین پر خوب درگت ہوتی رہی ہے۔ لیکن اس کو کوئی اثر نہیں۔ ویسے قرآن پاک کی متعدد سورتیں اس نے یاد کر رکھی ہیں۔ جن کی ادائیگی الامان۔ الامان۔ امام مسجد کا بیٹا خود قرآن حکیم کا حافظ ہے۔ باپ کی نسبت قرآن پاک قدرے اچھا پڑھتا ہے۔ لیکن نماز کا پورا پابند نہیں۔ دینی مسائل سے واقفیت نہیں رکھتا۔ ہر آٹھ دن کے بعد داڑھی کٹواتا ہے۔ ظہر اور عصر تو شاید ہی ادا کرتا ہو۔ ناول پڑھنے کا شوقین ہے۔ تصویریں وغیرہ خوب دل جما کر دیکھنے کا دلدادہ ہے۔ نماز تراویح کو نفل نماز کہتا ہے۔ پہلے دو تین سال حسب منشا پڑھتا رہا ہے۔ اب صرف جمعہ پر اکتفا کرتا ہے۔ باپ اور بیٹا بلا وضو اذان پڑھنے کے بھی عادی ہیں۔ وضو میں کوئی عضو کہیں سے سوکھا رہ جائے تو بتلانے پر بھی پرواہ نہیں کرتا۔

بیٹے نے جمعہ کا وعظ بھی شاید ہی کبھی سنا ہو۔ صرف خطبہ پڑھنے کے موقع پر آیا کرتا ہے۔ اس کے والد ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں وعظ فرماتے ہیں۔ گذشتہ جمعہ باپ وعظ فرمارہے تھے۔ جب انھوں نے وعظ ختم کیا تو بیٹے کو آواز دی کہ منبر پر پہنچ کر خطبہ دے۔ لیکن بیٹا ابھی غسل کرنے کے لیے کپڑے اتار رہا تھا باپ نے پھر وعظ شروع کر دیا۔ بیٹا نہا رہا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک منٹ وعظ فرمایا پھر کسی نمازی کے کہنے پر بند کر کے خطبہ دینا

---

۱) وفی فتاوی الارشاد یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقرأة والحسب والنسب تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة. وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

شروع کر دیا۔ وہی غلط ملط بیٹا نہار رہا ہے۔ یونہی خطبہ ختم ہوا تکبیر شروع ہوئی۔ بیٹا امامت کرانے کے لیے مصلی پر آن کھڑا ہوا نہ وعظ سنا نہ خطبہ جمعہ سنا حالانکہ خطبہ جمعہ سننا یا پڑھنا غالبًا واجب ہوگا اور نہ ہی سنت اول جمعہ ادا کی۔ جماعت کرائی دوسنت اور دو نفل پڑھ کر گھر کو چلا گیا۔ داڑھی کٹوائی ہوئی تھی حالانکہ داڑھی کو کٹوانے کے لیے بندہ نے دس بارہ دفعہ پہلے کہا بھی ہے کہ یہ فعل حرام ہے۔ خاص کر امام کے لیے مگر اس پر کوئی اثر نہیں۔ بندہ نے اپنی ظہر کی نماز ادا کی۔ گزشتہ جمعہ کی نماز بھی ظہر کی ادائیگی میں پڑھی کیا بندہ کا یہ فعل درست ہے۔ یا بندہ غلطی پر ہے۔

کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں' اگر نماز نہیں ہوتی تو کیا کیا جائے جب کہ گاؤں میں اور کوئی مسجد نہیں۔ کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھی جاتی بندہ نے اسی دن سے بلا جماعت نماز ادا کرنی شروع کر دی ہے۔ کیا بندہ حق پر ہے یا غلطی پر۔

کمترین نماز با جماعت کا سختی سے پابند ہے۔ بلکہ تکبیر اولی کے چلے جانے کا بندہ کو صدمہ ہوا کرتا ہے۔ گاؤں والے امام مسجد صاحب اور ان کے بیٹے کو نہیں کہتے کہ داڑھی رکھ لو۔ جمعہ کا خطبہ سنا کرو۔ نماز کی پابندی رکھو اور اپنے قرآن پاک کو درست کرو۔ بلکہ مجھے میرے بھتیجے سے کہلواتے ہیں کہ جماعت سے نماز پڑھا کرو۔ ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ بعض تو یوں کہتے ہیں کہ داڑھی کا کیا ہے کئی امام ایسے ہی ہیں۔ اگر نماز کا پابند نہیں تو اسے گناہ ہوگا۔ تمھیں کیا اس گاؤں میں اس عرصہ میں کئی امام بدلے گئے ہیں کیونکہ گاؤں میں پارٹیاں ہیں کوئی کسی کا حامی ہے کوئی کسی کا حامی۔

اب میرے لیے شریعت محمدی کے مطابق حکم دیا جائے تاکہ میری پریشانیاں جو دن بدن بڑھتی جارہی ہیں دور ہوں اور اطمینان قلب کے ساتھ دینی فریضے ادا کر سکوں۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ج

امام موصوف اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز میں فساد آتا ہے یا اعضاء وضو خشک رہ جانے کے باوجود نماز پڑھتا ہے تو اس کی اقتداء جائز نہیں۔ لیکن اگر غلطی مفسد نماز نہ ہو تو نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے اور اکیلے پڑھ لینے سے امام کے ساتھ با جماعت پڑھنا اولی ہے۔۔۔ جو شخص داڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کترانے وہ فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر چہ نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے اور ایسے شخص کو امام بنانے والے گنہ گار ہوں گے۔ سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اتفاق کر کے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں اور کسی دوسرے عالم و صالح و متقی کو امام بنادیں جو قرآن کو ترتیل و تجوید سے پڑھتا ہو۔

والدليل على كل ما ادعينا. والسنة فيها القبضة الخ. ولذا قال يحرم على الرجل قطع لحيته [١] ويكره امامة عبد و فاسق درمختار) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم [٢] وفى النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة . فان امكن الصلوة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولى من الانفراد [٣] الدرالمختار [٤] والاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلوة بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدر فرض و قيل واجب وقيل سنة ثم الاحسن تلاوة وتجويدا للقراءة [٥]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

١) الدر المختار مع رد المحتار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٦/٤٠٧ طبع ايج- ايم- سعيد كراچى.

ومثله فى الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم باب ما يفسد الصوم ومالا يفسد ٢/٤١٨ طبع ايج-ايم-سعيد كراچى.

٢) شامى كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايج-ايم-سعيد كراچى.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا فى منحة الخالق على البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٣) الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ طبع ايج-ايم-سعيد كراچى.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص:٣٠١ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧ طبع ايج-ايم-سعيد كراچى.

٤) (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ طبع ايج-ايم-سعيد كراچى.

٥) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧ طبع ايج-ايم-سعيد كراچى.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص: ٢٩٩، ٣٠٠ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.

قرآن پاک غلط پڑھنے والے کی امامت

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد قرآن شریف غلط پڑھتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔
(۲) کیا امام مسجد پرچون کی دوکان کرسکتا ہے یا نہیں۔ (۳) ایسا امام جو بدمعاش آدمیوں اور عورتوں سے تعلق قائم رکھتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ایسے امام کے بارہ میں شریعت کیا حکم دیتی ہے۔ بینوا توجروا۔

(ج)

(۱) وہ غلطی معلوم ہونا چاہیے تاکہ اس کے موافق مطلب اور معنی دیکھ کر حکم لکھا جاوے (۲) کرسکتا ہے[۱]۔ (۳) اگر اس الزام کا کچھ ثبوت نہ ہو جو امام پر لگایا ہے تو اس کی امامت بلاکراہت صحیح ہے اور اگر ثبوت ہے تو یہ شخص فاسق وعاصی ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ **ویکره امامة عبد الخ. وفاسق**[۲] **قوله فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى الى قوله بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم**[۳] واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

---

۱) لما فى قوله تعالى وأحل الله البيع وحرم الربوا الآية سوة البقرة آيت: ۲۷۵ پاره ۳.
وكذا فى مشكوة المصابيح عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة رواه البيهقى فى شعب الايمان كتاب البيوع باب كسب الحلال الفصل الثانى ص: ۲۴۲ طبع قديمى كتب خانه.
۲) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى. ومثله فى الخلاصة، كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. ومثله فى البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲، ۳۳۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت.
۳) شامى، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة آيت ۲۶، ۱/۲۸۲ دار أحياء التراث العربى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى بيان الاحق بالامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

علم تجوید سے ناواقف شخص کو امام مقرر کرنے کا حکم

﴿س﴾

مکرمی جناب مولوی صاحب عرض ہے کہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے آپ کو حافظ کہتا ہے اور قرآن کریم کبھی بھی آج تک رمضان شریف میں سنایا نہیں ہے اور امام بننے کا شوق بہت ہے- یعنی نماز پڑھانے کا بہت شوق ہے اور قرأۃ جو پڑھتا ہے تو وہ الف- عین- ھمزہ- ان تینوں حرفوں کی ادائیگی صرف الف ظاہر کرتا ہے اور ت- ط ان دونوں حرفوں کو ت ادا کرتا ہے- اور ث- س- ش- ص ان چاروں حرفوں کو صرف چھوٹا سین پڑھے گا- اور آگے خ -ذ- ز- ظ- ان چاروں حرفوں کو خ سے ادا کرے گا اور ک- ق کا چھوٹا کاف ادا کرے گا- اور ض- د میں سے صرف د ظاہر کرتا ہے برائے کرم فرمایئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں- یعنی مقتدیوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کو لازم ہے [1] کہ قرآن مجید کو سیکھے علم تجوید جس کے ذریعہ سے حروف کو مخارج سے ادا کرنا اور صفات کے ساتھ پڑھنا معلوم ہوتا ہے حاصل کرے- کسی اچھے قاری کے پاس مشق کرے- جب تک وہ ایسا نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی [2]- اس کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا ٹھیک نہیں ہے-

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو امام ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے ادا نہ کرے بلکہ اس کو دال یا ذال

---

۱) فتاویٰ رشیدیہ: علم تجوید جس سے کہ تصحیح حروف کی ہو جاوے کہ جس سے معانی قرآن شریف کے نہ بگڑیں یہ فرض عین ہے مگر عاجز معذور اور اس سے زیادہ علم قرأت و تجوید فرض کفایہ ہے، قرأت اور تجوید کا بیان ص:۲۶۹ طبع ادارہ اسلامیات لاہور۔

۲) ولا تجوز إمامة الأمي للقاري...... وهو أن يتكلم بالباء مرارا او فأفاة لا ينبغي له أن يؤم الخ كتاب الصلوة الفصل الرابع في كيفيتها المحيط البرهاني ۱/۳٦٦، المكتبة الغفارية وكذا الدر المختار مع رد ويكره تنزيهاً إمامة عبد .. او أعرابي قوله وأعرابي نسبة إلى الاعراب والا فالمناسب ومنه، والعلة في الكل عليه الجهل الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹، ۵٦۰ طبع سعيد كراچي.

وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۲۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

کے مشابہ پڑھے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ جو امام ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے ادا کرنے پر فی الحال قادر ہے لیکن اس کو اپنے مخرج سے ادا کرنے کی بجائے دال کے مشابہ پڑھے یا جو امام فی الحال اس کو اپنے مخرج سے ادا کرنے پر قادر نہیں اور سیکھنے سے قدرت حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن وہ اس کے مخرج کے سیکھنے سے غافل ہے یا اس کو ضروری نہیں سمجھتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ضاد عربی زبان میں مستقل حرف ہے اس کو دال مفخم پڑھنا بھی غلط ہے اور ظاء پڑھنا بھی درست نہیں (۱)۔ کسی مستند قاری سے اس کی مشق ضروری ہے۔ اگر باوجود سعی کے صحیح پڑھنے پر قادر نہ ہوا تو جو لفظ بھی نکلے نماز درست ہوگی (۲) اور اگر صحیح پڑھنے کی کوشش نہ کرے تو گنہگار ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ادائیگی الفاظ میں فحش غلطیاں کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد حنفی المذہب نماز میں دو تین جگہ درج ذیل طریقہ سے پڑھتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ قصداً نہیں پڑھتا بلکہ اس کی زبان اوائل سے اس کی عادی ہے اس لیے وہ پڑھتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کو کہا گیا ہے کہ ذیل کی دو تین جگہ آپ اس طرح پڑھتے ہیں ان پر غور کر کے کوشش کریں تاکہ صحیح ہو جاوے لیکن اس کی درستگی اس سے نہیں ہو سکتی کسی ایک جگہ کو صحیح پڑھ لیتا ہے تو دو جگہ اپنی سابقہ عادت کے موافق پڑھتا ہے۔ اب عرض ہے کہ اس صورت میں نماز میں کوئی حرج ہے یا نہیں۔ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ غلطیاں یہ ہیں۔ الحمدللہ میں لام کے ساتھ الف پڑھتا ہے۔ انعمت میں عین کا کسرہ پڑھتا ہے

---

۱) لما في فتاوى قاضي خان، وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء إختلف المشائخ فيه قال أكثرهم لا تفسد صلاته الخ كتاب الصلوة فصل في قراءة القرآن ١٤١/١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في فتاوى الهندية كتاب الصلوة الفصل الخامس في زلة القارى ٧٩/١ طبع رشيديه كوئٹه.

وكذا في الشامية مطلب مسائل زلة القارى ٦٣١/١ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراچى.

۲) والمختار للفتوى في جنس هذه المسائل أن هذا الرجل إن كان يجهد آناء الليل والنهار في تصحيح هذه الحروف ولا يقدر على تصحيحها فصلاته جائزة لانه جاهد وإن ترك جهده فصلاته فاسدة لا نه قادر الخ كتاب الصلوة الفصل الرابع في كيفيتها فرع في زلة القارى) ٣٦٧/١ المحيط البرهانى) طبع المكتبة الغفارية كوئٹه.

۳) ايضاً المحيط البرهانى، كتاب الصلوة الفصل الرابع في كيفيتها ٣٦٧/١ طبع المكتبة الغفارية.

سمع اللہ لمن حمدہ۔ میں لیمن کے ساتھ الف پڑھ کر کھینچتا ہے اور لمن کے لام پر شد پڑھتا ہے۔

﴿ج﴾

سوال میں مندرجہ غلطیاں فحش غلطیاں ہیں ایسی غلطیاں کسی عامی آدمی سے ہی سرزد ہوسکتی ہیں۔ ایسے آدمی کو مسجد کا امام تو ہرگز نہیں ہونا چاہیے (۱) جب سورۃ فاتحہ جیسی معروف ومشہور وسہل سورت میں اس کی یہ غلطیاں ہیں تو باقی سورتوں میں بہت زیادہ ہوں گی۔ اس لیے اس کو امامت سے معزول کردیا جائے باقی رہا اس کی نماز کی صحت وفساد کا مسئلہ تو جاننا چاہیے کہ اس تبدیلی کی وجہ سے یہ لفظ بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ اس لیے قواعد کے لحاظ سے تو فساد لازم آتا ہے (۲) لیکن بوجہ عموم بلوائی کے عجمی عامی آدمی کے بارہ میں جواز اور صحت کی امید کی جاسکتی ہے (۳) اور اس شخص پر صحیح سیکھنا ہر حال میں لازم ہے۔

---

۱) لما فی المحیط البرهانی ولا تجوز إمامة الامی للقاریٔ فأما إذا کان فی القوم من یقدر علی التکلم بتلك الحروف فسدت صلاته وصلاة القوم عند أبی حنیفة قیاساً علی الامی إذا صلی بامیین وبقارئین کتاب الصلوة الفصل الرابع فی کیفیتها ۳۶٦/۱ طبع المکتبه الغفاریه کوئٹه.

وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة الفرائض ومما یتصل بهذا الفصل ۴۷۷/۱،۴۷۸ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

وکذا فی الشامیه (قوله اتفاقاً) بخلاف الامی إذا ام أمیا وقارئاً فان صلاة الکل فاسد کتاب الصلوة باب الامامة ۵۷۹/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۲) فإن لم یکن مثله فی القرآن والمعنی بعید متغیر تغیرا فاحشاً یفسد شامی کتاب الصلوة مطلب مسائل زلة القاریٔ ۶۳۱/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی الخانیة فتاوی الهندیة وإن غیر المعنی تغیرا فاحشاً بان قرأ وعصی ادم ربه فغوی بنصب میم آدم ورفع باء ربه الخ کتاب الصلوة فصل فی قراءة القرآن ۱۳۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) وکذا فی فتاوی الهندیة کتا ب الصلوة الفصل الخامس فی زلة القاری ۷۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

لا تفسد لعموم البلوی وهو قول أبی یوسف وإن لم یکن مثله فی القرآن شامی کتاب الصلوة مطلب مسائل زلة القاریٔ ۶۳۱/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی الهندیه ومنها زیادة حرف إن زاد حرفاً فان لا یغیر المعنی لا تفسد صلاته عند عامة المشائخ نحو أن یقرأ وانهی عن المنکر بزیادة الیا هکذا فی الخلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس فی زلة القاریٔ ۷۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی التتارخانیه استحسن بعض مشائخنا وقالوا بعدم الفساد للضرورة فی حق العامة خصوصاً للعجم کتاب الصلوة الفرائض نوع آخر فی زلة القاریٔ الفصل الاول فی ذکر حرف مکان حرف ۴٦۵/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة.

مہندی ملا خضاب لگانے والے اور بدعتی کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک عالم دین عرصہ دراز تقریباً ۱۸۔۱۹ سال سے ہمارے چک ۵ ڈبلیو بی کی جامع مسجد کے امام ہیں۔ فریضہ امامت کو پوری طرح ادا فرمارہے ہیں۔ پختہ حنفی المذہب ہیں پکے دیوبندی ہیں۔صحیح العقیدہ ہیں صبح کو بعد نماز فجر قرآن پاک کا درس بھی دیتے ہیں۔شرک وبدعات سے سخت نفرت رکھتے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر بھی ہیں۔ چک ۵ میں تبلیغی جماعت کے بڑے کارکن بھی ہیں صرف بات اتنی ہے کہ امام مذکور سیاہ خضاب میں سرخ مہندی ملا کر اپنی ریش مبارک کو لگاتے ہیں تو کیا ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اسی چک ۵ میں ایک سید صاحب ہے جو کہ بریلوی العقیدہ ہے جس کا عقیدہ درست نہیں ہے۔ پورا بدعتی ہے سال میں ہمیشہ میلاد کراتا ہے قوال منگاتا ہے۔گانے باجے سارنگی ڈھول دیگر پروگرام بھی ہوتے ہیں اس سید مذکور نے دوسری مسجد چک ۵ میں تیار کر رکھی ہے جس میں امامت کراتا ہے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے شرکیہ اعمال وافعال کی قیادت کرتا ہے لہٰذا اس سید مذکور کی امامت جائز ہے یا نہ اس کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) سیاہ خضاب میں مہندی ملا کر استعمال کرنا درست ہے [(۱)] اس لیے امام مذکور کی امامت بلا کراہت درست ہے [(۲)]۔

---

۱) يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولوفي غير حرب في الاصح قال الشامي ورد أن أبابكر رضي الله عنه خضب بالحناء والكتم مدني الدر المختار مع رد المحتار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ٤٢٢/٦ طبع ايچ۔ ايم سعيد كراچي.

وكذا في الهنديه وعن الامام أن الخضاب حسن لكن بالحناء والكتم والوسم وأراد به اللحية وشعر الرأس والخضاب في غير حال الحرب لا بأس به في الاصح ٣٥٩/٥ طبع مكتب رشيديه كوئٹه.

وكذا في الخانيه والخضاب بالحناء والوسمة حسن كتاب الحظر والاباحة باب ما يكره من الثياب والحلي والزينة ٤١٢/٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) والاحق بالامامة ..... الا علم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٧/١ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي.

وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح فالاعلم باحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ٢٩٩، ٣٠٠ طبع دارالكتب العلمية بيروت. وكذا في حلبي كبير أن العالم أولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش ص: ٥١٣ كتاب الصلوة باب الامامة سعيدي كتب خانه.

(۲) شخص مذکور مبتدع ہے اس کی امامت مکروہ ہے[۱]۔

تعویذات کے ذریعہ علم یقینی کے قائل کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مجھے کیا ہے، مولوی صاحب نے فرمایا: تیرے ساتھ ایک فقیر رہتا ہے اور دو سال تک رہے گا۔ پھر چلا جائے گا اور تیری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ تعویذ لے جاؤ پھر چند دنوں کے بعد ایک آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا یہ کس طرح معلوم کیا ہے کہ تیرے ساتھ فقیر رہتا ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا میرا فنی علم ہے۔ یہ ایک فن ہے جس سے معلوم کر لیتا ہوں اور کسی آدمی کو کہنا کہ تجھے فلاں مرض ہے تعویذ لے جاؤ۔ خیر ہو جائے گی اور بیمار آدمی کو قبروں پر بھیجنا اور زبان سے کہنا کہ میرا عقیدہ ہے کہ قبر والوں سے جسمانی اور روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور حلفیہ کہنا کہ میں جانتا ہوں تو کہتا ہوں اگر کوئی آدمی گم ہو جائے تو اس کے بارے میں کہنا کہ فلاں جگہ ہے اور اس کے رشتہ دار وہاں سے پھر پھر اکر واپس آ گئے اور وہ آدمی وہاں نہیں ملتا اگر اپنا جوتا گم ہو جائے اس کا پتہ لگا نہیں سکتے۔ اگر جوتا مل بھی جائے تو جوتا لے جانے والے کو بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ یہ باتیں دیکھ کر اور سن کر جماعت کے ساتھ میں نماز ادا نہیں کرتا کیونکہ مجھے شرک معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرمائیں کہ یہ باتیں شرک ہیں یا نہیں اور اس جیسے امام کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شخص مذکور مبتدع ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

---

۱) ویکره ...... إمامة عبد وفاسق واعمی ومبتدع الخ الدر المختار باب الامامة ۱/۵۹۹، ۵۶۰ سعید کراچی۔

وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعيدى كتب خانه۔

۲) فهو كالمبتدع تكره أمامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايج-ايم- سعيد كراچى۔

وكذا في التتارخانيه وذكر شيخ الاسلام في شرح كتاب الصلوة الصلوة خلف أهل الهواء يكره كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه۔

وكذا في حلبي كبير ويكره تقديم المبتدع ايضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو أشد من الفسق من حيث العمل كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعيدى كتب خانه۔

غلط اور ناجائز عملیات وتعویذات کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک عامل صاحب نے مبلغ اڑھائی روپے وصول کر کے تعویذ دے دیا یہ تعویذ ایک ایسے شخص نے حاصل کیا جو ایک منکوحہ عورت سے راہ ورسم پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ عورت اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے منکوحہ ہے۔ (۲) عامل نے ایک آسیب زدہ مسلمان عورت کے لیے برائے علاج فتیلہ کے ہمراہ کتے کا پاخانہ جلا کر اس کا دھواں ناک کے ذریعہ چڑھانے کا حکم دے دیا۔ (۳) چھوٹے شیر خوار بچوں کے علاج کے سلسلہ میں تعویذ کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کا پانی منگوا کر استعمال کرنے کا حکم دیا۔ ایسے عامل صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کیا یہ گناہ کبیرہ کی تعریف سے باہر ہے۔

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں اگر واقعی یہ عامل صاحب اس قسم کے ناجائز عمل کرتا ہے اور کسی شخص کی درخواست پر غیر کی منکوحہ سے تعلق و دوستی قائم کرنے کے بارے میں اس شخص کے لیے عمل کرتا ہے تو یہ عامل صاحب گنہگار مرتکب کبیرہ و فاسق ہے[۱]۔ امامت کے قابل نہیں۔ اسے امامت سے ہٹایا جائے[۲]۔ (۲) نیز اس عامل کا آسیب زدہ کے لیے علاج فتیلہ اور کتے کے پاخانہ کا دھواں آسیب زدہ کے ناک میں کرنا بھی ناجائز ہے۔ (۳) عامل کا چھوٹے شیر خوار بچوں کے علاج کے سلسلہ میں تعویذ کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کے

---

۱) قوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا ونحو ذالك كذا في البرجندي (شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي۔
وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت: ۲٦ ۱/۲۸٤ طبع دار أحياء التراث العربي.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في بيان الاحق بالامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعا شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدي كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ۳۰۳ طبع قديمي كتب خانه.

پانی کے استعمال کا حکم دینا جائز و مباح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

جادو ٹونے کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عالم دین اور خطیب مسجد ہو کر ایک غیر مسلم مردے کی قبر کو کھود کر اس میں بکری کی سری اور دو مچھلیوں میں سینکڑوں سوئیاں چبھو کر دفن کیا اور پھر قبر پر کھڑے ہو کر جادو ٹونے کا عمل کیا۔ جس کے نتیجے میں غیر مسلموں نے عالم کو پکڑ لیا اور مارا پیٹا۔ پتہ چلنے پر لوگوں نے اس عالم دین کے پیچھے نمازیں پڑھنا ترک کر دی ہیں۔ کیا لوگوں کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ کیا زید کا فعل درست ہے جبکہ وہ اب بھی امامت کر رہا ہے۔

﴿ج﴾

یہ عالم دین جو اس طرح کے سفلی عملیات پر عقیدہ رکھتا ہے امامت کے لائق نہیں (۱) لہٰذا ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مشترک زمین کو غیر شرعی طریقہ پر مدرسہ کے نام کرانے والوں کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں میں ایک دینی ادارہ قائم ہے بنام تجوید القرآن رحمانیہ۔ مدرسہ ہذا کے متولی صاحبان نے ایک کنال زمین بنام مدرسہ ہبہ کروا کر اپنے نام انتقال کروا لیا۔ جب کہ اس مذکورہ زمین کے چار سو ستر حصہ دار ہیں اور ان حصہ داروں میں سے صرف پندرہ سولہ حصہ داروں نے اپنی رضامندی سے زمین ہبہ کی بقیہ حصہ جات کو ان حصہ داروں کی منشا و مرضی رضا و رغبت کے خلاف تحصیل دار

---

۱) تنویر الابصار ومبتدع لا يكفر بها وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء اصلاً ۱/ ۵٦۱، ۵٦۲ سعید کراچی.
وكذا في التتارخانيه كتاب الصلوٰة من هو أحق بالامامة ۱/ ٦۰۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح أن الصلوة خلف أهل الاهوا لا تجوز والصحيح أنها تصح مع الكراهة خلف من لا تكفر بدعته كتاب الصلوة فصل في الامامة ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

اور دیگر متعلقہ لوگوں کو رقم دے کر انتقال نامہ بنوالیا۔ جب کہ بقیہ حصہ دار اپنی غربت کی وجہ سے ان سے خائف ہو کر مطالبہ نہیں کر سکے۔ اگر کرتے بھی ہیں تو زمین واپس نہیں کی جاتی۔

مدرسہ مذکورہ بالا کا کل اہتمام دو بھائیوں نے سنبھالا ہوا ہے وہ کل آمد و خرچ کے معاملہ میں سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ جب کہ گاؤں کے لوگوں کو مطالبہ کے باوجود حساب نہیں دکھایا جاتا۔ پھر جو طلبہ طلب علم کے لیے آتے ہیں ان سے بیگار لیتے ہیں۔ ان سے فصل کٹواتے ہیں۔ زمینوں کو پانی لگواتے ہیں۔ بلا معاوضہ مدرسہ کی اشیاء برتن، بھینس وغیرہ ان کے استعمال میں رہتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کو زکوۃ فطرانہ قربانی کی کھالیں صدقہ دینا جائز ہے اور ان کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر واقعی اس زمین کے کچھ حصہ دار ہیں جنھوں نے یہ زمین مدرسہ کو وقف نہیں کی بلکہ متولیوں نے زبردستی اس زمین کا انتقال مدرسہ کے نام کروالیا ہے تو یہ متولی غاصب ہے (۱) اور اس کی امامت مکروہ ہے (۲)۔ متولی کو شرعی طریقہ سے اس مسئلہ کا تصفیہ کرانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے حسابات منتظمہ کمیٹی کے سامنے پیش نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن وامام مسجد کی منتظمہ کمیٹی کو مسجد کی آمد و خرچ کا حساب دینے سے صاف انکاری ہے۔ حساب و کتاب طلب کیا گیا تو امام صاحب منتظمہ کمیٹی سے سخت کلامی کے ساتھ پیش آئے۔ کیا ایسے امام صاحب کو مسجد کے لیے چندہ دینا درست ہے۔ جو چندہ کا باقاعدہ

---

۱) قال النبي صلى الله عليه وسلم ألا لا تظلموا الا لا يحل مال امرئ الا بطيب نفس منه (مشكوة المصابيح كتاب البيوع، باب الغصب والعارية ص: ۲۵۵ قديمي كتب خانه كراچي.
ومثله في الدر المختار مع رد المحتار كتاب الغصب مطلب فيما يجوز من التصرف في مال غير بدون إذن صريح ۶/ ۲۰۰ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچي.
ومثله في الاشباه والنظائر ۲/ ۴۴۴ إدارة القرآن كراچي.

۲) ويكره إمامة عبد وفاسق قوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، كشارب الخمر، والزاني وآكل الربوا ونحو ذالك كذا في البرجندي بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰ طبع سعيدى كراچي. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

حساب نہ رکھتا ہو اور جو اپنے وعدہ اور وعید کا پابند نہ ہو۔ زبان سے کچھ کہتا ہے اور فعل کچھ اور کرتا ہے۔ اس طرح سے مسجد کی آمدنی میں فرق پڑتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے شرع میں کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

اس مسئلہ میں امام مسجد پر مسجد کے چندہ کا باقاعدہ حساب وکتاب رکھنا اور عندالطلب منتظمہ کمیٹی کو حسابات کے لیے پیش کرنا ضروری ہے اور اگر باقاعدہ حساب وکتاب نہیں رکھتا اور نہ حساب وکتاب پڑتال کے لیے پیش کرتا ہے اور منتظمہ کمیٹی کو اس کی خیانت پر یقین ہو گیا ہے تو اس شخص کا مسجد کے حسابات سے معزول کرنا ضروری ہے۔ ورنہ بصورت عدم معزولی منتظمہ کمیٹی اس کی جواب دہ ہوگی (۱)۔ اگر یقینی طور پر امام مسجد کی خیانت ثابت ہو جائے تو وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ لائق امامت کے نہیں جب تک توبہ نہ کرے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (۲)۔ **لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لاعهدله او کما قال.** (ترجمہ) جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ اور جس کو عہد کا خیال نہیں اس میں دین نہیں۔ **ویکره امامة عبد الخ. وفاسق اما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لا مر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً** (۳) **الخ** واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) الدر المختار مع رد المحتار وینزع وجوبا قوله (وینزع وجوبا) اثم القاضی بترکه والاثم بتولیة الخائن ولا شك فیه کتاب الوقف مطلب یأثم بتولیة الخائن ۶/۵۸۳ طبع مکتبه رشیدیه جدید.
ومثله فی تقریرات الرافعی علی هامش رد المحتار وینزع وجوباً الخ وإن عزله واجب علی کل مسلم یستطیعه کتاب الوقف ۶/۵۸۳ طبع مکتبه رشیدیه جدید ومثله فی منحة الخالق علی هامش بحر الرائق وینعزل لو خائناً إن عزل الخ، واجب علی القاضی کتاب الوقف ۵/۳۹۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۲) مشکوة المصابیح کتاب الایمان الفصل الثانی ص: ۱۵ طبع قدیمی کتاب خانه.

۳) شامی کتاب باب الامامة ۱/۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذا فی حلی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

مدرسہ کا مال خورد برد کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے مدرسہ کا ناظم مالیات مدرسہ کی اشیاء میں خورد برد کرتا ہے۔ احقر نے بچشم خود ملاحظہ کیا ہے۔ نیز مہتمم مدرسہ کو بھی اس کا علم ہے۔ لیکن وہ محض اس لیے اس کو کچھ نہیں کہتے کہ پھر وہ استعفیٰ دیدیں گے اور پھر کوئی ایسا کام والا آدمی میسر نہ ہوگا۔ حالانکہ اس کو معقول تنخواہ بھی ملتی ہے تو کیا ایسے حرام خور کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

خائن کی امامت کا حکم

﴿س﴾

السلام علیکم! مزاج شریف عرض یہ ہے کہ مولوی صاحب کے پاس مسجد کی امانت ہوا ور وہ اس میں خیانت کر کے استعمال کر گیا ہے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کر چکا ہے۔ اس لیے اس کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے۔ پھر وہی مولوی امانت کو اپنے استعمال میں لا کر پھر شیعہ مذہب اختیار کر گیا اور ان سے پوری طور پر امداد حاصل کی اور پھر وہاں سے دوسری جگہ پر پہنچ کر اہل سنت والجماعت میں شامل ہو گیا اور لوگوں نے بھول کر اس کو پیش امام مقرر کیا اور پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس مولوی نے مسجد کی امانت کو ہڑپ کیا اور پھر شیعہ مذہب اختیار کر کے اس امانت کو ادا کیا ہے اور بغیر کسی تعزیر شرع کے وہ اہل سنت میں داخل ہو گیا ہے اب کیا اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں جب کہ لوگ دانستہ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں تو کیا اس حالت میں اس بستی کے اندر دوسرا جمعہ مبارک ہو سکتا ہے یا نہیں۔ جب کہ اس میں صرف ایک ہی جمعہ کی اجازت ہو۔

---

۱) لا ینبغی أن یقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد إماما غیره رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

وکذا فی البحرالرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۱۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر واقعی مولوی صاحب نے خیانت مسجد کے مال میں کی ہے تو خیانت کرنا شرعاً گناہ ہے (۱)۔ جتنی خیانت کی ہے اتنا ضمان اس پر واجب ہے (۲)۔ نیز شیعہ بننا بھی باتفاق امت فسق ہے بلکہ آج کل کے شیعہ تو عموماً قطعیاتِ اسلام کا انکار کرتے ہیں جن کا انکار کفر ہے (۳) لیکن اگر مولوی صاحب شیعہ مذہب وغیرہ سے تائب ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔ **قوله تعالى يعبادى الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم** (۴) **وقوله عليه الصلوٰة والسلام التائب من الذنب كمن لا ذنب له** (۵)۔ اس کا اہل سنت والجماعت سے ہونا صحیح ہے اور اس کی امامت بھی درست ہے البتہ اگر اپنے اغراض ومنافع کے لیے اس قسم کے ناجائز احکامات بنالے تو اس کی امامت مکروہ ہے (۶)۔

---

۱) لما فى مشكوة المصابيح عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آية المنافق ثلث زاد مسلم وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا أوتمن خان باب الكبائر وعلامات النفاق ص:۱۷ طبع قديمى كتب خانه.

۲) الدر المختار ويجب ردعين المغصوب ...... فى مكان غصبه لتفاوت القيم كتاب الغصب ص ۳۰۵-۳۰۶، ج۹، طبع مكتبه رشيديه جديد، وكذا فى نصب الراية مع الهداية شرح بداية المبتدى كتاب الغصب فصل ۴۱٦/٤ طبع مكتبه حقانيه.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الغصب ۱۹۸/۸، ۱۹۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) الدر المختار وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها كتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۱/۱ طبع ايچ-ايم-سعيد. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

٤) سورة الزمر آيت: ۵۳، پاره ۲٤.

۵) مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰٦ طبع قديمى كتب خانه.

٦) لما فى حلبى كبير ويكره تقديم المبتدع ايضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو أشد من الفسق من حيث العمل كتاب الصلوةباب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا فى التاتار خانيه وذكر شيخ الاسلام فى شرح كتاب الصلوة الصلوة خلف أهل الهواء يكره وكذا فى الشامية فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال كتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع سعيد كراچى.

مسجد کے قرآن شریف بیچنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

ایک امام مسجد نے مسجد کے دو عدد قرآن شریف بعوض ایک سیر گھی اپنے شاگردوں کو فروخت کیے اور پچھ قرآن شریف جو کہ خستہ حالت میں تھے گلا کر ان میں مٹی ملا کر اپنی شاگرد لڑکیوں سے برتن بنوائے تو ایسے امام مسجد کے متعلق شرعی فتویٰ تحریر کریں اسلام میں اس کی سزا کیا ہے۔

﴿ج﴾

اس پیش امام نے یقیناً جہالت کی وجہ سے اس بے ادبی کا ارتکاب کیا ہوگا اس لیے اسے توبہ کرنی چاہیے توبہ کے بعد اس کا گناہ معاف ہو جائے گا (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ
یکم رجب ۱۳۹۰ھ

مسجد کے حساب کتاب میں دھوکہ دہی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امامت کرتا ہے۔ تنخواہ بھی لیتا ہے۔ مسجد کا تمام چندہ بھی اس کے سپرد کیا گیا ہے اور امام نے ایسے خرچ کیے ہیں کہ ۱۲۰/ کی چیز خریدی ہے اور ۲۲۵ روپے لکھ رہے ہیں اور اسی طرح کئی اور چیزوں میں رقم زیادہ کر رکھی ہے اور ان کے پاس رسید بھی موجود ہے اور جس شخص کو بھیجتے رہے وہ شخص بھی ان کے سامنے کہتا ہے اور مانتے نہیں ہیں۔ اس کے بعد دوسری چیز یہ ہے کہ قربانی کی کھالوں کی قیمت امام صاحب نے میرے سپرد کی۔ ایسے ایسے خرچ انھوں نے کیے ہیں۔ اب اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) لما فی قوله تعالی قل یعبادی الذین اسرفوا علی أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله یغفر الذنوب جمیعا أنه هو الغفور الرحیم سورة الزمر آیت:۵۳ پاره ۲۴.

لما فی مشکوة المصابیح وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له باب التوبة ص:۲۲۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید خانه.

﴿ج﴾

اہل محلّہ ومسجد ایک کمیٹی معزز دیندار حضرات کی منتخب کرلیں (۱)۔ وہ اس امام صاحب کے حساب کی پڑتال کریں اگر حساب اس کا ٹھیک ہوتو اس کے پیچھے نماز درست ہے (۲) اور مخالف اور خیانت کی تہمت لگانے والوں کو توبہ تائب ہوجانا اور امام صاحب سے معافی مانگنا ضروری ہے اور اگر واقعی خیانت ثابت ہو جائے تو اس سے خیانت کی رقم وصول کریں (۳) نیز اسے سمجھائیں کہ آئندہ اس قسم کی خیانت آپ سے نہ ہو پھر اگر وہ تائب ہوجائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے (۴) اور آئندہ کے لیے بہتر یہ ہے کہ مالیات کے شعبہ سے اسے برطرف رکھیں اور کمیٹی خود حساب وکتاب اپنے ہاتھ میں لے لے یا کسی اور بہترین شخص کے سپرد کردے اور اگر کمیٹی کی تحقیق وثبوت کے باوجود بھی وہ تائب نہ ہوتو وہ امامت کا اہل نہیں ہے۔ اسے امامت سے علیحدہ کیا جائے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد جان عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ

---

۱) الشامی قال فی الاسعاف ولا یولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه کتاب الوقف مطلب فی شروط المتولی ٥٨٤/٦ طبع مکتبه رشیدیه جدید. وکذا فی البحر الرائق کتاب الوقف ٣٧٨/٥ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

٢) الدر المختار والاحق بالامامة تقدیما بل نصباً مجمع الانهر (الاعلم باحکام) الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة کتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٧/١ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:٢٩٩، ٣٠٠ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلٰوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعیدی کتب خانه.

٣) الدر المختار ویجب رد عین المغصوب فی مکان غصبه لتفاوت القیم الخ کتاب الغصب ٣٠٥/١، ٣٠٦ ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکذا فی نصب الرایة مع الهدایه شرح بدایة المبتدی کتاب الغصب فصل ٤١٦/٤ طبع مکتبه حقانیه. وکذا فی البحر الرائق کتاب الغصب ١٩٨/٨، ١٩٩ مکتبه رشیدیه کوئٹه.

٤) قل یعبادی الذین أسرفوا علی أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله یغفر الذنوب جمیعاً انه هو الغفور الرحیم سورة الزمر آیة : ٣٥ پاره ٢٤. وعن عبد الله بن مسعود رضی الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له مشکوة المصابیح باب التوبة والاستغفار ص:٢٠٦ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی إبن ماجه باب ذکر التوبة ص:٣٢٣ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.

٥) لما فی الدر المختار مع ردالمحتار یعزل به الا لفتنة ای بالفسق لوطرا علیه والمراد انه یستحق العزل کتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٥٤٩، ج١، طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق ولا یحل عزل القاضی صاحب الوظیفة بغیر جنحة وعدم أهلیة ولو فعل لم یصح کتاب الوقف ٣٨٠/٥ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکذا فی الشامی وقد منا عن البحر حکم عزل القاضی لمدرس ونحوه وهو أنه یجوز الا بجنحة وعدم اهلیة کتاب الوقف مطلب فی عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر نفسه ٤٢٨/٤ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

شطرنج باز، لحیہ تراش، حقہ نوش کی امامت کا حکم

﴾س﴿

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کسی مسجد کی امامت سے مستغنی ہوتے ہوئے اس کے پاس اتنا گزارہ کا کفیل ہے کہ کسی قسم کا محتاج نہیں اور پھر زید لاولد بھی ہے تقریباً اس کی چھ ایکڑ زمین بھی ہے۔ کیا اسے مسجد کے فنڈ سے غبن کرنے کی اجازت ہے اور اگر مسجد کے نام کچھ رقبہ بھی ہو تو اس میں سے بھی غبن کر سکتا ہے۔ کتاب وسنت سے بیان کریں۔
(۲) بالغ، غیر بالغ مسجد میں تعلیم دین حاصل کر سکتے ہیں حالانکہ ان کو طہارت غیر طہارت کا امتیاز نہ ہو۔
(۳) شطرنج باز، حقہ نوش، لحیہ تراش بغیر اجازت امامت خطابت سرانجام دے سکتا ہے یا نہیں (۴) بدعتی اور مردہ شو کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴾ج﴿

(۱) امام مذکور غبن بمعنی خیانت کا تو کسی طرح مجاز نہیں ہے۔ البتہ مسجد کی کمیٹی ہو تو اس کمیٹی کی رائے اور مشورہ سے اپنے لیے تنخواہ مقرر کر سکتا ہے[1]۔ باقی گزارہ کا ذریعہ اگر اس کا موجود ہے جس سے فارغ اور مطمئن ہو کر امامت کا کام کر سکتا ہے تو اچھا ہے کہ مسجد کے فنڈ سے کچھ نہ لے۔ لیکن اگر لے تو بھی جائز ہے۔ (۲) فقہاء کرام نے مسجد میں اس تعلیم سے جو بالمعاوضہ[2] ہو منع فرمایا ہے اس طرح حدیث شریف میں چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع فرمایا[3] ایسے چھوٹے جنھیں پاکی پلیدی کی تمیز نہیں ہوتی۔ پس اولیٰ وانسب یہ ہے کہ تعلیم صبیان کے لیے خارج از مسجد کسی مکان کا انتظام کیا جائے۔ چاہے وہ مکان کرایہ پر ہی کیوں نہ لیا جائے اور جب تک اس کا انتظام نہ ہو اس وقت تک مسجد کو احتیاط سے استعمال کیا جائے۔

---

۱) و (لاتصح الاجارة) لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والا مامة و تعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان۔ الدر المختار ص ۵۵ ج۶ طبع سعيد كراچی .

۲) بل فی التتارخانيه عن العيون جلس معلم أو وراق فی المسجد فإن كان يعلم أو يكتب بأجر يكره إلا لضرورة شامی كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۶/۴۲۸ طبع ايچ-ايم-سعيد.
لما فی تقريرات الرافعی على هامش رد المحتار ولا يخفى أن ما ذكره من التوجيه يفيد الفسق فی مسألة التعليم بالاولى كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۹/۷۰۷ رشيديه جديد.

۳) لما فی ابن ماجه عن واثلة بن الاسقع أن النبی صلى الله عليه وسلم قال جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراءكم وبيعكم وخصوماتكم...... باب مايكره فی المساجد، ص:۵۵ طبع ايچ-ايم-سعيد كمپنی.
وكذا فی الشاميه كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۶/۴۲۸ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی.

(۳) شطرنج باز، حقہ نوش اور لحیہ تراش امامت کے مستحق تو ہرگز نہیں (۱) اور خطبہ بھی اس سے سننا مکروہ ہوگا اور صرف تقریر و وعظ اگر وہ بغیر اجازت متولی مسجد یا امام مسجد کے شروع کردے تو یہ بھی درست نہیں ہے اور اجازت کے ساتھ نفس تقریر اگر وہ اچھی باتیں کرے تو سننا جائز ہوگا۔ بعد میں فہمائش کی جائے کہ خود بھی اپنی عملی اصلاح فرماوے۔ (۴) بدعتی کی امامت مکروہ ہے (۲) اور مردہ شوئی کرنے والا اگر محتاط ہو کر غسل دیتے وقت چھینٹوں سے اپنے آپ کو بچائے پاک کپڑے رکھے اور غسل بھی کرے اور مردہ شوئی کو بطور پیشہ اختیار نہ کرے بلکہ ضرورت کے وقت اس کو بطور خدمت کے انجام دے بلا معاوضہ (۳) تو نماز بلا کراہت اس کے پیچھے درست ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

---

۱) لما فی شامی وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه (الفاسق) كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ ايم سعيد. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۲) لما في حلبي ويكره تقديم المبتدع أيضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو أشد من الفسق من حيث العمل كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا في التتارخانيه ذكر شيخ الاسلام في شرح كتاب الصلوة الصلوة خلف أهل الهواء يكره كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۱ طبع إدارة القرآن كراچى.
وكذا في الشاميه فهو الفاسق كالمبتدع تكره إمامته بكل حال الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ ايم سعيد كراچى.

۳) وفي الدر المختار والافضل أن يغسل الميت (مجاناً فإن ابتغى الغاسل الاجر جاز إن كان ثمه غيره وإلا لا كتاب الصلوة باب الجنائز الدر المختار ۲/۱۵۸ طبع ايچ ايم سعيد كراچى.
وكذا في الهندية كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون الفصل الثاني في الغسل ۱/۱۵۹، ۱۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/۳۰۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۴) لما في الدر المختار والاحق بالامامة ..... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ ايم سعيد.
وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح (فالاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة فصل في الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في حلبي كبير ان العالم اولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

بدعہدی کرنے والے کی امامت

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں کا پیش امام مسجد ایک شخص کا حق تلف کرنے کی خاطر عہد شکنی کر رہا ہے- گاؤں والے اس معاملہ کو بخوبی جانتے ہیں کہ حقدار واقعی عنداللہ حق بجانب ہے- وہ تمام لوگ جمع ہوکر اپنے پیش امام کی خدمت میں آ کر اسے ہدایت کی درخواست کی مگر وہ پیش امام ہدایت پذیر نہ ہوا- گاؤں والے ناراض ہوکر اور بدظن ہوکر واپس چلے گئے- کیا لوگ متفقہ طور پر اس پیش امام کو ہٹا کر دوسرا پیش امام مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب-

ج

صورت مسئولہ میں حسب تحریر وحسب معاہدہ امام مسجد کو لازم ہے کہ جس سے معاہدہ کیا ہے اس کو پورا کرے [1] اور خاندانی لڑکی کا نکاح کردے اور اگر قوی عذر شرعی موجود ہے تو اس معاہدہ کیے گئے شخص کو راضی کر کے دوسرے شخص کو لڑکی دینے کی گنجائش ہے [2]- ورنہ امام مجرم ہوگا اور لوگوں کو حق ہوگا کہ اس امام کو بدل کر دوسرا امام مقرر کریں [3]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لما في قوله تعالى وأوفوا بالعهد ان العهد كان مسؤلا سورة الاسراء: ۳٤ پاره ۱۵ .
وكذا في التفسير المنير (أوفوا بالعهد ان العهد كان مسؤلا) ..... فيجب شرعاً الوفاء بالعهد پاره ۱۵ آية ۳٤ النوع التاسع ۱۵/۷۳ طبع غفاريه كانسى روڈ كوئٹه. وكذا في حاشية المشكوة الخلف بالوعد من غير مانع حرام وهو المراد هنا وكان الوفاء بالوعد ماموراً به في الشرائع السابقة ايضاً كتاب الاداب باب الوعد الفصل الثاني ص:٤١٦ طبع قديمى كتب خانه.

۲) لما في شرح الاشباه والنظائر الخلف بالوعد حرام..... إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف فلا أثم عليه انتهى وقيل عليه فيه بحث فإن امر (أوفوا بالعقود) مطلق فيحل عدم الاثم في الحديث على ما اذامنع مانع من الوفاء كتاب الحظر والاباحة ۳/۲۳٦ إدارة القرآن.
وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح كتاب الاداب باب الوعد الفصل الثاني ۸/۱۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت. وكذا في حاشية المشكوة الخلف بالوعد من غير مانع حرام وهو المراد هنا وكان بالوعد ماموراً به كتاب الاداب باب الوعد ص:٤١٦ طبع قديمى كتب خانه.

۳) لما في الدر المختار مع رد المحتار يعزل به إلا لفتنة أي بالفسق لوطر أ عليه والمراد أنه يستحق العزل كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٤۹ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
وكذا في البحر الرائق فلا يحل عزل القاضى صاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية لو فعل لم يصح كتاب الوقف ٥/۳۸۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في الشاميه وقدمنا عن البحر حكم عزل القاضي لمدرس ونحوه لايجوز إلا بجنحة وعدم أهلية كتاب الوقف مطلب في عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر لنفسه ٤/٤۲٤ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

''میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا'' کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتہم کہ ایک عالم جو ایک گاؤں کی مسجد کے امام بھی ہیں کسی پنچائتی فیصلہ کے بعد اس کی زبان سے دو تین دفعہ یہ کلمہ نکلا ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ اگر وہ امام توبہ کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہو جائے گا یا نہ حوالہ کتب سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سوال میں مندرجہ الفاظ کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا بہت سنگین الفاظ ہیں اس شخص کو فوراً توبہ تائب ہونا چاہیے[1] ورنہ امامت سے ہٹا دیا جاوے[2] اگر وہ توبہ تائب ہو جائے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ **لقوله عليه الصلوة والسلام التائب من الذنب كمن لاذنب له** (الحدیث)[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لما في الشرح النووي على صحيح المسلم واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ۲/۳۵٤ طبع قديمي كتب خانه. وكذا في رياض الصالحين شرح اردو مولانا قيام الدين الحسيني صاحب التوبة واجبة من كل ذنب الخ باب التوبة طبع مكتبه مدنيه اردو بازار لاهور.

۲) لما في الدر المختار مع رد المحتار يعزل به إلا لفتنة أي بالفسق لو طرا عليه والمراد أنه يستحق العزل كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٤۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا في البحر الرائق ولا يحل عزل القاضي صاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية ولو فعل لم يصح كتاب الوقف ٥/۳۸۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي.

وكذا في الشامية وقد منا عن البحر حكم عزل القاضي لمدرس ونحوه إلا بجنحة وعدم أهلية كتاب الوقف مطلب في عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر لنفسه ٤/٤۲۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچي.

۳) واني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدى سورة طه آية ۸۲ پاره ۱٦.

لما في مشكوة المصابيح وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰٦ طبع قديمي كتب خانه.

وكذا في إبن ماجه باب الذكر التوبة ص: ۳۲۳ طبع ايچ۔ايم ۔ سعيد كمپني.

یہ کہنے والے کی امامت کا حکم کہ حدیث صحیح نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھاتا تھا دیگر ایک شخص نے بیان کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعاء کی تو ان کو معلوم ہوا کہ میرے والد کی شکل بجو کی ہے۔ اس پر پہلے نماز پڑھانے والے نے کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگر ہے تو بار بار کہنا مناسب نہیں کہ اس مسئلہ میں جھگڑا معلوم ہوتا ہے۔ مسئلہ کرنے والے نے کہا یہ شخص حدیث کا قائل نہیں کافر ہے۔ جو اس جھگڑے پر عیب جوئی کرنے لگے اور جماعت میں تفرقہ ڈالا ان شخصوں کے واسطے کیا حکم شرع ہے۔ مزید یہ کہ ان چند اشخاص نے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی اور اسی امام کے لڑکے کو امام مقرر کر لیا۔ باپ بیٹے کو منع کرتا ہے کہ جب مجھ کو یہ لوگ کافر سمجھتے ہیں تو ان کو نماز نہ پڑھاؤ لڑکے کے پیچھے باپ اور چند لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

واقعی یہ حدیث صحیح بخاری شریف صفحہ ۴۷۳ (۱) پر موجود ہے۔ لیکن جس نے یہ کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کی سند ٹھیک نہیں۔ تو یہ اس کو غلط فہمی لگی تھی۔ اس وجہ سے اس نے انکار کیا ہے۔ بہرحال یہ امام کافر نہیں ہے (۲) اور غلط فہمی کی وجہ سے گنہگار بھی نہیں ہوگا (۳)۔ جن لوگوں نے امام سے الگ ہو کر نماز پڑھنی شروع کی ہے وہ حق پہ نہیں بشرطیکہ امام سابق میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو (۴)۔ واللہ اعلم۔

---

۱) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یلقی ابراهیم اباه آذر یوم القیمة وعلی وجه آذر قترة وغبرة فیقول له ابراهیم الم أقل لك لا تعصینی فیقول أبوه فالیوم لا أعصیك فیقول ابراهیم یا رب إنك وعدتنی أن لا تخزنی یوم یبعثون فأی خزی أخزی الخ صحیح البخاری باب قول عزوجل واتخذ الله ابراهیم خلیلاً ۴۷۳/۱ طبع قدیم کتب خانه.

۲) لما فی الدر المختار بدعة وهی إعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة وكل من كان من قبلتنا لا يكفر بها كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱، ۵۶۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی التتارخانیه أن كل من كان من أهل قبلتنا ولم يغل فی هواه حتی لم يحكم بكونه كافراً ولا يكون ماجنا بتأويل الفاسد كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۶۰۱/۱ طبع إدارة القرآن كراچی.

۳) لما فی جمع الجوامع ...... حدیث : ۵۴۸۳ قال النبی صلی الله علیه وسلم إن الله تعالی وضع عن أمتی الخطأ والنسیان وما استكر هوا علیه ۲۶۰/۲ طبع دارالكتب العلمیة بیروت لبنان.

۴) لما فی الدر المختار والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید كراچی.
وكذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (فالاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰ طبع دارالكتب العلمية بیروت لبنان. وكذا فی حلبی كبیر ان العالم اولی بالتقدیم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی كتب خانه.

غصہ میں یہ کہنے والے کی امامت کا حکم ''میں توحید بیان نہیں کروں گا''

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد کو ایک شخص نے کہا آپ توحید کا مسئلہ بیان کریں امام مسجد نے جواب دیا میں توحید بیان نہیں کروں گا میں تو شرک بیان کروں گا مسجد کے امام نے کہا کہ مجھے کہتے ہیں اور دوسرے اماموں کو نہیں کہتے۔ یہ الفاظ غصے میں کہے ہیں۔ کیا عندالشرع ان الفاظ کے کہنے سے ایمان میں کچھ نقصان تو نہیں ہوا امامت کے قابل رہا یا نہیں۔

﴿ج﴾

ان کلمات سے اگر چہ کفر کا حکم نہیں دیا جاتا۔ لیکن امام صاحب کو لازم ہے کہ اپنے الفاظ پر نادم ہو کر توبہ تائب ہو [1] اگر اس میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو تو اس کی امامت درست ہے [2]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ، ۱۸ رجب ۱۳۹۷ھ

بی بی زلیخا کے بارہ میں بدزبانی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زلیخا مسلمان ہوئی تھی یا نہیں زلیخا جو عزیز مصر کی بیوی تھی۔ اس زلیخا کے حق میں اگر کوئی شخص یہ الفاظ استعمال کرے 'کنجری' کراڑی' کمینی' فاحشہ' بدچلن' زانیہ' آیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔

---

۱) لما فی الشرح النووی علی صحیح المسلم واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا یجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة کتاب التوبة ۲/۳۵٤ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی روح المعانی تحت آیة (یایها الذین آمنو توبوا إلی الله توبة نصوحاً) سورة التحریم آیة ۸، ۲۸/٤۸۷ طبع دار أحیاء التراث. وکذا فی ریاض الصالحین شرح اردو مولانا قیام الدین الحسینی صاحب التوبة واجبة من کل ذنب باب التوبة ۱/۱۵،۱٦ طبع مکتبه مدینه اردو بازار لاهور.

۲) وفی الدر المختار والاحق بالامامة ...... الاعلم باحکام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (فالاعلم) بأحکام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ویجتنب الفواحش الظاهرة کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان. وکذا فی حلبی کبیر ان العالم اولی بالتقدیم إذا کان یجتنب الفواحش الخ کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

﴿ج﴾

زلیخا (امراۃ العزیز) کے متعلق قرآن کریم سے صرف صغائر گناہ ثابت ہیں۔ جو حسنات سے معاف ہو جاتے ہیں[1]۔ کبیرہ گناہ (زنا) سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل وکرم سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت وعفت وتقویٰ کی وجہ سے بچالیا ہے[2]۔ پھر اس کو کس طرح زانیہ کنجری کہا جا سکتا ہے۔ یہ محض الزام ہے۔ بدزبانی ہے اور جہالت کا ثبوت ہے اس طرح کے بے احتیاط شخص کو امام اور مقتدا بنانا جائز نہیں ہے۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ محتاط اور متقی ہو[3]۔ واللہ اعلم۔

غلطی سے غلط مسئلہ بتادینے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چک نمبر ۳۵۹ کے امام مسجد نے جمعہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے تاش، شطرنج ونرد اور شراب کی مذمت بیان کی اور اس میں یہ کہا گیا کہ جو شخص تاش کھیلے وہ اس طریقہ سے ہے کہ اپنی والدہ سے برائی کرتا ہے یہ مسئلہ حدیث میں ہے جب بعد میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں اپنی غلطی کا معترف ہوں کیونکہ میرے ذہن میں حدیث ربوا کا مضمون موجود تھا غلطی سے تاش کے بارے میں بیان ہوگئی ہے کیا اس امام مسجد کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے اور تاش، شطرنج ونرد اور شراب جو لوگ علانیہ پیتے پلاتے ہیں شرعاً ان کے ذمہ کون سے فدیے ہیں۔

---

۱) لما فی قوله تعالی إن الحسنات يذهبن السيآت الآية سورة هود آية: ۱۱٤ پاره ۱۲.
لما فی تفسير ابن كثير قوله تعالى (إن الحسنات يذهبن السآت يقول إن فعل الخيرات يكفر الذنوب السابقة (۳۸۱۹ كما جاء في الحديث الذى رواه الامام أحمد وأهل السنن عن أمير المؤمنين على بن ابى طالب قال كنت إذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثًا .... أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من مسلم يذنب ذنباً فيتوضا ويصلى ركعتين .....إلا غفر له) سورة هود آية ۱۱٤ پاره ۱۲ ۳/۵٦۰ طبع كتب خانه.
۲) لما فی قوله تعالی ولقد همت به وهم بها لو لا أن راى برهان ربى كذالك لنصرف عنه السوء والفحشاء إلا سورة يوسف آية ۲٤ پاره ۱۲.
۳) وفی التتارخانيه يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة افضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا فى الدر المختار والاحق بالامامة تقديما بل نصباً مجمع الانهر الا علم باحكام الصلوة ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا ثم الاحسن وجهاً كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷،۵۵۸ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراچى.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

﴿ج﴾

جب مولوی صاحب نے اپنی غلطی کا اقرار کرلیا ہے اور لوگوں کو صحیح مسئلہ سے آگاہ کیا تو مولوی صاحب پر اب کوئی ملامت نہیں اور اس کی امامت جائز ہے (۱) شطرنج ونرد کھیلنا ناجائز ہے (۲) شراب پینا حرام ہے (۳) اور پینے والے پر حد ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ناشائستہ الفاظ منہ سے نکالنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو عالم شخص آپس میں ایک مسئلہ دینی میں مباحثہ کررہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا کہ اگر آپ عدم جواز کے قائل ہو تو جامع مسجد میں بروز جمعہ اعلان کروتا کہ لوگ جو جواز کا قول آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس غلط فہمی سے بچ جائیں۔ تو اس دوران میں زید جو اس جامع مسجد کا خطیب تھا۔ طیش میں آکر بول اٹھا کہ جو کوئی شخص میری مسجد میں اعلان وتقریر کرے میں اس کی ٹانگ (پاؤں) توڑ کر اس کی مخصوص جگہ (دبر) میں دیتا ہوں۔ اب یہ الفاظ جو زید سے صادر ہوگئے کیا تو ہین علماء دین کی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت میں حکم شرعی کیا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ اس کی عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔ دوسری صورت میں توہین نہ ہونے کی کیا دلیل ہے۔ حالانکہ زید کی مراد تو ہین علماء دین کی ہی تھی۔ اس پر قرائن دو عالموں کا مباحثہ دینی اور دینی مسئلہ کے اعلان کا قول کرنا اور اس کا اس پر غصہ ہونا اور ان الفاظ ناشائستہ کو منہ سے نکالنا موجود ہیں۔

---

۱) الدرالمختار: والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوٰة فقط صحة و فساد بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة۔ كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۷، ج۱، طبع ايچ ايم سعيد كراچی۔
۲) لما فی الدر المختار كره تحريما اللعب بالنرد وكذا شطرنج كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۳۹۴/۶طبع سعيد كراچی. وكذا فی خلاصة الفتاوی كتاب الكراهية الفصل فيما يتعلق بالمعاصی ۳۵۴/۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
۳) والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی (والاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فی حلبی كبير ان العالم اولی بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.
۴) مشكوٰة المصابيح، عن جابر رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه۔ الخ۔ باب حد الخمر، الفصل الثانی۔ ص ۳۱۵۔ طبع قديمی كتب خانه۔ وكذا فی جامع المهلكات، كتاب الخمر، باب حدالشارب، ص ۲۶۲، طبع بيروت۔ وكذا فی الهنديه، الباب السادس فی حد الشرب، ج ص ۱۵۹، ج۲، طبع مكتب رشيديه كوئٹه۔

﴿ج﴾

اس قسم کے الفاظ خلاف شرع ہیں (۱) اس شخص کو اس قسم کے الفاظ سے توبہ اور احتراز کرنا چاہیے (۱)۔ اس شخص کی امامت جائز ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فتوی کو برا کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور ایک روز درود شریف پر دس بارہ آدمی اکٹھے ہوئے ہیں۔ بات چیت کرتے کرتے جو امام مسجد تھا اس نے سب آدمی جو درود شریف میں شامل تھے ان سب کو کہا کہ تم کافر ہو۔ انھوں نے کہا کہ فتوی پوچھیں گے کہ مسلمانوں کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بات پر اس نے کہا کہ میں فتویٰ پر پیشاب کرتا ہوں۔ لہٰذا یہ مسئلہ علماء دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں اور اس کے حق میں شرع شریف کا کفارہ ہو تو کتب فقہ سے بحوالہ فرمائیں۔

---

۱) لما في قوله تعالى واجتنبوا قول الزور سورة الحج آية: ۲۹.

وكذا فى الترمذى عن عبد الله رضى الله عنهم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله كفر ابواب البر والصلح باب ما جاء فى الشتم ۱۹/۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی.

وكذا فى شرح النووى على صحيح المسلم باب النهى عن السباب ۳۶۱/۲ طبع .

۲) لما فى شرح النووى على صحيح المسلم واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ۳۵٤/۲ طبع قديمى كتب خانه. وكذا فى روح المعانى تحت آية (ياايها الذين آمنو توبوا إلى الله توبة نصوحاً) سورة التحريم آية ۸، ٤٨٧/٢٨ طبع دار أحياء التراث العربى.

وكذا فى رياض الصالحين شرح اردو مولانا قيام الدين الحسينى صاحب التوبة واجبة من كل ذنب باب التوبة ١٥/١، ١٦ طبع مكتبه مدينه اردو بازار لاهور.

۳) والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٧/١ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى (والاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراء ة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى حلبى كبير ان العالم اولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

﴿ج﴾

اس شخص نے یہ بہت سخت [۱] الفاظ استعمال کیے ہیں- واقعہ کی خوب تحقیق کی جائے اگر واقعی اس نے یہ لفظ کہے ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ فوراً توبہ تائب ہو جائے اور استغفار کرے [۲]- توبہ تائب ہو جانے کے بعد اس کی امامت درست ہے [۳] اگر وہ توبہ تائب نہ ہو تو لائق امامت نہیں [۴]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

'میں فتوی کو نہیں مانتا' کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حافظ صاحب اور حاجی صاحب کے مابین اجنبی عورت کو تین دن

---

۱) لما في شرح فقه اكبر من اهان الشريعة والمسائل التي لا بدمنها كفر فصل في العلم والعلماء ص:٤٧٣ طبع دار البشائر وايضاً فيه اى شرح فقه اكبر ومن قال الشرع وامثاله لا يفيذني ولا ينفذ عندى كفر فصل في العلم والعلماء ص: ٤٧٥ طبع دار البشائر.
لما في رد المحتار ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به وإن لم يقصد الاستخفاف باب المرتدا ٢٢٢/٤ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

٢) لما في شرح النووى على صحيح المسلم واتفقوا على أن التوبة من جيمع المعاصى واجبة وانهاواجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ٣٥٤/٢ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا في تفسير روح المعاني تحت آية (يايها الذين آمنو توبوا إلى الله توبة نصوحاً) سورة التحريم آية ٨، ٤٨٧/٢٨ طبع دار أحياء التراث العربى.
وكذا في رياض الصالحين شرح اردو مولانا قيام الدين الحسينى صاحب التوبة واجبة من كل ذنب باب التوبة ١٦،١٥/١ طبع مكتبه مدنيه اردو بازار لاهور.

٣) لما في قوله تعالى قل يعبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعاً سورة الزمر آية٥٣ پاره ٢٤، وكذا في مشكوة المصابيح عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه التائب من الذنب كمن لا ذنب له ص:٢٠٦ باب التوبة والاستغفار طبع قديمى كتب خانه وكذا في سنن ابن ماجه باب ذكر التوبة ص: ٣٢٣ طبع ايچ-ايم- سعيد كمپنى.

٤) كما في حلبى كبير ويكره تقديم المبتدع ايضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حيث العمل كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا في التتارخانيه ذكر شيخ الاسلام في شرح كتاب الصلوة الصلوة خلف اهل الهواء يكره كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة وكذا في الشامية فهو الفاسق كالمبتدع تكره امامته بكل حال كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

پاس رکھنے کے الزام کے سبب کافی عرصہ سے بائیکاٹ کا سلسلہ جاری ہے- حافظ صاحب نے صلح کے لیے کافی کوشش کی مگر حاجی صاحب بالکل نہیں مانتے بلکہ دوسروں کو بھی بائیکاٹ کے لیے کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حافظ صاحب پکا منافق ہے- دلیل کے لیے یہ آیت شریفہ پیش کرتے ہیں **یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم** - حاجی صاحب کی مسجد میں ایک مولوی صاحب امام مسجد ہے جس کو حاجی صاحب نے فرمایا کہ تم حافظ صاحب سے بائیکاٹ کرو تو اس مسجد میں امام رہ سکتے ہو ورنہ نہیں- مولوی صاحب نے قرآن مجید کی آیت **انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم الأیہ** - کا مفہوم پیش کیا اور کہا کہ تم ہمیں روکتے ہو حالانکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمھارے درمیان صلح کرائیں- مگر حاجی صاحب نے سر اور ہاتھ کے اشارہ سے انکار کیا- پھر حدیث شریف سنائی گئی تو بھی انکار کر گیا- پھر کہا گیا کہ فتویٰ منگائیں جو شریعت کا فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے پھر بھی انکار کر دیا پھر نزاع فیصلہ کے لیے پنچایت کے متعلق کہا گیا تو بھی انکار کر دیا اور ہر بار کہتے رہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ٹھیک ہے- قرآن شریف، حدیث شریف، فتویٰ، پنچایت کی بالکل پرواہ نہیں کی اپنی ضد پر پکے رہے- کیا حاجی صاحب کو صلح کرنا چاہیے یا نہیں؟

حاجی صاحب نے سر اور ہاتھ کے اشارہ سے قرآن وحدیث کا انکار کیا ہے کیا حاجی صاحب کے لیے توبہ کرنی ضروری ہے یا نہیں؟

دوبارہ پھر حاجی صاحب کے سامنے قرآن وحدیث پیش کیے گئے تو کہنے لگا کہ تمھارا فرض ادا ہو گیا اس انکار کا وبال مجھ پر پڑے گا- مجھ پر فتویٰ لگاؤ میں نہیں مانتا- کیا حاجی صاحب خط کشیدہ الفاظ سے سر اور ہاتھ کے اشاروں سے انکار کے سبب قرآن وحدیث کے انکار کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟ اگر انکار کے مرتکب نہیں تو فبھا اگر انکار کے مرتکب ہیں تو توبہ علی الاعلان کرنا ضروری ہے یا بغیر توبہ کیے امام بنائے جا سکتے ہیں- بینوا توجروا

ج

واضح رہے کہ بلا وجہ کسی پر تہمت لگانا شرعاً گناہ ہے [1] اگر حاجی صاحب کے پاس اس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں تو وہ سخت گنہگار ہیں اور قرآن وحدیث سے ان کو سمجھانے کے باوجود بھی اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں یعنی اس پر عمل نہیں کرتے تو اور بھی زیادہ سخت گنہگار بن گئے ہیں- ان پر لازم ہے کہ وہ علانیہ توبہ تائب ہو

---

۱) لما فی قولہ تعالی ولا یأتین ببھتان یفترینہ بین أیدیھن الآیۃ سورۃ الممتحنۃ آیۃ ۱۲.
وأخرج أحمد خمس لیس لھن کفارۃ الشرك باللہ وقتل النفس بغیر حق وبھت مومن والفرار من الزحف ویمین صابرۃ یقتطع بھا مالا بغیر حق الخ (الزواجر عن اقتراف الکبائر کتاب النکاح الکبیر الرابعۃ والخمسون بعد المائتین البھت ۲/۴۱ دار الفکر بیروت.

جائیں [۱] اور حافظ صاحب سے مصالحت کریں یہ بھی توبہ میں داخل ہے۔لیکن اگر ان کے پاس کوئی شرعی ثبوت ہے تو اس کو پیش کردیں تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ مسئلہ ختم ہو جائے۔اگر حاجی صاحب اس کا ثبوت پیش کر سکے تو ان پر تہمت کا گناہ نہ ہوگا۔حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کے ساتھ بلا وجہ شرعی بول چال ختم کرنے کی ممانعت آئی ہے [۲]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دماغی بیماری میں مبتلا شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام صاحب جو تقریباً ستر سال کی عمر کا ہے۔کبھی کبھی اس کا دماغی توازن درست نہیں ہوتا وہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔اس وقت ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ اب امام صاحب کو دماغی دورہ ہو چکا ہے تو ان دنوں ان کے پیچھے متقی اور اہل علم نماز نہیں پڑھتے اور عموماً سخت گرمیوں میں سخت سردیوں میں ایسا ہوتا ہے۔کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے۔

جب اس کا دماغی توازن درست ہو تو اس کی اقتدا کرنا کیسا ہے۔اس کا دماغی توازن درست نہ دیکھ کر میرا عقیدہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا نہیں رہا۔چاہے اس پر دماغی دورہ بھی نہ پڑا ہوا ہو۔لوگوں میں انتشار پھیلنے کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھ کر دوبارہ علیحدہ پڑھتا ہوں دوسرا خوف جماعت کے ترک ہونے کا ہوتا ہے۔کیا میرا یہ فعل درست ہے یا نہیں۔مسجد کے اراکین کو امام بدلنے کے لیے جب کہا جاتا ہے تو وہ اس کے بے روزگار ہو

---

۱) لما فی شرح النووی علی صحیح المسلم واتفقوا علی أن التوبة من جیمع المعاصی واجبة وانهاواجبة علی الفور لا یجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة کتاب التوبة ۳۵٤/۲ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی تفسیر روح المعانی تحت آیة (یاایها الذین آمنو توبوا إلی الله توبة نصوحاً) سورة التحریم آیة ۸، ٤۸۷/۲۸ طبع دار أحیاء التراث العربی.
وکذا فی ریاض الصالحین شرح اردو مولانا قیام الدین الحسینی صاحب التوبة واجبة من کل ذنب باب التوبة ۱۶،۱۵/۱ طبع مکتبه مدینه اردو بازار لاهور.

۲) لما فی مشکوة المصابیح عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یحل لرجل ان یهجر أخاه فوق ثلاث لیال کتاب الاداب باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع ص:٤۲۷ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح والشارع إنما حرم المهاجرة المفیدة لا المطلقة مع ان فی إطلاقها حرجاً عظیماً حیث یلزم منه أن مطلق الغضب المودی إلی مطلق الهجر ان یکون حراماً، قال الخطابی رخص للمسلم ان یغضب علی اخیه ثلاث لیال لقلته ولایجوزفوقها الا اذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع ۲۳۰/۹ طبع دار الکتب العمیة بیروت لبنان. وکذا فی سنن ابی داؤد کتاب الاداب باب فی هجرة الرجل أخاه ۳۳۰/۲ حدیث ٤۹۱۰ طبع رحمانیه لاهور.

جانے کا خطرہ پیش کر کے بات ٹال دیتے ہیں اور اس امام کو نہیں نکالتے۔ کیا مسجد کے اراکین کا یہ رویہ شرعاً درست ہے اور مسجد کے اراکین یہ بھی کہتے ہیں کہ جب اس کا دماغی توازن درست ہوتا ہے تو یہ نماز میں نہیں بھولتا۔ بینوا تو جروا۔

﴿ج﴾

جس وقت امام کا دماغی توازن خراب ہو۔ اس وقت اس کی اقتداء درست نہیں (۱)۔ مسجد کے اراکین پر لازم ہے کہ وہ کسی ایسے عالم صالح اور متقی کو امام مقرر کر دیں (۲) جو امامت جیسی اہم عبادت کو بطریقہ احسن سرانجام دے سکے۔ امامت کا مسئلہ اسلام میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوتاہی درست نہیں۔ امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہوتا ہے (۳)۔ جس امام سے مقتدی نفرت کرتے ہوں اس شخص کا امام بننا مکروہ ہے (۴) اور حدیث شریف میں اس کی سخت وعید آئی ہے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) وتجب على العقلاء البالغين الاحرار القادرين على الجماعة من غير حرج انتهى حلبى كبير كتاب الصلوة فصل في الامامة ص:۵۰۸ طبع سعيدى كتب خانه . وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ص:۲۸۷،۲۸۸ كتاب الصلوة باب الامامة طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۴۸/۱ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

۲) لما في التتارخانيه وفي فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقرأة والحسب الخ ۶۰۰/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية . وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱،۵۵۸ طبع ايچ-ايم-سعيد.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۲۳۹/۱ طبع بيروت لبنان.

۳) لما في سنن ابى داؤد- عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الامام ضامن والموذن موتمن الخ- كتاب الصلوٰة- باب من عجب على الموذن من تعاهدالوقت)، ص ۸۸، ج۱، طبع مكتبه رحمانيه لاهور- وكذا في حلبى كبير- كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۱۷، طبع سعيدى كتب خانه-

۴) لما في أبى داؤد عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول ثلاثة لا يقبل الله منهم صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون كتاب الصلوة باب الرجل يؤم وهم له كارهون- وكذا في جامع الترمذى ابواب الصلوة باب ماجاء ان الامام ضامن والموذن مؤتمن ۵۱/۱ طبع ايچ-ايم-سعيد كمپنى.

۵) لما في الدر المختار ولو ام قوماً وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه أو لانهم أحق بالامامة منه كره له الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹/۱ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح قال الحلبى وينبغى أن تكون الكراهة تحريمية لخبر أبى داؤد ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة وعد منهم من تقدم قوماً وهم له كارهون كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۶۰۹/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

دورانِ نماز امام گر گیا تو نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا خطیب ہے۔ وہ دونوں پاؤں سے اس قدر معذور ہے کہ جب دوسری رکعت کے لیے اٹھتا ہے تو بعد از بسیار دقت اور منبر کا سہارا لے کر اٹھتا ہے۔ اس جمعہ کے موقع پر جب وہ اٹھنے لگا تو اس نے ابھی لفظ اللہ ہی کہا تھا کہ دھڑام سے اوندھے منہ زمین پر چت گر گیا۔ ٹانگیں پیچھے کو باہر نکل گئیں۔ دونوں بازو اطراف کو اور چہرہ بھی ایک طرف مڑ گیا۔ سینہ زمین کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ پھر اسی حالت میں دوبارہ اٹھ کر اللہ اکبر کہا اور بیٹھے بیٹھے قرأت شروع کر دی۔ کیا یہ نماز درست ہوگئی یا اس میں نقص واقع ہو گیا۔ نیز اس پر آدھے نمازی ناراض بھی ہیں کہ یہ نماز نہ پڑھائے مگر وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور نماز پڑھاتا ہے۔ جواب دیکر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

بظاہر یہ عمل کثیر معلوم ہوتا ہے اس لیے نماز کے فساد کا قول کیا جائے گا[1]۔ زید کو چاہیے کہ وہ نمازوں کی اہمیت کا خیال رکھے امامت سے سبکدوش ہو جائے اور کسی عالم متقی صحیح صالح کو امام مقرر کر دے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

معذور اور زبان میں لکنت والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے کہ جس کو نماز کے متعلق کچھ مسائل یاد ہیں اور اس کی داڑھی سنت طریقے پر نہیں ہے یعنی کٹواتا ہے اور زبان میں تھوڑی سی لکنت ہے اور تھوڑا

---

۱) لما في الدر المختار ويفسدها كل عمل كثير ليس من اعمالها ولا لإصلاحها كتاب الصلوة ۲/ ٤٦٤ ٤٦٥ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة ص: ۳۲۲ طبع قديمي كتب خانه.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب كراهية الصلوة ص:۳۵۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۲) لما في التتارخانيه وفي فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم ...... والورع والتقوى والقرأة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٦٠٠ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية.

وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٥٧، ٥٥٨ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

سا معذور یعنی پاؤں پر مسح بھی کرتا ہے۔ ایسے اوقات میں کہ اور کوئی نہ ہو یعنی نہ عالم ہو اور نہ حافظ۔ ایسے شخص کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔

ج

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے **واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد**[1] نیز درمختار میں ہے۔ **وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته**[2] پس جو مسلمان داڑھی منڈواتا ہے یا ایک مشت سے کم کترواتا ہے وہ فاسق ہے[3] اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے[4]۔ لیکن اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ اور کوئی عالم صالح متقی موجود نہ ہو تو اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیے[5]۔ اکیلے اکیلے نہ پڑھا کریں بہرحال جب تک کوئی صالح متقی مل سکے تو اُسے چھوڑ کر اسکو امام مقرر کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

---

۱) شامی كتاب الصوم باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۲/٤٩٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۲/٤٩٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/۲۷۰ طبع مكتب رشيديه كوئٹه.

۲) وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الأستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا ونحو ذالك كذا في البرجندي شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔
وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت ۳٦، ۱/۲۷٤ طبع دار أحياء التراث العربي.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في بيان الاحق بالامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

۳) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه اى الفاسق كراهة تحريم شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥۱۳ سعيدى كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه .

٤) وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة أفاد أن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٦۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥۱٤ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ قديمى كتب خانه.

لنگڑے شخص کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم دین ہے۔ مگر شومئی قسمت کہ دائیں ٹانگ مضروب ہوئی اور اب کیفیت یہ ہے کہ تشہد اور سجدہ کی حالتوں میں اپنی پوری ٹانگ سامنے کی طرف یعنی قبلہ رخ پھیلانی پڑتی ہے تو ایسے امام کی امامت درست ہے یا کسی اور کو امام مقرر کیا جائے۔

(ج)

نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص جو لنگڑا نہ ہو لائق امامت کے موجود ہو تو اس کو امام بنایا جاوے۔ وکذالک[1] اعرج یقوم ببعض قدمه فالا قتداء بغیره اولی . فقط واللہ اعلم

دونوں پاؤں سے معذور شخص کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص حافظ قرآن ہے۔ اس کے ہر دو پاؤں ٹنڈے ہیں۔ مگر وہ کھڑا ہو کر دونوں پاؤں پر ٹھیک اور ایک پر ٹھیک طرح زور دے کر نماز پڑھا سکتا ہے۔ رکوع وسجود صحیح کر سکتا ہے۔ اس کی نسبت ثبوت کے ساتھ تحریر فرمادیں کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ اس کی ڈاڑھی ٹھیک ہے۔ خوبصورت ہے۔ نیک آدمی ہے۔ لیکن مسائل نماز سے ناواقف ہے۔ کیا ایسے شخص کا ہمیشہ کے لیے امام مقرر کرنا جائز ہے یا نہ بالدلائل بیان فرمادیں۔

(ج)

وفی ردالمحتار[2] وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره

---

۱) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۶۰ طبع رشیدیه جدید.
وكذا في التتارخانيه كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۶۰۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية.

۲) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۶۰ طبع رشیدیه جدید.
وكذا في التتارخانيه كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۶۰۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية.

اولی تاتارخانیہ. اس سے معلوم ہوا کہ امام مذکور کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ اگر دوسرا کوئی اس کے ساتھ مساوی علم تقوی اور شرافت میں موجود نہ ہو اور دوسرے کی موجودگی میں اس کی امامت خلاف اولی ہے۔ لہذا اس امام کے برابر کا کوئی دوسرا وہاں پر نہیں ہے تو ان کے لیے اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے(۱)۔ واللہ اعلم

ایک پاؤں سے معذور شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن اور سند یافتہ قاری جو اچھے طریقے پر قرآن پاک کی تلاوت کر سکتا ہے اور مسائل ضروریہ سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ لیکن ایک پاؤں سے اتنا معذور ہے کہ جب کھڑا ہوتا ہے۔ ایک پاؤں کا پنجہ زمین پر رکھتا ہے اور دوسرا پاؤں بالکل ٹھیک ہے اور جب سجدہ کرتا ہے اور التحیات پر بیٹھتا ہے تو پاؤں کو آگے نکال کر رکھتا ہے۔ ایسے آدمی کو مستقل امام بنانا کیسا ہے اور اس کے پیچھے صحیح آدمیوں کی نماز کیسی ہے۔ جب کہ ان آدمیوں میں اس جتنا علم والا کوئی اور نہیں اگر اس کی امامت مکروہ ہے تو کونسی ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایسے شخص کی امامت بلا کراہت درست ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس جیسا عالم نہ ہو ورنہ خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے۔ **کما قال فی الدرالمختار وکذا باعرج وغیرہ اولی**(۲). اسی طرح امداد الفتاوی (۳) میں بھی مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۸ رجب ۱۳۸۶ھ

---

۱) لما فی الدر المختار هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۸ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما فی رد المحتار مع شرحه الدرالمختار وكذا أعرج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره أولى كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۶۰ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فی التتارخانيه كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۶۰۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.

۳) امداد الفتاوی ۱/۲۴۹ مكتبه دار العلوم كراچی.

قیام سے معذور شخص کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید اپنے گھر سے چل کر مسجد آتا ہے پھر مسجد میں بوجہ ضعف اور کمزوری کے بیٹھ کر نماز باجماعت پڑھتا ہے اور عذر ترک قیام کا یہ کرتا ہے کہ میں بوجہ سن رسیدہ ہونے کے کمزور ہوں اور قیام کرنے سے قاصر ہوں اس کو منع کیا گیا کہ تم گھر سے چل کر آتے ہو اور پھر بیٹھ کر نماز باجماعت پڑھتے ہو تو قیام فرض ہے اور جماعت واجب ہے تو واجب کے لیے فرض کو ترک نہ کرو اور منفرد نماز پڑھ لیا کرو۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ اس طرح مجھے ۲۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اب اس شخص کے لیے کونسی صورت بہتر ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے جماعت کی نماز کے لیے مسجد نہ جائے ورنہ نماز نہیں ہوگی[1] لیکن اگر یہ شخص چاہے گھر میں نماز پڑھے یا مسجد تک چل کر وہاں جماعت سے نماز پڑھے ہر حال میں قیام کرنے سے معذور ہے کھڑا نہیں ہو سکتا تو اس پر جماعت کی نماز کے لیے چلنا ضروری ہے۔ جماعت سے بیٹھ کر نماز ادا کرے اور بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر شروع کرے اور جہاں تک وہ امام کے ساتھ قیام میں کھڑا ہو سکتا ہے کھڑا رہے اور تھک جانے پر بیٹھ جایا کرے نیز امام کے رکوع کرنے سے کچھ پہلے کھڑا ہو کر رکوع میں جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لما فی البحر الرائق لان القیام فرض فلا یجوز ترکه لأجل الجماعة التی هی سنة بل یعد هذا عذرًا فی ترکها وقد علم مما ذکرنا أن رکنیة القراءة أقوی من الرکنیة القیام کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۵۰۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی حلبی کبیر والثانیة من الفرائض القیام ولوصلی الفریضة قاعداً مع القدرة علی القیام لا تجور وکذا فی منیة المصلی ولو صلی فی مکانه منفرداً یقدر علی الصلوة قائما فانه یصلی وحده قائما عندنا لان القیام فرض والجماعة سنة کتاب الصلوة فرائض الصلوة ص:۲۶۷ طبع سعید کتب خانه.

۲) لما فی البحر الرائق واختار فی منیة المصلی القول الثالث وهوانه یشرع قائما ثم یقعد فإذا جاء وقت الرکوع یقوم ویرکع کتاب باب صفة الصلوة ۱/۵۰۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة فرائض الصلوة ص:۲۶۷ طبع سعیدی کتب خانه.

معذور شخص کی امامت کا حکم

جو امام مسجد کی چوری کرتا ہو اور جس کی ہر وقت ہوا خارج ہوتی رہتی ہو اور اس کا وضو نہ رہتا ہو اور اسے پیشاب کے قطرے آتے ہوں۔ جب وہ ہر وقت وضو کرتا ہے تو لوگوں کے پوچھنے پر وہ کہتا ہے کہ میرا وضو تو ہوتا ہے لیکن شبہ کی وجہ سے وضو کرتا ہوں۔ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اچھی طرح نہیں سمجھا سکتا اور جو امام دین کی خاطر نہیں بلکہ صرف پیٹ پروری کی خاطر امامت کرتا ہو اور تنخواہ لینے کے باوجود زکوٰۃ گیارھویں وغیرہ بھی کھاتا ہو۔ قرآن سامنے رکھ کر غلط ترجمہ کرتا ہو۔ نماز عشاء سے پہلے سنتیں غیر مؤکدہ ہونے کی وجہ سے نہ پڑھتا ہو۔ نہ مولوی ہے اور نہ قاری ہے۔ تین چار مہینے پیشگی اپنی تنخواہ لے لیتا ہے۔ صرف چار پانچ آدمیوں کی وجہ سے اپنی امامت زبردستی سے کر رہا ہے کیا کریں۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

امام اگر واقعی معذور ہے کہ اس کا وضو نہیں رہتا کہ نماز میں بھی اس کو پیشاب کے قطرات خارج ہو جاتے ہیں اور ہوا خارج ہوتی ہے تو اس کی امامت جائز نہیں۔ معذور کے پیچھے غیر معذورین کی نماز نہیں ہوتی[۱]۔ اسی طرح اگر امام جھوٹ بولتا ہو اور چوری کرتا ہو، قرآن غلط پڑھتا ہو یا مقتدی کسی وجہ سے اس سے ناراض ہوں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

---

۱) لما فی تنویر الابصار وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون...... ولا طاهر بمعذور کتاب الصلوة باب الامامة ۳۸۹/۲ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

وکذا فی حلبی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۶ طبع سعیدی کتب خانه.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۶۲۸/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۲) لما فی الدر المختار (ولو أم قوماً وهم له کارهون ان الکراهة لفساد فیه أولا نهم أحق بالامامة منه کره له ذالك تحریما کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹/۱ طبع ایچ ایم سعید کراچی.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۶۰۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

غیر قادر علی القیام کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ :

(۱) امام اعرج جو قیام نماز ادا کر سکتا ہے۔ (۲) دوسرا امام نماز مقعد جو قیام نہیں کر سکتا۔

(۳) اس مقعد کا ایک ہاتھ شل ہے۔ دو نقص کا مالک ہے۔ ان کے پیچھے نماز کیسی ہے۔ جبکہ تندرست صحیح موجود ہے۔

﴿ج﴾

(ا تا ۳) نماز ان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا شخص جو تندرست ہے اور مسائل سے واقف ہو اس کو امام بنانا اولیٰ اور بہتر ہے کیونکہ اعرج اور مقعد جس کا ایک ہاتھ شل ہے لوگوں کی نفرت یا تکمیل طہارت میں کوتاہی کی وجہ سے ان کی امامت مکروہ اور غیر اولیٰ ہے۔ **کما فی الشامیة**[1] **و کذالک اعرج یقوم بعض قدمه فالاقتداء بغیره اولی - و ایضًا فی الشامیة وصح اقتداء متوضی لاماء معه بمتیمم**[2] **الخ...... و قائم بقاعدیر کع و یسجد الخ۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے بہرے امام کی امامت کا حکم جو بتائی جانے والی غلطی نہ سن سکے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام بہرہ ہے وہ غلط قرآن شریف پڑھتا ہے۔ جب تصحیح کے لیے اسے لقمہ دیا جاتا ہے تو وہ بوجہ بہرہ پن اسے نہیں سن سکتا یا نہیں سمجھ سکتا اور غلط ملط قرآن پڑھ جاتا ہے آیا وہ پیش امام رکھنے کے قابل ہے یا نہیں۔

---

۱) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۶۰ طبع مکتبه رشیدیه جدید.
وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

۲) وفی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۸۸ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۳۶،۶۳۷ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی حلبی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۸،۵۱۹ طبع سعیدی کتب خانه.

﴿ج﴾

اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے کہ جس سے نماز میں نقصان یا فساد آتا ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے اور کسی صحیح خواں کو امام مقرر کیا جائے۔(و) لا (غیر الالثغ بہ) ای بالالثغ (علی الاصح) [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عالموں کی موجودگی میں نابینا شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابینا قاری ہے اور عقیدہ اس کا صحیح ہے اور اس مسجد میں دو عالم باعمل بھی موجود ہیں اور وہ بھی صحیح الاعتقاد ہیں اور وہ بھی اسی نابینا قاری کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں اور مذکورہ قاری صاحب نابینا حقہ نوشی کے بہت عادی ہیں کیا اس حافظ کے پیچھے ان علماء کی اقتداء ٹھیک ہے یا نہیں اور ان علماء کے ہوتے ہوئے وہ امام بن سکتا ہے یا نہیں اور اس کی اقتداء کرنی مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی جواب مفصل تحریر فرمادیں۔

﴿ج﴾

نابینا کی امامت اس وقت صحیح ہے جب کہ اس سے بہتر کوئی دوسرا امام موجود نہ ہو اور اگر اس سے علم و قرات وغیرہ میں بالاتر کوئی موجود ہو تو نابینا کی امامت مکروہ ہے۔ **قال الشامی** [2] **حیث قال قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی** اس نابینا کی امامت دوسرے عالم کی موجودگی میں مکروہ ہے اور اس کراہت پر دوام کرنے سے کراہت

---

۱) لما فی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۲/۳۹۵ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ جدید

وکذا فی التتارخانیہ کتاب الصلوۃ وأما بیان من یصلح اماما لغیرہ ومن لا یصلح ۱/۶۰۹ طبع إدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔

۲) رد المحتار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۲/۳۵۶ طبع مکتبہ رشیدیہ جدید۔

وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ص:۳۰۲ طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

وکذا فی التتارخانیہ کتاب الصلوۃ من ھو أحق بالامامۃ ۱/۶۰۳ طبع إدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراتشی۔

تحریمی آ جاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا لیکن یہ اس وقت جب کہ تمام جلیل القدر صحابہ کرام غزوہ پر گئے تھے۔ کما یفهم من عبارة الشامی لكن ورد فی الاعمی نص خاص هو استخلافه صلى الله عليه وسلم لابن ام مكتوم وعتبان على المدينة وكانا اعميين لانه لم يبق من الرجال من هو اصلح منهما [1]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ

پرہیزگار نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جس کو امامت کرتے تقریباً پچیس سال ہو گئے ہیں۔ وہ امام نابینا اور حافظ قرآن وقاری ہے۔ نیز قاری ہونے کے علاوہ وہ شریعت کے احکام سے بھی واقفیت رکھتا ہے اور پرہیزگار بھی ہے۔ یہاں تک کہ ناپاکی وگندگی سے بچنے کے لیے ایک طالب علم ساتھ رکھتا ہے۔ چند اشخاص حافظ صاحب پر الزام چوری یا غبن بیت المال بغیر ثبوت شرعی وگواہان کے لگاتے ہیں۔ نیز اس کے نابینا ہونے پر سوال پیدا کرتے ہیں کہ یہ نابینا ہے اور نابینا امامت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صفات والے نابینا کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور بلاوجہ الزام لگانے والوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

ایسا امام جو پچیس سال سے امامت کر رہا ہے اور حافظ وقاری بھی ہے۔ احکام شریعت سے بھی واقف ہے اور پرہیزگار بھی ہے اور طہارت وپاکی کا پورا لحاظ رکھتا ہے جیسے کہ سوال میں مرقوم ہے۔ ایسے امام کو ذاتی جھگڑوں کی بناء پر مورد الزام قرار دینا جائز نہیں [2] اور اسی طرح مسجد کی امامت سے الگ کرنا بھی روا نہیں جب کہ اکثریت اس کے حق میں ہو بلکہ بلاوجہ الزام لگانے والے مجرم ہیں۔ ان کو روکنا ضروری ہے اور نابینا کی امامت کا مکروہ ہونا اس وقت ہے جب کہ افضل القوم نہ ہو اور نجاست وطہارت کے معاملے میں احتیاط نہ کرتا ہو۔ ورنہ بصورت دیگر... مستحق ہے۔ وقيد كراهة امامة الاعمى فى المحيط وغيره بان لايكون

---

۱) رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۳۵۶ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدرالمختار مع رد المحتار واعمى الا ان يكون اعلم القوم فهو اولى قوله ونحوه العشى هو سئ البصر ...... وهذا ذكره فى النهر بحثا اخذا من تعليل الاعمى بانه لا يتوقى النجاسة/ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ سعيد كراچى.

افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی[۱]۔

عالم امام کے ہوتے ہوئے نابینا کا امامت کی خواہش کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مدت سے امام مسجد ہے اور اس علاقہ میں ایک معتبر عالم سمجھا جاتا ہے اور تمام مقتدی اس امام میں ہر طرح سے متفق ہیں۔ بکر جو ایک نابینا ہے اور اپنے آپ کو عالم قاری کہتا ہے وہ آکر جماعت میں زید کے شانہ بشانہ کھڑا ہو جاتا ہے اور تکبیر قرات شروع کر دیتا ہے۔ اس خیال سے کہ میں ہی نماز پڑھاتا ہوں۔ حالانکہ لوگ زید کی اقتدا کرتے ہیں۔ بکر خود بخود اونچا پڑھتا ہے۔ نیز بکر علی الاعلان کہہ دیتا ہے کہ زید کے پیچھے نہ میری نماز ہوتی ہے نہ آپ لوگوں کی۔ اس حالت میں از روئے شرع اس مسئلہ کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بکر مذکور کی یہ حرکت شرعاً نہایت قبیح ہے۔ آخر جب مسجد کا پیش امام پہلے سے مقرر ہے اور لوگ اس کی امامت پر خوش اور رضامند ہیں اور ایک عالم دین اور بینا انسان ہے تو بکر نابینا (جس کی امامت بھی مکروہ[۲]) کو خود اپنی ہی امامت کا بلا وجہ شرعیہ اتنا شوق کیوں چڑھا ہوا ہے۔ بکر کو سمجھایا جائے کہ ایسی نازیبا حرکت سے باز آجائے ویسے اگر ایسی حالت میں نماز پڑھ لے تو وہ منفرد شمار ہوگا اور اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اگرچہ ترک جماعت اور فتنہ پردازی کا گناہ اس پر ضرور ہوگا[۳]۔ اور بکر جو یہ کہتا ہے کہ زید کے پیچھے نماز نہیں ہوتی

---

۱) قید کراھة إمامة الاعمى في المحيط وغيره بأن لا يكون أفضل القوم فإن كان افضلهم فهو اولى
ردالمحتار مع الدر كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵٦ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص:۳۰۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت. وكذا في التتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراتشي.

۲) ويكره في الدر المختار (إمامة عبد وفاسق و أعمى كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۵ طبع مكتبه رشيديه جديد. وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۰۷،٦۱۰ طبع مكتبه رشيديه كوئته. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص:۳۰۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳) لما في رد المحتار أن هذا يقتضي الاتفاق على أن تركها مرة بلا عذر يوجب إثماً كتاب الصلوة باب الامامة ص ۲:۳٤۱ طبع مكتبه رشيديه جديد. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۸٦ طبع دارالكتب العلمية بيروت.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة فصل في الامامة ص:۵۰۸ طبع سعيدى كتب خانه.

ہے۔ اس کی کیا وجہ بتا تا ہے۔ اگر شرعاً وہ وجہ درست ہے تو لوگوں پر ضروری ہے کہ زید مذکور کو امامت سے ہٹا دیں یا زید اس وجہ فساد نماز کا ازالہ کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۱۰ صفر ۱۳۷۶ھ

نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نابینا امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں جب کہ وہ نجاستوں سے محفوظ اور پاک صاف رہتا ہے۔

﴿ج﴾

نابینا امام کے پیچھے نماز صحیح ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہے۔ ہاں اگر نابینا سب سے افضل و اعلم ہے لوگوں کی نظروں میں محترم ہے یا اور کوئی شخص نماز پڑھانے والا موجود نہیں ہے تب اس کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے اور اگر دوسرا کوئی شخص اس سے زیادہ علم رکھنے والا یا برابر علم و فضل رکھنے والا موجود ہو تب اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور ایسی صورت میں اگر کسی دوسرے شخص کے پیچھے اقتداء میسر ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ پھر اس کے پیچھے ہی نماز ادا کی جائے۔ بلا جماعت نماز ادا نہ کی جائے۔ کراہت کی علت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ نابینا نجاستوں سے اچھی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا اور نہ کما ینبغی استقبال قبلہ از خود کر سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت پیدا ہوتی ہے جو تقلیل جماعت کا باعث بن جاتی ہے۔ **کما قال فی الدر المختار** [۱] **(ویکرہ) تنزیھاً (امامة عبد) الی ان قال (وفاسق واعمی) ونحوہ الاعشی نھر (الاان یکون) ای غیر الفاسق (اعلم القوم) فھو اولی) وقال فی الکبیری شرح منیة المصلی** [۲] **وتقدیم الاعمی لانہ لایمکنہ الاحتراز من النجاسة وتحقیق استقبال القبلة کما ینبغی. واما من جعلہ صلی اللہ علیہ وسلم اماما مع انہ اعمی فخارج من ھذا لانہ وفق ببرکة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال فی البحر الرائق** [۳]

---

۱) لما فی الدر المختار، کتاب الصلوة باب الامامة، ص ۳۵۵، ج۲، طبع مکتبہ رشیدیہ جدید
۲) لما فی حلبی کبیر کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانہ۔
۳) لما فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

تحت قول الکنز ویکرہ امامة العبد. الخ. فالحاصل انه یکرہ لهؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء بهم کراهة تنزیهیة فان امکن الصلوة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لایخفی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۱۲ رمضان ۱۳۹۵ھ

نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

یہاں پر ایک اہم مسئلہ زیر بحث ہے بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ اپنی رائے پر مصر ہیں کہ نابینا شخص خواہ وہ قرآن حکیم کا حافظ اور قاری ہی کیوں نہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ براہ کرم اس مسئلہ پر فتویٰ عنایت فرمادیں اگر آپ بھی اس رائے سے متفق ہوں تو اس کے ثبوت میں قرآن یا حدیث سے دلائل پیش فرمادیں شکرگزار ہوں گا۔

﴿ج﴾

نابینا کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے البتہ بعض مواقع میں اس کی امامت مکروہ ہوتی ہے مثلاً جب اس سے اچھا حافظ قاری اور عالم موجود ہو تو ان کی موجودگی میں اس کی امامت مکروہ ہوگی اور جس مقام پر اس سے اچھا قاری عالم نہ ہو تو اس کی امامت بالکل جائز ہے اور بغیر کراہت کے جائز ہے شامی میں ہے. قید کراهة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولی[1]. واللہ اعلم۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

---

۱) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۶ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۲۸۶ طبع دارالکتب العلمیة بیروت. وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ص:۶۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

امی کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص قاری ہے اور وہ امی ہے اور اس کا لباس صاف رہتا ہے اور تمام شرعی مسائل سے واقف ہے۔ ایک شخص اس کی دیکھ بھال کے لیے ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور ہزاروں انسانوں کو پڑھا بھی چکا ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کی امامت درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابینا محتاج کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک نابینا شخص ہے۔ محتاجی اور غریبی زوروں پر ہے اس لیے وہ کہیں محلّہ تلاش کرتا ہے لیکن وہ اگر محلّہ والوں کو نماز نہ پڑھائے تو پھر اسے محلّہ کہیں نہیں ملتا اس لیے اس غریب کے بارے میں آپ یہ بتائیں کہ نابینا کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں جبکہ وہ احتیاط بھی کرے اگر نہیں ہوتی تو اس غریب بندہ کے لیے اسلام کے موافق کوئی دوسرا کام تجویز کریں اور بندہ صرف قرآن شریف کا حافظ ہے باقی عالم وغیرہ نہیں ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اس لیے کہ وہ نجاست سے کماحقہ پرہیز نہیں کر سکتا۔ ویسے اگر نابینا قوم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو تو اس کی امامت بالکل مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ نجاست سے احتراز و احتیاط کرتا ہو صورت مسئولہ میں حافظ نابینا موصوف بشرطیکہ نجاستوں سے خوب احتیاط کرتا ہو امامت کرا سکتا ہے ہاں اگر کوئی بڑے علم والا اس محلّہ میں موجود ہو تو اس کی امامت افضل ہے۔ کما قال فی

---

۱) شامی قید كراهة إمامة الاعمى فی المحيط وغيره بان لا يكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى كتاب الصلوة باب الامامة ۳۵٦/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۳۰۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت. وكذا فی التتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۶۰۳/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی.

الکبیری وفی حق الاعمی لانه لایری النجاسة لیحترز عنها وقد عن وهو لا یشعر واذا تاملت وجدت سبب الکراهة فی الاعمی اخذ من غیره ولذالم یکره تقدیمه عندالائمة الثلاثة وذکر فی المحیط لاباس بان یؤم الاعمی والبصیر اولیٰ وفی الانفع انما یکره تقدیم الاعمی اذا کان غیره افضل منه وقد ثبت ان النبی صلی الله علیه وسلم استخلف بن ام مکتوم [1] یؤم الناس وهواعمی رواه ابو داؤد ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ رجب ۱۳۸۷ھ

بالکل اندھے اور لنگڑے شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) بالکل اندھے کانے اور لنگڑے بالغ آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کیا نماز مکروہ نہیں ہو جاتی۔ (۲) زاہد کا والد ایک سال ہوا فوت ہو گیا ہے وہ مبلغ ۴۰۰ روپے چھوڑ کر مرا ہے اب تک وہ ۴۰۰ روپے زاہد کے پاس پڑا ہے اور زاہد کی ایک کنواری بہن اور بوڑھی والدہ ہے نیز زاہد ایک طالب علم ہے۔ وہ اپنی تعلیم کا خرچ ٹیوشن وغیرہ پڑھا کر برداشت کرتا ہے اور اس کی والدہ محنت وغیرہ کر کے گھر کا خرچ برداشت کرتی ہے تو زاہد کو ۴۰۰ روپیہ پر زکوۃ دینی پڑے گی۔ اگر دینی پڑے گی تو کس کو دے کیا وہ اپنی بہن کو جو کہ گھر میں کنواری بیٹھی ہوئی ہے۔ زکوۃ دے سکتا ہے۔ نیز اگر اس کی بہن شادی شدہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو چکا ہو تو کیا اس صورت میں بہن کو زکوۃ کی رقم دے سکتا ہے جب کہ بیوہ بہن کا کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو۔ وضاحتی جواب سے سرفراز فرماویں۔

﴿ج﴾

(۱) لنگڑے اندھے کی امامت جائز تو ہے لیکن اس میں کراہت ہے۔ ہاں اگر اندھا ایک عالم قاری شخص ہو اور نجاست سے پوری طرح پرہیز اور احتیاط کرتا ہو تو پھر اس کی امامت مکروہ بھی نہیں ہے۔ قال فی

---

۱) حلبی کبیر کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۱/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۳۰۲ طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

العالمگیریہ[1] ولو کان لقدم الامام عوج وقام علی بعضها یجوز وغیرہ اولی کذا فی التبیین وقال فیها ایضا وتجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد وولدالزنا والفاسق کذا فی الخلاصة الاانها تکرہ هکذا فی المتون قال فی التنویر ویکرہ امامة عبد الی ان قال (واعمی) (الا ان یکون اعلم القوم)[2]۔

(۲) زاہد کے باپ نے جو ۴۰۰ روپیہ چھوڑے ہیں یہ سارے زاہد کے نہیں ہوئے۔ اس میں سے پچاس روپے اس کی بوڑھی ماں کے ۱۱۶ روپے اس کی ایک بہن اور ۲۳۳ روپے زاہد کے شرعاً ہوتے ہیں۔ اگر وارث صرف یہی ہیں اگر زاہد کے قرضوں اور دیگر حاجات اصلیہ سے یہ روپیہ فارغ پڑا ہوا اور بقدر نصاب ہو تو اس صورت میں اس پر سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ ہوگا۔ بہن کا مال وغیرہ اگر ساتھ شریک نہیں ہے تو بہن کو اگر وہ مسکین ہے صاحب نصاب نہیں زکوۃ دے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ رجب ۱۳۸۴ھ

صفائی ستھرائی کا خیال رکھنے والے نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک حافظ نابینا گیارہ سال سے ایک مسجد میں امام مقرر ہے قرآن کریم بھی اچھا پڑھتا ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ ہے مدرسہ مذکورہ میں دو عالم ہیں جو کہ عقائد دیوبند کے ہیں اور حافظ بھی دیوبندی ہے۔ علماء کرام کہتے ہیں کہ حافظ نابینا ہے اس لیے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ حافظ صاحب صفائی کا بھی بہترین خیال رکھتے ہیں۔ اگر حافظ صاحب کو امامت سے علیحدہ کریں تو جھگڑے کی صورت ہے تو اس صورت میں علمائے کرام فتوی دے کر مشکور فرماویں۔

---

۱) الهندیة کتاب الصلوة الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیرہ ۸۵/۱ طبع بلوچستان بکڈپو۔ وکذا فی رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۳۶۰/۲ طبع مکتبه رشیدیه جدید۔

۲) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۶/۲ طبع مکتبه رشیدیه جدید۔

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۳۰۲ طبع دار الکتب العلمیة بیروت۔ وکذا فی التتار خانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۶۰۳/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه کراچی۔

﴿ج﴾

نابینا کی امامت اس وقت مکروہ ہے جب کہ وہ نجاست سے بچنے پر قادر نہ ہو یا دوسرے لوگوں سے باعتبار قراۃ قرآن اور علم مسائل افضل نہ ہو اور اگر کوئی نابینا ایسا ہے کہ نجاست سے بچنے کا انتظام رکھتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے۔قال الشامی قید کراھة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی. [1] جب کہ اس کو امامت سے الگ کرتے ہیں فساد کا بھی اندیشہ ہو اور قدیم سے جو اس کی امامت چلی آرہی ہے لہٰذا اس کا بھی تقاضا ہے کہ اس کو بدستور امام رکھا جاوے اور علماء اس کے پیچھے نماز پڑھیں بشرطیکہ بیان مذکور مستفتی کا صحیح ہو اور فی الواقع قوم میں افضل ہو ضروری مسائلِ نماز سے واقف ہو۔

محتاط نابینا شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک نابینا جو قرآن شریف کا حافظ اور قاری ہونے کے علاوہ شریعت کے احکام سے بھی واقفیت رکھتا ہے اور پرہیز گار بھی ہے۔ یہاں تک کہ ناپاکی اور گندگی سے بچنے کے لیے ایک طالب علم کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہے تاکہ ناپاکی سے محفوظ رکھے ایسے آدمی کا پیش امام رکھنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو آگے ہونے کا موقع اپنی زندگی مبارک میں دیا ہے یا نہیں نیز یہ کہ جو شخص لوگوں میں فساد برپا کرنے کے لیے کوئی ایسا مسئلہ پیش کر دے مثلاً یہ کہے کہ ایسے مذکورہ بالا آدمی کے پیچھے نماز جائز نہیں تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

واقعی اگر پیش امام مذکور ناپاکی سے کافی احتیاط کرتا ہے اور قاری نیز واقف از احکام شرع ہے تو اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ افضل القوم ہونے کی وجہ سے وہی زیادہ لائق امامت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو ایک غزوہ پر جاتے وقت مسجد نبوی کا امام مقرر فرمایا تھا اور

---

۱) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۶ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص:۳۰۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت. وكذا في التتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی.

كما في رد المحتار وهذا ذكره في النهر بحثا اخذا من تعليل الاعمى بانه لا يتوقى النجاسة كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ سعيد كراچی.

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد کا پیش امام مقرر فرمایا تھا۔ باوجودیکہ دونوں حضرات نابینا تھے۔ بحرالرائق[1] میں ہے۔ **وامامة عتبان بن مالک الاعمی لقومه مشهورة فی الصحيحين واستخلاف ابن ام مكتوم الاعمی علی المدينة كذلک (ثم قال) وقيد كراهة امامة الاعمی فی المحيط وغيره بان لايكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولی الخ.** لہٰذا اس کے خلاف لوگوں میں فساد ڈالنے کی کوشش یا لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالنا بری بات ہے۔ اس لیے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتفاق نصیب کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

افیون کا نشہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ یہاں ایک مولوی صاحب افیون کا نشہ کرتے ہیں۔ کیا ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

افیون کھانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اس کو امام نہ بنانا چاہیے۔ **يحرم اكله**[2] **وايضاً فيه وكذا تكره خلف امرد وسفيه (الی قوله) وشارب الخمر واكل الربوا**[3] **وفی الشاميه وكراهة تقديمه ای الفاسق كراهة تحريم الخ.**[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ، ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ

---

۱) البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۰/۱ طبع مكتبه رشيديه جديد.
كذا فی الشامية كتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۶/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فی التتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۶۰۳/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
۲) يحرم اكله يه عبارت باب الامامة ميں نهيں هے بلكه كتاب الاشربة ۴۶/۱۰، ۴۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. جدید میں ہے۔
۳) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۹/۲، ۳۶۰ طبع مكتبه رشيديه ۔
۴) شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۶/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی الامامة ۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

"بیڑا" رکھنے والے کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک امام مسجد بیڑا جو کہ تمباکو و دیگر نشہ آور اشیاء کی آمیزش سے تیار ہوتا ہے اس کے استعمال کا اس قدر عادی ہے کہ دوران مطالعہ بھی استعمال سے گریز نہیں کرتا ہے اور جماعت کرانے سے ایک دومنٹ پیشتر کلی کر کے جماعت کی سعادت مندی اختیار کر لیتا ہے کیا اس کی امامت اس صورت حال کے اندر درست ہے۔

(۲) جب یہ جمعہ کے روز ممبر پر تشریف فرما ہوتے ہیں برہ مقتدیان تو اس وقت کوئی السلام علیکم نہیں فرماتے۔ مگر تلاوت قرآن شریف شروع کر دیتے ہیں اور تمہیدی دعا سے فارغ ہو کر پھر حاضرین کو مخاطب فرما کر السلام علیکم فرماتے ہیں حالانکہ اولین اصول کے تحت حاضرین سے السلام علیکم کی دعا ہو اور پھر سلسلہ تبلیغ شروع ہو کس حد تک ان کا یہ عمل درست ہے

(ج)

(۱) معروف بیڑا اور نسوار کے استعمال کرنے والے کی امامت جائز اور درست ہے۔ کذا فی فتاوی رشیدیہ ص ۴۸۸[۱] لیکن خلاف اولی ضرور ہے[۲]۔ امام صاحب کو احتراز کرنا چاہیے۔

(۲) یہ طریقہ سلام مسنون طریقہ کے خلاف ہے اسلاف سے منقول نہیں یعنی خطبہ کے بعد وعظ سے پہلے السلام علیکم کہنا دین میں منقول نہیں۔ امام مسجد کو چاہیے کہ ہر حال میں سنت کی اتباع کرے۔ اتباع کا مقام سب سے اونچا ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لم اجده فی فتاوی رشيديه ولا في تاليفات رشيده فمن وجده فعليه ان يكتبه ويطلع ناشره، ۱۲ مصحح

۲) ويكره الاقتداء بالمعروف باكل الربا أو شيء من المحرمات أو يداوم الاصرار على شيء من البدع المكروهات كالدخان المبتدع في هذا الزمان ولا سيما الخ كتاب الاشربة شامی ۵۱/۱۰، ۵۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.

۳) لما في الترمذي عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم السلام قبل الكلام كتاب الاستيذان والا داب باب السلام قبل الكلام ۹۹/۲ طبع ايچ-ايم-سعيد كمپنى.
لما في الدر المختار ثم إذا دخل يسلم أولا ثم يتكلم وكذا في رد المحتار فان تكلم قبل السلام فلا يجيبوه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تكلم قبل السلام فلا تجيبوه الخ كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶۸۲/۹ طبع مكتبه رشيديه جديد. جديد

حقہ نوشی کے عادی نابینا قاری کی امامت دو عالموں کے ہوتے ہوئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک بستی یا ایک شہر میں دو عالم باعمل و صحیح الاعتقاد موجود ہوں اور وہاں ایک قاری نابینا صاحب صحیح الاعتقاد کو امام مقرر کیا گیا ہے اور وہ دو عالم بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں- کیا اس کی امامت اور ان کی اقتداء بلا کراہت جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ وہ قاری صاحب احتیاط تو رکھتا ہے اور نیز اکثر مسائل نماز سے بھی واقف ہے- لیکن حقہ نوشی بہت کرتا ہے اور اس کو حقہ کے ترک پر کئی بار مجبور کیا گیا ہے- لیکن وہ حقہ کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑتا اور غلطی بھی تسلیم نہیں کرتا- لہٰذا مہربانی فرماتے ہوئے یہ مسئلہ پوری پوری وضاحت سے مبرہن فرما کر ہماری تشفی فرمائیں-

(۲) اور دوسرا یہ کہ نماز جمعہ کے فرض ادا کرنے کے بعد فرض احتیاطی پڑھتے چاہئیں یا نہیں برائے کرم ان دونوں مسئلوں کو وضاحت سے تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

(۱) علامہ شامی رحمہ اللہ نے[1] لکھا ہے **قید کراھة امامة الاعمى في المحيط وغيره بان لا يكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى** - بظاہر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ہذا (نابینا) تمام قوم یعنی مقتدیوں سے علم میں افضل نہیں ہے کیونکہ دو عالم باعمل موجود ہیں اس لیے ان کے ہوتے ہوئے اس نابینا کی امامت مکروہ ہے۔ نیز حقہ نوشی اگرچہ گناہ صغیرہ ہے- لیکن اس پر اصرار کرنا اور ہمیشہ اس کا ارتکاب کرنا صغیرہ نہیں[2] بلکہ اس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور فاسق کے پیچھے غیر فاسق کی موجودگی میں نماز نہ

---

۱) شامی كتاب الصلوة باب الامامة ٣٥٦/٢ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ٣٠٢ طبع دار الكتب العلمية بيروت. وكذا في التتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ٦٠٣/١ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی.

٢) وشرعاً، خروج عن طاعة الله تعالى باب بارتكاب كبيرة قال القهستاني أى أو إصرار على صغيرة حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ٣٠٣ طبع دار الكتب العلمية بيروت. وكذافي شرح فقه الاكبر لا كبيرة مع الاستغفار ولا صغيرة مع الاصرار ص: ١٧٠ طبع قديمي كتب خانه.

پڑھنی چاہیے[۱]۔

(۲) شہر میں جمعہ ادا کرنے کے بعد فرض احتیاطی ہرگز نہ پڑھیں البتہ اگر کہیں جواز جمعہ میں شک پڑ گیا وہاں پر اگر پڑھی جائے تو درست ہے۔و عن الاختلاف فی المصر قالوا فی کل موضع و قع الشک فی جواز الجمعة ینبغی ان یصلی اربعا اه محمودیہ فتاویٰ جلد۳ص ۲۱ لیکن عوام کے لیے فرض احتیاطی ٹھیک نہیں ہے۔کما هو المنقول عن البحر فی ردالمحتار یفید انه علی الراجح من جواز التعدد لا یصلیها بناء علی ما قدمه عن البحر من انه افتی بذلک مرارا خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة و قال فی البحر انه لا احتیاط فی فعلها لانه العمل باقوی الدلیلین [۲] واللہ تعالیٰ اعلم

امامِ کعبہ کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں بعض لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام کعبہ کی امامت میں نماز ناجائز ہے۔کیونکہ ان کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے۔تو کیا یہ صحیح ہے۔

﴿ج﴾

امام کعبہ کی امامت میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں۔ واجب الاعادہ نہیں داڑھی منڈے کی امامت مکروہ ہے[۳]۔لیکن اگر کسی نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لی تو واجب الاعادہ

---

۱) لما فی الدر المختار ویکره تنزیهاً إمامة عبد ...... وفاسق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ ومثله فی الخلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
ومثله فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالکتب العلمیة.

۲) شامی کتاب الصلوة مطلب فی نیته آخر ظهر بعد صلاة الجمعة ۳/۱۸ طبع مکتبه رشیدیه.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب صلاة الجمعة ۲/۲۵۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) لما فی الدر المختار مع رد المحتار یحرم علی الرجل قطع لحیته الخ ۶/۴۰۷ کتاب الحظر والاباحة طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا ایضاً فی رد المحتار وأما الاخذ منها وهی دون ذالك کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد کتاب الصوم مطلب فی الاخذ من اللحیة ۲/۴۱۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصوم باب ما یفسد وما لا یفسد ۲/۴۹۰ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

نہیں[۱]۔ کذا فی فتاوی دارالعلوم[۲] و امداد الفتاوی۔[۳] فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

۴ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

امام حرم کی اقتداء میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم

س

محترم مفتی صاحب السلام علیکم

یہاں حاجیوں کو یہ کہا گیا ہے کہ حرم شریف میں امام چونکہ چاروں اماموں کی مخصوص جگہوں میں سے کسی پر بھی نہیں ہوتا اور امامت نئی جگہ پر کرواتا ہے۔ مسجد نبوی میں امام نجدی ہے لہٰذا اہل سنت کی تمام نمازیں دوہرائی جائیں۔

ج

محترم المقام جناب منظور احمد صاحب دام مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نمازوں کے اعادہ سے متعلق آپ کا استفتاء ملا۔ جواباً عرض ہے کہ مسجد حرام میں چار مخصوص جگہوں میں سے کسی جگہ پر کھڑا ہونا امام کے لیے ضروری نہیں۔ مسجد حرام میں اس وقت جو امام نمازیں پڑھاتا ہے اور وہاں کھڑا ہوتا ہے ان کے پیچھے سب لوگوں کی نمازیں بلاشبہ صحیح اور درست ہیں اعادہ کا حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

---

۱) لـمـا فـي الـدر الـمختار مع رد المحتار وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة قوله نال فضل الجماعة أفاد أن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع كتاب الصلو با الامامة ۱/۵٦۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه۔

وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

۲) فتاوی دارالعلوم باب الامامت ۱۲۷/۳، ۱۲۸ طبع دار الاشاعت۔

۳) امداد الفتاوی باب الامامة والجماعات ۲۳۳/۱ طبع مکتبه دارالعلوم کراچی۔

حرمین شریفین کے اماموں کی اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ امام حرمین شریفین کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بلا کراہت درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

ایک مسلک کے اہل علم کی دوسرے مسلک کے امام کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند روز ہوئے مسجد نبوی شریف کے امام تشریف لائے جو مسلک کے اعتبار سے حنبلی ہیں اور اب بیت اللہ شریف کے امام صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں قابل دریافت طلب امر یہ ہے کہ حنفی مسلک کے مستند علماء کی موجودگی میں حنفی مسلک رکھنے والوں کو اپنے علماء کے پیچھے جمعہ ادا کرنا بہتر ہے یا حنبلی، مالکی، شافعی امام کے پیچھے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) حق ہیں۔ ان کا آپس میں اختلاف فروعی مسائل میں ہے۔ لہذا حنفی کی نماز شافعی المذھب یا حنبلی مذھب والے امام کے پیچھے درست ہے۔ اگرچہ حنفی مسلک کے مستند علماء موجود ہوں۔ درمختار میں ہے۔ و کـذا تـکـره خلف امرد الخ و مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاة لم یکره۔ اور شامی میں ہے۔ و بحث

---

۱) لما فی الدر المختار مع رد المحتار ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر إن تیقن المراعاة لم یکره الخ کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۶۰،۳۶۱ طبع مکتبه رشیدیه جدید.
وکذا فی تقریرات الرافعی علی هامش رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۳۶۰ طبع مکتبه رشدیه جدید. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۳۰۴ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

المحشی انہ ان علم انہ راعی فی الفروض والواجبات والسنن فلا کراھۃ۔ [1] فتاوی دار العلوم [2] ۔ فقط واللہ اعلم

علماء دیوبند کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ علماء دیوبند کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں اگر کوئی دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھے تو پھر دوبارہ اس کو ادا کرے یا نہیں۔

﴿ج﴾

علماء دیوبند اہل حق اور صحیح علم دین کے حامل اور درست عقیدہ والے حضرات کا ہے ان کی اقتداء میں ادا کی ہوئی نمازیں ادا ہوگئی ہیں ان نمازوں کا اعادہ نہیں ہے [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بن عبدالوہاب کو برا کہنے والوں کا حکم

﴿س﴾

زید محمد بن عبدالوہاب نجدی کو برا کہتا ہے اور بخاری میں موجود یطلع قرن الشیطان والی روایت پیش کر کے ردالمحتار شامی کتاب جہاد البغات سے یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ پیشین گوئی ۱۲۳۳ ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی

---

۱) رد المحتار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۲/ ۳٦۰ طبع مکتبہ رشیدیہ جدید۔

وکذا فی تقریرات الرافعی علی ھامش رد المحتار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/ ۳٦۰ طبع مکتبہ رشدیہ جدید۔ وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ فصل فی الامامۃ ص: ۳۰٤ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

۲) فتاوی دار العلوم باب الامامۃ ۳/ ۱۹٤ طبع دار الاشاعت۔

۳) تاتارخانیہ یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوۃ أفضلھم فی العلم والورع والتقوی والقراءۃ کتاب الصلوۃ من ھو أحق بالامامۃ ۱/ ٦۰۰ طبع إدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراتشی۔

وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

کذا فی النھر الفائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/ ۲۳۹ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

کے ظہور سے پوری ہوئی۔ بکر زید کے خلاف کہتا ہے اور مشکوۃ ابوالبیع الدی والی روایت پیش کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے سنت علی رضی اللہ عنہ پر عمل کیا ہے۔ اب یہ اختلاف ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ حالانکہ دونوں اہل سنت والجماعت ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور دونوں امام مسجد اور خطیب ہیں اب علمائے کرام ومفتیان عظام کی خدمت میں التماس ہے کہ ہم زید کو اچھا سمجھیں یا بکر کو زید کے پیچھے نماز پڑھیں یا بکر کے پیچھے۔

﴿ج﴾

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مختلف قسم کے اقوال وخیالات فقہاء وائمہ وغیرہ سے منقول ہیں لیکن بہرحال وہ حنبلی المذہب تھے اور عمل بظاہر الحدیث جیسا کہ اکثر امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں ہوتا ہے پسند کرتے تھے۔ اہل سنت والجماعت سے بعض عقائد میں مختلف ہیں۔ مگر ان کی تقبیح وتوصیف میں غلو کرنا صحیح نہیں ہے۔ بکر اور زید دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے[1]۔ بخاری والی حدیث کا مصداق محمد بن عبدالوہاب کو قرار دینا صحیح نہیں ہے یہ محض ان کا اپنا خیال ہے۔

غیر مقلدین اور محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

مارأی سماحتكم فی جواز الصلوة خلف اتباع محمد بن عبدالوهاب النجدی واهل الحديث جميعا ثم ماذا عقيدة سماحتكم فی شيخ الاسلام ابن تيمية والحافظ ابن القيم الجوزی وقد افتی بعض المبتدعة فی ديارنا بعدم جواز الصلوٰة خلفهم وقال انهم من اهل الخوارج وقد نسب هذا القول الی الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوی وابن عابدين الشامی وايضا استدل هذا المبتدع بحديث النجد المشهور هنا تطلع قرن الشيطٰن الخ. بينوا بيانا شافيا توجروا اجرا وافيا.

﴿ج﴾

مبسملا وحامدا ومصليا اقول التفصيل عندی ان غير المقلدين هم اصناف فمنهم من يختلف مع المقلدين فی الفروع الاجتهادية فقط نحكمهم فی جواز الاقتداء بهم

---

۱) لما فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح صلوا خلف كل بر وفاجر وصلوا علی كل بر وفاجر وجاهدوا مع كل بر وفاجر كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدی كتب. وكذا فی شرح فقه اكبر ص:۱۷۰ طبع قديمی كتب خانه.

للحنفية كالشافعية حيث يجوز بشرط المراعات في الخلافيات الصلوة وفا قاوعند عدم المراعات خلافا وبالاول افتى الجمهور فان امر الصلوة ينبغى ان يحاط فيه. ومنهم من يختلف معهم في الاجماعيات عنداهل السنة كتجويز نكاح مافوق الاربع وتجويز سب السلف وامثال ذلك وحكمهم كاهل البدعة حيث يكره الاقتداء بهم تحريما عندالاختيار وتنزيها عندالاضطرار وحيث يشتبه الحال فالاولى ان يقتدى بهم دفعا للفتنة ثم يعيد اخذا بالاحوط ولو كانت الفتنة في الاقتداء فلا يقتدى صونا للمسلمين عن التخليط في الدين (وهكذا حكم (اى يجوز بشرط مراعاة الخلافيات) الصلوة خلف متبعي عبدالوهاب النجدى و ابن تيمية والله تعالى اعلم وعنده علم اليقين والحق المبين والكاتب مولانا اشرف على التهانوى.[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ

ایسے امام کی اقتداء کا حکم کہ جس کا روزہ ہو اور قوم کی عید ہو، تعلیم قرآن پر اجرت لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہو اور قوم اس کے پیچھے نماز ادا کرتی ہو ہمیشہ کے لیے اور اس نے روزہ رکھا ہو اور قوم کی عید ہو اور وہ روزہ رکھ کر قوم کو عید کی نماز پڑھاوے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہ۔ ایک شخص امام ہو اور اس کے گھر میں پردہ نہ ہو اس کی عورت بے پردہ گلیوں میں پھرتی ہو گھومتی ہو ایسے امام کے لیے کیا حکم ہے۔ ایک شخص لڑکوں کو قرآن کریم کی تعلیم دے اور ان بچوں سے مقرر کر کے ایک پارے کے آٹھ آنے یا زیادہ اجرت لے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے۔ ایک شخص ہے جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما یکون ہے۔ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔

---

۱) امداد الفتاوی باب الامامة والجماعه ۱/ ۲۵۰، ۲۵۱ طبع مکتبه دارالعلوم کراچی۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں امام صاحب کا جان بوجھ کر عید کے دن روزہ رکھنا گناہ ہے[1]۔ اس طرح باقی امور بھی جو دیگر سوالات میں مذکور ہیں۔ غیر مشروع ہیں امام مذکور کو فہمائش کی جائے کہ ان وجوہ کی بنا پر آپ کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے[2]۔ لہٰذا آپ اصلاح کرلیں اور اگر وہ اصلاح نہ کرے تو اسے تبدیل کر کے اچھا امام مقرر کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

قرآن خوانی پر طے کر کے اجرت لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس امام کے اندر یہ علامتیں پائی جاتی ہوں۔ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ جو جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے کا عادی ہو، جو جماعت میں تفرقہ بازی پیدا کرتا ہو، جو قرآن خوانی پر دوسو پچاس روپیہ اجرت طے کرتا ہو، جو تعویذ گنڈوں کا کاروبار کرتا ہو اور نامحرم عورتوں اور مردوں سے اجرت لیتا ہو، جو مسائل نماز سے واقفیت نہ رکھتا ہو، جو صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوۃ لیتا ہو، جو نکاح پڑھاتا ہو اور فریقین کے مابین جھگڑا فساد ہونے پر سچی شہادت دینے سے انکار کرتا ہو، جو گھر میں ٹیلی ویژن بھی رکھتا ہو۔ کیا ایسا شخص امامت کے قابل ہے جب کہ اکثر جماعت اس سے ناخوش ہو۔

---

۱) لما فی الترمذی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صیامین صیام یوم الاضحی ویوم الفطر ابواب الصوم ۱/۱۶۰ باب ما جاء فی کراھیۃ الصوم یوم الفطر ویوم الاضحی۔

وکذا فی العالمکیریہ ویکرہ صوم یوم العیدین وأیام التشریق کتاب الصوم الباب الثالث فیما یکرہ للصائم ومالا یکرہ ۱/۲۰۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

وکذا فی رد المحتار بخلاف الصوم فی تلک الایام فمباشرۃ المعصیۃ بمجرد الشروع فیہا کتاب الصوم فصل فی العوارض ۳/۵۶۰ طبع مکتبہ رشیدیہ جدید۔

۲) واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ، کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

وکذا فی البنایۃ علی شرح الھدایۃ کتاب الصلوۃ ۲/۲٤۲ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

﴿ج﴾

اگر واقعی امام ان امور کا ارتکاب کرتا رہتا ہے جو سوال میں درج ہیں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۱]۔ وہ توبہ تائب ہو جائے[۲]۔ ورنہ امامت سے الگ کر دیا جاوے[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۱ شوال ۱۳۹۸ھ

امامت پر مشاہرہ کے طالب کی امامت کا حکم

﴿س﴾

ایک شخص امامت مسجد کا طالب ہے اور اس پر مشاہرہ بھی طلب کرتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو امام بنانا چاہیے۔

﴿ج﴾

جملہ متاخرین فقہاء نے امامت پر تنخواہ لینے کو جائز لکھا ہے[۴]۔ لہٰذا امر جائز کے مطالبہ پر شخص مذکور کی

---

۱) لما في رد المحتار بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه اى الفاسق كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد. وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدی کتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) لما في قوله تعالى قل يعبادی الذين اسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعا أنه هو الغفور الرحيم سورة الزمر آيت:۵۳ پاره ۲۴.

لما في شرح النووی على صحيح المسلم واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ۲/۳۵۴ طبع قديمی کتب خانه. لما في الدر المختا رمع رد المحتار يعزل به الامام إلا لفتنة أى بالفسق لوطر أ عليه والمراد أنه يستحق العزل كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۴۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

ومثله في البحر الرائق فلا يحل عزل القاضي صاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهليته لو فعل لم يصح كتاب الوقف ۵/۳۸۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في الشاميه كتاب الوقف مطلب في عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر ۴/۴۲۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

۳) لما في رد المحتار على أن المفتى به مذهب المتاخرين من جواز الاستئجار على تعليم القرآن والامامة كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في تقريرات الرافعي على المفتى به مذهب المتاخرين فعلى ما أفتى به المتاخرون لا تكره إمامته كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في البحر الرائق كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ۸/۳۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

امامت میں کوئی کراہت نہیں۔ بلا کراہت اس کی امامت صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ شوال ۱۳۹۷ھ

اماموں، خطیبوں، مؤذنوں کے محکمہ اوقاف سے تنخواہ لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی محکمہ اوقاف کا ملازم ہے۔ مثلاً کسی مسجد کا مؤذن، امام خطیب ہے ان کو تنخواہ محکمہ دے رہا ہے جب کہ محکمہ والوں نے ایک اکاؤنٹ کھول رکھا ہے۔ جس میں مساجد کی دوکانوں کا کرایہ اور مزاروں کے نذرانے وغیرہ ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور اس جمع شدہ رقم میں سے اس مؤذن یا امام مسجد، خطیب کو تنخواہ ملتی ہے۔ اب ان کے لیے یہ تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز۔ جب کہ ان کا عقیدہ بھی یہ ہے کہ مزاروں پر نذرانے چڑھانا حرام ہے۔

﴿ج﴾

خطیب مذکور کے لیے تنخواہ لینا درست ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ محرم ۱۳۹۷ھ

صدقۂ فطر اور قربانی کی کھالوں کی شرط پر امام رکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہمارے قصبہ میں مولوی صاحب ہیں جن کو اس شرط پر امامت کے لیے منتخب کیا گیا کہ فصل ربیع وخریف کے علاوہ بقرہ عید کے چرم وصدقہ عیدالفطر بھی دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ عیدالفطر میں اس مذکورہ شرط پر عمل کیا گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صدقہ عیدالفطر ادا ہو جاتا ہے یا نہیں اگر مالک نصاب ہو یا نہ ہو جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

---

۱) تقدم تخريجه تحت حاشية :۳ ص:۳۱۳

﴿ج﴾

امامت پر اگر چہ اجرت لینی جائز[1] ہے۔ لیکن زکوٰۃ، عشر، صدقہ کا اجرت میں دینا جائز نہیں[2] اور اگر اس اجرت میں یہ صدقات دیے جائیں تو زکوٰۃ وغیرہ فرائض و واجبات ادا نہیں ہونگے۔ خواہ امام صاحب نصاب نہ ہو البتہ اگر امام صاحبِ نصاب نہیں اور لوگ اجرت نہیں بلکہ اس کو مصرف صدقات سمجھ کر صدقات دیتے ہیں تو درست ہے[3]۔ صدقات ادا ہو جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

منکرین حدیث سے تعلقات رشتہ داری رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص ایک بستی کی مسجد میں کچھ عرصہ نماز کی جماعت کراتا رہا مگر اس کی بعض حرکات کی وجہ سے نمازی اس سے متنفر ہونا شروع ہو گئے حتیٰ کہ نمازیوں کی اکثریت نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور خود اس نے بھی کہہ دیا کہ بے شک کوئی دوسرا آدمی امام بنالیں۔ اب میں تمہیں نماز نہیں پڑھاؤں گا مگر جب دوسرا آدمی تجویز کر لیا گیا تو اس نے یعنی پہلے امام نے اس مسجد میں پھر دو تین نمازیوں کو نماز پڑھانا شروع کر دی۔ اب اس مسجد میں بیک وقت دو جماعتیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اکثریت اس امام سے بایں وجہ بھی متنفر ہے کہ اس کا کھانا پینا اور رشتہ داریوں کے تمام تعلقات اس فرقہ سے ہیں جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے۔ جو صرف تین نمازوں کے قائل ہیں پانچ نمازوں کو فرض ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ نیز کھلے

---

۱) تقدم تخریجه تحت: ۳ ص: ۳۱۳

۲) لما في الدر المختار ولو دفعها المعلم لخليفته إن كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح وإلا لا لأن المدفوع يكون بمنزلة العوض كتاب الزكاة ۳۵۹/۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) لما في قوله تعالى إنما الصدقات للفقراء والمسكين سورة التوبة آية: ۶۰ پاره ۱۰.

لما في الدر المختار مصرف الزكاة والعشر ...... هو فقير وهو من له ادنى شيء أي دون نصاب او قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة (ومسكين) من لا شيء له الخ كتاب الزكاة باب المصرف ۳۳۹/۲ طبع ايچ-ايم-سعيد.

وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الزكاة باب المصرف ص: ۱۷۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

طور پر انکار حدیث کرتے ہیں اور اپنے لڑکے کی شادی بھی ایسے لوگوں کے گھر ہی کر رکھی ہے اور ان کا ہر وقت اس کے ہاں آنا جانا رہتا ہے اور برت برتاؤ کھانا پینا بھی انھی کے ساتھ ہے کیا ایسے شخص کو امام بنانا اس سے جماعت کرانا جائز ہے جب کہ سوائے ایک دو آدمیوں کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے کوئی آدمی تیار نہیں ہے اور اہل محلہ اس سے بیزار ہیں نیز اس پر اس کے علاوہ اور بھی فسق و فجور کے شبہات ہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ باتیں درست ہیں کہ امام مذکور میں فسق و فجور بھی پایا جاتا ہے نیز اس کے تعلقات اور رشتہ داریاں فرقہ منکرین حدیث سے ہیں اور انھی وجوہات کے سبب اہل محلہ اس سے بیزار ہیں اور اکثریت نے اس کی اقتداء ترک کردی ہے تو امام مذکور کو لازم ہے کہ اس مسجد کی امامت سے الگ ہو جائے اور زبردستی اپنی امامت ان لوگوں پر ٹھونسنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کی امامت مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ یکم محرم ۱۳۹۶ھ

پرویزی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسئلہ میں کہ مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز جس کو جمہور علماء امت نے کافر قرار دیا ہے۔ اس کا ایک پیروکار ہم عقیدہ ہم مسلک اور مسلک پرویز کا مبلغ مر گیا ہے جبکہ جمہور علماء امت نے پرویز کے متبعین کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اس پرویزی پر اہل سنت والجماعت کے ایک پیش امام نے جنازہ پڑھا ہے۔ لہٰذا شریعت اسلامی میں مذکورہ امام کا کیا حکم ہے۔ نماز جنازہ کی اس امامت کے بعد کیا اس امام کے پیچھے اقتداء جائز ہے۔

---

۱) لما في الدر المختار (ولو أم قوماً وهم له كارهون إن) الكراهة لفساد فيه أولانهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريماً لحديث أبي داؤد لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۴،۳۵۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

ومثله في البزازية كتاب الصلوة الباب الخامس عشر في الامامة والاقتداء ۴/۵۳،۵۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ۳۰۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - امت مسلمہ کے تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ غلام احمد پرویز بوجہ انکار حدیث کافر ہے[۱] - لہٰذا اس فرقہ سے تعلق رکھنے والا پرویز کا متبع و پیروکار بھی کافر ہوگا اور کافر کا نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے[۲] - لہٰذا جس سنی پیش امام نے اس پرویزی کا جنازہ پڑھا ہے اگر اس کو اس کے پرویزی ہونے کا علم ہو یا اس کا پرویزی ہونا بالکل ظاہر اور معروف ہو تو اس نے بڑا ناجائز کام کیا ہے اور اس کی امامت مکروہ ہوگی - مسلمانوں کو اسے امامت سے معزول کرنا چاہیے البتہ اگر یہ صدق دل سے علانیہ توبہ کرلے اور عوام مسلمانوں کو اس پر اعتماد ہو جائے تو اس کی امامت درست ہوگی اور اس کو امام رکھنا بھی جائز ہوگا - **لما فی الحدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب له**[۳] - **و فی الکنز و کره امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع**[۴] - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حیات النبی ﷺ کے منکر کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ جو آدمی حیات النبی ﷺ کا قائل نہ ہو اور یہ کہتا ہو کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے تو ایسے آدمی کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

---

۱) لا شك ان من القاديانية واللاهورية كلها كافرون قادیانی فتنه اور ملت اسلاميه كا موقف ص:۹۷۔

۲) لما فی قوله تعالی ولا تصل علی أحد منهم مات أبدًا ولا تقم علی قبره إنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون سورة التوبة آیت:۸۴ پاره:۱۰۔

لما فی الدر المختار وشرائطها ستة إسلام الميت وطهارته الخ كتاب الصلوة باب صلوة الجنائز ۲/۲۰۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

وكذا فی البحر الرائق كتاب الجنائز فصل فی الصلوة علی الميت ۲/۳۱۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۳) مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمی كتب خانه۔

وكذا فی ابن ماجة باب ذكر التوبة ص:۳۲۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید ۔

۴) كنز الدقائق كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۸ طبع بلوچستان بكڈپو۔

وكذا فی البحر الرائق وكره إمامة العبد ...... والفاسق والمبتدع كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۳۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

وكذا فی الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید كراچی۔

﴿ج﴾

جانبین کو اس مسئلہ میں شدت سے احتراز کرنا چاہیے امامت اس کی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق

۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ

عدمِ سماع درود عند القبر کے دلائل پسند کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام کہ مندرجہ ذیل عقیدہ شرعاً کیسا ہے اور اس قسم کے عقیدہ والے امام کے پیچھے نماز کا شرعاً کیا حکم ہے۔ عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہے۔ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ حیاۃ برزخیہ ہے اور اس حیات دنیوی سے لاکھوں درجہ اعلیٰ وارفع ہے۔ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اور اگر قبر مبارک پر پڑھا جائے تو اس میں اختلاف ہے بعض سماع عند القبر درود شریف کے قائل ہیں اور بعض نہیں۔ دونوں طرف کے دلائل دیکھے پسندیدہ رائے ان کی ہے جو قائل نہیں۔ مگر جو درود شریف کے سماع عند القبر کے قائل ہیں ان کو بھی صحیح مسلمان اور اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا خادم سمجھتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور حضرت ﷺ کو ہمارا درود شریف سنا دے اور حضرت ﷺ خود شرف قبولیت بخشیں تو یہ درست ہے۔

﴿ج﴾

اس کی امامت درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) والأحق بالامامة الأعلم بأحكام الصلوة، ثم الأحسن تلاوة للقرآة ثم الأورع۔ ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً۔ ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً، ثم الانظف ثوباً الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۵۵۷ تا ۵۵۸، ج۱، سعيد۔

وكذا فى التاتارخانية "كتاب الصلوة الفصل السادس الكلام فى بيان الخ، ص ۶۰۰، ج۱، ادارة القرآن۔ والاحق بالامامة الأعلم باحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الأحسن تلاوةً و تجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الاسن، الدرالمختار: كتاب الصلوة باب الامامة، ص ۵۵۷، ج۱، سعيد۔

ومثله فى البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۶۰۷ تا ۶۰۸، ج۱، رشيديه۔

ایسے شخص کی امامت کا حکم جو سیّد ہوتے ہوئے صدقۂ ایصال ثواب استعمال کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک شخص سید ہو کر صدقہ ارواح کے کھانے لے کر کھائے باقی عقائد اس کے درست ہیں تو کیا اس کی امامت و خطابت درست ہے۔ (۲) مذکورہ عذر کی وجہ سے چند مقتدی اپنے گھر میں اذان و نماز پڑھیں تو شرعاً جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

(۱) اگر اس کے عقائد صحیح ہیں تو اس کے پیچھے نماز درست ہے[1]۔ البتہ امام مذکور پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو اور بچوں کو بھی اس طرح کے کھانے کھانے سے محفوظ کرے[2]۔ (۲) ان لوگوں کو چاہیے کہ مذکور امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ رمضان ۱۳۹۶ھ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس کی بیوی فوت ہو چکی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان عظام کہ ایک آدمی دو شادیاں کر چکا ہے۔ چنانچہ ان سے تین بچے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ بچے بھی فوت ہو گئے۔ چنانچہ اب وہ ایک گاؤں میں پیش امام ہے ایک پیر صاحب نے فتویٰ عائد کیا ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ انھوں نے کہا

---

۱) والأحق بالامامة الأعلم باحكام الصلوٰة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الاحسن تلاوة وتجويداً للقرأة ثم الأورع، ثم الأسن (الدر المختار "كتاب الصلوٰة" باب الامامة، ۵۵۷، ج۱، سعيد۔
وكذا فى التاتارخانية: كتاب الصلوٰة، الفصل السادس الكلام فى بيان، الخ ص ۶۰۰، ج۱، ادارة القرآن۔
وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۰۷ تا ۶۰۸، ج۱، رشيدية۔

۲) ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث، وبعد الاسبوع...... واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحا والقرأ للختم...... وهذه الافعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها الخ ردالمحتار، كتاب الصلوٰة باب صلوٰة الجنازة، ص ۲۴۰، ج۲، سعيد۔
وكذا فى البزازية: كتاب الصلوٰة الفصل الخامس والعشرون، الخ، ص ۸۱، ج۴، رشيدية۔

ہے کہ بخاری شریف میں ہے غیر شادی شدہ کے پیچھے نماز ٹھیک نہیں ہوتی اور اس کی نماز نہیں اور لوگوں کو برانگیختہ کر کے ان کی سوچ خراب کر چکا ہے۔ آپ براہ کرم اس مسئلہ کی اہل سنت والجماعت حنفی المسلک کے مطابق پوری طرح تشریح فرمائیں۔

﴿ج﴾

غیر شادی شدہ اگر متقی و پرہیز گار ہے اور باقی شرائط امامت اس میں پائی جاتی ہوں تو صرف اس لیے کہ وہ غیر شادی شدہ ہے اس کی امامت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ بلاکراہت اس کی امامت جائز ہے[1]۔ بخاری شریف میں ایسا مسئلہ مذکور نہیں ہے۔ پیر صاحب کا مسئلہ گھڑا ہوا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت کتاب وسنت میں نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

غیر شادی شدہ کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے درس نظامی کا فارغ التحصیل ہے مگر غیر شادی شدہ ہے کیا ایسے شخص کی امامت ناجائز ہے اور کیا شادی شدہ ہونا شرائط امامت میں سے ہے۔ دلائل شرعیہ سے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

امامت کے لیے مسائل نماز سے واقف ہونا اور متقی ہونا ضروری ہے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں[2]۔ پس صورت مسئولہ میں اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) والأحق بالامامة الأعلم بأحكام الصلوٰة، ثم الأحسن تلاوة للقرأة ثم الاورع، ثم الاسن ثم الاحسن خلقا، ثم الأحسن وجهاً، ثم الاشرف، ثم الانظف ثوباً، "الدرالمختار" كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۷ تا ۵۵۸، سعيد۔

وكذا في التاتارخانيه: كتاب الصلوٰة، الفصل السادس الكلام في بيان من هواحق بالامامة، ص ۶۰۰، ج۱، ادارة القرآن۔

وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۶۰۷ تا ۶۰۸، ج۱، مكتبه رشيدية۔

گھر میں اہل وعیال کو ساتھ ملا کر جماعت کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) زید کسی عذر کی بنا پر مسجد نہیں جا سکتا گھر میں اپنی عورت اور جوان سال بیٹی کے ساتھ جماعت کرا لیتا ہے۔ کبھی صرف بیٹی کبھی صرف عورت اور کبھی صرف نابالغ بچے کے ساتھ جماعت کراتا ہے۔ کیا مذکورہ بالا تمام صورتوں میں جماعت درست ہے۔

(۲) ایک امام اور ایک مقتدی مرد ہونے کی صورت میں جو جماعت کی شکل ہے۔ یعنی امام کے دائیں طرف ذرا پیچھے لیکن متصل جیسے مقتدی مرد کھڑا ہوتا ہے۔ کیا اسی طرح زید اپنے گھر میں اپنی زوجہ یا جوان سال بیٹی کے ساتھ جماعت کرائے یا کوئی اور صورت ہو۔ براہ کرم تفصیلی جواب عنایت کر کے مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) واضح رہے کہ بلا عذر شرعی ترک جماعت مسجد دائمی طور سے معصیت ہے اور اصرار اس پر فسق ہے[۱]۔ لیکن اگر کبھی اتفاق سے مسجد میں جماعت نہ ملے تو گھر پر عورتوں بچوں کو شامل کر کے جماعت کرے جیسا کہ درمختار[۲] میں ہے اور حدیث احراق[۳] بیوت سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو بلا عذر گھر پر جماعت نہ کرنی

---

۱) والجماعة سنة مؤكدة للرجال ..... قال الشامي والاحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلاعذر يعزر وترد شهادته الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الامامة، ۵۵۲، ج۱، سعيد۔
وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوٰة بابا الامامة، ص ۶۰۳، ج۱، مكتبه رشيديه۔
وكذا فى الحلبى كبير: فصل فى الامامة، ص ۵۰۹، ج۱، سعيدى كتب خانه۔

۲) ولوفاتته ندب طلبها، فى مسجد اخر۔"فلايجب عليه الطلب في المساجد..... يجمع بأهله ويصلى بهم۔ يعني ينال ثواب الجماعة، الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة باب الامامة، ص ۵۵۵، ج۱، سعيد۔
وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۶۰۶، ج۱، مكتبه رشيدية۔وكذا في بدائع الصنائع: كتاب الصلوٰة، فصل واما بيان مايفعله بعد فوات الجماعة، ص ۱۵۶، ج۱، مكتبه رشيديه۔

۳) عن ابى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "والذى نفسى بيده لقد هممت أن آمر بحطب فيحطب، ثم امر بالصلوة فيؤذن لها، ثم آمر رجلاً فيؤم الناس ثم أخالف الى رجال، وفي رواية، "لايشهدون الصلوة، فأحرق عليهم بيوتهم، والذى نفسى بيده لويعلم أحدهم أنه يجد عرقا سمينا أومرماتين حسنتين لشهد العشاء، "المشكوة" كتاب الصلوٰة، باب الجماعت، ص ۹۵، ج۱، قديمى كتب خانه۔ وكذا في الصحيح المسلم: كتاب المساجد، باب فضل صلوٰة الجماعة، الخ، ص ۲۳۲، ج۱، قديمى كتب خانه۔

چاہیے۔ بلکہ مسجد میں آئیں اور شریک جماعت ہوں۔ نیز معلوم رہے کہ مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں بہن وغیرہ کے موجود ہو۔ہاں اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہوتو پھر مکروہ نہیں(۲) اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی ہوتو اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو۔خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

(و يكره تحريما جماعة النساء) الخ كما تكره امامة الرجل لهن في بيت ليس معهن رجل غيره و لا محرم منه) كاخته او زوجته) [1] و في الشامية [2] المرأة اذا صلت مع زوجها في البيت ان كان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعة و ان كان قدماها خلف قدم الزوج الخ– جازت صلاتهما الخ– لو اقتدت به متاخرة عنه بقدمها صحت صلاتهما– الخ– فقط والله تعالى اعلم.

عورت کی امامت کاحکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت عورتوں کی امامت کرسکتی ہے یا نہیں۔اگر امامت کی گئی ہوتو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

عورت عورتوں کی امامت کرسکتی ہے لیکن مکروہ ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الدر المختار: كتاب الصلوة باب الامامة، ص ٥٦٥ تا ٥٦٦، ج١، سعيد۔
وكذا في الهندية: كتاب الصلوة، الباب الخامس في الامامة، ص ٨٥، ج١، مكتبه رشيدية۔
مثله في بدائع والصنائع : كتاب الصلوة، فصل وأمابيان من تجب عليه الجماعة، ص ١٥٥، ج١، رشيديه

۲) ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب في الكلام على الصف، ص ٥٧٢، ج١، سعيد۔
وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ٦٢١، ج١، رشيديه۔
وكذا في الخانيه على هامش الهندية، ص ٩٥، ج١، مكتبه رشيدية۔

۳) ويكره امامة المرأة للنساء في الصلوة كلها من الفرائض والنوافل...... فان فعلن وقفت الامام وسطهن وبقيا مهاوسطهن لاتزول الكراهة، الهندية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الامامة، ص ٨٥، ج١، رشيدية۔
وكذا في البحرائق: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ٦١٠، ج١، مكتبه رشيدية۔
وكذا في مجمع الانهر: كتاب الصلوة، فصل الجماعة سنة، ص ١٦٤، ج١، مكتبه الغفارية۔

عورت کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت فقط عورتوں کی نماز عیدین و جمعہ میں امامت کرا سکتی ہے یا نہ ھکذا نماز تراویح میں اور فرائض پنجگانہ وغیرہ میں اگر کرا سکتی ہے تو اذان محلّہ و مسجد والی کافی ہے یا کوئی اور صورت چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے لہٰذا بحوالہ جواب دیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عورتوں کی امام اگر عورت ہو تو ہر نماز مکروہ ہے۔ و یکرہ امامة المراة للنساء فی الصلوة کلها من الفرائض و النوافل [۱] الخ۔ تنہا عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ ویکرہ تحریماً جماعة النساء ولو فی التراويح [۲]۔ عورت تنہا بھی جہریہ نماز میں جہر نہیں کر سکتی [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کے مسجد میں آنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک جامع مسجد ہو اور اس کے دائیں بائیں پہلو میں حجرے ہوں اور عورتیں وہاں قرآن و حدیث کا وعظ جمعہ کے دن سننے کے لیے آتی ہیں اور ان حجروں میں جو بالکل مسجد کی دیوار کے ساتھ متصل ہیں ان میں باقاعدہ پردہ کے ساتھ بیٹھتی ہیں اور ان حجروں کو بھی پردہ کے ساتھ کیا ہوا ہے یعنی پردوں کے ساتھ حجروں کو بند کیا گیا ہو تو کیا عورتیں وہاں بیٹھ کر قرآن و حدیث سن سکتی ہیں اور جمعہ کی نماز امام کی اقتداء میں پڑھ سکتی ہیں یا نہ، اگر اس ہیئت و صورت میں نہ پڑھ سکتی ہوں تو کوئی اور صورت بیان فرما دیں جس میں

---

۱) الهندية: كتاب الصلوٰة، "الباب الخامس فی الامامة" ص ۸۵، ج۱، رشيدية۔

۲) الدرالمختار: كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۶۵، ج۱، سعيد

وكذا فی البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۱۰، ج۱، مكتبه رشيدية۔

۳) لااذان ولااقامة علی النساء، لأنها من سنة الجماعة ولاجماعة عليهن، ولان صوتهن عورة واجبة الاخفاء، مجموعة رسائل اللكنوی: ص ۲۳۴، ج۵، رساله تحفة النبلاء فی جماعة النساء، ص ۲۳، طبع ادارة القرآن۔

وأما أذان المرأة فلأنها منهية عن رفع صوتها لأنه يؤدی إلی الفتنة، البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب الاذان، ص ۴۵۸، ج۱، مكتبه رشيدية۔

عورتیں قرآن وحدیث کا وعظ بھی سن سکیں اور نماز بھی پڑھ سکیں- مسجد کا برآمدہ بھی ہے اگر برآمدہ میں پردہ کا انتظام کیا جائے تو اس صورت میں بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

احتیاط تو بہر حال اسی میں ہے کہ عورتوں کو مطلقاً اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ فساد زمانہ میں اس کی اجازت سے مفاسد پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے-**و یکره حضورهن الجماعة و لو لجمعة و عید و وعظ مطلقا و لو عجوزا لیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان و استثنی الکمال العجائز المتفانیة** -[1] لیکن وہاں کے لوگوں نے ایسا کوئی انتظام کر دیا ہے جس سے وہاں کے محافظ حضرات بھی مطمئن ہوں تو اس صورت میں وہاں کے علماء خود اس حالت کا مشاہدہ کر کے فتوی جواز کا دے دیں تو اس پر عمل کی گنجائش ہے- واللہ تعالی اعلم

غیر مقلد کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

فقہاء کرام رحمہم اللہ یہ تصریح کر چکے ہیں کہ اگر مخالف مذہب شخص امام بن جائے تو اگر واجبات وفرائض میں دوسرے فریق کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے اور اگر ان امور میں فریق مخالف کی رعایت نہ کرے تو اگر وہ شخص ایسے امور کا ارتکاب کرے جس سے فریق مخالف کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے تو پھر اس کی اقتداء میں نماز درست نہ ہوگی اور اگر ایسے امور کا مرتکب نہ ہو تو مکروہ ہوگی۔ **قال فی الدر و کذا تکره خلف سفیه الی ان قال و مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکره او عدمها لم یصح و ان شک کره** [2]. فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفی عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ شعبان ۱۳۹۷ھ

---

۱) الدر المختار مع رد المحتار "کتاب الصلوٰة" باب الامامة، ص ۵٦٦، ج۱، سعید۔
وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوة، باب الامامة، ص ٦۲۷ تا ٦۲۸، ج۱، مکتبہ رشیدیة۔ ومثله فی بدائع الصنائع: کتاب الصلوٰة، فصل وامابیان من تجب علیه الجماعة، ص ۱۵۵، ج۱، مکتبہ رشیدیہ۔
۲) الدر المختار: کتاب الصلوٰة، باب الامامة: ص ۵٦۳، ج۱، سعید۔
وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل" ۷۹ تا ۸۲، ج۲، مکتبہ رشیدیة۔
وکذا فی تبیین الحقائق: کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ٤۲۷، ج۱، دار الکتب العلمیة

مسجد کے مقررہ وقتِ نماز سے پہلے کچھ لوگوں کے جماعت کرانے کا حکم

﴿س﴾

مسجد کریم خان والی واقع اندرون دہلی گیٹ بالمقابل چوکی پولیس ملتان شہر۔ محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ اہل محلہ نے اس مسجد کے لیے ایک باتنخواہ امام اور ایک مؤذن مقرر کیا ہوا ہے۔ پانچوں وقتوں کے لیے امام مقرر کیا ہوا ہے اور وقت مقررہ پر نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ چند اصحاب جن کی تعداد پانچ اور کبھی چھ ہوتی ہے ارادۃً وقت مقرر سے پہلے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ علماء اس میں کیا فرماتے ہیں اور ان اصحاب کا رویہ اور نماز کیسے ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر چہ ان اصحاب کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے فرض نماز ادا ہو جاتی ہے لیکن جب اس مسجد میں امام مقرر ہے اور ان اصحاب کے علاوہ دوسرے اکثر اہل مسجد کو پانچوں نمازیں وقت مقررہ پر پڑھاتا ہے تو اس امامِ مقرر کے علاوہ ان اصحاب کا بلا کسی شرعی قوی عذر کے جماعت کرانا گناہ ہے۔ وہ عنداللہ مجرم و ماخوذ ہیں[1]۔ ان کا یہ فعل جس سے مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد کا قوی اندیشہ ہے برا فعل ہے۔ ان اصحاب کے لیے ضروری ہے کہ اسی امام مقرر کے پیچھے نماز باجماعت ادا کریں اور یا کسی دوسری مسجد میں ادا کریں یا اپنے لیے نئی مسجد تیار کر لیں تا کہ فتنہ پیدا نہ ہو[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الجماعة سنة مؤكده للرجال وقيل: واجبة وعليه العامة فتسن أوتجب...... ثمرته تظهر في الاثم بتركها مرة۔ على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوٰة بالجماعة، لاتقبل شهادته إذا تركها استخفا فا ومجانة، الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٥٥٢ تا ٥٥٤، ج١، سعيد۔

وكذا في البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٦٠٢ تا ٦٠٣، ج١، مكتبه رشيدية۔

وكذا في حلبي كبير: فصل في الامامة، ص ٥٠٩، ج١، سعيدى كتب خانه۔

٢) واعتصموا بحبل الله جمعيا ولاتفرقوا "الاية، نمبر ١٠٣، سورة ال عمران۔

ولاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين "سورة الانفال" الاية، نمبر ٤٧۔ ولا تفرقوا "أمرهم بالجماعة ونهاهم عن التفرقة۔ عن ابى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان الله يرضى لكم ثلاثاً ويسخط لكم ثلاثا يرضى لكم أن تعبدوه ولاتشركوا به شيئاً وأن تعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقوا (تفسير ابن كثير: سورة ال عمران الاية، ١٠٣، ج٢، قديمى۔

بلا وجہ مسجد میں اختلاف کر کے دوسری جماعت کرانا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید کو ایک چک میں لوگوں نے امام مقرر کیا تقریباً سات آٹھ ماہ اس نے امامت کرائی سارے لوگ نماز پڑھتے رہے اور اب دوسرا امام چند لوگ لے آئے ہیں دوسری جماعت شروع کر دی ہے اکثر لوگ پہلے سے مقرر امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور امام عالم باعمل متقی پرہیزگار ہے کوئی عذر شرعی بھی پیش نہیں آیا دوسری جماعت کرائی کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے۔ (او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرھم [1] الخ اور عالمگیری میں ہے۔ و ان اختار بعضھم الاقرأ و اختار بعضھم غیرہ فالعبرۃ للاکثر [2] الخ۔ ان عبارات فقہیہ سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں جب تک اکثر اہل مسجد سابق مقرر امام کی معزولی پر متفق نہ ہوں اور معزول نہ کر دیں۔ اس وقت تک مسجد میں نماز پڑھانا سابق امام کا حق ہے [3]۔ چند آدمیوں کا دوسرے امام کو لانا اور مسلمانوں میں فتنہ اور اختلاف ڈالنا بہت برا فعل اور بڑا گناہ ہے۔ جس کے متعلق سخت وعیدیں قرآن و حدیث میں وارد [4] ہیں اور اس صورت میں جبکہ امام عالم باعمل اور متقی اور پرہیزگار ہے تو بلا کسی شرعی نقص کے اس کو امامت سے علیحدہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے [5] لہٰذا ان چند آدمیوں پر شرعاً لازم ہے کہ اکثر اہل مسجد سے اتفاق کر لیں اور فتنہ و اختلاف ختم کر کے سابق امام کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دیں۔ اس صورت میں دوسری جماعت

---

۱) الدرالمختار: کتاب الصلوۃ باب الامامۃ، ص ۵۵۸، ج۱، سعید۔

۲) الھندیۃ: کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ، ص ۸۴، ج۱، رشیدیہ۔ وکذا فی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ: کتاب الصلوۃ، الخامس عشر فی الامامۃ والاقتداء، ص ۵۳، ج۴، رشیدیہ

۳) واعلم أن "صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب...... أولی بالامامۃ من غیرہ مطلقاً الدرالمختار کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ص ۵۵۹، ج۱، سعید) وکذا فی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ص ۸۳، ج۱، رشیدیۃ۔

۴) تقدم تخریجہ صفحہ ۲۲۵ حاشیہ نمبر ۲۔

۵) وقد منا عن البحر حکم عزل القاضی لمدرس و نحوہ وھو أنہ لایجوز إلا بجنحۃ وعدم اھلیۃ۔ شامی کتاب الوقف مطلب فی عزل الواقف، الخ، ص ۴۲۸، ج۴، سعید۔ وکذا فی البحرالرائق: کتاب الوقف، ص ۳۸۰، ج۵، رشیدیہ۔

کرانا ناجائز اور گناہ ہے[۱]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جماعت ثانیہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کو عرصہ پندرہ سولہ سال سے تعمیر کراتا ہے اور لوگوں سے چندہ وصول کر کے لگاتا ہے اور جمعہ جماعت بطور مہتمم و متولی کراتا ہے- لیکن اب چند اشخاص نے اس مسجد میں دوسرا شخص کھڑا کر کے جمعہ جماعت شروع کر دی ہے- پہلا مہتمم و متولی پہلے جماعت کراتا ہے- فریق ثانی بعد میں اسی مسجد میں جماعت کراتا ہے- کیا فریق ثانی کا دوسری مرتبہ جمعہ جماعت کرانا جائز ہے یا نہ کیا فریق ثانی کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں۔ قرآن مجید و حدیث شریف سے حوالہ دیا جائے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

اگر شہر والوں نے بالاتفاق کسی امام کو پہلے مقرر کیا ہو تب تو دوسرے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے البتہ اگر سابق امام کو معزول کر دیا گیا اور معزول کرنے والے بھی شہر کے اہل حل و عقد ہی ہوں تو اس صورت میں دوسرے امام کے پیچھے بھی نماز جائز ہوگی- لیکن معزول ہوئے بغیر دوسرے امام کے پیچھے جماعت ثانی سے نماز پڑھنا سخت مکروہ ہے[۲]- نیز سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے امام کو مقرر کرنے والے تھوڑے ہیں تو ایسی صورت میں اکثر کا ہی اعتبار ہوتا ہے- اس لیے دوسرے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے- **و فی الدر المختار فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم**[۳]- **واللہ تعالی اعلم**

---

۱) ویکرہ تکرار الجماعت باذان واقامة فی مسجد محلة لافی مسجد طریق أومسجد لا امام له ولا مؤذن له الدر المختار: کتاب الصلوٰۃ باب الامامة، ص ۵۵۲، ج ۱، سعید۔ وکذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس فی الامامة، ص ۸۳، ج ۱، رشیدیة۔ وکذا فی الفقه الاسلامی وادلته الفصل العاشر انواع الصلوٰۃ، ص ۱۱۸۲، ج ۲، دار الفکر المعاصر۔

۲) الدر المختار ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محله (کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، ص ۳۴۲، ج ۲، طبع رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی الهندیه (کتاب الصلوۃ، الباب الخامس، ص ۵۵۲، ج ۱، طبع رشیدیه، وکذا فی الفقه الإسلامی (کتاب الصلوۃ) الفصل العاشر، ص ۸۳، ج ۱، طبع دار الفکر المعاصر۔

۳) الدر المختار مع شرحه (کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، ص ۳۵۳، ج ۲، طبع رشیدیه جدید) وکذا فی الفتاوی التاتارخانیه (کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، ص ۴۳۷، ج ۱، طبع ادارة القرآن کراچی)۔
وکذا فی خلاصة الفتاوی (کتاب الصلوٰۃ، الفصل الخامس عشر، ص ۱۴۴، ج ۱، طبع رشیدیه کوئٹه)

احناف کی مسجد میں غیر مقلدین کا دوسری جماعت کرانا

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض غیر مقلدین پہلے ایک امام حنفی کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے اور بعد میں مسئلہ اٹھایا کہ امام حنفی کے پیچھے نماز ادا نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ حنفی رفع یدین نہیں کرتے اور آمین بالجہر وقرأۃ خلف الامام کے قائل نہیں اب انھوں نے اسی مسجد میں ہر وقت کی دوسری علیحدہ جماعت کرانی شروع کر دی۔ آیا یہ دوسری جماعت ان کی درست ہے یا نہیں اور حنفی کی نماز غیر مقلدین کے پیچھے درست ہے یا کہ نہیں۔ جواب سے ممنون فرمادیں۔

ج

آمین بالجہر، رفع یدین، قرأۃ خلف الامام میں سلف صالحین صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا اختلاف چلا آ رہا ہے۔ مسئلہ مجتہد فیہا ہے۔ آمین بالسر بعض کے نزدیک افضل ہے اور بعض کے نزدیک آمین بالجہر نیز بعض کے نزدیک رفع یدین افضل ہے بعض کے نزدیک عدم رفع یدین۔ یہ اختلاف فقط افضلیت میں ہے۔ نماز تو سب کے نزدیک ہر صورت میں ہو جاتی ہے۔ امت میں سے کسی نے بھی کسی کے فساد صلوۃ کا قول نہیں کیا[1]۔ نیز امام تو قرأۃ کرتا ہی ہے۔ اس کے پیچھے اہل حدیث کی نماز انکے اپنے خیال کے مطابق بھی صحیح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ اہل حدیث کی نماز اس کے پیچھے جائز نہ ہو۔ یہ فتویٰ تو خود اہل حدیث علماء بھی نہیں دیتے۔ بلکہ جمعیۃ اہل حدیث کے صدر مولانا داؤد غزنوی صاحب احناف کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ ایسے ہی حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم بھی پڑھا کرتے تھے۔ تو اب جو لوگ بلا وجہ حنفیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھ کر مسجد میں علیحدہ جماعت قائم کر کے مسجد میں فساد اور فتنہ پیدا کرتے ہیں یہ سخت گنہگار ہیں۔ یا تو توبہ کرلیں اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے سے بچیں ورنہ ان کو مسجد سے روک دیا جاوے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوم اور پیاز کھانے والے کو بوجہ اسکے کہ مسلمانوں کو مسجد میں اس کی بدبو سے تکلیف ہوگی مسجد میں آنے سے روک دیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ **من اکل من هذه الشجرة الخبيثة فلا يقربن مساجدنا او كما قال**

---

۱) کما فی الشامیہ لافیما ہو سنة عنده مكروه عندنا كرفع اليدين في الانتقالات، وجهر البسملة واخفائها فهذا وامثاله لايمكن الخروج عن عهدة الخلاف (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ٣٦٢، ج٢، طبع رشيديه)
وكذا في البحر الرائق (كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، ص ٨١ تا ٨٢، ج٢، طبع رشيديه)

علیہ السلام[۱] علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے آخر باب مایفسد فی الصلوۃ ویکرہ فیھا میں لکھا ہے کہ جس سے بھی مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اس کو مسجد سے روک دیں۔ والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانہ وبہ افتی ابن عمر رضی اللہ عنہ وھو اصل فی کل من یتاذی بہ[۲]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اس کو مسجد سے روک دیں۔ باقی اہل حدیث کی اقتداء میں تفصیل ہے۔ اگر اس سے ایسی کوئی حرکت صادر ہو جس سے اس کی نماز ہمارے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً خون نکل گیا اور پھر اس کے باوجود وضو نہ کیا تو نماز اس کے پیچھے جائز نہیں اور اگر معلوم ہو کہ اس سے کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوئی تو نماز بلا کراہت جائز ہے اور اگر پتہ نہ ہو تو مکروہ ہے۔ شامی میں ہے۔ ان علم انہ راعی فی الفروض والواجبات والسنن فلا کراھۃ وان علم ترکھا فی الثلثۃ لم یصح وان لم یدر شیئاً کرہ[۳]۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی شرعی ضرورت کے بغیر مسجد کی جماعت سے ہٹ کر دوسری جماعت کرانا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں امام متعین کی موجودگی میں بیک وقت دو جماعتیں کرانی جائز ہیں یا نہیں؟ یعنی جب بھی وہ امام نماز کراتا ہو تو دو تین آدمی دوسری جماعت کرواتے ہیں۔ حالانکہ شرعی لحاظ سے امام میں کوئی قباحت نہیں ہے اور اہل محلہ نے ہی اس امام کو متعین کیا ہوا ہے دوسرا فریق کبھی کسی کو اپنا امام بنالیتا ہے کبھی کسی کو اپنا امام بنالیتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر مقررہ امام میں کوئی شرعی قباحت نہیں تو دوسری جماعت کرانا درست نہیں۔ پہلے امام کے پیچھے ہی

---

۱) المشکوۃ (باب المساجد، الفصل الاول، ص ۶۸، ج ۱، طبع قدیمی) وکذا فی صحیح البخاری (کتاب الاطعمہ باب مایکرہ من الثوم الخ، ص ۸۲۰، ج ۲، طبع قدیمی) وکذا فی المرقاۃ، (کتاب الصلوۃ، باب المساجد، رقم الحدیث نمبر ۷۰۷، طبع دار الکتب۔

۲) شامی (کتاب الصلوۃ، باب مایفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا، ص ۶۶۱، ج ۱، طبع سعید کراچی۔ وکذا فی البحر (کتاب الصلوۃ، مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا، ص ۶۱، ج ۲، طبع رشیدیہ۔

۳) الشامی (کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ص ۵۶۳، ج ۱، طبع سعید۔ وکذا فی تبیین الحقائق (کتاب الصلوۃ باب الوتر والنوافل، ص ۴۲۷، ج ۱ طبع دار الکتب) وکذا فی البحر (کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۷۹ تا ۱۲، ج ۲، طبع رشیدیہ کوئٹہ)

اقتداء کریں نماز کے بارے میں اپنی خواہشات کو دخل دینا جائز نہیں (۱)۔

پہلی جماعت فاسد سمجھ کر دوسری کرائی گئی، دوسری میں اقتداء کرنے والوں کی نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) نماز جماعت میں والذین کفروا بایاتنا هم اصحب المشئمة میں بجائے کفروا کے کذبوا پڑھا گیا آیا نماز جائز ہے یا نہ۔

(۲) بوجہ اختلاف کے جماعت ثانیہ کرائی گئی تو بصورت جواز جماعت اولیٰ کے اگر جماعت ثانیہ میں دو تین آدمی آملیں جو کہ پہلی جماعت میں نہ تھے انھیں نماز از سر نو پڑھنی پڑے گی یا نہ۔

﴿ج﴾

(۱) نماز فاسد نہیں ہوگی فساد کا تعلق معنی کے تغیر فاحش سے ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں معنی میں تغیر فاحش نہیں اس لیے نماز صحیح ہے (۲)۔

(۲) دوسری جماعت جب نماز فرض کے لیے قائم نہیں ہوئی تو وہ لوگ جو اس کے ساتھ فرض ادا کرنے کی غرض سے شریک ہوئے ہیں ان کی نماز صحیح نہیں۔ اقتداء مفترض کی متنفل کے پیچھے جائز نہیں۔ لہٰذا فقط دوسری جماعت میں شریک ہونے والوں کا فرض ادا نہیں ہوا ان پر قضا واجب ہے (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) كمـا فـي الـدر المختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة "كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۴۳۲، ج۲، طبـع رشيـديـه) وكـذا فـي الهـنـديـه (كتـاب الصلوة، الباب الخامس، ص ۵۵۲، ج۱، طبع رشيديه۔ وكذا في الفقه السلامي (كتاب الصلوة، الفصل العاشر، ص ۸۳، ج۱، طبع دار الفكر۔

۲) كما في الدر المختار لم تفسد مالم يتغير المعنى (باب مايفسد الصلوة، ص ۶۳۳، ج۱، طبع سعيد۔
وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، ص ۸۰، ج۱، طبع رشيديه)۔
وكذا في الفتاوى التاتار خانيه (كتاب الصلوة، الفصل العاشر، ص ۴۹۳، ج۱، طبع ادارة القرآن، كراچی)

۳) كما في الدر المختار (و) ولا مفترض بمتنفل (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ۵۷۹، ج۱، طبع سعيد)
وكذا في خلاصة الفتاوى (كتاب الصلوة، الفصل الخامس عشر، ص ۱۴۶، ج۱، طبع رشيديه)
وكذا في الهدايه (كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۱۲۹، ج۱، طبع رحمانيه لاهور)

قصداً جماعتِ مسجد میں شریک نہ ہونے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ایسا شخص جو مسجد کے پاس رہتا ہے نماز کے وقت کسی سے کہتا ہے کہ دیکھو نماز با جماعت ہو چکی ہے یا نہیں پھر نماز ہو چکنے کے بعد اکیلا نماز پڑھتا ہے۔ اس کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی اس بارہ میں کیا حکم ہے۔

(۲) ایک مسجد کے امام صاحب نے اپنی مسجد کے خادم کو حکم دیا کہ مسجد کے اندر کسی کو سونے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کسی کو سونے دینا کہ شریعت میں منع ہے۔ اس پر ایک شخص ناراض ہوا نہ وہ امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی بولتا ہے اور اس واقعہ سے قبل وہ اس امام صاحب کے پیچھے با جماعت نماز پڑھتا رہا ہے۔

(۳) منافق کسے کہتے ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) اگر بلا وجہ شرعی عذر عمداً تارک جماعت ہے تو یہ شخص فاسق ہے مردود الشہادت ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی واجب ہے یا سنت مؤکدہ۔ **کما قال فی الدر المختار الجماعة سنة مؤكدة كذا في المتون والخلاصة والمحيط و محيط السرخسي و في الغاية قال عامة مشائخنا انها واجبة** الخ[۱]۔

(۲) اس بنا پر ترک جماعت اس کی جہالت ہے اس پر لازم ہے کہ فوراً با جماعت نماز پڑھنی شروع کر دے اور امام صاحب کے ساتھ راضی ہو جائے[۲]۔

---

۱) الدر المختار: (كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۵۵۲، ج۱، طبع سعيد) وكذا في الهنديه الكتاب الصلوة، الباب الخامس عشر، ص ۸۲، ج۱، طبع رشيديه) وكذا في البحر (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ۶۰۲، ج۱، طبع رشيديه)۔ كما في الدر المختار والجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدى ارادو ابالتاكيد الوجوب وقيل واجبة وعليه العامة۔

۲) كما في الدر المختار والاحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلاعذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ۵۵۲، ج۱، طبع سعيد) وكذا في البحر (كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۶۰۳، ج۱، طبع رشيديه) وكذا في حلبي كبير (كتاب الصلوة، فصل في الإمامة، ص ۵۰۹، طبع سعيدى كتب خانه)۔

(۳) منافق دو قسم کا ہوتا ہے- ایک منافق اعتقادی اور دوسرا منافق عملی- منافق اعتقادی تو وہ ہوتا ہے جس کے دل میں کفر اور بظاہر ایمان کا اظہار کرتا ہو اور منافق عملی وہ ہوتا ہے جس میں یہ چار عادتیں یا ان میں سے کوئی ایک عادت پائی جائے-

(۱) امانت میں خیانت کرے- (۲) باتوں میں جھوٹا ہو- (۳) وعدہ کی خلاف ورزی کرے- (۴) اور تنازعہ کے وقت سب وشتم کرے اور ہذیان بکے- جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے- عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اربع من كن فيه كان منافقا خالصا و من كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها اذا اؤتمن خان و اذا حدث كذب و اذا عاهد غدر و اذا خاصم فجر متفق عليه [1]- فقط والله تعالى اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جماعت اول کی ہیئت سے ہٹ کر دوسری جماعت کرانے کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت بلا اذان و اقامۃ و بلا ہیئت اول و بلا عادۃ مستمرہ جائز ہے یا نہیں-

شامی جلد اول ص ۵۵۳ طبع سعید میں ہے: و لو كرر اهله بدونهما او كان مسجد طريق جاز اجماعا كما فی مسجد ليس له امام و لا مؤذن و يصلی الناس فيه فوجا فوجا فان الافضل ان يصلی كل فريق باذان و اقامة على حدة- اس کے بعد ہے والتقييد بالمسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع و بالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغير اذان حيث يباح اجماعا-

اس کے بعد ص ۵۵۳ طبع سعید پر ہے- و قد منا فی باب الاذان عن اٰخر شرح المنية عن ابی يوسف انه اذا لم تكن الجماعة على الهيئة الاولى لا تكره والاتكره و هو الصحيح و بالعدول عن المحراب تختلف الهيئة كذا فی البزازية- و فی التتار خانية عن الولوالجية و به ناخذ -

---

۱) المشكوة (كتاب الايمان، باب الكبائر و علامة المنافق، ص ۱۷، طبع قديمی كتب خانه) وكذا فی صحيح البخاری (كتاب الايمان، باب علامة المنافق، ص ۱۰، ج ۲، طبع قديمی كتب خانه) وكذا فی صحيح المسلم (كتاب الايمان، باب خصال المنافق، ص ٥٦، ج ۱، طبع قديمی كتب خانه-

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکرار جماعت بلا اذان و اقامت و بلاہیئت اولیٰ مسجد محلہ میں جائز ہے اور یہی بات صحیح ہے اور یہ کہ ماخوذ بھی یہی بات ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تکرار جماعت بلا اذان و اقامت بھی مکروہ تحریمی ہے کیا ان کا یہ خیال درست ہے فقہاء رحمہم اللہ کی کسی عبارت سے ان کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے؟

ج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے جو لوگ جماعت ثانیہ کی مسجد محلہ میں کراہت کے قائل ہیں ان کی دلیل بدائع الصنائع کی درج ذیل مدلل و مفصل عبارت ہے۔ قال فی البدائع ج ۱ ص ۱۵۳ (ولنا) ماروی عبدالرحمٰن بن ابی بکر عن ابیه رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من بیته لیصلح بین الانصار التشاجر بینهم فرجع و قد صلی فی المسجد بجماعة فدخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فی منزل بعض اهله فجمع اهله فصلی بهم جماعة و لو لم یکره تکرار الجماعة فی المسجد لما ترکها رسول الله صلی الله علیه وسلم مع علمه بفضل الجماعة فی المسجد وروی عن انس بن مالک رضی الله عنه ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة صلوا فی المسجد فرادی و لان التکرار یؤدی الی تقلیل الجماعة لان الناس اذا علموا انهم تفوتهم الجماعة فیستعجلون فتکثر الجماعة و اذا علموا انها لا تفوتهم یتاخرون فتقل الجماعة و تقلیل الجماعة مکروه بخلاف المساجد التی علی قوارع الطریق لانها لیست لها اهل معروفون فاداء الجماعة فیها مرة بعد اخری لا یؤدی الی تقلیل الجماعة و بخلاف ماذا صلی فیه غیر اهله لانه لا یؤدی الی تقلیل الجماعة لان اهل المسجد ینتظرون اذان المؤذن المعروف فیحضرون حینئذ و لان حق المسجد لم یقض بعد لان قضاء حقه علی اهله[۱]۔ الخ۔

مولانا اشرف علی صاحب ایک مفصل و مدلل فتویٰ کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں۔[۲]

---

۱) بدائع والصنائع (کتاب الصلوة، فصل واما بیان محل وجوب الاذان، ص ۱۵۳، ج۱، طبع رشیدیه)۔
وکذا فی الشامیه (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۳، ج۱، طبع سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۰۴، ج۱، طبع رشیدیه)

۲) امداد الفتاوی (کتاب الصلوة، باب الامامة، تحقیق کراهته و عدم کراهته جماعت ثانیه در مسجد شارع عام، ص ۲۴۰ تا ۲۴۴، ج۱، طبع مکتبه دارالعلوم، کراچی)

پس غایۃ مافی الباب ایک فعل مباح ہوا جس میں نہ ثواب نہ عقاب اور امام صاحب کراہت کے قائل تب بھی اسلم واحوط اس کا ترک ہی ہوا۔ کیونکہ فعل میں تو احتمال کراہت کا ہے اور ترک میں کوئی ضرر محتمل نہیں کہ حرمان ثواب بھی نہیں۔ پس ترک ہی راجح ہوا یہ سب تحقیق ہے باعتبار حکم فی نفسہٖ کے اور اگر مفاسد اس کے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے روبرو پیش کیے جاتے تو یقینا کراہت شدیدہ کا حکم فرماتے لیکن چونکہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور علماء کے فتاوی بھی مختلف ہیں اس لیے کسی کو کسی پر نکیر شدید وطعن زیبا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ورثہ کا حق نہ دینے والے کے معاون کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک آدمی عالم پابند شریعت فوت ہوگیا۔ بوقت وفات موصوف ورثاء اہلیہ دولڑکیاں اور دو بھائی دو ہمشیرہ اور والدہ تاحال زندہ ہیں۔ تمام وراثت کا انتقال موصوف کی اہلیہ ہندہ کے نام پر ہو چکا ہے اور باقی ورثاء تاحال محروم ہیں۔ (۱) کیا ورثاء موجودہ وراثت موصوف سے شرعاً حقدار ہیں یا نہ (۲) اہلیہ موصوف پر بحالت مذکورہ کیا حکم عائد ہوگا واضح فرمادیں۔ (۳) معاونین اہلیہ موصوف کا شرعاً کیا حکم ہے۔ کیا امامت ان کی شرعاً جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) حقدار ہیں[۱] (۲) ظالمہ ہے توبہ کرنا لازم ہے[۲]۔ ظالم کی حمایت وتعاون ظلم ہے[۳]۔ (۳) اگر واقعی پیش امام صاحب ایسی عورت کا حامی ہے اور یہ بات ثابت ہو جائے تو ایسے شخص کو پیش امام نہیں بنانا

---

۱) کما فی السراجی متعلق بترکۃ المیت حقوق أربعۃ...... ثم یقسم الباقی بین ورثتہ (کتاب الفرائض، ص ۲ تا ۳، طبع رشیدیہ) وکذا فی الھندیۃ (کتاب الفرائض، الباب الاول، ص ۴۴۷، ج۶۔ طبع رشیدیہ) وکذا فی الدرالمختار مع شرح (کتاب الفرائض، ۶۰۵ تا ۷۶۱، طبع سعید کراچی)۔

۲) کما قال اللہ تعالیٰ یأیھا الذین آمنوا توبوآ إلی اللہ توبۃ نصوحا (سورۃ التحریم، آیت نمبر ۸) وفی المشکوٰۃ: عن الأغر المزنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یایھا الناس توبوا إلی اللہ فإنی أتوب إلیہ فی الیوم مائۃ مرۃ، باب التوبۃ، ص ۲۰۳، طبع قدیمی) وفی شرح النووی واتفقوا علی أن التوبۃ من جمیع المعاصی واجبۃ (مسلم کتاب التوبۃ، باب الاستغفار، ص ۳۵۴، ۲، طبع قدیمی کتب خانہ)

۳) کما قال اللہ تعالیٰ: (ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان (سورۃ المائدہ آیت: نمبر ۲) وفی تفسیر روح المعانی: "قولہ تعالیٰ ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان فیعم النھی کل ما ھو من مقولۃ الظلم والمعاصی ویندرج فیہ النھی عن التعاون علی الإعتداء (سورۃ المائدہ آیت: نمبر ۲)، ص ۳۱۴، ج۶، طبع دارالکتب، وکذا فی الدرالمختار (کتاب الجھاد، باب البغاۃ، ص ۲۶۸، ج۴، طبع سعید)

چاہیے(۱)۔ اگر ہے تو اس کو معزول کر کے کسی دوسرے متقی شخص کو امام بنایا جائے(۲)۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کے سامنے یہ بات اگر واضح ہو تو اس پر عمل کریں۔ ورنہ وہاں کی تحقیق کے مطابق عمل ہو۔ واللہ اعلم۔

احکام شریعت پس پشت ڈالنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسئلہ وراثت میں شریعت کی طرف استفتاء کرتا ہے۔ مگر ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ اس شرعی مسئلہ کو نہ چھیڑو کیونکہ اس میں اس کا ذاتی نقصان تھا۔ لیکن مدعی نے شرعی استفتاء حاصل کر لیا۔ جس کی پاداش میں مولوی صاحب نے ساری برادری کو مدعی کے خلاف کر کے ایک فتنہ عظیم بنا دیا۔ جس پر بہت سے فسادات خلاف شریعت رونما ہونے لگے۔ کیا ایسے مولوی سے جو رواج کا پابند ہو اور شریعت کو پس پشت ڈالے بلکہ کتمان شریعت کی تبلیغ کرتے ہوئے اپنی پارٹی بنائے۔ اس سے عام مسلمین کا تعلقات رکھنا یا اس کو امام نماز بنانا یا اس کا وعظ سننا یا اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر واقعہ ایسا ہے جو سوال میں درج ہے تو واقعی ایسے شخص کے ساتھ تعلقات(۳) اور اس کی امامت جائز

---

۱) كما في الدر المختار ويكره (امامة عبد)...... وفاسق (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع سعيد) وكذا في خلاصة الفتاوى (كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر، ص ۱۴۵، ج۱، طبع رشيديه) وكذا في البنايه (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۳۳۲ تا ۳۳۳، ج۲، طبع دار الكتب)

۲) كما في الدر المختار مع شرحه وينعزل به الالفتنة...... اى بالفسق لوطرء عليه والمراد أنه يستحق العزل (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۴۹، ج۱، طبع سعيد) وكذا في البحر (كتاب الوقف، ص ۳۸۰ ج۵، طبع رشيديه)

وفي الفتاوى التاتارخانيه ان يكون امام القوم في الصلوٰة افضلهم في العلم والورع والتقوى (كتاب الصلوٰة من هواحق بالإمامة، ص ۶۰۰، ج۱، طبع ادارة القرآن)۔ وكذا في الدر المختار (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۷ تا ۵۵۸، ج۱، طبع سعيد۔ وكذا في النهر الفائق، (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۲۳۹، ج۱، طبع دار الكتب۔

۳) قال الخطابي، رخص أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقتله ولايجوز فوق ذالك إلا اذا كان الهجران في حق من حقوق الله فيجوز فوق ذالك...... فان هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق، مرقاة المفاتيح، ص ۲۳، ج۹، كتاب الأدب، باب مانهى عنه من التهاجر والتقاطع ـ الخ دار الكتب العلميه بيروت، كذا في فتح الباري شرح البخاري: ص ۱۲۱-۱۲۲، ج۱۲، حديث نمبر ۶۰۷۷، كتاب الأدب باب مايجوز من الهجران لمن عصى، دار الفكر بيروت، كذا في التعليق الصبيح، ص ۲۶۲، ج۵، كتاب الأدب، رشيديه۔

نہیں (۱)۔لیکن واقعہ کی تحقیق مقامی طور پر کر لی جاوے اگر استفتاء کا مضمون درست نہ ہو تو مفتی اس کا ذمہ دار نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اس شخص کی امامت کا حکم جس پر مجہول النسب ہونے کا اعتراض کیا گیا ہو

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین در مسئلہ ذیل کہ پدر من از ملک کرم سیل افغانستان از عرصۂ چند سال نقل مکانی کردہ بعلاقۂ خاران و بلوچستان آمدہ و دراین بلادھا شادی وعروس کردہ و بعدہ از عروس بملک سندھ رفتہ بعداز چند عبور اوقات من تولد شدہ ام وبحالت طفل صغرسنی من پدرم و مادرم وفات کردہ اند وبعد ازاں من بصورت یتیم بوقت خوردگی بتعلیم علم محمدی مشغول شدم و ہر چہ کہ نصیب من بوداز علم محمدی تحصیل کردہ ام وہنوز کہ بعد از بلوغت وجوانی قابل امامت گشتم وگاہی گاہی خلائق را نماز خوانانم و امام میشدم مگر الآں چند عالمان اعتراض کردہ میگویند کہ پدر تو مجہول النسب است و نماز بہ پس تو ناجائز است ہنوز جواب طلب امر این است کہ آیا واقعی من از امامت محروم کردہ میشوم یانہ و آیا واقعی جہالت نسب پدر من نماز را بہ پس من ناجائز میگرداند و چگونہ مگر چند مردمان میگویند کہ پدر ترا مایان دیدیم و گفتہ اند نسب من گم است مگر نشانے کسی ندہد الحال عرض است کہ مسئلہ را از قرآن وحدیث رسول ﷺ تحریر کردہ مشکور فرمائید۔

﴿ج﴾

درصورت مسئولہ خلف سائل نماز جائز بلا کراہت است۔مجہول النسب بودن والد سائل سبب کراہت نماز درپس سائل نے شود۔بلا شبہ نماز جائز است واعتراض عالمان بالکل بے بنیاد است (۲)۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ ، ۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۷۷ھ

---

۱) ویکرہ امامة عبدوأعرابی وفاسق وأعمی "الدرالمختار" (وفاسق) من الفسق...... وهوالخروج عن الاستقامة ولعل المرادبه من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی...... فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمردینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقدوجب علیهم إهانته شرعا...... علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم۔ "ردالمحتار: ص ۵۵۹–۵٦۰، ج۱، باب الإمامة ، سعید۔ وکذا فی حلبی الکبیر، ص ۴۱۳، کتاب الصلوة، الاؤلی بالإمامة، سعیدی وکذا فی البحر الرائق: ص ٦۱۰، ج۱، باب الإمامة، رشیدیه۔

۲) الأولی بالامامة أعلم باحکام الصلوة...... هذا إذا علم من القرأة قدر ماتقوم به سنة القرآة...... ولم یطعن فی دینه...... ویجتنب الفواحش، العالمکیریة، ص ۸۳، ج۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثانی الخ، رشیدیه۔ کذا فی الدرالمحتار مع الردالمحتار،، ص ۵۵۷، ج۱، باب الامامة، سعید۔ کذا فی البحر الرائق: ص ٦۰۷، ج۱، باب الإمامة، رشیدیه۔

یزید پر رحمت، لعنت اس کے بارہ میں سکوت اختیار کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

اہل سنت والجماعۃ علماء حق کا کیا فتویٰ ہے مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ جو شخص یزید پر لعنت بھیجتا ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے۔ اگر امام ہو تو اہل سنت والجماعۃ کے لوگ اس کی اقتداء کر سکتے ہیں یا نہیں۔ جو امام یزید کو رحمت کا مستحق سمجھتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔ جو شخص اس بارے میں سکوت اختیار کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

یزید کے بارے میں سکوت کرنے والا شخص راہ اعتدال پر ہے۔ وہی راہ راست پر ہے اور باقی دونوں افراط وتفریط میں مبتلا ہیں [1]۔ فقط واللہ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت کہ ایک گاؤں میں مسجد کا پیش امام اہل گاؤں کی طرف سے مقرر ہے اور ایسے گاؤں میں ایک مولوی صاحب عارضی طور پر سکونت پذیر ہے چونکہ مذکورہ بالا گاؤں کے بڑے ہونے کی وجہ سے صلوٰۃ جمعہ ادا کی جاتی ہے مولوی صاحب جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں جمعہ پڑھاتا ہے۔ جامع مسجد میں صرف اس لیے نہیں آتا کہ عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے صحیح نہیں ہے اس طریق کا لازمی نتیجہ ہے کہ مسجد کے مقتدی منقسم ہو جاتے ہیں اور مسجد کی بے رونقی کا باعث ہے امام جو کہ جمعہ پڑھاتا ہے عالم نہیں مگر ضروری مسائل سے واقف ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً عالم کی نماز ایسے غیر عالم کے پیچھے صحیح ہے یا نہ اور جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں جمعہ پڑھانا جائز ہے یا نہ۔ مدلل بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔ نیز عدم تحصیل علم تجوید میں ہر دو برابر ہیں۔

---

۱) فتاوی رشیدیہ ، ص ۸۳

﴿ج﴾

عالمگیری میں ہے۔دخل المسجد من هو اولی بالامامة من امام المحلة فامام المحلة اولی ۔[1] درمختار میں ہے۔ واعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا [2] شامی میں لکھا ہے(مطلقا) ای و ان کان غیره من الحاضرین من هو اعلم و أقرأمنه عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ مقرر امام مسجد عالم مذکور سے اولیٰ ہے اگر چہ وہ علم وفضل میں اس سے فائق ہی کیوں نہ ہو یہ دلیل صحیح نہیں کہ عالم کی غیر عالم کے پیچھے نماز جائز نہیں (۳)۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء تمام کتب حدیث میں ثابت ہے تو کیا اس عالم اور امام مسجد کے درمیان کا تفاوت ورتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے مابین کے فرق مراتب سے بھی زیادہ ہے(العیاذ باللہ)اس کے علاوہ دیہات میں خود جمعہ مشتبہ اور پھر وہاں جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں قیام جمعہ کرنا اور مسلمانوں کی قلیل آبادی کو منقسم کرنا تفریق بین المسلمین کا ایک عظیم گناہ ہے (۴) جو عالم دین کے شایان شان ہرگز نہیں البتہ اہل محلّہ کو یہ ضرور چاہیے کہ وہ اعلم وافضل ہی کو مسجد کا دائمی امام مقرر کریں (۵)-درمختار میں ہے(الاحق بالامامة)تقديما بل نصبا....(الاعلم باحكام الصلوة) علامہ شامیؒ

---

۱) فتاوٰی العالمکیریة، ص ۸۳، ج۱، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی، الخ، رشیدیه۔
۲) الدرالمختار مع الردالمحتار: ص ۵۵۹، ج۱، باب الإمامة، سعید
کذا فی البحرالرائق: ص ۶۰۹، ج۱، باب الإمامة، کتاب الصلوٰة، رشیدیه۔
۳) عن ابراهیم بن سعد عن أبیه عن جده عبدالرحمن بن عوف: أن رسول الله صلی الله علیه وسلم لما انتهی إلی عبدالرحمن بن عوف وهویصلی بالناس اراد عبدالرحمن أن یتأخر فأومأ الیه النبی صلی الله علیه وسلم أن مکانك فصلی وصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم بصلوٰة عبدالرحمن۔ جمع الجوامع، ص ۵۰۰، ج۱۳، مسند عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه، دارالکتب العلمیه بیروت، کذا فی التعلیق الصبیح علی مشکوٰة المصابیح، ص ۵۰۱، ج۷، الإکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکاة، فصل فی الصحابة: حرف العین، طبع رشیدیه کوئٹه، کذا فی طبقات ابن سعد، عنوان، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کونماز پڑھائی، ص۲۴۴، ج۲، حصہ سوئم، دارالاشاعت کراچی۔
٤) قال الله تعالیٰ: واعتصموا بحبل الله جمیعا ولاتفرقوا، سورة ال عمران: آیت نمبر ۱۰۳۔
وفی تفسیر اللباب فی علوم الکتاب، قوله: "ولاتفرقوا" ......الثانی : أنه نهی عن المعاداة والمخاصمة، فانهم کانوا فی الجاهلیة مواظبین علی ذالك فنهواعنه، الثالث: أنه نهی عمایوجب الفرقة، ویزیل الألفة، واعلم أن النهی عن الاختلاف والأمر باالإتفاق، ۴۳۲، ج۵، سورة ال عمران آیت نمبر ۱۰۳، دارالکتب العلمیه بیروت، کذا فی روح المعانی، ص ۳۲۱، ج ۴۰۳، سوة ال عمران آیت: ۱۰۳، طبع دارالاحیاء التراث بیروت، کذا فی التفسیر المنیر: ص ۲۹، ج٤، سورة ال عمران: ۱۰۳، طبع غفاریه کوئٹه۔
٥) الدرالمختار مع الردالمحتار: ص ۵۵۷، ج۱، باب الإمامة، کتاب الصلوٰة، سعید۔ کذا فی البحرالرائق: ص ۶۰۸، ج۱، باب الإمامة، کتاب الصلوٰة، رشیدیه۔ کذا فی العالمکیریة: ص ۸۳، ج۱، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی، الخ، رشیدیه۔

لکھتے ہیں (بل نصباً) ای للامام الراتب مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجد میں حتی الوسع عالم وفاضل کو ہی امام رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں امامت کا حقدار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں ایک حافظ صاحب تراویح پڑھاتا ہے اور ساری جماعت متفق ہے کہ یہی ہماری اپنی بستی کا حافظ تراویح پڑھاوے۔ مگر چند آدمی اختلاف کرتے ہیں کہ اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز جائز نہیں اور شرارت کرنے کے واسطے کسی دوسری بستی سے ایک حافظ صاحب کو لاتے ہیں۔ جبکہ اس حافظ صاحب کی اپنی مسجد بھی ہے۔ اس کو چھوڑ کر صرف شرارت کے لیے مقابلہ کے لیے آ جاتا ہے اور آخر کار اس مسجد میں دو جماعتیں بیک وقت ہوتی ہیں۔ پہلا حافظ جس کی مسجد ہے اور جو اس بستی کا رہنے والا ہے اور جس کے ساتھ زیادہ جماعت ہے اندر نماز پڑھاتا ہے اور اس کی جماعت کی تکبیر پہلے ہوتی ہے اور دوسرا حافظ صاحب باہر جماعت کراتا ہے اب فرمائیں کہ کون سے حافظ صاحب کی جماعت صحیح ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ امام مقرر کرنے کا حق بانی یا اہل محلہ کو ہے۔ اگر نمازیوں میں نصب امام کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو جس شخص کو زیادہ اشخاص مقرر کر دیں وہی امام رہے گا۔ **(او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرھم** [1] فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ مسجد کا جو امام مقرر ہو اور اس میں امامت کی اہلیت ہے تو وہ امام مقرر ہی دوسرے شخص کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ **و اعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا قال الشامی قوله مطلقا ای و ان کان غیره من الحاضرین من هو اعلم و أقرأ منه۔** [2]

---

۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: ص ۵۵۸، ج ۱، باب الإمامة، سعید
وکذا فی التتارخانیة: ص ۴۳۷، ج ۱، باب الإمامة، کتاب الصلوٰة، طبع ادارة القرآن، کراچی۔
وکذا فی خلاصة الفتاوی: ص ۱۴۴، ج ۱، کتاب الصلوة، الفصل الخامس عشر، رشیدیه۔
۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: ص ۵۵۹، ج ۱، باب الإمامة، سعید
وکذا فی العالمکیریة: ص ۸۳، ج ۱، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی الخ رشیدیه، وکذا فی البحرالرائق: ص ۶۰۹، ج ۱، باب الإمامة، رشیده۔

پس صورت مسئولہ میں اگر پہلے امام کے عزل کی شرعی وجہ ان چند افراد کے پاس نہیں تو پہلا امام اُحق بالامامۃ ہے۔ دوسرے امام کو اس مسجد میں امامت کا حق نہیں۔ جماعت کے ہوتے ہوئے دوسری جماعت نہ کرنی چاہیے یہ فعل برا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عالم کی نماز غیر عالم حافظ کی اقتدا میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عالم دین ایک مسجد کے خطیب اور امام تھے کسی بدگمانی کی بناء پر مقتدی ان سے ناراض ہو گئے۔ مولوی صاحب نے امامت چھوڑ دی انھوں نے ایک حافظ صاحب جو دین کے مسائل سے ناواقف ہیں اور قرآن شریف بھی سادہ پڑھتے ہیں اور ایک ٹانگ سے لنگڑے ہیں کو امام مقرر کیا۔ اب وہ حافظ صاحب ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں۔ کیا اس سابقہ عالم کی نماز علی الدوام اس حافظ صاحب کے پیچھے جائز ہے یا نہ۔ دوسرے لوگ جو اقتداء کر رہے ہیں جائز ہے یا نہ اگر کوئی اور امام وہ تلاش کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

نماز ان کی اور دوسروں کی اس حافظ صاحب کے پیچھے جائز تو ہے لیکن افضل و بہتر یہ ہے کہ مستقل امام کسی عالم با عمل صحیح قرآن شریف پڑھنے والے کو مقرر کیا جائے۔ اس قسم کے حافظ کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا مکروہ ہے[2]۔

مستقل امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کے نماز پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد کا امام حافظ القرآن مستقل امام ہو اور مصلی امامت پر اس کی بغیر اجازت اور رضامندی کے دوسرا امام جب کہ مستقل امام بھی موجود ہو امامت کے لیے مصلی پر کھڑا ہو جائے اور اس امام کی اور ایک مقتدی کی آپس میں عداوت ہو کیا مقتدی کی نماز ایسے امام کے پیچھے ہو جائے گی

---

۱) ویکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلہ، الدرالمختار: ص ۳۷۲، ج۲، (جدید) باب الامامۃ۔
کذا فی الھندیۃ، ص ۵۵۲، ج۱، الباب الخامس فی الامامۃ، رشیدیہ، کذا فی الفقہ الاسلامی، ص ۸۳، ج۱، کتاب الصلوۃ، الفصل العاشر، دارالفکر۔

۲) وکذا أعرج یقوم ببعض قدمہ، فالاقتداء بغیرہ أولی۔ ردالمحتار: ص ۳۶۰، ج۲، مطلب فی امامۃ الامرد، سعید، ولوقدموا غیر الأولیٰ، أساؤا بلا إثم، الدرالمختار: ص ۵۵۹، ج۱، باب الإمۃ، رشیدیہ۔

اور مقتدی کو بعض اوقات حالت نماز میں جب کہ یہ امام مصلی پر ہو۔ غصہ بھی آ جاتا ہے اور یہی امام جو کہ مستقل امام کی بغیر اجازت جماعت کراتا ہے۔ اس نے بالغ لڑکی بھی عرصہ ڈیڑھ سال سے گھر بٹھا رکھی ہے۔ نکاح کہیں نہیں کرتا اور مقتدی بھی ایک اس پر نالاں ہے۔ جو کہ مذکورہ بالا ہے۔ از راہِ کرم جواب نص قطعی و احادیث صحیحہ سے بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

معلوم رہے کہ مستقل امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کو امامت کرانی ناجائز ہے۔ اگر امام مستقل صراحۃ اجازت دیدے یا وہ اس کی امامت کرانے پر ناراض نہیں ہوتا یعنی دلالۃ اجازت ہو تب امامت کرا سکتا ہے[1]۔ باقی بغیر اجازت لیے بھی اگر نماز پڑھا لے تو نماز ہو جاتی ہے۔ اگر چہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ جس ایک مقتدی کی اس امام کے ساتھ عداوت ہے اس کی نماز بھی اس امام کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے[2]۔ لیکن عداوت اگر بلاوجہ شرعی ہے تو عداوت رکھنی بہت بری بات ہے[3]۔ فوراً توبہ کر کے عداوت کو دل سے نکال لے[4]۔ ڈیڑھ سال سے بالغ لڑکی جو گھر میں بٹھائے رکھی ہے ہو سکتا ہے کہ ابھی تک

---

۱) ولا يؤم الرجل الرجل في سلطانه، ولا يقعد في بيته على تكرمته إلا باذنه، رواه مسلم، مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ۱۰۰، ج۱، قديمى۔
واعلم أن صاحب البيت وكذا إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقا أى وان كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرا منه، الدرالمختار، ص ۵۵۹، ج۱، باب الامامة، كتاب الصلوة، سعيد، كذا فى البحر الرائق : ص ۶۰۷، ج۱، باب الإمامة، كتاب الصلوة، رشيديه۔

۲) عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براكان أوفاجرا، والصلوٰة واجبة على كل مسلم براكان أوفاجرا وان عمل الكبائر، سنن أبى داؤد، كتاب الجهاد، باب فى الغزو مع أئمة الجور: ص ۳۵۰، ج۱، امداديه ملتان۔ وان تقدموا جاز، لقوله عليه الصلوٰة والسلام، صلوا خلف كل بروفاجر، تبيين الحقائق : ص ۳۴۶، ج۱، باب الامامة، دارالكتب بيروت، كذا فى بدائع الصنائع: ص ۱۵۶، ج۱، فصل فى بيان من يصلح للامامة، رشيديه۔

۳) فى النصاب من أبغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر، كذا فى الخلاصة، ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالما أوفقيها من غير سبب، الهنديه: ص ۲۷۰، ج۲، كتاب السير، باب احكام المرتدين، منها مايتعلق بالعلم والعلماء، رشيديه۔وكذا فى البحر الرائق:، ص ۲۰۷، ج۵، كتاب السير، باب احكام المرتدين، رشيديه۔

۴) واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، الصحيح المسلم مع شرحه الكامل للنووى، ص ۳۵۴، ج۲، كتاب التوبة، قديمى، وكذا فى روح المعانى، ص ۱۵۹، ج۲۷، احياء التراث، وكذا فى المرقاة على مشكوٰة المصابيح، ص ۱۶۲، ۱۶۳، ج۵، كتاب الدعوات، رشيديه۔

مردِ کفو نہ ملا ہو۔اس کی تلاش میں ہو۔ ظنوا المؤمنين خيراً ڈیڑھ سال کا عرصہ تو کوئی بڑی مدت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہٗ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

سپاہی کے افسرانِ بالا کا امام بننے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صوبیدار یا حوالدار وغیرہ افسران کی موجودگی میں ان کے ماتحت سپاہی کو امامت کرانا جائز ہے یا نہ اگر سپاہی امامت کرے اور حوالدار وغیرہ مقتدی ہوں تو کیا اس میں کوئی شرعی نقصان ہے؟

﴿ج﴾

صحت امامت کے لیے نماز کے مسائل کا جاننا اور قرآن مجید صحیح پڑھنا ضروری ہے اور جو امام نماز کے اکثر مسائل سے واقف ہو قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اس کی امامت صحیح ہے سپاہی امام ہو اور حوالدار وغیرہ مقتدی ہوں شرعاً سب کی نماز[1] بلا کراہت صحیح اور درست ہے اس میں نہ کسی کی بے حرمتی ہے نہ بے ادبی ہے اس لیے صورت مسئولہ میں امامت بلا کراہت درست ہے نماز با جماعت جاری رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امامت کا حقدار کون ہے

محمد سعید ولد فضل احمد امام مسجد خوئیداد خیل بنام دلاسہ خان وغیرہ قوم کنڈی خوئیداد خیل مدعی بذریعہ وکیل پوردل خان موضع مذکور چارسدہ مدعا علیہم۔

فریقین جمع آمدند۔ مدعی دعویٰ اول بلوغ خود کرد باز دعویٰ امامت کرد کہ من امام قوم کنڈی خوائیداد خیل مسجد

---

۱) والاحق بالإمامة الأعلم باحكام الصلوٰة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة...... ثم الأورع، أى الاكثر اتقاءً للشبهات، الدرالمختار مع ردالمحتار: ص ۵۵۷، ج۱، باب الامامة، سعيد۔ وكذا فى البحر الرائق: ص ۶۰۸، باب الامامة، رشيديه۔ كذا فى الهندية: ص ۸۳، ج۱، الباب الخامس عشر فى الامامة، الفصل الثانى، الخ، رشيديه۔

ام باتفاق قوم درروز مرگ ودفن پدرخود امام شده ام-بعض ازقوم اوانکار کردو گفته که مایاں اورابالکل امام نہ کردہ ایم بعد از گرفتم بیانات ایشاں تعریف صلح نموده ام بفضل اللہ تعالیٰ صلح منظور کرده اند-صورت صلح ایں باتفاق قوم قائم کردم کہ ممبر جواسعید امام مسجد مقرر شد-بشرطیکہ بعداز عیدالاضحیٰ آئندہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء از خانہ می رود- وعلم مذھبی ودینی شروع خود کند-بحصول تعلیم دین مذھب درمسلک علماء منتظم کند خواہ کہ در ملک پشاور باشد یا ہندوستان تاوقتیکہ کہ سند از مدرسہ دیوبندیا یکے از مدرسھائے دہلی وغیرہ حاصل کردہ نباشد از طرف او خلیفہ مقرر کردم- و باتفاق قوم خلیفہ منظور کردند وحقوق امامت زمین کہ کل ہفت جریب ست آمدن یک سہ حصہ شوند ایک حصہ امام اصلی را برائے کتاب وخرچ سفر سبق دین علم دادہ مے شوند- دو حصہ خلیفہ را دادہ میشود-وشجر کھجور کہ در مسجد است-حصہ سوم امام اصلی رااست ودو حصہ خلیفہ رااست باقی وظائف مرسومہ ازقسم خیر خیرات وسرسایہ ونکاح وغیرہ خلیفہ را دادہ میشود علاوہ از زمین بالا اگر دیگر قطعہ زمین متعلقہ مسجد ہذا باشد درو نیز یک حصہ امام اصلی را ودو حصہ خلیفہ رااست-ایں فیصلہ وراضی نامہ از وجوہات شرط بالا تحریر کردم کہ مذھب مایاں شامی[1] بریں تصریح کردہ اند- ومقتضاه انه اذا مات الامام او المدرس لا يصح توجيه و ظيفته على ابنه الصغير وقد مناه فى الجهاد فى اخر فصل الجزئية عن العلامة البيزى بعد كلام نقله الى ان قال اقول هذا مؤيد لما هو عرف الحرمين الشريفين و مصر و الروم من غير نكير من ابقاء ابناء الميت و لو كانوا صغارا على وظائف ابائهم من امامة و خطابة و غير ذلك عرفا مرضيا لان فيه احياء خلف العلماء و مساعدتهم على بذل الجهد فى الاشتغال بالعلم و قدافتى بجواز ذلك طائفة من اكابر الفضلاء الذين يعول على افتائهم اه و قيدنا ذلك هناك بما اذا اشتغل الابن بالعلم اما لو تركه و كبر وهو جاهل فانه يعزل-

تحریر ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۳۶ء فقیر عبداللہ المعروف میاں صاحب مازارہ پوردل خان وکیل وطاؤس خان دلاسہ وغیرہ-

جناب مفتی صاحب یہ فتویٰ جزء الثالث فى مطلب من له استحقاق فى بيت المال ليفى ولده بعده میں موجود ہے-جناب والا اس فیصلہ کے بعد قوم کے بعض افراد نے قانونی حمایت سے ایک اجنبی فرد کو امام قرار دیا ہے اور شرعی امام کو بغیر عذر شرعی معزول کیا ہے-حالانکہ اصلی امام میں شرائط فیصل موجود ہیں کیا اس دوسرے امام کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں اور دوسرے فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے-

---

۱) ردالمحتار: ص ۴۴۱، ج۵، مطلب فى توجيه الوظائف للابن ولوصغيرا، كتاب القضاء، سعيد-

﴿ج﴾

قوم کے اتفاق سے مسجد کا جو امام مقرر ہوا اور اس میں امامت کی اہلیت ہے تو وہ امام مقرر ہی اس دوسرے شخص کی نسبت منصب امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ بلا وجہ شرعی قوم کے بعض افراد کو قوم کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ورزی کر کے پہلے امام کو معزول کرنے کا حق حاصل نہیں فیصلہ کی پابندی ضروری ہے۔ جزئیات ذیل اس کی مؤید ہیں۔(البانی)[1] للمسجد (اولی) من القوم (بمنصب الامام والمؤذن فی المختار الااذا عین القوم اصلح ممن عینه) البانی (درمختار) و کذا ولده و عشیرته اولی من غیرهم اوالخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم و اعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا قال الشامی (قوله مطلقا) ای و ان کان غیره من الحاضرین من هو اعلم و اقرأ منه[2]. فقط والله تعالی اعلم

کیا امام مقرر کے علاوہ کوئی اور شخص امامت کا مستحق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد میں تقریباً عرصہ ۴۵ سال سے امامت کر رہا ہے اور قرآن شریف کا حافظ ہے عالم نہیں ہے۔ اب زید کا لڑکا عالم بن کر سند لے کر گھر آ گیا ہے اور زید کی رضاء کے بغیر مصلیٰ لے لیا ہے اور امامت کر رہا ہے۔ زید امامت دینے پر رضامند نہیں ہے۔ باقی لوگ رضامند ہیں کہ یہ عالم ہے اور زید صرف حافظ ہے اس لیے عالم امامت کرے اور حافظ نہ کرے۔ مگر کچھ لوگ اس بات پر راضی نہیں کہ زید ہمارا سب کا استاد ہے اور عرصہ دراز سے امام بھی رہا ہے۔

خدام الدین ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء میں حقوق والدین کے متعلق حدیث شریف تحریر ہے کہ اپنے والد سے آگے بڑھ کر امامت نہ کرائے اگرچہ وہ علمی لحاظ سے زیادہ فقیہ ہو اور اپنے باپ سے علمی اور دینی سمجھ کے اعتبار سے بہت بلند ہو۔ حدیث شریف تحریر نہیں ہے۔ صرف ترجمہ تحریر ہے زید کا پسر زید کا شاگرد بھی ہے قرآن شریف اپنے والد صاحب سے حفظ کیا ہے۔

---

۱) الدر المختار، کتاب الوقف، ص ۴۳۰، ج ۴، سعید،
وکذا فی البحر الرائق: ص ۴۱۸، ج ۵، کتاب الوقف، باب فی احکام المساجد رشیدیه۔
وکذا فی حلبی الکبیر، ص ۶۱۵، فصل فی احکام المسجد، سهیل اکیڈمی، لاهور
۲) الدر المختار ص ۵۵۸، ج ۱، باب الامامة طبع ایچ ایم سعید۔

﴿ج﴾

مسجد میں جو امام مقرر ہے اور اس میں امامت کی اہلیت ہے تو وہ امام مقرر ہی اس کے لڑکے کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ اگر چہ دوسرا شخص افضل و اعلم و اقرأ ہو۔ درمختار اور شامی میں ہے۔ **واعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا قال الشامی قوله مطلقا ای و ان کان غیره من الحاضرین من هو اعلم و اقرأ منه** (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامت کے لیے اعلم کی پہچان

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نقل سابقہ فتویٰ جس نے صرف مقامی امیدواروں کو مستحق قرار دے کر انھیں میں سے سب سے زیادہ عالم کو امامت کا قطعی مستحق قرار دیا ہے اور دوسرے مقامی علماء کی امامت غیر صحیح قرار دی ہے ایسی خاص صورت میں غیر مقامی عالم کی امامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ علامۃ الدھر اور ہوا میں اڑنے والا کیوں نہ ہو۔ نماز جیسے اولین شعار اسلامی کے معاملے میں اہل مسجد (اہل محلہ) کی محض اپنی خواہش کو مقابلہ میں پیش کرنا یا اسے مصلحت قرار دے کر مصلحتوں سے بھرپور حکم شرعی پر اسے ترجیح دینا مسلمان کی شان کے بالکل منافی ہے۔ انتہی

فتویٰ مذکورہ بالا مندرجہ ذیل سوالات کی روشنی میں کہاں تک صحیح ہے معتبر حوالہ جات کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

(۱) امامت کے لیے سب سے زیادہ عالم ہونا ضروری ہے۔ (۲) عالم ہونے کا کیا معیار ہے۔ مذہبی درسگاہوں میں فرق اس کی بنیاد ہے یا سندات میں وہ ریمارکس معیار ہیں جو سند یافتہ کی استعداد کے مطابق لکھے جاتے ہیں۔ یا سندات علوم وفنون دینیہ کی تعداد میں زیادتی و کمی اس کا معیار ہوسکتا ہے۔ (۳) امامت کے لیے امیدوار ہونا شرط ہے یا مستحق امامت کو مجبور کرنا پڑے گا۔ (۴) تمام دنیا کی مسلمان قوم میں سے سب سے زیادہ عالم کو مستحق امامت قرار دیا گیا ہے یا مقامیوں میں سے کسی عالم کو۔ (۵) مقامی سے اہل مسجد مراد ہیں اگر وہاں نہ ہوں تو اسی شہر یا گاؤں یا مضافات یا تحصیل یا ضلع کے باشندے مراد ہیں؟ (۶) اگر محلہ یا شہر یا علاقہ کے اندر امامت کا کوئی امیدوار نہ ہو بلکہ کوئی امیدوار تو مضافات شہر کے مستقل باشندے ہوں مشہور درسگاہ کے سند یافتہ ہوں ان کی سند کی ریمارکس بھی اعلیٰ ہوں۔ اعلیٰ سندات کی تعداد بھی زیادہ رکھتے ہوں مشہور علمی اور مذہبی خاندان

---

۱) درمختار، ص ۵۵۹، ج ۱، باب الامامة، طبع سعید کراچی

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۲۹۹، فصل فی بیان أحق الامامة طبع دارالکتب العلمیه، بیروت، وکذا فی البحر الرائق، ص ۶۰۹، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، طبع رشیده، کوئٹه۔

سے بھی تعلق رکھتے ہوں اور خود بھی ایسا کوئی شرعی قصور نہ کر چکے ہوں جو امامت کے لیے مناسب نہ ہو۔ اس کے باوجود کسی دوسرے ضلع سے ملازمت کے سلسلہ میں آئے ہوئے ایسے شخص کو امام مقرر کیا جائے جس کے پاس صرف ایک سند ہو۔ اس کے ریمارکس بھی نسبتاً کمزور ہوں۔ مجہول النسب اور مجہول العمل ہو کیا اس قسم کی تقرری شرعاً صحیح ہے۔ اگر صحیح نہیں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہمیں آپ کے منقولہ سابقہ فتویٰ کے ساتھ مکمل اتفاق نہیں ہے۔ ہمیں فقہاء کے کلام پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) فقہاء کی مشہور ترتیب فی التقدیم والنصب یہ صرف استحبابی یا مسنون[1] ہے کوئی واجب نہیں ہے۔ اگر غیر مستحق کو بھی جب اس کی امامت جائز ہو مقدم کریں یا اہل محلہ اسے مستقل امام منتخب کریں تب بھی اس کی امامت جائز بلا کراہت ہے۔ نماز میں کوئی نقص نہیں ہے گو باوجود اولیٰ و افضل کی تقدیم یا نصب کے ممکن ہونے کے غیر اولیٰ کو مقدم کرنا یا مستقل امام بنانا خلاف اولیٰ یا خلاف سنت ضرور ہوگا اور باوجود اس کے کہ لوگ غیر اولیٰ کو مستقل امام بنا چکے ہیں انھیں امام مذکور کو معزول کرنا نہیں چاہیے ہاں پہلے سے اس کی رعایت مسنون ہے کہ مستحق و افضل کا انتخاب کرلیا جائے۔ **قال فی الدر المختار و لو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم – و فی العنایة و جملة القول ان المستحب فی التقدیم ان یکون افضل القوم قراء ة و علما و صلاحا و نسبا و خلقا و خلقا اقتداء برسول الله صلی الله علیه وسلم فانه کان هو الامام فی حیاته لسبقه سائر البشر بهذه الاوصاف**[2]۔

(۲) اور اگر ایک امام راتب ہے مستقل مقرر ہے اور دوسرا شخص غیر مقرر ہے تب اگر چہ دوسرا شخص علامۃ الدہر کیوں نہ ہو تب بھی حق تقدم امام مستقل کو حاصل ہے اگر اسے امام نماز پڑھانے کی اجازت دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ حق اسی امام راتب کا ہی ہے وہ خود آگے بڑھ کر نہ پڑھائے۔ **قال فی الدر المختار (و) اعلم ان (صاحب البیت) و مثله امام المسجد الراتب (اولی بالامامة من غیره)**

---

۱) ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم الدر المختار، ص ۵۵۹ ج۱، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، طبع سعید کراچی۔ وکذا فی حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۰۱، کتاب الصلوٰة باب الامامة، طبع قدیمی کتب خانہ۔ وکذا فی التاتار خانیة، ص ۶۰۰، ج۱، کتاب الصلوٰة، من هو أحق بالامامة، طبع ادارة القرآن، کراچی۔

۲) العنایه شرح الهدایه علی هامش فتح القدیر ص ۳۰۳، باب الامامة، طبع رشیدیه کوئٹه۔

مطلقاً(۱)- الخ جناب کے تمام سوالوں کے متعلق مختصر گزارش ہے کہ اگر امام ایک مقرر ہو چکا ہے اب دوسرا کوئی عالم امیدوار بنتا ہے- پھر تو اگر یہ دوسرا بہت بڑا عالم بھی کیوں نہ ہو تب بھی مناسب یہی ہے کہ اس سے پہلے کو ہی امام رکھا جائے اور معزول نہ کیا جائے اور اگر ابتداء انتخاب ہے تو پھر سب سے زیادہ عالم ہی کو امام مقرر کرنا مسنون ہے- سب سے زیادہ عالم ہونا یہ ایک علمی لیاقت ومہارت کا نام ہے اس کا تعلق سندات کی کثرت وقلت وغیرہ کے ساتھ نہیں ہے- وہاں کے لوگوں کو جو بہت بڑا عالم نظر آئے اس کی علمیت پر وہاں کے علماء کا اعتماد ہو تو یہی اعلم ہے- ویسے اگر غیر اعلم کو بھی امام مقرر کر لیا جائے تب بھی نماز صحیح ہو گی گویہ انتخاب خلاف سنت شمار ہوگا- اس انتخاب میں مقامی غیر مقامی کا کوئی فرق نہیں ہے- اس مختصری تقریر سے آپ کے تمام سوالوں کا جواب تقریباً نکل رہا ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر الزام لگایا گیا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک پیش امام تقریباً ۷۰ یا ۷۵ سال کی عمر کے ان کے پاس بچے پڑھتے ہیں- ایک چھوٹی سی لڑکی تقریباً جس کی عمر ۶ برس ہوگی- بروز ہفتہ سبق کے اوپر اس کو مارا تھا اور پھر اس کا سبق بڑھا دیا صبح اتوار کو آگے کھڑا کر کے پیار کیا اور پھر اس کو سبق دے کر ۹ بجے صبح کے وقت شہر چلے جاتے ہیں ایک بج کر ۲۰ منٹ پر واپس آ جاتے ہیں ایک مکان پر ۱۰ آدمی جمع ہو کر اس امام صاحب کو بلاتے ہیں اور صرف یہ کہا جاتا ہے برائے مہربانی مسجد میں تشریف نہ لانا اور بچے بھی نہ پڑھانا بچوں کی شہادت پر الزام لگایا اور لڑکی سے مار پیٹ کر زبردستی کہلوایا کہ حافظ صاحب گندی گندی باتے کرتے تھے- وہ لڑکی باہر کھیل کر آئی ہے اور کھیلتی پھرتی ہے- کیا یہ الزام صحیح ہے جب کہ وہ بچی باہر کھیلتی ہے-

﴿ج﴾

یہ الزام از روئے شریعت قابل قبول نہیں ہے- نہ شہادت ہے نہ اقرار جب تک پورا ثبوت نہ ہو اس وقت تک الزام لگانا بالکل ناجائز ہے(۲)- اس پیش امام کو اگر قوم کی اکثریت چاہتی ہے تو بلاشبہ وہ امامت کرے کوئی

---

۱) درمختار ص ۵۵۹، ج۱، باب الامامة، طبع سعید کراچی-

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص۲۹۹، فصل فی بیان أحق الامامة طبع دارالکتب العلمیه، بیروت، وکذا فی البحرالرائق، ص ۶۰۹، ج۱، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، طبع رشیدیه کوئٹه-

۲) یاایها الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً، سورة الحجرات، پاره نمبر ۲۰، آیت نمبر ۲۶، (وایضاً وقال تعالیٰ لولا اذسمعتوه ظن المومنون والمومنت بانفسهم خیرًا وقالوا هذا افك مبین- (سورة النور، آیت نمبر ۱۲)

گناہ کی بات اس میں نہیں [۱]۔ واللہ اعلم۔

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۷۹ھ

الزام لگنے پر قسم اٹھانے کے بعد امامت پر بحال کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فیض آباد کالونی والوں نے امام مسجد رکھا ہوا ہے، عرصہ دو سال کے بعد کسی شخص نے امام مسجد پر الزام لگایا اور امام مسجد نے بھی الزام لگانے والوں پر الزام لگایا تو اس صورت میں انجمن اصلاح وترقی اور تمام باشندگان نے امام مسجد پر الزام عائد کرنے والے کی قسم پر فیصلہ کیا اب جبکہ دونوں فریقین نے قسم قرآن پاک کی اٹھائی ہے تو ہم امام مسجد کر رکھ سکتے ہیں یہ کہ نہیں

﴿ج﴾

شرعی ثبوت نہ ہونے کی صورت میں جبکہ الزام برأت میں امام صاحب نے قسم اٹھائی تو وہ بری ہے [۲] لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر امام مذکور میں کوئی اور خلاف شرع بات نہیں [۳] تو اہل مسجد رضامندی سے اسے امام رکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس پر الزام ہو اس کی امامت

﴿س﴾

رپورٹ تحقیقاتی کمیٹی دربارہ تنازعہ امام مسجد جنڈ والی مخدوم پور پہوڑاں

---

۱) الدرالمختار ص ۵۵۸–۵۵۹، ج۱، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، طبع سعید کراچی۔ وكذا في حاشيه الطحاوى على مراقي الفلاح ص ۳۰۱، كتاب الصلوٰة باب الامامة، طبع قديمى كتب خانه كراچى، وكذا فى التتارخانيه، ص ۶۰۰، ج۱، كتاب الصلوٰة من هو أحق بالامامة طبع ادارة القرآن، كراچى۔

۲) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده أن النبى صلى الله عليه وسلم قال فى خطبته البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه (الترمذى، ص ۲۴۹، ج۱، باب ماجاء فى ان البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه طبع سعيد كراچى۔

وكذا مجلة الاحكام ماده نمبر ۷۶، ص ۲۵، طبع قديمى كتب خانه كراچى۔

۳) (والأحق بالأمامة) تقديما بل نصبا مجمع الانهر (الأعلم بأحكام الصلوٰة) فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهره كتاب الصلوٰة باب الامامة، الدرالمختار ج ۱ ص ۵۵۸ طبع سعيدى كراچى۔

فریق۔ زید جوکہ جامع مسجد جنڈ والی کا خطیب اور امام مسجد ہے۔ فریق دوم بکر جوکہ مسجد ہذا کا ایک نمازی اور امام مسجد مذکور کا گہرا دوست ہے۔

روئیداد :۔ باہمی دوستی کی وجہ سے زید کی آمدورفت بکر کے گھر میں بے تکلفانہ تھی اور عوام پر بھی ان کی گہری دوستی واضح تھی۔ ایک روز بکر مغموم حالت میں تھا تو اس کے ملنے جلنے والوں نے غم پرسی کی تو اس نے غمناک حالت میں ایک افسوسناک واقعہ کا اظہار کیا اور اپنی ۷/ ۸ سالہ بچی کے ساتھ ناشائستہ حرکت کرنے کے الزام میں زید کو موردالزام ٹھہرایا۔ جس کا عوام میں خاصا چرچا ہوگیا۔ مسجد کے مقتدیان نے زید سے کہا کہ آپ پر الزام عائد ہوگیا لہٰذا تاوقتیکہ آپ کی صفائی نہ ہو جائے احتیاطاً آپ امامت نہ کرائیں جس کا ردعمل یہ ہوا کہ زید نے اپنی بریت ظاہر کرنے اور مصلیٰ حاصل کرنے کی خاطر مجلس عام میں تقریر کی کہ انسان خطا کا پتلا ہے اس سے خطا ہو جاتی ہے کیونکہ یہ دشمنوں یعنی شیطان اور نفس امارہ کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ میں بھی ایک انسان ہوں مجھ سے خطا ہو جاتی ہے۔ پھر یہ آیت ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او أخطانا پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا کہ اے ہمارے پروردگار تو ہماری بھول چوک اور خطاؤں پر ہمیں نہ پکڑنا۔ اس کے بعد کہا کہ مجھ پر جو نابالغ لڑکی کے بارے میں الزام لگایا گیا ہے مجھے اس کا کوئی ارمان نہیں کیونکہ اس قسم کے الزامات نبیوں پر بھی لگائے گئے اور بی بی مریم علیہا السلام اور بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی پاک دامن بیبیوں پر بھی الزام لگائے گئے۔ یہ الزام یا تو میری شامت اعمال کا نتیجہ ہے یا میرا امتحان ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور غلاف کعبہ کو ہاتھ میں لے کر کہتا ہوں اور بیت اللہ شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور مسجد میں بیسیوں قرآن پڑے ہوں گے وہ سب لا کر میرے سر پر رکھ دو میں حلفاً کہتا ہوں کہ مذکورہ لڑکی سے برائی کرنے کی میری قطعاً نیت نہیں تھی اور لعنت الله علی الکاذبین پڑھا۔ چند آدمی اس تقریر سے متاثر ہوئے۔ لیکن مجلس کی اکثریت نے قسم مجلسی کے علاوہ بھی قسموں کی بھرمار پر یقین نہ کیا کچھ گڑبڑ کا اندیشہ ہوا۔ لیکن جلد ہی متفقہ طور پر گیارہ اشخاص پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کی تحقیقاتی کارروائی حسب ذیل ہے۔

بکر کا بیان :۔ وقوعہ کے روز نماز مغرب کے بعد جبکہ میں اپنے گھر پر موجود نہیں تھا۔ زید میرے گھر آیا دروازے پر میرا پوتا اور ایک نوکر لڑکا موجود تھے۔ لیکن زید نے میری لڑکی کو آواز دے کر بلایا اور اسے دوسری طرف بیٹھک کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ اس نے بیٹھک کھول دی زید وہاں بیٹھ گیا پھر زید نے لڑکی سے پینے کے لیے پانی طلب کیا۔ لڑکی نے پانی کا گلاس گھر سے لا کر اس کو پلایا۔ پھر زید نے اس کو کہا کہ گلاس رکھ کر پھر آنا لڑکی گلاس گھر میں رکھ کر بیٹھک میں گئی تو زید نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا اس کو چھاتی سے لگا کر بھینچا اور اس کا منہ چوسنے لگ گیا اور ساتھ ہی لڑکی کا کمربند کھول دیا۔ لڑکی خائف ہوکر رونے لگی تو زید نے اسے چھوڑ دیا اور لڑکی اپنی

ماں کے پاس روتی ہوئی گئی اس کی ماں نے حقیقت حال سن کرزید کو گالیاں دینی شروع کر دیں تو زید وہاں سے نکل کر چلا گیا کچھ دیر کے بعد میں اپنے گھر آیا تو گھر میں ہنگامہ تھا- بیوی سے حال پوچھا تو اس نے زید کی حرکتوں کا رونا رویا لڑکی سے باتیں پوچھی گئیں تو اس نے ان باتوں کی تصدیق کی تو مجھے زید کی اس مذموم حرکت سے سخت صدمہ پہنچا کہ میں لوگوں میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا-

زید کا بیان :- میرے اور بکر کے کافی عرصہ سے نہایت اچھے مراسم تھے ایک روز بکر کی بیوی میرے گھر جا کر کہنے لگی کہ میرا خاوند تمھارا گہرا دوست ہے اسے سمجھائیں کہ وہ فلاں فلاں بدچلن عورتوں سے تعلق نہ رکھے تو میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے دوست کے اندر اس قسم کی برائی نہیں دیکھی اس لیے میرا اسے کچھ کہنا زیب نہیں دیتا وہ کہنے لگی کہ پھر میرے آنے کی تو کوئی قدر نہ کی اور لفظ چنگا (اچھا) کہہ کر واپس چلی آئی میں نے چنگا سے یہ مراد لی کہ وہ مجھ سے ناراض ہوگئی ہے اور اس کا انتقام لینے والی ہے- کچھ دنوں کے بعد میں بکر کے گھر گیا تو وہ مغموم حالت میں لیٹا ہوا تھا- سبب دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ اس کی عورت نے مجھے بڑا پریشان کیا ہے- یہ عورتوں کے بارے میں مجھ سے بدظن ہے اس وقت میں نے یہ بات کہہ دی کہ یہ بات تو اس نے مجھ سے بھی کہی تھی- ایک روز میں پھر بکر کے گھر گیا میں نے اہل خانہ کو آواز دیے بغیر بیٹھک کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ ایک غیر آدمی بکر کے گھر میں بکر کی بیوی کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا ہے میں نے بکر کی بیوی کو اچھی طرح دیکھا اور اس نے مجھے دیکھ لیا اور اس غیر محرم آدمی کو دھکا دے کر ایک طرف کر دیا- انھی باتوں کی خلش کی وجہ سے اس نے مجھ پر لڑکی کا الزام لگایا ہے حالانکہ بات یہ تھی کہ میں بکر کے کسی دوسرے دوست کی بیماری کی اطلاع دینے کے لیے مغرب کی نماز کے بعد بکر کے گھر گیا- لڑکی کو آواز دی اور پوچھا کہ تیرا ابا کہاں ہے- اس نے کہا کہ کہیں باہر چلا گیا ہے- میں نے لڑکی سے بیٹھک کا دروازہ کھلوایا اور بیٹھک میں بیٹھ گیا- پھر لڑکی سے پانی منگوا کر پیا وہ گلاس رکھ کر پھر بیٹھک میں آئی تو میں نے اس سے کہا کہ تو گھر چلی جا جب تیرا ابا آئے گا تو اس کے ساتھ آ جانا- وہ گھر چلی گئی تو اس کی ماں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا اور یک لخت مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں- میں نے کہا بھرجائی (بھابی) میرا قصور نہیں ہے تو مجھے کیوں گالیاں دیتی ہو اور مجھ پر ایسا الزام کیوں لگا رہی ہو مگر اس نے ایک نہ سنی تو میں وہاں سے چلا آیا-

تنقید :- (۱) جب آپ کو معلوم تھا کہ وہ عورت مجھ سے ناراض ہے اور انتقام لینا چاہتی ہے تو آپ رات کے وقت مرد کی عدم موجودگی میں ان کی بیٹھک میں کیوں ٹھہرے۔ جواب دیا کہ میرا خیال تھا کہ وہ جلد ہی آ جائے گا اور میں سنیہا دے کر فارغ ہو جاؤں گا- (۲) جب آپ بکر کے گھر کے دروازے پر گئے اس کا پوتا اور

نوکر وہاں موجود تھے یا نہیں؟ جواب دیا کہ موجود تھے۔ (۳) جب دولڑ کے دروازے پر موجود تھے تو آپ نے بیٹھک کھلوانے کے لیے لڑکی کو گھر کے اندر سے آواز دے کر کیوں بلایا جواب کہ بس میری غلطی۔ (۴) کیا اس سے پہلے آپ نے کبھی اس لڑکی سے پیار محبت کیا اور بوسہ لیا ہے۔ جواب دیا کہ میں اس لڑکی کو گود میں اٹھا لیا کرتا اور اکثر مرتبہ اس کے بوسے اس طرح لیتا رہا ہوں جس طرح ایک باپ اپنی بیٹی کا بوسہ لیتا ہے۔ (۵) آپ نے جس غیر محرم شخص کو بکر کی بیوی کے ساتھ مشتبہ حالت میں دیکھا وہ کون تھا؟ جواب دیا کہ میں نے اس کو نہیں پہچانا۔ (۶) کیا آپ نے اس غیر محرم شخص کو معلوم کرنے کی کوئی کوشش کی یا اس راز سے اپنے دوست کو آگاہ کیا جواب دیا کہ میں اسے دیکھ کر چپ چاپ واپس چلا گیا اور نہ ہی اپنے دوست بکر سے کبھی اس کا ذکر کیا۔ (۷) جب آپ کے دوست کے گھر میں برائی جنم لے رہی تھی تو اپنے دوست کی خیر خواہی کرنا آپ کا فرض تھا مگر آپ خاموش تماشائی کیوں بنے رہے۔ جواب دیا کہ بس اس وجہ سے خاموش رہا کہ ایسی بات جتلانے سے برا محسوس کرنے لگتے ہیں۔ (۸) جب بکر کی بیوی نے آپ کے گھر جا کر شکایت کی تو کیا اس وقت کوئی اور شخص بھی موجود تھا؟ جواب دیا۔ اس وقت میرے اور اس کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ ہم نے بالکل علیحدگی میں بات چیت کی تھی۔

رپورٹ کمیٹی :- (۱) ممبران کمیٹی نے جو فرداً فرداً اجتماعی طور پر تحقیقات کی ہیں اس میں کئی مردوں نے اور عورتوں نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ جب لڑکی کی والدہ واویلا کر رہی تھی تو ہم موقع پر پہنچے اور لڑکی کو نہایت پریشان حالت میں دیکھا اور لڑکی سے باتیں دریافت کی گئیں تو لڑکی نے واقعات کا صحیح ہونا بیان کیا اور بکر کا بیان لڑکی کے بیان کے مطابق ہے۔ کمیٹی اس پر اعتماد کرتی ہے۔ (۲) زید کی عمر تقریباً ۴۵ سال ہے اور صحت نہایت اچھی ہے لیکن آج تک بالکل غیر شادی شدہ ہے اور اس کی سابقہ زندگی بھی مورد الزامات رہی ہے۔ (۳) تنقیدی سوالات ۵ تا ۷ کے جوابات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اول تو زید کا بیان ہی مصنوعی ہے اور اپنے الزام کا جوابی الزام ہے دوم یہ ہے کہ وہ اس غیر محرم شخص کا رقیب ہے سوم یہ کہ وہ عورت کا رفیق ہے۔ (۴) چند آدمی اپنے قوی شبہات کی بناء پر زید کے پیچھے پہلے سے ہی نماز نہیں پڑھتے تھے بکر اس معاملے کے بعد مسجد ہی چھوڑ گیا ہے اس تشہیر کے بعد اکثر نمازی زید کی امامت سے متنفر ہو گئے ہیں۔ براہ کرم اس کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں کہ ایسے حالات اور کردار کے امام کی امامت شرعاً کیسی ہے؟

(ج)

بالفرض امام مذکور پر مذکورہ بالا تہمت اگر ثابت بھی ہو جائے اور اس کے فی الواقع مذکورہ حرکت ناشائستہ

صادر بھی ہوگئی ہو تب بھی یہ موجب فسق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اوپر کوئی زنا کا دعویٰ نہیں ہے۔ اس پر تو بوس و کنار وغیرہ کا دعویٰ ہے اور بوس و کنار وغیرہ گناہ[۱] صغیرہ ہے جو نماز پڑھنے وغیرہ نیکی کرنے سے بھی معاف ہو جاتا ہے۔ ایک صحابی ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک اجنبی عورت کا بوسہ لیا تھا پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوگئی[۲]۔ **واقم الصلوۃ طرفی النھار و زلفا من اللیل ان الحسنت یذھبن السیئات ذلک ذکری للذکرین** ۔ یعنی نمازیں ادا کرو نیکیوں سے صغائر گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (رواہ الشیخان) لہٰذا محض اس بنا پر اس کی امامت جائز ہے[۳]۔ ہاں اگر اس سے ایسی ناشائستہ حرکات عموماً صادر ہوتی ہیں یا اس کے اندر کچھ اور شرعی خرابیاں موجود ہیں تب اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ ویسے اس سے صرف نظر کر کے بھی اگر محلے والے لوگوں کو اس سے نفرت ہے تو وہ باہم مشورہ کر کے اسے امامت سے ہٹا سکتے ہیں۔ کیونکہ محلے والوں یا متولی مسجد کا اختیار ہے جب تک کسی امام کو رکھیں رکھیں جب نہ رکھیں نہ رکھیں[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس استفسار کے بعد مولانا مفتی عبداللہ نے اس کا فیصلہ کیا اور فیصلے پر مفتی محمود صاحب کی تصدیق درج ہے۔ فیصلہ مفتی عبداللہ صاحب۔ میں نے مسئلہ متنازعہ میں امام مسجد مولوی عبدالحمید صاحب۔ میاں ڈنہ صاحب اور ممبران کمیٹی سے الگ الگ اور اجتماعی طور پر بات چیت کرنے اور غور و فکر کے بعد اور حالات مقتدیان اور امام مسجد مولوی عبدالحمید کے پیش نظر یہ فیصلہ تحریر کرتا ہوں اور زبانی طور پر مفصل تمام اہالیان مسجد کے سامنے کہتا ہوں کہ جرم شرعاً غیر ثابت ہے۔ لہٰذا مولوی صاحب اس معاملہ میں بری الذمہ قرار دیے جاتے ہیں۔ اب کسی شخص کو مولوی صاحب کے اوپر الزام لگانا جائز نہیں ہوگا اور امامت کا عہدہ شرعاً خاص اہمیت اور تقدس کا مقام رکھتا ہے۔ مولوی صاحب مذکور کے متعلق چونکہ قیل و قال کافی ہو چکا ہے۔ اس لیے بھی اور دیگر مقامی مصالح کے پیش نظر

---

۱) فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر الخ، "شامی کتاب الصلوۃ" مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد ص ۳۵۵، ج۲، طبع مکتبه رشیدیه جدید۔ وایضاً فی۔

۲) سورة هود آیت نمبر ۱۱٤، وایضاً فی

۳) والأحق بالامامة تقديما بل نصبا، الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحة و فسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، درالمختار "کتاب الصلوٰة ، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، ص ۳۵۰، ج۲، طبع رشیدیه، جدید۔ وایضاً فی الهندیة: الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثانی فی بیان من هو أحق بالامامة ص ۸۳، ج۱، طبع مکتبه رشیدیه۔

وایضاً فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٦٠٧، ج۱، طبع مکتبه رشیدیه جدید۔

٤) البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن۔ درالمختار مع التنویر۔ کتاب الوقف، مطلب باع عقاراً ثم ادعی انه وقف۔ ص ٦٥٩، ج٦، طبع مکتبه رشیدیه جدید۔

فیصلہ کرتا ہوں کہ اب مولوی صاحب کو مسجد کی امامت سے سبکدوش کر دیا جائے اور ان کی بجائے برادر خورد حافظ صاحب مسجد مذکور کے امام رہیں اور اہل محلہ کو اختیار ہے کہ وہ انھیں مستقل طور پر امام رکھیں اور اگر ان سے اور اچھا معتمد علیہ اور متفق علیہ امام مل جائے تو اسے مقرر فرمالیں- بہر حال حالات کے پیش نظر مولوی عبدالحمید صاحب کو دوبارہ امامت پر مقرر نہ کیا جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جواب مفتی محمود صاحب:- چونکہ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہ العالی خود مخدوم پور پہوڑاں تشریف لے جا کر تمام حالات و واقعات کی مکمل تحقیق کر چکے ہیں- اس لیے مجھے ان کے اس فیصلہ پر مکمل اعتبار ہے وہاں کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مفتی صاحب مدظلہ کے اس شرعی فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کر کے اس پر عمل کریں اور اپنے جملہ اختلافات کو یکسر ختم کرائیں- مولوی عبدالحمید کو آئندہ اس قسم کا الزام بالکل نہ دیں- دل کی صفائی سے ان سے تعلقات قائم رکھیں- البتہ اس نزاع اور قیل و قال کے بعد انھیں امامت جیسے پاک اور مقدس منصب سے فارغ کر دیا گیا ہے- لہٰذا ان کے بھائی کو امام بنا دیا جائے- اس کی امامت میں اب اختلاف نہیں کرنا چاہیے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

متہم و مشتبہ شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

پیر کوٹ مدہانہ ضلع جھنگ میں ایک مسئلہ زیر غور ہے جس کے حل نہ ہونے پر موضع والے بڑے پریشان ہیں س لیے آپ کی خدمت میں التجاء عوام پیش کی جاتی ہے- (۱) محمد فضل نامی ایک شخص بعمر تقریباً بیس بائیس سال کا کنوارہ ایک رشتہ دار کے گھر عارضی طور پر آ وارد ہوا جس کا پیشہ ملازمت ہے کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص اس کے گھر کا مالک بن گیا اور دن رات اسی گھر میں رہنے لگا- عوام میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ محمد فضل کا اس امام مسجد کے گھر رہنا ٹھیک نہیں کیونکہ اس کی بیوی کے ساتھ اس کا ناجائز تعلق معلوم ہوتا ہے یا تو اس کو گھر سے نکل جانا چاہیے یا اسے شادی کر لینی چاہیے چنانچہ محمد فضل کو لوگوں نے اعلانیہ کہا کہ تم شادی کر لو تب اپنی بیوی کے ہمراہ اس گھر میں رہ سکتے ہو- جب اس نے انکار کیا تو عوام کو پورا یقین ہو گیا کہ اس کا اس گھر میں ناجائز تعلق ضرور ہے- ں لیے یہ شادی نہیں کرتا اور نہ ان کو چھوڑتا ہے یہ شخص اسی طرح اس گھر میں گزارہ کرتا ہے اور نہ نکلا ہے-

(۲) بعد میں ایک رات ایک شخص مسمی حاجی محمود گارڈ جو تہجد کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں موجود تھا- ں نے اچانک ہائے ہائے کی آواز سنی- امام مسجد کا گھر مسجد سے بالکل متصل ہے یہ شخص موقع پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسمی محمد فضل جو اپنی معشوقہ کے ہمراہ اللہ دتہ مولوی کو جو گھر کا مالک ہے مار رہے ہیں' اس سے پوچھا تو اس نے

کہا کہ میں نے محمد فضل کو خود اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا مگر محمد فضل مجرم نے حاجی محمود کو کہا کہ یہ اللہ دتہ بیماری کی وجہ سے روٹی مانگتا ہے اس لیے ہم اسے مار رہے ہیں کہ اس وقت کوئی روٹی نہیں- اس وقت رات کے تین بجے تھے- اس سے پہلے لوگوں کو یہی شبہ تھا آخر یہ فیصلہ مولوی قطب الدین صاحب کے پاس گیا- انھوں نے فرمایا کہ مجرم محمد فضل امامت کرنے کے قابل نہیں اس لیے یہ امامت نہیں کرسکتا- مجرم نے اپنی برأت کے لیے حلف اٹھایا کہ میرا کوئی قصور نہیں جس کی بدولت کئی آدمی اعتبار کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگ گئے اور بہت سے شک کی وجہ سے نماز نہ پڑھتے تھے- (۳) ایک دفعہ دو آدمی مل کر کسی کام کے لیے رات کے دس بجے مولوی صاحب کے گھر گئے تو دیکھا کہ دروازہ بغیر قفل و کنڈہ کے بند تھا اور بتی جل رہی تھی- انھوں نے دروازہ دھکیلا تو کھل گیا تو دیکھا کہ محمد فضل اور اللہ دتہ کی بیوی برہنہ ایک چارپائی پر سوئے ہوئے تھے- عورت جلدی سے چارپائی پر سے اتری تو دیکھنے والے کے منہ سے یک دم نکلا (لاحول ولاقوۃ) یہ کیا ہو گیا تو دوسرا آدمی جو ذرا دور کھڑا تھا اس نے پوچھا کیا بات ہے- اس نے کہا میں نے محمد فضل کو اللہ دتہ کی بیوی کے ساتھ سوئے ہوئے دیکھا- جب اس قسم کی بہت سی باتیں نکلیں تو اللہ دتہ نے اپنی بیوی محمد فضل کو نکاح میں دے دی وہاں نکاح کسی نے نہیں پڑھا نہ کوئی آدمی مجلس میں بیٹھا تو محمد فضل کے ایک رشتہ دار نے لوگوں کو بلایا- اس نے آکر نکاح پڑھا اور لوگوں کو کہا مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھو- اس کے بعد نماز پڑھا تا گیا اس کے بعد اپنی ساس کی رضا مندی سے خاوند حج پر گئے- واپس ہونے کے چند مدت بعد بدستور پھر دو آدمیوں نے دیکھا؟

﴿ج﴾

ان حالات میں یہ تو قطعی طور پر لازم ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے- ایسا متہم و مشتبہ شخص جس کے متعلق عوام الناس تک کے دلوں میں شبہات ہوں امامت کے لائق ہرگز نہیں[1] امامت کا مستحق عالم، قاری، پرہیزگار اور باوقار لوگوں کی نظروں میں معزز شخص ہوتا ہے[2]- واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) وکرہ امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع...... ان الفاسق اذا تعذر منعه یصلی الجمعة خلفه وفی غیرها ینتقل الی مسجد آخر- بحر الرائق "کتاب الصلوٰۃ" باب الامامة، ص ٦٦١-٦١٠، طبع مکتبه رشیدیه جدید-
وایضاً فی الهندیة "کتاب الصلوة" باب الامامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح امام لغیره" ص ٨٤، ج١، طبع رشیدیه جدید-وایضاً فی الشامی "کتاب الصلوٰۃ" باب الامامة، ص ٣٣٤، ج٢، طبع رشیدیه جدید-

۲) فی فتاوی الارشاد: یجب ان یکون امام القوم فی الصلاة افضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب تاتارخانیه، کتاب الصلاة، الفصل السادس فی بیان من هواحق بالامامة، ص ٦٠٠، ج١، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه-
وایضاً فی البنایة، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الامامة، ص ٣٢٨، ج٢، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت-
وایضاً فی البحرالرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، ص ٦٠٧، ج١، مکتبه رشیدیه کوئٹه-

متہم شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ھذا میں کہ اگر ایک امام متہم بالزنا ہے صرف اتہام نہیں بلکہ ایسے ایسے علامات وآثار پائے جاتے ہیں۔ اگر عرفاً ان کا اعتبار کیا جائے تو عدم زنا کا احتمال تک باقی نہیں رہتا۔ مثلاً آدھی رات کے وقت میں مولوی صاحب کے مکان میں عورت کے پاس جانا اور جواب میں وہ کہیں کہ میں تو تہجد پڑھ رہا تھا۔ پھر عورتوں کو مٹھائی دینا۔ اب ایسے مولوی کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

﴿ج﴾

اس قسم کے امام کو پیش امام بنانا جائز نہیں ہے[1] امام مسجد کے لیے متقی' پرہیزگار ہونا لازم ہے۔ مقتدیوں پر لازم ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں[2] اور کسی دیندار عالم متقی کو امام بنالیں[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ

حرام کاموں سے متہم شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک نمبر ۲۳ میں ایک امام صاحب مسمی مولوی غلام رسول

---

۱) لاینبغی ان یقتدی بالفاسق "شامی" کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ طبع مکتبہ رشیدیہ جدید۔ وایضاً فی البنایۃ "کتاب الصلوۃ، باب فی الامامۃ" ، ص ۳۳۳، ج۲، طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ وایضاً فی البحر الرائق، "کتاب الصلوۃ" باب الامامۃ، ص ۶۱۱، ج۲، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

۲) واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بأنہ لایھتم لأمردینہ وبأن فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً۔ ص ۳۵۶، ج۲، طبع رشیدیہ جدید۔
وایضاً فی البنایۃ "کتاب الصلوٰۃ" باب فی الامامۃ" ص ۳۳۳، طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔
وایضاً فی التاتارخانیۃ: کتاب الصلوٰۃ، الفصل السادس فی بیان من ھواحق بالامامۃ، ص ۶۰۳، ج۱، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔

۳) وفی فتاوی الارشاد: یجب ان یکون امام القوم فی الصلاۃ افضلھم فی العلم والورع والتقوی والقراءۃ الخ تاتارخانیہ۔ الفصل السادس من ھواحق بالامامۃ۔ ص ۶۰۰، ج۱، طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔
وایضاً فی الشامی: کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی تکرار الجماعت فی المسجد ص ۳۵۰، ج۲، طبع رشیدیہ جدید۔ وایضاً فی البنایۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الامامۃ، ص ۳۳۱، ج۳، طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

صاحب جو کہ عربی علم سے بالکل ناآشنا ہے حتی کہ الفاظ قرآن کریم کی ادائیگی تو سرے سے غلط کرتا ہے- عرصہ پندرہ سولہ سال سے امامت کررہا ہے اور مرزائیوں سے اندرونی گہرے تعلقات رکھتا ہے- بیرونی آمدورفت اٹھنا بیٹھنا کافی ہے اور مرزائیوں کے سالانہ جلسوں میں بھی شریک ہوتا رہتا ہے ابتدائی حالت یہ ہے کہ ایک عورت جو کہ اب مولوی مذکور کی بیوی ہے- اغوا کرکے لایا اور کافی عرصہ تک اسے بغیر نکاح کے رکھا- ساتھ امامت بھی کراتا رہا حتی کہ ایک دو بچے بھی اسی کیفیت میں ہوئے بعدہ کہیں اس کا نکاح کیا اب اس کی ایک لڑکی ہے کہ جس کا نکاح پچھلے سال کیا- کچھ عرصہ بسانے کے بعد اب اس کو گھر میں بٹھا رکھا ہے- یعنی شوہر کے ہاں بھیجتا نہیں- چک کے معزز حضرات نے بہت دفعہ مولوی مذکور کو کہا اور سمجھایا کہ لڑکی بھیج دے- مگر بغیر کسی حیل وحجت وعذر کے شوہر کے ہاں بھیجتا نہیں یعنی لڑکی کا آشنائی غیر سبب رکاوٹ ہے- جس پر مولوی مذکور مصر ہے- لہٰذا دریں صورت مقتدیوں نے تنگ آکر آپ کی طرف رجوع کیا ہے کہ برائے کرم نوازی فتویٰ عنایت فرمادیں کہ آیا کس حد تک مولوی مذکور کی امامت جائز ہے یا ناجائز- بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام سے متعلق جو باتیں تحریر میں موجود ہیں اگر یہ صحیح ہیں تو ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے[1] اور ایسے شخص کو امام رکھنا درست نہیں[2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قاتل کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جو شخص ایک مسلمان کا قاتل ہو اور قاتل نے مقتول کے وارثین سے معافی

---

۱) (ویکرہ تقدیم) الفاسق لانہ لایھتم لأمر دینہ فیردد "فیہ الناس وفیہ تقلیل الجماعۃ" البنایۃ کتاب الصلوۃ، باب فی الامامۃ، ص ۳۳۳، ج۲، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

وایضاً فی الشامی: کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، ص ۳۵۵، ج۲، طبع رشیدیہ جدید۔ وایضاً فی التاتارخانیہ: کتاب الصلوۃ، الفصل السادس فی بیان من ھواحق بالامامۃ، ص ۶۰۳، ج۱، طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ۔

۲) حاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ یجوز (الاقتداء) مع الکراھۃ والافلا تبیین الحقائق، ص ۳۴۵، ج۱، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ وایضاً فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ۶۱۱، ج۱، طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔ وایضاً فی الشامی: کتاب الصلوۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، ص ۳۵۶، ج۲، طبع رشیدیہ جدید

مانگی ہو وہ قاتل داڑھی بھی کٹا تا ہو یعنی شریعت سے کم مقدار رکھتا ہو اور جن لوگوں نے جان بوجھ کر نمازیں ایسے شخص کی اقتداء میں ادا کی ہوں اور ادا کر رہے ہیں۔ ان کی نمازوں کے متعلق کیا حکم ہے۔ آیا اس قاتل کو امام رکھنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

درمختار کے مکروہات صلوٰۃ میں ہے و **خلف فاسق** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی امامت جس کے متعلق پوچھا گیا ہے مکروہ ہے کیونکہ یہ فاسق ہے (برتقدیر صدق مستفتی) اور فاسق کی امامت مکروہ ہے[1]۔ لیکن بغیر جماعت کے نماز پڑھنے سے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے[2]۔ زمانہ ماضی کی نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور جب تک دوسرا متقی امام نہ ملے۔ اس وقت تک اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ تنہا پڑھنے سے فاسق کے پیچھے پڑھنے میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ **کما فی الدر المختار**[3] **صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة.**

واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمٰن

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

---

۱) ویکرہ ان یکون الامام فاسقاً ویکرہ للرجال ان یصلوا خلفه تاتارخانیه، ص ۶۰۳، ج۱، طبع ادارة القرآن والعلوم السلامیہ۔ وایضاً فی البنایة "باب فی الامامة" ص ۳۳۳، ج۲، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت۔
وایضاً فی الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، ص ۳۵۵، ج۲، طبع مکتبه رشیدیه جدید۔

۲) ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد "شامی" کتاب الصلوٰة، مطلب البدعة خمسة اقسام، ص ۳۵۹، ج۲، طبع رشیدیه جدید۔ وایضاً فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۱۱، ج۱، طبع رشیدیه جدید۔ وایضاً فی التاتارخانیة: کتاب الصلوٰة، الفصل السادس فی من هو احق بالامامة، ص ۶۰۳، ج۱، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه۔

۳) الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، ص ۳۵۸، ج۲، مکتبه رشیدیه جدید۔ وایضاً فی التاتارخانیة: کتاب الصلوٰة، الفصل السادس فی من هو احق بالامامة، ص ۶۰۳، ج۱، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه۔ وایضاً فی تبیین الحقائق: کتاب الصلوٰة، باب الامامة والحدث فیها، ص ۳۴۶، ج۱، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت۔

بَاب فی تسویۃِ الصفوف

ضرورۃً صف میں انقطاع رکھنے کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا اندرونی حصہ اتنا ہے کہ جس میں تین صفیں آسانی کے ساتھ بنتی ہیں۔ لیکن صبح کے وقت نمازی زائد ہوتے ہیں اور باہر کھڑے ہونے میں سردی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اب اگر مسجد کے اندر امام کے ایک بالشت فاصلہ سے چوتھی صف اس طرح بنائی جاوے کہ امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ خالی رہے اور صف منقطع ہو جائے تو ایسا جائز ہے یا نہیں۔

(ج)

واجبات متعلقہ بالصفوف و مقام الامام والماموم کے ترک سے کراہت کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب بغیر عذر کے ترک کیے جاویں ورنہ مع العذر ترک کرنے سے کوئی کراہیت لازم نہیں آتی۔ تنگیٔ مکان، سردی اور گرمی بھی عذر میں داخل ہیں صاحب الدرالمختار نے مکروہات الصلوٰۃ کو ذکر کرتے ہوئے جب **قیام الامام فی المحراب وانفراد الامام علی الدکان**[1] وعکسہ کو ذکر کیا تو کہہ دیا۔ **وھذا کلہ (عندعدم العذر) کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض اوفی المحراب لضیق المکان لم یکرہ الخ وقال الشامی علی قولہ (کجمعۃ وعید) مثال للعذر وھو علی تقدیر مضاف ای کزحمۃ جمعۃ وعید.** پھر صاحب الدر نے چند سطر کے بعد فرمایا۔ **ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ وقال الشامی (ومن العذر)ای فی الانفراد فی مکان مرتفع الی ان قال قلت لکن فی المعراج مانصہ' وبقولنا قال الشافعی رحمہ اللہ الا اذا اراد الامام الخ۔** حاصل یہ ہے کہ

---

۱) تنویر الابصار مع الدرالمختار: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ۵۰۰، ج۲، طبع رشیدیہ جدید کوئٹہ۔ وایضاً فی التاتارخانیۃ: واذاکان معہ رجلان وقام الامام وسطھما فصلاتھم جائزۃ ولم یذکر الأساۃ، وفی العنایۃ ولوقام الامام وسط القوم اوقاموا فی میمنتہ اومیسرتہ فقد اساؤا واذا اقاموا فی الصفوف تراصوا وسووا بین مناکبھم وفی جامع الجوامع ویسدون الخلل، ص ۶۲۳، ج۱، طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ۔ وایضاً فی البنایۃ: کتاب الصلوٰۃ، باب فی الامامۃ، ص ۳۴۱، ج۲، طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

عدم جواز الانقطاع فی الصف حکماً عدم جواز قیام الامام فی المحراب والفرادہ علی الدکان وعکسہ ہےاور ضیق مکان سردی وگرمی کا عذر کسی طرح بھی تعلیم وتبلیغ کے عذر سے کم نہیں باوجود یکہ ان کو اعذار میں شمار کیا گیا ہے۔لہٰذا اگرچہ صورت مسئولہ میں صریح جزئیہ تو اس وقت پیش نظر نہیں لیکن اعتبارا علی المسائل المحولہ یہاں بھی عذر مذکور کی وجہ سے کراہت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

باجماعت نماز میں درمیان سے جگہ چھوڑ کر صف بنانے کا حکم

﴿س﴾

اگر جماعت سے نماز ہورہی ہےاس کے دو یا ایک صف درمیان میں چھوڑ کر کچھ آدمی پیچھے کھڑے ہوں تو ان کی نماز ہوگئی یا نہ۔

﴿ج﴾

نماز ہوگئی مگر یہ خلاف سنت ہے،صفوں کو مکمل کرنا چاہیے،اور جگہ درمیان میں نہ چھوڑنا چاہیے،مل کر کھڑا ہونا چاہیے اور بیچ میں جگہ خالی نہ چھوڑنا چاہیے یہی سنت طریقہ ہے۔ایک سیدھ میں اور برابر میں آگے پیچھے نہ ہوں[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۸رجب ۱۳۹۵ھ

صحن میں جماعت کرانے کی صورت میں امام کہاں کھڑا ہو، جماعت ثانیہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

---

۱) "قال الشمنی: وینبغی أن یأمرھم بأن یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبھم ویقف وسطاً......ولوصلی علی رُفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکاناً کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ......الخ" (الدر المختار: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، مطلب فی الکلام علی الصف الأول، ص ۵۶۸/ ۵۷۰، ۱/ ایچ، ایم سعید) (وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ۶۱۸، ج۱، رشیدیہ کوئٹہ)۔ (وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: کتاب الصلوٰۃ فصل فی بیان الأحق بالامامۃ، ص: ۳۰۶/ ۳۰۷، دار الکتب بیروت) (وکذا فی الفتاوی التاتارخانیۃ: کتاب الصلوٰۃ، الفصل السابع فی بیان مقام الامام والمأموم، ص ۶۲۳، ج۱، ادارۃ القرآن کراچی)۔

(۱) کیا نماز فرض با جماعت اول ادا کرنے کے لیے امام و مقتدی صحن مسجد میں کھڑے ہوں تو امام کو محراب مسجد کے سامنے کھڑا ہونا ضروری ہے یا نماز فرض با جماعت ادا کرنے کے لیے امام کو محراب مسجد کے دائیں یا بائیں طرف ہٹ کر کھڑا ہونا ضروری ہے سنت رسول ﷺ کی روشنی میں جواب تحریر کرکے مہر لگا کر مشکور ہونے کا موقع دیں۔
(۲) جماعت ثانیہ کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے اور دونوں طرف برابر مقتدی کرنے چاہئیں طریقہ سنت یہ ہے کہ جس وقت جماعت کھڑی ہو۔ دونوں طرف برابر مقتدی ہوں پھر جو بعد میں آکر شریک ہوں ان کو بھی یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ حتی الوسع دونوں طرف برابر شریک جماعت ہوں۔ اگر باہر فرش صحن میں کھڑا ہو۔ تب بھی محاذی محراب کے کھڑا ہو البتہ اگر کہیں مسجد کا صحن کسی طرف بڑھایا گیا ہو۔ تو صحن کے وسط کا خیال کرلیا جائے اور امام کو صحن کے اعتبار سے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے۔ شامی[1] میں ہے۔ **السنة ان يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام في احد جانبي الصف يكره ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوى و امتلأ المسجد يقوم الامام في جانب الحائط ليستوى القوم من جانبيه والاصح ماروى عن ابى حنيفة انه قال اكره ان يقوم بين الساريتين اوفي زاوية او في ناحية المسجد او الى سارية لانه خلاف عمل الامة.**

(۲) مسجد محلہ میں یعنی جس مسجد کا امام و مؤذن مقرر ہو جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔

قال المحقق الشامي ولنا انه عليه الصلوة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعادالى المسجد وقد صلى اهل المسجد فرجع الى منزله فجمع اهله وصلى ولوجاز ذلك لما اختار الصلوة في بيته على الجماعة في المسجد[2]. زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی

---

۱) ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب هل الاساءة دون الكراهة، ص ٥٦٨، ج١، ايچ ايم سعيد "وينبغي للامام أن يقف بازاء الوسط فإن وقف في ميمنة الصف أوميسرته فقد أساء لمخالفته السنة - الا ترى أن المحاريب لم تنصب الا في الوسط وهي معينة لمقام الامام-" (تبيين الحقائق: كتاب الصلوة، باب الامام والحدث في الصلاة، ص ٣٥١، ج١، دارالكتب العلمية بيروت) (وكذا في الفتاوى الهندية! كتاب الصلوة، الباب الخامس في الامامة، الفصل الخامس، ص ٨٩، ج١، رشيديه كوئٹه)۔

۲) (ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، ص ٥٥٢، ج١، سعيد) "أما لو كان له امام ومؤذن معلوم فيكره تكرار الجماعة فيه بأذان واقامة عندنا" (حلبي كبير: فصل في أحكام المسجد، الثالث في مسائل متفرقة، ص: ٦١٤، سعيدى كتب خانه كوئٹه۔ (وكذا في الفتاوى الهندية: كتاب الصلوة، الباب الخامس في الامامة، الفصل الأول، ص ٨٣، ج١، رشيديه كوئٹه)

"القطوف الدانية من كراهية الجماعة الثانية. میں دیکھ لی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۱۶ جمادی الاخری ۱۳۹۴ھ

کیا صحن میں جماعت کرانے کا ثواب مسقف حصہ کے برابر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک مسجد ہے۔ اس کے چاروں طرف فرش ہے گول قسم پر ساری جگہ مسجد کے قبضہ میں ہے۔ کسی کا حق نہیں۔ جیسے فرش پاک صاف ہوتے ہیں۔ کبھی جماعت سردی گرمی کی وجہ سے جنوب کی طرف کبھی جماعت مغرب کی طرف کبھی شمال کی طرف تو ان فرشوں پر جماعت کرانے کی فضیلت مسجد کے بیچ جیسی ہے یا گھروں جنگلوں میں جیسی ہے۔ تشریح فرمائیے کہ شرعاً کیا حکم ہے۔

(۲) ایک امام اور ایک ہی مقتدی جماعت کراتے ہیں۔ وہ قدرے برابر ہوتے ہیں پھر دوسری یا تیسری رکعت یا پہلی ہی رکعت میں ایک مقتدی اور آ گیا تو فرمائیے کہ امام آگے چل کر جگہ مصلی میں جاوے یا مقتدی پیچھے ہٹ کر مقتدی کے ساتھ ہووے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔ آپ کی کمال مہربانی ہوگی۔

﴿ج﴾

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر یہ فرش داخل مسجد ہے اور اس کو برائے نماز پڑھنے کے علی التابید وقف کر دیا گیا ہے تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے بیچ جیسا ہوگا[۱]۔ ہاں اگر جماعت کرانی ہے تو مسجد یا اس کے صحن کے بیچ میں امام کھڑا ہوتا کہ دونوں طرف کے مقتدی تقریباً برابر برابر ہوں[۲] یہ افضل و بہتر ہے

---

۱) "وفناء المسجد له حكم المسجد حتى لو اقتدى بالامام منه يصح اقتداء ه وان لم تتصل الصفوف ولا المسجد ملآن" حلبي كبير: فصل في أحكام المسجد، الثالث في مسائل متفرقه، ص : ٦١٤، سعيدى۔ وكذا في الفتاوى الهندية: كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها، الفصل الثاني، ص ١٠٩، ج١، رشيديه وكذا في عزيز الفتاوى: كتاب الصلوة، فصل في آداب المساجد، ص ٣١٤، ج١، دارالاشاعت، كراچی۔

۲) "السنة أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولوقام في أحدجا نبي الصف يكره ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوى وامتلأ المسجد يقوم الامام في جانب الحائط ليستوى القوم من جانبيه......" (ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الامامة مطلب هل الإساءة دون الكراهة، ص ٥٦٨، ج١، ايچ ايم سعيد) ((وكذا في تبيين الحقائق: كتاب الصلوة، باب الامامة والحدث في الصلوة، ، ص ٣٥١، ج١، دارالكتب العلمية بيروت) (وكذا في الفتاوى الهندية: كتاب الصلوة، الباب الخامس في الامامة، الفصل الخامس، ص ٨٩، ج١، رشيديه)

اوراس میں ثواب زیادہ ہے۔اوراگر یہ فرش نماز کے لیے علی التابید وقف نہ ہوتو اس پرنماز پڑھنے کا ثواب اندرون مسجد پڑھنے کےثواب کے برابر نہ ہوگا۔

(۲) دونوں طرح جائز ہے[1] ہاں اگر آگے جگہ نہ ہوتو مقتدی کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔اوراگر پیچھے جگہ نہ ہوتو امام کوآگے بڑھ جانا چاہیےاوراگرآگے پیچھے دونوں طرف جگہ ہوتو امام کوآگے ہو جانا چاہیے۔ اگروہ آگے نہ ہوتو مقتدی پیچھے ہٹ جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

بوقت اقامت نماز کے لیے کب کھڑا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جب جماعت ہوتی تو پہلے نمازی اپنی صفوں کو پورا کرتے اس کے بعد اقامت ہوتی اور یہ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) وعن انس رضی اللہ عنہ قال اقیمت الصلوۃ فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجھہ فقال اقیموا صفوفکم. الخ مشکوٰۃ ص ۹۷۔

(۲) وعن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی بھا القداح حتی رأی قد عقلنا عنہ ثم خرج یوما فقام حتی کاد یکبر فرای رجلاً بادیا صدرہ من الصف فقال عباداللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم رواہ مسلم. مشکوٰۃ ص ۹۷۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پہلے تسویہ صفوف کرلیا جاوے کیونکہ اہم ہے اوراس زمانہ میں تو اس کی اہمیت زیادہ ہوگئی ہے کہ عوام الناس اس کی اہمیت کی پرواہ نہیں کرتے۔یہ شب وروز کا مشاہدہ

---

۱) "اذا اقتدی بإمام فجآء آخر یتقدم الامام موضع سجودہ...... والذی یظہر أنہ ینبغی للمقتدی التأخر اذاجآء ثالث فإن تأخر والا جذبہ الثالث ان لم یخش افساد صلاتہ...... وھذا کلہ عند الامکان والاتعین الممکن" (ردالمحتار: کتاب الصلوۃ باب الامامۃ، ص ۵۶۸، ج۱، ایچ، ایم سعید کراچی) (وکذا فی فتح القدیر: کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ص ۳۰۹، ج۱، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔

ہے کہ حی علی الفلاح یا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے سے امام کی تحریمہ کے وقت تک صفوف کا تسویہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پہلے سے کھڑے ہونے پر بھی اگر تسویہ صفوف کا انتظام کیا جاوے تو اقامت اور تحریمہ امام میں فصل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی اہمیت کی وجہ سے ابتدائے اقامت سے پہلے ہی کھڑے ہوجائیں تو کوئی حرج نہیں۔

دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ والی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر برابر کرتے تھے کہ تیر کی لکڑی اس سے سیدھی ہوسکتی تھی یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہوگیا کہ ہم صف سیدھا کرنا پہچان گئے۔ پھر ایک دن آپ باہر نکلے اور کھڑے ہوئے تکبیر کہنے کو تھے اتنے میں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خدا کے بندو اپنی صفیں برابر کرو نہیں تو اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ ڈال دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگے پیچھے رہنا اختلاف کی نشانی ہے اور جب تم اس اختلاف کو گوارا کرلو گے تو رفتہ رفتہ دلوں کے اختلاف کو بھی جائز رکھ لو گے اور یہی پھوٹ آفتوں کی جڑ ہے۔ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ اقیمت الصلوۃ فاقبل فقال اقیموا صفوفکم کا مفہوم تو یہ ہے کہ اقامت ہوچکنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی صف بندی کو دیکھا اور ٹھیک کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ فاء تعقیبیہ فاقبل اور فقال کی صاف دلالت ہے کہ یہ اقبال اور ارشاد بعد اقامت ہوا۔ اسی طرح حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مفہوم ہے۔ یہ مراد نہیں کہ تسویہ صفوف کر کے اقامت ہوئی۔ حدیث کے دو جز ہیں۔ اول جز کا حاصل تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسویہ صفوف کی ہدایت دیتے رہتے تھے، وقتاً فوقتاً اس کی تائید فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو یہ گمان ہوگیا کہ ہم جماعت صحابہ نے یہ بات بخوبی سمجھ لی ہے اور عمل میں لے لی ہے۔ اس کے بعد کسی روز جب حجرہ شریف سے نکل کر جماعت کرانے کے لیے مسجد میں آپ اپنے مقام پر پہنچے اور کسی صحابی پر نظر پڑی کہ وہ اپنا سینہ بقیہ جماعت والوں سے نکالے ہوئے ہیں تو اس کو حکم دیا کہ خدا کے بندو اس حرکت سے باز آجاؤ۔ خارج سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا حجرہ سے نکل کر مسجد میں آنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تکبیر کے وقت ہوتا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اقامت شروع کردیتے تھے اس میں صحابہ صفوں کو برابر کر لیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ٹھکانہ پر پہنچتے تو تکبیر ختم ہونے کو ہوتی یا ختم ہوجاتی۔ اس کے بعد آپ تکبیر تحریمہ پڑھتے حتی کاد ان یکبر سے یہی مراد ہے۔ اس مسطورہ صورت میں اس احتمال پر آپ کا انکار اقامت کے خاتمہ کے وقت ہوا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری ص ۸۲ پر فرماتے ہیں۔ ان بلالا کان یراقب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاول مایراہ یشرع فی الاقامۃ قبل ان یراہ غالب الناس ثم

اذا رأوه قاموا فلا يقوم في مقامه.

اس سیاق سے معلوم ہوا کہ اقامت اول شروع ہوگئی اور تسویہ صفوف بعد کو ہوا۔ آپ ﷺ کا اس صحابی پر انکار بھی اقامت کے ختم پر بلکہ قریب ہوا۔ جسے راوی کاد ان یکبر فرماتے ہیں۔ لہٰذا ان حدیثوں سے یہ نکالنا درست نہیں کہ اقامت جب شروع کی جائے کہ اول تسویہ صفوف ہو جائے بہتر ہے کہ جب نمازی مسجد میں داخل ہوں اپنی اپنی جگہ صف بستہ بیٹھ جائیں اور جب حی علی الفلاح پر تکبیر پہنچے سب یعنی امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں یہی مسئلہ تمام فقہاء نے بتلایا ہے۔ اب استفسار یہ ہے کہ پہلے مولوی صاحب حق گو ہیں یا دوسرے جو شرعاً حکم ہو تحریر فرمادیں کہ مقتدی اور امام کب کھڑے ہوں۔

﴿ج﴾

قال في الدر المختار [1] (ولها اداب) تركه لايوجب اساءة ولا عتابا كترك سنة الزوائد لكن فعله افضل (نظره الى موضع سجوده حال قيامه (الى ان قال) (والقيام) لامام ومؤتم (حين قيل حي على الفلاح) الخ . (ان كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كل صف ينتهي اليه الامام على الاظهر) الخ. (وشروع الامام) في الصلوة (مذقيل قد قامت الصلوة) ولو اخر حتى اتمها لابأس به اجماعا وهو قول الثاني والثلاثة وهوا عدل المذاهب. الخ وفي القهستاني معزيا للخلاصة انه الاصح. (قوله انه الاصح) لان فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن واعانة له على الشروع مع الامام [2]... وقال في الطحطاوى على الدر المختار (قوله والقيام للامام والموتم الخ) مسارعة لامتثال امره والظاهر انه احتراز عن التاخير لا التقديم حتى لو قام اول الاقامة لابأس [3] وايضاً في الدر المختار ويصف الامام بان يامرهم بذاك قال الشمني وينبغي ان يامرهم بان يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا مناكبهم [4]۔۔۔ فقہاء کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ آداب نماز میں سے ہے کہ جس وقت مکبر حی علی الفلاح کہے تو ائمہ ثلاثہ یعنی امام

---

۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، آداب الصلوة، ص ٤٧٧/٤٧٩، ج١، ایچ، ایم سعید کراچی)

۲) (ردالمحتار: كتاب الصلوة، آداب الصلوة، ص ٤٧٩، ج١، ایچ، ایم سعید)

۳) (کتاب موجود نہیں ہے)

٤) والقيام حين قيل حي على الفلاح لأنه أمر به فيستحب المسارعة اليه، أطلقه فشمل الإمام والإمام والمأموم ان كان الإمام بقرب المحراب والافيقوم كل صف ينتهي اليه الأمام وهوالأظهر ..... الخ" البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، ص ٥٣١، ج١، رشيديه كوئٹه وكذا في حاشية الطحطاوى مع مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في آدابها، ص ٢٧٧/٢٧٨، دار الكتب علميه بيروت۔

صاحب اور صاحبین کے نزدیک امام اور سب مقتدی کھڑے ہو جائیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم استحبابی اس وقت ہے کہ امام وہاں قریب محراب کے پہلے سے موجود ہو اور اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے سے آوے تو جس وقت امام پر نظر پڑے مقتدی کھڑے ہو جائیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جاویں تو کچھ محل اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استحباب اور ترک ادب پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ طحطاوی کے قول سے معلوم ہوا کہ قول فقہاء والقیام حین قیل حی علی الفلاح کا مطلب تاخیر سے احتراز ہے نہ کہ تقدیم سے یعنی اگر پہلے سے امام اور مقتدی کھڑے ہوئے نہ ہوں تو حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہو جاویں۔ بہرحال اس طرح وسعت ہے مگر اتباع تصریحات فقہاء کا اولی وافضل ہے۔ لیکن ان کے ترک پر اس قدر تشدد کرنا کہ ان کے تارک کو مورد لعن طعن قرار دینا نہایت ظلم و تعدی ہے[1] نیز علامہ شامی کے شروع الامام مذقیل قد قامت الصلوۃ کی بحث سے معلوم ہوا کہ اصح واعدل المذاہب یہ ہے کہ جب تک مکبر پوری تکبیر سے فارغ نہ ہو اس وقت تک امام نماز شروع نہ کرے۔ کیونکہ اس میں پوری تکبیر کا جواب سب دے سکیں گے جو کہ مستحب و مسنون ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت مکبر قد قامت الصلوۃ کہتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اقامها الله وادامها پڑھتے تھے[2] اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے۔ سووا صفوفکم فان تسوية الصفوف من اقامة الصلوة ومن تمام الصلوة[3] پس امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو برابر کھڑے ہونے کا اور صف سیدھی کرنے کا حکم کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

پہلی صف مکمل ہونے پر دوسری صف کے لیے ایک نمازی بچا تو کیا حکم ہے

س

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ جماعت کھڑی ہے۔ پیچھے ایک شخص اور آ گیا پہلی صف پوری ہو چکی ہے اب وہ پہلی صف میں سے ایک آدمی نکال کر پچھلی صف میں نیت باندھ کر کھڑا ہو یا نہیں۔ اس کے بارے میں صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیے۔

---

۱) "من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزماً فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أومنكر" (مرقاة شرح مشكوة: كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، حديث نمبر ٩٤٦، ص ٢٦، ج٣، دارالكتب العلمية بيروت وكذا في السعاية في كشف مافي شرح الوقاية: كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، ص ٢٦٥، ج٢، سهيل اكيڈمي، لاهور۔

۲) مشكوة المصابيح: كتاب الصلوة، باب فصل الأذان واجابة المؤذن، الفصل الثاني، ص ٦٦، ج١، قديمي كراچي

۳) مشكوة المصابيح: كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف، الفصل الأول، ص ٩٨، ج١، قديمي۔

﴿ج﴾

پہلی صف میں اگر باعلم اور ہوشیار آدمی ہو تو اس کو نکال لے یہ بہتر ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں جہالت عام ہے تو بہتر یہ ہے کہ نہ نکالے اور اکیلا کھڑا ہو جاوے نماز درست ہو جائے گی۔ پہلی صورت اپنانے میں ناواقف آدمی کی نماز ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے[1]۔

اقامت کے وقت کب کھڑا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کہتا ہے کہ نماز سے پہلے جب تکبیر کہی جائے جس وقت حی علی الفلاح کہے تو اس وقت کھڑے ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا درست بلکہ بہتر ہے۔ اگر پہلے کھڑا نہیں ہوا تو حی علی الفلاح پر ضرور کھڑا ہونا چاہیے۔ حی علی الفلاح کے جملہ پر تو بہر حال نماز کے لیے صف باندھنا چاہیے اور اگر تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ صفوف کو سیدھا کیا جا سکے اور امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس جملہ سے پہلے کھڑا ہونا درست نہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ یہ قیام کا آخری وقت ہے۔ اس سے پہلے قیام منع نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ رمضان ۱۴۰۰ھ

---

۱) "وقدمنا كراهة القيام في صف خلف صف فيه فرجة للنهي وكذا القيام منفرداً، وان لم يجد فرجة بل يجذب أحداً من الصف ذكره الكمال، لكن قالوا: في زماننا: تركه أولى فلذا قال في البحر يكره وحدهٔ الا إذا لم يجد فرجة" الدر المختار كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره...... ص ٦٤٧، ج١، سعيد۔ وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح: كتاب الصلوٰة، فصل في المكروهات، ص ٣٦١، دار الكتب علميه، بيروت۔ وكذا في الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب السابع، الفصل الثاني فيما يكره...... ص ١٠٧، ج١، رشيديه۔

۲) "والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حي على الفلاح خلافاً لزفر...... إن كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كل صف ينتهي اليه الامام على الأظهر وان دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه......الخ" الدر المختار: كتاب الصلوٰة، آداب الصلوٰة، ص ٤٧٩، ج١، ايچ، ايم سعيد كراچی۔ وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ٥٣١، ج١، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، فصل في آدابها، ص: ٢٧٧ / ٢٧٨، دار الكتب علميه بيروت۔

امامت کے لیے امام کس جگہ کھڑا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام نے جمعہ کے روز جب کہ مسجد وسیع تھی جائے نماز کو کمرہ کے دروازے میں چوکھٹ سے اندر کی طرف بچھا کر نماز پڑھائی اور مقتدی برآمدے میں کھڑے تھے کیا یہ نماز مکروہ نہیں۔ کیونکہ فقہاء مثل شامی، صاحب عمدۃ الرعایۃ وغیرہ سے کراھت کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) اشتباہ علی المامومین (۲) تخصیص الامام بمکان جو کہ تشبہ اہل کتاب سے ہے۔ اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے کو ان دو وجہوں سے مکروہ لکھا ہے۔ خواہ محراب داخل مسجد ہو یا خارج۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شامی میں ہے۔ **والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ انہ قال اکرہ (للامام) ان یقوم بین الساریتین او فی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ** [1]۔ دروازہ میں چوکھٹ سے اندر کھڑے ہونے کی کراھت کی وہی وجہ ہے جو محراب میں کھڑے ہونے کی ہے۔ پس اگر امام دروازہ کے اندر اسی طرح کھڑا ہو کہ قدم بھی اندر ہوں اور مقتدی باہر برآمدے میں ہوں تو یہ مکروہ ہے۔ الحاصل دروازہ بحکم محراب ہے اور محراب کے اندر کھڑا ہونا امام کا مکروہ ہے۔ اگرچہ اشتباہ وعدم اشتباہ حال امام مساوی ہے مراد مکروہ سے کراہت تنزیہی ہے۔ اس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے۔ اگر قدم دروازہ سے باہر ہوں تو کراھت مرتفع ہے۔ **وکرہ الخ (قیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ) وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم (مطلقا) و ان لم یتشبہ حال الامام ان علل بالتشبہ و ان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراھۃ** [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) "ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، مطلب هل الاساءۃ دون الکراھۃ، ص ۵۶۸، ج۱، طبع ایچ، ایم سعید کراچی) "روی عن الامام أکرہ للامام أن یقوم بین الساریتین أوساریۃ أوناحیۃ المسجد الی ساریۃ لأنہ خلاف عمل الأئمۃ" وکذا فی النھر الفائق: کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ص ۲۴۵/۲۴۶، ج۱، طبع دارالکتب علمیہ، بیروت۔ وکذا فی فتح القدیر: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ۲۰۹، ج۱، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲) الدرالمختار: کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا، ص ۶۴۵، ج۱، ایچ ایم سعید، کراچی) "فالحاصل أن مقتضی ظاهر الروایۃ کراھۃ قیامہ فی المحراب مطلقاً، سواء اشتبہ حال الإمام أولا وسواء کان المحراب من المسجد ام لا وانما لم یکرہ سجودہ فی المحراب اذا کان قدماہ خارجہ لأن العبرۃ للقدم فی مکان الصلوٰۃ......الخ" البحرالرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا، ص ۲۸، ج۲، رشیدیہ۔ وکذا فی الھندیۃ: کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ، ص ۱۰۸، ج۱، رشیدیہ کوئٹہ۔

نمازی کے آگے سے کوئی چیز اٹھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نمازی کے آگے سے گزر جاتا ہے یا نمازی کے آگے جوتا یا کپڑا پڑا ہوا ہے دوسرا آدمی ہاتھ لمبا کر کے اٹھالیتا ہے۔ خود آگے نہیں جاتا کیا یہ گنہگار رہو گا۔

﴿ج﴾

ہاتھ لمبا کرنے والے کا گناہ نہیں ہے۔ کسی چیز کا اٹھانا جائز ہے۔ صرف گزرنا جائز نہیں ہے [1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ
۶ ذوالحج ۱۳۷۵ھ

---

۱) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لويعلم المارّبين يدى المصلى ماذا عليه لكان أن يقف أربعين خيرٌاله من أن يمر بين يديه۔" (الصحيح البخاری: کتاب الصلوة، باب اثم المآربين يدى المصلى، ص ۷۳، ج۱، قديمى۔ وكذا فی سنن الترمذی: ابواب الصلوة، باب فی كراهية المروربين يدى المصلى، ص ۷۹، ج۱، ايچ، ايم سعيد۔ وكذا فی ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة وما يكره فيها، ص ۶۳۵، ج۱، طبع سعيد۔ وكذا فی البحرالرائق: کتاب الصلاة، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها، ص ۲۶، ج۲، رشيديه۔

باب فی اللاحق والمسبوق

مسبوق نے سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ایک مسبوق ہے جسکی ایک یا دو رکعت امام سے رہ گئی ہیں اور امام پر سجدۂ سہو واجب ہو گیا ہے اس کے شریک ہونے سے قبل یا بعد میں۔ اب اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام سہواً پھیر لے تو آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہ اور اگر عمداً پھیر لے تو پھر کیا حکم ہے۔

(۲) قرآن شریف میں جب اٰتُوا الزَّکٰوۃَ آیا ہے اور ایک جگہ پر اٰتُوا الزَّکٰوۃَ آیا ہے۔ اس میں کیا فرق ہے تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) مسبوق اگر سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دے اگر قبل امام یا مع الامام سلام پھیرا ہو تو نماز بلا سجدۂ سہو جائز اور درست ہے۔ مگر معیت حقیقۃً دشوار ہے اور شاذ و نادر ہے۔ اس لیے عموماً وجوب سجدہ سہو کا حکم کیا جاتا ہے اور اگر بعد امام سلام پھیرا تو بلا سجدۂ سہو اعادہ لازم ہے اور اگر قصداً سلام پھیرا تو ہر صورت میں نماز فاسد ہو گئی۔ **و لو سلم ساهيا بعد امام لزمه السهو و الافلا [۱] قوله لزمه السهو لانه منفرد و فى هذه الحالة قوله الافلا اى وان سلم معه او قبله لا يلزمه لانه مقتدفى ها تين الحالتين و فى شرح المنية عن المحيط ان سلم فى الاولى مقارنا لسلامه فلا سهو عليه لانه مقتدبه و بعده يلزمه لانه منفرد اهـ ثم قال فعلى هذا يراد بالمعية حقيقتها وهو نادرا لوقوع قلت يشير الى ان الغالب لزوم السجود لان الاغلب عدم المعية و هذا مما يغفل عنه الناس فليتنبه [۲] و فى الفتح [۳] ومن تكلم فى صلاته عامدا او ساهيا بطلت صلوٰة الى قوله- بخلاف السلام ساهيالانه من الاذكار فيعتبر ذكرا فى حالة النسيان و كلاما فى حالة التعمد لما فيه من كاف الخطاب و فى العناية [۴] شرح الهداية على هامش فتح**

۱، ۲) الدر المختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، قبیل باب الاستخلاف، ص ۵۹۹، ج ۱، سعید)

۳، ۴) فتح القدیر مع العنایة: کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، ص ۳۴۴، /۳۴۵، ج ۱، رشیدیه کوئٹه۔ "ثم المسبوق انما يتابع الامام فى السهو لافى السلام فيسجدمعه و يتشهد، فإذا سلّم الامام قام الى القضاء فان سلّم فان كان عامدًا فسدت والافلا ولاسجود عليه ان سلم قبل الامام أومعه وان سلّم بعده لزمه لكونه منفردًا حينئذ:" (البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب سجود السهو، ص ۱۷۶، ج ۲، رشیدیه کوئٹه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: کتاب الصلوٰة، باب سجودالسهو، ص ۴۷۸، ج ۱، دارالکتب علمیه، بیروت)۔

القدير قوله من الاذكار اذ المتشهد يسلم على النبى صلى الله عليه وسلم و هو اسم من اسماء الله تعالى و انما اخذ حكم الكلام بكاف الخطاب و انما يتحقق معنى الخطاب لما فيه عندالقصد فاذا كانت ناسيا الحقناه بالاذكار و اذا كان عامدا الحقناه بالكلام عملاً بالشبهين بخلاف الكلام فانه ينا فى الصلوة على كل حال فكان مبطلا لها ا ه

(۲) وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ – وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ میں فرق اس بنا پر ہے کہ پہلی شکل میں 'اتوا- باب افعال سے صیغہ امر ہے- پس اجتماع ساکنین علی غیر حدہ (واو مدہ اور زاء الزکوۃ) کی بنا پر اول ساکن (واو مدہ) حذف ہوگئی اور اتُوا الزُّكوة سے اتُوُا الزَّكوٰة بن گیا اور دوسری صورت میں اتَوُا- باب افعال (ایتاء) سے صیغہ ماضی ہے جو اصل میں اتَيُوْا تھا- پھر یا کو بقاعدہ باع الف سے بدل کر التقاء ساکنین کی وجہ سے الف مدہ کو گرادیا پس اتَوْا رہ گیا- پھر اتَوْا الزَّكوٰة میں واو لین اور زاء میں التقاء ساکنین علی غیر حدہ ہوگیا بناء علیہ صرفی و تجویدی عربی وادائی قواعد کی رو سے ساکن اول (واو لین) پر حرکت ضمہ آ گئی- جس سے اتَوُا الزَّكٰوةَ ہوگیا-

اول کی مثال- وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، جَابُوا الصَّخْرَ، قُوْلُوا اشْهَدُوغیرہ کی طرح-

اور ثانی کی مثال لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ، اِشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ، رَاَوُاالْعَذَابَ کی طرح ہے-تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب نوادر الاصول شرح الفصول ص ۲۰۴ وص ۲۰۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی- وفوائد مکیہ وتسہیل القواعد ص ۵۸ ونہایۃ القول المفید ص ۲۰۳ وکتاب النشر الکبیر ج ۲ ص ۱۴۳- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لاحق اپنی رہ جانے والی رکعت کب ادا کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک شخص امام کے ساتھ ابتداء نماز میں شریک ہوا ہے لیکن بعد میں نیند یا کسی خیال کی وجہ سے امام صاحب کے اتباع سے ایک رکن پیچھے رہ گیا تو کیا اس صورت میں اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہ- اگر فاسد نہیں ہوتی تو یہ شخص اس رکن کا اعادہ کرے گا یا نہ اور اگر کرے گا تو امام کے سلام سے قبل کرے گا یا بعد میں-

(۲) ایک شخص چار رکعت والی نماز میں امام صاحب کے ہمراہ آخری رکعت میں شامل ہوگیا لیکن پھر اس نے دوسری رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور تیسری رکعت میں قعدہ کر لیا تو کیا اس صورت میں سجدہ سہو لازم آئے گا یا نہ-

﴿ج﴾

(۱) یہ شخص پہلے اپنی گئی ہوئی رکعت کو بغیر قرأت کے پڑھے اور پھر جہاں امام کو پائے اس کے ساتھ ہو جائے(۱) اس فعل سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۲) شخص مذکور پر سجدہ سہو واجب ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۳ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

کسی خیال میں لگ کر کسی حصہ نماز میں امام سے رہ جانے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ کہی اور سبحان وغیرہ بھی پڑھی اور وہ کھڑا رہا۔ اب اس کو یہ پتہ نہیں چلا کہ امام نے رکوع کی تکبیر کب کہی۔ جب امام اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گیا تب اس کو پتہ لگا۔ اب یہ رکوع کر کے امام کے ساتھ دوسرے سجدے میں جا ملا ایک سجدہ بھی کیا اور دوسرے سجدہ میں جا ملا اس کی نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) واللاحق من فاتته الركعات كلها او بعضها لكن بعد اقتداء ه بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث ...... وحكمه كمؤتم فلا يأتي بقراءة ولا سهو...... ويبدأ بقضاء ما فاته عكس المسبوق ثم يتابع امامه......ولو عكس صح وأثم۔ الدر المختار كتاب الصلوة ٢/١٦، ٤١٤ رشيديه كوئٹه.

ومثله في الهندية كتاب الصلوة الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت ١/١٢١ رشيديه كوئٹه.

٢) والمسبوق يسجد مع امامه مطلقا قال ابن عابدين تحت قوله ولو سهى فيه اى فيما يقضي بعد فراغ الامام يسجد ثانيا لانه منفرد فيه والمنفرد يسجد لسهوه (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب سجود السهو فصل في سهو الامام يوجب عليه ، السهو، ص ٦٥٩، ج٢، طبع رشيديه، جديد۔ ومثله في الهندية كتاب الصلوٰة، الباب الثاني عشر في سجود السهو فصل في سهوالامام يوجب عليه، ١/١٢٨ رشيديه كوئٹه.

ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة فصل في سجود السهو ص: ٤٦٦ سعيدى كتب خانه كوئٹه.

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ شخص مذکور کی نماز ادا ہوگئی ہے[1]۔فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۵ جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ

نماز کے اعادہ کے وقت نئے نمازیوں کی شمولیت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) مسبوق قعدہ اخری میں تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعا بھی پڑھے یا نہ اور اگر وہ غلطی سے درود پڑھے تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۲) جماعت سے نماز پڑھی مگر واجب کا سہو ہوگیا۔ اتفاق سے امام سجدہ سہو کرنا بھول گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرتے وقت صرف پہلے نمازی ہی جماعت میں شمولیت کر سکتے ہیں یا نئے آنے والے نمازی بھی۔ اگر نئے آنے والے شریک نہیں ہو سکتے تو ان کے روکنے کا انتظام ہو جب کہ نماز بھی باہر میدان یا صحن میں پڑھی جارہی ہو۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) مسبوق تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ میں درود وغیرہ نہ پڑھے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے[2]۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ درود وغیرہ بھی پڑھے اور مفتی بہ یہ ہے کہ آہستہ آہستہ تشہد پڑھے تا کہ امام کے سلام کے

---

۱) وحكمه (اللاحق)انه يبدأ بقضاء ما فاته بالعذر ثم يتابع الامام ان لم يفرغ (الدر المختار كتاب الصلوة مطلب فيما لو اتى بالركوع اوالسجود)۲/۴۱۶ رشيديه كوئٹه.
ومثله في الهندية كتاب الصلوة الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت ۱/۱۲۱ رشيديه.

۲) المسبوق ببعض الركعات يتابع الامام فى التشهد الاخير وإذا اتم التشهد لا يشتغل بما بعده فى الدعوات ثم ما ذا يفعل تكلموا فيه وعن ابن شجاع انه يكرر التشهد اى قوله اشهد ان لا اله الا الله وهو المختار كذا فى الغياثية والصحيح ان المسبوق يترسل فى التشهدحتى يفرغ عند سلام الامام كذا فى الوجيز وقاضى خان وهكذا فى الخلاصة وفتح القدير الهندية كتاب الصلوة الفصل السابع فى المسبوق وللاحق ۱/۹۱ ، شيديه كوئٹه.
ومثله فى قاضى خان كتاب الصلوة فصل فى المسبوق ۱/۱۰۳ رشيديه كوئٹه.

وقت تک یہ تشہد ہی سے فارغ ہو۔ لہٰذا بالفرض اگر اس نے تشہد کے بعد درود وغیرہ پڑھ لیا لیکن امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ امام کے تابع ہے۔ کما قال فی الدر المختار واما المسبوق فیترسل لیفرغ عندسلام امامه وقیل یتم وقیل یکرر کلمة الشهادة اھ. والتفصیل فی الشامیة [1].

(۲) واجب کے ترک ہو جانے کی حالت میں وقت کے اندر اعادہ کرتے وقت نئے نمازی بھی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ دوسری نماز بھی فرض واقع ہوتی ہے۔ اور فرض نماز کے طریقے سے ہی ادا کی جاتی ہے۔ لہٰذا نئے آنے والے لوگ بھی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کی نماز فرض اس امام کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے۔ کما قال فی الشامیة (تنبیہ) یوخذ من لفظ الاعادة ومن تعریفها بمامر انه ینوی بالثانیة الفرض لان مافعل اولاً هو الفرض فا عادته فعله ثانیا اما علی القول بان الفرض یسقط بالثانیة فظاهر واما علی القول الأخر فلان المقصود من تکریرها ثانیاً جبر نقصان الاولی فالاولی فرض ناقص والثانیة فرض کامل مثل الاولی ذاتا مع زیادة وصف الکمال ولو کانت الثانیة نفلا لزم ان تجب القراء ة فی رکعاتها الاربع وان لاتشرع الجماعة فیها ولم یذکروه الخ [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ

۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ

مسبوق صف مکمل ہونے پر تنہا کھڑا ہو یا کسی کو ساتھ ملائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) امام کے پیچھے صف پوری ہو ایک آدمی کی بھی گنجائش نہ ہو اور پیچھے آنے والے شخص نے صف کے پیچھے اکیلے اقتداء کی تو اس آدمی کی نماز جائز ہے یا ناجائز والدہ ابن معبد کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ

---

۱) الدر المختار کتاب الصلوة مطلب مهم فی عقد الاصابع عند التشهد ۲/۲۷۰ رشیدیه کوئٹه جدید.
ومثله فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۵۷۵ رشیدیه کوئٹه.

۲) رد المحتار کتاب الصلوة مطلب فی تعریف اعادة ۲/۶۳۱ رشیدیه کوئٹه جدید.
ومثله فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب قضاء الفوائت ۲/۱۳۹ رشیدیه کوئٹه.

نماز جائز نہیں۔ ترمذی نے اس حدیث کونقل کر کے حدیث حسن قرار دیا ہے اور ترمذی میں اس لفظ حدیث حسن کے اوپر حاشیہ میں لکھا ہے۔ قال ابن الھمام ورواہ ابن حبان فی صحیحہ وقال ابن حجر وصححہ ابن حبان والحاکم ویوافقہ الخبر الصحیح ایضا : "لاصلوۃ للذی خلف الصف ومنھا اخذ احمد وغیرہ بطلان صلوۃ المنفرد عن الصف مع امکان الدخول فیہ وحمل ائمتنا الاول علی الندب والثانی علی الکمال لیوافقا حدیث البخاری عن ابی بکرۃ انہ دخل والنبی صلی اللہ علیہ وسلم راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصا ولاتعد" وفی روایۃ لا بی داؤد وصححھا ابن حبان فرکع دون الصف ثم مشی ظاھرہ عدم لزوم الاعادۃ لعدم امرہ بھا وایضا فھو علیہ السلام ترکہ حتی فرغ ولو کانت باطلۃ لم اقرہ علی المضی فیھا مع ان ھذا الحدیث وان صححہ وحسنہ من ذکر اعلہ ابن عبد البر بانہ مضطرب وضعفہ البیھقی کذا فی المرقات. مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ ص ۱۸۱ ج ۳۔

اس کے حاشیہ میں ۵ کے نشان کے ذیل میں لکھا ہے۔ ان یعید الصلوۃ ای استحبابا لارتکابہ الکراھۃ قال الطیبی انما امر باعادۃ الصلوۃ تشدیدا وتغلیظا قال القاضی ذھب الجمھور الی ان الانفراد خلف الصف مکروہ لامبطل کذا قالہ علی. ۱۲

اورطحاوی جلد اول ص ۲۷۱ میں لکھتے ہیں۔ فلما کان دخول ابی بکرۃ فی الصلوۃ دخولا صحیحا کانت صلوۃ المصلی کلھا دون الصف صلوۃ صحیحۃ۔ الخ۔ اورطحاوی جلد اول ص ۲۷۲ میں ہے۔ دل ذلک علی ان من صلی دون الصف ان صلوتہ مجزئۃ عنہ. الخ اورطحاوی جلد اول ص ۲۷۲ میں ہے۔ ومن اجازہ صلوٰۃ من صلی خلف الصف ھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد اور شامی کی عبارت کا بھی ہم نے مطالعہ کیا ہے اور بحر کی عبارت بھی ہم نے دیکھی ہے۔ اب جواز اور عدم جواز میں تنازعہ ہے نہ کراہت اور عدم کراہت کہ ایک آدمی آیا صف پوری ہو چکی ہے گنجائش نہیں اور اس نے کسی شخص کو کھا بھی نہیں اور اکیلا ہی اقتداء کی تو کیا نماز ہوگی یا نہیں۔

(۲) اگر موذن اذان دیتے وقت اللہ اکبر اللہ اکبر مرکب نہ کہے اور الگ کہے تو صحیح ہے یا غلط سنت کے موافق ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم (۱) اگر پہلی صف میں گنجائش بالکل نہ تھی تو پیچھے کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ہے[1]۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اگلی صف سے کسی آدمی کو کھینچ لے اور اگر نہ بھی کھینچے تو نماز ہو جاتی ہے بلکہ آج کل مسائل دینیہ سے ناواقفیت کے سبب علماء وفقہاء نے اکیلے کھڑا ہونے ہی کو اولیٰ کہا ہے۔ **کما قال فی الشامی**[2] **وان لم یجئ حتی رکع الامام یختار اعلم الناس بهذه المسئلة فیجذبه ویقفان خلفه ولو لم یجد عالما یقف خلف الصف بحذاء الامام لضرورة ولو وقف منفرداً بغیر عذر تصح صلوته عندنا خلافا لاحمد اه. وفي البحر وفي القنية والقيام وحده اولى في زماننا لغلبة الجهل على العوام**[3]۔

(۲) دونوں تکبیر اکٹھے کہنا اذان میں سنت ہیں الگ الگ کہنا خلاف سنت ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ، ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

امام کے سجدۂ سہو کے وقت مسبوق کے لیے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسبوق کو امام کی اقتداء میں سجدہ سہو کے سلام پھیرنے کے موقع میں سلام پھیرنا چاہیے یا نہیں اور اگر سلام پھیر دیا تو کیا اس کی نماز جائز ہو جائے گی!

---

۱) ان وجد في الصف فرجة سدها والاانتظر حتى يجي آخر فيقفان خلفه ...... ولو لم يجد عالما يقف خلف الصف بحذاء الامام للضرورة ولو وقف منفردا بغير عذر تصح صلاته عندنا خلافا لاحمد...... (رد المحتار كتاب الصلوة ۳۷۲/۲ رشيديه كوئٹه جديد.

۲) ردالمحتار كتاب الصلوة قبل مطلب في الكلام على الصف الاول ...... ۳۷۲/۲ رشيديه كوئٹه جديد.

۳) ومثله في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۷/۱ رشيديه . ومثله في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل في بيان الاحق بالامامة ص:۳۰۷ دار الكتب العلمية بيروت.

٤) ويترسل فيه ويحدر فيها اى يتمهل في الاذان ويسرع في الاقامة وحده ان يفصل بين كلمتى الاذان بسكتة بخلاف الاقامة للتوارث ولحديث الترمذى انه صلى الله عليه وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل في اذانك وإذا اقمت فاحدر فكان سنة فيكره تركه البحر الرائق كتاب الصلوة باب الاذان ص:٤٤٧ رشيديه كوئٹه. هذه السكتة بعد كل تكبيرتين لا بينهما كما افاده من الامداد اخذا من الحديث رد المحتار كتاب الصلوة مطلب في الكلام على الحديث الاذان جزم ۶۶/۲ رشيديه كوئٹه جديد. ومثله في الهنديه كتاب الصلوة الباب الثاني في الاذان الفصل الثاني في كلمات الاذان والاقامة وكيفيتهما ۵۶/۱ رشيديه كوئٹه.

﴿ج﴾

عالمگیری میں ہے۔ومنها انه يتابع الامام في السهو ولايتابعه في التسليم والتكبير والتلبية فان تابعه في التسليم والتلبية فسدت[1] وفي فتاوى قاضي خان بهامش عالمگيريه المسبوق اذا سلم مع الامام على ظن ان عليه ان يسلم مع الامام فهو سلام عمدا يمنع البناء الخ[2]. وكذا في عالمگيريه عن ظهيريه۔ان عبارات سے یہ واضح ہے کہ مسبوق امام کے سجدہ سہو کے سلام پھیرنے کے موقع میں سلام نہ پھیرے اگر اس گمان میں سلام پھیر دیا کہ امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ میرے اوپر بھی سلام پھیرنا لازم ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔لیکن اگر اسے معلوم ہے کہ سلام نہیں پھیرنا اور بھول کر سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔فقط واللہ اعلم۔

مسبوق کے لیے امام کی اتباع

﴿س﴾

مسبوق کو دوسری رکعت کے قعدہ میں امام کی اتباع لازم ہے یا پوری التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھا رہے۔ اور امام کی اتباع چھوڑ دے واضح بیان فرمائیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

﴿ج﴾

(قوله فانه لايتابعه الخ) اى ولو خاف ان تفوته الركعة الثالثة مع الامام كما صرح به في الظهيرية. وشمل باطلاقه مالو اقتدى به في اثناء التشهد الاول او الاخير فحين قعد قام امامه اوسلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقوم[3]. وفي عالمگيريه

---

۱) الهنديه كتاب الصلوة الباب الخامس الفصل السابع في المسبوق واللاحق ۹۲/۱ رشيديه كوئٹه.

۲) فتاوى قاضي خان على هامش الهندية كتاب الصلوة فصل في المسبوق ۱۰۳/۱ رشيديه.

ولو سلم ساهيا بعد امامه لزمه السهو وإلا لا قال ابن عابدين تحت قوله ولو سلم ساهيا قيد به لانه لو سلم مع الامام على ظن ان عليه السلام معه فهو سلام عمد فتفسد كما في البحر عن الظهيريه (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة مطلب فيما لواتى بالركوع او السجود الخ ۴۲۲/۲ رشيديه كوئٹه جديد.

۳) الدر المختار كتاب الصلوة مطلب في الحالة الركوع للجائى ۲۴۴/۲ رشيديه كوئٹه جديد.

ومثله في البحر الرائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۵۵۲/۱ رشيديه كوئٹه.

اذا ادرک الامام فی التشهد وقام الامام قبل ان یتم المقتدی او سلم الامام فی اخر الصلاۃ قبل ان یتم المقتدی التشهد فالمختار ان یتم التشهد کذا فی الغیاثیة وان لم یتم اجزأه الخ [1]۔ مذکورہ بالا عبارات دال ہیں اس بات پر کہ اس صورت میں امام کی اتباع لازم نہیں ہے۔ مسبوق تشہد ختم کر کے اٹھے۔ بدون ختم کرنے تشہد کے نہ اٹھے۔ یہی مختار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مسبوق کے التحیات میں شامل ہونے پر امام کھڑا ہو گیا تو مسبوق التحیات پڑھ کر اٹھے یا بغیر پڑھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی جماعت کے ساتھ پہلی التحیات میں شامل ہوتا ہے۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس آدمی کو اب التحیات پڑھنی چاہیے یا نہیں یا کہ امام کے ساتھ کھڑا ہو جانا چاہیے۔ اگر پڑھنی چاہیے تو جو نہ پڑھے اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اگر نہیں پڑھنی چاہیے تو پڑھنے والے کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جب کہ وہ شخص امام کے ساتھ قعدہ میں شریک ہو گیا تھا۔ تو اس پر لازم ہے کہ التحیات پڑھ کر پھر کھڑا ہو۔ بغیر تشہد پڑھے امام کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ہاں اگر کھڑا ہو گیا تو نماز جائز مع الکراہۃ ہے [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) الهندية كتاب الصلوة الفصل السادس فيما يتابع الامام وفيما لا يتابعه ۱/ ۹۰ رشيديه كوئٹه.
ومثله في فتاوى قاضي خان على هامش الهنديه كتاب الصلوة فصل فيمن يصح الاقتداء به وفيمن لا يصح ۱/ ۹۶ رشيديه كوئٹه.

۲) بخلاف سلامه قبل تمام المؤتم التشهد فانه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه قال ابن عابدين تحت قوله فانه لا يتابعه اى وشمل باطلاقه ما لو اقتدى به فى اثنا التشهد الاول اوالاخير فحين قعد قام امامه او سلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقوم...... عن ابى الليث المختار عندى ان يتم التشهد وان لم يفعل اجزاه (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة مطلب فى اطالة الركوع للجائى ۲/ ۲٤٤ رشيديه كوئٹه جديد.
ومثله فى الهنديه كتاب الصلوة الفصل السادس فيما يتابع الامام وفيما لا يتابعه ۱/ ۹۰ رشيديه.
ومثله فى قاضى خان كتاب الصلوة فصل فيمن يصح الاقتداء به وفيمن لا يصح ۱/ ۹٦ رشيديه كوئٹه.

دوبارہ لاحق نماز کہاں سے شروع کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسئلہ کیا ہے کہ لاحق کا نماز کے اندر وضوٹوٹ جائے تو وضوکر کے وہاں سے شروع کرے جس مقام پر وضوٹوٹا تھا بکر کہتا تھا کہ نماز کو نئے سرے سے شروع کیا جائے تو نماز ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی ہے صرف زید نے یہی مسئلہ کیا ہے بکر کہتا ہے کہ شرطیں ہیں اگر وہ پوری نہ کی جائیں تو نماز نہیں ہوتی لاحق کو دیکھ کر سب لوگ یہی عمل کرتے ہیں جماعت چھوڑ کر وضوکرنے جاتے ہیں دوبارہ پھر اس جگہ سے آ کر نماز کو شروع کرتے ہیں اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیرتے ہیں۔

﴿ج﴾

بناء کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں[1] اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو بنا جائز نہیں البتہ بنا جائز ہوتے ہوئے بھی استیناف (نئے سرے سے نماز پڑھنا) افضل ہے[2] بناء کے مسائل سے لوگ واقف نہیں ہوتے اور استیناف اولیٰ بھی ہے اس لیے وضوکر کے از سرنو نماز پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور شاہ

۱۱محرم ۱۳۹۷ھ

مسبوق امام کے سہو کے سلام اور سجدہ میں اتباع امام کرے یا صرف سجدہ میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقتدی کی شرکت ایسی

---

۱) هذه الشرائط مذكورة بالبسط في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الحدث في الصلوة ۱/۶۴۲، ۶۴۶ رشيديه كوئٹه.

ومثله في الهنديه كتاب الصلوة الباب السادس في الحدث في الصلوة ۱/۹۳، ۹۵ رشيديه .

ومثله في الدر المختار كتاب الصلوة باب الاستخلاف ۲/۴۲۲ رشيديه كوئٹه.

۲) والاستئناف افضل كذا في المتون (الهندية كتاب الصلوة الباب السادس في الحدث في الصلوة ۱/۹۳ رشيديه كوئٹه. ومثله في الخلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الرابع عشر في الحدث في الصلوة ۱/۱۳۷ رشيديه كوئٹه.

حالت میں ہوئی جبکہ امام ایک یا دو رکعت پڑھ چکا نماز میں امام کے ذمہ سجدہ سہو واجب ہو گیا۔ امام نے ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا اور اس مقتدی مسبوق نے سجدہ سہو کے سلام میں اقتدا نہیں کی مگر جبکہ امام کو سجدہ سہو میں پایا تو مسبوق بھی سجدہ سہو کے اندر داخل ہو گیا آیا اس مقتدی مسبوق کی نماز صحیح ہو گئی یا دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے۔ بینوا توجروا۔ جناب سے جلدی جواب دینے کی تاکیداً عرض ہے۔ مفصل تحریر فرمائیں تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔

﴿ج﴾

مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شامل ہونا چاہیے اور سلام میں امام کی اتباع نہ کرے۔ یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو کا سلام نہ پھیرے اور سجدہ سہو میں شریک ہو جائے بعد فراغ امام کے کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کر لے۔ اگر آپ کی مسئولہ صورت یہی ہے جو بظاہر عبارت سے معلوم ہوتی ہے تو یہ طرز مفسد کیسے ہو سکتا ہے اسی کا تو مسبوق کو حکم کیا جائے گا اور اگر کوئی اور صورت مراد ہو تو اس کی پھر تشریح کر کے تحریر کریں۔ جواب دیا جاوے گا۔

(والمسبوق يسجد مع امامه) قيد بالسجود لانه لايتابعه في السلام بل يسجد معه و تشهد فاذا سلم الامام قام الى القضاء (1)

محمود عفا اللہ عنہ

---

۱) الشاميه كتاب الصلاة باب سجود السهو ۶۵۹/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد كوئٹه.

كما في البحر الرائق ثم المسبوق انما يتابع الامام في السهو لا في السلام فيسجد معه ويتشهد كتاب الصلوة باب سجود السهو ۱۷۶/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في الهنديه كتاب الصلوة باب ثاني عشر في سجود السهو ۱۲۸/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

باب فی الذکر بعد الصلوٰۃ

نمازی کے پاس بآ واز بلند قرآن پاک یا درود شریف پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) جب نمازی نماز پڑھ رہا ہو اور دوسرے نمازی جو کہ باجماعت نماز پڑھنے کے بعد فارغ ہوں کیا وہ نمازی بلند آواز سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا رسول اللہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ سکتے ہیں اور یہ کہنا کیسا ہے۔ **الصلوة والسلام علیک یارسول اللہ** کیونکہ بعض لوگ جماعت کے بعد آکر اپنی نماز پڑھتے ہیں اور ادھر دوسرے نمازی الصلوٰۃ والسلام کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

(۲) نمازی کے پاس بیٹھ کر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے۔ اس کو فقہ وحدیث ودلائل ائمہ اربعہ سے بحوالہ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کریں۔

﴿ج﴾

(۱) صلاۃ وسلام کہنا فی نفسہ عبادت اور کار ثواب ہے[1]۔ سراً بھی کہہ سکتے ہیں اور جہراً بھی۔ لیکن جب دوسرے لوگ نماز میں مشغول ہوں تو جہراً کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے لوگوں کی نمازوں میں خلل آنے کا اور سہو ہو جانے کا اندیشہ ہے[2]۔ باقی **الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ** سے افضل اور بہتر یہی ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے جو احادیث میں منقول ہیں

---

۱) کما قال اللہ تعالی ان اللہ و ملٰئکته یصلون علی النبی یٰایها الذین امنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما سورۃ الاحزاب آیة: ٥٦.

۲) کما فی رد المحتار ...... وهناك أحادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینهما بأن ذلك یختلف باختلاف الاشخاص ...... ولا یعارض ذلك حدیث خیر الذکر الخفی لانه حیث خیف الریاء وتأذی المصلین کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها مطلب فی رفع الصوت بالذکر ٦٦٠/١ سعید کراچی.

وکذا فی مجموعة الرسائل اللکهنوی سباحة الفکر فی الجهر بالذکر الباب الاول ٤٦٩/٣ إدارة القرآن کراچی.

وکذا فی مجموعة الفتاوی خیریه علی هامش تنقیح الحامدیه کتاب الکراهیة الاستحسان ٢٨١/٢ مکتبه حقانیه پشاور.

یا سلف صالحین سے ماثور ہیں اور مذکورہ الفاظ سے اگر صلوٰۃ وسلام کہا جائے تو اگر عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بلاواسطہ سنتے ہیں پھر تو شرک اور ناجائز ہے[1] اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو پھر اگرچہ جائز ہے۔ لیکن افضل وہی الفاظ ہیں جو روایات میں منقول ہیں۔

(۲) نمازی کے پاس بیٹھ کر قرآن پاک بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیے تاکہ اس کی نماز میں خلل نہ آجائے۔ فتاویٰ دارالعلوم[2] ص۱۹۳ ج۱ پر ہے مسجد میں اگر نمازی نماز پڑھتے ہیں تو کسی کو بلند آواز سے پڑھنا یا قرآن شریف بلند آواز سے پڑھنا نہیں چاہیے۔ جس سے نماز میں اور قرات وغیرہ میں سہو ہو۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔

رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القران ولایمکنه استماع القران کان الاثم علی القاری ولاشئ علی الکاتب وعلی هذا لوقرأ علی السطح فی اللیل جهراً یا ثم کذا فی الغرائب[3]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف

بعد از فرائض ذکر کی شرعی حیثیت
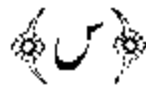
بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدکم

سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے ہاں مولوی محمد قاسم نے بہت بدعات پھیلا رکھی ہیں۔ اس نے اپنی شریعت نکال رکھی ہے۔ باتیں تو بہت ہیں مگر فوری دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان کی جماعت نماز ظہر، مغرب، عشاء کے فرض کے بعد اذکار بہت وقت تک کرتی ہے اور اتنی بلند آواز سے کرتی ہے کہ کوئی بھی نمازی سکون قلب سے نماز ادا نہیں کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ ممنوع ہے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ

---

۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم مشکوٰة، ۸۷/۱ قدیمی.
کما قال الله تعالی لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله سورة النحل آیة: ۶۵۔

۲) کذا فی فتاوی دارالعلوم کتاب الصلاة الباب السادس عشر فی صلاة العیدین ۱۸۵/۵ طبع مکتبه حقانیه ملتان لم اجده فیه (مصحح).

۳) کذا فی العالمکیریه کتاب الکراهیة الباب الرابع ۳۱۸/۵ طبع مکتبه بلوچستان بکڈپو مسجد روڈ کوئٹه.
وکذا فی الشامیه کتاب الصلوة فروع فی القرأت خارج الصلاة رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القرآن فلا یمکنه استماع القرآن فالا ثم علی القاری ۳۲۹/۲ طبع رشیدیه جدید کوئٹه.

سجدے میں اتنی دیر لگاتے ہیں کہ آدمی ۱۵، ۲۰ مرتبہ تسبیح پڑھ لیتا ہے اور یہ لوگ نہیں اٹھتے۔ اب آپ مہربانی فرما کر اس کے بارے میں کھلے کھلے الفاظ میں فتویٰ صادر فرما دیں تاکہ ہم بھی سمجھیں اور ان کو بھی سمجھائیں۔

﴿ج﴾

قال فی ردالمحتار وفی الفتاوی الخیریه من الکراهیة والاستحسان جاء فی الحدیث مااقتضی طلب الجهر به نحووان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم. رواه الشیخان وهناک احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینهما بان ذلک یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال کما جمع بذلک بین احادیث الجهر والاخفاء بالقرأة ولایعارض ذلک حدیث خیرالذکر الخفی لانه حیث خیف الریاء اوتاذی المصلین او النیام (الی ان قال) عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اومصلی او قاری[1].

پس ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں اذکار وادعیہ کا پڑھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ تشویش نمازیوں کو ہوتی ہے[2]۔ کذا فی فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۷ ج ۶ قدیم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ ۲۶ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

نمازوں سے قبل یا بعد ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ قصبہ ہذا میں ایک جماعت جو دس پندرہ اشخاص پر مشتمل ہے۔

---

۱) کذا فی رد المحتار کتاب الصلاة مطلب فی رفع الصوت بالذکر ۱/ ۶۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وکما فی مجموعة الرسائل الکهنوی ...... وهناك أحادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینهما بأن ذلك یختلف باختلاف الاشخاص والا حوال کما جمع بین الاحادیث الطالبة للجهر والطالبة للاسرار بقرأة ولا یعارض ذلك حدیث خیر الذکر الخفی لانه حیث خیف الریاء او تأذی المصلین او النیام سباحة الفکر فی الجهر بالذکر الباب الاول وحکم الجهر بالذکر ۳/ ۴۶۹ طبع إدارة القرآن کراچی. وکذا فی الفتاوی خیریه علی هامش تنقیح الحامدیه کتاب الکراهیة والاستحسان ۲/ ۲۸۱ طبع مکتبه حقانیه پشاور.

۲) کذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند کتاب الصلاة باب السادس عشر فی صلاة العیدین ۵/ ۱۸۰ مکتبه حقانیه ملتان.

ہر نماز سے قبل یا بعد میں ذکر الٰہی بالجہر بڑے زور شور سے اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ جو کہ انفرادی نماز پڑھنے والوں اور قرب وجوار کے عوام کے لیے اعتراض کا موجب بنا ہے۔ کیا شرع شریف میں از روئے شریعت ذکر بالجہر مطلق جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

قال اللّٰہ تعالی ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ الایہ [1]۔ آیت سے ذکر خفی کا مامور بہ ہونا ظاہر ہے۔ احادیث میں جہاں جہاں ذکر بالجہر کا ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر فرمایا وہ یا تو انھی کلمات اور مقامات کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ یا احیاناً بلا تکلف و بلا التزام و بلا ضرر عامۃ المسلمین ہی پر صادق آتا ہے۔ اس سے مطلقاً التزاماً ذکر بالجہر کا جواز ثابت کرنا صحیح نہیں [2]۔ **قال فی الفتح القدیر الاصل فی الاذکار الاخفاء والجھر بھا بدعۃ وفی** [3] **البحر الرائق والجھر بالتکبیر بدعۃ فی کل وقت الاالمواضع المستثناۃ وصرح قاضی خان فی فتاواہ بکراھۃ الذکر جھراً وفی الفتاوی العلامیۃ ویمنع الصوفیۃ من رفع الصوت والصفق وفی البرھان شرح مواھب الرحمن رفع الصوت بالذکر بدعۃ لمخالفتہ قولہ تعالیٰ واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفۃ ودون الجھر من القول الایہ.** البتہ برائے علاج وساوس وخطرات قلب مشائخ ذکر بالجہر کی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن اس میں جواز جب ہوگا کہ کسی دوسرے کو تکلیف میں نہ ڈالے نماز میں خلل پڑنے کی صورت میں تو قرآن کی تلاوت بھی بالجہر جائز نہیں بلکہ آہستہ تلاوت لازم ہے [4]۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) سورۃ اعراف آیۃ: ٥٤.

۲) وکذا فی فتح القدیر کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین ۱/۲۷۹، ۲۸۰ طبع رشیدیہ.

۳) کذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الصلاۃ العیدین ۲/۲۷۹ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

کما فی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا مطلب فی رفع الصوت بالذکر ۱/٦٦٠ سعید، کراچی. وکذا فی مجموعۃ الرسائل سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر الباب الاول ۳/٤٦٩ ادارۃ القرآن کراچی.

٤) کما فی رد المحتار ھناك احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینھما بان ذلك یختلف باختلاف الاشخاص ولا یعارض ذلك حدیث خیر الذکر الخفی لانہ حیث خیف الریاء وتأذی المصلین کتاب الصلاۃ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا مطلب فی رفع الصوت بالذکر ۱/٦٦٠ سعید کراچی. وکذا فی مجموعۃ الرسائل للکنوی سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر ۳/٤٦٩، ٤٦٨ طبع إدارۃ القرآن کراچی. وکذا فی الفتاوی الخیریۃ علی ھامش تنقیح الحامدیہ کتاب الصلاۃ فصل فی الکراھیۃ والاستحسان ۲/۲۸۱ مکتبہ حقانیہ.

نمازوں کے بعد جہراً درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت، بہتر و افضل درود و سلام کونسا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض مساجد میں کچھ لوگ نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد ہی متصل صلی اللہ علیک یارسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ وغیرہ کلمات کو مسنون درود شریف سمجھتے ہوئے جہراً پڑھتے ہیں۔کیا یہ کلمات مسنون درود یا اس کے قائم مقام ہیں یا نہیں' نیز مسنون درودوں میں سے سب سے اولیٰ اور بہتر کون سا درود شریف ہے اور اس کے الفاظ کیا ہیں؟ نیز مسجد میں نماز کے بعد ان مذکورہ بالا کلمات کو جہراً پڑھنے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے اور جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے بعد قبل از دعا کیا چیز پڑھنے کا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درود شریف پڑھنے کا بڑا ثواب ہے (۱)۔لیکن نماز باجماعت کے بعد آہستہ پڑھا جائے۔ جہراً پڑھنے سے مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوگا۔اس لیے صرف جہر سے احتراز کیا جائے اگر عقیدہ یہ ہو کہ ان کلمات کو فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرے گا (۲)۔ پھر یہ درود بھی جائز ہے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت بلاواسطہ سنتے ہیں تو ان کلمات سے درود ہرگز نہ پڑھا جائے۔ ویسے درود شریف میں سب سے بہتر طریقہ

---

۱) لما فی قوله تعالى ان الله و ملٓئكته يصلون على النبي يٓايها الذين امنوا صلواعليه و سلموا تسليما سورة الاحزاب آية :٥٦　پاره:٢٢.

لما فی كنز العمال أكثروا من الصلوة على فى كل يوم فان صلاة أمتى تعرض على فى كل يوم جمعة فمن كان اكثرهم على صلاة كان أقربهم منى منزلة الباب السادس فى الصلوة على النبى عليه وعلى آله لصلوة والسلام ١ /٤٨٨ طبع مؤسسة الرسالة.

وكذا فى ايضا فى كنز العمال : ٢١٣٨ أتانى آت من ربى عزوجل فقال من صلى عليك من أمتك صلاة كتب الله له بها عشر حسنات ومحى عنه عشر سيئات ورفع له عشر درجات ورد عليها مثلها.الباب السادس فى الصلوة عليه وعلى آله عليه الصلوة والسلام ١ /٤٨٨ طبع مؤسسة الرسالة.

وكذا ايضاً فى كنز العمال :٢١٤٧ حيثما كنتم فصلوا على فان صلاتكم تبلغنى ١ /٤٨٩ طبع مؤسسة الرسالة.

٢) تقدم تخريجه تحت حاشه نمبر ١)

وكذا ايضاً فى كنزالعمال۔ ص ٢١٤٧، حيثما كنتم فصلوا على فان صلاتكم تبلغنى، الخ ، ص ٤٨٩ ، ج١، طبع موسسة الرسالة۔

طریقہ وہ ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے[1]۔ اللھم صل علی محمد ۔ الخ ۔لیکن یہ مسنون درود بھی نماز با جماعت کے بعد جہراً نہ پڑھا جائے سراً پڑھا جاوے[2]۔ قبل از دعا جو کلمات اور دعوات حدیث میں منقول و ماثور ہیں، ان کا پڑھنا افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ شعبان ۱۳۸۸ھ

بغیر التزام کے گٹھلیوں پر درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ہمیشہ مداومت کے طور پر بعد از نماز فجر درس قرآن مجید ہوا کرتا ہے اور بعد از نماز عشاء درس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا کرتا ہے مگر بروز جمعرات مولوی صاحب اپنے اہل وعیال میں تشریف لے جاتے ہیں۔ جو تقریباً اڑھائی تین میل کا فاصلہ ہے۔ تو صبح بعد از نماز فجر درس کا وقت خالی ہوتا ہے۔

ایک مقتدی کھڑا ہو کر گٹھلیاں بیٹھنے والوں کے آگے پھیلا دیتا ہے۔ ان میں بیٹھنے والے درود شریف پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ درود شریف اس حیثیت سے پڑھا جاتا ہے' گویا کہ فرداً فرداً ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ التزامی نہیں ہوتا۔ بعض اٹھ کر چلے جاتے ہیں کسی کو طعن و تشنیع نہیں کیا جاتا۔ بعض بیٹھ بھی جاتے ہیں جو درود شریف پڑھتے ہیں۔ بعض اوقات تمام کے تمام بھی چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تمام کے تمام ہی بیٹھ جاتے ہیں پیچھے جانے والے کو دوسری نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ آج درس قرآن مجید تو ہے نہیں لہٰذا کچھ درود شریف پڑھ لیا جائے۔ تو بہتر ہوگا۔ کہ نکمے ہونے سے تھوڑا بہت کام ہوتا رہے تو اچھا ہے۔

---

۱) لما فی صحیح البخاری قال سمعت عبد الرحمن بن ابی لیلی قال لقینی کعب بن عجرة فقال الا أهدی لك هدیةً إن النبی صلی الله علیه وسلم خرج علینا فقلنا یا رسول الله قد علمنا کیف نسلم علیك فکیف نصلی علیك فقال قولوا اللهم صل علی محمد، الخ۔ باب صلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم ۲/ ۹٤۰ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا فی رد المحتار کتاب الصلوة مطلب فی عقد الاصابع عند التشهد ۲/ ۲۷۲،۲۷۳ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

۲) لما فی قوله تعالی أدعو ربکم تضرعاً وخفیة إنه لا یحب المعتدین سورة الاعراف آیة: ۵۵ پاره ۸.

اگر مولوی صاحب بروز جمعہ تشریف فرما ہوں۔ تو پھر درود شریف نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ درس قرآن مجید حسب معمول ہوتا ہے۔

حدیث نبوی میں موجود ہے کہ بروز جمعہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرو مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔ اس خیال سے درود شریف پڑھا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ کنکریوں یا گٹھلیوں پر لا الہ الا اللہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھ رہے تھے۔ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن ابھی میلا بھی نہیں ہوا تم نے بدعات شروع کر دی ہیں۔ تو بیان مذکور کے مضمون کو دیکھا جائے تو کیا اس طرح اور اس حیثیت سے بغیر کسی قید اور بلا التزام درود شریف پڑھنے کے جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ پڑھا جائے یا نہ اگر پڑھا جائے جب کہ جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا کیا جواب ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھنے والے حضرات کو روک دیا۔ کیا کیفیت تھی۔ ضروری سمجھ رہے تھے یا کوئی اور وجہ تھی۔

﴿ج﴾

طریقہ مذکورہ بالا کے ساتھ بلا کسی قید و التزام کے درود شریف پڑھنا جائز ہے[1]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث میں اصول کے پیش نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا ارشاد بھی ضروری سمجھ لینے کے خوف سے ہے یا اور کوئی صحیح محمل رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف

---

۱) لما فی الترغیب والترهیب عن ابیها رضی الله عنه انه دخل مع رسول الله صلی الله علیه وسلم علی إمرائة وبین یدیها نویٰ او حصی تسبح به فقال الااخبرك بما هو أیسر علیك من هذا أو أفضل فقال سبحان الله عدد ما خلق فی السماء سبحان الله عدد ماخلق فی الارض سبحان الله عدد ما بین ذالك الترغیب فی جوامع من التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر ۲۸۶/۲ طبع المکتبه حرمین الشریفین کانسی روڈ کوئٹه.

وكذا فی رد المحتار کتاب الصلوة مطلب الکلام علی اتخاذ المسبحة ۵۰۸/۲ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

نمازِ عشاء کے فوراً بعد درسِ قرآن کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عشاء کی نماز کے بعد فوراً درس قرآن کریم آواز بلند بذریعہ لاؤڈ سپیکر دیتا ہے۔ جس سے بعد میں آنے والے نمازیوں وغیرہ کو تکلیف ہوتی ہے اور نماز میں خلل پڑتا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر لوگوں کو تکلیف ہو اور مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے تو لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے احتراز لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

۱۳ رجب ۱۳۹۸ھ

اقامت سے قبل صلوٰۃ کے نعروں کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ہاں ایک مسجد میں خطیب مسجد نے یہ رائج کر رکھا ہے کہ اقامت سے پہلے تین نعرے لاؤڈ سپیکر پر صلوۃ کے لگائے جاتے ہیں۔ مثلاً **الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ یارحمة للعالمین. یا شفیع المذنبین** وغیرہ ان نعروں کا ثبوت قرآن وحدیث سے مل سکتا ہے یا نہیں اور ایسے نعرے لگانے جائز ہیں یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہوں تو اصرار کرنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے۔

اس ضمن میں ایک نعرہ الصلوۃ والسلام علیک یاحیات النبی لگایا جاتا ہے آیا اس نعرے کا کوئی مطلب نکلتا ہے یا نہیں اور یہ جملہ لغوی طور پر بھی صحیح ہے یا نہیں۔ اس معاملے میں قرآن وحدیث وفقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمایا جاوے تاکہ صحیح راستہ اختیار کیا جا سکے۔

---

۱) لما فی رد المحتار أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوش جهرهم علی نائم او مصل أو قاری کتاب الصلوة مطلب فی رفع الصوت بالذکر ٥٢٥/٤ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

﴿ج﴾

نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے سوا باقی تمام نعرے بدعت واجب الترک ہیں۔اس بدعت میں جو لوگ مبتلا ہوں ان کو نرمی سے سمجھایا جائے اور بدعت کا معنی اور تعریف سمجھا کر ان کو باز رکھا جائے[1]۔کیونکہ ہماری استطاعت تو سمجھانے تک محدود ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

١) لما فی الدر المختار (ومبتدع)أی صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی الله علیه وسلم لا بمعاندة بل بنوع شبهة الخ کتاب الصلوة باب الامامة ٢/٣٥٦، ٣٥٧ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

وکذا فی حلبی کبیر والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقده اهل السنة والجماعة کتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٤ سعیدی کتب خانه.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٣ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

باب فی السنن والنوافل

جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنتوں کا حکم

﴿س﴾

صبح کی جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں صبح کی سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اگر جماعت میں شامل ہونے کا امکان ہو اگر چہ التحیات ہی میں تو سنتیں پڑھ لے ورنہ چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور سورج نکلنے پر ان کی قضا ہے مگر بکر کہتا ہے کہ اگر جماعت کھڑی ہو تو سنتیں نہ پڑھنی چاہئیں اور نہ سورج نکلنے پر ان کی قضا واجب ہے۔ براہ کرم مفصل تحریر کریں۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اصح عندالاحناف یہ ہے کہ اگر چہ قعدہ ملنے کی امید ہو تب بھی سنن فجر ترک نہ کرے[1]۔ کیونکہ احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ ہاں اگر بالکل فوت جماعت کا خطرہ ہو تو پھر نہیں پڑھنی چاہئیں۔ بلکہ جماعت میں شرکت ضروری ہے۔ باقی اگر سنن رہ گئیں تو اگر فرائض بھی نہیں پڑھے۔ پھر تو تبعاً للفرائض سنتوں کو بھی بعد طلوع شمس قضا کرے۔ (ولا یقضیھا الا بطریق التبعیة)[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

---

۱) لما فی رد المحتار وقد إتفقوا علی إدراکه بإدراك التشهد، فيأتي بالسنة اتفاقاً كما أوضحه في الشر نبلا لية ايضاً كتاب الصلوة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش، ۶۱۷/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص: ۴۵۱ طبع دارلكتب العلمية بيروت.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما فی الدر المختار كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.

لما فی حاشية الطحطاوی لم تقض سنة الفجر إلا بفوتها مع الفرض كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص: ۴۵۳ طبع ،دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱۳۱/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

فجر کی جماعت قائم ہو چکنے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) فجر کی جماعت کھڑی ہے ایک صاحب آتے ہیں اور سنت پڑھنا چاہتے ہیں۔ دوسرے صاحب ان کو منع فرماتے ہیں اور قرآن پاک کی سورۃ اعراف کی آخری آیات سناتے ہیں۔ و اذا قرئ القران اور ایک حدیث مشکوۃ شریف کی اور کہتے ہیں جہاں تک امام کی آواز جائے وہاں تک نہیں پڑھ سکتا ہے۔ لیکن پہلے صاحب فرماتے ہیں ایک طرف کونے میں پڑھ سکتا ہے۔

(۲) اگر یہ سنت کسی وجہ سے رہ جائیں تو ان کو کس وقت ادا کرے۔ مفصل جواب دے کر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) احادیث شریفہ میں فجر کی سنتوں کی بڑی تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث شریف میں وارد ہے[1]۔ صلوھما وان طردتکم الخیل او کما قال دوسری حدیث میں ہے۔ رکعتا[2] الفجر خیر من الدنیا وما فیھا او کما قال۔ لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ایک شخص مسجد میں آجائے اور فجر کی جماعت کھڑی ہوگئی ہو اور سنتیں نہ پڑھ چکا ہو۔ تب اگر اس کو گمان ہو کہ مجھے سنتوں کے پڑھ لینے کے بعد آخری رکعت مل جائے گی اور ایک قول کے مطابق تشہد میں شامل ہو جاتے[3] کا اس کو

---

۱) لما فی العنایہ علی ھامش فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب النوافل ۳۸۵/۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی العنایۃ علی ھامش کتاب الصلوۃ باب إدراك الفریضۃ ۴۱۴/۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی البنایۃ علی شرح الھدایہ کتاب الصلوۃ باب إدراك الفریضۃ ۵۶۹/۲ طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان.

۲) لما فی صحیح المسلم باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر والحث علیھما ۲۵۱/۱ طبع قدیمی کتب خانہ. وکذا فی العنایۃ علی ھامش کتاب الصلوۃ باب إدراك الفریضۃ ۴۱۴/۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

۳) لما فی رد المحتار وقد إتفوا علی إدراکہ بإدراك التشھد، فیأتی بالسنۃ اتفاقاً کما أوضحہ فی الشر نبلا لیۃ ایضاً کتاب الصلوۃ مطلب ھل الاسائۃ دون الکراھۃ أو أفحش، ۶۱۷/۲ طبع مکتبہ رشیدیہ جدید. وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب إدراك الفریضۃ ص: ۴۵۱ طبع دارلکتب العلمیۃ بیروت.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب ادراك الفریضۃ ۱۲۹/۲ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

گمان ہوتو ایسی صورت میں مسجد سے باہر اگر جگہ ہو یا کسی ستون کے پیچھے سنتیں پڑھ لے اور جماعت میں اس کے بعد شریک ہو جائے تا کہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں ۔ کیونکہ نماز فرض کے بعد تو سنتیں پڑھنی مکروہ ہیں۔ کما قال فی الهدایه ومن انتهى الى الامام فی صلوة الفجر وهو لم يصل ركعتى الفجر ان خشی ان تفوته ركعة. ويدرك الاخرى يصلى ركعتى الفجر عند باب المسجد ثم يدخل لانه امكنه الجمع بين الفضيلتين وان خشى فوتها دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم[1]. الخ.

(۲) اگر فجر کی سنتیں رہ جائیں تب طلوع آفتاب سے قبل تو ادا نہ کرے۔ کیونکہ وقت مکروہ ہے اور سورج کے چڑھ جانے کے بعد زوال سے قبل امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو پڑھنا چاہیے اور شیخین کے نزدیک ان کی قضاء کوئی نہیں ہے۔ کما قال فی الهداية واذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس الخ[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
۳ ذوالحج ۱۳۸۷ھ

فجر کی کتنی جماعت ملنے کی امید ہو تو سنتیں پڑھ لے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بالکل چھوٹی سی مسجد میں صبح کی نماز کے لیے جماعت کھڑی ہو چکنے کے بعد مسجد میں زید اور بکر داخل ہوتے ہیں ۔ زید مسجد میں دو رکعت سنت ترک کر کے فرضوں کی ادائیگی کے لیے جماعت میں شامل ہو کر بعد فرضوں کے دو رکعت سنت ادا کرتا ہے۔

---

۱) الهداية كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۵۹/۱ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فى البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۵۶۹/۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۴۱۴/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئته.

۲) الهداية كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۵۹/۱ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فى البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۵۶۹/۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۴۱۴/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئته.

بکر مسجد میں ہی دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد جماعت میں شامل ہوا مگر دونوں رکعتیں فرضوں کی چلی گئیں۔ صرف التحیات میں جماعت کے ساتھ ملا۔ کبھی کبھار ایک رکعت فرض میں شامل ہو گیا۔ جناب فرمایئے کہ ان دونوں یعنی زید اور بکر میں سے کس نے صحیح عمل کیا۔

﴿ج﴾

اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہے تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں علیحدہ ہو کر پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہو جاوے۔ یعنی جب تک ایک رکعت ملنے کی امید ہو اس وقت سنن کا ترک جائز نہیں اگر پہلے نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اس لیے کہ فرض پڑھنے کے بعد سنن فجر کا طلوع شمس سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر قضاء کرنی ہے تو طلوع شمس کے بعد کرنی چاہیے۔ ورنہ ضرورت تو اس کی بھی نہیں ہے کیونکہ مستقلاً سنتوں کی قضا نہیں۔ **واذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها والا لا ولايقضيها الا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده اما اذا فاتت احدهما فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح امابعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال الخ. وقالا لايقضى وان قضى فلابأس به الخ.** [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

سنتیں پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہونے والا سنتیں کب پڑھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی شخص صبح کی نماز میں سنتیں پڑھے بغیر فرض نماز میں امام کے پیچھے شامل ہو جاتا ہے۔ آیا اب وہ فرض نماز کے بعد سنتیں ادا کر سکتا ہے یا کس وقت سنتیں ادا کر سکتا ہے۔

---

۱) لما في الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة مطلب هل الاساءة دون الكراهة أو أفحش، ۶۱۹/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في فتح القدير شرح الهداية كتاب الصلوة باب ادارك الفريضة ۴۱۶/۱، ۴۱۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

﴿ج﴾

درمختار میں ہے **ولایقضیھا الابطریق التبعیة** (۱) یعنی فجر کی سنتوں کی قضا نہیں ہے مگر جب کہ فرض کے ساتھ ہو۔اس صورت میں زوال سے پہلے پہلے قضا کرے۔اگر تنہا سنت فوت ہوں تو اس کی قضا نہیں۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تو کسی وقت بھی قضا کے قائل نہیں نہ قبل طلوع شمس نہ بعد طلوع شمس اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد طلوع شمس زوال سے پہلے پہلے پڑھنا بہتر ہے۔ **واذا فاتته رکعتا الفجر لا یقضیھما قبل طلوع الشمس لانه یبقی نفلا مطلقا وھو مکروہ بعدالصبح ولا بعد ارتفاعھا عندابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد احب الی ان یقضیھما الی الزوال** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سنتِ فجر کے لیے جگہ مختص کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فجر کی دو رکعت سنت جماعت ہونے کی صورت میں کس جگہ ادا کرنی چاہئیں۔اگر مسجد کے صحن میں صرف چار صفوں کی جگہ ہو اور جماعت ایک صف میں کھڑی ہے باقی صفیں خالی ہیں تو باقی صفوں پر سنت ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں اور اس مقصد کے لیے یعنی سنتوں کو الگ جگہ ادا کرنے کے متعلق مندرجہ ذیل مسئلہ درست ہے یا نہ مثلاً ایک مسجد کو بنائے ہوئے پندرہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔اس کے صحن میں صرف چار صفیں تھیں اور چار صفوں کے پیچھے ٹوٹیاں وضوء بنانے کے لیے بھی ہوتی تھیں۔اب ٹوٹیاں نئی جگہ میں بنادی ہیں اور وہ جگہ صحن مسجد کی صرف سنت کے لیے الگ کردی جاوے یا ایک انچ کا فرق کر کے صحن میں

---

۱) الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب ادراك الفریضة۔ ص ۶۱۹، ج۲، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح۔ کتاب الصلوۃ۔ باب ادراك الفریضة ص ۴۵۳، طبع دارالکتب العلمیه، بیروت۔ وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلاۃ، باب ادراك الفریضة، ص ۱۳۱، ج۲، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۲) الهدایة کتاب الصلوۃ باب إدراك الفریضة ۱/۱۵۹، ۱۶۰ طبع مکتبه رحمانیه لاهور.

وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار باب إدراك الفریضة مطلب هل الاسائة دون الکراهة أو أفحش، ۲/۶۱۹ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب ادراك الفریضة ۲/۱۳۱طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

شامل نہ کرنے کی غرض سے بنادی جاوے۔ تو امیں فجر کی سنتیں با کراہت درست ہیں یا نہیں۔۔۔ نیز تقریباً چھ ماہ یا کم وبیش عرصہ ہو گیا کہ لوگ اس میں بیٹھے رہتے تھے کہ مسجد کا صحن پانچ صفوں کا ہو جاوے گا اور متولی مسجد نے بھی ایک دفعہ غسلخانہ بنانے کے لئے جگہ دونا یا تو یہ کہا یہاں تک پانچ صفیں ہو جاویں گی اس سے آگے غسلخانے بنادیں۔ لیکن مسجد کا صحن ابھی نہیں بنایا اور وہ جگہ اسی طرح الگ ہے۔ اس طرح کہنے سننے سے نیت تو نہیں ہوئی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بہتر یہ ہے کہ سنت فجر خارج از مسجد ادا کی جائے[1] یا اگر مسجد میں پڑھی جائے تو کسی حائل کے پیچھے پڑھنی چاہئیں[2]۔ جماعت کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے[3]۔ اگر خارج از مسجد کوئی موقع نہ ہو تو جماعت اگر اندر کے حصہ میں ہو رہی ہو تو باہر پڑھیں اور اگر باہر ہو رہی ہو تو اندر پڑھیں۔ مجبوری

---

۱) لما فی الدر المختار لا يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكانا وإلا تركها كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۲/۶۱۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه جديد.
وكذا في الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱/۱۵۹ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا في العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱/۴۱۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما في رد المحتار فان لم يكن على باب المسجد موضع للصلوة يصليها في المسجد خلف سارية من سوارى المسجد كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة مطلب هل الاساءة دون الكراهة أو إفحش ۲/۶۱۷ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا في العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱/۴۱۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في البناية على شرح الهدايه كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۲/۵۶۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) لما في البناية على شرح الهداية وقال فخر الاسلام وأشدها كراهة أن يصلي مخالطاً للصف مخالفا للجماعة كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۲/۵۶۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا في العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱/۴۱۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في حلبي على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص: ۴۱۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

میں ایسا بھی درست ہے کہ پیچھے کی صفوف میں سنت پڑھیں' بہرحال چھوڑنا سنت کو نہ چاہیے۔ جب تک جماعت کا کوئی جز ول سکے[1]۔ باقی مسجد کا بقیہ حصہ اگر ابھی تک مسجد میں شامل نہیں کیا گیا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ حصہ مسجد ہے تو اس کو سنتیں پڑھنے کے لیے مخصوص کرنا درست ہے۔

جمعہ کے فرضوں کے بعد والی سنتوں کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز میں ۴ رکعت نماز سنت ۲ رکعت نماز فرض اور پھر ۶ رکعت نماز سنت یعنی ۴ اور ۲ یہ جو چار سنتیں فرضوں کے بعد ہیں۔ کیا یہ سنتیں مؤکدہ ہیں یا غیر موکدہ، نہ پڑھنے کی صورت میں نماز مکمل ہوگی یا نہیں۔

﴿ج﴾

جمعہ کی پہلی سنت اور بعد کی چار مؤکدہ ہیں۔ لیکن فرضوں کے بعد چھ بہتر ہیں۔ چار پہلے اور دو پیچھے **وسن مؤكدا اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها بتسليمة**[2] **وذكر الطحاوى عن ابى يوسف انه قال يصلي بعد هاستا. الخ. ثم ركعتين**[3]

سنن مؤکدہ کو ترک کرنا درست نہیں' حتی الوسع پڑھنا چاہیے **ولهذا كانت السنة المؤكدة قريبة من الواجب في لحوق الاثم كما في البحر ويستوجب تاركها التضليل واللوم كما في التحرير اى على**

---

۱) لما فى رد المحتار وقد إتفقوا على إدراكه بإدراك التشهد، فيأتى بالسنة اتفاقاً كما أوضحه فى الشر نبلا لية ايضاً كتاب الصلوة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش، ۶۱۷/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص: ۴۵۱ طبع دارلكتب العلمية بيروت.

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب النوافل ۵۴۵/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا في العالمگيريه كتاب الصلوة الباب التاسع فى النوافل ۱۱۲/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۸۳/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) بدائع الصنائع كتاب الصلوة فصل وأما الصلوة المسنونة ۲۸۵/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

سبیل الاصرار بلا عذر [1] اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ سنت مؤکدہ کا تارک موجب عتاب اور سرزنش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فجر کی جماعت کے وقت سنتیں پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی جماعت کھڑی ہے۔ ایک آدمی آیا اس کو یقین ہے کہ صبح کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے گا۔ اب وہ پہلے سنتیں پڑھے یا سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمادیں۔

﴿ج﴾

سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہے تب بھی سنت ترک کرنا درست نہیں [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) رد المحتار كتاب الصلوة باب النوافل مطلب فى السنن والنوافل ۵۴۵/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى التاتارخانيه إذا ترك السنن إن تركها بعذر فهو معذور وإن تركها بغير عذر لايكون معذوراً فيها ويسال الله يوم القيمة عن تركها كتاب الصلوة مسائل التطوع ۶۴۴/۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فى البحر الرائق وقد اتفقوا على انه يأثم بتركها كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۸۶/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما فى رد المحتار وقد إتفقوا على إدراكه بإدراك التشهد، فيأتى بالسنة اتفاقاً كما أوضحه فى الشرنبلالية ايضاً كتاب الصلوة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش، ۶۱۷/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص: ۴۵۱ طبع دارلكتب العلمية ، بيروت.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

عرفہ کے روز نوافل کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نوافل پڑھنے میں کسی معین دن کی احادیث وفقہ میں تاکید بھی آئی ہے کہ اس دن میں نوافل پڑھنا ہر شخص کے لیے ضروری ہو اور اس میں ثواب بھی زیادہ ہو۔ جیسا کہ عوام میں مشہور ہے کہ حج کے دن (یوم عرفہ) نوافل پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی نہ پڑھے تو ملامت کی جاتی ہے اور برا سمجھا جاتا ہے۔ نیز عوام الناس میں مشہور ہے کہ حج کے دن نوافل سہ بار سورۃ فاتحہ بغیر ضم سورۃ اخری کے پڑھے جائیں۔ کیا ان دونوں صورتوں کا کہیں ثبوت ہے یا نہیں اگر ہے تو صرف مکہ معظمہ میں یا ہر جگہ نیز صورۃ ثانیہ کا جواب اگر ثبوت میں ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے یا سنت یا جواز کے درجہ میں ہے۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو اس پر عمل کرنے والے کو مبتدع کہیں گے یا نہیں۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرفہ کے دن نوافل پڑھنا ضروری نہیں ہیں بلکہ دیگر ایام جیسے اس میں بھی اختیار ہے چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ اس دن میں نوافل ضروری جاننا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے۔ ضروری جاننے والا مبتدع ہے[1]۔ باقی ضم سورۃ اخری سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت نفل میں واجب ہے[2]۔ عوام الناس کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ حج کے دن کے نوافل میں ضم سورۃ نہیں ہے۔ فقہ کی کتابوں میں یوم عرفہ کے نوافل کا کوئی استثناء نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لما فی الدر المختار (ومبتدع) ای صاحب بدعة وهی إعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی الله علیه وسلم لا بمعاندة بل بنوع شبهة کتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۶/۲، ۳۵۷ طبع مکتبه رشیدیه جدید. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ومبتدع) بارتکابه ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم أو عمل او حال بنوع شبهة کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۱/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۲) لما فی البحر الرائق (وکل النفل والوتر) ای القراءة فرض فی جمیع رکعات النفل والوتر کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل؛ ۹۹/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۴۳۳/۱ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة فصل فی النوافل ص: ۳۸۴ طبع سعیدی کتب خانه.

کیا عشاء کے بعد پڑھے گئے نوافل کو تہجد میں شمار کرنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ عشاء کی نماز ۴ سنت ۴ فرض ۲ سنت ۲ نفل پڑھنے کے بعد نماز تہجد ۲-۲ رکعت ۳ وتر پڑھتا ہے- یعنی وقفہ ایک منٹ کا ہوتا ہے- عشاء کے وقت میں ہی پڑھ لیتا ہوں آیا یہ درست ہے یا کہ نہیں- اس کے متعلق فرمائیں اور مسئلہ کی وضاحت کریں-

﴿ج﴾

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عشاء کے بعد جو نوافل پڑھے جائیں گے وہ نماز تہجد میں شمار ہوں گے اور ثواب تہجد کا اس سے حاصل ہو جائے گا جیسا کہ شامی میں حدیث طبرانی سے نقل کی ہے- وروی الطبرانی مرفوعاً لابد من صلوٰۃ بلیل و لو حلب شاۃ و ما کان بعد صلوۃ العشاء قبل النوم-(۱) صورت مسئولہ میں جو طریقہ لکھا ہے یہ درست ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صبح دو سنت بعد از فرض جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہے تو جو لوگ منع کرتے ہیں ان کو کیا کہنا چاہیے بعد از فرض سنتیں پڑھنے کو جائز کہنے والے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرض کے بعد سنت شروع کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا پڑھتے ہو تو صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سنت پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا- اس کا پھر کیا جواب ہوگا برائے مہربانی جواب مفصل تحریر کریں-

---

۱) ردالمحتار، کتاب الصلوۃ باب الوتر والنوافل مطلب فی صلوۃ الیل- ص ۵٦٦، ج۲، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ (جدید) وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوۃ- باب صلوٰۃ الوتر والنوافل- ص ۹۲، ج۲، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ-

﴿ج﴾

صبح کی سنتیں اگر رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد قضاء کر لینا مستحب ہے[1] اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے سنتیں یا نوافل پڑھنا مکروہ ہے[2]۔ بخاری ج ۱ص ۸۲ حدیث نمبر ۵۸۱[3] بخاری ومسلم میں صریح حدیث ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: **شهد عندی رجال مرضيون وارضاهم عندی عمران النبی صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلوة بعد الصبح حتى تشرق الشمس**۔ الحدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جب تک سورج چمکنے نہ لگے اور جو لوگ جواز کے لیے صحابی کی دلیل پیش کرتے ہیں انھیں ہمارے ہاں بھیج دیں۔ صحابی کا عمل بتا دیا جائے گا اور پوری طرح سمجھا دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سنن غیر مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ''ثنا'' کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سنن غیر مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور دعا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) لما فی الهدايه وقال محمد احب الى ان يقضيهما إلى وقت الزوال كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱/۱۶۰ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فی رد المحتار وقال محمد أحب إلى أن يقضيها إلى الزوال كما فی الدرر وقيل هذا قريب من الاتفاق كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش ۲/۶۱۹طبع رشيديه جديد. وكذا فی البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۲/۵۷۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

۲) لما فی الهدايه وإذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس لانه يبقى نفلاً مطلقاً وهو مكروه بعد الصبح كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱/۱۵۹، ۱۶۰طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فی البناية على شرح الهدايه كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۲/۵۷۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت. وكذا فی رد المحتار كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة مطلب هل الاساءة دون الكراهة أو أفحش ۲/۶۱۹ طبع مكتبه، رشيديه جديد.

۳) لما فی فتح البارى شرح صحيح البخارى كتاب مواقيت الصلوة باب الصلوة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس حديث: ۵۸۱، ۲/۲۵۲ طبع دارالفكر للطباعة والنشر والتوزيع.
وكذا فی الهداية تقدم تخريجه تحت مذكوره بالا حاشيه: ۲.

﴿ج﴾

و فی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم و یستفتح و یتعوذ - روایت بالا سے معلوم ہوا کہ سنن غیر مؤکدہ میں جب چار رکعات کی نیت کرے تو قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھے - اسی طرح تیسری رکعت کو سبحانک اللهم سے شروع کرے[1] - فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عشاء کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ عشاء کے بعد چار رکعت سنت پڑھ لینا اولیٰ ہے یا دو رکعت - السنة رکعتان قبل الفجر و اربع قبل الظهر..... و اربع قبل العشاء و اربع بعدها و ان شاء رکعتین والاصل فیه قول النبی صلی الله علیه وسلم من ثابر علی ثنتی عشر رکعة .. الخ و فی غیره ذکر الاربع فلهذا خیر الاان الاربع افضل - خصوصاً عند ابی حنیفة علی ما عرف من مذهبه[2] - براہ کرم تحقیق مسئلہ حوالہ کتب سے رہنمائی فرمائیں - والسلام خیر الکلام -

﴿ج﴾

چار رکعت اولیٰ ہیں اگر چہ سنت مؤکدہ دو ہی ہیں[3] - دوسری دو رکعت سنت مؤکدہ نہیں بلکہ دو رکعت مستحب میں سے شمار ہو جائیں گی اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے - لان المؤکدة مع الزیادة افضل من المؤکدة فقط - ایک تحریمہ سے مؤکدۃ مع الزیادۃ ادا ہو سکتے ہیں جیسا کہ فتح القدیر والے نے ثابت کیا ہے - لان الاربع افضل من رکعتین بالاجماع بل کلام الکل فی هذا المقام یفید ما قلنا اذ لاشک فی ان الراتبة بعد العشاء رکعتان والاربع افضل فتح القدیر مصری[4] الخ -

---

۱) الدر المختار (وفی البواقی)من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ویستفتح ویتعوذ کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۵۵۲/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی الهندیه کتاب الصلوة الباب التاسع فی النوافل ۱۱۳/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی البحر الرائق باب الوتر والنوافل ۸۶/۲،۸۷طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۲) الهدایه باب النوافل ج۱، ص ۱۲۷، طبع مکتبه امدادیه، ملتان

۳) لما فی البحر الرائق والسنة قبل الفجر وبعد الظهر والمغرب والعشاء رکعتان کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۸۳/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۵٤٦/۲ طبع رشیدیه کوئٹه. وکذا فی البنایة علی شرح الهدایه کتاب الصلوة باب النوافل ۵۰٦/۲طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

٤) فتح القدیر کتاب الصلوة باب النوافل ۳۸۷/۱،۳۸۸ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی چلپی علی هامش فتح القدیر کتاب الصلوة باب النوافل ۳۸۷/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

شکرانہ کے نوافل کی جماعت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نفل شکرانہ بصورت جماعت ادا کیے جا سکتے ہیں۔ نیز وقت کے متعلق بھی وضاحت فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بصورت جماعت درست نہیں اس سے احتراز لازم ہے(۱)۔ اپنے طور پر اگر کوئی شخص بغیر کسی اہتمام کے نفل پڑھ لے یا سجدہ شکر بجالائے تو اس کی گنجائش ہے۔ اوقات مکروہہ میں نوافل درست نہیں (۲)۔
بہرحال مسئولہ صورت درست نہیں اور دین میں اپنی طرف سے ایک نئی چیز کا اضافہ نہ کریں کہ یہ بدعت اور گمراہی ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کی جماعت سے قبل اور عصر ومغرب کے درمیان نوافل کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ
(۱) ایک آدمی مسجد میں داخل ہوتا ہے جبکہ صبح کی اذان ہو چکی ہے تو کیا وہ جماعت سے قبل وضو کے نفل یا کسی اور قسم کے نفل ادا کرسکتا ہے یا نہیں۔

---

۱) لما فی الدر المختار (ولا یصلی الوتر) لا (التطوع) بجماعۃ خارج رمضان أی یکرہ ذالك علی سبیل التداعی کتاب الصلوۃ باب الوتر والنوافل ۲/۴۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الوتر والنوافل ص:۳۸٦ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت ،لبنان۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/٦۰٤ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔
۲) وکرہ تحریما...... صلاۃ مطلقاً ولو قضاءً أو واجبۃ أو نفلاً أو جنازۃً وسجدۃ تلاوۃ وسھو مع شروق ...... واستواء وغروب إلا عصر یومہ الدر المختار کتاب الصلوۃ ۱/۳۷۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ ۱/۲۲۸ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
۳) وعن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من أحدث فی أمرناھذا ما لیس منہ فھو رد متفق علیہ مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص:۲۷ طبع قدیمی کتب خانہ۔

(۴) ایک آدمی مسجد میں آتا ہے جبکہ صبح کی جماعت کھڑی ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے کہ وہ پہلے سنت ادا کرے۔ پھر جماعت میں شامل ہو جائے پھر جماعت کے ختم ہونے کے بعد جبکہ نماز کا وقت بھی ہے تو وہ سنت ادا کر سکتا ہے یا سورج نکلنے کے بعد ادا کرے۔

(۴) نماز جمعہ ختم کرنے کے بعد جو چھ سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ پہلے چار سنتیں پڑھنی چاہئیں یا دو سنت۔

(۵) عصر اور مغرب کے فرضوں کے درمیان نفل پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر نفل نہیں پڑھ سکتا تو پچھلی قضاء ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔ جبکہ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سورج کے پیلا پڑنے کے سبب عصر کا مکروہ وقت شروع نہ ہوا ہو۔

ج

(۱) صبح صادق کے بعد کوئی نفل سوائے سنت فجر یا قضاء کے درست نہیں ہے۔ و اما الوقتان الأخران – الخ – فانه يكره فيهما التطوع فقط و لا يكره فيهما الفرض – الخ – و هما اى الوقتان المذكوران ما بعد طلوع الفجر الى ان ترتفع الشمس فانه يكره فى هذا الوقت النوافل كلها الاسنة الفجر – الخ – و ما بعد صلوة العصر الى غروب الشمس لحديث ابن عباس۔ [1]

(۲) اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہو تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں صبح کی علیحدہ ہو کر پڑھ لے۔ پھر جماعت میں شریک ہو جائے۔ (و اذا خاف فوت) ركعتى (الفجر لا شتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة اكمل (والا) بان رجا ادراک ركعة ..... (لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد ان وجد مكانا۔ [2]

---

۱) غنية المستملى فروع فى شرح الطحاوى ص:۲۳۸، ۲۳۹ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى الدر المحتار كتاب الصلوة ۲/ ۴۵ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى الهداية كتاب الصلوة فصل فى الاوقات التى تكره فيها الصلوة ۱/ ۸۳ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۲/ ۶۱۶، ۶۱۷ طبع مكتبه رشيديه كوئته جديد.
وكذا فى الهدايه كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱/ ۱۵۹ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فى العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱/ ۴۱۴ طبع مكتبه رشيديه كوئته.

(۳) اگر پہلے سنت نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اگر پڑھے تو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے- **ولا يقضيها الا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده في الاصح** [1]
(وقال في رد المحتار) و اما اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح و اما بعد طلوع الشمس فكذلك عنده و قال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال۔ [2]

(۴) دونوں طرح جائز ہے [3]۔

(۵) نماز عصر کے بعد سوائے قضاء کے کوئی نفل نماز درست نہیں [4]۔ (حوالہ بالا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رمضان شریف کے شبینہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان شریف کے مہینہ کے آخری عشرہ میں شبینہ کے طور پر ایک رات میں قرآن پاک پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ ختم نماز تراویح کے علاوہ نفل میں ہو تو بوجہ اس کے کہ نفل میں بہت سے افراد کے ساتھ جماعت کرانے

---

۱) الدرالمختار، كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش، ۶۱۹/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص:۱۳۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت. وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في فتح القدير على شرح الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص:۴۱۶، ۴۱۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما في الدرالمختار، كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش، ۶۱۹/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص:۱۳۱ طبع دارالكتب العلمية، بيروت. وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في فتح القدير على شرح الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص:۴۱۶، ۴۱۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) لما في البحر الرائق وعن ابي يوسف انه ينبغي أن يصلي اربعاً ثم ركعتين كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۸۷/۲ طبع مكتبه، رشيديه كوئٹه.

۴) تقدم تخريجه تحت حاشيه ۱: ص:۴۰۲.

میں کراہت ہے[1] اس لیے اس کا ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ ختم نماز تراویح میں ہو تو فی نفسہ اگرچہ جائز ہے۔ تب بھی چند مفاسد کے لزوم کی وجہ سے اسے ترک ہی کرنا زیادہ مناسب ہے۔ مفاسد مثلاً (تخفیف صلوٰۃ کا حکم جو امام کو دیا گیا ہے[2] اس کے خلاف لازم آتا ہے۔ جلدی کی وجہ سے حروف قرآن کو صحیح ادا نہیں[3] کیا جاتا' فخر و نمود اور اجرت مالی کا حصول وغیرہ) کے علاوہ تمام نامناسب امور سے بچ کر اگر کوئی شخص ایسا کر سکتا ہے تو یہ عمل جائز ہوگا۔

امام کس طرف رُخ کر کے دعاء مانگے

﴿س﴾

کیا ارشاد فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کی بابت کہ جب امام نماز سے سلام کے ساتھ فارغ ہوتا ہے۔ بعد ازاں دعا مانگتا ہے لیکن دعا مانگتے وقت امام اپنا منہ قبلہ شریف کی سمت ہی رکھتا ہے۔ اور مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا نہیں مانگتا تو آیا ایسے امام کو پتھر مارنے کا حکم ہے یا نہیں اگر ہے تو بمعہ حوالہ تحریر فرمادیں۔ دیگر ترک سنت یا ترک مستحب کے تحریر فرمانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف فتویٰ یہی چاہیے کہ آیا جو امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا نہیں مانگتا اس کو پتھر مارنے کا حکم ہے یا ویسے ہی لایعنی کلمہ مشہور ہے۔ وضاحت ارشاد فرمادیں۔ فقط والسلام۔

---

۱) لما فی الدر المختار (ولا يصلى الوتر و)لا التطوع بجماعة خارج رمضان أى يكره ذالك على سبيل التداعی كتاب الصلوة ،باب الوتر والنوافل ۶۰۴/۲طبع مكتبه رشيديه جديد . وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۱۲۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ص:۲۸۶طبع دارالكتب العلمية بيروت ،لبنان.

۲) لما فی مشكوة المصابيح عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال : رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى أحدكم للناس فليخفف فان فيهم السقيم والضعيف والكبير وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطول ماشاء متفق عليه كتاب الصلوة باب ما على الامام الفصل الاول ص:۱۰۱ طبع قديمی كتب خانه.

۳) لما فی ردالمحتار قوله هذرمة بفتح الهاء وسكون الذال المعجمة وفتح الراء سرعة الكلام والقراءة كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل مبحث التراويح ۶۰۳/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. جديد
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی التراويح ص:۴۱۶ طبع دارالكتب العلمية بيروت.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۱۶۱/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. جديد

﴿ج﴾

عصر و فجر میں اولی و افضل ہے کہ مقتدیوں کی طرف[1] رخ کرے اور دعا مانگے اور اس کا خلاف کرنے پر کوئی بھی قابل رجم کے نہیں ہوتا جو پتھر مارنے کا کہتا ہے وہ سخت غلطی پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ شعبان ۱۳۸۲ھ

---

۱) لما في الدر المختار خيره في المنية بين تحويله يميناً وشمالاً وأماماً وخلفاً وذهابه لبيته واستقباله بوجهه ولو دون عشرة مالم يكن بحذاله مصل ولو بعيداً على المذهب كتاب الصلوة فصل مطلب فيما لوزاد على العدد الوارد في التسبيح عقيب الصلوة ۲/۳۰۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. جديد

وكذا في بدائع الصنائع كتاب الصلوة فصل في بيان ما يستحب للامام ۱/۱۵۹، ۱۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ص: ۳٤۰ طبع سعيدى كتب خانه.

باب فی الدعاء بعد الصلوٰۃ

سلام پھیرنے کے بعد امام کس جانب رخ کر کے بیٹھے

﴿س﴾

سلام پھیرنے کے بعد امام کا رخ کدھر ہونا چاہیے۔

﴿ج﴾

فقہاء نے اس میں اختیار دیا ہے کہ خواہ داہنی طرف کو ہو کر بیٹھے اور خواہ بائیں طرف کو اور خواہ مستقبل الی الناس مستدبر قبلہ ہو کر بیٹھے درمختار میں ہے۔ **وفی الخانية يستحب للامام التحول ليمين القبلة يعني يسار المصلي الخ خيره في المنية بين تحويله يمينا وشمالا الخ واستقباله الناس بوجهه** [1] اکثر فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنی طرف ہو کر بیٹھنے کا تھا۔ **كما ذكره الشراح وعليه عمل اكابرنا** کذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند جدید ص ۱۹۳ [2] البتہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں روبقبلہ دعا مانگ کر سنتوں کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

---

۱) لما في الدر المختار كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۲/۳۰۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه جديد.
وكذا في بدائع الصنائع كتاب الصلوة فصل وأما بيان ما يستحب للامام ۱/۱۵۹، ۱۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في حلبی كبير كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ص: ۳٤۰ طبع سعيدی كتب خانه.

۲) وكذا في فتاوی دارالعلوم ديوبند كتاب الصلوة ۲/۱۹۳ طبع دارالاشاعت اردو بازار لاهور.

۳) لما في رد المحتار وإن كان بعدها تطوع وقام يصليه يتقدم أو يتأخر أو ينحرف يمينا أو شمالاً أو يذهب إلى بيته فيتطوع ثمه كتاب الصلوة مطلب فيما لو زاد على العدد الوارد في التسبيح عقيب الصلوة ۲/ن۳۰۲،۳۰۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في بدائع الصنائع كتاب الصلوة فصل وأما بيان ما يستحب للامام ۱/۱۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في حلبی كبير كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ص: ۳٤۱، ۳٤۲ طبع سعيدی كتب خانه.

سنن کے بعد بہ ہیئتِ اجتماعیہ دعاء کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سنن کے بعد امام اور مقتدیوں کا بہ ہیئت اجتماعی دعا مانگنا سنت ہے یا بدعت ہے۔ علماء دیوبند میں سے تو ایک ممتاز عالم دین جو حضرت مولانا خیر محمد صاحب ہیں انھوں نے تو نماز حنفی میں بدعت قرار دیا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ (۱) لکھتے ہیں ''اس میں کوئی شک نہیں کہ نوافل کے بعد دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔ اور کبھی اتفاقاً کسی نے امام کے ساتھ مانگ لی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کلام تو اس میں ہے کہ ساری جماعت امام کے فارغ ہونے تک منتظر بیٹھی رہتی ہے اور اس کا اس قدر التزام کیا جاتا ہے کہ پہلے اٹھ جانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور اس پر انکار اور لعن طعن کیا جاتا ہے۔ اگر امام زیادہ دیر تک نوافل میں مشغول رہا تو بھی کافی دیر تک انتظار کی زحمت اٹھائی جاتی ہے۔ امام بھی اس کا اس قدر التزام کرتا ہے کہ اگر زیادہ دیر تک نوافل اوابین وغیرہ پڑھنا چاہتا ہے تو پہلے دعا مانگ کر مقتدیوں کو فارغ کر کے مزید نوافل میں مشغول ہوتا ہے۔ غرضیکہ امام اور مقتدیوں دونوں کی طرف سے مثل واجب کے اس کا اہتمام کیا جاتا ہے (۲)۔

پھر دعا میں بھی مخصوص طریق کا التزام کیا جاتا ہے۔۔۔ امام کے ساتھ بہ ہیئت اجتماعیہ دعا مانگنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ تابعینؒ تبع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں جس کا وجود ہی ثابت نہ ہو اسے وجوب کا درجہ دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جو امر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون مشہود لہا

---

۱) أحسن الفتاوی فرائض کے بعد دعاء ج ۳ ص: ۶۰،۶۵ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی۔

۲) لما فی الدر المختار وسجدة الشكر ...... وكل مباح يؤدى إليه فمكروه كتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۲/۷۲۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا ايضاً فی مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر كتاب الصلوة باب الدعاء فی التشهد حديث :۹٤٦،۳/۲٦ طبع دار الكتب بيروت.

وكذا فی السعاية على شرح الوقاية كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۲/۲٦٥ سهيل اكيڈمی لاهور.

وكذا فی مجموعة ۳/٤۹ طبع إدارة القرآن كراچی.

بالخیر سے ثابت نہ ہوا سے ثواب تصور کرنا یہ سمجھنے کے مترادف ہے کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے دین کو سمجھا نہیں یا پوری طرح پہنچایا نہیں اس لیے دین ناقص رہا جس کی تکمیل آج ہم کررہے ہیں۔ حالانکہ ارشاد ہے۔ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**[1] ...

آج ہم اپنے عمل سے اس آیت کریمہ کی تکذیب کررہے ہیں۔ چونکہ اکمال دین اور اتمام نعمت ہوچکا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهورد[2] اور فرمایا **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ**[3]. اور فرمایا **کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار**[4].

دو امر ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے مباح بلکہ مندوب امور بھی ناجائز ہوجاتے ہیں۔

(۱) التزام خواہ نفس فعل کا ہو یا کسی خاص زمان یا مکان یا ہیئت وکیفیت کا **قال النبی صلی الله علیه وسلم لاتختصوا لیلة الجمعة بالقیام ویوم الجمعة بالصیام وقال فی شرح التنویر کل مباح یؤدی الیه (ای الوجوب) فمکروه**[5] **وقال الطیبی فی شرح المشکوة فی التزام الانصراف عن الیمین بعد الصلوة ان من اصر علی مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان**[6].

(۲) کوئی مباح یا مندوب فعل ایسی کیفیت سے کیا جاوے کہ عبادت منصوصہ پہ زیادتی کا وہم ہو مثلاً سجدہ عبادت ہے۔ مگر نماز کے بعد موہم زیادۃ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ **قال فی الهندیة واما اذا سجد بغیر سبب فلیس بقربة ولامکروه وما یفعل عقیب الصلوة مکروه لان الجهال یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه هکذا فی الزاهدی۔**[7] اسی طرح میت کے لیے دعا مانگنا ثواب ہے۔ مگر بعد صلوۃ جنازہ کے مکروہ ہے۔ **ولایدعو للمیت بعد صلوة الجنازة لانه یشبه**

---

۱) سورة المائدة آیة:۳پاره :۲.

۲) مشکوة المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الاول ص:۲۷ طبع قدیمی کتب خانه.

۳) مشکوة المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثانی ص:۳۰ طبع قدیمی کتب خانه.

٤) مشکوة المصابیح باب الا عتصام بالکتاب والسنة الفصل الثانی ص:۳۰ طبع قدیمی کتب خانه.

٥) الدر المختار کتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۲/۷۲۰ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

٦) تقدم تخریجه تحت حاشیة :۱،ص:٤۰۷

۷) العالمگیریه کتاب الصلوة الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة ۱/۱۳٦طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۲/۲۷۰ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه (جدید)

الزيادة في صلوة الجنازة (۱)

دعا مبحوث عنہا میں عدم جواز کے دونوں سبب موجود ہیں التزام بھی اور موہم زیادۃ ہونا بھی۔ اگر یہ دعا ثابت ہوتی تب بھی ناجائز ہوجاتی چہ جائیکہ اس کا ثبوت اور وجود ہی نہ ہو۔ فقط واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

مقتدی امام کی دعاء پرآمین کہے یا خود بھی دعاء مانگے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز ختم کرنے کے بعد جب امام دعا مانگتا ہے تو امام کی آواز پر مقتدی کے لیے دو چار بار آمین کہہ دینا مسنون طریقہ ہے یا مقتدی کو کوئی مسنون دعا مانگنی چاہئے۔

﴿ج﴾

چونکہ امام کو ہدایت ہے کہ جمع کے صیغوں کے ساتھ دعا مانگے (۲) یعنی دعا صرف اپنے لیے نہ مانگے بلکہ مقتدیوں اور تمام مسلمانوں کے لیے مانگے (۳)۔ اس لیے اس کی دعا پر آمین کہنا بھی سنت ہے اور اپنی مسنون دعا مانگنا بھی سنت ہے (۴)۔

بعد از فرائض دعاء کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز فرض کے ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے یا کہ بدعت ہے اگر دعا مانگنا درست ہے تو سنت یا مستحب یا مباح اگر سنت ہے تو قولی ہے یا فعلی تفصیل کے ساتھ

---

۱) مرقلة المفاتيح كتاب الجنائز باب المشي بالجنازة والصلوة عليها حديث :۱۶۸۷، ۱۴۹/۴ دار الكتب العلمية ،بيروت لبنان.

وكذا في الفتاوى البزازيه على هامش الفتاوى العالمكيريه كتاب الصلوة الخامس والعشرون في الجنائز وفيه الشهيد ۸۰/۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) جمع کے صیغوں کے ساتھ دعا مانگنا درست ہے بحوالہ محمدیہ ۲۵/۵ طبع مکتبہ فاروقیہ کراچی.

۳) لما في قوله تعالى واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات سورة محمد آية:۱۹.

لما في رد المحتار وكان ينبغي أن يزيد ولجميع المؤمنين والمؤمنات كتاب الصلوة مطلب في الدعاء بغير العربية ۲۸۶/۲، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه .

٤) لما في كنز العمال لا يجتمع ملأ فيدعوا بعضهم ويؤمن بعضهم إلا أجابهم الله الباب الثامن في الدعاء الاكمال في إجابة الدعاء ، باعتبار الاوقات والذوات رقم الحديث :۳۳۶۷.

جواب مرحمت فرمائیں۔اس مسئلہ پر کافی فساد برپا ہے۔

﴿ج﴾

نماز فرض کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے۔[1] قبول دعا کا وقت ہے، ہاتھ اٹھا کر عاجزی سے ہر قسم کی حاجات کے لیے دعا کرنا چاہیے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے البتہ یہ ضروری نہیں کہ فوراً متصلاً مانگی جاوے بلکہ متصلاً اور بعد سنت دونوں طرح درست ہے۔البتہ بعد از سنت ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ دعاء کرنے کو زیادہ ثواب کا باعث سمجھنا بدعت ہے[2] لیکن اس کے باوجود ایسی باتوں سے فساد کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ
۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ثبوت حدیث شریف سے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں دو گروہ موجود ہیں ایک یہ کہتا ہے کہ نماز ہائے پنجگانہ وجمعہ کے بعد مجتمعاً یا منفرداًعلی سبیل الالتزام ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی احادیث

---

۱) لما فی جامع الترمذی عن ابی امامة رضی الله قال قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم أی الدعا اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات أبواب الدعوات ۱۸۷/۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

وكذا فی صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء بعد الصلوات ۹۳۷/۲ طبع قدیمی کتب خانه.

وكذا ایضاً فی الترمذی ابواب الدعوات باب بلا ترجمه ۱۸۷/۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

۲) لما فی الدر المختار والمبتدع أی صاحب بدعة وهی إعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة کتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۷،۳۵۶/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

وكذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمیة بیروت لبنان۔

وكذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۱/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

صحیحہ اور ازمنۂ مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہیں۔ (لیکن یہ گروہ بغیر ہاتھ اٹھائے مطلق دعا کا منکر نہیں ہے)
اور ایک گروہ کا دعویٰ ہے کہ نماز ہائے پنجگانہ و جمعہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی سنت اور امر لازمی ہے
اور یہ خلفشار اس علاقہ میں مدت سے چل رہا ہے جس سے عوام الناس انتہائی پریشانی میں مبتلا ہیں۔
اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا فرقہ اولیٰ کی بات صحیح ہے اور فرقہ ثانیہ کو اہل بدعت میں شمار کیا جائے
یا کہ فرقہ ثانیہ کی بات صحیح ہے اور فرقہ اولیٰ کو تارکین سنت میں شمار کیا جائے جناب عالی سے تمنا ہے کہ جس
فرقہ کی بات صحیح ہو اسے دلائل قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے تحریر فرماویں ورنہ رفع اختلاف مشکل ہے۔

﴿ج﴾

فرائض کے بعد دعا کا ثبوت احادیث میں مصرح ہے [1]۔ کثرت سے احادیث اس بارہ میں موجود ہیں حتیٰ کہ خود فریق اول بھی اس سے انکار نہیں کرتا اور جب دعاء کا ثبوت ہوگیا تو رفع یدین بھی مسنون ہوگا۔ کما ورد **عن ابن عباس رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال المسئلة ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوهما** [2] علامہ ابن جزری رحمہ اللہ حصن حصین میں لکھتے ہیں۔ **ان من آداب الدعاء رفع الیدین** [3]۔ سعایہ میں حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **الا انه لماندب الرفع (ای رفع الیدین) فی مطلق الدعاء استحبه العلماء فی خصوص هذه الدعاء (الدعاء بعد الفرائض)** [4] اور خصوص موضع میں بھی ایک روایت موجود ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ **عن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا (الحدیث)** [5] **ورواه ایضاً ابن السنی فی کتابه عمل**

---

۱) عن أبی امامة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم أی الدعآ أسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوة المکتوبات (الجامع الترمذی) ابواب الدعوات باب بلا ترجمه ۱۸۷/۲ ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وکذا فی اعلاء السنن کتاب الصلوة بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلوة ۲۰۴/۳ إدارة القرآن کراچی۔
۲) سنن أبی داؤد کتاب الصلوة باب الدعآ: حدیث: ۱۴۸۹ رحمانیه لاهور۔
۳) حصن حصین (مترجم اردو) فصل سوم دعا مانگنے کے آداب کا بیان ص: ۲۸ تاج کمپنی کراچی۔
٤) السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۲۵۸/۲ سهیل اکیڈمی لاهور۔
۵) مصنف ابن ابی شیبه کتاب الصلوة باب ۷۶، من کان یستحب إذا سلم أن یقوم او ینحرف ۳۳۷/۱ إمدادیه ملتان ولیس فیها قوله او رفع یدیه ودعا۔

الیوم واللیلۃ. [1] اس لیے فریق ثانی حق پر ہے البتہ ایسا التزام کرنا کہ اگر کسی وقت کوئی چھوڑ دے تو اس پر تشنیع کرے اچھا نہیں ہے [2]۔ لیکن ایسے تارکین کو ملامت کیا جاسکتا ہے جو ہمیشہ کے لیے ترک کریں یا اس کے ثبوت سے انکار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

حدیث شریف میں وارد دعاء اللھم انت السلام الخ میں اضافہ کا حکم

﴿س﴾

حدیث شریف کے الفاظ تو یہ ہیں۔ **اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام**، لیکن ائمہ مساجد عام طور پر سلام پھیر کر دعا کے طور پر یوں پڑھتے ہیں۔ **اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام**۔ کیا ان الفاظ کا پڑھنا جائز ہے۔ کیا ان الفاظ کا کوئی ثبوت ہے اگر کوئی امام مسجد یہ دعا پڑھے کیا اس کو روکنا چاہیے۔ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کے مطابق تفصیل سے جواب دیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

خط کشیدہ الفاظ کا ثبوت کسی حدیث میں نہیں ہے۔ مراقی الفلاح کی عبارت میں **اللھم انت السلام** کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ اس میں **والیک یعود السلام** بھی شامل ہے۔ بعض کتابوں میں یعود کی جگہ یرجع ہے۔ اس پر علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں۔ **قال فی شرح المشکوۃ** [3] **عن الجزری واما مایزاد**

---

۱) ایضاً

۲) من أصر علی أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر علی بدعة أو منكر (مرقاة شرح مشكوة كتاب الصلوة باب الدعا فی التشهد حديث: ۹۴۶، ۲۶/۳ دارالكتب علميه بيروت۔

وكذا فی السعاية فی كشف مافی شرح الوقايه كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۲۶۵/۲ سهيل اكيڈمی لاهور۔

وكذا فی مجموعة الرسائل اللكنوی، سباحة الفكر فی الجهر بالذكر ، الباب الاول فی حكم الجهر بالذكر ص: ۳۴، مجموعی ۴۹۰/۳ إدارة القرآن كراچی۔

۳) مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح كتاب الصلوة باب الذكر بعد الصلوة الفصل الاول حديث ۹۶۰ ، ۳۴/۳، ۳۵ دارالكتب بيروت۔

بعد قولہ و منک السلام من نحو والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دارک دار السلام فلا اصل لہ بل مختلف بعض القصاص انتھی۔ [1] یعنی مشکوۃ میں جزری سے منقول ہے کہ اس ذکر میں جملۂ و منک السلام کے بعد جو اس قسم کے جملے بڑھائے ہیں۔ والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام. تو ان جملوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بعض واعظوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ذکر صحیح روایات سے اس قدر ثابت ہے۔ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اوران کا پڑھنا اگرچہ ناجائز تو نہیں لیکن اس سے احتراز کرنا چاہیے اور ادعیہ ماثورہ میں صرف انہی الفاظ کو پڑھنا چاہیے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے منقول ہیں۔ اس لیے کہ جو دعائیں اور اذکار قرآن عظیم میں مذکور ہیں وہ تو اللہ جل شانہ کا مقدس کلام ہیں۔ لیکن جو دعائیں اور اذکار احادیث میں وارد ہیں وہ بظاہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ذریعہ ہی آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے متعلق قرآن کریم کی شہادت یہ ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی [3] آپ اپنی خواہشات سے کچھ نہیں بولتے وہ (جو بھی زبان سے کہتے ہیں وہ) وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ لہٰذا اللہ جل وعلی کے مقدس کلام میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے نکلی ہوئی دعاؤں اور اذکار میں جو تاثیر و برکت ہوسکتی ہے وہ کسی بھی دوسرے شخص کی زبان سے

---

۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ فصل فی الأذکار الواردۃ ص: ۳۱۱ قدیمی کراچی۔

۲) عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا سلم لم یقعد إلامقدار ما یقول اللھم أنت السلام ومنك السلام تبارکت ذالجلال والاکرام، (الصحیح المسلم کتاب الصلوۃ باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ وبیان صفۃ ۱/۲۱۸ قدیمی کراچی۔

وکذا فی مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب الذکر بعد الصلوۃ الفصل الاول ۱/۸۸ قدیمی کراچی۔ وکذا فی جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ما یقول اذا سلم ۱/۶۶ سعید کراچی۔

۳) سورۃ النجم: آیۃ: ۳۔ قال القاضی ثناء اللہ پانی پتی: وکذا کل ما یتکلم لیس منشاء ہ الھوی النفسانیۃ بل مستند إلی الوحی جلی أو خفی وان کان باجتھادہ مامور من اللہ تعالی مقرر من اللہ علیہ فھو لیس عن الھوی البتۃ۔ التفسیر المظھری سورۃ النجم آیۃ ۳۔ ۹/۱۰۴ طبع بلوچستان بکڈپو کوئٹہ۔ وکذا فی تفسیر روح المعانی سورۃ النجم آیۃ: ۳، ۲۷/۶۶ طبع دار احیاء التراث العربی سعید۔

نکلے ہوئے کلمات میں ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔ بہرحال آیات اور ادعیہ واذکار مسنونہ کے بارے میں تمام علماء متفق ہیں کہ ان کو انہی عربی الفاظ میں پڑھنا چاہیے جو قرآن وحدیث میں آتے ہیں۔ ذرہ برابر تغیر وتبدل یا کمی بیشی نہ کرنی چاہیے۔ نماز کے بعد جو دعائیں اور اذکار ماثورہ ہیں وہ حصن حصین میں مذکور ہیں۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

فرض نمازوں سے فراغت پر دعاء کا ثبوت

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعد از صلوٰۃ مفروضہ دعا مانگنا اجتماعی صورت میں ہاتھ اٹھا کر جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو اس کا ثبوت احادیث صحیحہ اور اقوال محدثین وعلماء سے دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس کا منکر سنت سے بے خبر ہے۔ ترمذی شریف میں مروی ہے۔ **عن ابی امامة قال قیل یارسول الله ای الدعا اسمع قال جوف اللیل الأخر ودبر الصلوت المکتوبات**[۱] اور حصن حصین میں بروایت ترمذی و حاکم نقل کیا ہے۔ **وبسط الیدین** [۲] اور صحاح ستہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ **ورفعهما.** [۳] پس ان احادیث صحیحہ سے ہر ایک نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور اس کا سنت ہونا ثابت ہوا اور حصن حصین میں التزام احادیث صحیحہ کا کیا گیا ہے۔ کذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند عزیز الفتاویٰ [۴] لیکن بعد سنن ونوافل کے خاص التزام کے ساتھ دعا مانگنا ثابت نہیں بدعت ہے [۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ ۸ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ

---

۱) الجامع الترمذی ابواب الدعوات باب بلا ترجمة ۱۸۷/۲ ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
۲) حصن حصین دعا مانگنے کے آداب کا بیان ص:۲۸ طبع تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی۔
۳) عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا رفع یدیه فی الدعآء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه (الجامع الترمذی کتاب ابواب الدعوات باب ما جآء فی رفع الأیدی عند الدعآ ۱۷۶/۲ سعید۔ وکذا فی سنن أبی داؤد کتاب الصلوة باب الدعآء. حدیث:۱۴۹۲، ۲۱۹/۱ رحمانیه لاهور۔
٤) فتاوی دارالعلوم دیوبند (عزیزالفتاوی) کتاب الذکر والدعاء ۱۴۹/۱ طبع دارالاشاعت کراچی۔
٥) البدعة ما أحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم أو عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً۔ رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱، مطلب البدعة خمسة أقسام، طبع سعید کراچی۔ ورحم الله طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حیث واظبوا علی أن الامام ومن معه یقومون بعد المکتوبة ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الامام عقب الفاتحة جهراً بدعآء مرة ثانیة والمقتدون یؤمنون علی ذالك وقد جری العمل منهم بذالك علی سبیل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعآ بعد السنن و النوافل باجتماع الامام والمأمومین ضروری واجب...... وأیم الله إن هذا امر محدث فی الدین۔ إعلاء السنن کتاب الصلوة بیان ما إذا فرغ من الصلوة ۲۰۵/۳ طبع إدارة القرآن کراچی۔ وکذا فی معارف السنن کتاب الصلوة بحث الدعآء بعد الصلوة ۴۰۹/۳ سعید کراچی۔

کن نمازوں میں مقتدیوں کی طرف سے امام دعاء کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ امام مسجد بعد نماز فرض ظہر کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے ہیں اور ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

فجر وعصر دو نمازوں میں امام صاحب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرے اور باقی تین نمازوں میں روبقبلہ ہو کر دعا مانگے (۱) یہ مسنون ہے ھٰکذا فی امداد الفتاویٰ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

سنن ونوافل کے بعد بہ ہیئت اجتماعیہ دعاء کرنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں ایک مسجد میں پہلے سے پیش امام ہوں۔ ہمارے علاقہ میں قدیم ایام سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ ایک دعا فرائض کے بعد امام اور مقتدی مل کر کرتے ہیں۔ پھر سنن اور نوافل کے بعد امام اور مقتدی ایک دوسرے کا انتظار کر کے اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں جس کی کیفیت یہ ہے کہ امام دعا پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔ حال ہی میں ایک عالم آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دعا ثانیہ مروجہ بدعت ہے اس لیے اسے ترک کیا جاوے۔ نیز اس سلسلہ میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی ایک کتاب نفائس مرغوبہ بھی نظر سے گزری جس میں نہایت تفصیل سے دعا ثانیہ کی تردید مدلل کی ہے اس کی تائید میں کتاب مذکور میں دیگر مشاہیر علماء کرام

---

۱) إن كان فى صلاة لا تطوع بعدها فإن شاء انحرف عن يمينه أو يساره أو ذهب الى حوائجه واستقبل الناس بوجهه مران كان بعدها تطوع وقام يصليه يتقدم أو يتأخر او ينحرف يميناً أو شمالاً أو يذهب إلى بيته فيتطوع ثمه (رد المحتار كتاب الصلوة آداب الصلوة مطلب فيما لو زاد على العدد الوارد فى التسبيح عقيب الصلوة ۱/۵۳۱ ايچ۔ايم۔سعيد۔
وكذا فى حلبى كبير صفة الصلوة ص: ۳۴۰،۳۴۱ سعيدى كتب خانه كراچى۔وكذا فى إعلاء السنن كتاب الصلوة باب الانحراف بعد السلام وكيفيته ...... ۳/۱۸۵،حديث :۹۰۷ إدرة القرآن كراچى۔
۲) إمداد الفتاوى كتاب الصلوة مسائل منثورة متعلقه بكتاب الصلوة ۱/۵۵۳، طبع دار العلوم كراچى قديم۔

کی تحریرات بھی شامل ہیں۔جس سے اس خیال کواور تقویت پہنچی۔ چنانچہ میں نے عملی طور پر اپنی مسجد میں دعا ثانیہ چھوڑ دی جس سے مقتدیوں کی ایک قلیل تعداد نے یہ بات مان لی مگر اکثر مقتدی اور عوام اس بات پر ناراض اور کبیدہ خاطر ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ دعا بھی ایک عبادت ہے۔علماء اس سے کیوں منع کرتے ہیں۔ نیز ایک اور عالم دین جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ دعا ثانیہ مستحب ہے اور دلیل میں آیات قرآنی اور احادیث پیش کرتے ہیں تو اس سے مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) مذکورہ دونوں مولوی صاحبان میں کون حق پر ہے۔

(۲) کیا دعاء ثانیہ کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت ہے اور خیر القرون میں یا ائمہ اربعہ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

(۳) اس مسئلہ میں بصورت عدم ثبوت اگر عوام کی ناراضگی کا خطرہ ہو تو کیا دعاء کرنا بہتر ہے یا نہ۔

(۴) بصورت ثبوت اس کی کیا حیثیت ہے سنت یا مستحب۔

(۵) دعا ثانیہ میں جمعہ اور اوقات خمسہ میں کوئی فرق ہے یا ایک ہی حکم ہے۔

(۶) بصورت عدم جواز کیا ثانیہ کے جواز کے قائلین کو علماء دیوبند کا پیروکار کہنا صحیح ہے۔

(۷) اگر دعا ثانیہ ناجائز ہے تو نور الایضاح۔مراقی الفلاح اور طحطاوی کی متعلقہ عبارات کا کیا جواب ہے جس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) نئے آنے والے عالم صاحب نے جو مسئلہ بتایا ہے صحیح ہے [۱]۔

(۲) کہیں بھی صحیح حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔نفائس مرغوبہ (مؤلفہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ

---

۱) ورحم الله طائفة من المبتدعين فى بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الامام ومن معه يقومون بعد المكتوبة ...... ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعوا الامام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذلك وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعآ بعد السنن والنوافل باجتماع الامام والمامومين ضرورى واجب ...... وأيم الله إن هذا امر محدث فى الدين (اعلاء السنن كتاب الصلوة بيان ما فرغ من الصلوة ۲۰۵/۳ إدارة القرآن كراچي۔

وكذا فى معارف السنن كتاب الصلوة بحث الدعآ بعد الصلوة ۴۰۹/۳ ايچ۔ايم۔سعيد كراچي۔

صاحب)[1] میں اس پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

(۳)عوام کو سمجھایا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز ناراض نہ ہوں گے۔

(۷)جہاں جہاں سے آپ کو شبہ لگا ہے بعینہ وہ عبارت لکھیے اس کا جواب دیا جائے گا۔فقط واللہ اعلم

﴿ھوالمصوب﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نوافل کے بعد دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے[2] اور اتفاقیہ طور پر بغیر التزام واصرار اور بدون قیود نامشروعہ کے کسی نے امام کے ساتھ اجتماعی طور سے دعا مانگ لی تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ہاں اگر اس کو اپنے عقیدہ میں ضروری سمجھے یا عمل میں اس کی پابندی اصرار کے ساتھ اس طرح کی جائے کہ ساری جماعت امام کے فارغ ہونے تک منتظر بیٹھی رہے اور پہلے اٹھ جانے کو معیوب اور اس کے تارک کو قابل ملامت وطعن وتشنیع قرار دیا جائے اور دعا کے لیے اس مخصوص طریق کا جو سوال میں درج ہے۔التزام کیا جائے۔تو یہ بدعت ہے۔اور سنتوں اور نفلوں کے بعد امام کے ساتھ بہ ہیئت اجتماعیہ بطریق مخصوص یہ دعا مانگنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم‘ صحابہ‘ تابعین‘ تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں۔جس کا وجود ہی ثابت نہ ہو اس کا لازم کرنا اس پر اصرار کرنا اور اسے وجوب کا درجہ دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے[3]۔**قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**[4]

---

۱) کفایت المفتی کتاب الصلوۃ سنن ونوافل کے بعد دعا کے بارے میں مفصل بحث (مأخوذ از مجموعۃ النفائس المرغوبہ ۳۳۷/۳ طبع دار الاشاعت کراچی۔

۲) عن الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما قال قال : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیك یقول ترفعها إلی ربك مستقبلاً ببطونهما وجهك وتقول یارب یارب ومن لم یفعل ذلك فهو کذا وکذا (جامع الترمذی: ابواب الصلوۃ باب ما جآء فی التخشع فی الصلوۃ ۸۷/۱، سعید کراچی۔

وکذا فی إعلاء السنن کتاب الصلوۃ بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلوۃ، ۲۰۱/۳ حدیث :۹۳۸ إدارۃ القرآن کراچی۔

۳) من أصر علی امر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من أصر علی بدعة أو منکر ، (مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب الدعآء فی التشهد حدیث ۹٤٦، ۲٦/۳ دار الکتب علمیه بیروت۔

وکذا فی السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة کتاب الصلوۃ باب صفة الصلوۃ ۲٦٥/۲ طبع سهیل اکیڈمی لاهور۔

٤) سورۃ المائدۃ آیة:۳۔

تراویح کے اختتام پر دعاء کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عام مشاہدہ ہے کہ ہر مکتب فکر کی مساجد میں تراویح ہونے کے بعد دعا مانگی جاتی ہے۔لیکن اس مرتبہ ایک مسجد کے امام صاحب نے فرمایا ہے کہ تراویح کے بعد دعا مانگنا ضروری نہیں ہے بلکہ وتر کی جماعت کے بعد دعا مانگنا افضل ہے۔اس پر بعض حضرات اعتراض کر رہے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ جہاں تک دعا مانگنے کا تعلق ہے تو وہ ضروری (یعنی فرض) تو ہر فرض نماز کے بعد بھی نہیں ہے اور جہاں تک افضل ہونے کا تعلق ہے تو وہ یہی ہے کہ تراویح کے بعد ہی دعا مانگی جائے کیونکہ اس پر اجماع امت ہے۔لہٰذا براہ کرام شرعی حکم سے مطلع فرمائیں کہ اس سلسلہ میں صحابہ کرام و بزرگان دین کا کیا طریقہ رہا ہے اور افضل طریقہ کون سا ہے آیا کہ بعد از تراویح یا بعد از وتر بمع حوالہ اصل حکم سے مطلع فرمائیں۔

(ج)

بعد ختم تراویح دعا مانگنا درست ہے اور مستحب ہے اور معمول سلف و خلف ہے۔کذا فی فتاویٰ دارالعلوم (۱)۔

اور بعد از وتر اجتماعی طور پر مستحب نہیں ویسے مانگ لینے میں بھی حرج نہیں ہے (۲)۔

---

۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند کتاب الصلوة فصل رابع باب مسائل تراویح ٤/٢٥٣ ، دارالاشاعت کراچی۔

والی ربك فارغب والی ربك وحده فارغب فاحرض بالسوال ولا تسأل غيره تعالى فانه القادر على الاسعاف لا غيره عزوجل وأخرج ابن جرير وغيره من طرق عن ابن عباس رضي الله عنه أنه قال أى إذا فرغت من الصلوة فانصب فى الدعآء ...... (تفسير روح المعانى سورة الم نشرح آية:٨ ، ٣٠/٥٤٦ طبع داراحياء التراث العربى بيروت۔

وكذا فى تفسير ابن كثير سورة الم نشرح آية:٨ ،٦٠/٤٨٩ قديمى كراچى۔

٢) ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين بالادعية المأثورة رافعى أيديهم حذاء الصدر ثم يمسحون بها أى بايديهم وجوههم فى آخره......

مراقى الفلاح مع نور الايضاح كتاب الصلوة فصل فى صفة الأذكار ص:٣١٦، ٣١٨ قديمى كراچى۔ب

باب فی مکبر الصوت

(لاؤڈ سپیکر کے احکام)

جمعہ وتراویح میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا شرعی حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ میں یا نماز تراویح میں اگر لوگ کثیر ہوں کہ امام کی آواز لوگوں تک نہ پہنچ سکتی ہو یا گھر میں مستورات کو سننے کا شوق ہو۔ تو لاؤڈ سپیکر میں قرآن مجید پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ، تراویح وغیرہ میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کرنے سے احتراز کرنا ضروری ہے لیکن اگر استعمال کیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی نماز صحیح ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

لاؤڈ سپیکر پر جماعت کرانے کی شرعی حیثیت

کیا فرماتے ہیں علماء دین درس مسئلہ کہ لاؤڈ سپیکر پر اگر جماعت کرائی جاوے تو از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو مکروہ ہوتی ہے یا نہیں۔ نیز بیت اللہ شریف میں امام نماز لاؤڈ سپیکر پر پڑھتا ہے۔ وہاں پر گورنمنٹ نے ریڈیو اسٹیشن کا لاؤڈ سپیکر بھی رکھا ہوا ہے جو کہ تمام ریڈیو اسٹیشنوں پر اس نماز کو نشر کرتا ہے اور جو مکانات و دکانات بیت اللہ شریف سے متصل ہیں مثلاً دار ارقم وغیرہ اور شیخ صالح فراز کا دفتر جو دار ارقم کے اوپر ہے۔ جب حجاج کی بھیڑ ہو جاتی ہے اور اندر کے لاؤڈ سپیکروں کی آواز نہیں آتی تو یہ لوگ اپنے ریڈیو کھول دیتے ہیں۔ اب اس ریڈیو کی آواز پر نماز کی اقتداء جائز ہے یا نہیں جب کہ صفوف مستمرہ

---

۱) مفتی صاحب نے جس وقت یہ فتویٰ دیا ہے اس وقت اس آلہ کا اتنا عموم نہیں تھا بہت سے ماہرین کو اس وقت تک اس آلے کے متعلق شاید مکمل تحقیق معلوم نہیں تھی اور اب جدید تحقیق یہ ہے کہ یہ آلہ صرف مرتفع الصوت ہے اور اسکی آواز امام ہی کی آواز ہے صدا نہیں، اور اس کے علاوہ چونکہ آج کل اس آلے کا استعمال بہت عام ہو گیا ہے، اس لیے علماء کرام نے اب اس کے ذریعے نماز پڑھانے کے جواز کا حکم دیا ہے۔
کذا فی آپ کے مسائل اور انکا حل' لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ۲/ ۲۱۵ طبع مکتبہ بینات کراچی۔

وکذا فی الفتاوی الحقانیہ کتاب الصلوة باب مفسدات الصلوة ۳/ ۲۲۰ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

ہوں۔ ریڈیو یا لاؤڈ سپیکر جس آواز کو نشر کرتا ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں یعنی ریڈیو کی آواز اصل ہے یا لاؤڈ سپیکر کی ریڈیو پر جو تلاوت ہوتی ہے۔ یا لاؤڈ سپیکر پر تلاوت ہو رہی ہو اور سجدۂ تلاوت آجائے یہ سجدہ سامعین پر لازم ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال درست نہیں لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے اقتدا کر لی تو نماز اس کی صحیح ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

سپیکر پر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز فرض یا وتر یا سنت یا نفل غرضیکہ کوئی نماز لاؤڈ سپیکر میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

حقیقت میں یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک جواز استعمال اور دوسرا صحت صلوٰۃ اور دونوں کا جواب مختلف ہے۔ لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں درست نہیں۔ مگر اس کے باوجود اگر کسی نے اقتدا کر لی تو نماز درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۱۷/ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

کیا کثیر مجمع والی نمازوں میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال خلاف سنت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین ایدھم اللہ الی یوم الدین اس مسئلہ میں کہ بڑے مجمع والی نمازوں

(۱، ۲) ملاحظہ ہو: جمعہ وتراویح میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا حکم، ص: ۴۲۰

میں بجائے مکبر ین کے آلۂ جہرالصوت (لاؤڈ سپیکر) کواستعمال میں لانا کیا اس سے ترک سنۃ متوارثہ ثابت بالا جماع لازم آتا ہے یا نہ۔ اگر کوئی آدمی اس سے پیدا شدہ آواز پر امام کی اقتداء کرے تو کیا اس کی نماز صحیح ہوتی یا اعادہ لازم ہوگا اور خطبہ مسنونہ میں اور وعظ وتقریرات میں اس کا استعمال شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں مکروہ ہے(۱) البتہ خطبہ وعظ وتقریرات میں جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۸۳ھ

شبینہ میں سپیکر کے استعمال کا حکم

﴿س﴾

شبینہ میں سپیکر کے استعمال کا حکم کیا ہے۔

﴿ج﴾

فی نفسہ تو لاؤڈ سپیکر پر قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے(۳) لیکن دوسرے امور کو بھی دیکھا جائے گا اگر پوری رات محلہ والے دقت اور تنگی محسوس کریں اور قرآن کریم کی تلاوت سننے سے بوجھ محسوس کریں۔ واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون (۴) پر عمل کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال صحیح نہیں ہوگا (۵)۔ پھر تلاوت تو محض عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی تلاوت پر ریا، نمود ونمائش سے عبادت کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں تو جس عبادت میں تلاوت قرآن کی بات ہے خود وہ عبادت ہی محل غور ہے۔ اس سے بچنا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے البتہ جہاں لوگ اتنے زیادہ ہوں کہ ان تک آواز نہ پہنچ سکے، ایک ضرورت ہے لیکن جہاں یہ ضرورت نہ ہو وہاں تو عبادت میں اس کے استعمال کا کوئی جواز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

---

۱) ملاحظہ ہو: جمعہ وتراویح میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا حکم،، ص: ۴۲۰
۲) آلات جدیدہ کے شرع أحکام، ص: ۳۸ إدارۃ المعارف کراچی۔
۳) آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ص: ۳۸ إدرۃ المعارف کراچی۔
٤) سورۃ الاعراف آیۃ: ۲۰٤۔
٥) أو لأنه یوذیهم بإیقاظهم ...... یجب علی القاری احترامه لیکون الاثم علیه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج، (رد المحتار کتاب الصلوۃ فروع فی القراءۃ خارج الصلوۃ ۱/٥٤٦ سعید کراچی۔
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ، فصل فی صفة الاذکار، ص ۳۱۸ قدیمی کراچی۔ وکذا فی الفتاوی الهندیه: کتاب الکراهیة الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح وقرائة القرآن ٥/۳۱٦ رشیدیه۔

سپیکر کی آواز پر اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے امام مسجد تقریباً عرصہ پانچ سال سے جمعہ اور عیدین کی نماز لاؤڈ سپیکر پر پڑھا رہے ہیں۔ایک ماہ سے وہ اس بات پر مصر ہیں کہ آئندہ میں جمعہ کی نماز لاؤڈ سپیکر پر نہیں پڑھاؤں گا۔کیونکہ اس میں قباحت ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اسٹیشن کے قریب ہے۔اگر لاؤڈ سپیکر پر جمعہ کی نماز ہو رہی ہو تو مسافروں کو بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔علاوہ ازیں اب ایسا کرنے سے عام لوگوں میں انتشار کا خطرہ ہے۔ لہٰذا آپ یہ فرمادیں کہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال حرام ہے، کیا لاؤڈ سپیکر پر خطبہ مسنونہ پڑھا جا سکتا ہے۔جو لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں جس کے سامنے لاؤڈ سپیکر ہو، کیا ان کی نماز ہو جائے گی بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ! لاؤڈ سپیکر کا استعمال حرام نہیں ہے۔اس پر خطبہ مسنونہ پڑھا جا سکتا ہے[۱]۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال کرنا درست نہیں ہے۔اگرچہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانے والے کی اقتداء اگر کی جائے تو نماز اکثر علماء کے نزدیک ہو جاتی ہے۔بعض علماء نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔ویسے جو لوگ نماز کو جائز قرار دیتے ہیں وہ بھی نماز جیسی عبادت میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو بوجہ متعدد قباحتوں کے ناجائز قرار دیتے ہیں۔نماز کی صحت اور چیز ہے اور اس آلے کا استعمال اس میں دوسری شئی ہے۔ھکذا فی احسن الفتاویٰ[۲]۔

لہٰذا امام صاحب کا خیال درست ہے۔لاؤڈ سپیکر کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو مکبرین کا انتظام کر لیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ، ۹ صفر ۱۳۸۷ھ

---

۱) آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ص: ۳۸ إدرة المعارف کراچی۔

۲) أحسن الفتاوی کتاب الصلوۃ باب الامامۃ رسالۃ امام الکلام فی تبلیغ صوت الامام ۳/۳۳۹، ۳٤٠ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲۰ حاشیہ تحت عنوان: جمعہ وتراویح میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا شرعی حکم۔

اسپیکر پر آیتِ سجدہ سننے سے وجوب سجدہ کا حکم

﴿س﴾

نماز تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت کے لیے لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر سجدہ تلاوت آ جائے تو کیا ہر سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے یا نہیں چاہے وہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو۔

﴿ج﴾

لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آیت سجدہ سننے والوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ مسجد میں ہوں چاہے گھر میں ہوں۔ سجدہ لازم ہو جاتا ہے۔ وذکر فی المجتبیٰ ان الموجب للسجدة احد ثلاثة. التلاوة. والسماع والائتمام. (1)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

---

(1) رد المحتار کتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۲/۱۰۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وأما سبب وجوب السجدة فسبب وجوبها أحد شيئين التلاوة أوالسماع بدائع الصنائع كتاب الصلوة فصل في سبب وجوب السجدة ۱/۱۸۰ رشيديه كوئٹه۔
وكذافي الفتاوى التاتارخانيه كتاب الصلوة باب سجدة التلاوة، نوع آخر بيان میں يجب عليه هذه السجدة ۱/۷۷۵ طبع إدارة القرآن كراچی۔
وكذا في أحسن الفتاوى كتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۴/۶۴ سعيد كراچی۔

باب فی القراءة

قرأۃ کا بیان

جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے شہر کے امام نماز جمعہ میں ہر جمعہ سورۃ **سبح اسم ربک الاعلیٰ** اور **ھل اتک حدیث الغاشیۃ** پڑھتے ہیں۔لیکن ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ پہلی سورۃ سے دوسری سورۃ بڑی ہے اس لیے نماز مکروہ ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ میں مذکورہ بالا سورتیں اور سورۃ جمعہ اور منافقون پڑھا کرتے تھے۔معترض نے کہا ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے ہوں گے لیکن ھمارے لیے نہیں ہے۔ نماز تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ برائے کرم قرأت مسنونہ سے مطلع فرمایا جائے اور ساتھ ہی قرأت مذکورہ بالا سے صحیح ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی مسئلہ واضح فرمایا جائے نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔قرأۃ مسنونہ یہ ہے کہ نماز فجر وظہر میں طوال مفصل،عصر اور عشاء میں اوساط مفصل، اورمغرب میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھی جائیں۔سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ **والسماء ذات البروج** تک طوال مفصل اور **والسماء ذات البروج** سے سورۃ **لم یکن** تک اوساط مفصل اور سورۃ **لم یکن** سے **والناس** تک قصار مفصل ہے۔**والاصل فیہ کتاب عمر رضی اللہ عنہ الی ابی موسی الاشعری** رضی اللہ عنہ **ان اقرأ فی الفجر والظھر بطوال المفصل و فی العصر والعشاء باوساط المفصل و فی المغرب بقصار المفصل** [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ **سبح اسم ربک الاعلیٰ**

---

۱) الھدایۃ کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ۱/۱۲۰ طبع مکتبہ رحمانیہ لاھور۔

ویسن فی الحضر...... طوال المفصل من الحجرات إلی آخر البروج فی الفجر والظھر ومنھا إلی آخر لم یکن أو ساطہ فی العصر والعشاء وباقیہ قصارہ فی المغرب أی فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی (الدر المختار کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ۱/۵۹۳ رشیدیہ کوئٹہ

اورھل اتک حدیث الغاشیہ سورۃ جمعہ اور منافقون پڑھنا اکثر ثابت ہے[1] نہ ہمیشہ۔ اگر کوئی کبھی ان کے علاوہ پڑھے تو سنت کے خلاف نہیں۔ بلکہ احیاناً ترک بہتر ہے اس لیے کہ اس سے عوام کا مغالطہ سے بچنا زیادہ قریب ہے اور اسی وجہ سے احناف کے ہاں تعیین سورۃ نہیں ہے۔(و یکرہ التعیین) کالسجدۃ و ھل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قرأتھما احیانا[2] واذا فرغ من الخطبۃ اقام الصلوۃ و صلی بالناس رکعتین علی ما ھو المتوارث المعروف فی التحفۃ و غیرھا یقرأ فیھما قدرما یقرأ فی الظھر لانھما بدل منہ ان قرأ بسورۃ الجمعۃ و اذا جائک المنافقون او بسبح اسم و ھل اتک حدیث الغاشیۃ تبرکا بالماثور عنہ علیہ الصلوۃ والسلام علی مامر فی صفۃ الصلوۃ کان حسنا لکن یترکہ احیانا لئلا یتوھم العامۃ و جوبہ[3]

نیز سورۃ غاشیہ کی آیات سورۃ اعلیٰ سے اگرچہ زیادہ ہیں لیکن نماز میں ان دونوں کو پڑھنے سے کسی قسم کی کراہت نہیں لکونہ ماثورا فیستثنی من الکراھیۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں تسلسل کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب پیش امام مسجد پنج وقتہ نمازوں میں مسلسل قرآن کریم پڑھتے ہیں کیا اس طریقے سے قرآن کریم کا پڑھنا قرون اولیٰ میں ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وتابعین وائمہ صالحین سے ایسا عمل ثابت ہے یا نہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ بینوا توجروا

---

۱) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی العیدین وفی الجمعۃ ...... سبح اسم ربك الاعلی وھل أتاك حدیث الغاشیہ قلت : وقد مر فی باب الجھر فی الجمعۃ والعیدین حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أنہ قرأ سورۃ الجمعۃ وإذا جائك المنافقون ...... متن وفی الشرح فھذہ الاحادیث فیھا لفظۃ کان ولم تدل علی المداومۃ بل کان صلی اللہ علیہ وسلم قرأ بھذا مرۃ وبھذا مرۃ فحکی عنہ کل فریق ما حضروا ، ففیہ دلیل علی أن لا توقیت للقراءۃ فی ذلك وأن للامام أن یقراء فی ذلك مع فاتحۃ الکتاب أی القرآن شاء (اعلاء السنن کتاب الصلوۃ مقداد القراءۃ فی الحضر ۴/۴۶،۴۷ إدارۃ القرآن کراچی

۲) الدرالمختار مع شرحہ رد المحتار کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ۱/۵۴۴ ایچ۔ایم۔سعید کراچی

۳) حلبی کبیر فصل فی صلوۃ الجمعۃ ص: ۵۶۱ طبع سعیدی کتب خانہ کوئٹہ

وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ۱/۳۳۷ طبع دار الکتب علمیہ ربیروت

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ۱/۵۹۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿ج﴾

پنجوقتہ نمازوں میں مسلسل قرآن کریم پڑھنا ثابت نہیں ہے سورمفصلات کا پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وسلف صالحین سے ثابت ہے [1] لہٰذا اسی کی اتباع میں سنت اور برکت ہے البتہ اس طریقہ سے نماز میں کوئی کراہت بھی پیدا نہیں ہوتی [2] اگرچہ خلاف اصح ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

تحقیق مخرج ضاد

الحمد لله الذی نزل القران بلسان عربی مبین والصلوة والسلام علی نبیه الامی الذی هو افصح العرب والاعجمیین و علی اله و عترته و صحابته الذین بلغوا الینا قواعد الاداء و طرقه والقوانین—اما بعد—

ضاد صحیحہ عربیہ فصیحہ کے متعلق چند مباحث ہیں-

اوّل مخرج: زبان کی دائیں یا بائیں آخری کروٹ کا وہ بغلی حصہ جو اوپر کی ڈاڑھوں کے بالمقابل ہو جب یہ اپنے مقابل ومحاذی چار یا پانچ ڈاڑھوں سے منطبق وملاقی ہو اس طرح کہ کروٹ کا اوپر والا حصہ (جو زبان کی پشت سے ملا ہوا ہے) ڈاڑھوں کی بیخ و جڑ سے ملے اور اس کے وسط کو آخراس کے وسط سے اور نچلے کو (جو زبان سے مجاور ہے) ڈاڑھوں کی اطراف اور نوکوں سے ملائیں نہ کہ اس مقام سے جس سے غذا چبائی جاتی ہے اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ضاد کو بائیں جانب سے ادا کرنا ایسر و سہل ترین و کثیر تر اور دائیں سے قلیل و نادر اور جانبین سے دفعۃً اور معًا ادا کرنا قلیل ترین و دشوار ترین ہے [3]۔

---

۱) والاصل فیه کتاب عمر رضی الله عنه الی ابی موسی الاشعری رضی الله عنه إن اقرأ فی الفجر والظهر بطوال المفصل وفی العصر والعشاء بأوساط المفصل وفی المغرب بقصار المفصل" (الهداية كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۱۲۰ رحمانیه لاهور
وكذا فی الدر المختار كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۵٤۰ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی
وكذا فی تبیین الحقائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۳۳۰ دار الکتب العلمیة بیروت

۲) قال الله تعالى فاقرؤا ما تيسر من القرآن (سورة المزمل آية: ۲۰
فيه دليل على أن لا توقيت، للقرأة فی ذلك وأن للامام أن يقرأ فی ذلك مع فاتحة الكتاب أی القرآن شاء (اعلاء السنن كتاب الصلوة مقدار للقرأة فی الحضر، ٤/٤٧ إدارة القرآن كراچی

۳) والضاد من حافته إذ وليا الاضراس من ايسر أو يمناها
المقدمة الجزرية باب مخارج الحروف ص:۷، قرأت اکیڈمی لاهور
فوائد مکیه دوسری فصل مخارج کے بیان میں ص:۱۵ طبع قرأت اکیڈمی لاهور
وكذا فی جمال القرآن چوتها مخرج :۸ ص:۱۸ قرأت اکیڈمی لاهور

دوم صفات: اس کی لزومی اور ضروری صفتیں اجماعاً چھ ہیں-(۱) جہر: اونچی اور قوی اور زیادہ آواز سے ادا کرنا جس میں سانس اور خالی ہوا کا حصہ کم اور صوت و آواز کا حصہ زائد ہو-(۲) رخاوت: نرم ولطیف اور آواز جاری رکھ کر ادا کرنا (۳) استعلاء: زبان کی جڑ کو تالو کی طرف بلند کر کے وزنی، موٹا اور پُر ادا کرنا- (۴) اطباق: زبان کے وسط کو تالو کے وسط سے ملصق کر کے اعلیٰ درجہ کا پُر ادا کرنا-(۵) اصمات: مضبوطی اور جماؤ سے بلا عجلت وروانی کے ادا کرنا (۶) استطالت: شروع کروٹ مع اضراس علیا تک آواز کا پورے مخرج میں بتدریج دراز وطویل کرنا[1]۔

سوم ضاد صحیحہ لطیفہ کا مشابہ حرف: ائمہ اداء، علماء تجوید وقراُت، تفسیر وفقہ، نحو وصرف، ادب ولغت ان تمام حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ جب ضاد کو اس کے صحیح عربی مخرج ثابت عندالقراء سے جمیع صفات لازمہ کی رعایت سمیت مجہور ولطیف، مفخم و مستحکم اور ممتد نیز زبان کو اگلے دو دانتوں (ثنایا علیا) کی نوک و جڑ سے الگ رکھ کر ادا کیا جائے تو اس کی ادا اور آواز ماہر و کامل اور معتمد قاری کی سماعت میں ظاء معجمہ منقوطہ سے صفةً بہت مشابہ ہوگی- چند حوالے ذکر کیے جاتے ہیں-

(۱) فلولا الاستطالة و اختلاف المخرجين لكانت ظاء (التمهيد في علم التجويد للعلامة الجزري)[2] یعنی ضاد وظاء میں اگر استطالت ومخرج کا فرق نہ ہوتا تو ضاد عین ظاء ہوتا-

(۲) والضاد يشبه لفظها بلفظ الظاء الخ- (كتاب الرعايه لابي محمد بن ابي طالب المكي)[3] في القراءات) یعنی ضاد کا تلفظ ظاء کے تلفظ کے مشابہ ہے-

(۳) فثبت بما ذكرنا ان المشابهة بين الظاء والضاد شديدة و ان التمييز عسير (التفسير الكبير للامام الرازي)[4] یعنی ہمارے مذکورہ بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ضاد وظاء میں نہایت درجہ مشابہت ہے کہ ہر ایک کا تمایز بہت دشوار ہے----

---

۱) المقدمة الجزرية باب الصفات ۸/۷ قرأت اكيڈمي لاهور

وكذافي الفوائد مكيه تيسري فصل صفات كے بيان ميں ص: ۱۸، ۲۳ طبع قرأت اكيڈمي لاهور

وكذا في جمال القرآن پانچواں لمعه ص: ۲۳، ۲۹ قرأت اكيڈمي لاهور

۲) بحواله مجموعة الفتاوى أردو مترجم كتاب الصلوة استفتاء ۱/۶۸، ۲۵۱ ايچ-ايم-سعيد

۳) بحواله مجموعة الفتاوى اردو مترجم كتاب الصلوة استفتاء: ۶۸ ۱/۲۵۰ طبع ايچ-ايم سعيد

۴) خانيه بهامش الهنديه كتاب الصلوة فصل في قراءة القرآن خطاء ۱/۱۴۱ رشيديه كوئٹه

(۴) فقہاء ضاد وظاء کے فرق کو فصل بالمشقۃ سے تعبیر کرتے ہیں یہ بھی قرینہ ہے کہ ان دونوں حرفوں میں شدید درجہ کا صوتی وصفتی تشابہ پایا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو خانیہ [۱]، شامیہ [۲]، عالمگیریہ [۳]، بزازیہ [۴]، فتح القدیر [۵]، نہر فائق [۶]، شرح تنویر وغیرھا)

(۵) **و بعض الحروف اذا وقفت علیها خرج معها مثل النفخة و لم ینضغط الاول و هی الظاء و الذال و الضاد و الزاء** (شرح شافیه للعلامة الرضی) [۷] یعنی کچھ حروف ایسے ہیں کہ جب ان پر وقف ہوتا ہے تو ان میں پھونک کی مانند آواز جاری رہتی ہے اور پہلی ہی مرتبہ آواز نہیں رکے گی اور وہ یہ ہیں: ظاء، ذال، ضاد، زاء۔

(۶) **و یجتهد فی الفرق بین الضاد و الظاء** (احیاء العلوم للعلامۃ الامام الغزالی) [۸] یعنی ضاد اور ظاء میں جدائی کرنے کی کوشش کرے۔ (کیونکہ ان میں صفتی تشابہ کثیر ہے)

چہارم ضاد کی غلط ادائیگی: اس کو باریک یا پُر دال، ذال، زاء، دُواد، زواد، ذواد، غواد عین خاء، غین معجمہ، طاء مہملہ، لام مفخم، پڑھنا خلاف تجوید و باعث گناہ ہے اور اگر اہمال (بے معنویت) یا معنی کا تغیر فاحش ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی [۹]۔

پنجم نماز کا فساد و جواز: حروف وغیرہ کی تبدیلی اور خلاف قواعد تجوید پڑھنے سے اہل دیہات وعوام کی نیز معذور جو صحیح ادا پر قادر نہ ہو۔ (اور ماہر و کامل شیخ اس کو مجبور قرار دے دے) نیز الثغ (توتلا آدمی) ان سب کی

---

۱) تنویر الابصار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب مایفسد الصلوة مطلب إذا قرأ تعالی جد ۱/۶۳۳ سعید کراچی

۲) الفتاوی الهندیه کتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس فی زلة القاری ۱/۷۹ رشیدیه کوئٹه

۳) الفتاوی الهندیه کتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس فی زلة القاری ۱/۷۹ رشیدیه کوئٹه

۴) الفتاوی البزازیه علی هامش الهندیه کتاب الصلوة الفصل الثانی عشر فی زلة القاری ۴/۴۲ رشیدیه

۵) فتح القدیر کتاب الصلوة فصل فی القراءة ۱/۲۸۲ رشیدیه کوئٹه

۶) النهر الفائق کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ۱/۲۷۴ دار الکتب العلمیة بیروت

۷) مجموعة الفتاوی اردو مترجم کتاب الصلوة استفتاء: ۶۸، ۱/۲۵۱ ایچ۔ایم۔سعید کراچی

۸) إحیاء علوم الدین: کتاب أسرار الصلوة ومهماتها الباب الثانی القراة ۱/۲۱۹، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه

۹) والقاعدة عند المتقدمین أن ماغیر المعنی تغییرا یکون اعتقاده کفرا یفسد فی جمیع ذلك

رد المحتار کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها مطلب مسائل زلة القاری ۱/۶۳۱ ایچ۔ایم۔سعید

وکذا فی حلبی کبیر فصل فی بیان أحکام زلة القاری ص: ۴۷۶ طبع سعیدی کتب خانه کوئٹه

نمازیں فاسد نہ ہوں گی اور معذور آدمی اس طرح پڑھنے کے باعث گنہگار بھی نہیں ہوگا- ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ[1]-مگر عاجز معذور ہے اھ نیز جمال القرآن مصنفہ علامہ تھانوی رحمہ اللہ[2] محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا- اھ منیہ کی شرح میں ہے کہ فتاویٰ حجت کی رو سے فقہاء کو نماز لوٹانی پڑے گی اور عوام کی درست ہوجائے گی[3]- (یعنی تبدیل ضاد بالظاء کی صورت میں ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں یہ فیصلہ عمدہ تر ہے- المنح الفکریۃ) باقی رہے خواص و قراء اور فقہاء سو قاضی خان میں ہے کہ اگر اس تبدیلی سے معنی بدل جائیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ دونوں حرف ایسے ہوں کہ ان میں بدون مشقت کے فرق و جدائی کرسکتے ہوں تو ایسے موقعہ میں تو تبدیلی سے نماز فاسد ہوجائے گی جیسے صاد کو طاء سے بدل کر الصلحت کے بجائے الطلحت پڑھیں اور اگر وہ دو حرف ایسے ہوں جن میں مشقت کے بغیر فرق نہ کرسکتے ہوں- جیسے ضاد، وظاء، صاد و سین، طاء و تا تو وہاں تبدیلی سے اکثر مشائخ کے قول پر نماز فاسد نہ ہوگی--و ان ذکر حرفا مکان حرف و غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین بلا مشقة کالصاد مع الطاء فقرأ (الطلحت) مکان (الصلحت) تفسد صلا ته عندالکل و ان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد و الصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثر هم لا تفسد صلا ته[4]-اسی طرح عالمگیری[5]، فتح القدیر[6] وغیرہ میں ہے- اور قاضیخان میں یہ بھی ہے[7] کہ ذیل کی غلطیوں سے نماز فاسد ہوجائے گی-(۱) والعدیت ضبحا کے بجائے ظبحا- (۲) غیر المغضوب میں ضاد کے بجائے ظاء یا دال (۳) طلعها هضیم میں ضاد کے بجائے ظا یا ذال (۴) فترضی (والضحی) ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی اور ان صورتوں میں فاسد نہ ہوگی و لا الضالین میں (۲) و من یضلل اللہ میں (۳) ء اذا ضللنا میں ضاد کے

---

۱) تألیفات رشیدیه مع فتاوی رشیدیه کن امور سے نماز فاسد هوتی هے ، ص:۲۸۸ إدارة اسلامیات لاهور

۲) جمال القرآن پانچواں لمعه فائده :۵ ص: ۳۰ قرأت اکیڈمی لاهور

۳) فی فتاوی الحجة أنه یفتی فی حق الفقهاء باعادة الصلوة وفی حق العوام بالجواز
حلبی کبیر فصل فی بیان أحکام زلة القاری ص:۴۷۸ سعیدی کوئٹه

٤) فتاوی قاضیخان بهامش الهندیه کتاب الصلوة فصل فی قرأة القرآن خطاء ۱/۱٤۱ رشیدیه

٥) الفتاوی الهندیة کتاب الصلوٰة الباب الرابع الفصل الخامس فی زلة القاری ص ۱/۷۹ رشیدیه کوئٹه

٦) فتح القدیر کتاب الصلوة الباب الرابع ، الفصل الخامس فی زلة القاری ۱/۷۹ رشیدیه کوئٹه

۷) ولو قراء والعادیات ظبحاً بالظاء تفسد صلاته وكذا لو قرأ غير المغظوب بالظاء أو بالذال تفسد صلاته
فتاوی قاضیخان علی هامش الهندیه فصل فی قراة القرآن خطاء ۱/۱٤۲ ، ۱٤٦ رشیدیه کوئٹه

بجائے ظاء پڑھ دی نیز ولا الضالین سے نماز فاسد ہو جائے گی (خانیہ) اسی طرح فی تظلیل (فیل) سے بھی نادرست ہوگی۔ (منیہ)[۱]

لیکن یہ واضح رہے کہ یہ ساری تفصیل لغزش وجریان علی اللسان کی صورت میں ہے۔ باقی عمداً یا عناداً یا وجود قدرت علی الاداء الصحیح کے ضاد صحیحہ کو ظاء یا دال مفخم سے تبدیل کر دینا مطلقاً مفسد صلاۃ ہے۔ ان تعمد ذلک تفسد و ان جری علی لسانه او لا یعرف التمییز لا تفسد و هو المختار۔ [۲]

تنبیہ:- باوجود فارغ البالی ورقت زبان وقدرت کے تصحیح کی طرف توجہ نہ کرنا موجب اثم ہے۔[۳]

ششم: طریقہ اداء صحیح ضاد: اولاً حافہ کو اضراس سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں پھر بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت استعلاء واطباق کو ادا کرنے کے لیے اس کو تالو سے لگائیں۔ اس طرح کہ وسط حنک (تالو) ڈھک جائے اور زبان کی نوک کو دال اور ظاء کے مخرج پر لگنے سے بچائیں۔ پس قاعدہ کے موافق زبان لگ جائے تو اب آواز میں جہر پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ آواز آہستہ آہستہ شروع مخرج سے اخیر تک ممتد ہو۔ نیز اس کا بھی خیال رہے کہ آواز سامنے سے پیدا نہ ہو بلکہ کروٹ اور ڈاڑھوں میں پیدا ہو اور پورے مخرج سے نکلے۔ پس جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا مخرج پہ لگنا کارآمد نہیں ہے[۴]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب العبد العاثر محمد طاہر الرحیمی

ضاد کا مخرج اصلی کیا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء ودین قراء عظام دریں مسئلہ کہ لفظ ضاد (ض) کے مخرج کی آواز کے ساتھ کن حروف کی

---

۱) ولو قرأ الم يجعل كيدهم في تظليل بالظاء مكان الضاد تفسد حلبي كبير فصل في بيان احكام زلة القاری (تنبيه) ص: ۴۹۲ سعيدی كتب خانه كوئٹه

۲) رد المحتار كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة مطلب إذا قرأ تعالى جد ۱/۶۳۱ ایچ-ایم-سعید
وقال القاضی ابو الحسن والقاضی أبو عاصم أن تعمد فسد وأن جرى على لسانه أو كان لا يعرف التمييز لا يفسد وهو أعدل الاقاويل وهو المختار (الفتاوى البزازيه على هامش الهنديه كتاب الصلوة الفصل الثانی عشر فی زلة القاری ۲/۴۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه
وكذا فی الفتاوى الهندية كتاب الصلوة الباب الرابع فی صفة الصلوة الفصل الخامس فی زلة القاری ۱/۷۹ رشيديه كوئٹه

۳) وحرر الحلبی وابن الشحنة أنه بعد بذل جهده دائما حتماً قوله حتماً أی بذلاً حتماً فهو مفروض عليه (الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة مطلب فی الالثغ ۱/۵۸۲ سعيد

۴) كذا فی جمال القرآن چوتھا لمعه، مخرج: ۸ ص: ۱۸ قرأت اكيڈمی لاهور

آواز کو مشابہت ہے اور اس کا مخرج کیا ہے۔ صحیح کتب سے باسناد باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

ج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جمال القرآن مصنفہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے مخرج نمبر ۸ ض [۱] کا ہے اور وہ حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ داہنیں یا بائیں سے نکلتا ہے جبکہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھوں کی جڑوں سے لگائیں اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے مگر بہت مشکل ہے اور اس حرف کو حافیہ کہتے ہیں اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو دال پُر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالص ظاء پڑھنا بھی غلط ہے البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی۔ علم تجوید وقرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔

اور تفسیر عزیزی ص ۳۷ [۲] (سورۃ التکویر) پر ہے۔ وفرق درمیان مخرج ضاد وظاء بسیار مشکل است اگر خوانندگان ایں دیار ہر دو را یکساں برارند نہ در مقام ضاد ضاد میشود ونہ در مقام ظا ظا مخرج ایں ہر دو حرف را جدا جدا شناختن قاری قرآن را ضروراست الخ۔

اور جہد المقل میں ہے۔ **الضاد والظاء و الذال المعجمات الکل متشارکۃ فی الجھر والرخاوۃ و متشابھۃ فی السمع (و ایضافیہ) و یشبہ صوتھا (ای صوت الضاد المعجمۃ) صوت الظاء المعجمۃ بالضرورۃ۔** [۳] اور نہایہ شرح شاطبی میں ہے **ان ھذہ الثلث (ای الضاد والظاء والذال) متشابھۃ فی السمع والضاد لا تفرق من الظاء الا باختلاف المخرج و زیادۃ الاستطالۃ فی الضاد و لو لاھما لکانت احدیھما عین الاخری۔** [۴]

اس مسئلہ کی مزید تفصیل مجموعۃ الفتاوی مولانا عبدالحئی لکھنوی [۵] اور احسن الفتاوی مولانا رشید احمد

---

۱) جمال القرآن چوتھا لمعہ مخرج :۸ ص:۱۸ قرأت اکیڈمی لاھور

۲) بحوالہ مجموعۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ استفتاء ۱/۶۸، ۲۵۰ ایچ۔ایم۔سعید

۳،۴،۵) مجموعۃ الفتاوی اردو مترجم کتاب الصلوۃ استفتاء ۶۸؛ ۱/۲۵۱ طبع ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی۔

لدھیانوی(۱) اورتفسیر مواھب الرحمان تحت آیة و ما ھو علی الغیب بضنین (سورۃ تکویر) میں ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قراءۃ فاتحہ خلف الامام کا حکم

﴿س﴾

کیاامام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے یانہیں۔

﴿ج﴾

قرأت خلف الامام میں ائمہ کا اختلاف ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اوران کے اتباع وموافقین عدم جواز قرأت خلف الامام کے قائل ہیں۔ دلیل امام صاحب کی آیت قرآنیہ و اذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا (۲)۔ الاية اورحدیث صحیح مسلم و اذا قرأ فانصتوا (۳) اور من كان له امام (۴)۔ الحدیث اور شامی میں خزائن سے منقول ہے۔ و فی الكافی و منع المؤتم من القرأة مأثور من ثمانين القراء من كبار الصحابة المرتضى والعبادلة و قددون فی الحديث اساميهم (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کے مخرج اورصفات کا دیگر حروف سے فرق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حرف (ض) کی صحیح ادائیگی کیسی ہے اوراس کی آواز ظاء کے مشابہ ہے یادال کے اوراس کا مخرج اوراس کی صفات کیا کیا ہیں مفصل بیان فرمائیں۔

---

۱) أحسن الفتاوی باب القراءۃ والتجوید ، رسالہ الارشاد الی مخرج الضاد ۹۰/۳ طبع ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی

۲) سورۃ الاعراف آیة: ۲۰۴

۳) صحیح المسلم کتاب الصلوۃ باب التشهد فی الصلوۃ ۱۷۴/۱ قدیمی کراچی

٤) عن جابر رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان له امام فقرأة الامام له قرأة سنن ابن ماجه کتاب الصلوة باب اذا قرأ الامام فانصتو ۶۱/۱ ایچ۔ایم۔سعید کراچی

۵) رد المحتار کتاب الصلوة باب صفة الصلوة فصل فی القراءة ۵٤۵/۱ ایچ۔ایم۔سعید
ولا یقرأ المؤتم بل یستمع وینصت ...... للحدیث المروی من طرق عدیدة من کان له إمام فقرائة الامام له قراءة ...... (البحر الرائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۵۹۹/۱ رشیدیه کوئٹه
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۲۳۵/۱ دار الکتب العلمیة بیروت

		مخارج	صفات
ض	معجمہ	زبان کا بغلی کنارہ اور اوپر ڈاڑھوں کی جڑ	جہر-رخوت-استعلاء-اطباق-استطالت [1]
ظ	معجمہ	زبان کی نوک مع رؤوس ثنایا علیا	جہر-رخوت-استعلاء-اطباق- [2]
د	مہملہ	زبان کی نوک جڑ ثنایا علیا	جہر-شدت-استفال-انفتاح-قلقلہ [3]

اس سے معلوم ہو گیا کہ مخارج تو ان تینوں حرفوں کے جداگانہ ہیں مگر ظاء حرف ض کے ساتھ سوائے صفت استطالت کے باقی تمام صفات میں متحد ہے اور دال حرف ض کے ساتھ سوائے صفت جہر کے باقی تمام صفات میں مختلف ہے اور یہ بات واضح ہے کہ کسی دو حرفوں میں تشابہ کا سبب اشتراک مخرج ہوا کرتا ہے یا اشتراک صفات یہاں حرف ض سے تو یہ دونوں حرف ظ-د-مخرج میں مختلف ہیں- حاصل یہ کہ ضاد کو دال مہملہ کے ساتھ بوجہ اتحاد ایک صفت جہر کے نہایت قلیل درجہ کی مشابہت ہے- اسی وجہ سے ضاد کا ممتاز ادا کرنا دال مہملہ سے نہایت سہل اور آسان ہے- لیکن حرف ض بسبب اتحاد اکثر صفات کے ظاء کے ساتھ مشابہت کاملہ رکھتا ہے- اسی وجہ سے علماء مجودین کے ہاں ان دونوں حرفوں میں تمیز کو مشکل اور عسیر سمجھا گیا ہے اور فقہاء کرام نے اس کو فصل بالمشقۃ سے تعبیر کیا ہے- لیکن ہیں یہ دونوں حرف جداگانہ کیونکہ مشابہت مشعر بمغائرت ہے- لیکن جب حرف ض کو اپنے مخرج سے مع رعایت جمیع صفات کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز ظاء کی آواز سی مسموع ہوگی اور اس کی آواز سے مشابہ ہوگی علامہ محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب رعایہ باب الضاد میں ارشاد فرماتے ہیں- **الضاد تخرج من المخرج الرابع من مخارج الفم تخرج من اول حافة اللسان و ما يليه من الاضراس و هو حرف قوى لانها مجهور مطلق من حروف الاستعلاء و فيه استطالة و له صفات قد تقدم ذكرها و ايضا يشبه لفظها بلفظ الظاء لانها من حروف الاطباق و من حروف المستعلية و من الحروف المجهورة و لو لااختلاف المخرجين و ما فى الضاد من الاستطالة لكان لفظهما واحدا و لم يختلفا فى السمع الخ** [4]- اس مسئلہ کے متعلق اگر مزید تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ النطق بالضاد للقاری [5] المقری عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ مجموعۃ الفتاوی [6] مکمل مولانا عبدالحئی لکھنوی تفسیر مواہب [7] الرحمن تحت آیت **و ما هو على الغيب بضنين جهد المقل للعلامة المرعشى** [8] وغیرہ کتب متعلقہ کی طرف رجوع فرمائیں- فقط واللہ تعالی اعلم

۱، ۲، ۳) كذا فی فوائد مکیہ دوسری فصل مخارج کے بیان میں ص: ۱۵ اور چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازم کے بیان میں ص: ۲۳ طبع قرأت اکیڈمی لاہور

٤) لم اجد هذا الكتاب-

(ولكن مثله فى مجموعة الفتاوىٰ: كتاب الصلوة، استفتاء نمبر ٦٨، ص ٢٥١، ج١، ایچ، ایم سعید کراچی)

٥) (لم اجد هذا الكتاب)

٦) (مجموعة الفتاوى (اردو مترجم) كتاب الصلوة، ص ٢٥٠/٢٥١/١، استفتاء نمبر ٦٨، سعيد كراچى)

٧) لم أجد هذا الكتاب

٨) لم أجد هذا الكتاب-

نمازوں میں قراءۃ مسنونہ کے بجائے ترتیب سے پورا قرآن پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں حافظ قرآن ہوں- اگر میں فرض پانچ نمازوں میں قرآن اس ترتیب سے پڑھوں کہ ہر رکعت میں ایک رکوع قرآن مجید کا پڑھا جائے اور اس ترتیب سے قرآن ختم کیا جائے پھر شروع کیا جائے کیا اس ترتیب سے قرآن مجید پڑھنے سے قرأت مسنونہ میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا- برائے مہربانی مدلل تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

فجر اور ظہر کی نماز میں تو رکوع ہر رکعت سے پڑھنے سے قرأۃ مسنونہ پر عمل ہو جائے گا- لیکن عصر و مغرب میں جبکہ قصار سور کے پڑھنے کا حکم ہے- یہ مقدار قوم کے لیے گراں ہوگی جیسا کہ یہی مشاہدہ ہے اس لیے تمام نمازوں میں یکساں قرأۃ مقرر کرنے کی بجائے مسنون مقدار کے مطابق پڑھا جائے (1)- اپنی سہولت پر سنت کو ترجیح دیں تاکہ نمازیوں کے لیے حرج کا باعث نہ ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے فسادِ نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی شخص نے ضاد کی جگہ ظا پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں جیسا کہ پارہ نمبر ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل میں واخفض لهما جناح الذل ضاد کی جگہ ظا پڑھی گئی-

---

۱) ويقرأ في الحضر في الفجر في الركعتين بأربعين آية أو خمسين آية سوى فاتحة الكتاب ...... وفي الظهر مثل ذلك لاستوائهما في سعة الوقت ...... والعصر والعشاء سواء يقرا فيهما بأوساط المفصل وفي المغرب دون ذلك يقرأ فيها بقصار المفصل والاصل فيه كتاب عمر رضى الله عنه الى ابى موسى الاشعرى رضى الله عنه۔ الهدايه كتاب الصلوة فصل فى القراءة ، ١٢٠/١ طبع مكتبه رحمانيه لاهور

وكذا فى الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ٥٤٠/١ طبع ايچ۔ايم۔سعيد

وكذا فى الفتاوى الهنديه كتاب الصلوة الباب الرابع فى صفة الصلوة فى القرائة ٧٧/١ رشيديه كوئٹه

﴿ج﴾

اگر ض کی جگہ ظا پڑھی گئی تو نماز فاسد ہوگی۔ درمختار میں ہے اگر حرف میں تبدیلی آ جائے اور معنی بدل جائیں پھر نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر دو حرفوں میں مشکل ہے مثلاً ضاد اور ظا وہاں نماز فاسد نہ ہوگی اگر چہ معنی بدل جائیں (۱)۔ زیادہ اگر اس کی تفصیل دیکھنی ہے تو آیت **ما هو على الغيب** سے متعلق کتب تفسیر (۲) اور عینی شرح بخاری (۳) کی طرف مراجعت کرو۔ والسلام

تبدیل حرف بہ حرف کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد سورۃ فاتحہ میں **صراط الذین** کی بجائے **صراط الظین** پڑھتا ہے۔ بجائے ذال کے صریح طور پر ظاء سنا جاتا ہے اور سورۃ تین میں **فما یکذبک** کی بجائے **فما یکظبک** ذال کی بجائے صریح طور پر ظا سنا جاتا ہے اور التحیات میں اس قدر وقفہ کرتا ہے کہ مقتدی بمشکل نصف کے قریب پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے متعلق بار بار کہا گیا ہے نہ معلوم وہ ضد کے طور پر پڑھتے ہیں یا عادۃً ایسا پڑھتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں نماز ہوتی ہے یا نہ۔ بینوا تو جروا۔

---

۱) ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفا او قدمه أو بدله بآخر نحو من ثمره إذا أثمر لم تفسد مالم يتغير المعنى ، إلا ـ ما يشق تمييزه كالضاد والظاء فأكثرهم لم يفسدها وكذا لو كرر كلمة وصحح الباقاني الفساد إن غير المعنى الد رالمختار مع شرحه رد المحتار كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب إذا قرأ تعالى جدك ١/٦٣٣ ايج ـ ايم ـ سعيد كراچى

وكذا فى الفتاوى الخانيه بهامش الهنديه كتاب الصلوة فصل فى قراءة القرآن خطاء ١/١٤١ رشيديه كوئٹه

وكذا فى الفتاوى الهنديه كتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس فى زلة القارى ١/٧٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه

۲) دیکھیے تفسير روح المعانى سورة التكوير آية: ٢٤ ، ٣٠/٣٧٣ دار إحياء التراث العربى بيروت

۳) واتقان الفصل بين الضاد والظاء واجب ومعرفة مخرجهما لا بد منه للقارئ فان اكثرهم العجم لا يفرقون بين الحرفين عمدة القارى شرح صحيح البخارى كتاب تفسير القرآة ٨١، سورة التكوير ١٣/٤٦٥، ٤٦٦ طبع دار الفكر بيروت۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- اس کی کئی صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے اگر امام مذکور قصداً بجائے ذال کے ظاء پڑھتا ہے تو ایسی صورت میں نماز نہیں ہوتی ہے- اور اگر وہ صحیح پڑھنا جانتا نہیں ہے یا جانتا ہے لیکن بے احتیاطی سے ذال کی جگہ ظاء پڑھ لیتا ہے تو ایسی صورت میں نماز متاخرین کے قول کے مطابق ہو جاتی ہے لیکن اگر صحیح نہ پڑھے تو اس کو امام نہ بنایا جائے یا تو اس کا خیال کر کے صحیح طور پر ادا کرے ورنہ امامت نہ کرائے-

(و منها) ذكر حرف مكان حرف ان ذكر حرفا مكان حرف و لم يغير المعنى بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون و ما اشبه ذلك لم تفسد صلوته و ان غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كا لطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عندالكل و ان كان لايمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال اكثرهم لا تفسد صلاته هكذا فى فتاوىٰ قاضى خان و كثير من المشائخ افتوابه قال القاضى الامام ابو الحسن والقاضى الامام ابوعاصم ان تعمد فسدت و ان جرى على لسانه او كان لا يعرف التميز لا تفسد و هوا عدل الاقاويل والمختار هكذا فى الوجيز [1] ---الخ- فقط والله تعالىٰ اعلم

کسی معتمد قاری سے یہ تشخیص کرائی جائے کہ واقعی وہ ظاء پڑھتا ہے یا نہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) الفتاوى الهندية كتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس فى زلة القارى ۱/۷۹ رشيديه كوئٹه

الاصل فيما إذا ذكر حرفاً مكان حرف وغير المعنى إن امكن الفصل بينهما بلا مشقة فسد، وإلا يمكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد المعجمتين والصاد مع السين المهملتين والطاء مع التاء قال أكثرهم لا تفسد وفى خزانة الاكمل قال القاضى ابوعاصم ان تعمد ذلك تفسدوان جرى على لسانه اولايعرف التميز لاتفسد وهو المختار حليه وفى البزازية وهو أعدل الاقاويل وهو المختار

رد المحتار كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة مطلب إذا قرأ تعالىٰ جدك...... ۱/۶۳۳ ایچ-ایم سعید کراچی- وكذا فى الفتاوى البزازية بهامش الهنديه كتاب الصلوة الفصل الثانى عشر فى زلة القارى ۴/۴۲ رشيديه كوئٹه

وكذا فى الخانيه بهامش الهنديه كتاب الصلوة فصل فى قراءة القرآن خطاء...... ۱/۱۴۱ رشيديه كوئٹه

نماز کی تلاوت میں درمیان سے ایک سورت چھوڑ کر پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قرآن مجید کی آخری دس سورتوں میں سے ایک سورت کو نماز کی پہلی رکعت میں پڑھا جائے پھر ایک سورت چھوڑ کر دوسری رکعت میں تیسری سورت پڑھی جائے یعنی زید نے پہلی رکعت میں سورت الفیل پڑھی پھر سورت القریش کو چھوڑ کر دوسری رکعت میں سورت الماعون پڑھی تو کیا ایک سورۃ کو چھوڑنے سے نماز میں کراہت واقع ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

دو سورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں چھوڑ دی جائے تو مکروہ ہے۔ یعنی درمیان میں چھوٹی سورت کا چھوڑنا جو مکروہ ہے تو اس میں شرط یہ ہے کہ سورت متروکہ اول سورت سے بڑی نہ ہو ورنہ مکروہ نہیں یہ کراہت فرضوں کے ساتھ خاص ہے نفل نمازوں میں اگر ایسا کیا جائے تو کراہت نہیں ہے۔ مکروہ بمعنی خلاف سنت ہے لہٰذا سجدہ سہو واجب نہیں اور نہ اعادہ اس نماز کا واجب ہے۔ لیکن اگر کسی نے اعادہ کیا تو گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔ **و یکره الفصل بسورة قصيرة اما بسورة طويلة بحيث يلزم منه اطالة الركعة الثانية اطالة كثيرة فلا يكره– شرح المنية**[1] نیز شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے۔ **والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم فتجب الاعادة او تنزيه فمستحب**[2]

پس صورت مسئولہ میں نماز درست ہے اور سجدہ سہو واجب نہیں اور نہ واجب الاعادہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة قبيل باب الامامة مطلب الاستماع للقرآن فرض كفايه ۵٤٦/۱ سعيد

وكذا الجمع بين سورتين بينهما سور أوسورة في ركعة أما في الركعتين فإن كان بينهما سور أو سورتان لا يكره وان كان سورة قيل يكره وقيل ان كانت طويلة لا يكره قال في الخلاصة هذا كله في الفرائض أما في النوافل لا يكره فتح القدير كتاب الصلوة قبيل باب الامامة ۲۹۹/۱ رشيديه كوئٹه۔ وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الحادى عشر في القرأة جنس آخر ۹۷/۱ رشيديه كوئٹه۔ وكذا في حلبي كبير تتمات فيما يكره من القرآن في الصلوة ص: ٤٩٤ طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه

۲) رد المحتار كتاب الصلوة مطلب كل صلوة أديت مع كراهة التحريم وجب إعادتها ٤٥٧/۱ ايچ۔ايم۔سعيد۔ وكذا في فتح القدير كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها فصل يكره للمصلي ۳٦٤/۱ رشيديه كوئٹه

نمازوں میں زیادہ بلند آواز سے تلاوت کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد بہت ہی آواز سے نماز پڑھاتا ہے کہ مسجد سے باہر دور دراز تک آواز جاتی ہے تو ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اس قدر زور سے نماز پڑھانا بہتر نہیں کہ نفس کو مشقت میں ڈالے اور خوش الحانی بڑھا بڑھا کر قرأۃ پڑھنے سے نماز میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اب علماء صاحبان سے استفسار ہے کہ کس انداز میں قرأۃ پڑھی جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

نماز پڑھانے کے لیے امام کا عالم ہونا اور قرأت کا صحیح پڑھنا ضروری ہے [1]۔ خوش الحانی شرط نہیں خوش الحانی کرنے سے بہت سی غلطیاں ایسی بھی ہو جاتی ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ **لا ینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان و لکن یقدموا الدرستخوان ان الامام اذا قرأ بصوت حسن یشغله عن الخشوع والتدبر والتفکر** [2] **هکذا فی فتاوی قاضیخان** [3]۔ جب تراویح کے لیے درست خواں امام ہونا چاہیے نہ خوش خوان تو فرضوں کے لیے ضروری درست خواں ہونا چاہیے اور اس قدر بلند نہ پڑھے کہ پڑھنے میں نفس کو مشقت میں ڈالے بلکہ بلا تکلف اتنی آواز سے پڑھے کہ امام کے پیچھے پہلی صف والے لوگ اس کی آواز کو سن سکیں۔ مسجد کے تمام لوگوں کو سنانا واجب نہیں۔ جب صف اول امام کی قرأت سن لیتی ہے۔ **و ادنی الجهر سماع غیره (الی قوله والجهر ان یسمع الکل** [4] **ای کل صف الاول لا کل المصلین بدلیل القهستانی** الخ۔ امام ابی جعفر سے ایک روایت ہے کہ بلند آواز میں پڑھنے سے نہ امام کو تکلیف ہے نہ غیر کو تو بلند آواز سے پڑھنا افضل

---

۱) أولی الناس بالامامة اعلمهم بالسنة فان تساؤوا فاقرؤهم الخ الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۱۲٤ رحمانیه لاهور۔ وکذا فی تنویر الابصار مع الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ ایچ۔ایم۔سعید۔ وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۷ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔ وکذا فی حلبی کبیر بحث التراویح ص: ٤۰۷ طبع سعیدی کتب خانه

۲) (الفتاوی الهندية: کتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ص ۱۱۶، ج۱، رشیدیه کوئٹه)

۳) فتاوی قاضیخان علی هامش الهندیه کتاب الصوم باب التراویح فصل فی مقدار القرائة فی التراویح ۱/۳۳۸ رشیدیه کوئٹه

٤) الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب صفة الصلوة فصل فی القرأة ۱/۵۳٤ ایچ۔ایم۔سعید۔ وکذا فی جامع الرموز : کتاب الصلوة فصل بجهر الامام ۱/۱۶۵ ایچ۔ایم۔سعید کراچی

ہے لیکن یہ روایت ہے اس پر عمل نہیں- چونکہ شامی [1] کی عبارت بالا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ضروری نہیں کہ تمام نمازی امام کی قرأۃ سنیں ای کل صف الاول لا کل المصلین الخ- والمستحب ان یجهر بحسب الجماعة فان زاد فوق حاجة الجماعة فقد اساء [2] درمختار میں ہے- یجهر الامام وجوبًا بحسب الجماعة فان زاد علیه اساء اورشامی میں ہے۔ فی الزاهدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجة فهو افضل الا اذا اجهد نفسه او ادی غیره-[3]

هذاما عندی- خادم الشرع احقر فضل الٰہی ساکن خالق داد غفرلہ رب العباد ضلع کیمل پور

﴿هوالمصوب﴾

اقول وباللہ التوفیق- امام بلندی آواز میں مقتدیوں کی رعایت کرے یعنی اگر مقتدی قلیل ہوں کہ قلیل جہر ہی ان کے لیے کافی ہوسکتا ہے تو امام اتنے ہی جہر سے پڑھے جتنے جہر کی ان کو ضرورت ہے- اگر اس سے زیادہ جہر کرے گا تو شرعاً یہ مستحسن نہیں ہوگا- لان الامام یجهر لا سماع القوم فی قرأته لیحصل احضار القلب کذا فی السراج الوهاج- [4] اور اگر مقتدی کثیر ہوں تو بلا تکلف جتنا بلند کرسکتا ہے کرے لیکن نفس کو مشقت میں ڈال کر جہر کرنا مطلوب شرع نہیں- ولا یجهد الامام نفسه بالجهر کذا فی بحر الرائق۔ [5] والله اعلم و علمه اتم-

افضل یہی ہے کہ امام کو جہر کرتے ہوئے اپنے آپ کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو دال یا ظاء کے مشابہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض لوگ ضاد کو مشابہ بالدال پڑھتے ہیں اور بعض لوگ ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتے ہیں- اب ان میں کون صحیح ہے اور کون سا غلط؟ اگر بالفرض مشابہ بالظاء صحیح ہے تو مشابہ بالدال سے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مشابہ بالظاء سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں اور خالص ظاء پڑھنے سے بھی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں۔

---

۱) رد المحتار کتاب الصلوة باب صفة الصلوة فصل فی القراءة ۵۳۴/۱ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی۔

۲،۳) الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب صفة الصلوة فصل فی القراءة ۵۳۲/۱ سعید۔

۴) الفتاوی الهندیه کتاب الصلوة الباب الرابع فی صفة الصلوة الفصل الثانی فی واجبات الصلوة ۷۲/۱، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. قالوا ولا یجهد الإمام نفسه بالجهر وفی السراج الوهاج: الامام إذا جهر فوق حاجة الناس فقد اساء و أفاد أنه لا فرق فی حق الامام بین الاداء و القضاء......

۵) البحر الرائق کتاب الصلوة باب فی صفة الصلوة ۵۸۶/۱ رشیدیه کوئٹه۔

وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۳۲۷/۱ دار الکتب علمیة بیروت۔

﴿ج﴾

ضاد کے مسئلہ میں جو اختلاف ہے وہ دراصل دو قسموں پر منقسم ہے- اول یہ کہ مخرج ضاد کا کیا ہے اور وہ ظاء کے مشابہ ہے یا دال مہملہ کے مشابہ ہے- دوم یہ کہ جو شخص بجائے ضاد کے نماز میں ظاء معجمہ یا دال مہملہ پڑھے اس کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں- پس امر اول کے متعلق تو تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور قراء وفقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مخرج ضاد کا حافہ لسان اور اس سے متصل ڈاڑھیں ہیں اور اس کی آواز ظاء معجمہ کی آواز کے مشابہ ہے دال مہملہ کے مشابہ نہیں-

کما فی نهاية القول المفيد في علم التجويد- ان الضاد و الظاء المعجمتان اشتركتا جهرا و رخاوة و استعلاء و اطباقا و افترقتا مخرجا- الخ [1]

اور امر ثانی کے متعلق مختار للفتویٰ اور احوط یہ ہے کہ ضاد جیسا اوپر عرض کیا گیا نہ عین ظاء ہے اور نہ عین دال اور نہ ان کے مخرج میں اتحاد ہے- لہٰذا بجائے ضاد کو خالص ظاء پڑھنا اور اسی طرح دال مفخم پڑھنا دونوں غلط محض ہیں- لیکن اس سے فساد صلوٰۃ کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ جو شخص قادر ہے اور صحیح مخرج سے اسے نکال سکتا ہے- اگر وہ عمداً اس کو غلط پڑھتا ہے یعنی خالص ظاء یا خالص دال پڑھتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر عمداً غلطی نہیں کرتا بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس سے ان حروف کے مابین کوئی امتیاز نہیں ہوتا تو دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی- اگر چہ یہ شخص غلط پڑھنے اور صحیح حرف حاصل نہ کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا- **والدليل عليه ما في الذخيرة ان الحرفين ان كانا من مخرج واحد او كان بينهما قرب- الخ الى ان قال و هذا اعدل الاقاويل- فتاویٰ دار العلوم ملخصا** [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) کما في نهاية القول المفيد في علم التجويد ص ۷۷ طبع مکتبہ علمیہ لاہور- وکذا فی جمال القرآن چوتھا لمعہ مخرج :۸، ص:۱۸ طبع قرأت اکیڈمی وکذا فی المقدمۃ الجزری ضاد وظاء کے درمیان فرق کا بیان ص:۲۴ طبع قرأت اکیڈمی لاہور- وکذا فی فوائد مکیہ دوسری فصلم مخارج کے بیان میں ص:۱۵ طبع قرأۃ اکیڈمی لاہور-

۲) فتاوی دارالعلوم دیوبند کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ ، ۴۷/۴ طبع دارالاشاعت-

وفي الخانية على هامش الهندية وان ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كا الطاء مع الصاد ، فقرا الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كا الظاء مع الضاد والصاد مع السين...... قال اكثرهم لا تفسد صلاته كتاب الصلوة فصل في القرأة ۱/۱۴۱،۱۴۳ طبع رشيديه-

وكذا في الفتاوى التاتارخانيه كتاب الصلوة نوع آخر في زلة القارى الفصل الاول ۱/۴۶۵ طبع إدارة القرآن وكذا في البزازيه كتاب الصلوة الفصل الثانى عشر ۴۲/۴ طبع رشيديه كوئٹه-

نماز میں دوسری قرأت کے مطابق پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے جماعت کرائی اور **لست علیھم بمصیطر** کے بجائے **لست علیھم بمصیطر** پڑھا- کیا نماز ہوئی ہے یا نہ اور زید سے جو دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ میں ہمیشہ ایسا ہی پڑھتا ہوں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت بتائی اگر نماز فاسد ہوئی تو پچھلی نمازوں کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

بمصیطر میں اشمام بالزاء امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ کی قرأت ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ صاد اور زاء سے مرکب ایک حرف بنا کر اس طرح ادا کرتے ہیں کہ پُر زا کی طرح معلوم ہو- یعنی استعلاء و اطباق صاد کا ہو اور جہر زاء کا ہو اور امام حمزہ رحمہ اللہ کی قرأت کی سند حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے- ابن عباس رضی اللہ عنہ کی کوئی قرأت اشمام بالزاء والی نہیں ہے- باقی اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ دراصل یہ لفظ سین سے ہے اور سین مہموسہ مستفلہ ہے اور طاء مجہورہ مستعلیہ ہے- پس ان دونوں میں مناسبت پیدا کرنے کے لیے اولاً سین کو صاد سے بدل لیا- پھر اشمام بالزاء مزید مناسبت پیدا کرنے کے لیے ہے کیونکہ زاء میں طاء کی طرح جہر ہے جو صاد میں نہیں ہے اور یہ قیسی لغت ہے- صورت مسئولہ میں اگر زید حمزہ کوفی رحمہ اللہ کی قرأت نماز میں پڑھتا ہے یعنی سورۃ فاتحہ میں جب **اھدنا الصراط المستقیم** میں صاد میں اشمام بالزاء کرتا ہے اور **انعمت علیھُم** میں ھا پر ضمہ پڑھتا ہے- اور **مالک یوم الدین** میں **مَلِک یوم الدین** بحذف الف پڑھتا ہے- یعنی پوری قرأت میں امام حمزہ رحمہ اللہ کی قرأت کا لحاظ رکھتا ہے تو یہ جائز ہے[1] اور اگر وہ باقی سورتوں میں اور فاتحہ کو تو امام عاصم رحمہ اللہ کی قرأت کے مطابق پڑھتا ہے اور اسی ایک لفظ **لست علیھم بمصیطر** میں اشمام بالزاء کرتا ہے تو یہ کذب فی الروایہ اور خلط مذاھب ہے جو کہ جائز نہیں ہے[2]۔

---

۱) فی الفتاوی التاتارخانیه لربیعة لغةولقیس لغة ولسعد من بنی تمیم لغة ...... فعلی هذا اذا قرأ فی صلاته ذالك لا تفسد صلاته عندهما ...... وأجمعوا إذا كان قرائة لاتفسد كتاب الصلوة آخر فی زلة القاری فصل الاول ۴۷۱/۱ طبع ادارة القرآن .
وكذا فی الخانیه كتاب الصلوة فصل فی القرءة ۴٦/٤ طبع رشیدیه كوئٹه.

۲) كما فی مقدمة اعلاء السنن ولو شاعت المذاهب كلها فی بلد من البلاد واشتهرت وفیه من العلماء بكل مذهب عدد كثیر جاز للعامی تقلید ای مذهب من المذاهب شاء وكلها فی حقه سواء ولہ ان لا یتمذهب بمذهب معین ویستفتی من شاء من علماء المذهب هذا مرة وذلك اخریٰ ...... ولا یتتبع الرخص متبعاً هواه (مقدمة الحادی عشر فی مسائل شتیٰ / ۲۹۰، طبع إدارة القرآن كراچی.
وكذا فی شرح عقود رسم المفتی ص: ٤٤ طبع قدیمی كتب خانه كراچی.

نماز فاسد نہیں ہوئی اس لیے اعادہ واجب نہیں (۱)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو دال پڑھنے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) سورۃ الفاتحہ شریف میں غیر المغضوب علیهم ولا الضالین میں صرف (ض) کو (د) کی آواز سے پڑھنا چاہیے ورنہ دوسری صورت میں قاری کافر ہو جاتا ہے اور مقتدی کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے-

(۲) اس آدمی سے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کھانا کھانا اور دوسری خورد و نوش میں شامل ہونا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) ضاد کو حتی الامکان صحیح پڑھنے کی کوشش کرے اور صحت کا طریق کسی قاری مجوّد سے سیکھا جائے- اس کوشش کے بعد جس طرح سے ادا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ نماز جائز ہوگی (۲)-

(۲) اس حرف کو اپنے مخرج سے ادا کرنا چونکہ مشکل امر ہے- اس لیے کسی فریق پر کفر یا فسق کا الزام لگانا جائز نہیں (۳) اور نہ ہی اس معاملہ میں جھگڑنا مناسب ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی البزازیة لا ن القرأة الشاذة لا توجب فساد الصلوة کتاب الصلوة الفصل الثانی عشر ، ٤٦/٤ طبع رشیدیه)وکذا فی الخانیه کتاب الصلوة فصل فی القراءة ١٥٦/١ طبع رشیدیه.
وکذا فی الهندیة کتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس ٨٢/١ طبع رشیدیه .

۲) کما فی الخانیة وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فإن امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاد مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاته عندالکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کا لظاء مع الضاد والصاد مع السین...... قال اکثرهم لا تفسد صلاته کتاب الصلوة فصل فی القرءة ١٤١/١، ١٤٣ طبع رشیدیه وکذا فی الفتاوی التاتارخانیه کتاب الصلوة نوع آخر زلةالقاری الفصل الاول ٤٦٥/١ طبع إدارة القرآن وکذا فی البزازیه کتاب الصلوة الفصل الثانی عشر ٤٢/٤ طبع رشیدیه .

۳) کما فی صحیح البخاری عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایما رجل قال لآخر کافر فقد باء بها أحدهما کتاب الأدب باب من اکفر اخاه ص:٩٠١ طبع قدیمی کتب خانه . وکذا فی صحیح المسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم کافرء ٥٧/١ طبع قدیمی کتب خانه. وفی الهندیة والمختار للفتوی فی جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات (ای قوله یا کافر) ان کان اراد الشتم ولا یعتقده کافرا لا یکفر وان کان یعتقده کافراً یکفر (کتاب السیر موجبات الکفر ٢٧٨/٢ طبع رشیدیه کوئٹه.

ضاد کو مشابہ بالظاء یا مشابہ بالدال پڑھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آج کل کے لوگوں اور مولویوں میں ایک عجیب مسئلہ برپا ہے وہ یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں (ضادی) یعنی مشابہ بالظاء کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ضادی مشابہ بالدال کے پڑھنے والے مولوی کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور قطعاً ضاد کا لفظ غلط ہے کہیں بھی نہیں آیا۔ لہٰذا اس مسئلے کو مفصل اور واضح بادلائل بیان فرمائیں۔

﴿ج﴾

لفظ ضاد ایک مستقل لفظ ہے۔ ظاء اور دال الگ لفظ ہیں۔ ان کے مخارج اور صفات جدا جدا ہیں۔ لفظ ضاد کے متعلق علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ **والضاد من حافته اذولیا الاضراس من ایسر او یمناها**۔ یعنی لفظ ضاد حافۂ لسان سے خارج ہوتا ہے جب کہ داہنے یا بائیں جانب کی ڈاڑھوں سے متصل ہو۔ یہ ضاد کا مخرج ہے[1] اور ضاد کی صفات میں اطباق استطالت وغیرہ ہیں جو کہ کتب تجوید وقرأت میں مذکور ہیں[2]۔ لہٰذا اصل حکم تو یہ ہے کہ حرف کو اپنے مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کی جائے اور دال یا ظاء پڑھنے سے احتراز کیا جائے اور اس کوشش کے باوجود جس طرح بھی زبان سے ادا ہو جائے نماز صحیح ہوگی[3]۔ یہ طے کر لینا کہ اس لفظ کو دال پُر پڑھنا ہے یا ظاء ہی پڑھنا ہے دونوں کام غلط ہیں۔ پھر اس غلطی کے بعد یہ دوسری غلطی ہے کہ دوسرے فریق کو مجبور کرے کہ تم بھی میری طرح غلط پڑھو اور اگر وہ نہ پڑھے تو اس کے ساتھ جھگڑا کیا جائے۔ دوسرے فریق کے ساتھ تو یہ رویہ ہونا چاہیے کہ بھائی میں تو غلط پڑھتا ہوں اور صحیح کرنے کی سعی وکوشش

---

۱) کما فی مقدمة الجزری باب مخارج الحروف ص:۷ طبع قرأت اکیڈمی۔
وکذا فی جمال القرآن چوتھا لمعہ مخرج :۸، ص:۱۸ طبع قرأت اکیڈمی وکذا فی فوائد مکیہ دوسری فصل مخارج کے بیان میں ص:۱۵ طبع قرأت اکیڈمی لاھور۔

۲) کما فی فوائد مکیہ پانچویں لمعہ ممزیہ کے بیان میں ص:۲۴، ۲۵ طبع قرأت اکیڈمی۔
وکذا فی مقدمة الجزری باب الاستعلاء والإطباق طبع قرأت اکیڈمی۔

۳) کما فی الخانیه وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد ، فقرا الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاته عند الکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین...... قال اکثرهم لا تفسد صلاته کتاب الصلوة فصل فی القراۃ ۱/ ۱۴۱، ۱۴۳ طبع رشیدیه۔
وکذا فی الفتاوی التاتارخانیه کتاب الصلوة نوع آخر فی زلة القاری الفصل الاول ۱/ ۴۶۵ طبع إدارة القرآن وکذا فی البزازیه کتاب الفصل الثانی عشر ۴/ ۴۲ طبع رشیدیه کوئٹه۔

میں ہوں تم اس لفظ کو کسی قاری سے صحیح کرالو- جھگڑا اور عدم جواز امامت ومقاطعہ وغیرہ اس لفظ کے نطق وتلفظ پر ہرگز جائز نہیں [۱]- واللہ تعالیٰ اعلم

عجمی شخص

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسائل ذیل میں کہ:

(۱) عجمی آدمی اگر قرآن مجید کی تلاوت کرے تو ضاد کا مخرج ادا کرتے وقت مشابہ بالظاء پڑھے یا مشابہ بالدال علماء جمہور احناف کا کیا مسلک ہے۔

(۲) اگر نماز میں امام ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتا ہے تو نماز میں کراھت پیدا ہوجاتی ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) حرف ضاد کا مخرج زبان کا کنارہ اور اوپر کی ڈاڑھ ہے- اس لیے یہ مخرج میں ظاء سے بالکل ممتاز ہے [۲]- لیکن صفات (اطباق- استعلاء- رخوۃ- جہر) میں دونوں شریک ہیں صفۃ رخوۃ کی تعریف یہ ہے کہ آواز جاری رہے بند نہ ہو- اب اگر اس حرف کو مشابہ بالدال پڑھا جائے کما ھوالمعروف تو آواز بند ہوجائے گی اور ہرگز جاری نہ رہ سکے گی اور رخوۃ ختم ہوجائے گی جو صرف ضاد کی صفت ذاتیہ ہے- جس کے معدوم ہونے سے حرف تبدیل ہوجاتا ہے اس لیے مشابہ بالدال پڑھنے کی صورت میں وہ حرف قرآنی عربی نہیں رہے گا اور تمام قراء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حرف کی آواز ظاء معجمہ کے ساتھ مشابہ ہے- جہد المقل میں ہے- **فیشبہ صوتھا حینئذ صوت الظاء المعجمة بالضرورة فماذا بعدالحق الاالضلال** [۳]- یہ قرأت کا مسئلہ ہے اس میں

---

۱) کما قال اللہ تعالیٰ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین سورۃ الانفال الآیۃ: ۴۷ . وفی تفسیر ابن کثیر ولا تفرقوا امرھم بالجماعۃ ونھاھم عن التفرقۃ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ان اللہ یرضی لکم ثلاثاً ویسخط لکم ثلاثاً یرضی لکم ان تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا وان تعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا سورۃ آل عمران آیۃ: ۱۰۳ ۲/۸۰ طبع قدیمی کتب خانہ۔

۲) کمافی مقدمۃ الجزری والضاد من حافتہ اذولیا، الأضراس من ایسر أو یمیناھا (باب مخارج الحروف ص:۷ طبع قرأت اکیڈمی وکذا فی جمال القرآن چوتھا لمعہ مخرج،۸ ص:۱۵ طبع قرات اکیڈمی .

وکذا فی فوائد مکیہ دوسری فصل مخارج کے بیان میں ص:۱۵ طبع قرات اکیڈمی.

۳) جہد المقل۔ مذکورہ تفصیل جمال القرآن پانچواں لمعہ، ص:۲۳،۲۵ طبع قرأت اکیڈمی لاھور.

وکذا فی مقدمۃ الجزری صفات کے بیان ص:۲۱، طبع قرأت اکیڈمی لاھور.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور دوسرے مجتہدین کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں۔ بدانکہ فرق میان ضاد وظاء بسیار مشکل است۔ رعایہ میں لکھا ہے۔ **الضاد والظاء والذال والزاء المعجمات کلها متشارکة فی الجهر والرخاوة متشابهة فی السمع** [1]۔ امام رازی رحمہ اللہ تفسیر کبیر میں تحریر کرتے ہیں۔ **فثبت بما ذکرنا ان المشابهة بین الضاد والظاء شدیدة و ان التمییز عسیر**۔ آگے لکھتے ہیں۔ **ان التمییز بین هذین الحرفین لیس فی محل التکلیف** [2]۔ فقہائے احناف نے لکھا ہے صاحب درمختار لکھتے ہیں **الا ما یشق تمییزهٗ کالضاد والظاء فقال اکثرهم لم یفسدها** [3] فتاوی عالمگیریہ [4] اور قاضی خان میں ہے۔ **و ان کان لا یمکن الفصل الابمشقة کالضاد مع الظاء والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثرهم لا تفسد**۔ (الی غیر ذالک من عبارات القراء والمفسرین والفقهاء) [5]

(۲) جب اصل تلفظ ہی مشابہ بالظاء ہے تو کراہۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا [6]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فرض نماز میں تلاوت کے دوران امام کو غلطی بتانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) امام صاحب نے جماعت کرائی سورۂ فاتحہ کے بعد جب انھوں نے قرأت شروع کی تو آیتیں ختم ہونے کے بعد امام صاحب سے دو تین لفظ چھوٹ گئے۔ یعنی غلطی ہوگئی کیا مقتدی پیچھے سے امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دے سکتا ہے تو کیسے دے۔

(۲) صبح کی نماز کے وقت ایک آدمی مسجد میں گیا تو اس نے جا کر نماز پڑھ لی۔ اس کے نماز پڑھنے کے بعد امام صاحب آگئے اور صبح کی جماعت کرائی جس شخص نے نماز پہلے پڑھی تھی وہ پاس ہی بیٹھ گیا اور قرأت سننے لگا۔ امام صاحب نے فاتحہ کے بعد دوسری سورت شروع کی تو امام صاحب نے لفظ ض پر پیش کی بجائے

---

۱) مذکورہ حوالہ مجموعة الفتاوی کتاب الصلوة ص: ۲۵۰ طبع سعید میں ملاحظہ ہو۔
۲) مذکورہ حوالہ ملاحظہ بحوالہ مجموعة الفتاوی کتاب الصلوة ص: ۲۵۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
۳) الدر المختار کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ۱/۶۳۳ طبع سعید۔
٤) وکذا فی الهندیه کتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس ۱/۷۹ طبع رشیدیه۔
٥) الخانیه کتاب الصلوة فصل فی القراة ۱/۱٤۱، ۱٤۲ طبع رشیدیه۔
٦) تقدم تخریجه تحت حاشیة: ۲، ۳، ٤ صفحه هذا جواب مذکوره۔

زبر پڑھی مقتدیوں میں سے کسی نے لقمہ نہیں دیا اور جو شخص پہلے نماز پڑھ کر پاس ہی بیٹھا تھا اس نے امام کو صحیح لقمہ دیا کیا وہ ایسے لقمہ دے سکتا ہے؟

﴿ج﴾

(۱) اگر ایسے لفظ چھوٹ گئے ہوں کہ ان کے چھوٹنے سے معنی میں خرابی آتی ہو تو لقمہ دے دے ورنہ اچھا یہ ہے کہ نہ دے۔لیکن اگر بغیر ضرورت کے دے دیا اور امام نے لے لیا تو فتویٰ اس پر ہے کہ کسی کی نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔

(۲) باہر کے آدمی کو لقمہ نہیں دینا چاہیے اور اگر دے دیا تو امام کو اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔اگر امام نے اس کے لقمہ پر عمل کر کے الفاظ ٹھیک کیے تو امام کی نماز اور پوری جماعت کی نماز فاسد ہو جائے گی سب پر اعادہ فرض ہوگا (۲)۔واللہ تعالیٰ اعلم

کیا ''ضاد'' کے مخرج یا صفات میں اختلاف ہے

﴿س﴾

محترم ومکرم جناب حضرت قاری طاہر صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم۔

بعد از آداب کے عرض یہ ہے کہ قرأت عشرہ میں مخرجا،صفاتا،مشابہتا یا کسی اور قسم کا اختلاف لفظ ض میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟مہربانی فرما کر اس اختلاف کو قلمبند کر کے کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرمائیں۔

---

۱) كما في حاشية الطحطاوى وفتحه على امامه جائز بما روى أنه صلى الله عليه وسلم قرأ في الصلوة سورة المؤمنين فترك كلمة فلما فرغ قال الم يكن فيكم ابى قال بلى قال هلا فتحت على...... ويكره للمقتدى أن يعجل بالفتح لأن الامام ربما يتذكر (باب ما يفسد الصلوة ص:٣٣٤طبع قديمى كتب خانه ص ١٨٣ ، باب مايفسد وكذا فى الشاميه كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة ٢/ ١٠ طبع رشيديه.

وكذا فى البحر كتاب الصلوة مايفسد الصلوة ٢/ ١٠ طبع رشيديه.

٢) كما فى الدر المختار مع شرحه وفتحه على غير امامه الا اذا اراد التلاوة وكذا الاخذ الا اذا تذكر فتلا قبل تمام الفتح قال ابن عابدين ان حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقا (كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ١/ ٦٢٢ طبع سعيد.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها٢/ ١٠ طبع رشيديه .

وكذا فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب مايفسد الصلوة وما يكره فيها ص:٣٣٤ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- علماء قراءۃ، ائمہ اداء، مشائخ دیار، اساتذہ امصار، محققین ماہرین، جہابذہ مجودین، فضلاء مقرئین، اجلۂ ارباب فن قراء عشرہ وغیرہ میں سے کسی قاری وامام کا بھی ضاد صحیحہ فصیحہ کے مخرج، اس کی صفات لازمہ (فرعیہ اصلیہ) نیز اس کے مشتبہ بہ ومتشابہ بہ (صوتا) اور اس کے تلفظ کی نوعیت میں کسی جہت سے بھی کوئی نزاع وخلاف نہیں پایا جاتا ہے- بلکہ باتفاق جمیع القراء واجماع محققین فن ض کا مخرج ہے حافۂ لسان اقصی (یمنی یا یسریٰ) کا اول بغلی حصہ (جو کہ اضراس کے محاذی ہے) جبکہ اپنے مقابل پانچ یا چار اضراس علیا (۳ضواحک طواحن نواجذ) کے ساتھ منطبق ومتصل وملاقی ہو بدین طور کہ حافہ کے اوپر والے حصہ کو (جو اوپر ظہر لسان سے ملا ہوا ہے) اضراس کے اصل (بیخ وجڑ) کے ساتھ اور اس کے وسط کو وسط اضراس کے ساتھ اور نچلے حصہ کو (جو نیچے بطن لسان سے مجاور ہے) اطراف اضراس کے ساتھ ملا دیں- (نہ کہ اس مقام سے جس سے کہ غذا چبائی جاتی ہے) ض کو ایسر سے ادا کرنا ایسر واسھل واکثر اور ایمن سے قلیل اور جانبین سے اقل واعز واصعب واعسر ہے اور یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائص سے ہے جملہ کتب فن میں اسی طرح درج ہے- چنانچہ مقدمہ جزریہ، رعایہ[1]، جہد المقل[2]، النشر[3]، حرز الامانی[4] وغیرہ میں تفصیل موجود ہے- علامہ محقق ابن الجزری ؒ فرماتے ہیں-

والضاد من حافة اذ وليا　　الاضراس من ايسر او يمناها[5]

حضرت شاہ ولی اللہ الشاطبی رقم طراز ہیں

وحافة اللسان فاقصاها لحرف تطولا　　الى ما يلى الاضراس و هو لايهما

يعزو باليمنى يكون مقللا- اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ ض حافۂ لسان (کروٹ) اور اوپر کی ڈاڑھوں سے ادا ہوتا ہے- خواہ بائیں طرف سے نکالیں خواہ دائیں سے یا یک دم دونوں طرف سے- اول اسھل واکثر، والثانی قلیل ونادر والثالث اقل واندر ہے- (**لهذا قال سيبويه انها تتكلف من الجانبين و هذا الحرف يصعب خروجه من الجانبين**- (شرح شاطبیہ عربی)[6] علی ھذا القیاس- ض کی صفات اجمالاً چھ ہیں-

---

١) رعايه.　　٢) جهد المقل.

٣) النشر　　٤) حرز الامانی

٥) كما فی المقدمة الجزرية باب مخارج الحروف، ص: طبع قرأت اكيڈمی.

وكذا فی جمال القرآن چوتھا لمعه، مخرج: ٨ص: ١٨ طبع قرأت اكيڈمی لاهور.

وكذا فی فوائد مكيه دوسری فصل مخارج كے بيان ميں ص: ١٥ طبع قرات اكيڈمی لاهور

٦) شرح شاطبيه عربی.

(۱)جہر(۲)رخاوت(۳)استعلاء (۴)اطباق(۵)اصمات(۶)استطالت۔

پس ض مجھورہ، رخوہ، مستعلیہ، مطبقہ، مستعلیہ (حافیہ)(ضرسیہ) ہوا۔ پس جہر کی وجہ سے بلند مع قلت نفس وہواء، رخاوت کی وجہ سے نرم ولطیف ونازک مع جریان صوت، استعلاء کی وجہ سے مفخم، اطباق کی وجہ سے زیادہ مفخم اقویٰ واعلیٰ، اصمات کی وجہ سے بلا عجلت مع مضبوطی و جماؤ۔ استطالت کی وجہ سے طویل الصوت بتدریج ادا ہوگا۔(۱)

للضاد ستة بلا شقاق جهر و رخو ثم بالاطباق مستعليا و مصمت مستطلا الخ
(اغاثة الملهوف فی مخارج الحروف لابراهيم بن سعدؒ) (۲)

ض کو صحیح ادا کرنے کا طریقہ: اولاً حافہ کو اضراس سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں پھر بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت استعلاء واطباق ادا کرنے کے لیے تالو سے لگائیں۔ اس طرح کہ وسط تالو ڈھک جائے اور زبان کی نوک کو د، ظ کے مخرج پر لگنے سے بچائیں۔ پس جب قاعدہ کے موافق زبان لگ جائے تو اب آواز پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ آواز آہستہ آہستہ **عن اول الحافه الی اخرها** پورے مخرج میں پہنچ جائے اس کا بھی خیال رکھو کہ آواز سامنے سے نہ پیدا ہو بلکہ کروٹ میں پیدا ہو اور پورے مخرج سے نکلے اس طرح پر کہ اگر جبڑوں کو سمیٹ کر ہاتھ منہ کے قریب داہنی جانب یا بائیں جانب جدھر سے نکالنا ہو لگائیں تو آواز کے ساتھ ساتھ کچھ ہوا بھی ہاتھوں کو محسوس ہو۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبڑوں کے سمیٹنے کو اس کے مخرج وادا میں دخل ہے کیونکہ یہ تو صحت ادا معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ پس جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا مخرج پر لگنا کارآمد نہیں)۔ض صحیح، فصیح، لطیفہ، متشابہ الصوت کون سا حرف ہے اس امر پر سب قراء و مجودین متفق ہیں کہ اگر ض کو اس کے مخرج معلوم عند القراء (حافہ لسان مع اصول اضراس علیا) سے برعایت جمیع صفات لین مفخم ---- مستطیل نیز طرف لسان کے دخل کے بغیر ادا کیا جائے گا تو اس کی صوت واداء ماہر ومشاق وکامل قاری کی سماعت میں ظ منقوطہ کے ساتھ کافی متشابہ معلوم ہوگی۔ پس دونوں میں آواز جہوری، جاری، مفخم ہوگی، لیکن مخرج جدا جدا ہی رہے گا۔ اب تشابہ ض، ظ پر چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

---

۱) کما فی جمال القرآن پانچواں لمعہ، ص:۲۳ تا ۲۶ طبع قرأت اکیڈمی لاہور.
وكذا فی فوائد مکیہ تیسری فصل صفات کے بیان میں ص:۱۸، ۲۳ طبع قرأت اکیڈمی.
وكذا فی مقدمة الجزری (صفات کا بیان ص:۲۱ طبع قرأت اکیڈمی لاہور.
۲) اغاثة الملهوف مخارج الحروف لا براهيم بن سعد.

(۱) قال فی التفسیر الکبیر – ان المشابھة بین الضاد والظاء شدیدۃ و ان التمییز عسیر [۱] – (۲) و فی جھد المقل الضاد و الظاء والذال المعجمات الکل متشارکة فی الجھر والرخاوۃ و متشابھة فی السمع [۲] (۳) وایضًا فیه و یشبه صوتھا (ای الضاد) صوت الظاء المعجمة بالضرورۃ [۳] (۴) و فی شرح الشاطبیة ان ھذہ الثلاث متشابھة فی السمع (۵) فلذلک اشتد شبھة و عسر التمییز و احتاج القاری فی ذلک الی الریاضة لاتصال بین مخرجھما وفصحاء العرب یتلفظون بھا بحیث یشبه صوتھا صوت الظاء (شرح قصیدہ منه) [۴] (۲) اننا نجد اعراب الشام و ما حولھا ینطقون بالضاد فیحسبھا السامع ظاء لشدۃ قربھا منھا و شبھھابھا – و ھذا ھو المحفوظ عن فصحاء العرب الاولین (تفسیر منار ج ا للشیخ محمد عبدہ مفتی مصر) [۵] (۷) علم تجوید کی جملہ کتب میں ہے – لو لا الاستطالة واختلاف المخرجین لکان الضاد عین الظاء [۶] –(۸) شرح تنویر شامیہ[۷]، خانیه [۸]، فتح القدیر [۹]، نهر فائق [۱۰]، خزانة المفتین [۱۱]، خلاصة الفتاوی [۱۲] وغیرھا کتب فقہ میں بھی ای

---

۱) تفسیر الکبیر

۲) جھد المقل

۳) شرح شاطبیه

٤) شرح قصیدہ

٥) تفسیر منارج للشیخ محمد عبدہ مفتی مصر۔

٦) کما فی جمال القرآن البته اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے اس طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے (چوتا لمعہ مخرج :۸، ص:۱۸ طبع قرأت اکیڈمی۔ وکذا فی المقدمة الجزریة باب فی الفرق بین الظاء والضاد ص: ۱۰ طبع قرأت اکیڈمی لاھور۔وکذا فی مقدمة الجزری پانچویں فصل صفات ممیزہ کے بیان میں ص:۲۵ طبع قرأت اکیڈمی لاھور۔

۷) شرح تنویر کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلاۃ ۱/ ٦٣٣ طبع سعید۔

۸) کما فی الخانیه وان کان لا یمکن الفصل الا بمشقة کالضاد مع الظاء...... قال اکثرھم لا تفسد کتاب الصلوۃ فصل فی القرائۃ ۱/ ۱۷۱ طبع رشیدیه۔

۹) فتح القدیر کتاب الصلوۃ فصل فی القراءۃ ۱/ ۲۷۲ طبع رشیدیه کوئٹه۔

۱۰) النھر الفائق کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلاۃ ۱/ ۸۷۲طبع دارالکتب۔

۱۱) خزانة المفتین ۔

۱۲) خلاصة الفتاوی کتاب الصلوۃ الفصل الحادی عشر فی القراءۃ ۱/ ۹۷ طبع رشیدیه کوئٹه۔

طرح درج ہے۔تفصیل کا موقع نہیں (۹) فقہاء ض ظ کے فرق کو فصل بالمشقۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بھی قرینہ ہے اس بات پر کہ ان دونوں حرفوں میں شدید درجہ تشابہ صوتی پایا جاتا ہے۔شرح تنویر میں ہے۔ **الا ما یشق تمییزہ کالضاد و الظاء فقال اکثرھم لم یفسدھا** [1]۔خانیہ میں ہے۔ **وان ذکر حرفا مکان حرف و غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین بلا مشقة کالصاد مع الطاء فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاته عند الکل و ان کان لا یمکن الفصل بینهما الا بمشقة کالظاء مع الضاد۔ والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثرهم لا تفسد صلاته** ۔[2] (۱۰) **والضاد یشبه لفظها بلفظ الظاء لانها من حروف الاطباق و من الحروف المستعلية و من الحروف المجهورة و لو لا اختلاف المخرجین و ما فی الضاد من الاستطالة لکان لفظهما واحدا و لم یختلفا فی السمع الخ** [3](۱۱) بدانکہ فرق درمیان مخرج ضاد و ظاء بسیار مشکل است (تفسیر عزیزی) [4](۱۲) **و منها ای من انواع التجنیس و هو تشابه اللفظین فی اللفظ مع اختلافهما ذاتا۔ کقوله تعالی (وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة)** (تفسیر اتقان و کتب تفسیر) [5] پس یہ صفت تجنیس اس صورت میں ممکن ہے جبکہ ض ظ متشابہ الصوت ہوں (۱۳) حروف اسنانیہ ولسانیہ میں سے جو حروف جہر و رخاوۃ میں شریک ہوتے ہیں وہ متشابہ الصوت ہوتے ہیں۔اس کلیہ کا وقوع ذ، ز، ض، ظ میں ہی ہے۔پس تشابہ صوتی کا سبب اتحاد مخرج حقیقی یا حکمی (نوعی) ہی نہیں (اگر ایسا ہوتا تو ء۔ ہ اور ض۔ د۔ اور د۔ ت اور ث۔ ذ اور ز۔ س۔ میں بھی تشابہ پیدا ہوتا حالانکہ ان میں عدم تشابہ صوتی مسلم ہے) بلکہ اتحاد مخرجی حقیقی یا حکمی کے ساتھ ساتھ خاص صفت مفردہ یا بالحاق صفت دیگر خاص کا پایا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ حروف اسنانیہ کے تشابہ کی تین (۱۔شدیدہ مجہور مطبقہ ۲۔ مہموسہ رخوہ ۳۔ مجہور رخوہ) اور حروف لہویہ کے تشابہ ایک (باشتراک شدت) اور حروف حلقیہ کے تین (۱۔ مجہور شدیدہ ۲۔ مجہور رخوہ ۳۔مہموسہ رخوہ) صورتیں بنتی ہیں۔اسی بنا پر ضاد اور دال میں تشابہ صوتی نہیں ہے۔کیونکہ یہ مجہور، رخوہ کے سابقہ کلیہ میں مشترک نہیں بلکہ دال میں شدت ہے۔اگرچہ دونوں بسبب نوع (اصل لسانی) کے محاذی ومتقارب ہیں اس لیے بعض قراء نے ض۔ د کو متقاربین

---

۱) کما فی شرح کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلاة ۱/۶۳۳ طبع سعید.

۲) الخانیه کتاب الصلوة فصل فی القراءة ۱/۱٤۱ طبع رشیدیه.

۳) **کتاب الرعایه لابی محمد المکیؒ باب الضاد** ص ٤٥–٤٦ مطبوعه محبوب المطابع دهلی)

٤) تفسیر عزیزی ص ۱۱٤، ج ٤، طبع سعید، کمپنی۔

٥) تفسیر اتقان.

فی المخرج تصور کر کے قد ضلوا وغیرہ میں ادغام کیا ہے۔ مگر ان دونوں کا عدم تشابہ مسلم ہے۔ وللتفصیل مقام آخر۔ یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ض وظ کا تشابہ صفتی وکیفیتی ہے نہ کہ مخرجی وذاتی ووجودی بھی۔ کیونکہ مخرج تو دونوں کا متبائن ومتغائر ہے۔ پس یہ دونوں حروف مخرج جو کہ بمنزلہ سبب وماہیت ومقدار کے ہے۔ اس کی وجہ سے ذاتا متغایر ومتمائز ومتبائن الصوت ادا ہوں گے۔ مگر بوجہ اشتراک صفات ضروریہ متضادہ، جہر، رخاوت استعلاء، اطباق، اصمات کے ان دونوں میں تشابہ صوتی صفتی مسموع ومحسوس ہوگا۔ اسی بنا پر قراء لکھتے ہیں کہ ض اور ظ میں تشابہ کے باوجود تمایز ذاتی ووجودی وتبائن مخرجی لازم ہے۔

نیز صفت استطالت کی وجہ سے بھی ان دونوں کی صوت میں قدر تغایر معلوم ہوگا کہ ض تو بتدریج مستطیل وطویل الصوت ادا ہوگا۔ (اسی لیے وہ قریب بزمانی ہے) اور ظ قصیر ادا ہوگی۔ (اسی لیے وہ قریب آنی ہے) حاصل یہ کہ ض۔ ظ میں تشابہ صوتی اور تغایر ذاتی ووجودی ہے[1]۔ ضاد کو دال مرققہ یا دال مفخمہ یا زاء معجمہ یا دال معجمہ منقوطہ یا عین ظاء معجمہ۔ یا ممزوج بطاء مہملہ بالام مفخم یا ذ واد یا غین معجمہ یا عوادیہ ڈال وغیرہ (جو کسی کو معلوم ہو بیان کرے) پڑھنا بالکل خلاف تجوید ومفسد صلاۃ ہے۔ بشرط تغیر المعنی تغییرا فاحشا یا بشرط اہمال کلمہ فساد صلوۃ ض کو عین ظاء وغیرہ عمداً وعناداً پڑھنا باوجود قدرت علی المخرج کے موجب اثم ومفسد صلوۃ ہے۔ اگر باوجود ریاضت ومجاھدہ کے بارشاد ماہر استاذ تصحیح ضاد ادا نہ ہو۔ تو وہ معذور ہوگا۔ **ان تعمد ذلک تفسد و ان جری علی لسانه او لا یعرف التمییز لا تفسد و هو المختار**[2] تفصیل کو دوسری فرصت پر چھوڑتا ہوں۔ **والله یقول الحق و هو یهدی السبیل - والله اعلم بالصواب و عنده علم الکتاب**

غیر المغذوب یا المغظوب۔ اسی طرح **ولا الدالین** عمداً یا بلا عمد کے مفسد صلوٰۃ ہے۔[3] اسی طرح **کیدهم فی تظلیل** (منیۃ المصلی) ۱۲منہ[4]

---

۱) جمال القرآن پانچواں لمعہ ص:۲۳،۳۱ طبع قرأت اکیڈمی لاہور وکذا فی فوائد مکیہ تیسری فصل صفات کے بیان میں، ص:۱۸،۲۶ طبع قرأت اکیڈمی لاہور وکذا فی مقدمۃ الجزری صفات کا بیان ص:۲۱ طبع قرأت اکیڈمی لاہور.

۲) الشامیه کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ص:۶۳۳ طبع سعید.

وکذا فی الخانیه کتاب الصلوة فصل فی القراءة ۱/۱٤۱،۱٤۲ طبع رشیدیه وکذا فی الفتاوی التاتارخانیه کتاب الصلوة من آخر فی زلة القاری الفصل الاول ۱/٤٦٥ طبع إدارة القرآن.

۳) الخانیه ولو قرأ والعادیات ظبحاً بالظاء تفسد صلاته وکذا لو قرأ غیر المغظوب بالظاء او بالدال تفسد صلاته کتاب الصلوة فصل فی القراءة ۱/۱٤۲،۱٤٦ طبع رشیدیه کوئٹه.

٤) کما فی حلبی کبیر ولو قرأ الم یجعل کیدهم، فی تظلیل بالظاء مکان الضاد تفسد الخ کتاب الصلوة فصل فی بیان زلة القاری ص:٤۹۲ طبع سعیدی کتب خانه.

فقط و انا العبد القاصر المفتقر الی رحمۃ الملک المقتدر محمد طاہر الرحیمی عفا اللہ عن اثامی خادم التجوید والقراءۃ والقرآن بمدرسۃ قاسم العلوم

دو رکعتوں کی تلاوت میں چھوٹی سورت سے فصل کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جان بوجھ کر جہری نماز پڑھاتے وقت پہلی رکعت میں سورۃ ماعون اور دوسری رکعت میں ساتھ والی سورۃ کوثر چھوڑ کر اس سے اگلی سورۃ کافرون پڑھتا ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب اس کو کہا جاتا ہے کہ آپ بھول گئے تو وہ کہتا ہے کہ نہیں یہ جائز ہے اور میں نے عمداً کیا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ کتاب وسنت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام کا یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ امام پہلی رکعت میں جہاں سے قراءۃ کرتا ہے دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورۃ یا آیتیں پڑھے اور کم از کم وہ دو چھوٹی سورتوں کا یا اس کی مقدار کا فاصلہ دے کر پڑھے اگر وہ ایک چھوٹی سورۃ کا فاصلہ دے کر قراءۃ کرے تو یہ مکروہ ہے۔ **و یکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ الخ۔** شامی میں متن کی اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں۔ **اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃً کثیرۃ فلا یکرہ کما اذا کانت سورتان قصیرتان الخ** [1] نور الایضاح میں ہے۔ **یکرہ للمصلی سبعۃ و سبعون شیئا (الی ان قال فیہ) و فصلہ بسورۃ بین سورتین قرأھما فی رکعتین** [2] **الخ** عالمگیری میں ہے۔ **و اذا جمع بین سورتین بینھما سورۃ او سورۃ واحدۃ فی رکعۃ واحدۃ یکرہ و اما فی رکعتین ان کان بینھما سور لا یکرہ و ان کان سورۃ واحدۃ قال بعضھم یکرہ و قال بعضھم ان کانت السورۃ طویلۃ لا یکرہ ھکذا فی المحیط کما اذا کان بینھما سورتان قصیرتان الخ** [3]۔ ان عبارات فقہیہ سے مذکورہ بالا حکم کراہت کا واضح ہے اور امام کا

---

۱) کما فی الشامیہ کتاب الصلوۃ فصل فی القراءۃ ۱/۵٤٦ طبع سعید۔

۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح کتاب الصلوۃ فصل فی مکروھات الصلوۃ ص: ۳۵۲ طبع قدیمی ، کتب خانہ۔

۳) الھندیہ کتاب الصلوۃ الفصل الرابع فی القراءۃ ۱/۷۸ طبع رشیدیہ کوئٹہ۔

اس کو جائز کہنا جہالت ہے- مسائل کی تحقیق کر کے جواز کا حکم لگائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تحقیق مسئلہ فاتحہ خلف الامام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ خلف الامام از روئے شرع محمدی کیسے ہے- بمع دلائل صحیحہ بیان فرمادیں- بینوا توجروا عنداللہ

﴿ج﴾

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرأۃ فاتحہ خلف الامام مکروہ ہے[1] امام کی قرأت ہی مقتدی کے لیے کافی ہوتی ہے- حدیث میں آتا ہے- **من کان له امام فقرأة الامام له قرأة رواه محمد بن الحسن فی الموطأ والطحاوی و اسناده صحيح قال محمد اخبرنی ابوحنيفة ناموسی بن ابی عائشة عن عبدالله بن شداد عن جابر** رضی اللہ عنہ **قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نحوه**[2]- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ائمہ اسلام میں سب سے بڑے امام خود اس کے راوی ہیں- موسیٰ بن ابی عائشہ اور عبداللہ بن شداد صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں- لہذا اس سند پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا- لہذا حدیث اس سند سے صحیح الاسناد ہے- بالخصوص جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متابع حضرت سفیان اور شریک دونوں ثقہ ہیں- نیز آیت **و اذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون**[3]- سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت استماع اور انصات کا حکم ہے- استماع کا حکم جہری نمازوں میں نہیں اور سری نمازوں میں صرف انصات مامور بہ ہے یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے- **قال ابن تيمية و استفاض عن**

---

۱) كما فی الدر المختار المؤتم لا يقرأ مطلقا ولا الفاتحة فی السرية فإن قرأ كره تحريماً كتاب الصلوة فصل فی القراءة، ۱/۵٤٤ طبع سعيد. كما فی اثار السنن عن ابی موسى رضی الله عنه قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قمتم الى الصلوة فليؤمكم احدكم واذا قرأ الامام فأنصتوا (باب ترك القراءة ۱۰۹/۵ طبع امداديه ملتان. وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۵۹۹/۱ طبع رشيديه.

۲) الموطا امام محمد باب القراءة فی الصلوة خلف الامام ص: ۹٦ ميرمحمد كتب خانه. وكذا فی شرح الاثار للطحاوی، ص: ۱٤۹ طبع سعيد.

۳) سورة الاعراف آية ۲۰٤.

السلف انها نزلت فی الصلوۃ و ذکر احمد بن حنبل انها نزلت فی الصلوۃ [1] مغنی ابن قدامہ میں احمد ؒ کا قول نقل کیا گیا ہے۔و ذکر احمد ما سمعنا احدا من اهل الاسلام یقول ان الامام اذا جهر بالقران لا تجزئ صلوۃ من خلفه اذا لم یقرا [2]۔ نیز مغنی میں ہے قال احمد هذا النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه وتابعون وهذا مالک فی اهل الحجاز وهذا الثوری فی اهل العراق وهذا الاوزاعی بالشام و هذا اللیث فی مصر ما قالوا الرجل صلی خلف الامام فقرأ امامه و لم یقرأهو فصلوته باطلة [3] - نیز حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القران فلم یصل الاوراء الامام رواه مالک فی موطأ و اسناده صحیح [4]۔اور صحیح مسلم میں عطاء بن یسار سے مروی ہے۔ انه سأل زید بن ثابت عن القرأة مع الامام فقال لا قرأة مع الامام فی شی رواه مسلم فی باب سجود التلاوة فی صحیحه [5]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابو جمرہ نے سوال کیا-أقرأ و الامام بین یدی فقال لا- رواه الطحاوی [6]۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے-قال انصت للقرأة فان فی الصلوة شغلا و سیکفیک ذالک الامام رواه الطحاوی- و اسناده صحیح [7]۔اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے- الامام اذا ام القوم فقد کفاهم رواه النسائی و الطحاوی [8]- نیز مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے و اذا قرأ فانصتوا [9]۔جس کے متابع بھی موجود ہیں-حدیث لا صلوة الا بفاتحة الکتاب سے [10] اگر فاتحہ کا وجوب معلوم ہوتا ہے اور اس لیے فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اور قرأۃ امام کی قائم مقام قرأۃ مقتدی

---

۱) المغنی لابن قدامه کتاب الصلوة قراءة المأموم الفاتحه ۱/۶۰۱ طبع دارالکتب.

۲) المغنی لابن قدامه کتاب الصلوة قراءة المأموم الفاتحه ۱/۶۰۲ طبع دارالکتب.

۳) المغنی لابن قدامه کتاب الصلوة مکروهات الصلوة ۱/۶۰۲ طبع دارالکتب.

٤) موطا امام مالک رحمه الله کتاب الصلوة باب ما جاء فی ام القرآن ص:٦٦،٦٧ میر محمد کتب خانه کراچی.

٥) صحیح المسلم کتاب الصلوة باب سجود التلاوة ، ۱/۲۱۵ طبع قدیمی کتب خانه کراچی.

٦) شرح معانی الأثار للطحاوی کتاب الصلوة باب القراءة خلف الامام ۱/۱٥۱ طبع سعید کراچی.

۷) شرح معانی الأثار للطحاوی کتاب الصلوة باب القراءة خلف الامام ۱/۱٥۰ طبع سعید کراچی.

۸) شرح معانی الأثار للطحاوی کتاب الصلوة باب القراءة خلف الامام ۱/۱٤۷ طبع سعید کراچی.

۹) صحیح المسلم کتاب الصلوة باب التشهد فی الصلوة ۱/۱۷٤ طبع قدیمی .

وکذا فی اثار السنن کتاب الصلوة باب فی ترک القراءة خلف الامام ص:۱۰۹ مکتبه امدادیه ملتان.

۱۰) شرح معانی الاثار کتاب الصلوة خلف الامام ۱/۱٤۸ طبع سعید.

کی نہیں ہوتی جیسا کہ مخالفین یعنی غیر مقلدین کا اصول ہے تو ان پر لازم ہے کہ وہ قرأۃ فاتحہ کے ساتھ ضم سورۃ بھی کریں اور امام کے پیچھے سورۃ بھی پڑھیں۔ اس لیے کہ حدیث میں جہاں فاتحہ کا وجوب مروی ہے وہاں ضم سورۃ بھی ابوداؤد نے سنن میں نقل کیا ہے عن ابی هريرة رضی الله عنه قال امرنی رسول الله صلی الله عليه وسلم ان انادی انه لا صلوة الا بقرأة فاتحة الكتاب فما زاد انتهى۔[۱] نیز مسلم[۲] اور نسائی[۳] نے زہری کے طریق حدیث لا صلوۃ الخ میں فصاعداً کی زیادتی نقل کی ہے۔ سنن ابوداؤد میں ہے۔ امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب و ما تيسر[۴] تو کیا وجہ ہے کہ مازاد علی الفاتحہ کے پڑھے بغیر تو امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اگر امام کی قرأت کفایت کرتی ہے تو فاتحہ اور سورۃ دونوں میں کرتی ہے فرق کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ترمذی کی روایت لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم يقرأبها[۵]۔ اگرچہ فاتحہ کے پڑھنے میں صریح ہے لیکن یہ حدیث تین وجوہ سے معلول ہے۔ (۱) اس کا راوی مجہول ہے جو مدلس ہے اور یہاں وہ روایت عن عن سے کرتا ہے مدلس کی روایت عن عن سے اتصال پر محمول نہیں ہوتی جو محدثین کا متفقہ مسلک ہے۔ (۲) نیز اس کی سند میں اضطراب ہے۔ (۳) محمد بن اسحاق اس کا راوی متفرد ہے۔ اور محمد بن اسحاق اتنا قوی نہیں ہے کہ اس کے تفردات بھی قابل قبول ہوں لہٰذا حدیث حسن نہیں اور حدیث کی صحت کا دعویٰ تو خود ترمذی نے بھی نہیں کیا۔ صرف حسن کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن ان تین علل کی وجہ سے حسن بھی نہ رہی[۶]۔ بہرحال ایسی کوئی دلیل صریح اور صحیح آخر تک نہیں پائی گئی جس سے فاتحہ کا پڑھنا خلف الامام ثابت ہو سکے اور انصات کی حدیث اور آیت کی موجودگی میں پڑھنا کراھت سے خالی نہیں بالخصوص جہری نمازوں میں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ابو داؤد كتاب الصلوة باب من ترك القراءة فی صلاته ۱/ ۱۲٦ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.

۲) مسلم كتاب الصلوة باب وجوب قراء الفاتحة ۱/ ۱٦٩ طبع قديمی كتب خانه.

۳) سنن النسائی كتاب الصلوة باب ايجاب قراءة فاتحة الكتاب فی الصلوة ۱/ ۱٤٥ طبع قديمی.

٤) سنن ابی داؤد كتاب الصلوة باب من ترك القراءة فی صلاته ۱/ ۱۲٦ طبع رحمانيه لاهور.

٥) سنن ترمذی كتاب الصلوة باب ما جاء فی القراءة خلف الامام ۱/ ٦٩، ۷۰ طبع سعيد.

٦) وكذا فی المشكوة كتاب الصلوة باب القراءة فی الصلوة ۱/ ۸۱ طبع قديمی كتب خانه.

مذکورہ بالا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مرقات المفاتيح كتاب الصلوة فصل فی القراءة الفصل الثانی ۲/ ۵۳۳، ۵۳٤ طبع ، دار الکتب.

نمازوں میں جہر اور سر کی وجہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پانچ نمازوں میں سے صبح، مغرب اور عشاء میں بلند آواز سے قرأت پڑھی جاتی ہے اور ظہر و عصر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کیوں بند کی گئی اس میں کیا فرق ہے اگر بلند آواز سے پڑھی جائے تو کیا فرق ہے۔

﴿ج﴾

مبسوط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے۔ **و قال ابو سعید الخدری رضی الله عنه سجد رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلوة الظهر فظننا انه قرأه الم تنزيل السجدة و قد كان النبي صلى الله عليه وسلم في الابتداء يجهر بالقران في الصلوة كلها و كان المشركون يؤذونه و يسبون من اَنزل و من اُنزل عليه فانزل الله تعالى و لا تجهر بصلوتک و لا تخافت بها وابتغ بين ذالک سبيلا فكان يخافت بعد ذالک في صلوة الظهر و العصر لانهم كانوا مستعدين الاذى في هذين الوقتين و يجهر في صلوة المغرب لانهم كانو مشغولين بالاكل و في صلوة العشاء والفجر لانهم كانوا نياما و لهذا جهر في الجمعة والعيدين لانه اقامها بالمدينة و ما كان لكفار بها قوة الاذى**[1]۔

روایت ھذا سے جہر و سر میں یہ حکمت معلوم ہو رہی ہے کہ ابتداء اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے اندر جہر سے تمام نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ مشرکین مکہ قرآن جب سنا کرتے تھے تو اس کے نازل کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ اور جس پر نازل کیا گیا ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب و شتم کیا کرتے تھے۔ اللہ جل مجدہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نہ نمازیں ساری بلند آواز سے پڑھاؤ اور نہ سر سے اور درمیان کی صورت کو تلاش کرلو۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ظہر و عصر میں سر کیا کرتے تھے کیونکہ ان دو وقتوں میں مشرکین

---

۱) المبسوط للسرخسي كتاب الصلوة فصل يجهر الامام في صلاة الجهر و يخافت الخ ۱/۱۷ طبع ادارة القرآن . وكذا في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة فصل في واجب الصلوة ص:۲۵۳، ۲۵۴، طبع قديمي كتب خانه. وكذا في اعلاء السنن كتاب الصلوة باب وجوب الجهر في الجهرية والسر في السرية ۴/۲۰۱ طبع إدارة القرآن .
مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو معارف القرآن ۵/۵۴۲ طبع مکتبہ دارالعلوم کراچی.

اذیت دیا کرتے تھے اور مغرب کے وقت چونکہ وہ کھانے میں مشغول ہوتے تھے اور عشاء اور صبح کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے تھے اس لیے اذیت نہیں دیا کرتے تھے۔ اس لیے یہ نمازیں بلند آواز سے ادا کرنے لگے اور جمعہ اور عیدین کی نمازیں چونکہ مدینہ منورہ میں شروع کی گئی ہیں اور وہاں کافروں کی اذیت کا اندیشہ نہیں تھا اس لیے وہ نمازیں بلند آواز سے ادا کیں اور اس کے بعد اگرچہ کافروں کی اذیت کا اندیشہ نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی اسی طریقہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت نے بحال رکھا۔ نماز سری کو بلند آواز کے ساتھ اور جہری کو سر کے ساتھ جب جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے تو واجب کا ترک شمار ہوتا ہے۔ جس کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں تلاوت سے قبل بسم اللہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فرضی نماز ہو یا نفلی یا سنتیں ہوں ان میں ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ہر رکعت میں تلاوت سے قبل بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے[2]۔

کیا کسی کے آمین بالجہر کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک غیر مقلد نے حضرات احناف کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے آمین بالجہر کہی تو ایک شخص نے جو کہ ساتھ کھڑا تھا' آمین سنتے ہی اپنی نماز کو توڑ کر اس کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا اور کہہ رہا تھا کہ تو ہماری نماز فاسد کرتا ہے۔ اب آپ سے درخواست ہے کہ شریعت کی رو سے اس شخص کا نماز توڑ کر یہ کہنا کہ ہماری نماز فاسد ہوتی ہے ٹھیک ہے یا نہیں اور نماز بھی فاسد ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا بالدلیل توجروا عندالجلیل.

---

۱) رد المحتار یجب السهو بهما ای بالجهر والمخافة مطلقًا ان قل أوكثر وهو ظاهر الرواية كتاب الصلوة باب سجود السهو ، ۸۱/۲ سعيد. وكذا فی حلبی كبير فصل فی سجود السهو ص:۴۵۷ سعيدی. وكذا فی البحر الرائق فصل فی سجود السهو ۱۷۰/۲ طبع مكتبه رشيديه .

۲) الدر المختار مع رد المحتار كما تعوذ سمی ...... سرا فی اول كل ركعة ولو جهرية...... ذكر فی المحيط المختار قول محمد وهو أن يسمی قبل الفاتحة وقبل كل سورة فی كل ركعة كتاب الصلوة باب فی بيان صفة الصلاة ۴۹۰/۱ سعيد. (فروع)

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۵۴۵/۱ رشيديه.

وكذا فی الهنديه كتاب الصلوة الفصل الثالث فی سنن الصلوة ۷۳/۱ رشيديه.

﴿ج﴾

اس شخص کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہماری نماز فاسد کرتا ہے اور نہ اس کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ اسے آمین بالجہر کہنے والے کو زدوکوب کرنا جائز ہے[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

ثنا اور تسمیہ کونسی رکعت میں پڑھنا بہتر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل کہ:

(۱) سنن غیر مؤکدہ اربع کی تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ مع حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرماویں۔

(۲) بسم اللہ الخ ہر رکعت میں پڑھنی چاہیے یا صرف پہلی رکعت میں ہی پڑھنی چاہیے اور باقی رکعت نہیں پڑھنی چاہیے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء پڑھنی چاہیے۔ کذا فی الشامیہ[1]۔

(۲) ہر رکعت کی ابتداء میں پڑھنی چاہیے **کما ذکر فی المحیط المختار قول محمد وھو ان یسمی قبل الفاتحۃ وقبل کل سورۃ فی کل رکعۃ**[2]

---

۱) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ الصحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلم الخ ۱/۶ قدیمی. کراچی
وکذا فی مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان ۱/۱۲ قدیمی. کراچی
وکذا فی الجامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء المسلم من مسلم الخ ۲/۹۰ سعید.

۲) الدر المختار ولا یستفتح إذا قام الی الثالثۃ منھا ..... وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذراً لان کل شفع صلاۃ کتاب الصلوۃ باب الوتر والنوافل ۲/۵۵۲ رشیدیہ جدید کوئٹہ. وکذا فی الھندیۃ کتاب الصلوۃ باب الوتر والنوافل ۲/۸۶،۸۷ مکتبہ رشیدیہ. وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب فی بیان تألیف الصلوۃ ۱/۴۹۰ سعید.
وکذا الھندیہ کتاب الصلوۃ الفصل الثالث سنن الصلوۃ ۱/۷۳ رشیدیہ.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۱۳ رجب ۱۳۹۱ھ

نمازِ معکوس کی شرعی حیثیت

س

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل میں کہ:

(۱) نماز معکوس کا ثبوت شرعاً ہے یا کتب معتبرہ یا غیر معتبرہ میں ذکر آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک نیچے کو کیا ہوا اور پاؤں مبارک اوپر کیے ہوں۔ کیا ایسی نماز ثابت ہے اور کس موقع پر پڑھی ہے یا کسی امام و بزرگ نے یہ نماز اختراع کی غرض سے پڑھی ہو۔ (۲) مشہور طور پر واعظین اپنی رنگین تقریروں میں نہایت جوش وخروش کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (من انت) بی بی صاحبہ نے جواب میں عرض کیا کہ عائشہ۔ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ من عائشہ یا ای عائشة۔ کیا یہ روایت صحیح ہے۔ (۳) جن روایات سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا ثابت ہے۔ ان کے بیان کی مختصر تعدادی فہرست حسب اختلاف اسنادیا الفاظ یا کتب عنایت فرمائیں۔

ج

(۱) یہ نماز اختراعی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں[۱] ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے القول الجمیل[۲] میں اسے اشغال چشتیہ میں درج کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ سنت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کو صلوٰۃ مجازاً کہہ دیتے ہیں اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ایک معالجہ ہے اور معالجہ کے لیے منقول و ماثور ہونا ضروری نہیں۔ ہاں منہی عنہ نہ ہونا چاہیے لیکن اس وقت امزجہ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے اس لیے مشائخ نے اس کو ترک فرمایا ہے۔

---

۱) مشکوٰۃ المصابیح من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱/۲۷ قدیمی کتب خانه۔

۲) شفاء العلیل ترجمه القول الجمیل ص ۸۶، طبع مکتبه رحمانیه، لاهور

(۲) ان روایات کا ثبوت بعض مقامات میں ملتا ہے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص وقت میں مناجات الٰہی میں یہ فرمایا ہو۔

(۳) **عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شیء خلقہ اللہ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک** [۱]۔ نیز مسلم شریف میں ایک لمبی دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے دعا کی ہے **اللھم اجعلنی نورا۔ الخ۔ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین** [۲] میں اکثر مفسرین نے نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیے ہیں [۳]۔ ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق صحیح ہے اگرچہ یہ بات قطعی [۴] ہے کہ آپ جنس بشر سے تھے۔

مقتدی کے لیے تلاوت کی ممانعت

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے کی حدیث تحریر فرمائیں۔

(۲) نماز میں آمین آہستہ پڑھنے کا حکم بحوالہ حدیث شریف تحریر فرمائیں۔

(۳) امام کے پیچھے مقتدی کے الحمد نہ پڑھنے کا حکم۔

(۴) فجر کی نماز کی سنتیں بعد نماز فرض کے طلوع آفتاب سے قبل نہ پڑھنے کا حکم۔

(۵) نماز وتر پڑھنے کا مسنون طریقہ تحریر فرمائیں۔

---

۱) الصحیح المسلم کتاب المسافرین باب صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱/۲۶۱ قدیمی کتب خانہ۔

۲) سورۃ المائدۃ الآیۃ: ۱۵۔

۳) روح المعانی قد جاء کم من اللہ نور عظیم وھو نورالانوار والنبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الکھف الآیۃ: ۱۱، ۱/۱۴۳ وکذا فی تفسیر المنیر سورۃ المائدۃ الآیۃ: ۱۵، ۶/۱۳۴ مکتبہ الغفاریہ۔ وکذا فی تفسیر اللباب فی علوم الکتاب سورۃ المائدۃ الآیۃ: ۱۵، ۷/۲۵۹ دار الکتب العلمیۃ۔ وکذا فی تفسیر زاد المنیر سورۃ المائدۃ الآیۃ: ۱۵ ۲/۳۱۶ دار الکتب العلمیۃ۔

٤) قل انما أنا بشر مثلکم یوحی الی إنما الھکم الہ واحد سورۃ الکھف الآیۃ:۔
تفسیر المنیر ای قل یل محمد لھم ما أنا الا بشر مثلکم فی البشریۃ لیس لی صفۃ الملکیۃ او الالوھیۃ ولا علم الا ما علمنی اللہ سورۃ الکھف آیۃ: ۱۱۰، ۱۶۶/۴۹۶ مکتبہ الغفاریہ۔
وکذا فی تفسیر روح المعانی سورۃ الکھف الآیۃ: ۱۱۰، ۱۶/۴۹۶ دار احیاء التراث العربی۔

﴿ح﴾

(۱) عن علقمه بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبی صلى الله عليه وسلم يضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة– رواه ابن ابی شيبة [۱] و اسناده صحيح–

(۲) روی احمد و ابويعلی و الطحاوی والدارقطنی والحاكم فی المستدرک من حديث شعبة عن سلمة بن كهيل عن حجر ابن العنبس عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولاالضالين قال آمين و اخفى بها صوته[۲]– اهـ

۳– عن عطاء بن يسار انه سأل زيد بن ثابت رضی الله عنه عن القرأة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیء [۳]رواه مسلم فی باب سجود التلاوة–

۴– عن ابی سعيد الخدری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس و لا صلوة بعد صلوة الفجر حتى تطلع الشمس رواه الشيخان[۴]–

۵– عن ابی سلمة بن عبدالرحمان انه سال عائشة رضی الله عنها كيف كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فی رمضان فقالت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد فی رمضان و لا فی غيره احدی عشرة ركعة يصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ثم يصلی اربعًا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم يصلی ثلا ثا قالت عائشة فقلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال يا عائشة ان عينی تنامان و لا ينام قلبی رواه البخاری[۵]–فقط والله تعالى اعلم۔

---

۱) مصنف ابن ابی شيبة كتاب الصلوة باب وضع اليمين على الشمال حديث: ۱۰۶، ۴۲۷/۱ امداديه اعلاء السنن كتاب الصلوة باب وضع اليدين تحت السرة ۱۶۶/۲، ۱۶۷ ادارةالقرآن كراچی۔
الدر المختار ووضع يمينه على يساره تحت سرته كتاب الصلوة فصل فی بيان تأليف الصلوة ۴۸۶/۱ سعيد. وكذا فی تبيين الحقائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۲۸۹/۱ دارالكتب العلميه.

۲) آثار السنن ص ۱۲۴ و الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء فی التامين ۵۸/۱ سعيد.
إذا فرغ من الفاتحة قال آمين والسنة فيه الاخفاء الهندية كتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الثانی فی بيان الصلوة الخ ۷۴/۱ ،رشيديه .

۳) الصحيح للمسلم كتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۲۱۵/۱ قديمی كتب خانه.
الدر المختار المؤتم لا يقرء مطلقاً ولا الفاتحة سراً فان قرا كره تحريماً كتاب الصلوة فصل فی القرآة ۵۴۴/۱ ،سعيد.

۴) مشكوٰة المصابيح كتاب العلم باب اوقات النهی ۹۴/۱ قديمی كتب خانه.
وكذا فی الصحيح للبخاری كتاب الصلوة باب لا تتحری الصلوة قبل غروب الشمس ۸۲/۱، ۸۳ قديمی كتب خانه.

۵) وكذا الصحيح للبخاری كتاب الصلوة باب قيام النبی صلى الله عليه وسلم ۱۵۴/۱ قديمی كتب خانه.

''سبحان ربی العظیم'' کی جگہ ''سبحان ربی الکریم'' پڑھنے کا حکم

❀س❀

کیا فرماتے علماء دین دریں مسئلہ کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم کی جگہ عمداً سبحان ربی الکریم پڑھتا ہے اور تاویل یہ کرتا ہے کہ عظیم میں ثقل ہے اور غلطی کا احتمال ہے- بخلاف کریم کے- حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے اس نام کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ اس کے شیخ کے نام کا مضاف الیہ کریم ہے جواب باحوالہ مرحمت فرمائیں- بینوا توجروا

❀ج❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ تسبیح رکوع میں مسنون تو سبحان ربی العظیم کی تسبیح ہے ہاں اگر کوئی شخص ظاء کو صحیح طور پر ادا نہ کر سکے بلکہ اس سے زاء ادا ہوتی ہے- یعنی العظیم کی جگہ العزیم پڑھا جاتا ہے تب ایسا شخص سبحان ربی العظیم کی جگہ سبحان ربی الکریم پڑھے تاکہ فساد صلوۃ سے بچ جائے- العزیم پڑھنے میں فساد نماز کا اندیشہ ہے[1] - (تنبیه) **السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم الا ان کان لا یحسن الظاء فیبدل به الکریم لئلا یجری علی لسانه العزیم فتفسد به الصلوة کذا فی شرح درر البحار فلیحفظ فان العامة عنه غافلون حیث یأتون بدل الظاء بزاء مفخمة** [1].

صورت مسئولہ میں امام مذکور اگر عمداً باوجود قدرت کے العظیم کو صحیح طور پر پڑھنے کے الکریم پڑھتا ہے تو یہ تارک سنت ہے[2]- نیز اپنے شیخ کے نام کے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے الکریم کو العظیم پر ترجیح دینے کی وجہ سے (جبکہ دونوں اسماء حسنیٰ میں سے ہیں) اسماء حسنیٰ میں سے بعض کو بعض پر تفضیل کی قباحت لازم آتی ہے جس سے احتراز ضروری ہے- لہٰذا ایسی صورت میں بوجہ مداومت علی ترک السنۃ نیز بوجہ ارتکاب قباحت تفضیل

---

۱) رد المحتار کتاب الصلوة فصل فی بیان تألیف الصلوة ۱/۴۹۴ سعید.

۲) عن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا رکع احدکم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعه وذالك ادناه سنن الترمذی ابواب الصلوة ما جاء فی التسبیح فی الرکوع ۱/۶۰ سعید.

رد المحتار السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم کتاب فصل فی بیان تألیف الصلوة ۱/۴۹۴ سعید وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۵۵۰ رشیدیه کوئٹه.

مذکور امامت کراہت سے خالی نہ ہوگی جب تک کہ وہ اس امر کو ترک نہ کردے اور اگر عمداً نہیں پڑھتا ہے بلکہ صحیح ادا نہیں کرسکتا تب یہ الثغ کے حکم میں ہے۔ الثغ کی امامت ناجائز ہے علی الاصح یا مکروہ ہے علی قول کما قال فی الشامی (۱)۔

امـــامة الالثـغ لـلـمـغـايـر	تـجـوز عـنـدالبـعض من اكابر
و قـد ابـــاه اكثر الاصـحـاب	لـمـــا لـغيـــره من الـصـواب

اور اگر ظاء کو صحیح پڑھ سکتا ہے لیکن غلط پڑھنے کے اندیشہ سے الکریم پڑھتا ہے۔ تب اس کی امامت درست ہو گی (۲) اگرچہ ایسا کرنا خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاتحہ خلف الامام کی حدیث کا مقام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اہل سنت والجماعت مندرجہ ذیل سوال کے متعلق کہ:

(۱) من كان له امام فقراء ة الامام له قراء ة يا (۲) من كان له امام فقرأة الامام قرأة له ـ والی حدیث شریف اصول حدیث شریف واصول فقہ حنفی واصول عقیدہ علماء اہل سنت والجماعت کی رو سے مرفوع متصل مسند ہے یا ضعیف ہے۔

(۲) کیا وہ احادیث شریف جن کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ سری اور جہری نمازوں میں پڑھنے سے منع فرمایا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری قول اور فعل ہیں اور وہ احادیث شریف جن کی رو سے امام کے پیچھے سری اور جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ مقتدیوں کو آہستہ پڑھنے کا حکم دیا ہے وہ منع کرنے والی احادیث شریف سے پہلے کی ہیں۔ بینوا توجروا

---

۱) شاميه كتاب الصلوة فصل في القرأة مطلب في الالثغ ۱/۵۸۲ سعيد۔

وكذا في الهند كتاب الصلوة الباب الخامس في الامامة ۱/۸۶ رشديه.

۲) الدالمختار ومنها زلة القارى فلو فى اعراب ......لم تفسد مالم يتغير المعنى الا ما يشق تمييزه كالضاد والظاء فاكثرهم لم يفسدها كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة ۱/۶۳۰،۶۳۲ سعيد.

فكل ذلك حكمه ما مر من بذل الجهد دائماً ، والا فلا تصح الصلوة ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۸۲ سعيد.

ج

(۱) حدیث مذکور مرفوع متصل صحیح ہے- قال العلامۃ النیموی رحمہ اللہ فی آثار السنن [۱] وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ رواہ الحافظ احمد بن منیع فی مسندہ و محمد بن الحسن فی الموطأ والطحاوی والدارقطنی و اسنادہ صحیح والتفصیل فی تعلیقہ-

(۲) حضرت اقدس علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الکوکب الدری علی الجامع الترمذی [۲] پر ذکر فرمایا ہے کہ جن احادیث سے قرأت فاتحہ کی ضرورت ثابت ہو وہ امام اور منفرد کے بارے میں ہیں مقتدی کے بارے میں نہیں ہیں- کیونکہ بعض صحیح روایات میں سورت کی زیادتی بھی ہے حالانکہ مقتدی کسی کے نزدیک بھی سوائے فاتحہ کے سورت مضمومہ کی قرأت نہیں کرتا ہے- و ھذہ عبارتہ و کان الذی قالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من انہ لا صلوۃ لمن لم یقرأبام القران و کذالک لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب مصداقہ المنفرد والامام لا المقتدی لما ورد فی الروایۃ الصحیحۃ من زیادۃ لفظہ و فی روایۃ و زیادۃ الی غیر ذالک [۲] الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) آثار السنن باب فی ترك القرأۃ ص:۸۸ مکتبہ امدادیہ.
وکذا فی آثار السنن طحطاوی ص:۱۴۹ سعید باب القرأۃ خلف الامام.
وکذا فی السنن النسائی کتاب الصلوۃ باب اذا قرئ القرآن ۱/۱۴۶ قدیمی.

۲) الکوکب الدری علی الجامع الترمذی. ص ۳۰۳، ج۱، طبع ادارۃ القرآن کراتشی-
رد المحتار قولہ مروی عن عدۃ الصحابۃ قال فی الخزائن ...... وفی الکافی ومنع المؤتم من القرأۃ مأثور عن ثمانین نفرا من کبار الصحابۃ منھم المرتضی والعبادلۃ وقد دون اھل الحدیث اسامیھم کتاب الصلوۃ فی فصل فی القرآۃ ۱/۵۴۴،۵۴۵ سعید.
وکذا فی البحر الرائق باب صفۃ الصلوۃ ۱/۵۹۹ رشیدیہ.
وکذا فی تبیین الحقائق باب صفۃ الصلوۃ ۱/۳۳،۳۴ دار الکتب العلمیۃ.

باب الجمعہ

بارہ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں ۱۲۰۰ نفوس پر مشتمل شہر سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے- اس میں تین مسجدیں ہیں، دو آٹا پیسنے کی مشینیں ہیں جن میں روئی صاف کرنے دھنے اور لکڑی چیرنے دھان نکالنے اور صاف کرنے کا بھی انتظام ہے، دوکانوں کی تعداد ۱۳ تک ہے، ایک پرائمری سکول پختہ تعمیر شدہ اور ایک دینی مدرسہ بھی ہے جس میں حفظ وناظرہ تجوید کا مکمل انتظام ہے اور ابتدائی عربی کتب کا بھی انتظام ہے گاؤں کے اردگرد تقریباً ۲۰ بستیاں اڑھائی میل کے اندر اندر ہیں جن کی بعض ضروریات مثلاً سودا خریدنا آٹا پسوانا روئی صاف کروانا لکڑی چرانا وغیرہ اس گاؤں سے پوری ہوتی ہیں یہ بستی ان تمام بستیوں سے بڑی بھی ہے اردگرد کے بچے سکول مدرسہ میں تعلیم کے لیے بھی آتے ہیں- اس میں ایک بی ڈی ممبر اور دو نمبردار ہیں- تین عالم سند یافتہ بھی موجود ہیں- اس گاؤں کی ایک بڑے محلے والی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے-

لہٰذا براہ کرم مدلل تحریر فرمادیں کہ اس گاؤں میں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور جاری شدہ جمعہ کو بند کرنے کا کیا حکم ہے اور جو پڑھے جاچکے ہیں ان کی قضا لازم ہے یا نہیں- نیز شامی نے جمعہ کی اجازت میں گاؤں کا تذکرہ کیا ہے اس کی کیا تعریف ہے-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- معلوم ہونا چاہیے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے [1]- عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں بلکہ ظہر چار رکعتیں فرض اور ضروری ہے [2]- مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں- بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں

---

۱) يشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر الدر المختار كتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۱۳۷ سعيد.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۲٤٦ رشيديه.

۲) وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة التنفل بالجماعة الاترى أن في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر ردالمحتار باب الجمعة ۲/۱۳۸ سعيد. وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۲٤٥ رشيديه.

ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت سلطنت اور علم وفہم کے ذریعہ مقدمات کے فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ بعض کا قول ہے وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرتا ہو۔ بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آ سکیں۔ ایک اور روایت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ہے کہ وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں۔ وہ شہر ہے اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں اور یہ تعریفیں امارات وعلامات ہیں اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی ہے وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں شمار کیا جائے۔

کما قال فی البحر [1] تحت قول الکنز شرط ادا نها المصر و هو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود او مصلاه (قال) و فی حدالمصر اقوال کثیرة اختاروا منها قولین احدهما ما فی المختصر ثانیهما ما عزوه لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث۔الخ

و قال فی الهدایة لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عند ابی یوسف رحمہ اللہ و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی [2] و فی العنایه و عن ابی یوسف روایة اخری غیر ها تین الروایتین و هو کل موضع یسکنه عشرة الاف نفرفکان عنه ثلاث روایات [3]۔

بنابریں جس بستی کے بارے میں سوال میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں۔ مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے لہٰذا اس بستی میں جمعہ جائز نہیں۔ اس بستی

---

۱) وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۲٤۵ رشیدیه.
وکذافی حلبی کبیر فصل فی صلوٰة الجمعة ص: ۵۵۰ سعیدی کتب خانه.
وکذا فی رد المحتار کتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۱۳۷ سعید.
۲) الهدایة کتاب الصلوة باب الجمعة ۱/۱۵۲،۱۵۱ سعید.
۳) العنایه شرح الهدیه علی هامش فتح القدیر کتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۲٤ مکتبه رشیدیه.

میں جب جمعہ جائز نہیں تو وہاں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور جاری شدہ جمعہ کا بند کرنا واجب ہے- صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما و مثله الجمعة [1]-- ایسی بستی میں جہاں کوئی تعریف مصر کی صادق نہ آتی ہو امام صاحب کے نزدیک جمعہ پڑھنا مسقط ظہر نہیں اس لیے جو نمازیں پڑھ چکے ہیں ان کی قضاء لازم ہے- و لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر هذا مذهب ابی حنیفة [2]-

علامہ شامی رحمہ اللہ نے جمعہ کی اجازت میں گاؤں کا تذکرہ کیا ہے اس سے مراد قریہ کبیرہ ہے- عبارت اس کی یہ ہے و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق- الخ- 'الی ان قال' و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة [3]- ان عبارات سے ظاہر ہے کہ جمعہ قصبات اور بڑے قریہ میں ادا ہوتا ہے جن میں بازار ہوں اور چھوٹے قریہ میں ادا نہیں ہوتا- واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مسجد میں جمعہ کی سنتیں پڑھ کر دوسری میں فرض ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں ساڑھے بارہ بجے اذان ہوتی ہے اور ایک بجے نماز جمعہ شروع ہوتی ہے اور دوسری مسجد میں پون بجے نماز جمعہ ہے لوگ پہلی مسجد میں آ کر وضوء کرتے ہیں سنت پڑھتے ہیں اذان بھی سنتے ہیں اور جمعہ پڑھنے کے لیے دوسری مسجد میں جہاں پونے ایک بجے نماز جمعہ ہوتا ہے چلے جاتے ہیں- دوسری مسجد میں نماز جمعہ پڑھ کر واپس پہلی مسجد میں آ جاتے ہیں اور بقیہ سنتیں اس پہلی مسجد میں پڑھ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں- کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل از روئے شریعت جائز ہے یا نہ-

---

۱) الدر المختار کتاب الصلوة باب العیدین ۲/۱۶۷ طبع سعید

۲) رد المحتار کتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۱۳۸، سعید

۳) رد المحتار کتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۱۳۷ سعید.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۲۲۵ مکتبہ رشیدیه.

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم-واضح رہے کہ اذان کے وقت جو لوگ مسجد میں موجود ہوں یا اذان ہو جانے کے بعد مسجد میں داخل ہوں ان کے لیے نماز ادا کرنے سے پہلے بلا ضرورت شدیدہ کے مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے-لما فی الحدیث عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلوۃ فلا یخرج احدکم حتی یصلی-(رواہ احمد)

(۲) و عن ابی الشعثاء رضی اللہ عنہ قال خرج رجل من المسجد بعد ما اذن فیہ فقال ابوھریرۃ اما ھذا فقد عصی اباالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم و عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ و ھو لا یرید الرجعۃ فھو منافق [1]

و فی الدرالمختار (و کرہ) تحریما للنھی (خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ) (الالمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری) والا(لمن صلی الظھر والعشاء) وحدہ مرۃ فلا یکرہ خروجہ بل ترکہ للجماعۃ الاعندالشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفۃ الجماعۃ بلا عذر [۲]، و فی الکنز و کرہ خروجہ من مسجد اذن فیہ حتی یصلی و ان صلی لا الا فی الظھر والعشاء ان شرع فی الاقامۃ الخ [۳]- و فی فتح المعین و کرہ خروجہ الخ - تحریما لقولہ علیہ السلام لا یخرج من المسجد بعد النداء الامنافق او رجل یخرج لحاجۃ یرید الرجوع و قولہ اذن فیہ ای علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولا و لا فرق بین ما اذن و ھو فیہ او دخل بعد الاذان و قالوا اذا کان ینتظم بہ امر جماعۃ بان کان مؤذنا او اماما فی مسجد اخر تتفرق الجماعۃ لغیبتہ یخرج بعد النداء لانہ ترک صورۃ تکمیل معنی) و فی النھایۃ- اذاخرج یصلی فی مسجد حیۃ مع الجماعۃ فلا بأس بہ مطلقًا من غیر قید بالامام والمؤذن فلا یخفی ما فیہ

---

۱) فی مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الصلوۃ- باب الجماعۃ وفضلھا ، الفصل: الثالث ص ۹۷: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

۲) فی الدرالمختار: کتاب الصلوۃ- باب ادراک الفریضہ: ۵۴-۵۵: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۳) کنز الدقائق: (کتاب الصلوۃ- ادراک الفریضہ: ص۳۶، بلوچستان، بک ڈپو کوئٹہ)

اذ خروجہ مکروہ تحریما والصلوۃ فی مسجد حیۃ مندوبۃ فلا یرتکب المکروہ لاجل المندوب بخلاف الخروج لحاجۃ اذا کان علی عزم العود لانہ مستثنی بنص الحدیث الخ"[1]

ان احادیث اور فقہی جزئیات سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں ان لوگوں کے لیے پہلی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔ (البتہ اگر ان لوگوں میں کوئی دوسری مسجد کا مؤذن یا امام ہو جو وہاں جا کر جمعہ قائم کرتا ہو ان کے لیے نکلنا جائز ہے)[2] لہٰذا یہ لوگ پہلی ہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں کہ اس مسجد کا ان پر حق ہے اور ثواب بھی اس میں زیادہ ہے۔ افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس ثم قبا ثم الاعظم ثم الاقرب[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پانچ سو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قریہ ہے جس کی آبادی تقریباً ۵۰۰ ہے اور اس قریہ میں صرف دو تین دکانیں ہیں وہ بھی کسی وقت کھلی ہوتی ہیں اور کسی وقت بند رہتی ہیں اور اس قریہ میں دو مسجدیں ہیں ایک مسجد ایسی ہے جس میں بالکل کوئی نماز بھی نہیں پڑھتا بالکل غیر آباد ہے اور بستی کے کنارے پر واقع ہے۔ دوسری میں سوائے جمعہ کے کوئی جماعت اذان وغیرہ نہیں ہوتی۔ ایسی بستی میں جمعہ کا پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) لم اجد فتح المعین ولا النہایۃ۔

۲) کما فی الدرالمختار: (وکرہ) تحریما للنھی (خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ)...... الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری) أوکان الخروج لمسجد حیۃ ولم یصلوا فیہ، أولاً ستاذہ لدرسہ، أولسماع الوعظ أولحاجۃ ومن عزمہ أن یعود نھر۔" (کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضۃ: ص ٥٤، ج ٢، مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ (وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضۃ: ص ٤٥١، ج ١، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

۳) کما فی الدرالمختار: (کتاب الصلوٰۃ ۔ باب مایفسد الصلاۃ، وما یکرہ فیھا۔ ص ٦٥٨، ج ١، مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی مشکوٰۃ المصابیح: (کتاب الصلوٰۃ: باب المساجد و مواضع الصلوۃ، ص ٧٢: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(وکذا فی الھندیۃ: (کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس، ص ٣٢١، ج ٥، رشیدیہ، کوئٹہ)

﴿ج﴾

حنفیہ کے مذہب میں یہ ہے کہ شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں جس میں تین چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں اور شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً ان میں شمار کیا جائے تو وہاں جمعہ واجب ہے اور ادا ہوتا ہے۔ البتہ چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اس میں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ **و تقع فرضا في القصبات و القرى الكبيرة التي فيها اسواق (الي ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الى انها لا تجوز في الصغيرة الخ[1] و ايضاً فيه...... صلوة العيد في القرى تكره تحريما و في الشامية و مثله الجمعة[2]۔**

ظاہر ہے کہ قریہ مذکورہ فی السوال جس کی آبادی تقریباً پانچ سو ہے قریہ صغیرہ ہے اس پر قصبہ یا قریہ کبیرہ جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ لکھا ہے شہر کی تعریف صادق نہیں آتی۔ لہٰذا وہاں ظہر باجماعت ادا کرے ترک ظہر وہاں حرام اور معصیت ہے اور جمعہ پڑھنا مسقط ظہر نہیں۔ **ولو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر** [3] واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمعہ کا وقتِ اختتام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز آخری گرمی کے موسم میں کس وقت تک جائز ہے یعنی کتنے بجے تک جائز ہے اور سردی کے موسم میں آخری وقت جمعہ کی نماز کس وقت تک جائز ہے یعنی کتنے بجے تک جائز ہے۔

---

۱) كما في الدر المحتار: (كتاب الصلوٰة: باب الجمعة ص ۱۳۸، ج ۲، ايچ ايم سعيد كراچی)
(وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلوٰة، فصل في بيان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱، مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ (وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۲، مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ (وكذا في الهدايه: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۱۵۰، ج ۱، بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۲) كما في الدر المختار: مع ردالمحتار: (كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۱۶۷، ج ۲، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

۳) ردالمحتار (كتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲، ايچ ايم سعيد كراچی)
(وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة: ۲۴۹، ج ۲، مكتبه رشيديه كوئٹه)
(وكذا في خير الفتاوى: باب الجمعة، قريه صغيره ميں جمعه پڑھا گيا تو ظهر ادا كرنى لازم هے۔ ص ۴۳، ج ۳، امداديه، ملتان۔

﴿ج﴾

جمعہ کا وقت مثل ظہر کے ہے زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور ایک مثل یا دو مثل تک علی اختلاف القولین باقی رہتا ہے(۱)۔ لیکن جمعہ میں تعجیل یعنی جلدی پڑھنا مستحب اور بہتر ہے(۲) باقی مختلف موسموں میں آخری اوقات مختلف ہوتے ہیں اس لیے گھنٹوں کے حساب سے آخری وقت ایک نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سوافراد کی آبادمیں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پانچ سو کے قریب ہے اور دو سو گھر آباد ہیں گاؤں کے اردگرد چھ چھوٹی بستیاں ہیں۔ چار دو کانیں ہیں ہمارے گاؤں میں ہر چیز میسر آ سکتی ہے۔ جولاہے لوہار سب ہمارے گاؤں میں موجود ہیں۔ ایک پرائمری سکول اور ایک بہت بڑی مسجد ہے جس میں ہر روز درس ہوتا ہے۔ سینکڑوں طلبہ وہاں سے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ شہر ہمارے گاؤں سے بہت دور (تین میل کے فاصلے پر) ہے کافی لوگ شہر پہنچتے پہنچتے ہی عید یا جمعہ پڑھنے سے رہ جاتے ہیں اور فاصلہ شہر سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی لوگ نماز پڑھ نہیں سکتے اور خاص کر بوڑھے اس تکلیف سے دوچار ہیں۔ آپ بتائیں کہ ہمارے گاؤں میں ہی عید اور جمعہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں۔

---

۱) الدرالمختار: (وجمعة كظهر أصلا و استحبابا) في الزمانين لأنها خلفه۔ (كتاب الصلاة، ص، ج۱، ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة باب الجمعة: ص ۲۵٦، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في الهدايه: (كتاب الصلوٰة۔ باب الصلوة الجمعة: ص ۱۵۱، بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۲) صحيح البخاری: عن انس بن مالك رضی الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، كان يصلی الجمعة حين تميل الشمس: (كتاب الجمعة باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس، ص ۱۲۳، ج ۱، : قديمی كتب خانه كراچی)

وكذا فی إعلاء السنن: (ابواب الجمعة، باب أن وقت الجمعة بعد الزوال، ص ۵۹، ج ۸، ادارة القرآن، كراچی)۔

وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلوٰة مطلب في طلوع الشمس من مغربها ۔ ص ۳٦۷، ج ۱: ايچ ايم سعيد كراچی)

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ[1] وشرح وقایہ[2] ودرمختار وشامی سے ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہیں اور شامی میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہت تحریمہ ہے[3]۔ سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے اور اس کے کچھ حالات بھی درج کیے ہیں یہ قریہ کبیرہ نہیں۔ اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں[4]۔ نیز جمعہ یا عید کے لیے شہر میں جانا بھی ان لوگوں پر ضروری نہیں۔ اس لیے کہ ان کے ذمہ جمعہ واجب نہیں۔ الحاصل اس گاؤں میں نماز جمعہ یا عیدین جائز نہیں[5]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الهدایه: (کتاب الصلوة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰، ج ۱: مکتبه بلوچستان، بك ڈپو كوئٹه)

۲) شرح وقایه: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۹۸، ج ۱، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التی فيها أسواق...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر و خطيب كما في المضمرات و الظاهر أنه أريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة۔ (كتاب الصلوٰة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلوٰة۔ فصل في بيان شرائط الجمعة۔ ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وكذا في الهدايه: (كتاب الصلوة۔ باب الصلوة الجمعة : ص ۱۵۰، ج ۱: بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

٤) ردالمحتار: ولوصلوا في القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة ص ۱۳۸، ج ۲، ایچ ایم سعید کراچی)

وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة، باب الجمعة۔ ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وكذا في خيرالفتاوى: باب الجمعة قریه صغیره میں جمعه پڑھا گیا تو ظهر ادا کرنی لازم هے۔ ص ٤۳، ج ۳، امدادیه ملتان۔

وكذا في الشامي : تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما في المضمرات والظاهر أنه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

۵) الدرالمختار: (تجب صلاتهما) في الأصح (على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) (كتاب الصلاة باب العيدين ص ۱٦٦، ج ۲۔ وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الصلاة العيدين، ص ۲۷۵، ج ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

قصبہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں میں جمعہ کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں ہے اس میں دو مسجدیں ہیں ایک کے قریب چھوٹا مدرسہ ہے جس میں دس پندرہ باہر کے طالب علم بھی رہتے ہیں- اس مسجد میں دس مہینے پانچ وقت نماز با جماعت ہوتی ہے- باقی دو مہینے مدرسہ کو چھٹی ہوتی ہے تو وہاں جماعت کا انتظام نہیں ہوتا- باقی دو مہینے دوسری مسجد میں پنج وقت نماز با جماعت ہوتی ہے- یہ دونوں مسجدیں ایک جماعت کے حکم میں ہیں یا الگ الگ جماعتیں ہیں- اور ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک اور بڑا قصبہ ہے اس میں پہلے نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے اس قصبہ میں ۵-۸ دکانیں بھی ہیں یعنی بازار ہے- جس میں ریڈیو بھی بہت ہیں اور دوسری لغویات اور شکوہ شکایت غیبت بھی بہت ہیں- اس قصبہ میں جب آدمی جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے ہیں تو بازار میں سے جانا پڑتا ہے اور سستی اور غفلت کی وجہ سے سارا دن ادھر ہی خراب کر دیتے ہیں- شکوہ شکایت میں شرکت ہوتی ہے- دنیاوی کاروبار بھی خراب ہوتا ہے اور سارا دن فضول جاتا ہے اور وہاں زیادہ آنے جانے سے ناسازیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں- اور چند آدمی سستی اور دور فاصلے کی وجہ سے نماز جمعہ سے محروم ہو جاتے ہیں- بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ ناسازی کی وجہ سے ادھر نہیں جاتے تو جمعہ نہیں پڑھتے- ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر ہماری صحیح رہنمائی فرمادیں کہ مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں جب جائز ہے تو دونوں مسجدوں میں سے کس میں پڑھی جائے- جس مسجد میں دو مہینے نماز با جماعت پڑھی جاتی ہے اس میں پانی وغیرہ کا انتظام بھی اچھا ہے اور دوسری مسجد سے بڑی بھی ہے- آدمی اس میں آسانی سے آ جاتے ہیں- باعتبار دوسری مسجد کے باقی سوال یہ ہے کہ نماز با جماعت با قاعدہ پابندی سے نہیں ہوتی- دو نمازوں میں ناغا کبھی کبھی پڑ جاتا ہے ایک ظہر اور دوسری عصر کی نماز میں- جواب سے مطلع فرمائیں-

(ج)

وجوب جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے- کذا فی جمیع الکتب الفقہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں (۱)- چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی لہٰذا یہاں کے لوگ نماز ظہر

---

۱) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق ...... وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أرید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة (کتاب الصلاة باب الجمعة: ص ۱۳۸، ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

باجماعت ادا کریں[1]۔ جمعہ جائز نہیں اور جبکہ گاؤں والوں پر نماز جمعہ واجب نہیں تو نماز جمعہ کے لیے دوسری جگہ جانا ان پر ضروری نہیں اور نماز جمعہ کے لیے قصبہ نہ جانے کی وجہ سے ان پر شرعاً کوئی ملامت نہیں۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسی آبادی میں جمعہ کا حکم جس میں بازار وغیرہ نہ ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین جمعہ کے بارہ میں بمطابق مسلک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہ:

(۱) ایسے دیہات میں جس کی آبادی تقریباً ۲ یا ۳ سو افراد پر مشتمل ہو اور وہاں کوئی بازار ضروریات کے پورا کرنے کا اور کوئی عدالت فیصلہ دینے والی نہ ہو نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ایسے مقام پر اگر جمعہ پڑھ لیا جائے تو ہوگا یا نہیں اور نماز ظہر ساقط ہو جائے گی یا نہیں؟

(۳) علاقہ سندھ کے اکثر گاؤں دیہات میں جمعہ اس نظریہ کے تحت پڑھایا جاتا ہے کہ اس کے بغیر لوگ نماز نہیں پڑھتے تو بوجہ جمعہ کم از کم ہفتہ میں ایک نماز تو پڑھ لیں گے یا اس کی وجہ سے دوسری نمازوں کا شوق پیدا ہو گا کیا یہ جائز ہے؟

(۴) ایک گاؤں میں جس کی کل آبادی تقریباً ۲ یا ۳ سو افراد کی ہوگی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے وہاں زید نے جمعہ ان کے رائج کردہ دستور کے مطابق پڑھایا۔ مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ فقہ حنفی کے مطابق جمعہ جائز نہیں بعد میں اپنی نماز ظہر ادا کر لی اور اعلان کیا کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا میں نے اپنی ظہر پڑھ لی ہے تم

---

۱) کما فی ردالمحتار: ولوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب صلاة۔ باب الصلاة الجمعة: ص ۲۴۹، ج ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی خیر الفتاوی: باب الجمعة قریه صغیره میں جمعه پڑھا گیا تو ظهر ادا کرنی لازم ہے۔ ص ۴۳، ج ۳، امدادیه ملتان)۔

۲) کما فی البحر الرائق: وأما القری فإن أراد الصلاة فیها فغیر صحیحة علی المذهب و إن أراد تکلفهم وذهابهم إلی المصر فممکن لکنه بعید (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۲، رشیدیه کوئٹه) وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة ص ۱۵۳، ج ۲، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (کتاب الصلاة باب الجمعة ص ۵۰۴۔۵۰۵) قدیمی کتب خانه کراچی)

لوگ اس رواج کو ختم کرو اس پر مقامی پیش امام نے کہا کہ ہمارا جمعہ قرآن کی رو سے ہوتا ہے۔ مگر چونکہ زید کا جمعہ نہیں ہوا تو پیچھے والوں کا بھی نہیں ہوا۔ لہٰذا یہ جمعہ دوبارہ قضاء کر کے پڑھا گیا۔ آیا یہ درست ہے اور اس نماز جمعہ کے لوٹانے کی ضرورت ہے جبکہ دیہات میں سرے سے جمعہ جائز ہی نہ ہو۔ برائے کرم جواب مفصل و مدلل عنایت فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) معلوم رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے۔ عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں ہے[1]۔ بلکہ ظہر چار رکعتیں ادا کرنی فرض اور ضروری ہیں[2]۔ مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت و سلطنت اور علم و فہم کے ذریعہ مقدمات کے فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض کا قول ہے وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو جو حدود اور احکام شریعت کو جاری کرتا ہو۔ بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آسکیں اور ایک روایت امام ابو یوسف صاحب رحمہ اللہ سے ہے۔ وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں وہ شہر ہے۔ اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں اور یہ تعریفیں امارات و علامات ہیں اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی

---

۱) کما فی ردالمحتار : تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق ...... وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أرید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة (کتاب الصلاة، باب الجمعة ص ۱۳۸، ج ۲ : مکتبه ایم سعید کراچی)۔

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱ : مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة: باب الجمعة: ص ۲۴۸، ج ۲ : مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: ولو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة ۔ ص ۲۴۹، ج ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی خیر الفتاوی: باب الجمعة، قریه صغیره میں جمعه پڑھا گیا تو ظهر ادا کرنی لازم هے۔ ص ۴۳، ج ۳، امدادیه ملتان)

ہے- وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں شمار کیا جائے[1]- کما قال فی البحر الرائق تحت قول الکنز- شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود او مصلاه- (قال) و فی حدالمصر اقوال کثیرة اختار وا منها قولین احدهما ما فی المختصر ثانیهما ما عزوه لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث الخ[2]- و قال فی الهدایة و لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری- لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع- والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عند ابی یوسف رحمه الله تعالی و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی[3] و فی العنایه و عن ابی یوسف روایة اخری غیر هاتین الروایتین و هو کل موضع یسکنه عشرة الاف نفر فکان عنه ثلاث روایات[4]- جس بستی کے بارہ سوال میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً دو تین سو نفر کی ہے مصر کی تمام تعریفوں کو

---

١) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق...... وفیما ذکرنا إشارة الی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أرید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة: ١٣٨، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوٰة فصل فی بیان شرائط الجمعه۔ ص ٢٥٩، ج ١، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة: ص ٢٤٨، ج ٢، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهدیه: (کتاب الصلوة۔ باب الصلوة الجمعة: ص ١٥٠۔١٥١: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

٢) البحرالرائق: (کتاب الصلوٰة۔ باب الصلوٰة الجمعة: ص ٢٤٥۔٢٤٦، ج ٢: مکتبه رشیده کوئٹه)

٣) الهدایه: (کتاب الصلوة۔ باب الصلوٰة الجمعة، ص ١٥٠۔١٥١، ج١: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

٤) العنایة علی هامش فتح القدیر: (کتاب الصلوٰة۔ باب صلاة الجمعة ص ٢٤، ج ٢: مکتبه الرشیدیه کوئٹه)

مد نظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے[(۱)]۔

(۲) اور اس کے اھالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں گے جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی[(۲)]۔

(۳) چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے مذھب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور جمعہ ادا نہیں ہوتا اور جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا مکروہ ہوتا ہے[(۳)] تو کسی رعایت یا مصلحت کی وجہ سے فعل مکروہ کو اختیار کرنا اور جماعت فرض ظہر کو ترک کرنا درست نہیں ہے[(۴)]۔ پس ان لوگوں کو دوسرے طریق سے سمجھا دیجیے اور کبھی کبھی جمع کر کے یا بروز جمعہ جمع کر کے ظہر کی نماز پڑھ کر ان کو بطریق وعظ سمجھا دیا کیجیے اور مسائل بتلا دیجیے۔

صلوة العيد فی القری تکره تحريما و مثله الجمعة [(۵)]

---

۱) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبيرة التی فيها أسواق...... فيما ذکرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر و خطيب کما فی المضمرات والظاهر أنه أريد به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة۔ (کتاب الصلوٰة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲، مکتبه ای ايم سعيد کراچی)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوة باب الجمعة۔ ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبه رشيديه کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوٰة۔ فصل فی بيان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱، مکتبه رشيديه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: ولو صلوا فی القریٰ لزمهم أداء الظهر۔ (کتاب الصلوٰة باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: ايچ ايم سعيد کراچی)۔ وکذا فی الهنديه: کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ص ۱٤۵، ج ۱: مکتبه رشيديه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۲٤۸، ج ۲، مکتبه رشيديه کوئٹه)

۳) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبيرة التی فيها أسواق...... وفيما ذکرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاضی و منبر و خطيب کما فی المضمرات والظاهر أنه أريد به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة۔ (کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲، مکتبه ايچ ايم سعيد، کراچی)۔ وکذا فی الهدايه: (کتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة: ص ۱۵۰، ج ۱، بلوچستان بك ڈپو، کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبه رشيديه، کوئٹه)

٤) الهنديه: ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القری والبوادی لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة۔ (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة۔ ص ۱٤۵، ج ۱: مکتبه رشيديه کوئٹه)

وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲، مکتبه ايچ ايم سعيد کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ، ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبه رشيديه کوئٹه)

۵) الدرالمختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب العيدين، ص ۱٦۷، ج ۲، مکتبه ايچ ايم سعيد کراچی)

(۴) اگر وہ گاؤں چھوٹا ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے تو بے شک جمعہ وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے[1] اور جمعہ کا توڑنا واجب ہے نماز جمعہ کا اعادہ جائز نہ تھا وہاں کے لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں[2]۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بستی کے بغیر کنویں پر واقع مسجد میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ایک کنواں جہاں بستی بھی نہیں ہے صرف ایک کنواں ہے اس پر ایک مسجد میں لوگ جمعہ پڑھتے ہیں اور پھر ساتھ ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں کیا ان کا یہ کام درست ہے کیا ان کا جمعہ ہوگا یا ظہر ہوگی۔ احتیاط الظہر کا ایسے حالات میں کیا مسئلہ ہے؟

﴿ج﴾

جواز جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور جہاں سرے سے بستی بھی نہیں وہاں تو ائمہ اربعہ[3] میں سے کسی کے نزدیک بھی جمعہ جائز

---

۱) ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق......وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر و خطيب كما في المضمرات والظاهر أنه أريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة۔ (كتاب الصلوٰة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا في البدائع الصنائع: (كتاب الصلاة فصل في بيان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب الصلوٰة الجمعة، ص ۱۵۰۔۱۵۱، ج ۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۲) كما في ردالمحتار: ولوصلوا في القرىٰ لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلوٰة باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة: ص ۱٤٥، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔
وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة : ص ۲٤۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما في الفقه الإسلامي وادلته: قال الحنفية: يشترط الإقامة في مصر اى بلد كبير..... وقال المالكية: وتجب الجمعة على مقيم ببلدالجمعة......وقال الشافعية: تجب الجمعة على المقيم في بلد......ومذهب الحنابلة: تجب الجمعة...... مقيم في بلد (الفصل العاشر۔ أنواع الصلاة المبحث الثاني۔ صلاة الجمعة: المطلب الثالث من تجب عليه الجمعة أوشروط وجوب الجمعة۔ ص ۱۲۸٦۔۱۲۸۷۔۱۲۸۸، ج ۲: مكتبه دارالفكر المعاصر بيروت)۔

نہیں[1]-شامی میں ہے-و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الخ (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انھا لا تجوز فی الصغیرۃ الخ[2]-درمختار میں ہے- صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح و مثلہ الجمعۃ [3]-بس ان لوگوں کا نماز جمعہ ادا کرنا مکروہ ہے ان پر لازم ہے کہ وہ نماز ظہر باجماعت ادا کریں[4] اس لیے کہ جمعہ کی صورت میں ان لوگوں کو دو گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑ رہا ہے-ایک تو نماز جمعہ جو اس مقام پر مکروہ تحریمی ہے[5]-اس کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ایک ترک نماز ظہر باجماعت کے گناہ کا ارتکاب[6] کر رہے ہیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فوجی ٹریننگ کے سلسلہ میں جنگل میں مقیم افواج کے لیے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب فوج ٹریننگ کے لیے جنگل میں جائے تو وہاں ہر قسم کی سہولتیں اور ضروریات زندگی مہیا کی جاتی ہیں اور سفر میں بھی آبادی جیسی سہولتیں ہوتی ہیں کیا ایسی حالت میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں تفصیل سے مطلع کر کے ممنون فرمائیں-

---

١) کما فی الھدایہ: لاتصح الجمعۃ الافی مصر جامع (کتاب الصلاۃ باب الصلوٰۃ الجمعۃ: ص ١٥٠، ج ١، بلوچستان، بلك ڈپو کوئٹہ)- وکذا فی الفقہ الإسلامی أدلتہ: (الفصل العاشر- أنواع الصلاۃ- المبحث الثانی- صلاۃ الجمعۃ- المطلب الخامس- شروط صححۃ الجمعۃ- ص ١٢٩٤: مکتبہ دارالفکر المعاصر بیروت، لبنان)- وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ فصل فی بیان شرائط الجمعۃ: ص ٢٥٩، ج ١: مکتبہ رشیدہ، کوئٹہ)

٢) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعۃ: ص ٢٥٩، ج ١: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

٣) کما فی الدرالمختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلوٰۃ باب العیدین، ص ١٦٧، ج ٢: ایچ ایم سعید کراچی)

٤) کما فی الھندیہ: ومن لاتجب علیھم الجمعۃ من أھل القری والبوادی لھم أن یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان واقامۃ (کتاب الصلاۃ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ١٤٥، ج ١: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

٥) وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ ص ١٣٨، ج ٢، مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ص ٢٤٨، ج ٢: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

٦) کما فی الصحیح لمسلم: عن أبی سفیان قال: سمعت جابراً رضی اللہ تعالی عنہ یقول: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: إن بین الرجل وبین الشرك والکفر ترك الصلوٰۃ (کتاب الإیمان- باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلاۃ- ص ٦١، ج ١: قدیمی کتب خانہ کراچی)

﴿ج﴾

جہاں بالکل آبادی ہی نہ ہو اور وہ جگہ کسی بڑی آبادی کے قریب بھی نہ ہو تو وہاں باتفاق ائمہ جمعہ صحیح نہیں ہے[1]- و لا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا لانها فضاء (لا ابنية فيها) و بمنی ابنية الخ-[2]
پس صورت مسئولہ میں جنگل میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے-

قیامِ جمعہ کی افضلیت عیدگاہ یا مسجد میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی کے ایک کنارہ پر امیروں کے محلہ میں ایک مسجد ہے جس میں کچھ عرصہ سے جمعہ پڑھا جارہا ہے- لیکن دیگر نمازوں کے اوقات اور خصوصا رمضان المبارک جیسے مقدس مہینہ میں وہاں نماز کا کوئی انتظام نہیں ہے- کسی آدمی نے کبھی اتفاقی طور پر پڑھا لی تو پڑھ لی ورنہ جماعت پنجگانہ کا کوئی انتظام نہیں ہے- اس کے مقابلہ میں آبادی میں بستی کے سنٹر میں ایک مدرسہ ہے جو کہ عیدگاہ کے ساتھ ملحق ہے- اب مہتمم صاحب مدرسہ وہاں عیدگاہ میں جمعہ قائم کرنا چاہتے ہیں- کیونکہ وہاں آدمیوں کا اکثر ہجوم رہتا ہے اور پنجگانہ نماز بھی وہاں ہی پڑھی جاتی ہے- تو واضح فرمایا جائے کہ جمعہ پڑھنا وہاں مسجد میں افضل ہے یا نہیں' یا کہ یہاں مدرسہ کی عیدگاہ میں (جہاں پنجگانہ نماز بھی پڑھی جاتی ہے) افضل ہے- وہاں مسجد کی بہ نسبت یہاں مدرسہ میں لوگوں کو آسانی ہے- کیونکہ سنٹر میں ہے اور وہاں مسجد میں مشکل سے بیرونی آدمی دو چار یا پانچ ہی پہنچ سکتے ہیں اور یہاں مدرسہ میں مسجد کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے- بینوا توجروا

---

۱) کما فی الهدایه: لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلے المصر ولاتجوز فی القری- (کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة- ص ۱۵۰، ج ۱- مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)
وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلوة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
۲) کما فی الهدایه: (کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة: ص ۱۵۱، ج ۱: کتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جمیع احکام میں عیدگاہ کا بحکم مسجد ہونا مختلف فیہ ہے- شامیہ سے اس کو ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ جمیع (۱) احکام میں بحکم مسجد ہے (۲) اور عالمگیریہ میں ہے کہ اتصال صفوف کے سوا باقی احکام میں بحکم مسجد نہیں اکثر حضرات اکابر نے اس قول کو اختیار فرمایا ہے- ان جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ جواز جمعہ کی شروط اس بستی میں پائی جائیں- باقی اس مسجد میں نماز پنجگانہ کا انتظام کرنا اور مسجد کو آباد کرنا بھی تو آپ لوگوں کا فرض ہے (۳)- ویسے عیدگاہ میں بھی نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ نماز کے لیے مسجد شرط نہیں- **و عن انس ابن مالک رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الرجل في بيته بصلوة و صلوته في مسجد القبائل بخمس و عشرين صلوة و صلوته في المسجد الذي يجمع فيه بخمسمأة صلوة و صلوته في المسجد الاقصى بخمسين الف صلوة و صلوته في مسجدى بخمسين الف صلوة و صلوته في المسجد الحرام بمأة الف صلوة** (۴) **وفي الدر المختار و تودى في مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا** (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱- الشامیہ: وما صححه تاج الشريعة أن مصلى العيد له حكم المساجد (الشامية كتاب الصلاة باب مايفسد الصلاة- وما يكره فيها مطلب في أحكام المسجد- ص ۶۵۷، ج ۱: مكتبه ايج ايم سعيد كراچى)

۲) أما (المتخذ لصلاة جنازة أوعيد) فهو (مسجد في حق جواز الاقتداء) وان انفصل الصفوف رفقا بالناس (لا في حق غيره) به يفتى نهاية (فحل دخوله لجنب وحائض) كفناء مسجد الخ- (تنوير الأبصار مع الدرالمختار: كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، ص ۶۵۷، ج ۱: ايچ ايم سعيد كراچى)- وكذا في البحرالرائق: (كتاب الطهارة، باب الحيض: ص ۳۳۸، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا في الفتاوى العالمكيرية: (كتاب الطهارة: الفصل الرابع في أحكام الحيض، الخ- ص ۳۸، ج ۱: طبع رشيديه كوئٹه، وكذا في فتاوىٰ تاتارخانية: (كتاب الوقف، مسائل وقف المساجد، ص ۸۴۵، ج ۵: مكتبه إدارة القرآن كراچى)

۳) افضل المساجد مكة ثم المدينة ثم القدس، ثم قبا، ثم الأقدم، ثم الأعظم، ثم الأقرب (الدرالمختار: كتاب الصلاة باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها- ص ۶۵۸، ج ۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)- وكذا في مشكوٰة المصابيح: (الدرالمختار: كتاب الصلاة: باب المساجد و مواضع الصلوٰة: ص ۷۲، قديمى كتب خانه، كراچى-

وكذا في الهنديه: (كتاب الكراهية: الباب الخامس، ص ۳۲۱، ج ۵: مكتبه رشيديه كوئٹه)-

۴) مشكوة المصابيح: (كتاب الصلوة: باب المساجد ومواضع الصلوة ص ۷۲، قديمى كتب خانه، كراچى)

۵) الدرالمختار: (كتاب الصلوة: باب الجمعة، ص ۱۴۴، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

پندرہ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ خانیوال کے نزدیک چک نمبر ۸۶ واقع ہے اس میں تقریباً عرصہ بارہ سال سے جمعہ ہو رہا ہے۔ مگر کچھ آدمیوں کو اختلاف ہے کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے اب دو پارٹیاں بن گئی ہیں اور لوگوں میں کافی اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ چک مذکور کے آدمی تقریباً پندرہ سو ہیں۔ چک کی ایک بستی میونسپل کمیٹی کی حدود میں ہے اور اب چک کے ساتھ ہی ریلوے اسٹیشن بن رہا ہے ریلوے شیڈ خانیوال سے تقریباً دو میل کا فاصلہ ہوگا اور کمیٹی کی حدود سے ایک میل ہے اور ایک بستی چک مذکور کی کمیٹی حدود کے اندر ہے۔ اب اس جگہ جمعہ پڑھتے رہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ صحت جمعہ کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے شہر یا فناء شہر سے ہونا ہے چک مذکور تو خود شہر کہلا نہیں سکتا کیونکہ پندرہ سو افراد کی آبادی بہت قلیل ہے۔ ہاں اگر خانیوال فناء میں چک واقع ہو یعنی خانیوال کا گورستان یا گھوڑ دوڑ کا میدان یہاں واقع ہو یا[1] شہر کی دوسری مصالح اس سے متعلق ہوں تو یہاں جمعہ جائز ہوگا۔ ورنہ نہیں[2] کما فی التنویر و یشترط لصحتها سبعة اشياء المصر اوفناؤه۔[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) (أوفناوه) (وهوما) حوله (اتصل به) ...... لأجل مصالحه) كدفن الموتى وركض الخيل والمختار للفتوى (الدرالمختار: كتاب الصلاة۔ باب الجمعة ص ۱۳۹۔۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

۲) لاتصح الجمعة الافى مصر جامع اوفى مصلے المصر ولا تجوز فى القرى۔ (الهدايه: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج ۱: مكتبه بلوچستان، بلك ڈپو كوئٹه)

وكذا فى ردالمحتار: (كتاب الصلوة۔ باب الجمعة ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلوة۔ فصل فى بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج ۱: مكتبه رشيديه، كوئٹه)

۳) تنوير الابصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ص ۱۳۷۔۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

ساتھ ساتھ واقع دو بستیوں کی آبادی کے کثیر ہونے کے سبب جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

کاغذات مال میں ڈیرہ بدھو ملک ورام کلی ایک ہی حلقہ پٹوار میں شامل ہے اور ڈیرہ بدھو ملک میں نماز جمعہ جاری ہے۔ ہر دو مواضعات کی آبادی تقریباً ۷۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے اور اکیلے رام کلی کی آبادی ۲۵۰۰ ہے۔ دونوں مواضعات حدود کمیٹی سے ملحق ہیں اور نشان حدود کمیٹی تیسرے پار موضع رام کلی کی سرحد میں لگ چکا ہے ایک جگہ ۱۴۱/۱۰۰ گھر آباد ہیں۔ باقی آبادی چاہات پر ہے۔ دو پٹرول پمپ، تین بھٹے، ایک ماڈل جیننگ فیکٹری، فضل ماڈل جیننگ فیکٹری ایک میل آگے ہے۔

گرڈ اسٹیشن واپڈا بستی سے ایک میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے اور گرڈ اسٹیشن کوٹلہ محمد بقا کی اراضی ہے اور قاسم پور کالونی کوٹلہ محمد بقا میں ہے۔ موضع رام کلی میں ۱۲ ٹیوب ویل بجلی سے چلتے ہیں اور بستی میں بھی بجلی آئی ہوئی ہے۔ ڈیرہ کے بدھو اور رام کلی کا مشترکہ پرائمری سکول ہے اور ڈاکخانہ بھی ہے۔ محصول چنگی قاسم پور کالونی میں ہے۔ ہسپتال اور ایک مدرسہ اور جامعہ محمدیہ رام کلی میں ہے۔ چیئرمین یونین کونسل ڈیرہ کے بدھو ملک ایک میں ہے۔ آٹھ موضعات شامل ہیں اور چیئرمین بھی ہے۔ اور تحصیل کونسل کی ممبر یعنی رام کلی قاسم پور کالونی کی فناء میں واقع ہے۔ مسئلہ مندرجہ بالا کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا بستی رام کلی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ اگر کئی سال سے جمعہ پڑھا جاتا ہو تو بند کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

رام کلی کی آبادی بھی تھوڑی ہے۔ مندرجہ بالا اوصاف جو رام کلی کے مذکور ہیں ان میں سے کوئی وصف رام کلی کو نہ تو شہر بناتا ہے اور نہ فناء شہر اگر شہر سے اس کا اتصال ایسا ہوتا کہ درمیان میں کھیت بالکل نہ ہوتے تو بھی اتصال سے شہر بن جاتا ہے۔ اس کی آبادی بھی مستقل نہیں ہے۔ لہٰذا بظاہر حال یہ چھوٹی بستی ہے اس میں جمعہ جائز نہیں اس لیے ترک کردیا جاوے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا أسواق...... وفیما ذکرنا إشارۃ إلی أنہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاہر أنہ أرید بہ الکراہۃ لکراہۃ النفل بالجماعۃ۔ (کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعۃ ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوٰۃ۔ فصل فی بیان شرائط الجمعۃ ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ایک سو مکانات پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک صد مکانات ہیں اور صرف ایک مسجد ہے اس بستی میں ایک دوکان ہے نمک تیل وغیرہ کی اس بستی میں شرعاً جمعہ کی نماز کا جواز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

فی الشامیة عن القهستانی و تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها اسواق – الی ان قال – و فی ما ذكرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب – الخ – [1] اس عبارت سے واضح ہوا کہ بستی مذکورہ جس میں تقریباً یک صد مکانات ہیں جمعہ جائز نہیں۔ یہ قریہ قریہ صغیرہ ہے قریہ کبیرہ نہیں – هذا ما عليه المحققون – واللہ اعلم

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہی ہے کہ اس بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے اس لیے احناف کو اسی پر عمل کرنا لازم ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی، مدرسہ قاسم العلوم

پچاس مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے۔ سڑک موجود ہے، جامع مسجد موجود ہے جس میں دواڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ گردونواح میں سینکڑوں مکانات ہیں، ڈاک خانہ موجود نہیں۔ البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے۔ بستی میں ۵۰/۴۰ گھر ہیں۔ کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰۃ۔ باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ[۱] وشرح وقایہ[۲] درمختار[۳] وشامی[۴] سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے- اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے- مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے[۵]-

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح[۶]- و ایضًا فیه و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة[۷] و ایضًا فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما و مثله الجمعه[۸]-

سوال میں جس دیہات کا ذکر کیا ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عند الاحناف نماز جمعہ یا

---

۱) الهدایه: (کتاب الصلوة- باب صلوٰة الجمعة: ص ۱۵۰، ج ۱، مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۲) شرح وقایه: (کتاب الصلوة- باب الجمعة: ص ۲۳۹، ج ۱: مکتبه محمد سعید اینڈ سنز تاجران و ناشران کتب قرآن محل، کراچی)

۳) الدرالمختار: (کتاب الصلوة- باب الجمعة ص ۱۳۷، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٤) الشامیه: (کتاب الصلوٰة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٥) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق......وفیما ذکرنا أشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة- (کتاب الصلوٰة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب الجمعة: ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوٰة فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٦) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة- باب الجمعة- ص ۱۳۷، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۷) ردالمحتار (کتاب الصلوٰة - باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۸) الدرالمختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلوة، باب العیدین- ص ۱٦۷، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

عیدین صحیح نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی [۱]۔ لما فی الشامیہ الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری (الصغیرۃ) لزمھم اداء الظھر [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرائطِ جمعہ نہ پائے جانے کے باوجود شروع کرایا ہوا جمعہ بند کیا جائے یا نہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ایسی جگہ ہو کہ وہاں جمعہ کی نماز کی شرائط نہ پائی جائیں۔ وہاں اس مسجد میں نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں۔ بشرطیکہ اس مسجد میں چار پانچ سال پہلے بھی جمعہ کی نماز جاری رہی ہو اور اس مسجد کے نزدیک ایک اور مسجد آدھ میل کے فاصلہ پر ہو۔ وہاں اس مسجد میں بھی جمعہ کی نماز قائم ہو اس جگہ پر صرف چالیس پچاس آدمی نماز جمعہ کے لیے آتے ہیں۔ اب کونسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جائے۔ نماز ظہر بھی پڑھے یا نہ اگر پڑھے باجماعت پڑھے یا نہ۔

﴿ج﴾

جس گاؤں میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں وہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ ایسی جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا درمختار میں مکروہ تحریمی لکھا ہے [۳]۔ لہٰذا اس جگہ ترک جمعہ

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب...... لوصلوا فی القریٰ، لزمھم أدا الظھر (کتاب الصلوۃ۔ باب الجمعۃ۔ ص ۱۳۸، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فیہ: (تجب صلوتھما) فی الأصح (علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا) المتقدمۃ (سوی الخطبۃ) فإنھا سنۃ بعدھا، وفی القنیۃ: صلوۃ العید فی القریٰ یکرہ تحریما قولہ وصلوٰۃ العید ومثلہ الجمعۃ (کتاب الصلوۃ، باب العیدین، ج ۱٦٦، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ الجمعۃ، ص ۲٤٥، ج۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔
وکذا فیہ: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ العیدین ص ۲۷٥، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ باب أحکام العیدین: ص ٥۲۸-٥۲۷: مکتبہ قدیمی کتب خانہ کراچی)
۲) کما فی الشامیۃ: (کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
۳) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا أسواق...... وفیما ذکرنا إشارۃ إلی أنہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر و خطیب کما فی المضمرات والظاھر أنہ أرید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ۔ (کتاب الصلوۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوۃ: فصل فی بیان شرائط الجمعۃ: ص ۲٥۹، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ضروری ہے تمام لوگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں[1]۔ و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ – الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم اداء الظهر [2] و فی القنیة صلوة العید فی القری تکره تحریما لانه اشتغال بما لا یصح قوله صلوة العید و مثله الجمعة [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی کے جواب کا حکم

• کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ سے قبل اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں اور اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿اللهم رب هذه الدعوة التامة﴾ الخ۔ پڑھنا ازروئے شریعت مصطفوی جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ ہے[4] اسی طرح دعائے ماثورہ ﴿اللهم رب هذه الدعوة التامة﴾ الخ– وینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب و اجابة الاذان حینئذ مکروهة و فیه ایضا و ذکر ان الاحوط الانصات[5] –فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی ردالمحتار: ولو صلوا فی القریٰ لزمهم أداء الظهر (کتاب الصلوٰة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: ایچ ایم سعید کراچی۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة ص ۱٤٥، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ردالمحتار مع الدر المختار: (کتاب الصلوٰة باب الجمعة : ص ۱۳۸ ، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ردالمحتار مع الدر المختار باب العیدین ۱٦۷، ج۲، طبع ایچ ایم سعید، کراچی

٤) کما فی الطحطاوی : وینبغی أن یقال: لاتجب یعنی بالقول بالإجماع للأذان بین یدی الخطیب (کتاب الصلاة باب الأذان ، ص ۲۰۲: قدیمی کتب خانه کراچی)۔ وکذا فی منحة الخالق، بذیل البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب الأذان۔ ص ٤٥۰، ج ۱: مکتبه رشیدیه، کوئٹه۔
وکذا فی الدر المختار: (کتاب الصلاة، باب الأذان، ص ۳۹۹، ج ۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

٥) الدر المختار: (کتاب الصلاة ، باب الأذان۔ ص ۳۹۹، ج ۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

جمعہ کا افضل وقت

﴿س﴾

نماز جمعہ کا وقت فضیلت کیا ہے اور آخری وقت کیا ہے۔

﴿ج﴾

جمعہ کا وقت ظہر کی طرح زوال شمس کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور جس وقت تک ظہر کا وقت ہے یعنی دو مثل تک اسی وقت تک جمعہ کا وقت ہے جمعہ میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے[1]۔ **و جمعة کظهر اصلا و استحبابا فی الزمانین (ای الشتاء و الصیف) لانها خلفه لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لا یسن لها الابراد۔الخ**[2]۔

ایک سو اسی گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے یا جمعہ کے روز جماعت کے ساتھ جمعہ ادا کیا جائے حکم شرعی سے ممنون فرمائیں۔ سائلین امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ہیں گاؤں کی آبادی ایک سو اسی گھر ہیں اور چھ دوکانیں وڈاکخانہ بھی ہے شہر جہانیاں جو نائب تحصیل ہے اس گاؤں سے چار میل دور ہے۔

عبدالرشید امام مسجد چک ۱۴۱

---

۱) کما فی الصحیح البخاری: عن أنس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس (کتاب الجمعة۔ باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس۔ ص ۱۲۳، ج ۱: قدیمی کتب خانه کراچی)۔ وکذا فی بذل المجهود: (کتاب الصلاة۔ باب فی وقت الجمعة: ص ۱۷۹، ج ۲: مکتبه قاسمیه، ملتان)۔ وکذا فی تنویر البصار مع الدرالمختار: (وجمعة کظهر أصلا واستحبابا) فی الزمانین لأنها خلفه۔ (کتاب الصلوٰة مطلب فی طلوع الشمس من مغربه، ص ۳۶۷، ج ۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

۲) کما فی الدرالمختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلوٰ: مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، ص ۳۶۷، ج ۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

﴿ج﴾

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز نہیں لہٰذا قریہ مذکورہ میں نماز ظہر باجماعت ادا کی جائے اور جمعہ ہرگز نہ پڑھا جائے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں چوبیس یا پچیس گھر ہیں اور اس بستی میں ایک ہی مسجد ہے جس میں پانچ وقت نماز ہوتی ہے اور اس مسجد میں چند طلبہ رہتے ہیں جو حدیث وفقہ اور قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کے تقریباً اڑھائی یا تین میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جس میں تین مسجدیں ہیں۔ اور اس شہر میں بہت سے سال گزر گئے ہیں کہ وہاں جمعہ پڑھایا جاتا ہے اور مذکورہ بالا بستی میں بھی تقریباً چار یا پانچ ماہ سے جمعہ پڑھایا جاتا ہے۔ اس بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں اس مسئلے کی تشریح فرمادیں۔
اگر اس بستی میں جمعہ جائز ہے تو کس امام کے نزدیک اگر اس بستی میں جمعہ جائز نہیں ۔ تو جوابات تفصیل سے لکھیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس چھوٹی بستی کا ذکر کیا گیا ہے اس میں جمعہ جائز نہیں اگرچہ وہ بستی شہر کے قریب ہو۔ لہٰذا ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ جمعہ کی نماز اس بستی میں نہ پڑھیں بلکہ ظہر باجماعت ادا کریں (۲)۔ جمعہ پڑھتے

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر و خطيب كما في المضمرات والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة۔ (كتاب الصلوة۔ باب الجمعة۔ ص ١٣٨، ج ٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ٢٤٨، ج ٢: مكتبه رشيديه كوئٹه) ۔ وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الجمعة: ص ٢٥٩، ج ١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٢) كما في الهندية: ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج ١: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔

سے ظہر کی نماز ان سے ساقط نہیں۔ظہر ان کے ذمہ فرض ہے۔ و کما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداء ها فی فناء المصر [1] و فی الدر المختار او فناء ہ وھو ماحوله اتصل به او لا لاجل مصالحه کدفن الموتی و رکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولو الجی [2] الخ- و فی الشامیة والتعریف احسن من التحدید الخ- و ایضا فیه فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر الخ و قال الشامی و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة [3] و فی باب العیدین من الدر المختار [4] وصلوة العید فی القری تکرہ تحریما و قال الشامی و مثله الجمعة الخ- و فی ردالمحتار ولو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر [5] الغرض صورت مسئولہ میں یہ بستی شہر یا قریہ کبیرہ کی تعریف میں داخل نہیں اور نہ فناء مصر میں داخل ہے- اس لیے یہاں نماز جمعہ جائز نہیں اس بستی والوں پر ظہر با جماعت ضروری ہے [6]- واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) الهندیة: کتاب الصلاة، باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹہ۔

۲) تنویر الابصار مع الدر المختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلوٰۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۳۹، ج ۲: ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ردالمحتار: (کتاب الصلوۃ، باب الجمعة ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۴) کما فی الدر المختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلوۃ باب العیدین، ص ۱۶۷، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۵) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۶) ردالمحتار: وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... وفیما ذکرنا إشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة، ألا تری أن فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر۔ (کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ۲۴۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوۃ فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ شہر ترمن جو تقریباً چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل ہے۔ اور عام ضروریات کی اشیاء بھی مہیا ہو سکتی ہیں۔ اس شہر میں جمعہ شروع ہوا تقریباً تین سال ہوئے تو جمعہ کے جائز ہونے پر اختلاف ہو گیا۔ قاضی غلام نبی سڑہ می گروالے نے فتویٰ دیا کہ اگر شہر کے عاقل بالغ جمع ہو جائیں اور شہر کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں تو اس شہر میں جمعہ جائز ہے۔ دوسری دلیل دی جہاں جمعہ شروع ہو تو میری کوتاہ نظر میں وہاں ترک کا فتویٰ نہیں گزرا تو جہاں جمعہ جائز ہو وہیں ترک کے فتویٰ کی کوئی ضرورت ہو سکتی ہے۔ برائے مہربانی اگر جمعہ کے جواز کی واضح دلیل ہو تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے اور شہر وہ ہوتا ہے کہ جس میں حکومت کی طرف سے حاکم ہو اور خصومات کے تصفیہ کے لیے قاضی یا جج مقرر ہوں اور اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں۔ شہر کی یہ تعریف صحیح ہے ویسے یہ بھی اس کی علامت بتائی گئی ہے کہ اس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے عاقل بالغ مرد[1] نہ سما سکیں۔ لیکن یہ تعریف جامع مانع نہیں ہے گویا شہر کے لیے عام طور پر کم از کم پانچ چھ ہزار یا اس سے زیادہ آبادی کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور جس کو لوگ آپس میں شہر کے نام سے[2] پکارا کرتے ہوں۔ صورت مسئولہ میں اگر آپ کے ترمن پر تعریف بالا صادق آتی ہو تو

---

۱) كما فى البناية شرح الهدايه: (وهذا عند أبى يوسف)...... (أنهم) ش: أى أن من تجب عليهم الجمعة من الرجال البالغين الأحرار لامن يكون هناك من الصبيان والنساء والعبيد: (إذا اجتمعوا فى أكبر مساجد هم لم يسعهم) س: فإذا كان كذلك يكون مصراجاً معاً۔ (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ٤٦، ج ٣: مكتبه دار الكتب العلمية، بيروت)۔

۲) كما فى تاتارخانيه: المصر الجامع مايعده الناس مصرا عند ذكر الأمصار۔ (كتاب الصلاة، شرائط الجمعة ۔ ص ٤٩، ج ٢: مكتبه ادارة القران كراچى)

اس میں جمعہ جائز ہوگا اور اگر اس میں حاکم منصف اور بازار نہ ہوں تو یہ دیہات شمار ہوگا اور اس میں جمعہ جائز نہ ہو گا اور وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی۔صرف دو رکعت پڑھنا مکروہ ہوگا۔اور وقت کا فرض بھی ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔لہٰذا اس معاملہ میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے[1]۔**کما قال فی التنویر و یشترط لصحتھا المصر و قال الشامی و فی ما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبرو خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر** ۔الخ[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾
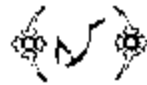
کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چک نمبر ۱۰ ایچ تحصیل کبیروالا کی آبادی تقریباً ڈھائی تین ہزار کی ہے اور ایک مسجد نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے اور اس میں تقریباً ۲۰-۲۲ سال سے نماز جمعہ ادا کی جارہی ہے۔اب کچھ احباب کو شک ہو گیا ہے کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہوسکتا۔انھیں کچھ لوگوں نے سمجھایا ہے کہ جمعہ ہو جاتا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ فتویٰ منگوا کر دکھلاؤ کہ آیا جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔واضح رہے کہ نماز جمعہ کے جواز کے لیے باتفاق علماء احناف مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے۔قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی اور مصر کی تعریفیں فقہاء کرام نے مختلف کی ہیں سب سے صحیح تعریف اس کو

---

۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: (ویشترط لصحتها المصر ...... وظاهر المذهب أنه کل موضع له أمیر و قاض یقدر علی إقامة الحدود......(أوفناؤه)......(وهوما) حوله (أتصل به)۔ وفی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق ...... وفیما ذکرنا إشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أرید به الکرهة لکراهة النفل بالجماعة ألا تری أن فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم أداء الظهر۔ (کتاب الصلوٰة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸،۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوٰة۔ باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة۔ فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) تنویر مع ردالمحتار، کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸۔۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی

قرار دیا ہے کہ مصر وہ جگہ ہے جس میں امیر و قاضی (حاکم) ہوں جو لوگوں کے معاملات کو فیصلہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوں احکام کو جاری کرتے ہوں اور اس میں گلیاں کوچے اور بازار ہوں۔ کما قال فی الکبیری [1] علی ما صرح به فی تحفة الفقهاء عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم لحشمته و علمه او علم غيره والناس يرجعون اليه فی الحوادث و هذا هو الاصح -آپ نے چک مذکور کی صرف آبادی لکھی ہے اور ایک اس کی خوبصورت مسجد کا تذکرہ کیا ہے-فقہاء نے نہ تو ڈھائی تین ہزار کی آبادی کو اور نہ ایک خوبصورت مسجد کو شہر بننے کے لیے معیار قرار دیا ہے اور آپ نے چک مذکور کے دوسرے حالات نہیں لکھے ہیں اس لیے جواز جمعہ یا عدم جواز کے متعلق کوئی قطعی فتویٰ نہیں لکھا جا سکتا - ویسے میں نے اوپر بحوالہ کبیری شہر کی اصح تعریف لکھ دی ہے- آپ خود بھی اس سے ان شاء اللہ حکم معلوم کر سکیں گے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو ہزار نفوس پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں بزدار تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کی مجموعی آبادی تقریباً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے جس میں دس گھر احمدیوں کے ہیں اور ان کی ایک علیحدہ مسجد ہے علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کی تین مسجدیں ہیں قبل ازیں جمعہ کی نماز صرف ایک ہی مسجد میں ادا کی جاتی تھی-مگر چند اشخاص کے دنیاوی اختلاف کی بنا پر نماز جمعہ دو مسجدوں میں ادا کی جانے لگی نیز آٹھ دس آدمی ساتھ کے دیہاتوں سے آکر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیا ان دونوں مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہو جائے گی۔

﴿ج﴾

بظاہر یہ بستی نہ شہر ہے نہ قصبہ-مصر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی اس لیے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ

---

۱) حلبی کبیر فصل فی صلاۃ الجمعة، ص ۵۵۰ : سعیدی کتب خانہ کوئٹہ

کے مذہب میں یہاں جمعہ جائز نہیں[۱]-**لا جمعة و لا تشريق الا في مصر جامع** صحیح سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے[۲] **و كفى به قدوة**- جب حنفی مذہب کے مطابق اس بستی میں جمعہ ہی جائز نہیں تو ایک اور دو مساجد میں جواز و عدم جواز کا سوال ہی عبث ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تیرہ سو افراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ہمارے گاؤں پیر اصحاب کے شہر کی آبادی بارہ تیرہ سو افراد پر مشتمل ہے- شہر کے لوگ جو اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان کو ملا کر کل افراد کی تعداد ڈھائی ہزار کے قریب ہو جاتی ہے- جو لوگ اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان میں سے بعض کے گاؤں میں مکان ہیں اور بعض کے نہیں لیکن سب کی سکونت پیر اصحاب میں نہیں ہے اس صورت میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ظاہر ہے کہ موضع مذکورہ جس کی آبادی قریب بارہ سو کے ہے قریہ صغیرہ ہے قریہ کبیرہ نہیں ہے جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ کے لکھا ہے- لہٰذا حسب قواعد فقہیہ و تصریح فقہاء موضع پیر اصحاب میں ظہر با جماعت ہونا چاہیے- جمعہ پڑھنا اس میں صحیح نہیں ہے[۳] جیسا کہ شامی میں ہے- **و تقع فرضا في القصبات و القرى**

---

۱) كما في ردالمحتار : وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا اشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر وخطيب (كتاب الصلوٰة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲ : مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في حلبي كبير: (فصل في صلاة الجمعة، ص ۵۵۰: سعيد كتب خانه كوئٹه)

۲) كما في إعلاء السنن: (أبواب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة في القرى- ص ۳، ج ۸: إدارة القرآن كراچى)

۳) كما في ردالمحتار : وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة ألاترى أن في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم أداء الظهر- (كتاب الصلوة باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۲۴۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في حلبي كبير: (فصل في صلاة الجمعة: ص ۵۵۰، سعيدى كتب خانه كوئٹه)

الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ [1]۔
باقی جو کچھ عبارات مختلفہ مصر کی تعریف میں وارد ہیں سب کا حال تقریباً ایک ہی ہے وہ یہ کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں شمار کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد سے باہر جمعہ کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعۃ المبارک مسجد کے باہر ہو جاتی ہے جبکہ امام بھی مسجد میں نہ ہو نہ اذان نہ خطبہ اور جگہ بھی ایسی ہو جہاں ہفتہ بھر جانور لید گوبر غلاظت وغیرہ پھیلاتے رہیں۔ ہفتہ بھر نجاست غلیظہ موجود رہے صرف جمعہ کے دن تھوڑا سا صاف کر کے دریاں وغیرہ بچھا کر جمعہ کی نماز ادا کر لی جائے۔ جبکہ اردگرد شہر میں بالکل قریب اور بھی اسی مسلک کی جامع مسجد موجود ہیں۔ کیا نماز جمعہ وہاں ہو جاتی ہے اگر نہیں تو پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

نماز تو ہو جائے گی جبکہ اس جگہ پر دریاں بچھائی جائیں اور ان کے اوپر پاک کپڑا ہو [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں البتہ مسجد شاندار ہو تو کیا ایسی جگہ جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے چک کی آبادی تقریباً ایک صد ہے اور آس پاس کے نزدیکی دو تین آدمی نماز جمعہ ادا کرنے آ جاتے ہیں اور ایسی شرائط جو کہ حدیث میں ہیں وہ سب پوری نہیں ہیں البتہ ہمارے چک کی مسجد بڑی شاندار ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں۔ اور مولوی محمد یوسف جٹ فرماتے ہیں کہ جمعہ یہاں جائز ہے۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ۔ ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
۲) ردالمحتار: وکذا الثوب إذا فرش علی النجاسۃ الیابسۃ، فإن کان رقیقا یشف ماتحتہ أوتوجد منہ رائحۃ النجاسۃ علی تقدیر ان لھا رائحۃ، لایجوز الصلوٰۃ علیہ وإن کا غلیظاً بحیث لایکون کذلك جازت۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا۔ ص ٦٢٦، ج ١: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی: (کتاب الصلاۃ۔ باب شروط الصلاۃ وأرکانھا: ص ٢٠٨، قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ وکذا فی حلبی کبیر: (الشرط الثانی۔ ص ١٩٩: مکتبہ سعیدی کتب خانہ کوئٹہ)۔

﴿ج﴾

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں دیہات اور گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس چک مذکورہ میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں سب مسلمانوں کولازم ہے کہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں (۱)- واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی دوسری اذان خطیب کے قریب دی جائے یا مسجد سے باہر

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ مبارک کے دن پہلی اذان مؤذن مسجد کے ایک مینار پر یا خاص جگہ پر دیتا ہے دوسری اذان جو خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے کیا اس کو اسی جگہ پر دیں یا امام کے سامنے اس کے قریب دیں۔

﴿ج﴾

دوسری اذان مسجد میں امام کے سامنے دی جائے امام کے قریب کھڑا ہونا ضروری نہیں (۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اسی پر امت کا عمل رہا ہے- صاحب ہدایہ نے اس کو مسجد کے اندر امام کے بالمقابل ہیئت متعارفہ سے سنت قرار دیا ہے- و اذا صعد الامام المنبر و جلس اذن المؤذنون بین یدی المنبر بذالک جری التوارث ولم یکن علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا هذا الاذان (۳) الخ- عنایہ (۴) کفایہ (۵) وغیرہ میں عندالمنبر کی قید مذکور ہے لہٰذا یہی مسنون ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) تقدم تخریجه فی حاشیة نمبر۳ فی صفحة ۴۹۵۔

۲) کما فی ردالمحتار: ویؤذن ثانیاً بین یدی الخطیب علی سبیل السنة (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۶۱، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۲۷۴، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی حلبی کبیر: (کتاب الصلاة، فصل فی صلاة الجمعة، ص ۵۶۱: سعیدی کتب خانه کوئٹه)

۳) الهدایه: (کتاب الصلاة- باب الجمعة: ص ۱۵۴، ج۱: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۴) العنایة علی هامش فتح القدیر: واختلفوا فی الاذان المعتبر الذی یحرم عنده البیع ویجب السعی الی الجمعة فکان الطحاوی یقول هو الاذان عندالمنبر بعد خروج الامام- (کتاب الصلاة- باب الصلاة الجمعة- ص ۳۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۵) الکفایة علی هامش فتح القدیر: وکان الطحاوی یقول المعتبر هو الاذان عند المنبر بعد خروج الامام- (کتاب الصلاة- باب الصلاة الجمعة: ص ۳۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

کسی گاؤں میں عارضی طور پر بہت سے لوگ جمع ہو جائیں تو کیا جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی گاؤں میں کسی خاص وقت میں تقریباً ہزار کے قریب آدمی جمع ہو جاتے ہیں وہاں کے (یعنی گاؤں کے) جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اس کے بعد متفرق ہو کر گاؤں سے ایک مسافت کے فاصلہ پر جاتے ہیں وہاں کے (یعنی گاؤں کے) جو ہمیشہ رہنے والے ہیں تحصیل دار بمع بیس گھر کے ہیں کیا اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

مذہب احناف میں یہ متفق علیہ ہے کہ مصر شرائط جمعہ میں سے ہے اور یہ قریہ جو بیس گھر پر مشتمل ہے نہ مصر ہے، نہ قصبہ، نہ قریہ کبیرہ بلکہ یقیناً قریہ صغیرہ ہے اس لیے اس میں جمعہ جائز نہیں **ولا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب** الخ۔[1] باہر کے لوگوں کے عارضی اجتماع کی وجہ سے بھی یہ بات صادق نہیں آسکتی[2] اس لیے ان کا اعتبار نہ ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر کم آبادی والے علاقہ میں جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پہلے جمعہ شہر گنویں میں پڑھا جاتا ہے اب چند لوگ ایک میل کے فاصلہ میں دوسرا جمعہ شروع کرنا چاہتے ہیں۔وہاں کی آبادی چند گھر ہیں صرف لاری کا اڈہ اور پکی سڑک ہے۔جہاں ٹریفک آتی جاتی ہے۔وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں آپس میں برادری کا اختلاف ہے اور کوئی وجہ نہیں تو ایسی صورت میں دوسری جگہ پر جمعہ شروع کرنا یا پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) ردالمحتار: ولا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب الخ (کتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲٤۵، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلوٰة الجمعة: ص ۱۵۰، ج ۱: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)
۲) کما فی الدر المختار: ویشترط لصحتها سبعة اشیاء: الأول: المصر الخ (کتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۱۳۷، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

﴿ج﴾

اگر یہ لاری اڈہ شہر کنویں کی ضرورتوں میں سے شمار ہوتا ہے اور وہاں کی آبادی عرف عام میں مستقل آبادی شمار نہ کی جاتی ہو تو اس صورت میں دوسری جگہ جمعہ جائز ہے (۱)- اور اگر وہ اڈہ شہر کی ضروریات میں داخل نہ ہو اور عرف خاص میں وہاں کی آبادی مستقل شمار کی جاتی ہو تو وہ شہر کی آبادی یا فنائے شہر میں سے نہ ہوگا اور وہاں بوجہ چھوٹا گاؤں ہونے کے جمعہ جائز نہیں ہوگا (۲) خواہ وہاں کی اذان سنائی دے یا نہ دے۔ یہی راجح ہے اور اصح ہے (۳)- ملخصاً من عمدۃ الفقہ حصہ دوم ص ۴۳۹، ۴۴۰-

(نوٹ) چونکہ سوال میں دوسری جگہ کے پورے کوائف درج نہیں کہ آیا وہ دوسری جگہ حدود شہر میں داخل ہے یا نہیں وہاں تک شہر کی آبادی واقع ہے یا نہیں وہ اڈہ شہر کی ضروریات میں سے ہے یا نہیں- اس لیے بہتر یہ ہے کہ کسی جید ثقہ عالم دین کو وہاں لے جا کر جائے وقوع کا معائنہ کرایا جائے اور پھر اس کے فیصلہ کے مطابق عمل درآمد کیا جائے-

---

۱) کما فی الهدایه: لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۵۰، ج ۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید، کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۱۵۰، ج ۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۳) کما فی ردالمحتار: وفی الخانیة المقیم فی موضع من أطراف المصر إن کان بینه و بین عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة علیه وإن بلغه النداء وتقدیر البعد بغلوة أومیل لیس بشیء۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة مطلب فی شروط و جوب الجمعة۔ ص ۱۵۳، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة۔ ص ۲۴۷، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔

کیا جمعہ کے فرضوں سے قبل کی چار سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھی جائیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی شخص کی جمعہ شریف کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں وہ دیر سے آیا ہو اور پہلی ۴ سنتیں نہ پڑھ سکا ہو تو آیا ان ۴ سنتوں کی قضا ہوگی یا قضا کی صورت نہیں رہے گی۔ باقاعدہ مستند کتاب کا حوالہ ضرور تحریر فرمادیں یہ مسئلہ جمعہ شریف میں پیش آیا۔ کسی کتاب یا حدیث شریف میں کوئی حوالہ نہیں مل سکا۔

﴿ج﴾

جو سنتیں جمعہ کے اول پڑھی جاتی ہیں اگر ان کو نہ پڑھ سکا تو بعد جمعہ کے پڑھے۔ کما قال فی الدرالمختار۔ (بخلاف سنة الظهر) و کذا الجمعة فانه ان خاف فوت رکعة (یترکها) و یقتدی (ثم یأتی بها) علی انها سنة (فی وقته) ای الظهر (قبل شفعه) عنده وبه یفتی جوهره۔[1] والله تعالى اعلم

کیا ڈیڑھ پونے دوسو کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موضع روانی جاجا چک گجراں جس میں تقریباً ڈیڑھ سو تا پونے دوسو گھر کی آبادی ہے۔ دو چک میں دس دو کانیں بھی چھوٹی بڑی ہیں۔ اس آبادی کے ہونے سے پہلے ایک کچی مسجد تھی جب یہ آبادی اتنی ہوئی تو پھر سارے چک والوں نے ایک مسجد بڑی تیار کی اس کا نام جامع مسجد رکھ دیا اور اس میں جمعہ شروع کر دیا گیا اور تین سال ایک جگہ جمعہ ہوتا رہا اس کے بعد چک میں لڑائی جھگڑا ہوا ایک شخص نے آکر چھوٹی مسجد میں جمعہ شروع کر دیا اور تین سال ہوتا رہا۔ تین سال کے بعد اب چھوٹی مسجد میں بند ہو گیا کہ ایک جگہ ہونا چاہیے یا دونوں جگہ درست ہے۔ اگر چھوٹی مسجد میں جمعہ درست نہیں، تو کیا ظہر کی نماز ادا کرنی چاہئے۔

---

۱) الدرالمختار: کتاب الصلاة۔ باب إدراك الفريضة۔ ص ۵۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی
وکذا فی البحرالرائق کتاب الصلاة۔ باب ادراك الفريضة۔ ص ۱۳۲، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه
وکذا فی الهدایه کتاب الصلاة۔ باب ادراك الفريضة: ص ۱۳۵، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس موضع کا ذکر ہے جس کی آبادی ڈیڑھ یا پونے دوسو گھروں پر مشتمل ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اوراس میں نماز جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد احتیاطی ظہر ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان زمان کہ آج کل لوگ بعد از نماز جمعہ چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں کیا یہ احتیاطی ظہر ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

احتیاط ظہر کے بارہ میں یہ تفصیل ہے کہ عوام الناس جو مسائل شرعیہ کی حکمتوں کو نہیں جانتے ہیں اور احتیاط الظہر ادا کرنے سے تکاسل فی اداء الجمعۃ کے ظہور کا ان سے خطرہ ہو ان کو عدم جواز احتیاط الظہر کا فتویٰ دے کر روک دیا جائے۔ لیکن خواص جن کے متعلق یہ خطرہ ہرگز نہ ہو ان کے لیے جواز کی گنجائش رکھی جائے اوران سے اختلاف نہ کیا جائے ان کو اس حال پر چھوڑ دیں ان کی گنجائش کے لیے بحرالرائق کی یہ عبارت کافی ہے۔ **مع مالزم من فعلها في زماننا — من المفسدة العظيمة و هو اعتقاد الجهلة ان الجمعة ليست بفرض**۔[۲] نیز شامی نے **نعم ان ادى الى مفسدة لايفعل لكن الكلام عند عدمها ولذا قال المقدسي نحن لانأمر بذالک امثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص ولوبا لنسبة اليهم**[۳]۔

---

۱) كما في ردالمحتار: ولا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر و خطيب..... لوصلوا في القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة: باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۴۵۔۲۴۶، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة باب صلوة الجمعة ص ۱۵۰۔۱۵۱، ج ۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۲) البحرالرائق: كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲۵۱۔۲۵۲، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما في الشامية كتاب الصلاة۔ باب الجمعة: مطلب في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة۔ ص ۱۴۶، ج۲: ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا في منحة الخالق على البحرالرائق كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۵۱، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه۔

ڈیڑھ ہزار کی آبادی والے گاؤں میں نمازِ جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس قریہ کے درج ذیل کوائف ہوں: آبادی ڈیڑھ ہزار، متعدد دوکانیں کپڑا پرچون، مرمت ریڈیو، مرمت سائیکل، سوڈا برف وغیرہ، حکمت یونانی وڈاکٹری، پختہ سڑک قریہ ھذا تک، موٹریں تانگے تحصیل ہیڈکوارٹر تک ہمہ وقت برائے سفر فاصلہ ۹ میل تحصیل ہیڈکوارٹر، سرکاری مردانہ ہسپتال، جانوروں کا شفاخانہ، ڈاک خانہ، پرائمری سکول، یونین کونسل ہیڈکوارٹر، دفتر محکمہ زراعت، بجلی وغیرہ کا انتظام ایسی جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں- جواب سے مطلع فرمائیں-

﴿ج﴾

شامی میں ہے **و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض** -[1]- اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ عندالحنفیہ بڑے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے جو مثل قصبہ کے ہو اور اس میں بازار دوکانیں ہوں اور چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا ہے- صورت مسئولہ میں جس قریہ کا ذکر ہے جس کی آبادی ڈیڑھ ہزار ہے- بظاہر قریہ صغیرہ ہے یہاں جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں[2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے سات آٹھ میل دور کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دیہات جو دو دریاؤں کے درمیان واقع ہے- منتشر آبادی ہے- دو دو چار چار گھر ایک دوسرے سے فاصلے پر آباد ہیں- کوئی گاؤں بستی یا شہر نہیں ہے- نزدیکی شہر جہاں پر جمعہ ہوتا ہے اس مذکورہ آبادی سے سات آٹھ میل دور ہے- اس آبادی میں صرف چار دوکانیں بہت

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة باب الجمعة ۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ومن لاتجب علیهم الجمعة من اهل القرای والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة الهندیة الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة ص ۱۴۵، ج ۱ ۔

ہی محدود قسم کی بھی موجود ہیں-عام قسم کی اشیاء مل جاتی ہیں-مگر پوری ضروریات زندگی میسر نہیں آتیں-البتہ ایک پرائمری سکول بھی ہے، بس اڈہ، ریلوے اسٹیشن، پوسٹ آفس، تھانہ چوکی ہے-ایسی جگہ پر ادھر ادھر سے اگر کچھ لوگ جمع ہوکر جمعہ وعیدین ادا کریں تو عندالاحناف جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ بوڑھے یا کمزور آدمی شہر تک نہیں پہنچ سکتے- بینواتوجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس دیہات کا ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے- یہاں احناف کے نزدیک جمعہ وعیدین جائز نہیں- جواز جمعہ کے لیے شہر قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے-لما فی الشامية تقع فرضا في القصبات و القرى الكبيرة التي فيها اسواق (الى قوله) و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة[1]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اڑھائی سو گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ تقریباً ۲۵۰ گھرانہ پر مشتمل ہے- اس گاؤں میں جامع مسجد کے علاوہ تین اور چھوٹی مسجدیں بھی ہیں جن میں سے ایک چھت دار اور دو کچی ہیں- ایک پرائمری سکول ہے- چھ پرچون کی دوکانیں ہیں- ایک درزی کی بھی دوکان ہے- گاؤں مذکورہ پختہ سڑک کے قریب ہے- اہل بستی کے علاوہ مختلف چاہات سے بھی چند آدمی نماز جمعہ میں شمولیت کرتے ہیں-کل تعداد حاضرین نماز جمعہ اوسطاً ۴۰ آدمی ہے- جامع مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام ہے-تقریباً بیس سال سے اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین ہوتی آرہی ہیں- آبادی تقریباً ۸۰۰/۹۰۰ ہے- لیکن کچھ آدمیوں کا کہنا ہے کہ نہ اس بستی میں جمعہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی نماز عید ہوسکتی ہے- لہٰذا عرض ہے کہ بروئے شریعت مسئلہ صحیح سے آگاہ فرمادیں-

---

۱) ردالمحتار: (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة- فصل فی بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

﴿ج﴾

تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ [1]۔اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ عندالحنفیہ بڑے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے جو مثل قصبہ کے ہو اور اس میں بازار اور دوکانیں ہوں اور چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اور صورت مسئولہ میں اس بستی پر قصبہ اور شہر کی تعریف صادق نہیں آتی۔پس اس بستی میں نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں نماز جمعہ اس بستی میں مکروہ تحریمی ہے۔ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی [2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پچیس افراد پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک بستی میں بارہ گھر ہیں اور سات کنبے ہیں اور اہل قریہ پچیس افراد پر مشتمل ہیں۔نمازی پانچ ہیں۔کیا ایسی بستی میں نماز جمعہ پڑھنا حنفی مذہب میں واجب ہے یا سنت ہے یا جائز ہے اگر نماز جمعہ پڑھی جائے تو کیا جمعہ ادا ہوگا اور نماز ظہر تو دوبارہ نہیں پڑھنی پڑے گی۔ فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں کی عبارت لکھ کر فتویٰ عنایت فرمادیں۔

(۲) جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ تحقیقی جواب صادر فرمادیں۔

---

۱) ردالمحتار کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ومن لاتجب علیھم الجمعۃ من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان واقامۃ الھندیۃ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ ص ۱۴۵، ج۱۔

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ۔ ص ۲۴۸۔۲۴۹، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ۔ فصل فی بیان شرائط الجمعۃ۔ ص ۲۵۹، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

﴿ج﴾

(۱) مذہب حنفیہ کا جو تمام کتب فقہ حنفیہ میں مذکور ہے یہ ہے کہ جمعہ ادا ہونے اور واجب ہونے کے لیے مصر شرط ہے اور مصر کہتے ہیں شہر کو اور قصبہ اور بڑا قریہ بھی حکم شہر میں ہے- **کما فی الشامی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انه لا تجوز فی الصغیرۃ**[۱]-الخ

پس خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ نہیں ہوتا- سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے اس کی آبادی پچیس افراد پر مشتمل ہے قریہ کبیرہ نہیں یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں- یہاں لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوگی[۲]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے اس کے بعد کوئی اور دعا ماثور و منقول نہیں، فقہاء نے اس کو مکروہ اور بدعت لکھا ہے- **لا یتهیا بالدعا بعد صلوۃ الجنازۃ** فتاویٰ[۳] بزازیہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں **ولا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانه یشبه الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ**[۴]- اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے دعا بعد الجنازہ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلوۃ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها اسواق...... وفیما ذکرنا اشارۃ الی انه لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیها قاض و مبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی قری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجمعة، ص ۲۴۸-۲۴۹، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔

۳) الفتاوی بزازیه علی هامش الهندیه: (کتاب الصلاۃ، الخامس والعشرون فی الجنائز وفیه الشهید۔ نوع المختاران الامام الاعظم أولی الخ۔ ص ۸۰، ج ٤: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٤) مرقلة المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: (کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیها۔ الفصل الثالث حدیث نمبر ۱٦۸۷: ص ۱٤۹، ج٤: مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت)۔

وکذا فی خلاصة الفتاویٰ: (کتاب الصلوٰۃ۔ الفصل الخامس والعشرون، اذا اجتمعت الجنائز، ص ۲۲۵، ج ۱۱، رشیدیه کوئٹه)

اُس آبادی کے اوصاف کہ جس میں جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی میں جمعہ عندالاحناف جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کیا آبادی کی مقدار کوئی متعین ہے یا نہیں۔ کیا ایسی جگہ میں جہاں پہلے جمعہ نہیں ہوتا اب جمعہ شروع کرنا جائز ہے یا نہیں- حوالہ جات کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرماویں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

مذہب حنفی جمعہ کے بارہ میں یہ ہے کہ مصر یعنی شہر میں واجب ہوتا ہے اور قصبہ اور قریہ کبیرہ بھی جس میں بازار و دوکانیں وغیرہ ہوں مصر کے حکم میں ہے- وہاں بھی جمعہ درست ہے- مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے- **فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔**[1] قریہ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں- **تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب ۔**[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس قریہ صغیرہ میں جمعہ شروع کیا گیا علم ہونے پر کیا جمعہ بند کر دیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) جمعہ کے جواز کے لیے جو قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اس کی تعریف آج کل کے عرف کے مطابق تحریر فرمادیں کہ کس بستی میں جمعہ صحیح ہے اور کس میں صحیح نہیں ہے-

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید ، کراچی)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة۔ ص ۲۴۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

(۲) کہ اگر کسی قریہ صغیرہ میں جمعہ کافی مدت سے پڑھا جاتا ہے کیا اس کو اب ختم کرنا چاہیے اور وہاں نہ جانا چاہیے شرعاً کیا حکم ہے۔

(۳) یہ کہ کتنی دور سے جمعہ کی نماز کے لیے آنا ضروری ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) عرفاً جو بستی قریہ کبیرہ کہلائی جانے کی مستحق ہو جس میں بازار دوکانیں وغیرہ ہوں اور ضروریات مردمان وہاں ملتی ہوں وہ بحکم مصر ہے اور جمعہ وہاں درست ہے، شامی میں ہے۔ **تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ الخ**[1]۔

(۲) جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹا ہونے کے عندالحنفیہ جمعہ درست نہیں اس میں کسی خیال سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے۔ اس کو ترک کرنا چاہیے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گناہ گار ہوتے ہیں اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر ہے اور ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ **کما فی الشامی و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر.**[2]

(۳) جب جمعہ گاؤں والوں پر فرض نہیں ہے تو ان کو جمعہ ادا کرنے کے لیے مصر میں جانا ضروری نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة، ص ۲۴۸۔۲۴۹، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة۔ ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی البحر الرائق: وأما القری فإن أرادالصلاة فیها فغیر صحیحة علی المذهب، وإن أراد تکلفهم وذهابهم إلی المصر فممکن، لکنه بعید۔ (کتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۲۴۸، ج ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة، ص ۱۵۳، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الحاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ۵۰۴۔۵۰۵: مکتبه قدیمی کتب خانه کراچی)

اسّی مربع اراضی، ۲۵۰۰ نفوس کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چک ۸۰ مربع اراضی پر مشتمل ہے۔ موجودہ مردم شماری کے حساب پر آبادی ۲۵۰۰ نفوس کی ہے۔ چند گھر غیر مسلموں (عیسائیوں) کے ہیں۔ چھوٹی بڑی آٹھ دوکانیں پرچون کی ہیں۔ موت اور پیدائش کے وقت ضروریات کی اشیاء میسر ہو جاتی ہیں۔ آٹے کی چکی موجود ہے۔ چک میں بجلی کی سہولت ہے گھروں میں بجلی کے انڈے اور پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ جامع مسجد ایک ہے۔ لوگ حنفی اعتقاد اور دیوبندی خیال کے ہیں۔ ایک مولوی نے آج سے چار سال پہلے جمعہ کی نماز جاری کر دی علاقہ کے بعض علماء نے جمعہ کی نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا۔ خانقاہ سراجیہ ضلع میانوالی کے سجادہ نشین مولانا خان محمد صاحب نے بھی عدم جواز جمعہ کا ارشاد فرمایا۔ مگر حضرت مولانا فاضل بے بدل حافظ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب درخواستی جب الیکشن کے زمانہ میں چیچہ وطنی تشریف لائے تھے تو جمعہ کے جواز کا تحریری فتویٰ دے گئے اور فرمایا جاری جمعہ کو نہ توڑا جائے جمعہ جائز ہے اور ایسا ہی مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی والے نے جواب دیا ہے کہ جمعہ جائز ہے معلوم رہے جمعہ کی نماز چار سال سے جاری ہے۔ باہر سے آدمی آتا ہے جمعہ کی نماز پڑھا جاتا ہے۔ بعض جمعہ پڑھتے ہیں، بعض اس نظریے سے کہ یہ قریہ ہے اور احناف کے نزدیک قریہ میں جمعہ نہیں ہو سکتا نماز نہیں پڑھتے۔ ناچاکی کی وجہ سے کوئی امام مستقل طور پر مقتدی ٹھہرنے نہیں دیتے اگر امام جمعہ کی نماز پڑھاوے تو جمعہ نہ پڑھنے والے ایسے امام کے پیچھے باقی نمازیں نہیں پڑھتے۔ بلکہ جماعت کی نماز کے بالمقابل الگ نماز شروع کر دیتے ہیں اور اسی طرح اگر امام جمعہ کی نماز نہ پڑھائے تو جمعہ پڑھنے والے بعض افراد ایسے امام کے پیچھے باقی نمازیں نہیں پڑھتے یہ بھی جماعت کی موجودگی میں الگ ہی پڑھتے ہیں اور مسجد چار سال سے برباد ہے۔ چک میں نمبردار، چیئرمین یونین کونسل بھی موجود ہے۔ چک سے شہر چیچہ وطنی پکی سڑک کا فاصلہ ۵ میل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا جاری کردہ جمعہ توڑ دیا جائے یا جاری رکھا جائے؟ اب ایسی حالت (مذکورہ) کے ہوتے ہوئے جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

نوٹ:- عیدین پچاس سال سے لوگ اس چک میں پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ آٹے کی مشین کے علاوہ دو گھراس ہیں۔ کپڑے کی دوکان ہے۔ برف، سبزی عام بکتی ہے۔ مٹی کے برتن بنا کر باہر تک جا کر یہاں کے کمہار بیچتے ہیں۔

﴿ج﴾

مدار جمعہ کے وجوب وعدم وجوب کا قریہ کا بڑا چھوٹا ہونا فقہاء نے لکھا ہے اور قریہ کبیرہ وہ ہے جو مثل قصبہ کے ہو- آبادی اس کی تین چار ہزار ہو- اور بازار ہو اور ضروریات زندگی کی اشیاء میسر ہوں- وہاں جمعہ جائز ہے (۱)-

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر ہے جس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے جمعہ کے عدم جواز اور حضرت مولانا درخواستی صاحب مدظلہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے بہتر یہ ہے کہ کسی معتمد علیہ مفتی دیندار عالم کو چک میں لے جائیں اور وہ اس چک کے پورے حالات وضروریات کا جائزہ لے کر حکم شرعی صادر فرمادیں اور چک والے شرعی حکم تسلیم کرتے ہوئے اتفاق واتحاد کے ساتھ ایک ہی امام کے پیچھے نماز باجماعت ادا کریں (۲)-

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بظاہر عدم جواز کا رجحان ہے- والجواب صحیح

سو افراد پر مشتمل انہار کالونی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ انہار کالونی جو کہ قصبہ کچا کھوہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے-

---

۱) کما فی ردالمحتار: فی التحفة عن ابی حنفیة انه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هوالاصح- (کتاب الصلاة باب الجمعة: ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبه رشیده کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی ردالمحتار: وقد علم من هذا أن مذهب العامی فتوی مفتیه من تقیید بمذهب، ولهذا قال فی الفتح: الحکم فی حق العامی فتوی مفتیه، الخ (کتاب الصوم ، باب مایفسد الصوم وما لایفسده: ص ٤۱۱، ج ۲، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق : (کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ص ۵۱۳، ج۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی مسند أحمد: (رقم الحدیث: ۲٤٤۳: ص ٤٤۷، ج۱: دارإحیا التراث العربی) بحواله فتاوی محمودیه ص ۱۵٤، ج ۹)

اور جس کی آبادی تقریباً سو افراد پر مشتمل ہے کیا ایسی کالونی میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ نیز نماز جمعہ پڑھنے سے یہاں کے لوگوں سے نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں اگر اس کالونی میں نماز جمعہ جائز نہیں تو اس کالونی میں جو کہ عرصہ چار سال سے نماز جمعہ جاری ہے جمعہ جاری رکھا جائے یا بند کر دینا ضروری ہے واضح رہے کہ انہار کالونی کی آبادی مستقل نہیں بلکہ محکمہ انہار کے ملازمین پر مشتمل ہے۔ اور شہر کچا کھوہ کی ضروریات اس سے متعلق نہیں۔ بہرحال جو بھی صورت اختیار کرنی ضروری ہو تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ[1] و شرح[2] وقایہ و در مختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔ (و یشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (المصر)[3] اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ و قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی مصر اور شہر کے حکم میں ہے۔ **تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق**[4]۔ اسی طرح فناء مصر میں جمعہ جائز ہے۔ **(و يشترط لصحتها) سبعه اشياء الاول (المصر)۔ اوفناء ه**[5]

---

۱) الهدايه: (كتاب الصلاة، باب صلوفة الجمعة، ص ۱۵۰، ج ۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)

۲) شرح الوقايه: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۲۳۹، ج ۱: مكتبه محمد سعيد اينڈ سنز، قرآن محل كراچی)۔

۳) الدر مع ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: ايچ ايم سعيد كراچی)

٤) ردالمحتار: (كتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۳: ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلوٰة ، فصل في بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۵) كما في الدرالمختار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ۱۳۷، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۔ شرح الوقايه: (كتاب الصلاة باب الصلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

وكذا في شرح الوقايه: (كتاب الصلوٰة ، باب الجمعة ص ۲۳۹، ج ۱: مكتبه محمد سعيد اينڈ سنز قرآن محل كراچی)

مصر کی تعریف میں اختلاف ہے۔لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔علی ما فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته او علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح -(۱) اور فناء مصر وہ جگہ ہے جو شہر کے متصل شہر کے مصالح مثل دفن موتی ورکض خیل وغیرہ غرض ضروریات شہر کے لیے ہو۔ کما فی الدرالمختار (اوفنائه) (و هو ما) حوله (اتصل به) اولا (لاجل مصالحه) کدفن الموتی ورکض الخیل و فی الشامیة ان بعض المحققین اهل الترجیح اطلق الفناء عن تقدیره بمسافة –الی قوله– والتعریف احسن من التحدید (۲) اور درمختار و شامی میں یہ نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہت تحریمیہ ہے۔و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و ممبر و خطیب – الخ– والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة - نیز درمختار میں ہے۔وصلوة العید فی القری تکره تحریما و فی الشامیة و مثله الجمعة (۳)۔

نیز چھوٹے قریہ میں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ان لوگوں سے ساقط نہیں ہوتی۔ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (۴)۔

پس صورت مسئولہ میں جس انہار کالونی کا ذکر ہے اور اس کے کچھ حالات بھی درج ہیں کہ کچا کھوہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اس کی آبادی تقریباً ۱۰۰ افراد پر مشتمل ہے اور شہر کی ضروریات کا اس سے کچھ

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) الدرمع ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸،۱۳۹، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٤) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة، السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

تعلق نہیں یہ نہ قریہ کبیرہ ہے اور نہ فناء مصر ہے بلکہ قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں بلکہ یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں اور چونکہ اس قریہ صغیرہ (انبار کالونی) میں جمعہ جائز نہیں اس لیے اس کو جاری رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ بند کردینا ضروری ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فدوی چک نمبر ۲۲۳ جنوبی کا باشندہ ہے اس چک کی آبادی تقریباً تین ہزار ہے اور اٹھارہ بیس دوکانیں بھی ہیں۔ تقریباً ضروریات زندگی میسر ہو جاتی ہیں۔ اس چک میں پہلے سے ایک مسجد تھی جس میں مہاجر لوکل سب ہی نماز پڑھتے رہے اور جمعۃ المبارک بھی پڑھتے رہے۔ کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جمعہ بھی پڑھتے ہیں اور ساتھ احتیاطی ظہر بھی پڑھتے ہیں تو اس کو ہمارے دلوں نے نہ مانا اس بنا پر ہم نے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا اپنی مسجد تیار کر لی اپنی مسجد میں عرصہ تین سال سے ہم نے خالص جمعہ پڑھنا شروع کر دیا جس میں کبھی بیس آدمیوں کی تعداد کبھی دس بارہ کی تعداد ہوتی رہی۔ اب بھی اوسط دس بارہ ہے۔ اب ایسا ہوا کہ ایک مولوی صاحب آئے انھوں نے جب دس آدمیوں کی تعداد دیکھی تو نہ خود جمعہ پڑھا اور نہ ہی ہم کو پڑھنے دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ کم از کم چالیس آدمیوں کی تعداد ہونی چاہیے کم آدمیوں میں جمعہ نہیں۔ اب ایک ماہ سے جمعہ بند ہے۔ ہم اس حالت میں جمعہ سے محروم ہیں شہر یا قصبہ چک ہذا سے آٹھ نو میل ہے۔ ہم اس شش و پنج میں ہیں کہ اب کیا کریں۔ آخر کار آپ کی خدمت میں مکمل تفصیل تحریر ہے۔ آپ برائے مہربانی بتادیں کہ آیا جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

مذھب حنفی جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ مصر یعنی شہر میں واجب ہوتا ہے قریہ صغیرہ میں واجب نہیں ہوتا اور قصبہ اور قریہ کبیرہ بھی جس میں بازار و دوکانیں وغیرہ ہوں مصر کے حکم میں ہے وہاں بھی جمعہ درست ہے [2]۔

---

۱) تقدمه تخريجه في حاشية نمبر ۱ في صفحه متقدمه

۲) كما في ردالمحتار تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة فصل في بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

کما صرح بہ الشامی۔صورت مسئولہ میں اگر یہ چک عرفاً شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ سمجھا جاتا ہو اور اس میں بازار و دوکانیں ہوں اور ضروریات زندگی سب ملتی ہوں تو اس میں جمعہ صحیح ہے (۱) جہاں جمعہ جائز ہے وہاں احتیاط الظہر نہیں پڑھنا چاہیے (۲)۔ جہاں نماز جمعہ کی شرائط پائی جائیں وہاں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا نماز میں شریک ہونا ضروری ہے (۳) جس شخص نے چالیس کا قول کیا ہے یہ صحیح نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے ساڑھے تین میل دور ایک ہزار کی ایک آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اپنے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے شہر سے ساڑھے تین میل دور ہے تمام بستی میں ایک ہی جامع مسجد ہے جس میں بچے قرآن مجید اور دیگر دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اذان اور پانچ وقت باجماعت نماز ہوتی ہے بستی میں ایک پرائمری سکول ہے دو تین دوکانیں مستقل ہیں چونکہ وہ باڈر کا اور بارانی علاقہ ہے اگر بارشیں کثرت سے ہوں تو اناج اور دیگر اجناس کی وجہ سے دوکانیں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہیں کیا اس بستی میں عندالشرع جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

سوال میں جس بستی کا ذکر ہے کہ اس کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اور یہاں دو تین دوکانیں ایک مسجد اور پرائمری سکول ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں۔ **قال فی الشامیة و فیما ذکرنا**

---

۱) تقدم تخریجه فی صفحة متقدمه

۲) کما فی حاشیة الطحطاوی: ولیس الاحتیاط فی فعلها، لأن الاحتیاط هو العمل بأقوی الدلیلین وأقواهما إطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الأربع مفسدة اعتقاد الجهلة عدم فرض الجمعة أوتعدد المفروض فی وقتها، ولا یفتی بالأربع إلا للخواص ویکون فعلهم إیاها فی منازلهم ۔ (کتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۵۰۰ قدیمی کتب خانه کراچی)۔

۳) کما فی الدرالمختار: (و) السادس: (الجماعة) وأقلها ثلاثة رجال ...... (سوی الإمام) (کتاب الصلاة باب الجمعة ،ص ۱۵۱، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة: ص ۱۵۲، ج۱: مکتبه بلوچستان بک ڈپو کوئٹه)۔ وکذا فی شرح الوقایه: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة ، ص ۲۴۲، ج۱: مکتبه محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی)

اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة [۱]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبۂ جمعہ وعیدین عربی میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ وعیدین میں اگر خطیب عربی خطبہ تھوڑا تھوڑا پڑھ کر ترجمہ اردو یا ہندی میں کرے تاکہ عربی سے ناآشنا مقتدیوں کو مسائل اور مضمون سمجھ آجائیں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

خطبہ تمام عربی میں ہونا سنت ہے اور کچھ خطبہ عربی کا پڑھ کر پھر اردو وغیرہ میں ترجمہ کرنا یا اردو میں بطریق وعظ خطبہ کے اندر کچھ کہنا خلاف سنت ہے اور بدعت ہے سلف سے ایسا ثابت نہیں- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے مصفی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ صحابہ باوجودیکہ بلادِ عجم میں تشریف لے گئے مگر خطبہ سوائے عربی کے اور کسی زبان میں مخاطبین کے سمجھانے کے لیے نہیں پڑھا- پس صحابہ کا عملِ مستمر دلیل ہے اس کی کہ تمام خطبہ عربی میں ہونا چاہیے [۲]- کذا فی فتاوی دار العلوم [۳] دیوبند- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة: فصل فی بیان شرائط الجمعة- ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) مصفی شرح مؤطا: چوں خطب آں حضرت صلی الله علیه وسلم وخلفاء وهلم جراملاحظه کردیم ، تنقیح آں وجود چند چیز است: حمد وشهادتین، وصلوة برآنحضرت صلی الله علیه وسلم، وامر بتقوی، وتلاوت قرآن پاك، ودعائے مسلمین و مسلمات، وعربی بودن خطبه، و عربی بودن نیز بجهت عمل مستمرۂ مسلمین در مشارق و مغارب باوجود آنکه در بسیارے از أقالیم مخاطبان عجمی بودند- (باب التشدید علی من ترك الجمعة من غیر عذر ص ۱۵٤: کتب خانه رحیمیه سنهری مسجد دهلی بحواله فتاوی محمودیه، ص ۲۳۷، ج۸)-
وکذا فی بذل المجهود: قال الطیبی مکروه إذالم یکن أمراً بالمعروف- (کتاب الصلاة، باب الإمام یکلم الرجل الخ- ص ۱۸۱، ج ۲: مکتبه امدادیه ملتان)- وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة: ص ۱٤۹، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة- محظورات الخطبة، ص ۵۹۷، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی فتاوی دارالعلوم دیوبند: (کتاب الصلوة، باب الجمعة ص ۲۷۵، ج۱: دارالاشاعت کراچی)

جس بستی کی طرف جانے کو شہر کی جانب جانا سمجھا جاتا ہو اس میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

موضع کوٹ محل تحصیل کبیر والا ضلع ملتان میں جمعہ کی نماز کی اجازت ہے یا نہیں جس کے کوائف یہ ہیں جس میں کئی سکول، دینی درسگاہ، بنک اور تقریباً ہر قسم کی کئی دوکانیں ہیں اور اس کی طرف جانے سے اگر پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ شہر جا رہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

﴿ج﴾

اگر موضع قریہ کبیرہ کی حد میں آتا ہے اور دوکانیں اور بازار اس میں ہیں۔ یعنی شہریت یہاں پائی جاتی ہے تو اس میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ڈیڑھ سو کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایسی بستی میں جہاں ضروریات زندگی مکمل طور پر میسر نہیں اور وہ بستی وھوا (بڑے مشہور شہر وھوا) سے دو میل کے فاصلے پر ہے اور وہاں ابھی تک جمعہ کی نماز نہیں ہوتی کیا ایسے مقام پر عید کی نماز جائز ہے یا نہیں اور وہاں پر کوئی خاص شہری صورت بھی نہیں بلکہ ایک ڈیڑھ سو آبادی کی بستی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جمعہ اور عیدین کے وجوب اور اداء کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے[2] صورت مسئولہ میں جس بستی کا

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الخ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: ایچ ایم سعید کراچی)۔
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔

۲) کمافی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع : (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة۔ ص ۲۵۹، ج۱، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ و عیدین جائز نہیں [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے لیے حکمِ حاکم کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

چہ میگویند علماء کرام و مفتیان عظام اندریں مسئلہ کہ در علاقہ بلوچستان و خاص در حدود ریاست قلات کہ یک کلاں موضع رئیت کہ قریباً بیس دیہہ یعنی قریہ بیک دیگر متصل اند مگر از زمانہ قدیم تا حال دریں علاقہ نماز جمعہ و عید بودہ است تمام اہلِ علاقہ از دیں نہایت غافل اند۔ و بے دینی روز بروز زیادہ میشود۔ از وعظ شنیدن نہایت متنفر اند و در قریہ ہا یک مکدن شہریست کہ تقریباً یک ہزار نفری دران موجود اند بغیر ازیں در علاقہ بقاعدہ پولیس ڈاکخانہ دکان وغیرہ ہمگی موجود اند۔ بنابراں بمطابق قول صاحب درمختار اذن الحاکم بناء الجامع ص ۱۳۸ ج ۲ بعض بندگاں درخواست در حضور والی قلات برائے جمعہ نماز و عیدین پیش کردہ چنانچہ قلات خان معظم احمد یار خان حکم فرمود کہ در علاقہ موصوف جمعہ نماز و عیدین قائم کنند چنانچہ مولوی صاحبان بحکم حاکم عادل جمعہ نماز و عیدین شروع کردن گرفت۔ وبعضے مولوی صاحبان بمطابق **لا جمعة و لا عيد الا في مصر** عبارت را گرفتہ صراحتاً از حکم دراں انحراف کردہ و در عام علاقہ ایں سخنے عام منتشر کردہ کہ جمعہ و عیدین جائز نیست چنانچہ قاضی قلات بمطابق حکم حاکم فتویٰ دادہ کہ جمعہ نماز عیدین خواندہ میشود۔ مگر بعضے ملا صاحبان نہایت ازیں حکم منکر اند بنابراں تحریری میشود کہ جمعہ و عیدین بمطابق عبارت درمختار میشود دریں علاقہ یا نہ۔

﴿ج﴾

در مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ در قریٰ صغیرہ جمعہ جائز نیست و در مصر قصبات و قریٰ کبیرہ جائز است وہو المعتمد کما ہو فی کتب الفقہ [2] پس در صورت مسئول اگر در کبیرہ بودن شک است لیکن بعد از حکم حاکم بلاشبہ دریں چنیں موضع جمعہ لازم است [3]۔ و چون از پیش ہم روح جمعہ گزاردن است۔ پس بنا بر استحباب حال آن را جاری دارند ترک نہ کنند۔ اگر بالیقین قریہ صغیرہ بودے پس حکم حاکم حنفی بر صریح خلاف مذہب نہ بودے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) تقدم تخريجه في صفحه متقدمه

۲) كما في ردالمحتار: وفيما ذكرنا اشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲)۔ وكذا فيه: صلاة العيد في القرى تكره تحريما وفي ردالمحتار (قول صلاة العيد) ومثله الجمعة۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱٦۷، ج۲: مكتبه ايچ يم سعيد كراچى)
وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الجمعة۔ ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

تین صد کی آبادی والی بستی میں جمعہ جاری رکھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی کی آبادی تقریباً تین صد آدمی کی ہے یہاں پر جمعہ تقریباً عرصہ ۵ سال سے شروع ہے- ہمارے ہاں ایک عالم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز بستیوں میں نہیں ہوتی -اس کے بارے میں فرمائیں یہاں پر امام ہم نے مقرر کیا ہے جمعہ کی نماز بند کردیں یا جاری رکھیں اور عید کے بارے میں بھی فرمادیں کہ وہاں پڑھنی چاہیے یا نہ پڑھیں-

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ قصبات اور قریہ کبیرہ میں نماز جمعہ فرض ہے اور ادا ہوتی ہے اور یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے قریہ میں باتفاق علماء حنفیہ جمعہ نہیں ہوتا- بلکہ چھوٹے قریہ وبستی میں وہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں-و تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها اسواق (الى ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب [1]- سوال میں جس بستی کا ذکر ہے- جس کی آبادی تین صد افراد پر مشتمل ہے قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں عیدین بھی جائز نہیں [2]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل فی بيان شرائط الجمعة، ص ۲٥۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) ردالمحتار: لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... ألاترى أن فی الجوهر لوصلوا فی القرى لزمهم أداء الظهر-(كتاب الصلوة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)-
وكذا فيه: صلاة العيد فی القرى تكره تحريما.......... قال ابن عابدين: (قوله صلاة العيد) ومثله الجمعة (كتاب الصلاة- باب العيدين، ص ۱٦۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب الجمعة: ص ۲٤۸،۲٤۹، ج۲: مكتبه رشديه كوئٹه)
وكذا فی بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة- بافصل فی بيان شرائط الجمعة: ص ۲٥۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

سات سو کی آبادی والی بستی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ڈھوک فقیر داخلی بدھڑ جس کی آبادی تقریباً سات صد ہے دو مسجدیں ہیں، علیحدہ قبرستان بھی ہے اور صرف پانچ چھ پرچون کی دوکانیں اپنے اپنے گھروں میں بنی ہوئی ہیں۔ لوہار، ترکھان، موچی، حجام بھی ہے۔ یعنی اکثر ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ خیال ہے کہ لوگوں کو نیکی کی ترغیب ہوتی رہے کیا ایسی جگہ جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر پڑھا جائے تو ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو گی یا نہیں اور پڑھنے سے گناہ ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ بستی جس کے کچھ کوائف سوال میں درج ہیں قریہ صغیرہ ہے اور قریہ صغیرہ (بستی) میں حنفیہ کے مذہب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں اور جمعہ ادا نہیں ہوگا۔ لہٰذا قریہ مذکورہ میں نماز جمعہ ادا کرنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں بلکہ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔

و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی قوله) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب (الی ان قال) لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت مؤکدہ ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جمعہ کے بعد کتنی سنت مؤکدہ ہیں، ائمہ اربعہ کا ان میں کوئی اختلاف ہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارہ میں کیا عمل رہا ہے۔ بینوا توجروا۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

﴿ج﴾

فقہاء حنفیہ جمعہ کے بعد چار سنت مؤکدہ لکھتے ہیں اور بعض روایات میں چھ رکعات آتی ہیں لہذا بہتر اور احتیاط یہ ہے کہ چھ رکعت پڑھیں ورنہ چار ضرور پڑھیں۔ و سن قبل الظهر والجمعة و بعدها اربع بتسليمة [1] و فی الدرالمختار [2] و سن موکدا اربع قبل الظهر و اربع قبل الجمعة و اربع بعدها بتسليمة و ذکر فی الاصل و اربع قبل الجمعة و اربع بعدها۔ الخ و ذکر الطحاوی عن ابی یوسف انه قال یصلی بعدها ستا الخ۔ ینبغی ان یصلی اربعاثم رکعتین. [3]

تحصیل مع سرکاری عملہ مڈل سکول، سول ہسپتال وغیرہ جس بستی میں ہو اس میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین حق اس مسئلہ میں کہ ایک ایسے مقام پر جہاں پر درج ذیل شروط پائے جاتے ہیں۔ جمعہ کی نماز جاری کی جا سکتی ہے یا کہ نہیں۔

تحصیل مع سرکاری عملہ مڈل سکول شفاخانہ حیوانات، سول ہسپتال، گندم پیسنے والی چکی، لوہار اور ستر دوکان جس میں اشیاء ضرورت سب میسر ہو سکتی ہیں۔ اور مزید فناء میں تین چار سو افراد بھی ایک میل یا ڈیڑھ میل کے اندر سے اس مقام پر جمع ہو سکتے ہیں۔ تو ایسے مقام پر جمعہ کی نماز قائم کی جا سکتی ہے یا کہ نہیں۔

براہ کرم جواب مع حوالہ جات کتب فقہ حنفی اور مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

---

۱) شرح الوقایہ: (کتاب الصلاۃ۔ باب الوتر والنوافل، ص ۲۰۰، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) کما فی الدرالمختار (کتاب الصلاۃ۔ باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل، ص ۱۲، ج۲، ایچ ایم سعید کراچی)

۳) بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ، فصل فی الصلوۃ المسنونۃ، ص ۲۸۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الھندیہ: کتاب الصلاۃ۔ الباب التاسع فی النوافل، ص ۱۱۲، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب الوتر والنوافل، ص ۸۷، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

﴿ج﴾

سوال میں جس مقام کے بارے میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات بھی سوال میں درج ہیں کہ تحصیل مع سرکاری عملہ مڈل سکول شفاخانہ حیوانات سول ہسپتال اور ستر کے قریب دوکانیں موجود ہیں-تو یہ مقام بظاہر قریہ کبیرہ معلوم ہوتا ہے اور قریہ کبیرہ میں نماز جائز ہے- تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق-الخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تبلیغ کرنے، چندہ اکٹھا کرنے کی غرض سے چھوٹی بستی میں جمعہ کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ-ایک شخص نے بنیت تبلیغ ایک بستی میں تحریک جماعت بندی کی ہوئی ہے اور اراکین جماعت پر مندرجہ ذیل قواعد رکھے ہوئے ہیں-(۱) ہر ماہ کا دوسرا خمیس بمقام فلان ہر ممبر نے شرکت کرنی ہوگی-(۲) ہر ممبر کو ایک روپیہ دینا ہوگا-(۳) ہر ممبر رائے پیش کرے تو اس کو اختیار ہو گا-(۴) کسی ماہ میں کوئی بیرونی مبلغ بلا کر جماعتی پیسوں سے خرچ کر کے جلسہ کرایا جائے گا- چنانچہ چند ماہ اس کارروائی پر گزر چکے ہیں-اب عرض یہ ہے کہ جو محرک جماعت ہے وہ باہر سے آتا ہے اور جس بستی میں تحریک چلی ہوئی ہے اسی بستی میں لوگ جمعہ پڑھتے ہیں-انھوں نے محرک جماعت کو کہا ہے کہ بروز جمعہ مجلس شوریٰ قائم کی جائے کیونکہ جمعہ کو اجتماع کافی ہوتا ہے-آمدنی میں اضافہ ہوگا-محرک نے کہا ہے کہ میں پختہ حنفی المذهب ہوں حنفی مذہب میں دیہات میں جمعہ ناجائز ہے-البتہ وصولی چندہ میں اضافہ ہو جائے-تو حیلہ حسب ذیل کروں گا کہ امام جمعہ کے پیچھے بہ نیت دو رکعت نفل پڑھوں گا اور بعد کو چار فرض ادا کروں گا-اب قابل دریافت بات یہ ہے کہ حنفی مذہب رکھنے والے کو اس طرح حیلہ ایسی مصلحت کے لیے جائز ہے یا نہ مستفتی کی تشفی فرما کر اجر دارین حاصل کریں یہ بھی معلوم ہو کہ بستی بھی چند مکانوں پر مشتمل ہے-بہت مکان بھی نہیں-

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعه، ص ۱۴۵، ج۱: رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیده کوئٹه)

﴿ج﴾

جس بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں وہاں جولوگ نماز جمعہ دو رکعت ادا کرتے ہیں' نوافل شمار ہوتے ہیں اور نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے لہٰذا آمدنی کے اضافہ کی غرض سے مکروہ کا ارتکاب کرنا جائز نہیں- **و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و الظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر** [۱] -فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ پڑھ کر احتیاط الظہر پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد ہے جو کہتا ہے جمعہ پڑھنے کے بعد احتیاطاً نماز ظہر پڑھ لینی چاہیے اس کی وضاحت فرمائیں اس کا کوئی شریعت میں ثبوت ہے اگر ہے تو کس کا قول ہے اور اب فتویٰ کیا ہے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

شہروں وغیرہ میں احتیاط الظہر صحیح نہیں ہے اس لیے کہ وہاں جمعہ صحیح ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ ادا نہیں ہوتا وہاں نماز ظہر با جماعت پڑھنی چاہیے [۲]-**و فی البحر قد افتیت مرارا بعدم صلوتها (ای الاربع بنیة اخر من الظهر) خوف اعتقاد الجهلة بانها الفرض** [۳] - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب صلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب الجمعة- ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما تقدمه تخریجه فی صفحه متقدمه

۳) البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤٥، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة باب الجمعة: ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهدیه: (کتاب الصلاة- باب الصلاة الجمعة، ص ۱٥۳، ج۱: مکتبه بلوچستان بک ڈپو کوئٹه)

سوگھر، پانچ سو چار افراد کی آبادی سے تین میل کی مسافت پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک چک جو کہ ایک سوگھر پر مشتمل ہے اور افراد کی آبادی اس میں پانچ سو چار (۵۰۴) ہے، پانچ دو کانیں بھی ہیں، گاہے بگاہے افسران کی بھی آمد رہتی ہے اور اس مذکورہ چک سے ایک قصبہ تین میل پر ہے جس میں جمعہ پڑھا جاتا ہے آج کل تین چار میل پر جمعہ پڑھنے کے لیے کوئی بھی نہیں جاتا ہے- چک مذکور کا پیش امام جمعہ پڑھنے جاتا تھا اب وہ بھی بیمار اور کمزور سا رہتا ہے- آج کل وہ بھی جمعہ وہاں جا کر پڑھنے سے قاصر ہے بوجہ سخت مجبوری ومعذوری کے اب لوگ بھی چک مذکور میں جمعہ جاری کرنے کا شوق رکھتے ہیں اور پیش امام کا بھی یہی خیال ہے کہ جمعہ یہاں پر جاری ہو جائے لہٰذا آپ فتویٰ تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں کہ یہاں پر جمعہ جاری کیا جائے یا نہ اگر کیا جائے تو ظہر پڑھیں یا ۴ رکعت پڑھیں برائے کرم فتویٰ صادر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں-

(نوٹ) دوسرا قصبہ قطب جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے وہاں پیش امام بمعہ مقتدی پکے بریلوی ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ السلام علیک یا رسول اللہ نہ پڑھا جائے تو کفر ہے دوسرا قیام کرنا ضروری ہے ہمیشہ ہی دیوبند والوں پر گند ڈالتے ہیں جن کو ہم برداشت کرتے ہوئے وہاں نہیں جا سکتے ہیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثلاً ہدایہ [۱]، شرح [۲] وقایہ، درمختار [۳] اور شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر کے ہے- **وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق- الخ** [۴] اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ

---

۱) الهداية: (كتاب الصلاة باب الجمعة: ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)

۲) شرح الوقاية: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۲۳۹، ج۱: مكتبه محمد سعيد اينڈ سنز قرآن محل كراچی)

۳) الدرالمختار مع ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۷-۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

٤) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچی)

چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہت تحریمہ ہے وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب الخ والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الا تری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر–(ایضًا) (۱)

پس بنابریں سوال میں جس چک کے بارے پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں یہ چک قریہ کبیرہ کے حکم میں نہیں بلکہ قریہ صغیرہ ہے نماز جمعہ پڑھنا یہاں جائز نہیں اور نہ یہاں کے رہنے والوں پر نماز جمعہ واجب ہے لہٰذا یہاں جمعہ ہرگز شروع نہ کریں کیونکہ جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں پڑھنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی اور جمعہ ایک نفل کے درجہ میں ہو جاتی ہے اور نفل باجماعت پڑھنا مکروہ ہے اور پھر نفل کے لیے خطبہ واذان وغیرہ کا اہتمام کرنا چہ معنی دارد الحاصل اس چک میں نماز جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آٹھ سو افراد پر مشتمل آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

چک نمبر ۱۹۳ ایم ایل کی آبادی تقریباً ۶۰ یا ۷۰ گھروں کی ہے تعداد افراد خورد وکلاں مرد وزن تقریباً ۷۰۰ یا ۸۰۰ ہیں کیا اس چک میں جمعہ پڑھنا واجب ہے اگر واجب نہیں تو کیا جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط الذمہ ہو جائے گی۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ردالمحتار: وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق...... وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب الخ والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعۃ، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر کیا گیا ہے یہ قریہ کبیرہ نہیں بلکہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ جائز نہیں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوگی [1]- **صلوۃ الجمعة لا تصح الا فی مصر جامع او مصلی المصر و لا تجوز فی القری**- [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم-حضرت مفتی صاحب کے حکم سے یہ فتویٰ احقر نے لکھا ہے-

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

چودہ پندرہ گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً چودہ پندرہ گھر کی ہے اور وہ بھی غیر مستقل یعنی قلب مکانی کا امکان ہے- جس طرح عادۃً سردیوں کے موسم میں شہر میں رہا کرتے ہیں اور گرمیوں میں دیہات میں جس میں ایک دو دوکانیں بھی ہیں- جن سے چائے چینی کپڑا میسر ہوسکتا ہے- علاوہ ازیں معمولی چیزیں ہیں- اگر علاج معالجہ کی ضرورت ہو تو اس گاؤں میں سے کچھ نہیں بن سکتا- البتہ پچاس ساٹھ میل کے فاصلہ پر معمولی امراض کا علاج کرا سکتے ہیں- دیگر قوانین شرعیہ کے مطابق کوئی قاضی اور فیصلہ کرنے والا جو کہ ظالم سے مظلوم کا حق لے کر دلوا سکے وہ بھی نہیں- البتہ ایک امام اور ایک مسجد شریف اداء صلوٰۃ کے لیے ہے- اگر گرد و نواح کے لوگ جمع ہو جائیں تو تقریباً بیس تیس آدمی حاضر ہو سکتے ہیں- آیا ایسا گاؤں جو کہ ان وصفوں سے موصوف ہو اس میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھ سکتے ہیں یا نہیں-

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب...... ألاتری أن فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر- (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة- فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) الهدایه: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة: ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)- وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة، باب الجمعه: ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

نیز اگر اس بات کو مدنظر رکھیں کہ اگر جمعہ اور سال کے اندر عیدین کو قائم نہ کیا جائے تو لوگ تبلیغ و تصحیح سے محروم رہیں گے تو اس طریقہ سے نماز جمعہ اور عیدین ادا کر سکتے ہیں یا نہیں۔

(۲) صدقۃ الفطر کے متعلق بھی واضح کر دیں کہ کتنی مقدار ادا کرنا ہے آج کل کے انگریزی سیروں سے۔

﴿ج﴾

(۱) اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ[۱] و شرح وقایہ[۲] و درمختار و شامی[۳] سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہے۔ شامی میں ہے۔ **و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق**[۴]۔ الخ

مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن مدار عرف پر ہے، عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔ **فی التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح**[۵]۔ شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہت تحریمہ ہے اور جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹے ہونے کے عندالحنفیہ جمعہ درست نہیں اس میں کسی خیال سے مثلاً تبلیغ و تصحیح کے ارادہ سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے۔

---

۱) الهدایه: لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر۔ (کتاب الصلاة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: بلوچستان بك ڈپو، کوئٹه)

۲) شرح الوقایه: شرط لوجوبها لا لا دائها الا قامة بمصر۔ (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۲۳۹، ج۱: محمد سعید اینڈ سنز، قرآن محل کراچی)

۳) الدرالمختار مع ردمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷۔۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٤) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۵) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گنہگار ہوتے ہیں اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر ہے اور نماز ظہر بھی ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ الخ

والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر [1]

پس صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر کیا ہے اس گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز نہیں ہے یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صدقة الفطر کے بارے میں احتیاط اسی میں ہے کہ اسی تولہ کے سیر سے پونے دو سیر گندم ایک صدقہ الفطر میں نکالے جائیں [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دس بارہ افراد کی آبادی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾
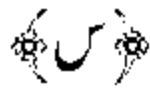
کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ

(۱) صوبہ بلوچستان کے بعض علاقوں میں قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔ مثلاً ایک جگہ جو کہ بنام سفید معروف ہے۔ جس میں پورے سال بھر میں رہنے والوں کی تعداد دس بارہ آدمیوں کی ہوگی۔ نیز سال بھر مقیم گھر زیادہ سے زیادہ آٹھ یا دس ہوں گے اور اس میں ایک معمولی سی دوکان بھی ہے جس سے تیل گڑ چائے کبھی کبھی مہیا ہو سکتی ہے۔ نیز ایک عالم دین بھی ہے جو کہ اکثر مسائل فقہ سے استفتاء کرتا ہے۔ اگر علاج معالجہ کی ضرورت ہو تو چالیس پچاس میل کے فاصلے پر ایک معمولی سا ڈاکٹر ہے جو علاج ناقص کر سکتا ہے۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة۔ فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲٥۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی ارجح التعاویل فی اصح الموازین والملائیل المعروف باوزان شرعیه: ایك صاع، اسی توله کے سیر سے ساڑھے تین سیر، نصف صاع: اسی توله کے سیر سے پونے دو سیر۔ ص ۳، ادارة المعارف، کراچی) مفتی اعظم پاکستان وکذا فی الدرالمختار: (نصف صاع) فاعل یجب (من بر أو دقیقه أو سویقه۔ (کتاب الزکاة۔ باب صدقة الفطر، ص ۳٦٤، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهدایه: (کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر۔ ص ۱۹۰، ج۱: مکتبه بلوچستان، بك ڈپو کوئٹه)

مذکورہ بالا (موضع سفید) کیا عندالشرع مصر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ یا صغیرہ ان مراتب اربعہ میں سے کون سا مرتبہ اس کو حاصل ہے یا دیہات شمار کیا جاتا ہے۔

(۲) کیا عندالاحناف اس میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

(۳) بالفرض جو کوئی ایسی جگہ ہو کہ جس میں شرائط جمعہ عندالاحناف مفقود ہوں کیا حنفی ہوتے ہوئے مذہب شوافع پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں۔

(۴) نیز عدم جواز کے باوجود تبلیغ و نصیحت کے لیے جمعہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

(۵) نیز اس سے بھی مطلع فرماویں کہ جواز جمعہ کے لیے کتنی آبادی چاہیے۔ مذکورہ سوالات کے جوابات مفصل فرمادیں۔ نیز لکیر کشیدہ نمبروں کے تحت کیے گئے سوالات کے جوابات علیحدہ علیحدہ با دلائل تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) صورۃ مسئولہ میں جس جگہ کا ذکر کیا ہے جس کا نام "سفید" ہے اور اس کی آبادی دس بارہ آدمیوں پر مشتمل ہے۔ یقیناً قریہ صغیرہ (چھوٹا گاؤں) ہے۔

(۲) عندالاحناف اس قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں۔ **قال العلامة الشامی ناقلا عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة**۔ [1]

(۳) حنفیہ کو اس صورت میں امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے [2] کیونکہ حنفیہ نے اس کی

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ: باب صلاۃالجمعۃ، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) مقدمہ اعلاء السنن: قال صاحب جامع الفتاویٰ۔ یجوز للحنفی أن ینتقل إلی مذهب الشافعی وبالعکس لکن بالکلیة أما فی مسئلة واحدة فلایمکن۔ فوائد فی علوم الفقه ذکر الشروط الثلاثة لجواز الانتقال، ص ۲۹۳، ج ۲۰: ادارہ القرآن، کراچی)
وکذا فی ردالمحتار: ولوأن رجلا برئ من مذهب باجتهاد وضع له، کان محمود اماجورا أما انتقال غیره من غیر دلیل بل لمایرغب من عرض الدنیا و شهوتها فهوالمذموم الاثم المستوجب للتادیب والتعزیر لارتکابه المنکر فی الدین و استخفافه بدینه ومذهبه۔ (باب التعزیر۔ مطلب فیما اذا ار تحل إلی غیر مذهبه۔ ص ۸۰، ج۴، مکتبہ ایچ ایم سعید، کراچی)۔ وکذا فی الدرالمختار (وأن الحکم الملفق باطل بالاجماع۔ المقدمة، ص ۷۵، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)۔

تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین کی جائز نہیں بلکہ درمختار وشامی میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے- **صلوة العيد في القرى تكره تحريما......و مثله الجمعة** (۱)

(۴) جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹا ہونے کے عندالحنفیہ جمعہ درست نہیں اس میں کسی خیال سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے- کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گنہگار رہوتے ہیں اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر ہے- **و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز (اى الجمعة) في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما في المضمرات و الظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر** - (۲) وعظ ونصیحت کے لیے وقتاً فوقتاً جمعہ کے دن یا کسی اور دن اجتماع کر کے لوگوں کو مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے اس مقصد کے لیے مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرنا اور ظہر باجماعت کا ترک کرنا جائز نہیں (۳)-

(۵) جواز جمعہ کے لیے شرعاً کوئی آبادی متعین نہیں- جواز جمعہ کے لیے مصر قصبہ اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ مصر ہے- **عن ابى حنيفة رحمه الله كل بلدة فيها سكك و اسواق و وال ينصف المظلوم من ظالمه اى يقدر على انصافه و عالم يرجع اليه في الحوادث كذا في النهاية** (۴) **و في الكوكب الدرى** (۵) **و ليس هذا كله تحديدا له بل اشارة الى تعيينه و تقريب له الى الاذهان و حاصله ادارة الامر على راى اهل**

---

۱) الدر مع ردالمحتار : (كتاب الصلاة، باب العيدين: ص ۱۶۷، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد ، كراچى)

۲) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة-ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه راشيديه كوئٹه)

وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) المجلة: درء المفاسد أولى من جلب المنافع- (المقدمة- المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية- المادة نمبر ۳۰، ص ۱۹: قديمى كتب خانه كراچى)-

۴) آثار السنن مع التعليق: (كتاب الصلاة- باب لاجمعة الافى مصر جامع- ص ۲۳۱: مكتبه حقانيه ، ملتان)

۵) الكوكب الدرى: (أبواب الجمعة، باب ماجاء في ترك الجمعة من غير عذر ، ص ۴۱۳،۴۱۴، ج۱: إدارة القرآن، كراچى بحواله، فتاوى محموديه، ۸/۱۳۴)

کل زمان فی عدهم المعمورة مصرا فما هو مصر فی عرفهم جازت الجمعة فيه و ماليس بمصر لم يجز فيه الا ان يكون فناء المصر -الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چھ سات گھروں کی آبادی والی جگہ پر جمعہ کا حکم

﴿س﴾

چہ میفر مایند علماء احناف اندریں مسئلہ کہ نماز جمعہ بجائیکہ شش و ہفت خانہ معمور اند و دراں عمارات مسجد ے نیز تعمیر است و مقرر بہر نماز نمازی چار پنج میباشد و ہمیں جماعت بموسم گرما اند واما بموسم سرما شش ماہ ہمیں مقتدیان نقل مکانی کردہ بقطعہ دیگر زمین میروند و اندریں شش ماہ بغیر از امام مسجد دیگر کسی نیست کہ نماز وقتی بجماعت ادا کردہ آید و دراولین شش از گرد و نواح دہ دوازدہ مردم نیز بنماز جمعہ جمع شوند آیا ایں جائز است یا نہ۔ بینوا بالبرھان توجروا من الرحمن۔

﴿ج﴾

در قریہ صغیرہ بمذھب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اقامت جمعہ درست نیست و در قریہ کبیرہ کہ اسواق وکوچہا دراں باشند جمعہ ادا می شود کما صرح بہ الشامی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبيرة التي فيها اسواق (الی ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فی الصغيرة الخ[1]- و در تعریف شہر و قریہ حاجت بیان ندارد آنچہ عرفا آں را شھر نامند شھر است- و آنچہ آن را قریہ دانند قریہ است اما ایں قدر ہست کہ قصبہ و قریہ کبیرہ ہم حکم مصر دارد وا قامت جمعہ دراں جائز است- پس بموجب روایت مذکورہ جمعہ در قریہ مسئول عنھا روا نیست و بر اھالیان ایں قریہ نماز ظھر باجماعت واجب است[2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

چار سو مکانات پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شہر ترمن واقع ڈیرہ غازی خان جس کی آبادی تقریباً چار صد مکانات پر مشتمل ہوگی- اس میں گیارہ بارہ سال سے جمعہ شروع ہے- ایک دو سال قبل جب اس مسئلے کے متعلق تحقیق کی گئی تو بعض علماء نے یہ فرمایا کہ جہاں جمعہ شروع ہو وہاں ترک جمعہ کا فتویٰ دینا درست نہیں

---

۱) ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ۲: مكتبه ، ايچ ايم سعيد، کراچی)

۲) تقدتخريجه في حاشية نمبر ۱ ص ٥٢٤-

ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شہر میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں۔اگر صحیح نہیں تو لوگوں کی نمازیں تباہ ہو رہی ہیں ترک جمعہ کا فتویٰ ضروری ہوگا تو کیا جمعہ کا کسی جگہ چند سالوں تک پڑھا جانا دلیل جواز ابدی بن سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ دلیل جواز جمعہ پر صحیح ہے کہ جس شہر کے عاقل بالغ اس شہر کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں وہاں جمعہ درست ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارہ میں یہ ہے کہ شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں جس میں دو چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں وہاں جمعہ واجب اور ادا ہوتا ہے البتہ چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا۔اس میں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی لکھا ہے[1]۔**صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما (درمختار) و مثلہ الجمعۃ** [2] پس اگر یہ جگہ جس میں جمعہ ہو رہا ہے قصبہ یا بڑا قریہ ہے تو جمعہ اس میں واجب اور صحیح ہے اور اگر وہ چھوٹا گاؤں ہے تو بے شک جمعہ پڑھنا وہاں مکروہ تحریمی ہے توڑنا جمعہ کا ضروری ہے جہاں شرائط صحت جمعہ موجود نہ ہوں صرف چند سال تک وہاں جمعہ پڑھا جانا دلیل جواز نہیں [3] اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ **لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر** [4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق ...... وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر وخطیب۔ الخ والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج ۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ: ص ۲۴۸، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
۲) الدر مع رد: (کتاب الصلاۃ باب العیدین، ص ۱۶۷، ج ۱: مکتبہ ایچ ایم سعید، کراچی)
۳) تقدمہ تخریجہ فی حاشیۃ نمبر ۱ فی صفحۃ ھذا۔
٤) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید، کراچی)
وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج ۱: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۴۵، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بائیس سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی کل آبادی بائیس سو ہو پانچ مساجد ہیں جو آباد ہیں چھٹی مسجد زیر تعمیر ہے ایک پرائمری سکول ہے تین دینی درسگاہیں ہیں جو اٹھارہ سال سے شروع ہیں۔تقریباً تیس دوکانیں مختلف اشیاء کی موجود ہیں اس کے علاوہ باقی فنون کی دوکانیں بہت ہیں۔ جیسے جولاہے کی دوکان، موچیوں کی دوکان، لوہار کی دوکان، نائیوں کی دوکان وغیرہ اکثر ضرورتیں شہر کی اسی شہر میں پوری ہو جاتی ہیں۔ باہر کے آنے والے اس کو شہر بولتے ہیں۔شہر کی سب سے بڑی مسجد میں مکین نہیں سما سکتے بلکہ یقینی طور پر اگر آجائیں تو پانچوں نمازوں میں نہیں سما سکتے۔ دوممبر ایک نمبردار اور ایک چوکیدار ہے۔ ڈاک خانہ مستقل تو نہیں ہے لیکن لیٹر بکس لگا ہوا ہے اعلیٰ قسم کے پختہ مکان اور محل بنے ہوئے ہیں۔ چار سڑکیں پکی سرکاری ہیں اس کے علاوہ شہر میں ٹیڑی سڑکیں تو بہت ہیں جیسے ہوتی ہیں۔تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا ہے اس بستی مذکورہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کہروڑپکا والے ایک شادی کے موقع پر تشریف لائے تھے انھوں نے جمعہ پڑھایا تھا نیز یہ فرمایا کہ یہ قریہ جامعہ معلوم ہوتا ہے۔اس بستی مذکورہ میں تقریباً ۷۰ سال سے جمعہ شروع ہے اس مذکورہ بستی میں جمعہ برقرار رکھا جائے یا بند کر دیا جائے جائز ہے یا نہ۔ازروئے شرع جواب دیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ صحیح نہیں ہے اور قریہ کبیرہ میں اور قصبہ میں جمعہ واجب واداہوتا ہے اور عرف میں جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ ہے اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے۔في ردالمحتار باب الجمعة تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق [1]۔الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قریہ مذکورہ فی السوال میں جمعہ کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں حکم یہ ہے کہ کسی ذی رائے تجربہ کار عالم باعمل

---

۱) ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر في صلاة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۴۸، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

کو بلائیں اور وہ اس قریہ میں صحت جمعہ کے شروط وغیرہ کا جائزہ لے کر حکم صادر فرمادیں[۱]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سولہ سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی سولہ سو افراد پر مشتمل ہو نماز جمعہ جائز ہے جبکہ دو دکانیں معروف بازار کی شکل میں ہوں گاؤں کی اکثر ضروریات اس گاؤں میں پوری ہوتی ہوں اور آس پاس کی عام آبادیوں سے بڑا ہو اور ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو اور آس پاس کے لوگوں کی ضروریات یہاں سے پوری ہوتی ہوں، مڈل سکول، دینی مدرسہ حفظ و ناظرہ، آٹا پینے، چاول نکالنے، کپاس بیلنے، روئی بیلنے کی مشینیں ہوں، گھروں میں اور مسجد میں بجلی وغیرہ کا انتظام ہو اور گاؤں پر رونق طریق پر ہو، کفن دفن کے لیے خود کفیل ہو اور مکلف مسلمان گاؤں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکتے ہوں-

﴿ج﴾

اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتب مثل ھدایہ[۲] وشرح وقایہ[۳] درمختار وشامی[۴] سے یہ بات ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ و قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر کے ہے اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہت تحریمہ ہے- باقی مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفاً جو شہر اور قصبہ

---

۱) ردالمحتار: وقد علم من هذا أن مذهب العامي فتوى مفتيه من تقييد بمذهب، وبهذا قال في الفتح: الحكم في حق العامي فتوى مفتيه، الخ- (كتاب الصوم- باب يفسد الصوم وما لا يفسده، ص ٤١١، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)- وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصوم، فصل في العوارض، ص ٥١٣، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا في مسند احمد: (رقم الحديث، ص ٢٤٤٣، ص ٤٤٧، ج١: دار إحياء التراث العربي (بحواله فتاوىٰ محموديه، ص ٤٥٤، ج٨)

۲) كما في الهدايه: لاتصح الجمعة الافي مصر جامع- (كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ١٥٠، ج١: بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۳) كما في شرح الوقايه: شرط لوجوبها لا لادائها الاقامة بمصر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ٢٣٩، ج١: محمد سعيد اينڈ سنز، قرآن محل، كراچی)

٤) كما في الدرالمختار مع رد: (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء الأول (المصر الخ وفي ردالمحتار: وحر صحيح بالبلوغ مذكر، مقيم و ذو عقل لشرط وجوبها ومصر الخ- (كتاب الصلوٰة باب الجمعة، ص ١٣٧، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچی)

ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے(۱)۔ فی التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث و هذا هو الاصح (۲)

پس سوال میں جس قریہ کا ذکر کیا گیا ہے اگر اس میں شرائط صحت جمعہ پائی جاتی ہیں یعنی وہ جگہ شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو تو اس میں نماز جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس چالیس گھروں پر مشتمل آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک چک جس کی آبادی تقریباً تیس چالیس گھروں پر مشتمل ہے جس میں ایک پرائمری سکول ہے اس کے علاوہ اس چک میں کوئی ہسپتال ڈاک خانہ وبازار وغیرہ ضروریات زندگی بالکل ناپید ہیں لیکن اس چک میں کافی عرصہ سے جمعہ شروع ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں ہے تو اس بستی میں نماز جمعہ پڑھنے سے ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں نیز کیا احتیاطی پڑھنے کی صورت میں جمعہ کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات، والقرى الكبيرة التي فيها اسواق......وفيما ذكرنا إشارة إلى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب الخ ...... والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچي)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة باب السادس عشر في صلوة الجمعة۔ ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة۔ ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) ردالمحتار: (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچي)

۳) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچي)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کے بارے میں اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثلاً ہدایہ وشرح وقایہ درمختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ و وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے-و لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع الخ (ہدایہ)[1] اور شامی نے نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں بھی جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر میں ہے- تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الخ-[2] اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہت تحریمہ ہے- و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ و الظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر [3] اور مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفا جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے- فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح- [4] ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس چک کے بارے سوال میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً تیس چالیس گھروں پر مشتمل ہے۔ مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ چک مصر یا قصبہ شرعاً نہیں ہے اور اس کے اہالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ اس چک کے لوگ ظہر کی نماز باجماعت ہی ادا کریں گے جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر ساقط نہ ہوگی

---

١) الهدایه: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ١٥٠، ج١: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)- وکذا فی الدر المختار: (کتاب الصلاة - باب الجمعة، ص ١٣٧، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی) وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة: ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٢) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٣) ردالمحتار کتاب الصلاة باب الجمعه ص ١٣٨، ج ٢، سعید کراچی

٤) تقدتخریجه فی حاشیه نمبر ٢، فی صفحة هذا-

اور جبکہ اپنے مذھب کے موافق جمعہ فی القریٰ مثلاً مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ روایت والظاھر انہ اُرید بہ الکراھۃ۔[1] الخ میں مذکور ہے تو احتیاط الظہر مع ادائے جمعہ اس کی مکافات کب کرسکتی ہے وہاں تو ظہر جماعت سے پڑھنا چاہیے اور جمعہ کو ترک کرنا چاہیے ورنہ ارتکاب مکروہ تحریمی کا لازم آئے گا [2] ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء کرام کہ در شہر جیبری از عرصہ بعید نماز جمعہ کردہ بووندو بلکہ دریں دیار بلوچستان در قریہ قریہ نماز جمعہ خواندہ میشود ودر قریہ جیبری بمطابق شروط احناف حدود شرعی یافتہ نمیشو والبتہ یک کلاں قریہ ست کہ مردم شماری شان تقریباً خورد وکلان بیک ہزار یا قدرے کم میشود ودر آنجا بعضے فیصلہا بذریعہ قاضی صاحب پڑویٹی وقوم سردار صاحب ہم میشوند فی الوقت یک مولانا صاحب از خواندن جمعہ نماز منع فرمودہ است کہ دریجا شروط جمعہ عندالاحناف موجود نیستند بعضے حضرات فتوئی برقول شاہ ولی اللہ صاحب دادہ کہ خواہان جمعہ کردہ اند ودر جمعہ نماز مندرجہ ذیل مفاد اند کہ قرآن واحادیث ہفتہ واری شنوند وبہم او بیک دیگر الفت می کنند واز رسوم ھائے بد پرہیزی کنند واز حقیقت اسلام واقف میشوند بنابراں التماس است کہ دریجا سلسلہ معلوم بسازید تاکہ تسلی باشد۔

﴿ج﴾

جمعہ باتفاق حنفیہ در مصر یا در قریہ کبیرہ کہ اسواق وکوچہ بادران باشند ادامی شود ودر قریہ صغیرہ جائز نیست کما صرح بہ الشامی نقلاً عن القھستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا۔(الی ان قال) وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ [3]

---

١) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ١٣٧، ج٢: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

٢) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ۔ ص ١٣٨، ج٢: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

٣) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق......وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ١٣٨، ج٢: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ١٤٥، ج١: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ فصل فی بیان شرائط الجمعۃ، ص ٢٥٩، ج٢: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حقیقت تعریف شہر وقریہ حاجت بیان ندارد- آنچہ عرفاً آنرا شہر نامند شہر است وآنرا قریہ دانند قریہ است اما این قدر ہست کہ قصبہ وقریہ کبیرہ ہم حکم مصر دارد وا قامت جمعہ دراں جائز است اگر سلطان یا نائب سلطان نباشد در امصار جمعہ واجب کما صرح بہ الشامی دراں جا مسلمین امام معین ومقرر سازند این ہم کافی است-

پس اگر قریہ مسئول عنھا بازار وکوچہا میدارد پس بموجب روایت مذکورہ جمعہ واعیاد آنجا بوجود شرائط دیگر ہا بلاشبہ رواست والا لا- و برائے آن مصالح کہ در سوال ذکر کردہ ارتکاب کردن فعل مکروہ وترک کردن ظہر باجماعت روانیست[۱] صلوۃ العیدفی القری تکرہ تحریما- (درمختار) و مثلہ الجمعہ [۲]

کیا عیدگاہ میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شہر کی عیدگاہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شہر کی عیدگاہ میں بلاشبہ نماز جمعہ صحیح اور درست ہے- ہدایہ میں ہے لا تصح الجمعۃ الافی مصر جامع او فی مصلی المصر (و مکتوب تحت ھذا السطر) نحو مصلی العید [۳] یعنی جمعہ شہر یا ایسی جگہ بھی ہوسکتا ہے جو شہر کے مصالح کے لیے بنائی گئی ہو جیسا کہ عیدگاہ اور اس کے علاوہ قبرستان و چھاؤنی الخ- لہٰذا عیدگاہ میں نماز جمعہ بلا کسی تردد کے جائز ہے [۴] -واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق......وفیما ذکرنا إشارۃ إلی انہ لاتجو فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ (کتاب الصلاۃ ، باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید ، کراچی)۔وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ۔ باب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب العیدین۔ ص ۱۶۷، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۳) الھدایہ: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۱۵۰، ج۱، مکتبہ بلوچستان بک ڈپو، کراچی)۔ وکذا فی البنایۃ شرح الھدایۃ: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ: ص ۴۲، ج۳: دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

وکذا فی فتح القدیر: (کتاب الصلاۃ۔ باب الصلاۃ الجمعۃ: ص۲۲، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۴) تقدتخریجہ فی حاشیۃ نمبر ۳، فی صفحۃ ھذا

گردونواح سمیت دو ہزار کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موضع سبحان پور کی آبادی تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ہے جس میں سات دوکانیں کریانہ ایک چکی آٹا پیسنے والی اور گردونواح کی آبادی بھی تقریباً ایک ہزار کے قریب ہے- جمعہ کے دن پڑھنے والوں کی اکثریت قریباً ۱۰۰ افراد ہوتے ہیں اور آگے پیچھے نماز میں زیادہ آدمی نہیں ہوتے - اس مسجد میں کچھ آدمی جمعہ نہیں پڑھتے اور کچھ پڑھتے ہیں آیا یہاں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں -

﴿ج﴾

صحت جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے جہاں آبادی زیادہ ہو بازار ہو اور اطراف کے لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں آتے ہوں عرفاً قریہ کبیرہ سمجھا جاتا ہو اور قریہ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں- صورت مسئولہ میں جس موضع کا ذکر ہے جہاں سات دوکانیں ہیں- ہسپتال ڈاک خانہ وغیرہ بھی اس موضع میں ہیں یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- جہاں جمعہ کے شروط نہیں پائے جاتے وہاں شروع کرنے سے جائز نہیں ہوتا - کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ جمعہ کے شروط میں سے شروع کرنا بھی ہے بہرحال عندالاحناف یہاں جمعہ درست نہیں (۱)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق......وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة، الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)
وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة الباب السادس عشر في صلا الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئته)
وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئله)

جس گاؤں کی مسلم وغیر مسلم آبادی اڑھائی ہزار ہو اس میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور جس کی کل آبادی اس وقت دو ہزار پانچ سو اکاون ہے۔ جس میں مسلم وغیر مسلم صغیر وکبیر بھی شامل ہیں۔ نو دس دوکانیں متفرق طور پر ہیں دو پرائمری سکول چیئرمین کا دفتر اور ایک ڈاکٹر کی دوکان ہے۔ اس گاؤں میں عندالاحناف نماز عیدین وجمعہ جائز ہے یا نہیں۔

ایک مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جس گاؤں کی سب سے بڑی مسجد میں اس گاؤں کے لوگ نہ سما سکیں اس میں جمعہ جائز ہے جبکہ چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس مولوی صاحب کا یہ قول درست ہے تو حنفیوں اور غیر مقلدوں کے درمیان جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر گاؤں میں کوئی بڑی مسجد ہوتی ہے۔ جس میں گاؤں کے لوگ نہیں آسکتے۔ اس چک میں دو مسجدیں ہیں ایک بڑی اور ایک چھوٹی مسجد ہے۔ آیا ان شرائط کے ہوتے ہوئے چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور میں جمعہ وعیدین عندالاحناف جائز ہے یا نہیں۔

اگر عندالاحناف جمعہ وعیدین اس گاؤں میں پڑھنا ناجائز ہو اور پھر بھی کچھ لوگ جمعہ وعیدین پڑھیں اور جمعہ پڑھنے کا فتویٰ دیں وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ جمعہ کی نماز نیز عیدین کی نماز فقہاء احناف کے نزدیک مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ میں جائز ہوتی ہے[1]۔ چک ودیہات میں جمعہ اور عید کی نماز جائز نہیں ہوتی۔ ۵۵ معمولی سی آبادی ہے اتنی آبادی کی بستی میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ مصر (شہر) کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں۔ ایک تعریف یہ ہے کہ ایسی آبادی کو مصر کہتے ہیں جس میں حکومت کی طرف سے والی (امیر) ہو اور محکمہ قضاء کا قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض نے یہ کی ہے کہ اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں[2] وغیرہ وغیرہ۔

---

۱) تقدم تخریجه فی حاشیة نمبر ۱ فی صفحة۔

۲) کما فی ردالمحتار: فی التحفه عن أبی حنیفة أنه بلدة کبیرة فیها سکك وأسواق ولها ساتیق وفیها وال یقدر علی إنصاف المظلوم من الظالم بحشمته۔ الخ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البنایة شرح الهدایة: (کتاب الصلاة، باب صلوة الجمعة، ص ٤٥، ج۳: دار الکتب العلمیة، بیروت) وکذا فی الفتاوی التاتارخانیه: (کتاب الصلاة، الفصل الخامس فی صلاة الجمعة، ص ٤۹، ج۲: ادارة القران، کراچی)

بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ اس میں متعدد مساجد ہوں اور سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے وہ عاقل بالغ مرد جن پر جمعہ واجب ہوتا ہے مسجد کے اندر اور بیرون مسجد صحن سمیت میں نہ سما سکیں (۱)۔ اور چک نمبر ۵۵ ہذا میں تو صرف دو ہی مسجدیں ہیں۔ ویسے یہ سب تعریفیں حقیقی نہیں ہیں بلکہ یہ سب شہر کی امارات وعلامات ہیں۔ حقیقۃً شہر وہی ہوتا ہے جس کو عام لوگ شہر کہیں۔ اس کو گاؤں دیہات چک وغیرہ ناموں سے یاد نہ کریں اور شہروں کو شمار کرتے وقت اس کو بھی اس شمار میں ذکر کیا جائے اور واضح ہے کہ چک نمبر ۵۵ کی حیثیت اس جیسی نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا اور نہ عیدین کی نماز جائز ہوگی۔ یہاں کے رہنے والوں پر جمعہ کے دن ظہر کے وقت چار رکعتیں فرض ادا کرنی ضروری ہیں اور ان کو جماعت سے ادا کرنا سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے (۲)۔ لہٰذا جمعہ کی نماز چک ہذا میں پڑھنی جائز نہیں ہے۔ ویسے امام ابو یوسف صاحب رحمہ اللہ سے شہر کی امارات میں باعتبار آبادی کے دس ہزار کی روایت آئی ہے (۳)۔ **و قال فی الهداية لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع** الخ (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كـمـا فـي الـهـدايـه: عـن ابـي يوسف وعنه انهم اذا اجتمعوا في اكبر مساجد هم لم يسعهم۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۵۱، ج ۱: بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)
وكـذا فـي البنـايـه شـرح الـهـدايـه: (كتـاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۴۶، ج۳: دارالكتب العلمية، بيروت)۔ وكـذا فـي الـفتـاوى التـاتار خانية: (كتاب الصلاة۔ الفصل الخامس في صلاة الجمعة، ص ۴۹، ج۲: ادارة القرآن، كراچی)

۲) كـمـا فـي الهنديه: والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحـكـام......ومـن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادي لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الـجـمـعـة بـاذان واقـامـة۔ (كتـاب الـصـلاة۔ الباب السادس عشر في صلوٰة الجمعة: ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچی)
وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كـمـا في الفتاوى التاتارخانية: وعن أبي يوسف...... وفي رواية أخرى عنه قال: كل موضع يسكن فيه عشرة آلاف نفر۔ (كتاب الصلاة۔ الفضل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة۔ النوع الثاني۔ ص ۴۹، ج۲: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراچی)

۴) الهدايه: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)
وكـذا في البنايه شرح الهدايه: (كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة۔ ص ۴۴، تا ۴۱، ج۳: دارالكتب العلمية بيروت)۔ وكذا في الفتح القدير: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۲،۲۳، ج۲: مكتبه رشيديه، كوئٹه)

جمعہ کی ادائیگی کا مستحب وقت کونسا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ اول وقت میں افضل ہے یا آخر میں جمعہ کا صحیح وقت کونسا ہے پہلا یا آخری۔ اس مسئلہ میں تفصیل سے روشنی ڈال کر شکریہ کا موقع دیں۔

﴿ج﴾

جمعہ میں تعجیل یعنی اول وقت میں پڑھنا مستحب اور بہتر ہے۔ آج کل تقریباً ساڑھے بارہ بجے زوال آفتاب ہوتا ہے۔ تو ایک بجے یا ڈیڑھ بجے تک نماز جمعہ ادا کر لینی چاہیے۔ زیادہ تاخیر پسندیدہ نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول زوال کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا تھا۔ اور یہی مستحسن ہے۔ **عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس رواه البخاری** [1] شامی میں ہے **لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لایسن لها الابراد**۔ [2] الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک سوبیس گھرانوں پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں کیا اس میں شرعاً جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں جبکہ تقریباً پینتیس سال سے یہاں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے اور دلیل امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی یہ روایت کہ **انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم** [3]۔ جس کو صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے پیش کرتے ہیں۔

---

۱) مشکوٰۃ المصابیح: (کتاب الصلاۃ، باب الخطبة والصلوٰۃ، الفصل الاول، ص ۱۲۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

۲) کما فی الشامیہ: (کتاب الصلاۃ۔ مطلب فی طلوع الشمس من صغربها، ص ۳۶۷، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید، کراچی)۔ وکذا فی صحیح البخاری، (کتاب الجمعة، باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس، ص ۱۲۳، ج۱: قدیمی کتب خانہ کراچی)۔

۳) کما فی الهدایه: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة۔ ص ۱۵۱، ج۱: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ)

اس گاؤں کی کل آبادی ۱۲۰ گھرانوں پر مشتمل ہے- ساتھ ہی چند دیہات قریب قریب ہیں جو کہ مندرجہ بالا گاؤں سے تقریباً کم وبیش میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ اپنے نام ہیں- اسی گاؤں میں چار مسجدیں اور چھ دوکانیں بصورت بازار نہیں بلکہ اپنے گھروں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ جگہوں پر ہیں- نیز اس گاؤں میں ایک آٹا پیسنے کی مشین اور ایک پرائمری سکول موجود ہے- باقی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے صرف ایک ترکھان موجود ہے باقی کاریگر لوہار سنار موچی وغیرہ موجود نہیں ہیں-

امید ہے کہ مندرجہ بالا شرائط مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مسئلہ شرعی سے باخبر کیا جائے گا-

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامتِ جمعہ درست نہیں لہٰذا یہ لوگ ظہر کی نماز پڑھتے رہیں جمعہ کے پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی (۱)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی پر مشتمل گاؤں میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس میں ایک جامع مسجد ہے اور اس میں پانچ وقت نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے اور گاؤں کی آبادی تقریباً ہزار آدمیوں پر مشتمل ہے-

صحت جمعہ اور جواز کے لیے مصر اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے (۲)- جس کی آبادی تین چار ہزار کے قریب ہو

---

۱) کما فی ردالمحتار لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی ردالمحتار مع الدرالمختار ویشترط لصحتها) سبعة أشیاء: الأول: (المصر)...... وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق۔ (کتاب الصلاة ـ باب الجمعة، ص ۱۳۷،۱۳۸، ۱۳۷،۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)۔ وکذا فی الهندیة: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة ـ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

اور ضروریات کی تمام اشیاء وہاں میسر ہوں لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں رجوع کرتے ہوں[۱]۔ سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے یہاں جمعہ کی نماز جائز نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سات سو افراد پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی آبادی سات سو افراد کے قریب ہے اور شہر کی کمیٹی حدود سے صرف دو فرلانگ دور ہے اور اگر سیلاب کا علاقہ نہ ہوتا تو کبھی کی یہ آبادی شہر میں شامل ہو چکی ہوتی۔ کیا یہ آبادی شہر سے ملحق قرار دی جا سکتی ہے اور اس میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ مزید برآں مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت کثیر تعداد کے ساتھ ہوتی ہے۔ مذکورہ بستی میں تین مساجد ہیں۔ ان میں غیر مقلدین کا جمعہ ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

تحدید بالفراسخ مطلقاً معتبر نہیں بلکہ اعتبار فناء مصر کا ہے کہ وہ جگہ مصالح مصر کے لیے ہے یا نہیں اگر مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم مستقل ہے یعنی اگر وہ قریہ کبیرہ ہے جمعہ واجب وادا ہوگا ورنہ نہیں[۳]۔ **قال فی الشامی و التعریف احسن من التحدید۔ الخ**[۴]

---

۱) كمـا فـي الكوكب الدري: ان شرط المصر فمسلّم، لكنهم اختلفوا في مايتحقق به المصرية، فقيل: مـافيـه أمـيـر يـقيم الحدود...... وقيل: مافيه أربعة آلاف رجال إلى غير ذلك۔ (أبواب الجمعة۔ باب ماجاء في ترك الجمعة من غير عذر: ص ۴۱۳۔۴۱۴، ج:۱، إدارة القرآن كراچی)

۲) كما تقدم تخريجه في حاشية نمبر ۱ ص ۵۴۹

۳) كـمـا فـي ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق......وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكـذا فـي الهـنـديـه: (كتاب الصلاة الباب السادس عشر في صلوة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۴) ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۹، ج۲: مكتبه ایچ ایم سعید کراچی)

صورت مسئولہ میں جبکہ یہ بستی مستقل نام سے مشہور ہے اور کمیٹی کی حدود سے باہر ہے شہری قوانین کا اس بستی پر اطلاق نہیں ہوتا اور شہر کی اغراض کے لیے نہیں ہے تو فناء مصر نہیں ہے- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں (۱)- جمعہ وعیدین یہاں درست نہیں (۲)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

پانچ ہزار کی آبادی والے شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع تین صد آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو پچاس گھرانوں اڑھائی تین صد افراد کی آبادی پر مشتمل ہے گاؤں مذکور سے ڈھائی میل کے فاصلہ پر ٹبہ سلطان پور نامی قصبہ جو تقریباً ایک ہزار گھرانوں اور چار پانچ ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے واقع ہے قصبہ مذکور میں باقاعدگی سے نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے-
اب سوال یہ ہے کہ دیہہ مذکور میں جو نماز ادا کی جاتی ہے واقعی جائز ہے یا نہیں واضح ہو کہ کسی جمعہ کی نماز میں تمیں سے زائد افراد شریک نماز نہیں ہوتے-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- نماز جمعہ کی صحت کے لیے شہر یا قصبہ کبیرہ ہونا ضروری ہے گاؤں اور دیہات میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہو سکتی وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ کے روز اپنے گاؤں میں ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنی فرض ہیں- اور ظہر کی جماعت واجب ہے دو رکعت ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے فرض وقتی ساقط نہیں ہوتا- بلکہ یہ دو رکعت نفل

---

۱) كما في ردالمحتار: لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا في الهندية: ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة- (كتاب الصلاة- الباب السادس عشر في صلوة الجمعة- ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في ردالمحتار: صلوة العيد في القرى تكره تحريما (درالمختار) ومثله الجمعة- (كتاب الصلاة، باب العيدين، ص ۱۶۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)

ہی شمار ہوں گی اور نفل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا بالتداعی مکروہ ہے[۱]- اس لیے دیہات میں جمعہ ادا نہ کیا جائے اور ظہر کی نماز باقاعدہ باجماعت ادا کی جائے[۲]- اڑھائی تین صد کی آبادی والی بستی دیہات ہی ہے اور اس میں نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے- **لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او کما** قال[۳]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جنازہ گاہ میں جمعہ و نماز پنجگانہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جنازہ گاہ جو کہ وسط شہر میں ہے اور قابل آبادی ہے اس کے ساتھ محلہ جات موجود ہیں اس میں نماز پنجگانہ جمعہ وغیرہ قائم کیے جاسکتے ہیں اگر کراہت ہے تو کس حد تک ہے۔

﴿ج﴾

قبرستان کی زمین میں مسجد بنانا درست نہیں اگر جنازہ گاہ اس میں تعمیر شدہ ہے اور نمازیوں کے سامنے قبریں نہیں ہیں تو اس میں پنجوقتہ نمازیں اور جمعہ پڑھنا جائز ہے[۴]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما في المضمرات والظاهر أنه أريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة، ألاترى أن في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة، باب السادس عشر في صلوة الجمعة: ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الجمعة: ص ۲٥۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في الهنديه: ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة۔ (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر في صلوة الجمعة: ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔

۳) الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱٥۰، ج۱: بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)
وكذا في البنايه شرح الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ٤٤، ج۳: دارالكتب العلمية، بيروت)۔ وكذا في فتح القدير: (كتاب الصلاة ۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۲،۲۳، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٤) كما في ردالمحتار: ولا بأس بالصلاة فيهاإذا كان فيها موضع أعد للصلاة وليس فيه قبر ولانجاسة...... ولاقبلته إلى قبر۔ (كتاب الصلاة۔ مطلب في إعراب كائنا ماكان۔ ص ۳۸۰، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)۔ وكذا في الجامع الترمذى: (أبواب الصلوة۔ باب ماجاء أن الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام۔ ص ۷۳، ج۱: ايچ ايم سعيد كراچی)۔ وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها۔ ص ٦٥٤، ج۱: ايچ ايم سعيد كراچی)

جیل میں جمعہ قائم کرنا

قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا پانے والے کا نماز جمعہ میں امام بننا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جیل میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں اور کیا قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا پانے والا شخص جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

جیل کا دروازہ بسبب عادت مستمرہ کے بند رہتا ہے اور حکومت کی طرف سے جیل کے اندر رہنے والوں کو پڑھنے کی اجازت ہے اور اس میں قیدی و غیر قیدی سب کی شرکت جائز ہے نیز امام قیدی ہو یا غیر قیدی ہر حال میں جمعہ جائز ہے۔ درمختار و شامی میں ہے۔ **قال في شرح التنوير في شروط صحة الجمعة (و)السابع (الاذن العام) (الى قوله) فلا يضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلى و في الشامية تحت (قوله او قصره) قلت و ينبغي ان يكون محل النزاع ما اذا كان لا تقام الا في محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا يتحقق التفويت كما افاده التعليل فتامل** [1]

دیندار مسائل سے واقف شخص کو امام بنایا جائے اگر ایسا شخص نہ ملے اور قتل کے جرم میں ماخوذ قیدی توبہ تائب ہو جائے اور مسائل جانتا ہو تو اس کی امامت بھی درست ہے [2]۔ فقط اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کے لیے رہائی کی بہتر صورت پیدا فرمائے۔ آمین۔

---

۱) الدر المختار مع رد: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۵۱،۱۵۲، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا في الانهر (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲٤٦، ج۱: المتكبة الغفاريه كوئٹه)۔ وكذا في امداد الفتاوى: (كتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة والعيدين: ص ٤١١،٤١٢، ج۱: مكتبه دار العلوم كراچى)

۲) قال الله تعالىٰ۔ إني لغفارٌ لمن تاب (سورة طه : آيت: ۸۲)

وكذا في مشكوٰة المصابيح : عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن العبد إذا اعترف ثم تاب ، تاب الله عليه۔ منفق عليه۔ كتاب الدعوات،باب الاستغفار والتوبه ص ۲۰۳، ج۱، قديمى كتب خانه كراچى)

وكذا فيه (كتاب الدعوات: باب الاستغفار والتوبة۔ ص ۲۰٦، قديمى كتب خانه كراچى)

سات سو آبادی والی ایسی بستی میں جمعہ کا حکم کہ جس سے ایک میل کے فاصلہ پر سات ہزار کی آبادی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کہان ایک بستی ہے جو پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے۔ اس کی چاردیواری کے اندر تقریباً چھ سات سو کی آبادی ہے اور اس کے آس پاس ایک میل سے چار میل تک جو آبادیاں ہیں وہ تقریباً چھ سات ہزار کی ہیں اور وہاں پر تقریباً اٹھارہ سال سے جمعہ اور عیدین کی نماز جاری ہے تو کیا اس کہان بستی میں از روئے شرع جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صحت جمعہ اور جواز جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے قریہ کبیرہ جس کی آبادی دو ڈھائی ہزار ہو اور ضروریات زندگی تمام میسر ہوں مصر کے حکم میں ہے۔ سوال میں جس بستی کہان کا ذکر ہے جس کی آبادی چھ سات سو ہے۔ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں [۱]۔ آس پاس کی آبادی جبکہ مستقل نام کے ساتھ موسوم ہے اور درمیان میں فاصلہ ہے عرف میں ایک قریہ شمار نہیں کیا جاتا تو یہ متعدد بستیاں کہان کے ساتھ مل کر ایک قریہ شمار نہ ہوں گی اور نہ فناء کہان میں داخل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شہر میں کئی مقام پر جمعہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد جو کہ ملتان شہر کی حدود میں واقع ہے اور جس کے ارد گرد کافی آبادی ہے اس میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس مسجد میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق...... وفيما ذكرنا اشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر في صلاة الجمعة۔ ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

ج

حنفیہ کا صحیح ومفتی بہ مذہب یہ ہے کہ ایک شہر میں چند جگہ جمعہ صحیح ہے- کما فی الدر المختار و تودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب و علیه الفتوی [1]- پس اگر قریب مسجد کے نمازیوں کو کم کرنا اور پہلی مسجد کو غیر آباد کرنا مقصود نہ ہو تو اس مسجد میں جمعہ شروع کرنا درست ہے- اس کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ جمعہ اول وقت میں پڑھا جائے- حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جمعہ میں تعجیل مستحب ہے اور احادیث سے بھی جمعہ کی تعجیل ہی ثابت ہوتی ہے- پس زوال کے بعد مثلاً ساڑھے بارہ بجے اذان جمعہ ہونی چاہیے پھر دس پندرہ منٹ بعد خطبہ اور اس کے بعد نماز ہونی چاہیے- مثلاً ایک بجے تک یہ سب کام ہو جائیں- یا کسی قدر کم وبیش ہو- قال فی ردالمحتار لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لا یسن لها الابراد و قال الجمهور لیس بمشروع لانها تقام بجمع عظیم فتاخیره مفض الی الحرج-[2]

بہر حال جمعہ اس مسجد میں جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ بڑی جامع مسجد میں جمعہ کا اہتمام کیا جائے اور ہر مسجد میں الگ الگ جمعہ شروع نہ کیا جاوے [3]- فقط واللہ اعلم

چار سو گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں تقریباً چار سو گھر اور اردگرد سے ملا کر تقریباً سولہ سو کی آبادی ہو جاتی ہے اور اس بستی مذکورہ میں بارہ دوکانیں بھی موجود ہیں اور دو بڑی بڑی مسجدیں ہیں تو کیا ایسی بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے-

---

۱) الدر المختار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ١٤٤، ١٤٥، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ٢٤٩، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی فتح القدیر: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعه، ص ٢٢، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة- مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، ص ٣٦٧، ج١: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)- وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، ص ٤٢٩، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی بذل المجهود فی حل ابی داؤد: (کتاب الصلاة- باب وقت الجمعة، ص ١٧٩، ج٢: امدادیه، ملتان)

۳) تقدم تخریجه فی حاشیة نمبر ١ فی صفحة هذا-

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں اقامت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ لا جمعة و لا تشریق الافی مصر جامع [1]۔ و فی الشامیة و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک ہزار کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شہر ہے اس میں مردم شماری کے مطابق آبادی ایک ہزار کی ہے ایک چھوٹا سا بازار ہے جس میں چالیس دوکانیں ہیں۔ کپڑے پرچون کی اور ضروریات کی اشیاء مہیا ہیں۔ پرائمری سکول سرکاری تھانہ جس میں سرکاری سوار لیویز رہتے ہیں۔ مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے۔ مقتدیوں کی تعداد پچاس یا ساٹھ ہے۔ مذکورہ صفتوں والے شہر کے گردونواح میں چھوٹی چھوٹی سی بستیاں بھی ہیں۔ جن میں بسنے والے اسی شہر میں اپنی ضروریات کی چیزیں خریدتے ہیں۔ ڈیلر سے پوچھا گیا وہ تقریباً چار ہزار مردم کل جو کہ اس شہر سے چینی لیتے ہیں بتاتا ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ اس شہر میں جمعة المبارک وعیدین شروع کیے جائیں یا نہ۔ اس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب کیا ہے؟ بینوا بحوالة الواضحة توجروا فی الدارین۔

﴿ج﴾

گاؤں مذکورہ قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں۔ ظہر کی نماز باجماعت پڑھتے رہیں [3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۱۵۰، ج ۱: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹه)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

کسی کو پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لیے آنے سے روکنا کیا اذنِ عام کے خلاف ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے دوسرے کو مسجد میں آنے سے جمعہ اور پانچوں نمازوں کے لیے منع کیا اور یہ محض ذاتیات کی بنا پر ہوا کیا یہ اذن عام کے خلاف ہے یا نہ اور اس مسجد میں از روئے شرع جمعہ شریف جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- یہ اذن عام کے منافی نہیں ہے اور اس مسجد میں شرعاً جمعہ شریف جائز ہوگا اگر چہ کسی شخص کو ذاتی عداوت کی بناء پر مسجد سے روکنا بڑا گناہ ہے- **لقوله تعالى و ان المساجد لله**[1]- **الاية- و قال تعالى و من اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها**[2]- **الاية-** ایک آدمی کو مسجد میں آنے سے روکنا اذن عام کے منافی نہیں ہے- کیونکہ اس صورت میں تو سب لوگوں کو یہاں پڑھنے کی اجازت ہے سوائے ایک شخص معین کے لہٰذا اس سے اذن عام کی شرط مفقود نہیں ہو جاتی ہے[3]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ساٹھ گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ جمعہ کے جواز کے لیے کیا کیا شرائط ہیں اور کیا ایسی جگہ میں نماز جمعہ جائز ہے جس کی آبادی تقریباً ساٹھ گھر ہیں اور وہاں تحصیل وتھانہ وغیرہ بھی نہیں ہے-

(نوٹ) نیز بعض دیہاتوں میں جمعہ کے بغیر چار رکعت فرض بھی احتیاطی پڑھنا کیسا ہے- بینوا توجروا

---

۱) كما قال الله تعالى: (سورة الجن، آيت نمبر ۱۸)

۲) كما قال الله تعالى (سورة البقرة آيت: ۱۱٤)

۳) كذا فى تفسير منير: سورة البقرة، آيت نمبر ۱۱٤، ص ۲۸۰، ج۱: مكتبه غفاريه كوئٹه)
وكذا فى امدادالفتاوى: كتاب الوقف أحكام المسجد- ص ٦٦٩، ج۲: مكتبه دارالعلوم، كراچى)

﴿ج﴾

مذھب حنفیہ کی تمام کتب میں مذکور ہے کہ جمعہ کے ادا ہونے اور واجب ہونے کے لیے مصر شرط ہے اور مصر کہتے ہیں شہر کو اور قصبہ اور بڑا قریہ جس میں دو چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں وہ بھی حکم شہر میں ہے- کما قال فی الشامیة و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة-[1] خلاصہ یہ کہ بڑے قریہ اور قصبہ اور شہر یا متعلقات شہر میں جمعہ پڑھنا چاہیے چھوٹے قریہ میں جمعہ نہیں ہوتا اور سوال میں جس قریہ کا ذکر ہے وہ قریہ صغیرہ ہے جس میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں وہاں ظہر باجماعت پڑھنی چاہیے[2]- جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی درست ہے[3]- فقط واللہ تعالی اعلم

ایک وسیع مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنا کر جمعہ ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شہر یا گاؤں میں ایک جامع مسجد میں عرصہ دراز سے نماز جمعہ ادا ہوتی ہے اب محلے والوں نے دوسری مسجد بنائی ہے تاکہ اس میں نماز جمعہ ادا کریں- حالانکہ پہلی مسجد وسیع اور کافی ہے تو کیا اس دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہوگا یا نہ-

---

١) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٢) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق ...... وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب ...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ج١: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلاة الجمعة- ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٣) کما فی الهندیة: ثم فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة لوقوع الشك فی المصر أو غیره وأقام أهله الجمعة، ینبغی أن یصلوا بعدالجمعة، أربع رکعات وینووابها الظهر- الخ (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة- ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلوة- باب الجمعة: ص ١٣٧، ج١: ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ٢٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

الجواب

اگر یہ گاؤں اس طرح کا ہے کہ اس میں اقامت جمعہ درست ہے تو پھر دوسری مسجد میں بھی نماز جمعہ درست ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ جس کی آبادی تقریباً پانچ صد کی ہے اس کے قرب و جوار میں دیگر بستیاں دو دو تین تین میل پر چار پانچ موجود ہیں اس قصبہ میں چار دو کانیں بھی ہیں، ضروریات زندگی کی تمام چیزیں مل سکتی ہیں، گلی کوچے وغیرہ بھی ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ نماز جمعہ وعیدین شروع کر دی جائیں اور ہر جمعہ کو خطبہ سے پہلے تبلیغ احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بھی لوگوں کو دیندار بنانے کے لیے شروع کرادی جائے کیا از روئے شریعت یہاں نماز جمعہ اور سلسلہ تبلیغ درست ہے۔

ج

پانچ صد کی آبادی کی بستی میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ جائز نہیں ہے اس لیے مسئولہ صورت میں جمعہ نہ پڑھا جائے[2]۔ تبلیغ مستحسن اور لازمی امر ہے اسے ضرور جاری کر دیا جائے۔ لیکن اس کا تعلق جمعہ سے جوڑنا صحیح نہیں۔ تبلیغ بغیر جمعہ کے بھی ہو سکتی ہے[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

١) كما في الدر المختار مع رد: (وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقاً على المذهب۔ وعليه الفتوى۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٤٤۔١٤٥، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)
وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب الجمعة۔ ص ٢٤٩، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في فتح القدير: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ٢٢، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٢) كما في ردالمحتار: لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر و خطيب۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة: ص ٢٤٨، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر في صلاة الجمعة۔ ص ١٤٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٣) كما قال الله تعالىٰ: يؤمنون بالله واليوم الاخر ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر و يسارعون في الخيرات وأولئك من الصالحين۔ (سورة ال عمران آيت: ١١٤)۔ وكذا في مشكوٰة المصابيح عن أبي موسى الأشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفس محمد بيده ان المعروف والمنكر خليقتان تنصبان للناس يوم القيامة فأما المعروف فيبشر أصحابه ويوعدهم الخير واما المنكر، الخ۔ (مشكوة: باب الأمر بالمعروف، ص ٤٣٩، ج١: قديمى كتب خانه كراچى)۔ وايضاً فيه (باب الافلاس والأنظار الفصل الأول، ص ٢٥١، ج١: مكتبه قديمى كتب خانه، كراچى)

ایک ہزار کی آبادی والی ایسی بستی میں جمعہ کا حکم جس سے فرلانگ دو فرلانگ کے فاصلہ پر اور بستیاں ہوں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی بنام جان محمد آباد جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اس میں ایک جامع مسجد، ایک مدرسہ ہے جن میں تقریباً ڈیڑھ سو بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں اور دس دوکانیں ہیں جن میں تقریباً تمام ضروریات زندگی کی اشیاء تھوک و پرچون ملتی ہیں اور چار دیگر بستیاں ہیں فرلانگ دو فرلانگ کے فاصلے پر جو کہ سرکاری طور پر اس کے ساتھ شمار ہوتی ہیں تو کیا اس میں جمعہ وعیدین جائز ہیں۔

﴿ج﴾

بظاہر یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں [۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جامع مسجد کو ویران کرنے کی غرض سے دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ شروع کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شہر میں ایک ہی جامع مسجد ہے اس ہی میں دائماً جمعہ پڑھا جاتا ہے کسی تنازع اور دنیوی جھگڑے کی بناء پر چند لوگ دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ قائم کر دیتے ہیں اور ان کا ارادہ بھی ساتھ ساتھ یہ ہے کہ جامع مسجد ویران ہو جائے کیا ان لوگوں کے لیے دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ کرنا جائز ہے یا نہ اگر جمعہ جائز نہیں ہے تو کیا ان کی نماز ہوتی ہے یا نہ اور جو جمعہ اس مسجد میں پڑھ چکے ہیں وہ واجب الاعادہ ہیں یا نہ؟ بینوا توجروا

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیة: (کتاب الصلاة، باب السوال عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

ایک ہی علاقہ میں متعدد جگہوں پر جمعہ قائم کرنے کے سلسلہ میں خود ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس طرح کے مروجہ تعدد کو جائز نہیں رکھتے امام محمد رحمہ اللہ تعدد کے جواز کے قائل ہیں۔ اس لیے احتیاط لازم ہے اور جمعہ صرف ایک جگہ پڑھنے پر اکتفاء کیا جائے لیکن اس کے باوجود اگر دو جگہ بھی پڑھ لیا جائے تو بناءً علی قول محمد جمعہ اداء ہو جاتا ہے۔ (هو المفتی به) لہٰذا صورت مسئولہ میں تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق تو جمعہ صحیح ہو جائے گا[1]۔ اگرچہ احتیاط کے خلاف ہوگا۔ البتہ اگر ان کا مقصد صرف تفریق بین المسلمین ہے اور کوئی شرعی وجہ الگ پڑھنے کی نہیں ہے بلکہ صرف فساد یا دنیوی اختلاف کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل گناہ ہوگا[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

چار سو کی آبادی والے چک میں جاری جمعہ کو بند کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارا چک جس کی آبادی تقریباً چار سو افراد پر مشتمل ہے دیہات

---

۱) كما في فتح القدير: أن عند أبي حنيفة لايجوز تعددها في مصر واحد وكذا روى أصحاب الاملاء عن أبي يوسف أنه لايجوز في مسجدين في مصر الا أن يكون بينهما نهر كبير حتى يكون كمصرين...... وعن محمد يجوز تعددها مطلقا ورواه عن أبي حنيفة ولهذا قال السرخسي الصحيح من مذهب أبي حنيفة جواز اقامتها في مصر واحد في مسجدين فأكثروبه نأخذ۔ (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ٢٥، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في الدرالمختار مع رد: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٤٤۔١٤٥، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ٢٥٠، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) قال الله تعالىٰ: واعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقوا (سوة ال عمران: آيت ١٠٣)

وفي تفسير اللباب في علوم الكتاب: قوله: ولا تفرقوا......الثاني: أنه نهي عن المعاداة المخاصمة، فانهم كانوا في الجاهلية مواظبين على ذالك فنهوا عنه، الثالث: أنه نهي عما يوجب الفرقة، ويزيل الألفة...... واعلم أن النهي عن الاختلاف والأمر بالإتفاق۔ الخ، ص ٤٣٢، ج٥: سورة ال عمران آيت نمبر ١٠٣، دارالكتب العلميه بيروت)۔ وكذا في روح المعاني: ص ٣٢١، ج٣۔٤، سورة ال عمران: آيت نمبر ١٠٣، طبع دارالاتراث بيروت)

وكذا في التفسير المنير: ص ٢٩، ج٤: سورة ال عمران: آيت نمبر ١٠٣، مكتبه غفاريه كوئٹه)

میں واقع ہے۔جس میں ایسی دو کانیں بھی نہیں کہ جن سے عام ضروریات پوری ہوسکیں۔عرصہ پانچ سال سے اس میں جمعۃ المبارک شروع ہے۔اب بند کرنے میں عوام تشدد اختیار کرتے ہیں اور فتنہ کا خطرہ ہے تو کیا اب اس کو باقی رکھنے کے جواز کی کوئی صورت ہے تاکہ فتنہ نہ ہو اور احتیاط کا پہلو کیا ہے یا اس کو بند کرنا ضروری ہے اگر ضروری ہے تو سابقہ نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہوتا[1] اس کا بند کرنا موعظہ حسنہ کے ساتھ ضروری ہے۔ جوظہر کی نمازیں بوجہ جمعہ کے ادانہیں کی ہیں ان کی قضا کرنی ضروری ہے[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈیڑھ صد گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں کے اندر تقریباً ڈیڑھ سو گھر ہیں اور جمعہ کے وقت تقریباً چارسو جمع ہوجائیں گے اگر جمعہ کوئی پڑھائے تو کیا جائز ہے براہ مہربانی بمعہ حوالہ کتاب مسئلہ واضح تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ شہر یا قصبے میں ہوجاتی ہے[3] اس گاؤں میں احناف کے نزدیک جمعہ بالکل ناجائز ہے نیز یہ

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ١٤۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی الهدایه: من فاتته صلوٰةقضاها اذا ذکرها۔ (کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص ١٦١، ج۱: مکتبه رحمانیه لاهور)۔ وکذا فی البنایة شرح الهدایه: (کتاب الصلوٰة باب القضاء الفوائت، ص ۵۸۲، ج۲: دارالکتب بیروت)

۳) کما فی بدائع الصنائع: وکذا لایصح اداء الجمعة الا فی المصر وتوابعه۔ (کتاب الصلاة باب فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ کذا فی الهدیه: (کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ١٤۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٤٠۵: قدیمی کتب خانه کراچی)

گاؤں قریہ کبیرہ بھی نہیں ہے جس میں فقہاء نے جمعہ وعیدین کو صحیح کہا ہے[1]- جو لوگ عام دیہاتوں میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور دلیل میں قریہ جواثا کی روایت پیش کرتے ہیں سو ان کی یہ دلیل بالکل غب شب سمجھیے وہ ہرگز قابل التفات نہیں کیونکہ قریہ کا اطلاق مصر اور قریہ کبیرہ دونوں پر ہو جاتا ہے اور یہ جواثا مشہور منڈی ہے قریہ کبیرہ سے بھی زیادہ ہے- صاحب فتح القدیر نے پر[2] لکھا ہے-و اما ما روی ابن عباس رضی اللہ عنہ ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم بجواثا قریة بالبحرین فلاینا فی المصریة تسمیة الصدر الاول اسم القریة اذ القریة تقال علیه فی عرفهم و هو لغة القران قال الله تعالی و قالوا الولا نزل هذا القران علی رجل من القریتین عظیم ای مکة و الطائف و لا شک ان مکة مصر و فی الصحاح ان جواثا حصن بالبحرین فهی مصر -اس کے بعد مبسوط کا حوالہ دیا ہے- و لذاقال فی المبسوط انها مدینة بالبحرین - صاحب ہدایہ نے جلد اول باب الصلوة الجمعة میں فرمایا لاتصح الجمعة الافی مصر جامع[3]-

اور اسی پر ایک حدیث نقل کی ہے-لا جمعة[4] و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الافی مصر جامع -گاؤں اور دیہات کے متعلق صاف لکھا ہے-ولا تجوز[5] فی القری -علامہ عینی رحمہ اللہ[6] نے بھی جواثا کے متعلق مفصلاً تحریر کیا ہے کہ جواثا تاجر لوگوں کا مرکز ہے-و کثرة التجار تدل علی ان جواثا مدینة قطعاً - نیز علامہ شامی نے بار بار لکھا ہے-لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب[7] حزوبنی بیاضہ میں جو اسعد بن فرودہ نے چالیس آدمیوں[8] کو جمعہ پڑھایا ہے- فکان قبل ان تفرض الجمعة او بغیر علمه صلی الله علیه وسلم- واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

١) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق...... فیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة...... وکما أن المصر أوفناء ه شرط جواز الجمعة فهو شرط جواز صلاة العید۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨۔١٣٩، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة ۔ باب صلوة الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٢) کما فی فتح القدیر: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ٢٢، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٣) کما فی الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة، ص ١٥٠۔١٥١، ج١: مکتبه بلوچستان، بك ڈپو کوئٹه)

٤) کما فی المصنف ابن ابی شیبة: (کتاب الجمعة، من قال لا جمعة ولاتشریق إلا فی مصر جامع، ص ١٠، ج٢: مکتبه امدادیه ملتان)۔

٥) کما فی الهدایه: (کتاب الصلوة۔ باب صلوة الجمعة، ص ١٥٠، ج١: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

٦) کما فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری: (کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن ص ٣٩، ج٥، دارالفکر بیروت)۔

٧) کما فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة۔ ص ١٣٨، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٨) کما فی البنایه شرح الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٤٤، ج٣: دارالکتب العلمیه بیروت)

جمعہ کی دو رکعتیں فرض ہیں یا واجب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ کی دو رکعت جو کہ باجماعت پڑھی جاتی ہیں یہ فرض ہیں یا واجب۔

﴿ج﴾

جہاں شرائط جمعہ پائی جائیں وہاں جمعہ فرض عین ہے۔ (ھی (ای الجمعۃ) فرض) عین (یکفر جاحدھا) ثبوتہا بالدلیل القطعی کما حققہ الکمال (درمختار) قولہ "بالدلیل القطعی" و ھو قولہ تعالی یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا [1]۔ الایۃ و بالسنۃ والاجماع۔ [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ایک سو کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی تنگراوہ موضع سومن تحصیل شجاع آباد میں ۱۲ صفر ۹۶ھ مطابق ۱۳ فروری ۷۶ء بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ کا آغاز کیا گیا ہے۔ بستی مذکور میں تقریباً چالیس سال قبل نماز جمعہ کا آغاز کیا گیا تھا۔ عرصہ تین ماہ تک جاری رہا مولانا قاضی غلام یٰسین مرحوم کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس نماز جمعہ کو ناجائز قرار دیا اور نماز جمعہ بند کرا دی گئی۔ بستی مذکورہ کا فاصلہ شہر شجاع آباد سے ڈیڑھ دو میل ہے جبکہ متوقع حدود کمیٹی سے فاصلہ نصف میل رہ جاتا ہے۔ بستی میں مکانات کی تعداد بیس ہے۔ اور آبادی ایک سو کے قریب ہے۔ ویسے آدمی دیہات کے کافی جمع ہو سکتے ہیں کیا اس بستی میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں۔

---

۱) سورۃ الجمعۃ پارہ ۲۸، آیت نمبر ۹۔

۲) الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳٦، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲٤٥، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ، ص ۱٤٤، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہے اور اس کے کچھ احوال بھی درج ہیں کہ اس میں بیس کے قریب مکانات اور سو کے قریب آبادی ہے۔ یہ بستی قریہ صغیرہ ہے اور احناف کے نزدیک یہاں نماز جمعہ جائز نہیں۔ **لما في الشامية و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة**۔[1] لہٰذا یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں[2]۔ جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں کسی غرض سے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں۔ جب یہ قریہ صغیرہ ہے اور شہر کے فناء میں سے بھی نہیں تو نہ یہاں جمعہ درست ہے اور نہ ان لوگوں پر شہر میں جا کر جمعہ ادا کرنا لازم ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ جمعہ کی شرائط بھی ارشاد فرمادیں۔

---

۱) ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)
وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة۔ ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما فى ردالمحتار: الاترى ان فى الجواهر لوصلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فى صلوة الجمعة : ص ۱٤٥، ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما فى البحر الرائق: وأما القرى فإن أراد الصلاة فيها فغير صحيحة على المذهب وإن أراد تكلفهم وذهابهم إلى المصر فممكن لكنه بعيد۔ (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ مطلب فى شروط وجوب الجمعة ص ۱٥۳، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ مطلب فى شروط وجوب الجمعة، ص ۱٥۳، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ٥٠٤، ٥٠٥، قديمى كتب خانه كراچى)

﴿ج﴾

جہاں پر جمعہ کی نماز فرض ہو وہاں پر جمعہ کی نماز پڑھ لینے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔لہٰذا جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز پڑھنا کوئی ضروری نہیں (۱)۔

فرضیت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے (۲)۔قصبہ کی تعریف حضرات علماء یہ کرتے ہیں کہ جس میں بازار ہوں اور خرید و فروخت ہو (۳)۔آبادی مردم شماری کم از کم تین چار ہزار کی ہو (۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہر کی ایسی مسجد میں جمعہ کا حکم کہ جس میں پانچ وقت کی باجماعت نماز نہ ہوتی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

---

۱) کما فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ولیس الاحتیاط فی فعلها، لأن الاحتیاط هوالعمل باقوی الدلیلین وأقواهما إطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الأربع مفسدة اعتقاد الجهلة عدم فرض الجمعة أوتعدد المفروض فی وقتها، ولایفتی بالأربع إلا للخواص، ویکون فعلهم إیاها فی منازلهم۔ (کتاب الصلاة ، باب الجمعة، ص ۵۰۶ : مکتبه قدیمی کتب خانه ، کراچی)

وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۴۶، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب الجمعة ص ۲۵۰۔۲۵۱، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی الدرالمختار مع رد: (ویشترط لصحتها) سبعة أشیاء: الأول: المصر . قال ابن عابدین، وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸۔۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة۔ الفصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة ، الباب السادس فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۴) کما فی الکوکب الدری: ان شرط المصر فمسلم، لکنهم اختلفوا فی مایتحقق به المصریة...... وقیل: مافیه أربعة الاف رجال إلی غیر ذلك (أبواب الجمعة، باب ماجاء فی ترك الجمعة من غیر عذر۔ ص ۴۱۳۔۴۱۴، ج۱: إدارة القرآن، کراچی)

(۱) ایک مسجد واقع ہے کچہری ملتان میں اور اس مسجد میں سوائے ظہر کی نماز کے دوسرے اوقات الاربع میں نماز تو نماز رہی اس میں اذان بھی نہیں ہوتی بلکہ امام المسجد خود بھی وہاں سے چلا جاتا ہے۔ صرف ظہر کی نماز میں بغیر اتوار کے آیا کرتا ہے۔ اس میں بات تلاش کی یہ ہے کہ ایسی مساجد میں جمعہ ہونا چاہیے یا نہیں اور جمعہ کی شرائط کیا ہیں؟ اور مسجد کا آباد ہونا شرائط الجمعہ میں داخل ہے یا نہیں؟ جبکہ دوسرے ساری شرائط مثلاً بازار اور سرکاری عملہ وغیرہ اور مسافر وغیرہ پائے جائیں؟

(۲) دیہاتوں اور دیہاتی چکوں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ حالانکہ وہ تو صرف ۵۰ یا ۱۰۰ گھر ہوتے ہیں اور معمولی دو چار دوکانیں ہوتی ہیں نہ ان میں سرکاری آدمی اور نہ بازار ہوتا ہے۔

ج

(۱) اس مسجد میں جمعہ جائز ہے کیونکہ جمعہ کی صحت کے لیے مسجد کا ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ ویسے گراؤنڈ میں بھی باقی شرائط کے موجود ہونے کے ساتھ اگر جمعہ کا انتظام ہو جائے تو جمعہ پڑھنا وہاں بھی صحیح ہے [۱] اور یہ تو مسجد بھی ہے۔ پھر کیونکر جائز نہ ہو ہاں یہ دوسری بات ہے کہ مسجد کو آباد رکھنا ضروری چیز ہے۔ وہاں کے محلہ والوں پر لازم ہے کہ اس میں پنج وقتہ نماز باجماعت کا انتظام کر لیں یا کم از کم اذان تو دیں [۲] ویسے جمعہ جائز ہے۔

(۲) دیہاتوں اور دیہاتی چکوں میں جمعہ جائز نہیں ہے جمعہ کی صحت کے لیے شہر کا ہونا ضروری ہے۔ جس کی مختلف تعریفیں فقہاء کی عبارات میں موجود ہیں مثلاً یہ کہ وہاں قاضی اور حاکم ہوں جو تنفیذ احکام پر قدرت رکھتے ہیں یا جس میں بازار اور گلی کوچے ہوں وغیرہ وغیرہ یعنی جسے عرف میں لوگ شہر اور مصر کہا کرتے ہیں صرف ۵۰ یا ۱۰۰ گھروں کی کوئی آبادی شہر نہیں کہلاتا ایسے لوگوں کو جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ جہاں ایسی بستیوں میں جمعہ

---

۱) كما في الهدايه: والحكم غير مقصور على المصلى بل يجوز في جميع افنية المصر لانها بمنزلته في حوائج اهله۔ (كتاب الصلاة۔ باب صلوة الجنة، ص ۱۵۱، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)۔
وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: (كتاب الصلاة۔ الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة۔ ص ۴۹، ج۲: مكتبه إدارة القرآن كراچي)
وكذا في الدر المختار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچي)

۲) كما في الدر المختار: افضل المساجد مكة ثم المدينة ثم القدس ثم قباء ثم الاعظم ثم الاقرب۔ (كتاب الصلاة۔ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها۔ ص ۶۵۸، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچي)
وكذا في مشكوٰة المصابيح (كتاب الصلاة۔ باب المساجد و مواضع الصلوٰة ص ۷۲، قديمي كتب خانه كراچي)
وكذا في الهنديه: (كتاب الكراهية الباب الخامس، ص ۳۲۱، ج۵: مكتبه رشيديه كوئٹه)

پڑھا جائے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز جمعہ کی نماز کے بعد پڑھنی فرض ہے اور یہ جمعہ ادا کرنا گویا نفلی نماز کی جماعت کی طرف بلانا ہے اور یہ بھی مکروہ ہے۔ قال فی الشامیة و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ا ریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (۱) الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ ایک چک جس کی تمام آبادی تقریباً چار پانچ سو کے قریب ہوگی اس چک میں مدت دراز سے ایک مدرسہ عربیہ بھی ہے اس چک میں خانہ داری کی اکثر ضروریات بھی مل جاتی ہیں۔ اس چک میں دیوانی پنچائیت بھی ہے۔ افسر پنچائیت اسی چک میں رہتا ہے اس کی آبادی چک ھذا کی تحصیل فورٹ عباس کے قریب ہی پڑے گی۔ اس علاقہ کے لوگ بالکل ناواقف عن المسئلہ ہیں جنھیں بالکل فرض عین وکفایہ کے پڑھنے کا کوئی مسنون طریقہ نہیں آتا اور نہ انھیں یہ شوق ہے کہ بچوں کو قرآن و حدیث پڑھائیں اور مسائل سیکھیں جو لوگ یہاں پڑھیں گے یا تو وہ مسافر ہوں گے یا قدیمی ریاستی جو کہ بالکل قلیل ہیں یہاں کے جو اکثر لوگ ہیں وہ مہاجر کہلاتے ہیں انھیں بالکل کسی قسم کا شوق نہیں ہے صرف انھیں ایک خواہش رہتی ہے کہ جمعہ پڑھیں اور وہاں جا کے مسائل بھی سنیں تو کیا عندالشریعت چک مذکورہ اوصاف والے میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر کوئی شخص اسی چک میں صرف جمعہ اسی لیے قائم کرتا ہے تا کہ لوگ مسائل دینی سے واقف ہو جائیں تو اس شخص کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔

چک ھذا میں دو ماہ سے جمعہ بموجب فرمان ایک عالم قائم ہوا ہے صرف اطمینان کی خاطر استفتاء ارسال کیا گیا ہے اگر چک ھذا میں عندالشریعت جمعہ جائز نہ ہو تو ہم بالکل چھوڑ دیں گے اور اگر جائز ہو تو جس طرح جمعہ جاری ہے جاری رہے گا۔ بینوا و توجروا۔ المستفتی ضیاء الدین پٹھان عالمگیر۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤٥، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ، الفصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲٥۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

یہ مذہب حنفی میں مصرح و متفق علیہ ہے کہ مصر شرائط جمعہ میں سے ہے اور اہل فتاویٰ نے قصبات و قری کبیرہ کو بھی مصر کا حکم دے دیا ہے- کما فی ردالمحتار تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة -[1] اور بلدۃ کبیرہ کی تعریف خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یوں منقول ہے- فیھا سکک و اسواق و فیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم الی قوله و هذا هو الاصح-[2] تعریف مذکور سے معلوم ہوا کہ آبادی اتنی ہو جتنی مصر کی ہوتی ہے اس میں بازار اور کوچے ہوں اور اس میں حاکم ہو- مختلف دوکانوں کو بازار نہیں کہا جاتا بظاہر جس جگہ کے متعلق استفتاء ہے وہ عرف میں دیہات میں سے ہے اور نہ وہ مصر، نہ قصبہ، نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس میں جمعہ کی نماز صحیح نہیں[3]- وعظ و تعلیم مسائل کی غرض سے جمعہ کی صحت نہیں ہو سکتی تبلیغ کے لیے اور کوئی صورت کر دی جاوے- واللہ اعلم-

کیا نصِ قرآنی کی رو سے ہر جگہ جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

جناب مفتیان عظام وورثۃ الانبیاء السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ بستی میں جائز ہے یا نہیں؟ نیز ایک شخص نے جواز بایں کہا ہے (قال[4] اللہ تعالیٰ) یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوة الآیة - کہ یہ آیت شریفہ مطلق جمعہ کو بیان کرتی ہے گو کہیں بھی کیوں نہ ہو نیز فداہ ابی وامی علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ[5] قال

---

۱) ردالمحتار کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی

۲) ردالمحتار کتاب الصلاة - باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی
وکذا فی الفتاوی تاتارخانیه: (کتاب الصلاة الفصل الخامس فی صلاة الجمعة- النوع الثانی فی بیان شرائط الجمعة، ص ۴۹، ج۲: مکتبه ادارة القرآن کراچی)- وکذا فی البنایة شرح الهدایه: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ۴۵، ج۳: مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت)

۳) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... وفیما ذکرنا اشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب (کتاب الصلاة، باب الجمعة ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۴) قال الله تعالیٰ فی القرآن المجید: (سورة الجمعة، آیات نمبر ۹، پاره ۲۸)

۵) صحیح البخاری: (کتاب الجمعة: باب الجمعة فیالقری والمدن، ص ۱۲۲، ج۱، قدیمی کتب خانه کراچی)

ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مسجد عبدالقیس بجواثی –رواه البخاری باسناد طویل– حواله باب الجمعة فی القری والمدن) –

فریق ثانی جوعدم جواز کا قائل ہوا اس نے حوالہ ہدایہ کالا تصح[1] الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الافی مصر جامع پیش کر کے عدم جواز کا ثبوت ظاہر کیا۔مگر فریق اول نے جو قائل ہے جواز کا اپنی حدیث شریف کو بحوالہ ابن ابی شیبہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر موقوف ثابت کیا چنانچہ فریق ثانی نے باطمینان دیکھا کہ واقعی موقوف ہے حوالہ اس کے اوپر و نیچے (یعنی بین السطور) لکھا ہے لا جمعة ولا تشریق و لا فطر عبارت ملاحظہ ہو رفعه المصنف[2] وانما رواه ابن ابی شیبة موقوفا علی علی رضی الله عنه–

اب فریقین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ استفتاء مدارس عربیہ میں بھیج دیں جو فیصلہ شرع کی روشنی میں صادر کریں گے ہمیں منظور ہے اب اس کے متعلق بدلائل احادیث وکلام اللہ شریف مکتوب فرما کر ممنون فرمائیں۔(بینوا توجروا)

ج

مسئلہ مجتہد فیہ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذھب عدم جواز فی القریٰ الصغیرہ ہے[3] اور باقی ائمہ جواز کے قائل ہیں مقلد کے لیے تو مسائل اجتہادیہ میں اپنے امام کی تقلید چاہیے[4] لہٰذا اگر فریقین مقلد حنفی ہیں تو اس بحث سے لاتعلق ہو کر ان کو اس میں اپنے امام کی تقلید وجوباً کرنی ہوگی اور اگر بالفرض ایک فریق غیر مقلد ہے تو مختصراً عرض ہے کہ آیت سے استدلال صحیح نہیں اس لیے کہ عام مخصوص البعض بالاتفاق ہے حتیٰ کہ عورت اور عبد اور مسافر پر بالاتفاق جمعہ نہیں (۵) اور معلوم ہے کہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے جس کی تخصیص قیاس یا خبر واحد سے صحیح ہوتی ہے اور یہاں حدیث و لا تشریق مخصص موجود ہے جس سے قریٰ کو بھی خاص کر دیا جائے گا نیز خود

---

۱) الهداية كتاب الصلاة۔ باب الجمعة ص ۱۵۰، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
۲) كما فی فتح القدير: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۲، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
۳) كما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغيرة۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
٤) كما فی مقدمة اعلاء السنن: قال صاحب جامع الفتاوی من الحنفية: يجوز للحنفی أن ينتقل إلى مذهب الشافعی وبالعكس لكن بالكلية، أما فی مسئلة واحدة فلا يمكن۔ (ذكر الشروط الثلاثة لجواز الإنتقال۔ ص ۲۲۷، ج۲: إدارة القرآن، كراچی)
٥) كما فی الهدايه: ولاتجب الجمعة على مسافر ولا امرأة ولامريض ولا عبد ولا اعمی۔ (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۱۵۲، ج۱: مكتبه بلوچستان، بك ڈپو كوئٹه) وكذا فی ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)۔وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤٤، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوب جمعہ کن پر ہے اور کن پر نہیں **اسعوا** [1] سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر جمعہ واجب نہیں اس لیے کہ وہ مامور بالستر ہے اور سعی منافی ستر ہے۔ **کما فی حق السعی فی مناسک الحج** [2]۔ **و ذروا البیع** [3] سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام پر جمعہ نہیں اس لیے کہ بیع سے مجور ہے اس کو ترک بیع کا حکم دینا نہی عن العاجز کے حکم میں ہے اسی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ ذکر اللہ کا مقام مصر ہے قریہ نہیں حدیث۔ **لا یقص الاثلثة امیرا و مامور** [4] **او محتال** سے ثابت ہے کہ امیر و مامور کے علاوہ کسی کو تذکیر جائز نہیں اور امیر و مامور بغیر مصر کے اور کہیں سکونت نہیں کرتے جیسے کے مصر کی تعریف میں ہے **ما لہ امیر** [5] **او قاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود** اس سے اشارۃً اشتراط مصر بھی معلوم ہوا۔

حدیث تجمیع فی جواثی کے متعلق عرض ہے کہ جواثی قریہ کبیرہ یا مصر ہے ابوعبداللہ البکری کہتا ہے [6]۔ **ھی مدینۃ بحرین نحو العتیس** اور قریہ کا اطلاق بہت دفعہ شہر پر بھی ہوسکتا ہے۔ جیسے **لو لا** [7] **نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم** ۔کی آیت میں قریتین سے مراد مکہ معظمہ اور طائف ہیں باوجودیکہ مصر ہیں لہٰذا جواثی پر اطلاق قریہ من ہذا القبیل ہے۔ جو اگرچہ مستدل کے لیے کافی نہ ہو لیکن بمعنی لیکر احتمال کافی ہے۔ پھر باوجودیکہ جمعہ کی فرضیت بالتحقیق والدلائل ثابت ہے کہ مکہ میں ہوئی تھی اور اداء بوجہ عدم قدرت کے نہ ہوسکا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آتے وقت قبا میں تقریباً دو ہفتہ ٹھہرے لیکن جمعہ ادا نہ کیا جو صراحۃً عدم جواز فی القری پر دال ہے۔ پھر مدینہ میں تشریف لاکر جمعہ پڑھا حدیث [8] **لا جمعۃ** [9] **و لا تشریق** ۔الخ۔ حدیث صحیح ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اس کو عن جریر عن منصور نقل کیا ہے۔ جس کی صحت پر کوئی اعتراض نہیں حدیث اگرچہ موقوف علی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہو لیکن ابن ہمام رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ **و کفی بعلی قدوۃ و اماما** [10]۔

---

۱) القرآن المجید: (سورة الجمعة آیات نمبر ۹، پارہ ۲۸)

۲) کما فی حاشیة الطحطاوی: والمراۃ فی أفعال الحج کالرجل غیر أنها لاتکشف رأسها وتسدل علی وجهها شیئا تحته عید ان کا لقبة تمنع مسه بالغطاء، ولا ترفع صوتها بالتلبیة ولا ترمل ولا تهرول فی السعی بین المیلین الا خضرین، بل تمشی علی هیئتها فی جمیع السعی بین الصفاء والمراۃ۔ (کتاب الحج فصل فی کیفیة ترتیب أفعال الحج، ص ۷۳۸: قدیمی کتب خانہ کراچی)

۳) القرآن المجید: (سورة الجمعة، آیت نمبر ۹، پارہ ۲۸)

٤) سنن ابی داود: (اول کتاب العلم۔ باب فی القصص، ص ۱٦۰، ج۲: مکتبہ رحمانیہ لاهور)

٥) الهدایه: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة۔ ص ۱٥۲، ج۱: مکتبہ بلوچستان بك ڈپو کوئٹہ)

٦) البدائع الصنائع: فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲٥۹، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۷) القرآن المجید: (سورة زخرف۔ آیت نمبر ۳۱، پارہ ۲٥)

۸) المصنف ابن أبی شیبة: (کتاب الجمعة من قال لاجمعة ولاتشریق إلا فی مصر جامع ص ۱۰، ج۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

۹) الهدایه: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة، ص ۱٥۰، ج۱: مکتبہ بلوچستان بك ڈپو کوئٹہ)

۱۰) البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة، ص ۲٤٥، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بحث بہت طویل الذیل ہے لیکن اس اختصار کے ساتھ بھی منصف حضرات کے لیے باعث اطمینان ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جیل میں نماز جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ پاکستان بننے کے بعد جیل مچھ میں کسی کو اجازت نہیں تھی نماز پڑھنے کی حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے کو چادر دے دی نماز پڑھنے کے لیے تو اس پر سزا اور مار پیٹ ہوتی تھی لیکن اب سرکار کی طرف سے وہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور حکومت خود منتظم ہے۔ کوئی شخص بلا عذر نماز نہ پڑھے تو جرمانہ وغیرہ لگایا جاتا ہے اب دریافت اس بات کی ہے کہ وہاں پر نماز ہوتی ہے یا نہ اور ہماری نمازوں کا کیا حال ہے اور کیا حکم ہے شریعت کی جانب سے کیا ہم ان نمازوں کا اعادہ کریں یا نہ۔

﴿ج﴾

جیل خانہ میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن احتیاطی ظہر بھی [1] ادا کرے تو بہتر ہے۔ درمختار میں ہے [2]۔ **فلا یضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلي** ۔ چونکہ جیل خانہ کی بندش نماز کے لیے نہیں بلکہ دوسری وجوہات ہیں اس لیے اجازت دی جاسکتی ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۴ شعبان ۱۳۷۱ھ

گیارہ سو کی آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً گیارہ سو ہے اس میں تین مسجدیں

---

۱) كما في البحر الرائق: وإذا اشتبه على الإنسان ذلك فينبغي أن يصلي أربعاً بعد الجمعة وينوي بها آخر فرض أدركت وقته ولم أؤدبعد، فإن لم تصح الجمعة وقعت ظهره وإن صحت كانت نفلاً۔ (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲٤۹، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في الدر المختار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۵۲، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا في مجمع الانهر: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۲٤٦، ج۱: مكتبه الغفاريه كوئٹه)

ایک پرائمری سکول اور ایک مڈل سکول لڑکیوں کے لیے اور ایک پرائمری سکول لڑکوں کے لیے ہے۔ نمبردار بھی اس میں ہے چوکیدار بھی ممبر یونین کونسل بھی اس کے علاوہ زمیندارہ بنک کی بھی تین شاخیں ہیں۔ سات دوکانیں بھی ہیں۔ بڑے شہر سے قریباً بالکل ملحقہ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے اور اس کا داخلی سمجھا جاتا ہے۔ کیا مذکورہ بالا گاؤں شہر کا محلّہ متصور کیا جا سکتا ہے؟ اور اس میں جمعہ شریف جائز ہو سکتا ہے جبکہ اس میں تین متدین عالم بھی رہتے ہیں۔ جنھیں سوا قیام جمعہ اظہار خیال ناممکن ہے۔ اگر گاؤں سمجھا جائے تو کیا نزاکت وقت یعنی غفلت دین والے دور میں بغرض اشاعت دین جمعہ شریف قائم کیا جا سکتا ہے۔ جیسے فتاوی عبدالحی رحمہ اللہ میں اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی اس کی طرف مائل ہیں۔ اس گاؤں میں پہلے دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے لیکن صرف نماز نہ کہ وعظ بوجہ ناموزوں امام کے اور ہمارے محلّہ کے امام محتاط قسم ہونے کے جمعہ شریف نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ خود تو یہ مذکورہ آبادی گاؤں ہی ہے اور اس میں جمعہ جائز نہیں ہوتا شہر ہونا جمعہ کے جواز کے لیے شرط ہے[1] ویسے اگر یہ بستی شہر کی فناء کہلائے یعنی شہر کے حدود کمیٹی میں شمار کی جائے اور شہر کی ضروریات از قسم گورستان میدان گھوڑ دوڑ عیدگاہ وغیرہ اس میں موجود ہوں تو اس میں شہر کے تابع ہو کر جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ کما قال فی الدر المختار [2] (اوفناءه) بکسر الفاء (و هوما) حوله (اتصل به) اولا کما حرره ابن الکمال وغیره (لاجل مصالحه) کدفن الموتی و رکض الخیل۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی الدرالمختار: (ویشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر...... الخ۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)

وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) الدرالمختار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص۱۳۸۔۱۳۹، ج۲: مكتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وكذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲۴۷، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فی مجمع الانهر: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۴۷، ج۱: مكتبه الغفاريه كوئٹه)

کنویں پر تین چار گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک کنویں پر تین چار گھر ہیں ایک نمبردار صاحب اور ایک مولوی صاحب بھی ہیں علاوہ ازیں پرائمری سکول ہے جس کے طلبہ کی تعداد تقریباً ایک سو یا سوا سو کی ہے- وہ لوگ اس چیز کے خواہش مند ہیں کہ یہاں گردونواح کے لوگ اکٹھے ہوکر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز آ کر پڑھیں دین کی باتیں سنیں اور اس پر عمل پیرا ہوں نیز ان کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم دلانے کی رغبت پیدا ہو- مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر جمعہ جائز ہوسکتا ہے یا نہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- باتفاق علماء احناف رحمہم اللہ جمعہ کے جواز کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے- دیہاتوں، چکوں، کنووں وغیرہ کم آبادی کی بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے- وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی فرض ہیں دو رکعت پڑھنے سے ان کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا[1]- لہٰذا کسی بھی مصلحت کی خاطر ترک فرض کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے- کما قال فی الهداية [2] **لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القرى لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق و لا فطر و لا اضحى الا فی مصر جامع**- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ فی القریٰ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قریٰ کے اندر جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ ہمارے پاس بہت علماء

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما في المضمرات والظاهر أنه أريد به الكرهة لكراهة النفل بالجماعة؛ ألاترى أن في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم أداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)
وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة- باب السادس عشر في صلوة الجمعة- ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الهدايه: (كتاب الصلاة- باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

بڑے بڑے قریٰ میں جمعہ پڑھتے ہیں۔ خصوصاً مشائخ حضرات کہ وہ بھی جمعہ پڑھتے تھے۔ جیسے مولانا تاج محمد امروٹ والے اور مرشد ھالیجوی والے آپ کے نزدیک قریٰ میں نماز جمعہ پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے۔ عندالاحناف قریٰ میں نماز جمعہ پڑھے یا نہ۔ اگر پڑھے تو ظہر کی نماز ساقط ہوگی یا نہ جماعت کی نماز میرے ذمہ ہوگی یا نہ آپ اس مسئلہ کو مذہب احناف کے مطابق دلیلوں کے ساتھ واضح فرمادیں کہ نماز جمعہ قریٰ میں جائز ہے یا نہیں۔ ہمارے مشائخ جو پڑھتے تھے وہ کس بنا پر پڑھتے تھے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جمعہ کے جواز کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے مصر (شہر) ہونا ہے۔ قریٰ میں جمعہ کی نماز باتفاق ائمہ احناف جائز نہیں ہے اور ان لوگوں سے ظہر کی نماز ادائے جمعہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ لہٰذا ان کے ذمہ ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی فرض ہے۔ کما قال فی تنویر الابصار (و یشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول المصر و هو ما لا يسع ۔الخ[1] باقی مشائخ کے عمل کا ہمیں پتہ نہیں ہے۔ مسئلہ مذہب کی کتابوں میں مفصل ومدلل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع چالیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی ہے جس کی مکمل آبادی چالیس گھر پر مشتمل ہے اور شہر یعنی مصر سے پورے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ زمینداروں کا ایک محلّہ ہے، نہ بازار ہے، نہ ضروریات معاش میسر ہوتی ہیں، نہ ڈاکخانہ ہے۔ دیگر یہ چالیس گھر سال کے بارہ مہینے یہاں موجود نہیں ہوں گے بلکہ سردی کے موسم میں چار مہینہ تک دس یا پندرہ گھر یہاں سے چلے جائیں گے اس شہر میں چالیس سال سے نماز جمعہ ہوتا رہا ہے۔ ابھی مقامی علماء کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس شہر میں نماز جمعہ جائز نہیں ہوتی۔ کیونکہ فناء مصر میں داخل نہیں ہے۔ اب گزارش یہ ہے کیا ایسے محلّہ میں نماز جمعہ جائز ہوسکتی ہے یا نہیں اور یہ بھی بتائیں کہ فناء مصر کہاں تک ہوتا ہے۔ جواب میں میلوں کے حساب سے تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ نماز جمعہ کے لیے باتفاق جمیع علماء احناف مصر (شہر) کا ہونا شرط ہے۔

---

۱) الدرالمختار كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی۔

لقول علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او کما قال [۱]-اور ظاہر ہے کہ مذکورہ آبادی کسی طرح بھی شہر نہیں ہے اور شہر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی- اسی طرح یہ بستی ظاہر ہے کہ فناء مصر بھی نہیں ہے کیونکہ فناء مصر شہر کے اردگرد ایسے علاقہ اور خطہ زمین کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شہر کی ضروریات اور مصالح پوری ہوتی ہوں مثلاً گورستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوجی چھاؤنی وغیرہ- میلوں کا حساب شرعاً کوئی مقرر نہیں ہے-لہٰذا شہر کے چھوٹے بڑے ہونے سے اس کی فناء مختلف ہوتی رہتی ہے- تمہاری بستی اگر شہر کی ان ضروریات کو پورا کرنے کی جگہ میں واقع نہیں ہے تو یہ فناء مصر میں سے بھی نہ ہوگی اور یہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہوگی جمعہ کے ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی [۲]-**کما قال فی الدرالمختار (اوفناء ہ) بکسر الفاء (و ھوما) حولہ (اتصل بہ) او لا کما حررہ ابن کمال وغیرہ (لاجل مصالحہ) کدفن الموتی و رکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولوالجی** [۳]- **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

ایک سوستر گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم اھالیان گاؤں کڑکوالی جمعہ کے متعلق مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں اس معاملے میں ہماری رہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں-گاؤں ہذا کے گھروں کی تعداد ایک سوستر (۱۷۰) ہے-مردوں کی آبادی ساڑھے تین سو کے لگ بھگ ہے- یہاں دو مساجد ہیں- یہاں تین میل کے اندر کسی جگہ نماز جمعہ نہیں پڑھائی جاتی-گاؤں میں امام مسجد عالم نہیں ہے- بلکہ جمعہ پڑھانے کی اھلیت رکھتا ہے-ضروری کاروبار سودا سلف وغیرہ کے لیے چھ دوکانیں ہیں اور باقی موچی، نائی، لوھار، ترکھان، درزی، تیلی، جولاہا اور مسلی وغیرہ قومیں یہاں آباد ہیں-مذکورہ آبادی کے علاوہ بھی نزدیک فاصلے پر اور بھی بہت سی ڈھوکیں ہیں- بینوا توجروا-

---

۱) الهدایہ کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعۃ- ص ۱۵۱، ج۱: مکتبہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)
وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ- ص ۱۳۷، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظهر- (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی الهندیہ: (کتاب الصلاۃ - الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ- ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)- وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۳) کما فی الدرالمختار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ، ص ۱۳۷-۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

﴿ج﴾

اس گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوسکتی جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے شہر کا ہونا منجملہ شرائط میں سے ہے اور مذکورہ بستی شہر ہرگز نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اس گاؤں کے رہنے والوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں۔ جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہ ہوگی[1]۔ **کما قال فی الھدایہ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام[2] لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع[3]۔ فقط و اللّٰہ تعالی اعلم**

اصلی چالیس باشندوں کی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک علاقہ ہے۔ راجہ کی حکومت تھی جب سے بھٹو صاحب نے جاگیرداری ختم کردی ہے وہاں پر موجودہ حکومت کا کنٹرول رہتا ہے۔ ڈی سی رہتا ہے اور بیس پولیس والے ہیں۔ ۵۰ سیکورٹی والے ہیں۔ چالیس باشندے اصل مقامی ہیں اس میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے ایک گاؤں داماس تین میل کے فاصلے پر ہے۔ ۲۰۰ کی آبادی ہے ایک گاؤں گاھکوچہ ایک میل کے فاصلے پر ہے اور ایک گاؤں عیشی دو میل کے فاصلے پر ہے، ان دو علاقوں میں اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے رہتے ہیں جو پانچ وقت کی نماز کے منکر ہیں۔ اذان اور نماز نہیں ہوتی اور مسجد بھی نہیں ہے، ایک گاؤں دو میل کے فاصلے پر ہے جو دریا پار ہے۔ درمیان میں کوئی پل بھی نہیں ہے۔ ۱۰۰ کے قریب باشندے ہیں۔ تین گاؤں اور (بوبر۔ گلموتی۔ گوروجر) ۶ میل کے فاصلے پر ہیں۔ باشندے تقریباً تینوں کے ایک ہزار کے قریب ہیں، مندرجہ بالا گاؤں میں جواز جمعہ کے قائلین کے دلائل یہ ہیں کہ یہاں پر غیر مسلم رہتے ہیں مسلمانوں کی اقلیت ہے۔ اس طرح وعظ و نصیحت ہوگا آئندہ دین قائم ہوگا۔

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی المصنف ابن ابی شیبة: (کتاب الجمعة۔ من قال لا جمعة ولاتشریق الافی مصر جامع۔ ص ۱۰، ج۲: مکتبہ امدادیہ، ملتان)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۳) کما فی الھدایہ: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مکتبہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

مسلمانوں میں دین پھیلے گا مسلمانوں کا دبدبہ قائم ہوگا اور مانعین سے ناراض ہوتے ہیں مانعین کو جمعہ پڑھنے سے روکنے والے قرار دیتے ہیں- آیا جمعہ پڑھنے والوں پر ترک ظہر کا گناہ ہوگا یا نہیں- آیا موجودہ ڈی سی آرڈر دے اپنے طور پر مرکز سے کوئی تعلق نہیں نہ مرکز کا آرڈر ہے-شاید مرکزی حکومت کے علم میں بھی نہ ہوگا، کیا یہ حنفی مسلک کے خلاف ہے اس بارہ میں شریعت کیا کہتی ہے، آیا ان کا یہ عمل صحیح ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

سوال میں جس بستی کا ذکر ہے جس میں چالیس مقامی باشندے ہیں اور ستر دوسرے ملازمین یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی اور جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں کسی مصلحت کے لیے جمعہ جائز نہیں ہوجاتا۔صحت جمعہ کے لیے مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے-مختلف دیہاتوں کی آبادی کا اعتبار نہیں- بہر حال صورت مسئولہ میں اس جگہ جمعہ جائز نہیں (۱)-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر واقع اڑھائی ہزار افراد کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی گڈولہ جس کا شمار دیہات میں ہوتا ہے-کوائف ذیل کی روشنی میں کیا اس بستی میں نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے یعنی یہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے- دیہہ ھذا کی آبادی تقریباً اڑھائی ہزار نفوس پر مشتمل ہے- دیہہ ھذا بھکر شہر سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے- بھکر شہر کی نئی آبادی جانب بستی گڈولہ بڑھ رہی ہے اور اب بھکر کی اس نئی آبادی اور گڈولہ بستی کے درمیان تقریباً چار پانچ فرلانگ غیر آباد فاصلہ باقی ہے-

بھکر شہر سے گڈولہ کی حد تک پختہ سڑک بن گئی ہے-لیکن بستی گڈولہ میں بس اسٹینڈ اور ریلوے اسٹیشن نہیں ہے- دیہہ ھذا میں تین مسجدیں ہیں اور ساری بستی میں مستقل پابند نمازی تقریباً بارہ ہیں، مدنی مسجد، ۶ نمازی،

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق...... وفیما ذکرنا اشارۃ إلی انه لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الھندیه: (کتاب الصلاۃ، باب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۴۸-۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

مدینہ مسجد ۴ نمازی، مسجد ملکا نوری ۲ نمازی۔ دیہہ ھذا میں دینی درسگاہ نہیں ہے۔ البتہ مسجدوں میں امام صاحبان بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن دیھہ ھذا میں کوئی عالم دین نہیں ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے پرائمری سکول ہیں۔ ڈاکخانہ بھی ہے ترکھان، حمام اور موچی ہے۔ تین چھوٹی دوکانیں ہیں لیکن ضروریات زندگی کی اشیاء قطعاً نہیں ملتیں۔ لوہار، کمہار، تیلی دیھہ ھذا میں موجود ہیں۔ ہسپتال مردانہ وزنانہ بھی نہیں ہے اور نہ کوئی پرائیویٹ ڈاکٹر یا حکیم ہے۔ مویشی ہسپتال بھی نہیں ہے۔ بھکر شہر کی مسجدوں میں صبح کی اذان کی آواز بذریعہ لاؤڈ سپیکر صاف بستی گڈولہ میں سنی اور سمجھی جاتی ہے۔ لیکن باقی اذانوں کا پتہ نہیں لگتا۔ تو کیا ایسی بستی میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

دیھہ مذکور فی السوال میں اقامت جمعہ درست نہیں۔ اس لیے کہ یہ نہ قریہ کبیرہ کے حکم میں آتا ہے اور نہ ہی فناء مصر میں آتا ہے۔ اس لیے یہاں کے رہنے والوں پر لازم ہے کہ اپنی اپنی مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھتے رہیں۔ ھکذا فی عامۃ الکتب [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چار سو افراد پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی چار صد کے قریب ہے۔ بستی میں دو مسجدیں ہیں کافی عرصہ سے وہاں جمعہ وعیدین پڑھتے تھے۔ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہاں پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر جمعہ نہیں ہوتا۔ بستی کے معززین نے جمعہ بند کر دیا بغیر جھگڑا اختلاف کے جمعہ بند ہوگیا۔ عرصہ چار سال کے بعد اب ایک مولوی صاحب نے دوبارہ جمعہ پڑھا دیا اور کہا کہ آس پاس کی آبادی جو میل دو میل کم زیادہ کے فاصلہ پر ہیں ان کو ملا کر مصر کے شرائط پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا جمعہ درست ہے۔ لوگوں میں اب سخت اختلاف پیدا ہوا تو کیا اس بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اور کیا آس پاس کی بستیاں ملا کر اکبر المساجد کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

گاؤں مذکور میں اقامت جمعہ درست نہیں۔ وجوب جمعہ کے لیے مصر یا قصبہ کا ہونا شرط ہے۔ لا جـمـعـة

---

۱) تقدم تخریجه فی صفحة متقدمة

و لا تشریق الا فی مصر جامع [۱]-الحدیث- ردالمحتار میں ہے-و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب و فیھا ایضا و یشترط لصحتھا المصر او فنائہ و ھو ماحولہ اتصل بہ اولا لاجل مصالحہ [۲]-اور اکبر مساجد کی عدم وسعت کی تعریف منقوض ہے- کما فی شرح المنیۃ فکل تفسیر لا یصل------- احدھما فھو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین کصاحب المختار و غیرھما و ھو ما لو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعھم فانہ منقوض بھما اذ مسجد کل منھما یسع اھلہ و زیادۃ الی ان قال فلا یعتبر ھذا التعریف فقط واللہ اعلم-[۳]

﴿ھوالمصوب﴾

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے عندالاحناف قریہ کبیرہ یا فناءِ مصر کا ہونا ضروری ہے-فناء مصر سے مراد وہ جگہ ہے جو مصالح مصر کے لیے ہو- اگر وہ جگہ مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم جمعہ کے بارے میں مستقل ہے کسی اور گاؤں کے تابع نہیں ہوتا ہے-اگر خود قریہ کبیرہ ہے جمعہ اس میں واجب الادا ہوگا ورنہ نہیں۔صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہے جس کی آبادی چار صد کے قریب ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں احناف کے نزدیک جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ ادا کرنے سے ظہر ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی [۴]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) إعلاء السنن: (أبواب الجمعة- باب عدم جواز الجمعة في القرى: ص ۳، ج۸: إدارة القرآن کراچی)

۲) کما فی الدرالمختار مع: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸-۱۳۷، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۳) الفتاویٰ دارالعلوم دیوبند: (کتاب الصلاۃ- الباب الخامس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، مسائل نماز جمعہ- ص ۳۵، ج۵: دارالاشاعت، کراچی)

٤) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق..... وفیما ذکرنا إشارۃ إلی أن لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب..... الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر- (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ ،ص ۱٤٥، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ الجمعۃ، ۲٤۸-۲٤٥، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

کوئی فوجی یونٹ ریگستانی علاقہ میں فوجی مشقوں کے لیے ٹھہر جائے تو وہاں جمعہ کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک یونٹ ایک ریگستانی علاقہ میں کئی مہینے فوجی مشق کرنے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ جس کو سکیم کہتے ہیں کیا ان لوگوں کو نماز ظہر پڑھنی چاہیے یا نماز جمعہ۔

(ج)

روایات فقہیہ کے مطابق اس یونٹ کی اس علاقہ میں اقامت جمعہ صحیح نہیں ہے۔ نماز جمعہ کی صحت اور وجوب کے لیے مصر یعنی شہر یا قصبہ اور قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا ایسے موقع پر نماز ظہر باجماعت جمعہ کی بجائے پڑھا کریں[1] ہدایہ میں ہے۔ **ولا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا.**[2]

کیا جمعہ کی نماز کے بعد احتیاطی ظہر ادا کرنا ضروری ہے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ احتیاطی اور فرضی کے بارہ میں بکر کہتا ہے کہ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت نماز فرض بہ نیت احتیاطی ادا کی جائے یہ ضروری ہے۔ معتبر کتب کا حوالہ بھی پیش کرتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری، شامی، کبیری، صغیری، عبدالحئی صاحب کا مجموعۃ الفتاویٰ، دیگر نجم الھدیٰ، مجموعۃ البرکات اور فتح القدیر وغیرہ کے حوالے بھی بتاتا ہے۔ بکر کا قول صحیح ہے یا کہ غلط ہے؟ اور یہ بھی کہتا ہے کہ جس جگہ مصر میں اختلاف ہو اس جگہ ایک شرط نہ ہونے کے سبب نماز احتیاطی فرض پڑھی جانی ضروری ہے۔ آیا قول بکر کا صحیح ہے یا کہ غلط ہے؟

زید کہتا ہے کہ جس جگہ جمعہ کی شرائط پوری نہ ہوں ادھر نماز جمعہ نہ پڑھائی جائے، زید کہتا ہے کہ مسئلہ نماز جمعہ احتیاطی کا بدعت سیئہ ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت خیر القرون سے نہیں ہے۔ بحر الرائق، فتح القدیر، تاتارخانیہ، درالمختار، میں فرماتے ہیں کہ نماز احتیاطی نہ حضرت ﷺ نے پڑھی ہے نہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے اور نہ ائمہ اربعہ نے حکم کیا نماز احتیاطی کا۔ جو شخص نماز جمعہ احتیاطی پڑھے وہ گنہگار ہوگا۔ دیگر فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

---

۱) كما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التی فيها اسواق …… لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب…… الاترى ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸ ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۱۵۱، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

بھی فرماتے ہیں جو نماز احتیاطی کا مسئلہ نکلا ہے ایک بادشاہ تھا جس کا نام عباس تھا، چار مذھب میں سے نہ تھا، نہ مالکی نہ شافعی نہ حنفی نہ حنبلی، مذھباً معتزلی تھا یہ مسئلہ اس کا نکالا ہوا ہے۔ اس ظالم نے جبراً نماز جمعہ احتیاطی ہر جگہ جاری کیا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ اگر کسی نے نماز احتیاطی نہ پڑھی اس کو سزا دی جائے گی، اس وقت جو علماء دنیا کی محبت رکھنے والے تھے انھوں نے قبول کیا اور اپنی کتابوں میں بھی درج کر گئے۔ آیا مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ٹھیک فرماتے ہیں یا غلط اور نماز احتیاطی جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے، ہمارے علماء دیوبند اور اسلاف کرام کا یہی مسلک ہے کہ جہاں جواز جمعہ کے شرائط میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی مثلاً شہر نہیں' دیہات ہے وہاں جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے۔ بلکہ صرف ظہر کی نماز باجماعت پر اکتفا کیا جائے [1] اور جہاں شرائط جمعہ کی پائی جاتی ہیں وہاں صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کرلیا جائے احتیاطی نہ پڑھی جائے کیونکہ قرون اولیٰ میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ نیز اس میں ایک غیر ضروری امر کے ضروری جاننے کا مفسدہ موجود ہے جس سے پرہیز از حد ضروری ہے۔

لایصلی رجل من الخواص سرا خروجا من الخلاف لئلا یفضی الی المفسدة ولا یواظب علیه۔[2] و علی المرجوح فالجمعة لمن سبق تحریمة و تفسد بالمعیة و الاشتباه فیصلی بعدها اخر ظهر و کل ذلک خلاف المذهب فلا یعول علیه کما حرره فی البحر۔ و قال الشامی تحته بعد ما حقق والحال نعم ان ادی الی مفسدة لا تفعل جهارا والکلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لا نامر بذلک امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص و لو بالنسبة الیهم والله تعالی اعلم۔

وقال فی البحرالرائق [3]مع مالزم من فعلها فی زماننا من المفسدة

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸ ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) الدرالمختار مع رد کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱٤٦۔۱٤٥، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) البحرالرائق کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٥۲۔۲٥۱، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

العظيمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة ليست بفرض لما يشاهدون من صلاة الظهر فيظنون انها الفرض و ان الجمعة ليست بفرض فيتكا سلون عن اداء الجمعة فكان الاحتياط في تركها و على تقدير فعلها ممن لا يخاف عليه مفسدة منها فالاولى ان تكون في بيته خفية خوفا من مفسدة فعلها والله سبحانه الموفق للصواب فقط والله تعالى اعلم–

پانچ سے زائد آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

چہ مے فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ سرباز صوبۂ بلوچستان ایران علاقہ است دراں قریٰ کثیرہ کہ آبادی آن قریٰ برجانبین دودی بین الجبلین واقع است اکثر آبادی قریٰ باہم متصل و بعض ازان فاصلہ ہم دارند۔ دو چند قریہ از قریٰ سرباز کہ ازروئے اعتبار عرف اینولات قریہ کبیرہ شمردہ شدہ انداز زمان قدیم نماز جمعہ درآنہا جاری وہنوز جاری است چنانچہ یکے ازاں قریٰ کبیرہ موسوم بقریہ کوہ میگ است کہ تعداد جمعیت آن از رجال ونساء وکبار وصغار واحرار وعبید پنج صد وسی نفر میباشد واکثر اہل صرف از بناء ونجار ونوگر وآہنگر وغیرھا دران موجود ونیز چہار و پنج دوکان دارد کہ مردم قریٰ دیگر برائے خرید ضروریات خود مدام بآن احتیاج دارند وصندوق ڈاک ودو سہ موتر (سیارہ) نیز دران ایاب وذھاب دارد کہ مالک سیارھا نیز از اہل کوہ میگ است–

غرض اینکہ قریہ مذکورہ نسبت قریہ مرکزی حیثیت دارد کہ مردم دیگر قریٰ بہر حیثیت بآن احتیاج دارند و آبادی آن مشتملہ انواع اشجار ونخیل است ومسجد آن نیز مسجد واحد است کہ سابق مسجد صغیر وتنگ بودہ گنجائش تمام جماعت رانہ داشتہ بعد ابخرچ حکومت وعامۃ المسلمین آنرا توسع دادہ مسجدی کبیر ووسیع بنام مسجد جامع تعمیر کردہ اند وخطیب مسجد نفر عالم مقرر است وآدمان قریٰ قریبہ کہ آواز اذان مسجد جامع بآن قریٰ میرسد برائے جمعہ دران مسجد جامع جمع میشوند چوں قریہ موصوفہ بصفات مذکورہ از دیگر قریٰ فائق وممتاز است باعتبار عرف اینولات آنرا قریہ کبیرہ قرار دادہ نماز جمعہ را جاری کردہ اند کہ عرف عند الفقہاء معتبر است و در قریہ کبیرہ عندالاحناف نماز جمعہ درست و جائز است خلاصہ سوال اینکہ آیا قریہ موصوفہ بصفات مذکورہ راطبق عرف یا ناجائز وواجب الترک است–

قریہ کبیرہ درشریعت مطہرہ حدی مخصوص ومعین دارد یا اینکہ ہر زمان وہر مکان عرف آن زمان ومکان برائے تعین قریہ کبیرہ معتبر است امید دارم کہ جواب صافی ومدلل تحریر فرمایند تا بار ثانی احتیاج تکرار سوال نشود چو علماء اینو لات دریں مسئلہ اختلاف وقیل وقال دارند عوام بیچارہ سرگردانند جواب تسلی بخش را انتظار دارند تعجلوا بالجواب تو جروا لیوم الحساب-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح باد کہ برائے صحت وفرضیت نماز جمعہ مصر یا قریہ کبیرہ عندالاحناف از جملہ شرائط شرط اولین (۱) است ودر تحدید مصر علامات بسیار فقہاء کرام ذکر کردہ اند وقہستانی در جامع (۲) الرموز آن علامتہارا ذکر کردہ است چنانچہ درذیل عبارتش ذکر کردہ مے شود ودر صورت مسئولہ در قریہ کوہ میتک ہیچ علامت از ان علامتہائے صادق نمی آید چرا کہ درو قاضی وحاکم نیست کہ بر تنفیذ احکام قادر باشد ونہ درو کوچہا وبازارھا ہستند چرا کہ چار وپنج دوکانہا را عرفا بازار نتواند گفت ونہ آبادی مکان آن ایں قدر کثیر است کہ اورا مصر یا قریہ کبیرہ گفتہ شود- چرا کہ در یک روایت از امام ابو یوسفؒ عدد سکان در ہزار آمدہ است از مرد وزن وغیرہ- ودر یک قول آمدہ است کہ عدد مرد مان نرینہ آنجا یک ہزار باشد کہ تمامی بر قتال قادر باشند ونہ در آن مساجد کثیرہ ہستند کہ در اکبر آن مردمان قریہ کہ برایشان نماز جمعہ فرض باشد نہ گنجند بلکہ درین قریہ کوہ میتگ محض یک مسجد است قریہ کبیرہ بودن اگرچہ امر اضافی است لیکن شرعا برائے جواز جمعہ آن را قریہ کبیرہ یا مصر گویند کہ وقت تعداد امصار مطلقہ ایں را ہم در آن شمارند لہذا برائے مصر یا قریہ بودن ایں قدر حدی مخصوص ومتعین است اگرچہ حدی جامع مانع ندارد لیکن اینقدر ہم غالبا

---

۱) كما في الدر المختار مع رد: (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر...... وقال في رد: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق...... الخ- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۷،۱۳۸، ج۲: ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة- الباب السادس عشر في صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في جامع الرموز: (شرط لوجوب الجمعة الاقامة في المصر...... الخ (كتاب الصلاة- فصل صلوة الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

برقریہ کو میٹنگ صادق نے آید وایں واضح است-کما قال فی جامع الرموز [1] و ما یسع ای موضع اکبر مساجده المبنیة لصلوة الخمس اهله ای اهل ذلک الموضع فما وجب علیه الجمعة مصر و احترز به اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمسافرین الا انهم قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عندالمحققین والحد الصحیح المعول علیه انه کل مدینة تنفذ فیها الاحکام و یقام الحدود کما فی الجواهر فظاهر المذهب انه ما فیه جماعات الناس و جامع و اسواق و مفت و سلطان اوقاض یقیم الحدود و ینفذ الاحکام و قریب منه ما فی المضمرات و فیه انه الاصح و قیل انه ما یجتمع فیه مرافق الدین والدنیا او یعیش فیه کل صانع سنة بلا تحول الی الاخری او یکون سکانه عشرة الاف او سمی مصرا عند التعداد ..... او لا یظهر فیه نقصان بموت و زیادة بولادة او یمکنهم دفع عدد بلا استعانة او یمعره الامام و ان صغر و قل اهله کما فی التمر تاشی او یولد انسان و یموت کل یوم اولا یعد اهله الا بمشقة او یکون فیه الف رجل او عشرة الاف مقاتل علی الخلاف کما فی المضمرات- فقط واللہ تعالی اعلم-

شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں دینی درس گاہ بنائی گئی ہے جس میں اہل علاقہ کے بچوں کو تعلیم قرآن پاک دی جاتی ہے- اب اہل علاقہ کا خیال ہے کہ یہاں پر جمعہ شروع کیا جائے-شہر سدھو تقریباً تین میل کے سفر پر ہے- آیا جمعہ پڑھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بستی میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اصل سبب یہ ہے کہ دلی خواہش ہے کہ ہر آٹھویں دن کچھ وعظ و نصیحت کی جائے وہ تب ہو سکتی ہے کہ اگر جمعہ شروع کرایا جائے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کے جواز کے لیے احناف کے نزدیک شہر کا ہونا شرط ہے- دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہوتی اور نہ جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہوتی ہے- دیہاتیوں کے

---

۱) جامع الرموز: (کتاب الصلوة، فصل فی صلوة الجمعة، ص ۲۶۲، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸-۱۳۷، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیے ضروری ہے کہ دیہات میں جمعہ کے روز ظہر کی نماز چار رکعتیں با جماعت ادا کرلیا کریں[۱]- باقی اگر آپ کو وعظ کا شوق ہے تو پھر جمعہ کے روز یا کسی دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد یا کسی بھی وقت کہہ دیا کریں بلکہ ہر روز وعظ کہہ دیا کریں، وعظ کا ہونا نماز جمعہ کے پڑھنے پر ہرگز موقوف نہیں ہے- بالفرض موقوف ہو تب بھی فتویٰ یہی ہے کہ وعظ کہنا چھوڑ دو اور فرض نماز ظہر کی ہرگز نہ چھوڑو- قال فی الهداية [۲] **لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری- لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع**-الخ-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وقفہ وقفہ سے واقع آبادیوں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ موضع مہران تحصیل لیہ متفرق آبادی پر کافی متعدد چک رقبہ میں میلوں تک آباد ہیں، اس کی آبادی چالیس ہزار کے قریب ہوگی- اس کی شکل یوں ہے کہ کچھ گھر ایک زمین میں آباد ہیں اور تھوڑے سے فاصلے فرلانگ یا کم وبیش پر دوسرے چند گھر آباد ہیں اسی طرح متفرق آبادی میلوں تک پھیلی ہوئی ہے- بیچ میں کھیتیاں ہیں بازار وغیرہ اس میں کوئی نہیں ہیں- کیا ایسی آبادی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں- وضاحت سے بیان فرمائیں اور کیا ایسی آبادی کو متحد شمار کر کے شہر کہلایا جائے گا یا نہیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی صحت کے لیے مصر (شہر) کا ہونا شرط ہے [۳]- اور مصر متصل بڑی آبادی کو کہتے ہیں جو آبادیاں ایسی ہوں کہ ان کے بیچ میں کھیتیاں وغیرہ ہوں ان کو

---

۱) كما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب ...... الاترىٰ ان فی الجواهر لوصلوا فی القرى لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی) وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ۲٤٥، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الهدايه: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۱٥۱-۱٥۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه) وكذا فی البناية شرح الهدايه: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ٤۰، ٤۱، ج۳: مكتبه دارالكتب العلمية، بيروت) وكذا فی فتح القدير: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۳-۲۲، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما تقدم تخريجه فی حاشية نمبر ۱

اکٹھا شمار کر کے شرعاً مصر نہیں کہا جا سکتا - بلکہ یہ متفرق آبادی علیحدہ مستقل آبادی شمار ہوتی ہے صورت مسئولہ میں موضع کی آبادی چونکہ متفرق اور منتشر ہے اس لیے ان سب کو متحد شمار کر کے مصر کا حکم نہیں دیا جائے گا اور نہ ان آبادیوں میں جمعہ جائز ہوگا-

ان لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر ساقط نہیں ہوتی [۱]- کما قال فی العالمگیریة [۲] (ولا دائها شرائط فی غیر المصلی) منها المصر هكذا فی الكافی و فیها ایضا بعد اسطرو كما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوزا دائها فی فناء المصر و هو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصرو من كان مقیما بموضع بینه و بین المصر فرجة من المزارع والمراعی نحوالقلع ببخاری) لا جمعة علی اهل ذلک الموضع و ان كان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشی ء هكذا فی الخلاصة-الخ-

و فی القهستانی [۳] و شرط لا دائها ---- المصر ای البلد المحصورای المحدود فان المصر الحد كما فی المفردات او فناؤه بالكسر سعة امام البیت و قیل ما امتد من جوانبه كما فی المغرب-

و فی القاموس [۴] والمصر بالكسر الحاجز بین الشیئین كالماصر والحدبین الارضین- الخ و فیه ایضا و مصروا المكان تمصیرا جعلوه مصرا فتمصر- و فی البحر [۵] و ذكر فی المجتبی ان قدر الغلوة ثلاثمائة ذراع الی اربعمائة و هو الاصح- فقط والله تعالی اعلم

---

۱) كما فی ردالمحتار: لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: ایچ ایم سعید كراچی)- وكذا فی الهندیة: (كتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤۵ ج۱: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

وكذا فی البحرالرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۵، ج۲: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

۲) العالمگیریه: (كتاب الصلاة، باب السادس عشر فی صلوة الجمعة- ص ۱٤۵، ج۱: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

۳) جامع الرموز كتاب الصلاة، فصل صلوة الجمعة، ص ۲٦۲، ج۱: مكتبه ایچ ایم سعید كراچی)

٤) القاموس حرف میم- ص ۱۵۵، ادارة اسلامیة، كراچی)

۵) البحرالرائق كتاب الصلاة- باب المسافر، ص ۲۲٦، ج۲: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

قریب قریب کی آبادیوں کو ایک شمار کر کے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کاغذات مالی میں ڈیرہ بدھو ملک رام ایک ہی حلقہ پٹوار میں شامل ہیں اور ڈیرہ بدھو ملک میں نماز جمعہ جاری ہے اور مولانا عبداللہ درخواستی صاحب موضع مذکورہ بالا میں تشریف لائے تھے جو کہ فرما گئے ہیں کہ نماز جمعہ ڈیرہ بدھو ملک میں جائز ہے ہر دو مواضعات کی آبادی تقریباً /۶۰۰۰ ہے اور اکیلے رام کلی کی آبادی ۲۱۴ ہے دونوں مواضعات دو دو کنہئی سے ملحق ہیں یہاں پر تین ٹیوب ویل دو آٹے کی چکیاں جاری ہیں اور ایک جگہ ۷۰ گھر آباد ہیں اور باقی چاہات پر آباد ہیں اور آبادی سے فالم پور کالونی ایک میل کے فاصلے پر آباد ہے پرائمری سکول بھی منظور ہو چکا ہے لیکن تا حال تعمیر نہیں ہوا اور بجلی گھر بھی رام کلی سے ملتا ہے زیر تعمیر ہسپتال ہمارے موضع سے ایک میل ہے اور موضع رام کلی ڈیرہ بدھو ملک اندرون بدھو دو دو کمیٹی ہیں۔

﴿ج﴾

اس آبادی کو اگر اہل عرف مجموعہ اجزاء کو ایک ہی آبادی سمجھتے ہیں تو باوجود کسی قدر فصل جدائی کے وہاں مجموعہ کا اعتبار ہوگا اور وہاں پر جمعہ صحیح ہوگا[1] صرف آبادی کا نام ایک ہونا کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ اردگرد کی آبادی کو تمام ایک آبادی سمجھا جائے اور اگر عرف میں الگ الگ آبادی شمار ہو تو جمعہ صحیح نہ ہوگا[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی بدائع الصنائع: لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصر ومن کان ساکنا فی توابعه وکذالایصح اداء الجمعة إلا فی المصر و توابعه...... الخ (کتاب الصلاة۔ فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی بدائع الصنائع: فلا تجب علی اهل القری التی لیست من توابع المصر ولا یصح اداء الجمعة فیها (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً ہزار کے قریب ہے مردم شماری کے لحاظ سے مرد عورت لڑکے صغیر و کبیر سب تین ہزار سے زائد ہیں جس میں تقریباً پینتیس دوکانیں ہیں اس کے علاوہ آٹھ دوکانیں خاص کپڑے کی ہیں نیز کپڑے کی مشینیں تقریباً ۱۵ یا ۱۶ ہوں گی اور تین آٹا پیسنے والی مشینیں ہیں- ڈاکخانہ اور ہسپتال بھی ہے مڈل تک سکول ہے خاص اس شہر سے تقریباً سات رساتیق نکلے ہیں اور گردونواح میں دیگر رساتیق بھی ہیں- ان سب رساتیق کی ساری حاجات دینی و دنیاوی اس شہر میں پوری ہو جاتی ہیں نیز اس شہر میں سولہ مسجدیں ہیں اور چھ جید علماء کرام سند یافتہ موجود ہیں نیز اس شہر میں ایک عربی مدرسہ ہے جس میں تقریباً ۲۵ طلبہ ہیں اور دو اور مدرسے ہیں جس میں تقریباً پندرہ یا سولہ طلبہ ہوں گے ان سب کے اخراجات کا بھی شہر کفیل ہے محترف اس میں گزارہ کر سکتا ہے تجربہ سے ثابت ہے نیز تین میل پر تھانہ بھی ہے اب اس شہر میں نماز جمعہ جائز ہوگا یا ناجائز یہ بتلانا ضروری ہے کہ اتنی دوکانوں کے باوجود ''سوق'' کی تعریف اس پر صادق آتی ہے یا نہیں آیا سوق میں دوکانوں کی کثرت ضروری ہے یا کوئی میلہ ہفتہ وار ہو-

(۲) دینی استاد کا حق زیادہ ہے یا پیر طریقت کا جو آج کل مروج ہے-

﴿ج﴾

(۱) احناف کے نزدیک [۱] مصر شرائط جمعہ میں سے ہے لیکن علامہ شامی و دیگر فقہاء نے قصبات و قری کبیرہ کو بھی حکم مصر میں شمار کیا ہے شامی [۲] بحث جمعہ میں ہے- **و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الی قولہ و لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب** ' اب مصر اور قریہ کبیرہ کے مفہوم کو بیان کرنا چاہیے مصر کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اپنی رائے یہ

---

۱) کما فی الھدایہ: لاتصح الجمعۃ الا فی مصر جامع- (کتاب الصلاۃ- باب صلوۃ الجمعۃ- ص ۱۵۰، ج ۱: مکتبہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ- باب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج ۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۴۸، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ: ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

ہے جس کو شامی نے نقل کیا ہے۔ عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم الی قوله و هذا هو الاصح [1] اس کے علاوہ جتنی تعریفیں فقہاء نے مصر کی کی ہیں ان سب کا مآل یہی ہے عنوانات مختلف ہیں اور معنون ایک ہے کیونکہ جہاں پر سکک اسواق اور والی کا تحقق ہو وہاں پر دیگر تعریفیں بھی صادق آئیں گی۔ مثلاً بحرالعلوم کی تعریف مصر میں ہے۔ موضع یندفع حاجة الانسان الضروریة من الاکل بان یکون هناک من یبیع طعاما و الکسوة الضروریة و ان یکون هناک اهل حرف یحتاج الیهم کثیرا۔ اسی طرح کنز العباد میں یہ تعریف لکھی گئی ہے ان یولد [2] فیه کل یوم ولد و یموت فیه انسان قاضیخان میں ہے لایکون [3] الموضع مصرا الا ان یکون فیه مفت و قاض ینفذ الاحکام۔ علامہ شامی نے جو قصبات اور قری کبیرہ میں جواز کا حکم کیا ہے ان قری سے بھی وہ قری مراد ہیں جن میں مثل امصار کے حاجات پوری ہو جاتی ہیں کیونکہ التی فیها اسواق [4] اس کے ساتھ متصل ذکر کیا ہے قصبات اور قری کبیرہ سے مراد ایک ہی چیز ہے القصبات جمع قصبة [5] و هی القریة فیکون عطف القری علیه عطف تفسیر۔ (حاشیہ) پس اگر یہ قریہ جس کے متعلق پوچھا گیا ہے قصبہ ہو یعنی اس کی مردم شماری چار ہزار ہو کیونکہ حکام وقت کے عرف کا مقتضی بھی یہی ہے کہ چار ہزار سے کم قصبہ نہیں بتاتے تو عرف شرعی میں اس سے کم ہرگز نہ ہوگا اور اس قریہ میں جملہ حاجات ضروریہ پوری ہو سکتی ہوں مثلاً ڈاکخانہ میں ہر قسم کی ضرورت پوری ہو سکے نیز دو کانوں میں سے بعض دوکانوں پر کھانے پینے کا انتظام بھی مسافر کے لیے میسر ہو اور حکومت کی طرف سے کوئی پولیس کی چوکی بھی مقرر ہو اور ہیئت آبادی کی مثل شہر و قصبہ کے ہو جیسا کہ تقیید قری کی بالتی فیها سکک [6] و اسواق سے معلوم ہے تو جائز ہے بلکہ جمعہ پڑھنا واجب ہوگا اور اگر یہ اوصاف اس میں نہیں پائے جاتے تو نہ یہ قصبہ ہے نہ قریہ کبیرہ

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) التارخانیه: (کتاب الصلاة۔ شرائط الجمعة۔ ص ۴۹، ج۲: مکتبه إدارة القرآن کراچی)

۳) الخانیة علی هامش الهندیه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۷۴، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۴) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۵) ردالمحتار (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۶) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

ہے کیونکہ قری صغیرہ میں متفرق دو دکانوں کے تحقق سے جمعہ جائز نہیں ہو جاتا[1]۔

(۲) دینی استاد کا حق بدر جہا زیادہ ہے[2] آج کل کے پیروں سے۔ حدیث شریف میں ہے۔ **تواضعوا لمن تعلمون منه.** بیہقی نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دے کر اس کے حدیث موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے۔ نیز امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے **قال سمعت السلف يقولون من لا يعرف لاستاذه لا يفلح** ۔ یعنی سلف صالحین کا قول ہے کہ جو اپنے استاد کی قدر نہیں جانتا ہے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا اور آج کل اکثر پیر ایسے ہوتے ہیں کہ محض دنیوی مفاد کی خاطر اپنے مریدین و متعلقین کے ساتھ ربط قائم کر کے حب جاہ وحب مال میں سرگرداں رہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو سو گھر کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ دو سو گھر کی آبادی پر مشتمل ہے اور اس میں ضروری اشیاء بھی کچھ میسر ہیں اور جامع مسجد جو کہ پچاس گز طولاً عرضاً وسیع مسجد بھی ہے اور ایک مولانا صاحب پانچ وقت نماز پڑھاتے ہیں اور مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ یہاں جمعہ وغیرہ نہیں ہو سکتا اور کافی لوگ جمعہ پڑھنے کے لیے دور دور سے آتے ہیں اور مذکورہ بالا گاؤں بڑے شہروں سے چھ سات میل دور ہے۔ اب فرمایئے کہ اس گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

(ج)

گاؤں مذکورہ قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں ہے۔ اقامت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا

---

۱) كما في ردالمحتار: لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر في صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في الترمذی: عن ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد۔ (ابواب العلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة۔ ص ۹۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا فيه: عن قيس بن كثير...... قال فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول...... وفضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب۔ (ابواب العلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة۔ ص ۹۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)۔

شرط ہے۔ حدیث شریف میں ہے لا جمعة و لا تشریق...... الا فی مصر جامع الحدیث [۱]۔ اور شامی میں ہے و تقع فرضاً فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس گاؤں میں ظہر کی نماز با جماعت پڑھیں [۳]۔

چالیس پچاس گھروں کی آبادی والے دیہات میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد موجود ہے جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، گردونواح میں سینکڑوں مکانات ہیں، ڈاکخانہ موجود نہیں البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے بستی میں ۴۰/۵۰ گھر ہیں۔ کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ [۴] وشرح [۵] وقایہ درمختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے۔ مصر کی تعریف میں اختلاف ہے۔ لیکن مدار عرف پر ہے۔ عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح [۶] **و ایضاً فیه و تقع فرضا فی القصبات و القری**

---

۱) مصنف ابن أبي شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولاتشريق إلا في مصر جامع ص ١٠، ج٢ امداديه ، ملتان)

٢) ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايج ايم سعيد كراچی)

٣) كما في الهنديه: ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادي لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة ـ (كتاب الصلاة ـ الباب السادس عشر في صلاة الجمعة ـ ص ١٤٥ ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٤) الهدايه كتاب الصلاة ـ باب صلاة الجمعة ـ ص ١٥٠ ج١: مكتبه بلوچستان، بلك ڈپو كوئٹه)

٥) شرح الوقايه كتاب الصلاةـباب الجمعة، ص ١٩٨، ج١، مكتبه ايج ايم سعيد كراچی)

٦) ردالمحتار كتاب الصلاة ـ باب الجمعة، ص ١٣٧ ج٢: مكتبه ايج ايم سعيد كراچی)

الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انه لا تجوز فی الصغیرۃ[1] و ایضاً فیه (قوله و صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما و مثله الجمعة [2]

سوال میں جس دیہات کا ذکر کیا ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا عیدین صحیح نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی۔لما فی الشامیة الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری (الصغیرۃ) لزمھم اداء الظھر [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین صد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ موضع کوٹلی بیرونی جو کہ ضلع میانوالی میں واقع ہے۔مندرجہ ذیل اوصاف سے موصوف ہے آبادی مردم شماری کے مطابق تقریباً چالیس گھر تین صد افراد ہیں۔دو مسجدیں جن میں سے صرف ایک آباد ہے اور دوسری میں جماعت بھی نہیں ہوتی اور نہ اس میں کوئی امام مقرر ہے اور تین دوکانیں جن سے اکثر ضروریات اہل قریہ پوری ہوتی ہیں اور اہل حرفہ مثلاً ترکھان، حجام و موچی وغیرہ آباد ہیں۔ساتھ ہی اس کے گرد و نواح میں دس دس پندرہ پندرہ گھروں کی بستیاں تقریباً ایک میل کے اندر اندر واقع ہیں۔جن کی اکثر ضروریات موضع موصوف سے متعلق ہیں، کیا اس بستی یا اس جیسی اور کسی بستی میں نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھنی جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاۃ۔ باب العیدین، ص ۱۶۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیه: (کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعة۔ ص ۱۴۵ ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة: ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ بستی نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ، کتب احناف میں جو تعریفات مصر کی منقول ہیں ان میں سے کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مصر کی تعریف یہ منقول ہے کل موضع ذات ابنية فيه سكك و اسواق ووال ينصف المظلوم من الظالم (ای يقدر على انصافه) و عالم يرجع اليه في الحوادث [1] -امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ تعریف منقول ہے- هو كل موضع له امير و قاض يقدر على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود [2]- نیز ان سے یہ بھی منقول ہے هو كل موضع لايسع اهله اكبر مساجدهم الى غير ذالك من التعريفات الكثيرة [3]- یہ تمام تعریفات دراصل علامات مصر ہیں علماء وفقہاء نے اپنے زمانے کے عرف کے اعتبار سے علامات ذکر کی ہیں ورنہ درحقیقت اس میں عرف معتبر ہے عرف میں جس کو شہر یا مصر کہا جاتا ہے وہاں نماز جمعہ وعیدین واجب ہے ورنہ نہیں۔ حنفی مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس قسم کی بستی میں نماز جمعہ اور عیدین ادا کی

---

۱) بدائع الصنائع كتاب الصلاة- فصل في بيان شرائط الجمعة، ص ۲٦٠، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا في البناية شرح الهدايه: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ٤٥، ج۳: مكتبه دارالكتب العلمية، بيروت)-

۲) كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی
وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة- فصل في بيان شرائط الجمعة: ص ۲٥۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في البناية شرح الهدايه: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة: ص ٤٥، ج۳: مكتبه دارالكتب العلمية بيروت)
وكذا في الهدايه كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۱٥۱، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه

۳) الهدايه كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۱٥۱، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)
وكذا في الفتاوى التاتارخانية كتاب الصلاة- شرائط الجمعة، ص ٤۹، ج۲: مكتبه إدارة القران كراچی-
وكذا في البناية شرح الهداية كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ٤٦، ج۳: مكتبه دارالكتب العلمية بيروت

جائے (۱) البتہ اگر کوئی شخص حنفی مذہب ترک کر کے کسی دوسرے مذہب پر عمل کرے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے مذھب حنفی کے متبعین کا ان سے کوئی واسطہ نہیں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایسے گاؤں میں جمعہ کا حکم جس کی اپنی اور قرب وجوار کی آبادی ایک ہزار ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی اپنی اور قرب و جوار کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے معمولی دو کانیں اور ایک دو رئیس القوم جو قومی فیصلہ کرتے ہیں اور شہر سے نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نو میل سے نزدیک کسی جگہ بھی جمعہ نہیں ہوتا۔ اس گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہ؟ نیز پہلے ایک سال کی جو نمازیں یہاں پڑھی گئی ہیں کیا وہ نمازیں صحیح ہوئی ہیں یا ان کا اعادہ کریں۔

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں، ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں اور سال گزشتہ میں جو جمعہ کی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان میں صرف ظہر کے چار فرضوں کا اعادہ کریں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) كما في ردالمحتار: وكما أن المصر أوفناءه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز صلاة العيد۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۹، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين: ص ۱۵۰ ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب العيدين، ص ۱۵۵ ج۱: مكتبه بلوچستان، بك ڈپو كوئٹه)

۲) عقدالجيد (مترجم اردو): اس کی اجازت نہیں۔ یہ اتباع ھوا اور تلعب ھے (تاكيد الاخذ بهذه المذهب الاربعة ص ۵۳۔۷۳۔۱۳۳۔۱۱۴: قرآن محل كراچى) (بحواله فتاوى محموديه، ۶۲۶/۲)۔ وكذا في الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف (التقليد في المذاهب الأربعة، ص ۹۷۔۹۔۱۱۱: دارالنفائس) بحواله محموديه، ۱۲۶/۲)

۳) كما في ردالمحتار: لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر و خطيب...... الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر في صلوة الجمعة، ص ۱۴۵ ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ص ۲۴۵۔۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۱۶۰۰ سوافراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی ۱۶۰۰ افراد پر مشتمل ہو نماز جمعہ جائز ہے جبکہ دو کانیں معروف بازار کی شکل میں ہوں- گاؤں کی غالب واکثر ضروریات اس گاؤں میں پوری ہوتی ہوں- اور آس پاس کی عام آبادیوں سے بڑا ہو اور ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو اور آس پاس کے لوگوں کی ضروریات یہاں سے پوری ہوتی ہوں- مڈل سکول' دینی مدرسہ' حفظ و ناظرہ- آٹا پینے' چاول نکالنے' کپاس بننے، روئی بیننے کی مشینیں ہوں، گھروں میں اور مسجد میں بجلی وغیرہ کا انتظام ہو، اور گاؤں پر رونق طریق پر ہو کفن دفن کے لیے خود کفیل ہو اور مکلّف مسلمان گاؤں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکتے ہوں-

﴿ج﴾

اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتب مثل ھدایہ[1] وشرح وقایہ[2] و درمختار[3] وشامی سے یہ بات ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے- کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہے اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہت تحریمہ ہے[4]- باقی مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے-

---

۱) الهدايه: (لاتصح الجمعة الافى مصر جامع اوفى مصلے المصر ولا تجوز فى القرى- (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰ ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)-

۲) شرح الوقايه: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۹۸، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

۳) الدرالمختار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

٤) كما فى ردالمحتار: تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر و خطيب كما فى المضمرات والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بجماعة- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة- الباب السادس عشر فى صلوة الجمعة، ص ۱٤۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

في التحفة عن ابی حنیفة ؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (۱)

پس سوال میں جس قریہ کا ذکر کیا گیا ہے اگر اس میں شرائط صحت جمعہ پائے جاتے ہیں یعنی وہ جگہ شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو اس میں نماز جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کی اذانِ ثانی اقامۃ کی طرح ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی اقامت کی طرح ہے جیسے کہ نور الایضاح میں خطبہ کی چوتھی سنت کی عبارت یہ ہے۔ (و الاذان بين يديه كالاقامة) یعنی کلمات اس کے جلدی اور پست آواز سے کہے جاتے ہیں تو آج کل اذان ثانی مثل اذان اولیٰ خلاف سنت کیوں دی جاتی ہے اور اگر کالاقامة کا یہ معنی نہ ہو تو کیا مطلب ہے۔

﴿ج﴾

اذان ثانی جو کہ خطیب کے سامنے ہوتی ہے (۳) اس میں مستحب دو باتیں ہیں (۱) آواز زیادہ بلند نہ ہو (۲) اور کلمات جلد جلد ادا کیے جائیں۔ كما في السعاية شرح شرح الوقاية نداء۔ ای اذان لا يستحب

---

۱) ردالمحتار: (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مكتبه ایچ ایم سعيد كراچی)
وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة۔ فصل في بيان شرائط الجمعة، ص ۲٦۰، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في البنايه شرح الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ٤٥، ج۳: مكتبه دار الكتب العلميه، بيروت)

۲) تقدم تخريجه في صفحة متقدمة

۳) الدر المختار: (ويؤذن) ثانيا (بين يديه) أي الخطيب (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٦١، ج۲: مكتبه ایچ ایم سعيد كراچی)
وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة۔ ص ١٥٤، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)
وكذا في شرح الوقايه: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۲۰۱، ج۱: مكتبه ایچ ایم سعيد كراچی)

رفع الصوت فيه قيل هو الاذان الثاني يوم الجمعة الذي يكون بين يدي الخطيب لانه كالاقامة لاعلام الحاضرين منقول من امداد الفتاوی [۱]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک صدکی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک صدآدمیوں پر مشتمل ہو اور جامع مسجد بھی ہو، نماز باجماعت ادا ہوتی ہو، اتنی ہی آبادی کی تین بستیاں اس کے آس پاس ہوں فاصلہ تقریباً ایک فرلانگ کا ہو، اس کے علاوہ میل یا نصف میل پر بھی بستیاں ہوں، کیا ایسی جگہ پر نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہ- (۲) دیہات میں نماز جمعہ کی کتنی رکعات ہونی چاہئیں-بعض علماء کرام فرماتے ہیں اٹھارہ رکعات نماز جمعہ ہونا چاہیے چار رکعات احتیاط ظہر-اس کا کیا مطلب ہے۔

﴿ج﴾

(۱) مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا (قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے-رواه البيهقي في المعرفة و عبدالرزاق [۲] و ابن ابي شيبه [۳] في مصنفيهما عن علي كرم الله وجهه انه لا جمعة و لا تشريق و لا صلوة الفطر ولا اضحى الا في مصر جامع او لمدينة و لان كان لمدينة النبي صلى الله عليه وسلم قرى كثيرة و لم ينقل عنه عليه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فيها انتهى- و في الشامي [۴] عن القهستاني و تقع فرضا في القصبات و القرى الكبيرة التي فيها اسواق الى قوله ولا يجوز في الصغيرة

---

۱) امداد الفتاوی: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة والعيدين: ص ٤٧٤، ج١: مكتبه دارالعلوم، كراچی)

۲) عبدالرزاق: (كتاب الجمعة: باب القرى الصغار: ص ٧٠، ج٣: مكتبه دارالكتب العلميه بيروت)

۳) مصنف ابن ابي شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولاتشريق الافى مصر جامع، ص ١٠، ج٢: مكتبه امداديه، ملتان)

٤) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و نقل [۱] ایضا عن التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح-ان عبارات فقہیہ وحدیثیہ سے یہ واضح ہے کہ ایسی جگہ میں جمعہ جائز نہیں [۲]-

(۲) اوپر یہ ثابت کیا گیا کہ دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ وہاں ظہر ہی کی نماز فرض ہے [۳] تو دیہات میں رکعات جمعہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جہاں جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہیں اور جمعہ کی نماز فرض ہو ان تمام جگہوں میں نماز جمعہ کی رکعات برابر ہیں وہ بارہ رکعات ہیں چار سنت پہلے درمیان میں دو رکعات نماز جمعہ فرض اور فرض کے بعد چار رکعات سنتیں اور ان کے بعد دو رکعات سنت ہیں [۴]-اس کے علاوہ جو نماز جمعہ کی نیت سے سنت پڑھے گا وہ نفل ہوں گی نماز جمعہ میں دس رکعات سنتوں کے علاوہ سنت نہیں-جن لوگوں نے اس بستی میں نماز جمعہ شروع کیا ہے ان پر جمعہ کا ترک کرنا لازم ہے اور ان پر نماز ظہر کا پڑھنا فرض ہے [۵]-اگر ظہر کی نماز

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵ ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی ردالمحتار: (لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۴) کما فی حلبی کبیر: (والسنة قبل الجمعة أربع وبعدها اربع) ...... (وعند ابی یوسف) السنة بعدالجمعة (ست) رکعات وهو مروی عن علی رضی الله عنه والافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف (کتاب الصلاة، فصل فی النوافل، ص ۳۸۸، ۳۸۹: مکتبه سعیدی کتب خانه کوئٹه) وکذا فی الهدایه: (کتاب الصوم باب الاعتکاف: ص ۲۱۲، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه) وکذا فی البنایه شرح الهدایه: (کتاب الصوم باب الاعتکاف ص ۱۲۸، ج۴: مکتبه دارالکتب العلمیة، بیروت)

۵) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب ...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵ ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

نہ پڑھیں گے تو ان کو فرض نماز کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا[۱]۔ کوئی احتیاط الظہر نہیں بلکہ یا نماز جمعہ ہوگا یا نماز ظہر فرض ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا شہر سے ملحقہ مسجد میں جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہاتی مسجد جو کہ شہر سے ملحقہ ہے جس میں تقریباً بیس پچیس آدمی جمع ہو جائیں۔ کیا اس میں جمعہ جائز ہے یا ناجائز عند الاحناف جبکہ تقریباً دو سو گز کے نزدیک ایک اور جامع مسجد میں جمعہ ہو رہا ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں یہ مذکورہ جگہ اگر چہ فناء شہر میں ہو کر اس میں جمعہ جائز ہو جائے گا[۲]۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ایسی چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس مسجد والے دوسری مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کریں اور ثواب مزید حاصل کریں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما في الصحيح لمسلم: عن أبي سفيان قال: سمعت جابراً رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوة۔ (كتاب الإيمان باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة۔ ص ٦١، ج١: قديمي كتب خانه كراچي) وكذا في سنن النسائي: (كتاب الصلاة۔ باب الحكم في تارك الصلوات۔ ص ٨١، ج١: قديمي كتب خانه كراچي)

۲) كما في الدر المختار: (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر ··· (أوفناؤه)······ (وهو ما) حوله اتصل به) ۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ١٣٧۔١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچي) وكذا في حاشية الطحطاوي: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٥٠٦، مكتبه قديمي كتب خانه، كراچي)۔ وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة۔ فصل في بيان شرائط الجمعة، ص ٢٥٩، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما في صحيح البخاري: سمعت أبا هريرة رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: صلوة الرجل في الجماعة تضعف على صلاته في بيته وفي سوقه خمسة وعشرين ضعفاء، وذلك أنه إذا توضأ فاحسن الوضوء، ثم خرج إلى المسجد لايخرجه إلا الصلوة لم يخط خطوةً إلا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطيئة، فإذاصلى، لم تزل الملائكة تصلي عليه مادام في مصلاه: اللهم صلي عليه، اللهم ارحمه، ولا يزال أحدكم في صلاة ما انتظر الصلوة۔ (كتاب الأذان، باب فضل صلوة الجماعة، ص ٨٩، ٩٠، ج١: قديمي كتب خانه، كراچي)
وكذا في الصحيح لمسلم: (باب فضل صلوة الجماعة، مكتبه قديمي كتب خانه كراچي)

جمعہ کے وعظ کے دوران ذکر وغیرہ کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بوقت جمعہ جب تقریر شروع ہوتی ہے بعض لوگ دوران تقریر میں ورد، درود شریف جاری رکھتے ہیں۔حتی کہ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔تقریر بھی شروع رہتی ہے اور وہ بھی درود پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں۔زید نے ان کو مسئلہ بتلایا کہ دوران تقریر میں تسبیح و درود کا پڑھنا بند کر دیا کرو۔انھوں نے جوابا کہا کہ دوران تقریر میں درود منع نہیں حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرا نام سن لے اور مجھ پر درود نہ پڑھے وہ بڑا بخیل ہے اور دوسری دلیل پیش کی کہ قرآن میں لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ (پارہ چھبیس) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آ گیا۔اب درود پڑھنا کیونکر ناجائز ہوا اور نام محمد ﷺ پر اگر درود نہ پڑھیں گے تو بخیل بن جائیں گے۔لہذا یہ مسئلہ درود پڑھنا دوران تقریر لگاتار تسبیح پر جائز ہے یا نہیں۔بادلائل جواب مرحمت فرمادیں۔

﴿ج﴾

دوران تقریر و وعظ میں اگر مخاطبین کی توجہ تمام واعظ کی تقریر کی طرف قائم رہے تو کوئی حرج نہیں ہے[1] اس امر میں کہ وہ زبان سے درود شریف یا تسبیحات یا اور ذکر کر لیں۔

دریا میں بہہ جانے والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جامع قریہ علو والہ میں بہت عرصہ سے جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھائی جاتی ہیں۔علو والہ بستی ایسی تھی جہاں جمعہ کی شرائط پائی جاتی تھیں۔اس سال خدا تعالیٰ کے فیصلہ سے بستی مذکورہ دریائے سندھ میں برد ہو چکی ہے۔بستی مذکورہ کے قریب تقریباً چار سو کرم کے فاصلہ پر

---

۱) کما فی الدرالمختار مع رد: او ذکر فی المسجد عظة وقرآن، فاستماع العظة أولی (در) وقال ابن عابدینؒ: (قول فاستماع العظة أولی) الظاهر أن هذا خاص بمن لاقدرة له علی فهم الآیات القرآنیة والتدبر فی معانیها الشرعیة والاتعاظ بموا عظها الحکمیة...... بخلاف الجاهل فإنه یفهم من المعلم والواعظ مالا یفهمه من القاری فکان ذلك أنفع له۔ (کتاب الصلاة۔ باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها۔ ص ۶۶۳، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

ایک بستی بنام کچے منیے والا ہے۔کم از کم پندرہ گھر آباد ہیں۔اس بستی کے اردگرد چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں۔اگر ان سب بستیوں کے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے تو مسجد بھر جاتی ہے۔بستی کچے منیے والا مسجد قدیم ہے اور پختہ ہے۔ اشاعت اسلام سوائے جمعہ کے نہیں ہو سکتی۔لوگوں کی اکثر آبادی مائل الی البدعت ہے۔ان کی تبلیغ کا ذریعہ سوائے جمعہ کے نہیں ہو سکتا۔ملووالہ بستی کا خطیب بستی کچے منیے والا میں نماز جمعہ پڑھا رہا ہے۔ان کو کہا گیا ہے کہ اس بستی میں جمعہ ناجائز ہے۔وہ جواب دیتا ہے کہ لوگوں کی آبادی بہت ہے اور تعلیمی حالت لوگوں کی بہت ہی کمزور ہے ۸۰ فیصد آبادی بدعت اور بریلویت کی طرف راغب ہے۔ان کی تعلیم کا بندوبست سوائے جمعہ کے نہیں ہو سکتا۔لہذا مسئلہ مذکورہ پر غور فرما کر جواب سے مشکور فرمائیں۔

مذکورہ بستی میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔جمعہ کے لیے مصر ہونا شرط ہے یا مصر کی طرح ہو۔یعنی قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں۔اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پورے ہوتے ہوں[1]۔نیز سوال میں ذکر کردہ وجوہات سے شرعی حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز ہو جائے[2]۔وعظ اور تعلیمی ضروریات اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہیں کہ خطبہ نہ پڑھا جائے اور ظہر ادا کی جائے اور اس سے پہلے اور بعد میں تقریریں کر دی جائیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرائطِ جمعہ میں "شہر" سے کتنا بڑا شہر مراد ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے جواز کے لیے کتنا بڑا شہر ہو اور اس کی آبادی بلحاظ افراد کتنی ہونی چاہیے اور آبادی بلحاظ گھرانے کتنی ہونی چاہیے مکمل طور پر تحریر فرما دیں۔

---

۱) كما في الدر المختار مع رد: (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: (الأول: (المصر...... الخ۔ وقال ابن عابدينؒ: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸۔۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) تقدم تخريجه في حاشية نمبر ۲

﴿ج﴾

عن علی رضی اللہ عنہ [1] لا جمعۃ و لا تشریق الا فی مصر جامع [2] الخ قال الشامی فی ردالمحتار و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب [3]

ان عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ مصر وقصبات اور بڑے قریہ میں ادا ہوتا ہے جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور وہاں لوگوں کی جملہ ضروریات بھی پوری ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ بھی کہلاتا ہو جس قریہ میں یہ علامات ہوں وہاں جمعہ فرض ہوگا [4] باقی آبادی بلحاظ افراد وگھرانوں کے شرعاً منقول نہیں اور نہ اس کی تحدید ہے البتہ مثل قصبہ کبیرہ کے آبادی ہو جیسا کہ فتاویٰ میں آیا ہے اور قصبہ صغیرہ کے متعلق یہ ہے کہ تین چار ہزار کی آبادی تقریباً ہو [5]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: (کتاب الجمعۃ: من قال لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع، ص ۱۰، ج۲ : مکتبہ امدادیہ، ملتان)

۲) فتح القدیر: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ: ص ۲۲، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی مصنف عبدالرزاق: (کتاب الجمعۃ۔ باب القری الصغار: ص ۷۰ ج۳: مکتبہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت) وکذا فی مصنف لابن أبی شیبۃ: (کتاب الحمعۃ، من قال: لاجمعۃ ولاتشریق إلا فی مصر جامع، ص ٤٦، ج٤: مکتبہ إدارۃ القران، کراچی)

۳) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ۔ ص ١٤٥، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

٤) تقدم تخریجہ فی حاشیۃ نمبر ۳ فی صفحۃ ھذا

٥) کما فی الکوکب الدری: ان شرط المصر فمسلم، لکنھم اختلفوا فی مایتحقق بہ المصریۃ: فقیل: مافیہ أمیر یقیم الحدود......بل المراد بذلک قدرۃ الأمیر علی ذلک، إذلو لم یرد ذلک لما صحت الجمعۃ فی شئی من الأمصار فی وقتناھذا، إذلایجری الحدود أحد۔ وقیل: مافیہ أربعۃ الاف رجال إلی غیر ذلک۔ (أبواب الجمعۃ۔ باب ماجاء فی ترک الجمعۃ من غیر عذر۔ ص ٤١٣۔٤١٤، ج۱: إدارۃ القرآن کراچی، بحوالہ الفتاوی محمودیہ۔

ایک ہزار کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت مسئولہ کہ ایک چک جس کے تقریباً بالغ نابالغ مرد وزن ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں ایک مسجد اور چار پانچ دوکانیں ہیں اور تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک بڑے قصبہ میں پیشتر ازیں جمعہ پڑھا جاتا ہے۔ کیا شرعاً ایسے چکوں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عبارات فقہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہو یا مصر کی طرح قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو ضروری ہے۔ چونکہ قریہ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے ایسا نہیں اس لیے اس میں جمعہ پڑھنا بلاشبہ جائز نہیں۔ **روی البیهقی فی المعرفة و عبدالرزاق[۱]۔ و ابن ابی شیبه[۲] فی مصنفیهما۔ عن علی** رضی اللہ عنہ **انه قال لا جمعة و لا تشريق ولا صلوة الفطر والاضحى الا فی مصر جامع او لمدينة ولا نكان لمدينة النبی قری كثيرة و لم ينقل عنه عليه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فيها انتهى۔ و فی الشامی[۳] عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها اسواق الی قوله و لا يجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فی المضمرات و نقل عن الشامی[۴] ايضًا فی التحفة عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق ولها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم الى قوله و هذا هو الاصح۔ والله تعالى اعلم۔**

---

۱) مصنف عبدالرزاق: (كتاب الجمعة۔ باب القرى الصغار، ص ۷۰، ج۳: مكتبه دار الكتب العلمية، بيروت)

۲) مصنف ابن أبی شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لا جمعة ولا تشريق إلا فی مصر جامع، ص ۱۰، ج۲: مكتبه امداديه، ملتان)

۳) ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

٤) ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

ساٹھ ستر افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک کنویں پر جمعہ کی نماز جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے- جہاں بصد مشکل پندرہ بیس گھر ہوں گے اور آدمیوں کی کل آبادی (بمعہ عورتیں اور بچے) ساٹھ ستر کی ہوگی اور ساتھ ہی دو فرلانگ پر ایک قصبہ ہے جہاں قدیم زمانے سے جمعہ ہو رہا ہے اور عید بھی پڑھی جاتی ہے اور وہاں سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ایک خاصا بڑا شہر ہے اور زید وہاں عید پڑھانے کا ارادہ رکھتا ہے جیسا کہ کنواں پر آبادی کے لحاظ سے دو کانیں ہوتی ہیں ایک آدھ دو کان بھی ہے نیز اس میں مسلمانوں کے اختلاف کا بھی بہت احتمال ہے' اور شاید بہانہ یہ ہو کہ چونکہ قصبہ میں ایک بد مذہب امام جمعہ ہے اس لیے وہاں جمعہ نہ پڑھا جائے اور اس کا انتظام اس کنوئیں پر کیا جائے- اور ہوسکتا ہے کہ فنائے مصر کے قانون کے ماتحت یہاں جمعہ جائز ہونے کا قانون برتا جائے تو کیا ایسے حالات میں اس کنویں پر زید کا جمعہ پڑھانا یا نماز عید پڑھانا جائز ہوگا یا نہ؟ اگر پڑھا بھی ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا اگر بالفرض والتقدیر بقول زید قصبہ والی جامع مسجد کا امام بلحاظ عقیدہ مخالف بھی ہو تو قصبہ میں ہی دوسری جگہ جمعہ کا انتظام کرنا چاہیے- یا قصبہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک کنوئیں پر جو کہ اس موضع میں بھی نہیں جس موضع میں وہ قصبہ ہے اور نہ ہی وہ یونین کونسل ہے- دلائل کے ساتھ جوابات مطلوب ہیں- نیز فنائے مصر کی حدود کہاں تک محدود کی جاسکتی ہیں- بینوا تو جروا-

﴿ج﴾

مذکورہ کنویں پر جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں- **بقول علی** رضی اللہ عنہ **لا جمعة و لا تشريق و لا صلوة فطر و لا اضحى الا فى مصر جامع**[1]- نیز فناء مصر ہونے کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں- اس لیے کہ فناء مصر اسے کہتے ہیں جو کہ شہر کے مصالح کے لیے ہو- جیسے قبرستان یا گھوڑ دوڑ کی جگہ یا تھانہ وغیرہ اور اسے مستقل آبادی نہ سمجھا جائے- درمختار[2] میں ہے- **او فنـاؤه (و هو مـا) حولـه (اتـصـل بـه) اولا كما حرره**

---

۱) البناية شرح الهداية: (كتاب الصلاة- باب صلوة الجمعة، ص ٤٤، ج ٣، مكتبه دار الكتب العلمية، بيروت) وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة- باب صلوة الجمعة، ص ١٥٠، ج ١: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه) - وكذا في مصنف إبن أبي شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع- ص ١٠، ج ٢: مكتبه امداديه، ملتان)

۲) الدر المختار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ١٣٩، ج ٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

ابن کمال وغیرہ (لا جل مصالحه) کدفن الموتی ورکض الخیل -الخ-البتہ قریہ کبیرہ میں فقہاء نے بحکم مصر قرار دے کر وجوب جمعہ وعیدین کافتویٰ دیا ہے- وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (۱)- اور قریہ صغیرہ میں باتفاق فقہاء حنفیہ جمعہ وعیدین صحیح نہیں کما فی الشامی (۲) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة- الخ و فی باب العیدین من الدر المختار و فی القنیة صلاة العید فی القری تکره تحریما ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة- الخ- و فی الشامی (۳) (قوله صلوة العید) و مثله فی الجمعة -الخ اس کنوئیں والوں پر جمعہ فرض ہی نہیں- حتیٰ کہ انتظام وغیرہ واجب ہوا گر وہ پڑھنا چاہیں اور قصبہ بھی قریب ہے تو قصبہ میں جا کر پڑھیں- نیز اگر امام جمعہ پڑھانے والا اس کے خیال میں بدعقیدہ ہے تو اگر مذکورہ قصبہ میں بلا اختلاف وتفرقہ بین المسلمین دوسری مسجد میں انتظام ہو سکے تو انتظام کر کے جمعہ ادا کریں (۴)- اور تفرقہ کی صورت میں نہ ادا کرنا اولیٰ ہے- جبکہ ان پر فرض بھی نہیں اس بستی میں جتنے جمعہ ادا کیے گئے ہیں اس کی جگہ ظہر کی اتنی نمازوں کی قضا لازم ہے (۵)- واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ردالمختار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاة، باب العیدین، ص ۱٦۷، ح۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة- باب العیدین، ص ۱۵۵، ج ۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو، کوئٹه)

وکذا فی شرح الوقایه : (کتاب الصلاة، باب العیدین: ص ۲۰۲، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٤) کما فی الدرالمختار مع رد: (وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة) مطلقاً علی المذهب، وعلیه الفتویٰ (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٤٤-١٤٥، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرائق: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۲٤۹، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی فتح القدیر: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۵) کما فی ردالمحتار: (الاتریٰ ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید ، کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

پانچ سو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

س

گزارش ہے کہ علاقہ خیر پور ناتھن شاہ تحصیل میوانی ضلع بھاولپور میں کوٹ اعظم ایک گاؤں ہے مردم شماری کے اعتبار سے چھوٹے بڑے مرد و عورتیں کل پانچ سو افراد آباد ہیں- آٹھ ایک دوکانیں مختلف اشیاء کی موجود ہیں ان میں دو دوکانیں تو بالمقابل ہیں باقی مختلف گلیوں میں ایک ایک دو دو ہیں- عمومی مدرسہ بھی ہے- جس میں شرح جامی تک تعلیم ہوتی ہے- نو اساتذہ کی نگرانی میں ڈیڑھ سو سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں- ایسے حالات میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ جمعہ یا عیدین کی نماز یہاں جائز ہے یا نہ؟ اگر نا جائز ہے تو نماز ظہر جمعہ پڑھنے سے ساقط ہو جائے گی- نماز جمعہ اور نماز عیدین کے جواز عدم جواز اور ان کی شرائط یکساں ہیں یا کچھ فرق ہے کہ نماز عیدین جائز ہو اور جمعہ نا جائز-

ج

صورت مسئولہ میں جو حالات کوٹ اعظم کے بیان کیے گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ قریہ صغیرہ ہے- یہاں جمعہ جائز نہیں ہے جب جمعہ جائز نہ ہوا تو فرض ظہر ساقط نہ ہوگا ذمہ میں بدستور رہے گا- پچھلی نمازوں کی قضا واجب ہوگی جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عیدین بھی واجب نہیں- دونوں (جمعہ و عیدین) کے وجوب کے لیے شہر ہونا یا قصبہ و قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے[1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذان ثانی کے جواب کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ سے قبل اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں اور اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ- الخ پڑھنا از روئے شریعت مصطفوی جائز ہے کہ نہیں- بینوا توجروا

---

۱) کما فی ردالمحتار: (تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق..... وفیما ذکرنا إشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب..... الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر وکما أن المصر أوفناءہ شرط جواز الجمعۃ، فھو شرط جواز صلاۃ العید- (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ، ص ۱۳۸-۱۳۹، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ- الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ ہے۔اسی طرح دعائے ماثورہ اللهم رب هذه الدعوة التامة[1]۔ الخ۔ و ینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب۔ [2] و اجابة الاذان حینئذ مکروهة (ردالمحتار) و فیه ایضا و ذکر ان الاحوط الانصات۔ فقط والله تعالی اعلم

کیا جمعہ کے فرضوں کے بعد کی تمام سنتیں مؤکدہ ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل میں کہ:

(۱) نماز جمعہ میں دو فرض کے بعد کی چار سنتیں مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ۔ نیز دو سنتیں مؤکدہ ہیں؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) ایک شخص فرض نماز کی جماعت میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب کہ امام دوسری رکعت پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعت ثناء سے شروع کرنی چاہیے یا الحمد شریف سے؟ نیز اگر مقتدی امام کی پہلی رکعت میں اس وقت شامل ہو جبکہ امام قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کو ثناء کب پڑھنی چاہیے۔

﴿ج﴾

(۱) نماز جمعہ میں دو رکعت فرض کے ادا کرنے کے بعد چھ رکعتیں سنتیں ہیں۔حضور اکرم ﷺ سے [۳]

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة، فی المسجد، ص ۳۹۸، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۲) الدرالمختار: (کتاب الصلاة۔ باب الاذان، ص ۳۹۹، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: (کتاب الصلاة ،باب الأذان ، ص ۲۰۲ ، مکتبه قدیمی کتب خانه، کراچی)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الأذان ، ص ۴۵۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی سنن النسائی: عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی احدکم الجمعة فلیصل بعدها اربعاً۔
وایضاً فیه: عن ابن عمر رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لایصلی بعد الجمعة حتی ینصرف فیصلی رکعتین۔ (کتاب الجمعة، عدد الصلوة الصلوة بعد الجمعة فی المسجد ، ص ۲۱۰ ،ج ۱ ، مکتبه قدیمی کتب خانه کراچی)

چار اور دو دونوں یعنی چھ رکعت کا ثبوت ہے- احناف کا مشہور قول چار رکعت کا ہے جو کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں روایتوں کو لیا ہے اور چھ کا قول کیا ہے- اسی میں احتیاط ہے[1]- چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ[2] میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رکعت کا مسنون ہونا کسی سائل کے جواب میں تحریر فرمایا ہے- نیز حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امداد الفتاویٰ جلد اول[3] میں چھ رکعت سنت تحریر فرمایا ہے- لہٰذا چھ رکعت بنیت سنت پڑھی جائیں اور یہ تمام سنتیں مؤکدہ ہیں۔

(۲) مقتدی فوت شدہ رکعت ثناء سے شروع کرے اور پہلی رکعت میں جبکہ امام قرأت شروع کر چکا ہے اور اس وقت کوئی اقتداء کر لیتا ہے تو اس شخص سے ثناء پڑھنا رہ گیا اور قرأت سننا واجب ہے- البتہ بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ جب امام آیت پر وقف کرے تو اس درمیان میں ثناء پوری کرے اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ جب امام رکوع میں چلا جائے تو اس وقت اگر ثناء پڑھ کر رکوع پا سکتا ہے تو پڑھ لے- لیکن بہتر یہ ہے کہ جبکہ امام نے قرأت شروع کر دی تو انہی آیات کو سنے اور غور کرے اور ثناء پڑھنا اس کا رہ گیا یعنی ثناء نہ پڑھے[4]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) کما فی حلبی کبیر: (السنة قبل الجمعة أربع وبعدها أربع)...... (وعند ابی یوسف) السنة بعد الجمعة (ست) رکعات وھو مروی عن علی رضی اللہ عنہ والافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف۔ (کتاب الصلاۃ۔ فصل فی النوافل، ص ۳۸۸-۳۸۹: مکتبہ سعیدی کتب خانہ کوئٹہ)۔ وکذا فی الھدایہ: (کتاب الصوم۔ باب الاعتکاف، ص ۲۱۲، ج۱: مکتبہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)۔ وکذا فی البنایہ شرح الھدایہ: (کتاب الصوم۔ باب الاعتکاف: ص ۱۲۸، ج۴: مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)۔

۲) تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ: (کتاب الصلاۃ۔ سنتوں اور نفلوں کا بیان۔ ص ۳۰۴: ادارۃ الاسلامیات لاھور)

۳) کما فی امدادالفتاوی: کتاب الصلاۃ، باب صلوۃ الجمعۃ والعیدین، ص ۴۵۹، ج۱، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

٤) کما فی خلاصۃ الفتاوی: المسبوق اذا ادرک الامام فی القرأۃ التی یجھر فیھا لایأتی بالثناء فاذا قام الی قضاء ماسبق یأتی بالثناء ویتعوذ للقرأۃ وعند ابی یوسفؒ یتعوذ عندالدخول فی الصلوۃ وعند القرأۃ وھذا استحباب اماکونہ سنۃ فقدمر فی فصل الادب ثم فی الثناء سواء کان قریباً من الامام اولا یسمع وفی صلوۃ الجھر یسکت۔ (کتاب الصلوۃ۔ مایتصل بمسائل الاقتداء مسائل المسبوق، ص ۱۶۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ الباب الخامس، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق ص ۹۱، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاۃ۔ باالإمامۃ۔ مطلب فیمالو أتی بالرکوع أوالسجود...... الخ، ص ۵۹۶، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

سات گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کے اندر چھ سات گھر ہیں اور اس بستی کی مسجد میں پانچوں وقت نہ نماز جماعت سے ہوتی ہے اور نہ ویسے پانچ وقت نماز کی پابندی ہے اور اس بستی کے اردگرد دو چار فرلانگ پر اور بستیاں ہیں اس جگہ جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بالدلائل جواب سے مطلع فرمادیں- جبکہ اس مسجد میں جمعہ کے وقت بیس پچیس آدمی اکٹھے ہوتے ہوں اور یہ بھی فرمادیں کہ آیا عید کی نماز بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں' کیونکہ جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا- قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا جس میں بازار گلی کوچے ہوں' اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پورے ہوتے ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ کہلاتا ہو' ضروری ہے- **لما روى البيهقي في المعرفة و عبدالرزاق** [1] **و ابن ابی** [2] **شيبة في مصنفيهما عن علي رضي الله تعالى عنه انه قال لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او لمدينة و لان كان لمدينة النبي صلى الله عليه وسلم قرى كثيرة و لم ينقل عنه عليه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فيها انتهى روى الشامي** [3] **عن القهستاني و تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق (الى قوله) لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما في المضمرات ونقل الشامي** [4] **ايضا في التحفة عن ابي حنيفة** رحمہ اللہ **انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق ولها رساتيق و فيها و ال يقدر على انصاف المظلوم الى قوله و هذا هو الا صح** اور قہستانی کی مذکورہ بالا عبارت کے بعد یہ منقول ہے- **والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر** [5]-الخ

---

۱) مصنف عبدالرزاق: (كتاب الجمعة، باب القرى الصغار: ص ٧٠، ج٣: مكتبه دارالكتب العلمية، بيروت)

۲) مصنف إبن أبي شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولاتشريق إلا في مصر جامع ص ١٠، ج٢: مكتبه امداديه، ملتان)

۳) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

٤) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٧، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

٥) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

ان مذکورہ عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا یعنی قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ضروری ہے اور صورۃ مسئولہ میں یہ بستی قریہ صغیرہ ہے تو اس جگہ بلاشبہ نماز جمعہ فرض و جائز نہیں۔ کیونکہ نماز جمعہ فرض نہ ہونے کی صورت میں نماز ظہر کی ادا فرض ہے اور ایسی بستی میں نماز جمعہ پڑھنے سے فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہو[1] گا بلکہ ترک فرض نماز عمداً لازم آئے گا اور جمعہ کے بعد احتیاط الظہر پڑھنے سے بھی دو محظور و ممنوع شرع کا ارتکاب ہے۔ ایک نفل نماز کی جماعت علی سبیل التداعی جو کہ مکروہ تحریمی ہے اور دوسرا ترک جماعت صلوٰۃ ظہر باتفاق جو کہ ترک واجب ہے اور یہ دونوں باتیں محظور شرعی اور معصیت ہیں۔ لہٰذا احتیاط الظہر کے مغالط میں بھی نہ پڑیں[2] یہ معلوم ہو کہ نماز عیدین کی صحت و وجوب کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی فرضیت کے لیے ہیں یعنی مصر ہونا اور مصر کی طرح ہونا وغیرہ۔ درالمختار [3] میں ہے **تجب صلوتهما على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) المتقدمة و في القنية صلوة العيد في القرى تكره تحريما اى لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة الى آخره وقال شامي تحت قوله صلوة العيد و مثله الجمعة** - لہٰذا جبکہ اس بستی میں نماز جمعہ صحیح نہیں نماز عیدین بھی جائز و صحیح نہیں اور صاحب قنیہ کی عبارت جو کہ درمختار میں ہے۔ اس نے اور شامی کی اس عبارت نے یہ واضح کر دیا کہ صلوٰۃ الجمعۃ و عیدین دونوں چھوٹی بستیوں میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق ..... وفيما ذكرنا إشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما في المضمرات والظاهر أنه أريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة، ألاترى أن في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچی)
وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸و ۲۴۵، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في حاشية الطحطاوى: وليس الاحتياط في فعلها، لان الاحتياط هوالعمل بأقوى الدليلين وأقواهما إطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الأربع مفسدة اعتقاد الجهلة عدم فرض الجمعة أوتعدد المفروض في وقتها، ولايفتى بالأربع إلاللخواص، ويكون فعلهم اياها في منازلهم، اه (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۵۰۶، قديمی۔
وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۵۰۔۲۵۱، ج: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۴۶، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

۳) الدرالمختار مع رد: (كتاب الصلاة۔ باب العيدين۔ ص ۱۶۷۔۱۶۶، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)۔ وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة باب العيدين، ص ۱۵۵، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة الباب السابع عشر في صلاة العيدين۔ ص ۱۵۰ ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۴) تقدم تخريجه في حاشية نمبر ۳، في صفحة هذا۔

ایسی بستی میں جمعہ کا حکم جس پر مصر کی تعریف صادق نہ آتی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ ایسے موضع میں جس پر مصر کی تعریف صادق نہ آتی ہو اور نہ قصبہ ہو جس میں دو ڈھائی ہزار کی آبادی ہو۔ یعنی محض قریہ (گاؤں) ہو۔ نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور بصورت نہ ہونے کے ایسا کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا یا صغیرہ کا اور ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جس موضع پر مصر کی کوئی تعریف صادق نہ آتی ہو نہ عرف میں اسے شہر یا قصبہ کہا جاتا ہو محض قریہ ہی ہو تو ایسی جگہ جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسے لوگوں کے ذمہ سے ظہر کی نماز جمعہ پڑھنے سے ساقط نہ ہوگی۔ نیز جمعہ پڑھنے میں مزید مندرجہ ذیل قباحتیں بھی ہیں۔ (۱) نماز نفل کی جماعت بالتداعی جو مکروہ ہے (۲) نوافل نہار[۱] میں جہر (۳) غیر لازم کا التزام (۴) ترک جماعت فرض ظہر۔ قال ابن عابدین فی ردالمحتار و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و الظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر[۲]۔ الخ۔

اور امداد الفتاویٰ میں ہے[۳] اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے اور نفل کی جماعت دوم نوافل نہار میں جہر۔ سوم غیر لازم کا التزام۔ چہارم ترک جماعت فرض ظہر۔ پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر شرائط جواز جمعہ سے ہے[۴]۔ شرائط وجوب سے نہیں پس یہ احتمال بھی دفع ہوگیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز تو ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة ـ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة ـ باب الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة ـ باب الجمعة، ص ۲٤٥ـ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) الدر المختار: (ویسر فی غیرها)...... (کمتنقل بالنهار) فإنه یسر ـ (کتاب الصلاة ـ فصل ص ۵۳۳: ایچ ایم سعید کراچی)، ج ۱)

۳) امداد الفتاوی: (کتاب الصلاة ـ باب صلوة الجمعة، والعیدین، ص ٤۵۳، ج۱: مکتبه دار العلوم کراچی)

٤) الدر المختار: (ویشترط لصحتها) سبعة أشیاء: الأول: المصر، (کتاب الصلاة ـ باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة ـ باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة ـ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

اُن سات دیہاتوں کے مرکز میں جمعہ کا حکم جن کی آبادی تین ہزار آٹھ سو ہو

(س)
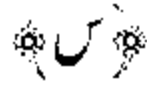
چه می فرمایند علماء دین وھا دین شرع متین در مسئله ذیل

مسئله چه حکم دارد اداء نماز جمعه و عیدین در دهیکه مرکز هفت دهات قرار گرفته یعنی اهالی ایں هفت دهات اتفاق نموده نماز جمعه را در دهیکه دروسط ایں تمام دهات میباشد مدت پنج سال است که ادا می نمایند از هر طرف مردمان باشوق و ذوق در نماز جمعه و عیدین شرکت می نمایند جمعیت ایں دهیکه نماز جمعه دران خوانده میشود تقریبًا هشت صد (۸۰۰) نفر از ذکور واناث میرسد- دریں قریه سه دکان یك مدرسه یك جامع مسجد میباشد و قریه هائیکه مربوط بایں قریه میباشد تعداد نفوس آنها سه (۳۰۰۰) هزار نفر از ذکور واناث میرسند و در عیدین مقدار هشت صدتا هزار نفر شرکت میکند در نماز هائے جمعه ازیں کمتر و دهات اطراف از دهیکه مرکز قرار گرفته مقدار یك میل و بعضی مقدار نصف میل و بعضی ازیں کمتر انفصال دارند- و باید دانست که برائے تبلیغ دین دریں سر زمین بدون از وسیله ساختن جمعه دیگر هیچ راهے نیست یعنی بدیگر طرزے مردمان بدمت نمی آیند و درمدت ایں پنج سال که نماز جمعه دریں جا خوانده شده و تربیت دینداری مردمان ایں سر زمین خیلی کرده مردمان از اصول دین آگاه شدند و بسیارے از رسومات باطله ترك شده اند وعدهٔ زیادی از بے نماز ان نماز خوان شده اند و مردمان ایں سر زمین قبل ازیں وحشی بودند و از راه خداوندی هیچ گونه اطلاع نه داشتند- آیا مردمان ایں دهات میتوانند که نماز جمعه خود را حسب سابق جاری سازند یا ترك کنند آیا اگر نماز جمعه رابدستور سابق ادا نمودند- عندالله مجرم و عاصی قرار میگردند یا مطیع و فرمان بردار باوجودیکه در ترك کردنش خرابیهائے ذیل به پیش بینی میشوند (۱) تبلیغ دین ترك میشود (۲) مردمان از دین اسلام متنفر میشوند (۳) باعث اختلاف و افتراق مابین مردم خواهد شد (٤) ارباب مذاهب باطله که دریں سر زمین اکثریت دارند از دین مقدس اسلام بدبین میشوند و بران طعنه میز نند- آیا بنا بریں ضرورت هائے شدید مانمی توانیم که بر مذهب ائمه ثلثه عمل بکنیم- علماء ایں سر زمین باوجودیکه حنفی المذهب اند الا آں

بالاتفاق فتویٰ داده اند برائے خواندن از جمعه در جائے مذکور مگر شاذ و نادر۔ بینوا توجروا–

بسم الله الرحمن الرحیم– واضح باد که باتفاق جمیع علماء احناف علیهم الرحمة برائے جواز اداء جمعه و عیدین مصر یا قریه کبیره شرط است[1] هیچ کس از متقد مین از احناف دریں اختلاف نه کرده - در صورت مسئوله خود ایں ده قریه صغیره معلوم میشود و دیگر قریه هائیکه بایں مربوط است اگر میان ایں قریة و آنها انفصال بمزارع وغیره است و درفنا ایں قریه هم شمرده نمیشود باهم جمعه جائز نمی شود اگر در نماز بسیار نفر شریك میشوند چراکه برائے جواز نماز جمعه مصر شرط است یعنی آنقدر آبادی مستقل مردمان که آں را مصر یا قریه کبیره گفته شود۔ از سوال مذکور ظاهر میشود که ایں دیهه نه شهر است نه قریه کبیره نزد ائمه احناف دریں نماز جمعه ادا نمیشود بلکه بریں مردمان نماز ظهر فرض است از دو رکعت خواندن آں فرض ساقط نمے شود– واز ادائے دو رکعت بجماعت ادائے نماز نفل بتداعی لازم میشود و آں مکروه[2] است و آں مصالح ادائے جمعه که در سوال ذکر کرده دلیل جواز جمعه نمیتوان شد چرا که تبلیغ دیں موقوف برائے جمعه نیست و نه عدم جواز جمعه در قری

---

١) كما فى ردالمحتار: تقع فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... وكما أن المصر أوفناء ه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز صلاة العيد۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٨۔١٣٩، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔

وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فى صلوة الجمعة: ص ١٤٥، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٢) كما فى ردالمحتار: والظاهر أنه أريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة، الاترى أن فى الجواهر لوصلوا فى القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فى صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٢٤٥، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

سبب تنفر از اسلام و اختلاف مسلمانان و بد بینی ارباب مذاهب باطله می شود- این تنفر و غیره را سبب آن مردمان شده اند که در دیهه خورد جمعه جاری کرده اند- نیز این مصالح در ضرورت شدیده داخل نیستند که سبب جواز عمل بر مذهب غیر میشود- و عمومًا بلا ضرورت بر مذهب غیر آنوقت عمل کردن جائز باشد که ارتکاب مکروه در مذهب مایان لازم نشود و اینجا لزوم او ظاهر (۱) است- لهذا اگر درین صورت اگر از حکومت اجازت خواندن جمعه دراین دیهه حاصل کرده شود- پس بالاتفاق جمعه جائز خواهد شد شنیده ایم که در مملکت ایران اجازت خواندن جمعه حاصل کردن میتواند ورنه درین حالات بدون اذن حکومت جواز جمعه گر نمی دانیم مندرجه شواهد صدق است قال في الدرالمختار و ظاهر المذهب انه (المصر) كل موضع له امير و قاض يقدر على اقامة الحدود كما حررنا فيما علقنا على الملتقى و في القهستاني اذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق اذن بالجمعة اتفاقًا على ماقاله السرخسي و اذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه فليحفظ-

و قال الشامي تحته و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما في المضمرات و الظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر و هذا اذا لم يتصل به حكم فان في فتاوى الدينارى اذا بنى مسجد في الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقًا على ما قال السرخسي فافهم(۲) ---

و قال الشامي تحت قول صاحب الدر (۳) و رجح في البحر اعتبار

---

۱) كما في مقدمة إعلاء السنن: قال صاحب جامع الفتاوى من الحنفية: يجوز للحنفى أن ينتقل إلى مذهب الشافعي وبالعكس لكن بالكلية، أما في مسئلة واحدة فلايمكن- (ذكر الشروط الثلاثة بجواز الانتقال- ص ۲۲۷، ج۲: إدارة القرآن، كراچى)

۲) كما في الدرالمختار مع رد: (كتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸-۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

۳) كما في الدرالمختار مع رد: (كتاب الصلاة- باب الجمعة- مطلب في شروط وجوب الجمعة- ص ۱۵۳، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

عودہ بلا کلفۃ (قولہ و رجح فی البحر – الخ) ھو ما استحسنہ فی البدائع و صحح فی مواھب الرحمٰن قول ابی یوسف بوجوبھا علی من کان داخل حد الاقامۃ ای الذی من فارقہ یصیر مسافرا و اذا وصل الیہ یصیر مقیما و عللہ فی شرحہ المسمی بالبرھان بان وجوبھا مختص باھل المصر والخارج عن ھذا الحد لیس اھلہ الخ قلت و ھو ظاھر المتون و فی المعراج انہ اصح ما قیل و فی الخانیۃ المقیم فی موضع من اطراف المصران کان بینہ و بین عمران المصر فرجۃ من مزارع لا جمعۃ علیہ و ان بلغہ النداء و تقدیر البعد بغلوۃ او میل لیس بشئی ھکذا رواہ ابو جعفر عن الامامین و ھو اختیار الحلوانی و فی التتار خانیۃ ثم ظاھر روایۃ اصحابنا لا تجب الاعلی من یسکن المصرا و ما یتصل بہ فلا تجب علی اھل السواد و لو قریباً و ھذا اصح ما قیل فیہ و بہ جزم فی التجنیس – الخ– و مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمۃ در جواب اینچنین سوال نوشتہ است امداد الفتاوی میفرماید [1]– ان روایات سے معلوم ہوا کہ دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا اس وقت جائز ہے جب اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے اور یا بر موقع ضرورت جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جمعہ میں نہ تو کوئی ضرورت ہے اور جو مصلحتیں لکھی ہیں یہ حد ضرورت کو نہیں پہنچیں کیونکہ ضرورت کی حقیقت یہ ہے کہ بدون اس کے کوئی ضرر لاحق ہونے لگے اور ضرر سے مراد حرج اور تنگی اور مشقت ہے سو یہ امور متحقق نہیں– اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے– (۱) اول نفل کی جماعت (۲) دوم نوافل نہار [2] میں جہر (۳) سوم غیر لازم کا التزام (۴) چہارم ترک جماعت فرض ظہر [3] (۵) پنجم اگر کوئی

---

۱) کما فی امداد الفتاوی: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلوۃ الجمعۃ والعیدین ص ٤٦٤، ج۱: مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

۲) کما فی الدرالمختار: (ویسر فی غیرھا)...... (کمتنفل بالنھار) فإنہ یسر۔ (کتاب الصلاۃ۔ فصل، ص ٥٣٣، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۳) کما فی ردالمحتار: والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ، الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ١٣٨، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ۔ باب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ١٤٥، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ٢٤٨، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے[1]-الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چالیس گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کے گھروں کی تعداد تقریباً چالیس ہے اور اس کے اردگرد بہت سی بستیاں ہیں اور ان کے اندر ایسی دوکانیں ہیں کہ جن سے ضروریات مہیا ہو سکتی ہیں اور اس میں ایسی مشینیں ہیں جس سے آٹا وغیرہ اور چاول وغیرہ کی صفائی بھی کی جاتی ہے اور اس میں کئی سالوں سے جمعہ کی نماز شروع تھی اور اس کے اردگرد کے لوگ شریک ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے- اب ایک مولوی صاحب نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے جزئیہ پیش کر کے جمعہ کو بند کرا دیا ہے اور مکروہ تحریمی کا قول کیا ہے- آیا شرع شریف میں اس جمعہ کو بند کرنا مناسب ہے یا کہ نہیں- جیسا کہ پہلے جاری تھا- ویسے جاری کیا جائے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کے جواز کے لیے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ کا ہونا ہے اور اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں- مدار سب تعریفوں کا تقریباً یہی ہے کہ عرف میں لوگ اسے شہر کہتے ہوں اور مطلق شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی ذکر کیا جاتا ہو اور ظاہر ہے کہ چالیس گھروں پر مشتمل بستی کو عموماً شہر نہیں کہا جاتا اور نہ اس پر شہر کی کوئی تعریف صادق آتی ہے- لہٰذا ایسی بستی میں جمعہ کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ جب جمعہ کا ادا کرنا صحیح نہ ہوا تو وہ دو رکعتیں نفل ہوں گی اور نفل کو تداعی کے ساتھ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے نیز ظہر کی نماز بھی ان کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی- لہٰذا جب مولوی صاحب نے بند کرا دیا ہے اور بند ہوگیا ہے تو اچھا کیا ہے- اب دوبارہ جاری کرا کر فتنہ فساد برپا نہ کیا جائے- قال فی العالمگیریة[2] (و لا دائها

---

۱) کما فی الصحیح لمسلم: عن أبی سفیان قال: سمعت جابراً رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول: سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول: "إن بین الرجل وبین الشرك والكفر ترك الصلوة۔ (کتاب الإیمان باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلاة۔ ص ٦١، ج١: قدیمی کتب خانه، کراچی)
وکذا فی سنن النسائی، (کتاب الصلاة۔ باب الحکم فی تارك الصلوات، ص ٨١، ج١: قدیمی کتب خانه کراچی)

۲) العالمگیریة: (کتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

شرائط فی غیر المصلی) منها المصر هکذا فی الکافی والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام و بلغت ابنیته ابنیة منی هکذا فی الظهیریة و فتاوی قاضیخان و فی الخلاصة و علیه الاعتماد کذا فی التتار خانیة و معنی اقامة الحدود القدرة علیها هکذا فی الغیاثیة---فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس گھروں کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک قصبہ ہے جس کی آبادی تقریباً بیس گھروں کی ہوگی اور اس کے گردونواح میں تقریباً دس دس میل کوئی شہر نہیں- کیا اس جگہ احناف کے مطابق نماز جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا-

(۲) یہ کہ امام یا خطیب مسجد ہو اور نہ تو فرائض صلوۃ اور واجبات صلوۃ سے واقف ہو اس کا ذریعہ معاش گداگری ہو- کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی آدمی نے پڑھ بھی لی ہو تو پھر اس کا اعادہ واجب ہے یا نہیں ہے؟

﴿ج﴾

(۱) بیس گھروں پر مشتمل آبادی والی بستی میں جمعہ کی نماز عندالاحناف جائز نہیں ہے- کیونکہ عندالاحناف جمعہ کے جواز و وجوب کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور ظاہر ہے کہ یہ شرط یہاں مفقود ہے شہر (مصر) کی فقہاء نے متعدد تعریفیں کی ہیں- غالباً ان تمام کا مرجع یہی ہے کہ جسے عرف میں شہر کہا جائے- بلکہ ایسے لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنی فرض ہے اور یہ دو رکعت جو وہ ادا کرتے ہیں بنیت جمعہ یہ نفل ہے اور مکروہ ہے- فی الدر المختار [1] (و لا یصلی الوتر) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) ای یکرہ ذالک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر و فی الشامی [2] و فیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها

---

۱) الدرالمختار: (کتاب الصلاۃ- باب الوتر والنوافل، ص ٤٨-٤٩، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة، ص ١٣٨، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ- باب السادس عشر فی صلوۃ الجمعة، ص ١٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعة، ص ٢٤٥ و ٢٤٨، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر – والله تعالی اعلم

(۲) ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ جواز امامت کے لیے عالم ہونا شرط نہیں ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے صلو اخلف کل بر وفاجر [۱] او کما قال - اگر اس امام کا یہ ذریعہ معاش یہاں تک ہے کہ اپنے مقتدیوں سے امامت کی اجرت یا صلہ وصول کرتا ہے اور اگر گداگری اس کا پیشہ بن گیا ہے تب تو یہ مرتکب حرام ہے اور اس سے فاسق بنتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے [۲]- ہاں اعادہ پھر بھی واجب نہیں ہے- کیونکہ یہ کراہت صلوٰۃ میں نہیں ہے- ویسے امامت کے لیے اولیٰ عالم باا حکام ہے- هکذا فی فتاوی دار العلوم [۳]، فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ کے خطبہ میں آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اگر خطبہ جمعہ وعیدین میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ وآثار صحابہ وغیرہ عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ اردو پنجابی یا کسی اور زبان میں کر کے اگر عوام کو سنا دیا جائے غرض تبلیغ احکام ہو یا رمضان المبارک میں فضائل رمضان ہو تو یہ شریعت محمدیہ کی رو سے جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو پھر جمعہ کے دن عوام کو کس ذریعہ سے ہر ماہ کے احکام مخصوصہ سمجھائے جائیں جبکہ دیہاتوں میں لوگوں کو کسی دن اپنی حرفت سے فراغت نہ ہو- تو براہ کرم اگر کوئی طریقہ مسنون ہو تو بیان فرمائیں اور نفی کی صورت میں دلائل عقلیہ ونقلیہ سے روشناس فرمائیں، اگر کوئی حدیث اس میں مستدل ہو وہ بھی تحریر فرما دیں-

---

۱) کما فی شرح الفقه الاکبر: (الکبیرة لاتخرج المؤمن عن الإیمان ۔ ص ۲۲۷۲: مکتبه دار البشائر الاسلامیة، بیروت)

۲) کما فی الدر المختار مع رد: ویکره إمامة عبدوأعرابی و فاسق وأعمی۔ درالمختار۔ وقال ابن عابدین (قوله: وفاسق) من الفسق: (وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی واکل الربا ونحوذلك۔ (کتاب الصلوة۔ باب الإمامة، ص ۵٦٠، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: (کتاب الصلاة۔ فصل فی بیان الأحق بالإمامة۔ ۳۰۲۔۳۰۳: قدیمی کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الإمامة۔ ص ٦١٠۔٦١١، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) فتاوی دار العلوم دیوبند: مفتی محمد شفیع: (کتاب الصلوة۔ فصل فی الامامة الجماعة وتسویة الصفوف۔ ص ۳۱۹، ج۳: دار الاشاعت، کراچی)

(۲) بعد اذان دعاء وسیلہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا کیا حکم ہے خاص کر خطبہ والی اذان کے بعد کیونکہ یہ رواج عام جگہ پر پایا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت بھی حضور ﷺ کے فعل وقول وتقریر سے فرما کر ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) خطبہ جمعہ وعیدین اگر عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں پڑھا جائے یا عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ اردو پنجابی وغیرہ کسی زبان میں اثناء خطبہ میں لوگوں کو سنایا جائے یا کچھ حصہ عربی میں پڑھا جائے اور کچھ حصہ کسی دوسری زبان میں یہ سب سنت متوارثہ مؤکدہ کے خلاف ہے[۱]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام سلف صالحین نے صرف عربی میں خطبہ دیا ہے باوجود اس کے کہ دور صحابہ میں اور اس کے بعد کئی دفعہ ایسا مسئلہ درپیش ہوا کہ سامعین غیر عرب تھے اور خطیب فارسی وغیرہ زبان جانا کرتا تھا اور تفہیم کی ضرورت بھی تھی تب بھی غیر عربی میں خطبہ دینے کا ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ سنت متوارثہ مؤکدہ ہے۔ اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے[۲]۔ گو خطبہ ادا ہو جائے گا اس مسئلہ کی تفصیل اگر مطلوب ہے تو امداد الفتاویٰ مصنفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی[۳] کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۲) جمعہ کے دن خطبہ والی اذان کا جواب بھی نہیں دینا چاہیے اور اذان خطبہ کے بعد دعاء وسیلہ اور اس کے لیے ہاتھ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ **فی الحدیث اذا خرج[۴] الامام فلا صلوة ولا کلام او کما قال و فی الدر المختار[۵] و ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب و ھکذا** فی فتاوی دار العلوم[۶] عزیز الفتاویٰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) کما فی عمدة الرعایة علی ھامش شرح الوقایة: فانه لاشك فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۰۰، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی مجموعة رسائل اللکنوی: (رسالة اکحام النفائس: ص ۴۷، ج۴: مکتبه إدارة القرآن کراچی)۔ وکذا فی مصفی شرح مؤطا: (باب التشدید علی من ترك الجمعة من غیر عذر، ص ۱۵۴: کتب خانه رحیمیه سنهری مسجد دهلی، بحواله محمودیه، ص ۴۳۸)
۲) تقدم تخریجه فی حاشیة نمبر ۱ فی صفحة هذا۔
۳) امدادالفتاوی: (کتاب الصلوٰة ۔ باب الجمعة والعیدین: ص ۴۴۱۔۴۴۲، ج۲: مکتبه دار العلوم، کراچی)
۴) الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۴، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)
۵) الدر المختار: (کتاب الصلاة۔ باب الأذان، ص ۳۹۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الأذان ص ۴۵۲، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الحاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: (کتاب الصلاة ۔ باب الأذان ص ۲۰۲، قدیمی کتب خانه کراچی)
۶) فتاوی دارالعلوم دیوبند عزیز الفتاوی (کتاب الصلوة باب الثانی فی الاذان، ص ۹۱، ج۲: مکتبه امدادیه ملتان)

کیا عورت جمعہ کی امامت کرا سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) عورت جمعہ کی امامت کر سکتی ہے یا نہ؟ بذریعہ دلائل قرآن وحدیث ثبوت پیش کیا جائے۔

(۲) گیارھویں کرنی جائز ہے یا نہ بذریعہ دلائل ثبوت پیش کریں نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

(۱) عورت اگر امامت کرے تو اس کے پیچھے مردوں کی اقتداء صحیح نہیں ہے[۱] اور عورتوں کی اقتداء صحیح ہے۔لیکن صف کے بیچ میں کھڑی ہو مگر عورت کی امامت مکروہ ہے خواہ جمعہ میں ہو یا غیر جمعہ میں قال فی البدائع[۲]

و كذا المرأة تصلح للامامة في الجمعة حتى لو امت النساء جاز و ينبغي ان تقوم و سطهن لما روى عن عائشة رضى الله عنها انها امت نسوة في صلوة العصر و قامت و سطهن و امت ام سلمة نساء و قامت و سطهن و لان مبنى حالهن على الستر و هذا استر لها الا ان جماعتهن مكروهة عندنا۔الخ

(۲) ایصال ثواب جائز ہے مگر گیارہویں وغیرہ کا تعین یا طعام کا تعین ناجائز اور بدعت ہے، اگر فاعل اس تعین کو ضروری نہ مانے اور تبدیل یوم وطعام کیا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔ **قال في البحر الرائق**[۳] **لان**

---

۱) كما في الهدايه: ولا يجوز للرجال ان يقتد وابامرأة۔ (كتاب الصلاة۔ باب الامامة: ص ۱۱۱، ج۱: بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)

وكذا في الهندية: (كتاب الصلاة۔ الباب الخامس في الامامة: الفصل الثالث۔ ص ۸۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في الدرالمختار: (كتاب الصلاة۔ باب الإمامة، ص ۵۷٦، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

۲) البدائع الصنائع: (كتاب الصلاة۔ فصل في بيان من لصلح للامامة في الجملة، ص ۱۵۷، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في الدرالمختار: (كتاب الصلاة۔ باب الإمامة، ص ۵٦۵۔۵٦٦، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب الخامس في الامامة۔ الفصل الثالث، ص ۸۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة العيدين: ص ۲۷۹، ج۲: مكتبره رشيديه كوئٹه)

وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب العيدين۔ ص ۱۷۰، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

ذکر اللہ اذا قصدبہ التخصیص بوقت دون وقت او شی ء دون شی ء لم یکن مشروعاً ما لم یرد الشرع بہ– انتھی– ھکذا فی الفتاویٰ رشیدیہ [۱]– و فتاویٰ دارالعلوم، امداد المفتیین [۲]– فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوسو گھروں پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارا گاؤں تقریباً دوسو گھروں پر مشتمل ہے- آبادی تقریباً ۲۳ سو کے قریب ہے گاؤں میں مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کا ایک دفتر، ایک ہائی سکول، ایک گرلز مڈل سکول اور ایک انٹرمیڈیٹ کالج بھی زیر تعمیر ہے اور فی الحال کالج کی پڑھائی شروع ہے گاؤں میں کل بارہ دوکانیں ہیں ساتھ ساتھ لوہار، ترکھان اور فرنیچر بنانے والے کی دوکانیں بھی ہیں- آبنوسی کی ایک سکیم بھی زیر تعمیر ہے- جن سے قریب کے چند گاؤں کو پانی ملے گا- گاؤں میں آٹا پیسنے کی دو مشینیں لکڑی چیرنے کا آرا اور تیل نکالنے کی مشین بھی ہے، ایک سرکاری ڈاکٹر بھی ہے-لیکن اس کے پاس سرکاری دوائی کا کوئی خاص انتظام نہیں- گاؤں میں ایک اعلیٰ خاندان والے آدمی کے پاس ضرورت کے مطابق دوائی ملتی ہے-

کپڑے کی دوکان اور ساتھ ساتھ غلہ کی خرید وفروخت کی دوتین دوکانیں بھی ہیں، ایسی خرید وفروخت پر منڈی کا اطلاق ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ ایک یونائیٹڈ بینک بھی ہے- اس گاؤں میں نہ مسافر خانہ اور نہ کوئی اور خاص انتظام ہے- دن کے وقت آمدورفت بآسانی ہوسکتی ہے- اس گاؤں کے قریب تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر دو چھوٹی بستیاں ہیں- جن کے درمیان آبادی اور کاشت شدہ کھیت بھی ہیں- کیا یہ شرعاً اس گاؤں میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں- اس گاؤں کے بالغ مرد اگر سب سے بڑی مسجد میں جمع کردیے جائیں تو مالا یسع کی قید عائد نہیں ہوتی اور اسواق کا اطلاق کتنی دوکانوں پر عائد ہوتا ہے- تفصیل سے جواز یا عدم جواز صلوٰۃ جمعہ ثابت کر کے مشکور فرمائیں-

---

۱) تألیفات رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ (کتاب البدعۃ ص ۱۴۷، ج۱: مکتبہ إدارۃ اسلامیات، لاھور)

۲) فتاوی دارالعلوم دیوبند: (کتاب البدعۃ ص ۱۰۸ و ۱۰۵، ج۱: مکتبہ دارالاشاعت، کراچی)

﴿ج﴾

ایسے گاؤں میں موافق مذہب حنفیہ نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں[۱] ہے- کما فی الشامیة[۲] و فیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض الخ- و قال قبیله و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الخ- اور اکبر مساجد کی عدم وسعت کی تعریف منقوض و ضعیف ہے- کما قال فی شرح المنیة[۳] فکل تفسیر لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختاره جماعة من المتاخرین کصاحب المختار والوقایه و غیرهما و هو ما لو اجتمع اهله فی اکبر مساجده لا یسعهم فانه منقوض بها اذ مسجد کل منهما یسع اهله وزیادة الی ان قال: فلا یعتبر هذا التعریف- فقط واللہ تعالی اعلم- فتاوی دار العلوم[۴]-

پچاس گھروں کی آبادی کی مسجد میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں کافی سالوں سے جمعہ کی نماز جاری ہے اور درمیان میں کچھ عرصہ بند ہو گیا تھا اور دوبارہ جاری ہو گیا ہے اور تقریباً کل گھر چالیس یا پچاس ہیں اور بستی میں ہمیشہ کے لیے ساٹھ یا ستر آدمی موجود رہتے ہیں اور اس بستی میں تین دوکانیں بھی ہیں جن سے بستی والوں کی ہر ضرورت پوری ہو سکتی ہیں- سوائے سبزی کے اور تین درزیوں کی دوکانیں بھی ہیں اور ہمیشہ کے لیے چلتی ہیں اور حجام اور تر کھان بھی موجود ہے اور اس بستی سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر دو آٹے کی مشینیں ہیں اور ایک

---

۱) کما فی الدر المختار مع رد: وفی القنیة: صلاة العید فی القری تکره تحریما...... الخ- قال ابن عابدین فی رد: (قوله صلاة العید) ومثله الجمعة- (کتاب الصلاة، باب العیدین- ص ۱۶۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة- باب العیدین، ص ۱۵۵، ج۱: مکتبه بلوچستان بک ڈپو کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة العیدین، ص ۲۷۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) حلبی کبیر: (فصل فی صلوة الجمعة، ص ۵۵۰، ج۱: سعیدی کتب خانه کوئٹه)

٤) فتاوی دار العلوم دیوبند: (الباب الخامس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۳۳، ج۵: مکتبه حقانیه، ملتان، مرتب محمد ظفیر الدین)

فرلانگ کے فاصلہ پر ایک مڈل سکول بھی ہے اور ایک فرلانگ کے فاصلہ پر تالاب ہے۔ جس میں بر وقت پانی موجود ہوتا ہے اور اس بستی کے آس پاس بہت سی بستیاں بھی ہیں اور پہلے یہ نماز ساری بستیوں والوں کے مشورہ سے جاری ہوئی تھی لیکن اب انھوں نے چھوڑ دیا اب اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ناجائز ہے اور لوگوں کا شوق بھی یہی ہے کہ پڑھی جائے اور اس میں وعظ بھی کیا جاتا ہے۔ بینوا توجروا۔

ج

صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی کے اندر جمعہ کی نماز ادا نہیں ہو سکتی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں جمعہ کی نماز اس بستی میں ناجائز ہے۔ لا جمعۃ و لا تشریق الا فی مصر جامع (الحدیث)[1] کذا فی جمیع کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم حنفی المذہب ہوتے ہوئے صغیرہ گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہ؟ اگر ادا کر لیں تو ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی یا نہ۔

---

۱) مصنف ابن أبي شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع۔ ص ۱۰، ج۲: مكتبه امداديه، ملتان)

وكذا في مصنف عبدالرزاق: (كتاب الجمعة۔ باب القدس الصفات۔ ص ۷۰، ج۳: مكتبه دار الكتب العلمية، بيروت)

وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

وكذا في الدر المختار مع رد: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸۔ ۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في الهندية: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر في صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

تفصیل یہ ہے کہ ایک جگہ کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں- ہر گاؤں میں زیادہ سے زیدہ ۷۰ گھر ہیں- بعض گاؤں تو ۲۰، ۳۰ گھروں پر مشتمل ہیں اوران گاؤں میں آپس میں فاصلہ تقریباً ایک میل یا بعض کا دو تین میل ہے- بعض کا اس سے کم باوجود اس تفاوت کے ہم نے کل گھروں کا اندازہ لگایا ہے تو ۴۰۰ گھر بنتے ہیں- لوگ اب زمیندار ہیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں- وقت پر آنا دشوار ہے- وہاں پر جو امام صاحب جمعہ پڑھاتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لوگوں میں بے دینی زیادہ ہے اور لوگ دین سے بے بہرہ ہیں- لہٰذا ان کو ہم اکٹھا کرتے ہیں تاکہ کچھ دین کی باتیں سنیں اوران پر عمل کریں نمازی بن جائیں ان کے دلوں میں کچھ خدا کا خوف پیدا ہو سکے- اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں جس سے ہم ایسا کر سکیں اور اس علاقہ میں بعض گاؤں کا حوالہ دیتے ہیں کہ فلاں گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے آیا اس میں نہ ہو یہ تو اس کی نسبت بڑا ہے- کیا ان کی یہ دلیل وزن رکھتی ہے یا نہیں اور نہ پڑھنے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم حنفی المسلک ہیں اور احناف کے مسلک کے مطابق یہاں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں- مصالح کی کوئی حقیقت نہیں- اقامت جمعہ مصالح پر مبنی نہیں اور پڑھنے والے نہ پڑھنے والوں پر تشنیع کرتے ہیں حتیٰ کہ کافر تک کہہ جاتے ہیں یعنی منکر جمعہ کافر ہیں- اب شرعاً ایسا کہنا گناہ تو نہیں حنفی مذہب سے جواب دیں-

ج

چھوٹے قریہ میں اقامت جمعہ درست نہیں اور صورت مسئولہ میں اگر تمام گاؤں کے گھروں کو جمع کیا جائے تو بھی چار صد گھر ہیں- اگر یہ گھر تمام یکجا بھی ہوتے تب بھی اس میں جمعہ کی نماز جائز نہیں تھی- خصوصاً جبکہ ان میں کچھ گھر فاصلے فاصلے پر ہیں- حاصل یہ ہے کہ اس گاؤں میں اقامت جمعہ درست نہیں- ظہر کی نماز پڑھتے رہیں- جمعہ کی نماز پڑھنے سے ظہر کی نماز ادا نہیں ہوتی[1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۲۹-۳-۹۲ھ

---

۱) کما فی ردالمحتار: (لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

عام دیہاتوں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾
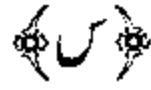
کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) موجودوقت میں عام دیہات پاکستان میں احناف کے نزدیک جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) جو لوگ چھوٹے دیہاتوں میں جمعہ باقاعدگی سے پڑھتے ہیں۔ بعض احتیاطی اور بعض غیر احتیاطی پڑھتے ہیں۔ ان میں حق بجانب از روئے فقہ حنفی کون ہے اور احتیاطی پڑھنے کا طریقہ کیا ہے۔

(۳) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال وغیرہ جن کی رو سے دیہات یا قصبہ میں جمعہ واجب یا ناجائز ثابت ہے مفصل تحریر فرمادیں۔

(۴) وہ حافظ قرآن جس کی عمر ۱۴ سال ہے بغل کے بال اتر چکے ہیں کی اقتداء فرض یا نفلی نماز میں جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور نہ دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنی فرض ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی صحت کے شرائط میں ایک شرط احناف کے نزدیک مصر (شہر) ہے۔ دیہات میں جمعہ ان کے نزدیک ہرگز جائز نہیں ہے [1]۔

(۲) دونوں غلطی پر ہیں احتیاطی نہ پڑھنے والے بڑی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ان کے ذمہ ظہر کی نماز ابھی تک باقی ہے۔ دیہات میں جمعہ کی دو رکعتیں ادا کرنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہو جاتی اور جو لوگ احتیاطی پڑھتے ہیں وہ کم غلطی پر ہیں کیونکہ احتیاطی پڑھنے سے ان کی نماز ظہر ادا ہو جائے گی۔ اگرچہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ سرے سے جمعہ کی نماز دیہات میں ادا ہی نہ کی جائے۔ کیونکہ فرض نہ ہونے کی صورت میں یہ دو رکعتیں نفل ہوں گی اور نفل کو تداعی کی صورت میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔ نیز ظہر کی نماز کی جماعت بھی اس سے رہ جاتی ہے [2]۔ وغیرہ وغیرہ۔

---

۱) تقدم تخریجه فی حاشیة نمبر ۱ فی صفحة هذا

۲) كما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب كما فی المضمرات والظاهر أنه أرید به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة: ألاترى أن فی الجواهر لوصلوا فی القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة ۔ ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ایچ ایم سعید كراچی) وكذا فی الهندیه: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

(۳) قال فی الھدایة [۱] لا تصح الجمعة الی فی مصر جامع اوفی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق ولا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و ھذا عن ابی یوسف رحمہ اللہ و عنه انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدھم لم یسعھم والاول اختیار الکرخی و ھو الظاھر والثانی اختیار الثلجی -الخ-

(۴) اگراس کی عمر بحساب قمری پندرہ سال بنتی ہے [۲] تو یہ شرعاً قول مفتی بہ کے مطابق بالغ شمار ہوگا اور اس کی اقتداء فرض ونفل دونوں میں جائز ہے-اور اگر اس کی عمر پندرہ سال سے کم ہوتو اگر علامات بلوغ میں سے کوئی علامت مثلاً احتلام، انزال وغیرہ اس میں پائی گئی ہوتو شرعاً یہ بالغ ہے [۳] اوراس کی امامت درست ہے اور اگر کوئی علامت نہ پائی گئی ہوتو شرعاً یہ بالغ شمار نہ ہوگا اوراس کی اقتداء فرضی اور نفلی دونوں میں نماز جائز نہ ہوگی جب تک کہ اس کی عمر پندرہ سال مکمل نہ ہو جائے یا کوئی علامت علامات بلوغ میں سے اس کے اندر پائی نہ جائے بغل کے بال اُتر آنا علامات بلوغ میں شرعاً نہیں ہے [۴]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الھدایة: (کتاب الصلاة- باب الصلاة الجمعة، ص ۱۵۰-۱۵۱، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو، کوئٹه)

۲) کما فی الھندیه: والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریة اذا انتھیا الیه خمس عشرة سنة- (کتاب الحجر الباب الثانی فی الحجر للفساد- الفصل الثانی فی معرفة حدالبلوغ، ص ۶۱، ج۵: مکتبه رشیدیه کوئٹه)-

وکذا فی الدر المختار: (کتاب الحجر- فصل بلوغ الغلام بالاحتلام الخ- ص ۱۵۳، ج۶: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) کما فی الھندیه: بلوغ الغلام بالاحتلام أوالاحبال أوالانزال- (کتاب الحجر- باب الثانی فصل الثانی فی معرفة حد ابلوغ- ص ۶۱، ج۵: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الحجر- فصل بلوغ الغلام بالاحتلام- الخ ، ص ۱۵۲، ج۶: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۴) کما فی الحلبی الکبیر: ولا یصح اقتداء البالغ غیر البالغ فی الفرض وغیره وھو الصحیح لأن صلاة البالغ أقوی للزومھا- (کتاب الصلاة- الأولی بالإمامة، ومن لایصح الاقتداء به ۵۱۶، سعیدی کتب خانه کوئٹه)

وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة- باب الإمامة، ص ۵۷۷-۵۷۸، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب الإمامة- ص ۶۲۸، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

پانچ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً چار یا پانچ سو سے کم نہیں اور اس گاؤں میں طویل عرصہ سے نماز جمعہ وعیدین پڑھی جارہی ہیں اور درمیان میں چھ چھ ماہ تک یہ نماز جمعہ وعیدین چھوٹ بھی جاتی ہیں یعنی یہ کہ نہیں پڑھائی جاتیں اور خصوصاً گندم کی کٹائی کے موقع پر تو ہر سال جتنے دن گندم کی کٹائی کے ہوتے ہیں نماز جمعہ کی چھٹی رہتی ہے اور جب پڑھتے ہیں تو اکثر مقتدیوں کی تعداد تین سے بڑھ کر نہیں ہوتی ہاں نماز عیدین میں کچھ تعداد ہو جاتی ہے یہ بھی ہے کہ اس گاؤں کے لوگوں سے کہا جائے کہ یہاں نماز جمعہ نہیں ہوتی تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ کتنی مدت ہوگئی ہے ہم پڑھتے ہیں- آج تم کیسے منع کرتے ہو۔ یعنی کہ خطرہ جھگڑا کا بھی ہے اگر جمعہ کی نماز رکوادی جائے۔ ازراہِ کرم اس مسئلے کا صحیح اور احسن حل فرما کر ہماری رہنمائی فرمادیں-

﴿ج﴾

شامی میں ہے کہ جمعہ شہر اور قصبہ یعنی بڑے قریہ میں جس کی آبادی تین چار ہزار ہو اور اس میں بازار ہوں اور آس پاس کے دیہاتوں کے لوگ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے اس قصبہ کا رخ کرتے ہوں واجب اور ادا ہوتا ہے اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے-

تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق– الی ان قال– و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة...... لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر -[1]

صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر ہے جس کی آبادی چار پانچ سو ہے قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ اور

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ۔ فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

عیدین جائز نہیں (۱)- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں جہاں جمعہ جائز و صحیح نہیں وہاں کسی بھی رعایت سے جمعہ ادا کرنا درست نہیں- ایک عرصہ تک یہاں جمعہ قائم کرنے سے جمعہ جائز نہیں ہوجاتا- عجیب استدلال ہے کیا ایک عرصہ تک ناجائز کام کرنے کے بعد وہ کام جائز ہوجاتا ہے- بہرحال احناف کے نزدیک اس گاؤں میں جمعہ اور عیدین جائز نہیں ہیں (۲)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ میں سلطانِ وقت کا نام لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زندگی بھر قرآن وحدیث وتفسیر وفقہ کے گہرے مطالعہ سے آپ کو جو پختہ بصیرت ورائے پیدا ہوئی اس کی بنا پر فرمائیں کہ:

(۱) جمعہ کا خطبہ بدستور عربی زبان میں باقی رکھا جائے یا عوام کے سمجھنے کے لیے مقامی زبان میں رواج دیا جائے۔

(۲) اگر خطبہ عربی ہی میں باقی رکھا جائے تو لوگ جو نا سمجھنے کا اشکال کرتے ہیں اس کا حل کیا ہے۔

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- (۱) جمعہ کے خطبہ کو بدستور عربی زبان میں ہی باقی رکھا جائے- عربی زبان کے سوا کسی بھی مقامی زبان میں خطبہ جمعہ کہنا سنت متوارثہ کے خلاف اور مکروہ ہے- کما قال فی الهداية (۳)

---

۱) كما في ردالمحتار: لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر و خطيب...... الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)- وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة- باب السادس عشر في صلوة الجمعة: ص ١٤٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ٢٤٥-٢٤٨، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الدرالمختار مع رد: صلاة العيد في القرى تكره تحريما...... الخ قال ابن عابدين رحمه الله...... (قوله صلاة العيد) ومثله الجمعة- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٦٧، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى) وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة- باب العيدين- ص ١٥٥، ج١: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة العيدين، ص ٢٧٥، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) الهدايه: (كتاب الصلاة- باب صفة الصلوة- ص ٩٥، ج١: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

و الخطبة و التشهد على هذا الخلاف– و قال في فتح القدير [۱] (قوله على هذا الخلاف) فعنده يجوز بالفارسية و عندهما لا الا بالعربية– و قال في الهداية [۲] ايضا قبيل هذا مستدلا لابي حنيفة– ولابي حنيفة رحمه الله تعالى قوله تعالى و انه لفي زبر الاولين و لم يكن فيها بهذه اللغة و لهذا يجوز عندالعجز الا انه يصير مسيئا لمخالفة السنة المتوارثة–

(۲) اس کا حل یہ ہے کہ اگر ضرورت سمجھیں تو خطبہ جمعہ کا مضمون اذان خطبہ سے قبل یا نماز جمعہ کے بعد مقامی زبان میں سنادیا جائے تا کہ نہ سمجھنے کا اشکال بھی رفع ہو جائے اور عربی زبان کی عظمت اور خطبہ کا مسنون [۳] طریقہ بھی باقی رہ جائے–

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا درست نہیں ہے بدعت اور محدث امر ہے–محض خلفاء راشدین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوعم بزرگوار حضرت عباس وحضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ذکر خیر کو فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے–

کما قال في البحر الرائق و ذكر الخلفاء الراشدين مستحسن بذلك جرى التوارث وبذكر العمين و فيه بعد اسطر– و اما الدعاء للسلطان في الخطبة فلا يستحب لما روى ان عطاء سئل عن ذلك فقال انه محدث و انما كانت الخطبة تذكيرا [۴]–فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) فتح القدير: (كتاب الصلاة– باب صفة الصلوٰة– ص ۲۴۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الهدايه: (كتاب الصلاة، باب صفة الصلوة– ص ۹۵، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۳) كما في عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية: فانه لاشك في ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة– (كتاب الصلاة– باب الجمعة، ص ۲۰۰، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في مجموعة رسائل للكنوى: (رسالة آكام النفائس: ص ۲۷، ج۴: مكتبه إدارة القرآن كراچی)

۴) البحر الرائق: (كتاب الصلاة– باب صلاة الجمعة، ص ۲۶۰–۲۵۹، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في الدر المختار: (كتاب الصلاة– باب الجمعة، ص ۱۴۹، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في حاشية الطحطاوی: (كتاب الصلاة– أحكام الجمعة، ص ۵۱۶، قديمی كتب خانه كراچی)

الجواب صواب لا سيما اذا كان السلطان ظالما فاسقا محرفا للقران و مغيرا للاحكام الشرعية القطعية فحينئذ لا ينبغي ذكره في الخطبة و لو على وجه الدعاء له لانه نوع تعظيم له واعتناء بشانه فيستحب الاحتراز عنه والله اعلم۔

ایک سوستر کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں ایک مسجد ہے اس میں نماز جمعہ کے متعلق فتوی درکار ہے جہاں یہ مسجد ہے وہ جگہ آبادی کے لحاظ سے تقریباً ایک سو چوبیس گھروں پر مشتمل ہے۔ جس میں بالغان کی تعداد ا۱۷ ہے اور وہ آبادی مسجد سے ساٹھ کرم سے لے کر تین سو ساٹھ کرم کے فاصلہ پر اردگرد موجود ہے۔ جس بستی میں خاص طور پر یہ مسجد ہے اس میں تقریباً دس گھر آباد ہیں تو کیا اس مسجد میں جمعہ جائز ہے یا نہیں اور گزشتہ کئی سالوں سے اس مسجد میں نماز جمعہ کا سلسلہ جاری تھا۔ اب تقریباً آٹھ ماہ سے نماز جمعہ بند کرادی گئی ہے۔ اب اس کا دوبارہ اجرا کیا جاسکتا ہے یا نہیں اور اس بستی میں نماز عیدین بھی پڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس بستی میں اقامت جمعہ درست نہیں۔ فرضیت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع[1] و في الشامية تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بڑے گاؤں سے ملحق چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں صرف بیس پچیس گھر

---

١) مصنف بن ابي شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع، ص ١٠، ج٢: امداديه، ملتان)

٢) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة- باب السادس عشر في صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

آباد ہیں اور اس کے قریب ایک بڑا گاؤں ہے جہاں تین سے زائد مسجدیں ہیں- وہاں جمعہ ہوتا ہے چھوٹے اور بڑے گاؤں میں تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے اور اذان کی آواز چھوٹے گاؤں میں سنی جاتی ہے آیا چھوٹے گاؤں کو فناء کا حکم دے کر یا مستقل قصبہ کا حکم دے کر جمعہ پڑھنا چاہیے- نیز اگر جمعہ پڑھ بھی لیا جائے تو نماز ظہر ذمہ سے ساقط ہوجائے گی یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر دونوں مواضع میں فصل بالمزارع ہو یعنی کھیتی باڑی درمیان میں حائل ہو تو دونوں بستیوں کا حکم الگ الگ ہوگا[1] اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہ ہوگا اور نہ جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط ہوگی[2]- نیز بڑے گاؤں میں بھی اگر علامات شہریت کی نہیں پائی جاتیں تو وہاں بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا[3]- **کما هو مذكور في جميع الفتاوى**-واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد سنتوں کی تعداد

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ جہاں جمعہ فرضی شرعاً پڑھنا جائز ہے تو نماز جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعتیں سنت پڑھنی چاہیے- مفتی بہ قول تحریر کریں اور کتب معتبرہ کا حوالہ دیں- بینوا توجروا

---

۱) كما في الهنديه: ومن كان مقيما بموضع بينه و بين المصر فرجة من المزارع والمراعى نحوالقلع بخارا لا جمعة على أهل ذلك الموضع۔ (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فى صلوة الجمعة۔ ص ١٤٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في الفتاوى الخانية على هامش الهنديه: (كتاب الصلاة۔باب صلاة الجمعة، ص ١٧٤، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ٢٤٧، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في ردالمحتار: الاترىٰ ان فى الجواهر لوصلوا فى القرىٰ لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فى صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٢٤٥، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما في ردالمحتار: وفيما ذكرنا إشارة إلى انه لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب۔ (كتاب الصلاة ، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى) وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا فى الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ١٥٠، ج١: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

﴿ج﴾

نماز جمعہ کے بعد سنت کے بارہ میں مختلف روایتیں آئی ہیں اکثر روایتیں چار رکعات [۱] کی ہیں اور چھ رکعات کی بہت موجود ہیں اور ویسے دو رکعات کا بھی [۲] ثبوت ہے۔ لیکن مفتی بہ قول یہ ہے کہ چار رکعات سنت مؤکدہ ہیں اور چھ رکعات کا پڑھنا زیادہ ثواب ہے [۳]۔ (مشکوٰۃ [۴] شریف وغیرہ)

حوالہ کے لیے بحرالرائق کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں [۵]۔ **و الدلیل علی استنان الاربع بعد الجمعة لما فی صحیح المسلم اذا صلی احدکم الجمعة فلیصل بعدها اربعا و عن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ ینبغی ان یصلے اربعا ثم رکعتین و فی هامشه) قال فی الذخیرة و عن علی رضی الله تعالی عنه انه یصلی رکعتین ثم اربعا- و ذکر فی البدائع ان روایة الاربع ظاهر الروایة انتهی**- ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت مؤکدہ چار ہیں لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنے سے زیادہ ثواب ہوگا- واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی سنن النسائی: عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی احدکم الجمعة، فلیصل بعدها اربعا۔ (کتاب الجمعة، عدد الصلوة الصلوة بعد الجمعة، فی المسجد، ص ۲۱۰، ج۱: قدیمی کتب خانه کراچی)

۲) کما فی سنن النسائی: عن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لایصلی بعد الجمعة حتی ینصرف فیصلی رکعتین۔ (کتاب الجمعة عدد الصلوة الصلوة بعد الجمعة فی المسجد، ص ۲۱۰، ج۱: قدیمی کتب خانه، کراچی)

۳) کما فی حلبی کبیر: (السنة قبل الجمعة أربع وبعدها أربع) ...... (وعند ابی یوسف) السنة بعدالجمعة (ست) رکعات وهو مروی عن علی رضی الله عنه والافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف۔ (کتاب الصلاة۔ فصل فی النوافل، ص ۳۸۸۔۳۸۹: مکتبه سعیدی کتب خانه کوئٹه)۔ وکذا الهدایه: (کتاب الصوم۔ باب اعتکاف، ص ۲۱۲، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)۔ وکذا فی البنایه شرح الهدایه: (کتاب الصوم، باب الاعتکاف: ص ۱۲۸، ج٤: مکتبه دارالکتب العلمیه بیروت)۔

٤) کما فی مشکوة المصابیح: عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ادرك من الجمعة رکعة فلیصل الیها أُخری ومن فاتته الرکعتان فلیصل اربعا او قال الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ باب الخطبة والصلوٰة۔ الفصل الثالث، ص ۱۲٤، ج۱: قدیمی کتب خانه، کراچی)

۵) بحرالرائق: (کتاب الصلوة، ص ٤۹، ج۲، طبع مکتبه ماجدیه کوئٹه)

جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں دیے جانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اذان ثانی جمعہ جو کہ خطیب صاحب کے سامنے کہی جاتی ہے۔ اس کا ثبوت کتب احادیث وفقہ اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہے یا نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اذان ثانی مسجد میں دینی درست نہیں اور سنت کے خلاف ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امداد الفتاویٰ از مولانا اشرف علی صاحب تھانوی [1] پر ہے یہ امر تو محقق ہے کہ اذان ثانی یوم الجمعہ کی داخل مسجد جائز ہے۔ بلکہ یہی متوارث ہے [2]۔ الخ۔ مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اذان ثانی کے مسجد کے اندر جائز بلکہ متوارث ہونے پر ایک مدلل فتویٰ لکھا ہے۔ مزید تفصیل اس میں دیکھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ جائز ہو تو کیا ایک موضع کی مختلف مساجد میں جائز ہے یا صرف جامع مسجد میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ:

(۱) جمعہ وعیدین ہر مقام و ہر جگہ جائز ہیں یا ان کے لیے شرائط ہیں۔ کیا بستی میں جمعہ وعیدین جائز ہیں یا نہیں۔

(۲) جہاں جمعہ مع شرائط جائز ہے کیا ہر مسجد میں جائز ہے یا صرف جامع مسجد میں۔ بینوا توجروا

---

۱) امداد الفتاوی: (کتاب الصلاۃ، باب صلوۃ الجمعه والعیدین، ص ۴۷۸، ج۱: مکتبه دارالعلوم کراچی)

۲) ویؤذن ثانیاً بین یدیه أی الخطیب (قوله ویؤذن ثانیاً) ای علی سبیل السنیة کما یظهر من کلامهم؛ الدرالمختار مع رد کتاب الصلوة مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب ص ۴۲، ج۳: مکتبه رشیدیه جدید) وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۲۷۴، ج۲: مکتبه رشیدیه)۔

﴿ج﴾

(۱) جمعہ وعیدین شہر یا قصبات میں ادا کرنا درست ہیں[۱]۔ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں ان کو قائم کرنا درست نہیں[۲]۔ یعنی جمعہ اور عیدین کے لیے مصر اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے۔

(۲) ہر مسجد میں جمعہ وعیدین ادا کرنا جائز ہے[۳]۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ بڑی بڑی جامع مسجدوں میں جمعہ ادا کریں اور عیدین کے لیے تو باہر جنگل میں جانا مسنون ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلک دیوبند کے کثیر تعداد میں لوگ جمعہ ادا کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ لیکن حالت مندرجہ ذیل ہے۔ تعداد آبادی تقریباً پانچ ہزار ہے لیکن بریلوی تقریباً بیس سال سے جمعہ ادا کر رہے ہیں۔ ضروریات اشیاء تقریباً ہر قسم کی موجود ہیں۔ مثلاً ہسپتال، یونین کونسل، مویشی ہسپتال، مڈل و ہائی سکول، مڈل زنانہ سکول، بینک، مویشی منڈی۔ غلہ منڈی۔ سبزی منڈی۔ ہر کالونی ڈپو کھاد و بیج وغیرہ۔ کنڈا شوگر ملز۔ ڈپو کھانڈ وغیرہ، کارخانہ جات۔ ذرائع آبپاشی نہریں ہیں۔

---

۱) ویشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر؛ الدرالمختار كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ٦، ج٣: مكتبه رشيديه جديد) وتقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق؛ ردالمحتار كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ٨، ج٣: مكتبه رشيديه جديد) وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة۔ باب صلوة الجمعة، ص ٢٤٥، ج٢: مكتبه رشيديه) وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة، النوع الثانى فى بيان شرائط الجمعة، ص ٤٩، ج٢: طبع اداره القرآن والعلوم الاسلامية)

٢) لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب؛ ردالمحتار، كتاب الصلوة باب الجمعة، ص ٨، ج٣، مكتبه رشيديه جديد) وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ٢٤٥، ج٢: مكتبه رشيديه) وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة، ص ٤٩، ج٢، طبع ادارة القرآن والاعلوم الاسلاميه)۔

٣) قوله تؤدى فى مصر فى مواضع اى يصح اداء الجمعة فى مصر واحد بمواضع كثيرة؛ البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ٢٥٠، ج٢: طبع رشيديه) وكذا فى الدرالمختار كتاب الصلوة باب الجمعة، ص ١٨، ج٣: مكتبه رشيديه جديد) وكذا فى التاتارخانيه كتابالصلوة، شرائط الجمعه ص ٥٠، ج ٢، طبع ادارة القرآن والعلوم لاسلاميه)۔

٤) والخروج اليها: اى الى الجبانة لصلاة العيد سنة؛ الدرالمختار: كتاب الصلوة باب صلوة العيد ص ٥٥، ج٣، مكتبه رشيديه جديد) وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة، شرائط صلاة العيد، ص ٨٩، ج٢، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه) وكذا فى البدائع الضائع كتاب الصلوة فصل صلوة العيد ص ٢٧٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

ہماری آبادی تقریباً سولہ میل چوک سندار اور گیارہ میل چوک اعظم سے دور ہے۔ کیا ہمارے چک میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ تحریر کردہ کوائف کے تحت یہ موضع قریہ کبیرہ ہے لہٰذا اس میں اقامت جمعہ درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جیل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل پاکستان میں سنٹر جیل خانے میں قیدیوں کی تعداد ہزار دو ہزار کے لگ بھگ ہوتی ہے۔ جہاں حکومت پاکستان نے دیگر سہولتوں کے ساتھ جمعہ اور عیدین کی نماز باجماعت کی سہولتیں بھی دی ہیں۔ بلکہ احکام متعلقہ جیل خانہ جات خود ان نمازوں کے اجتماع کا اہتمام کرتے ہیں اور جمعہ کو قیدیوں کو آدھا دن مشقت معاف ہوتی ہے۔ نیز قیدی حضرات اپنے اپنے بارکوں میں پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح جمعہ وعیدین بھی، نیز وقتی نمازوں کی جماعت کے لیے قیدیوں میں سے کوئی لکھا پڑھا جو کہ مسائل دینیہ سے واقف ہوتا ہے۔ اس کو اپنا امام مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

اب حل طلب سوال یہ ہے کہ فقہ حنفی کی رو سے یہ عیدین اور جمعہ اور وقتی نمازیں جماعت وغیرہ درست ہوتی ہیں یا کہ نہیں؟ کیونکہ بعض لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ جیل خانوں میں جمعہ وعیدین نیز قیدی کے بے اختیار ہونے کے سبب نماز باجماعت بھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ قیدی قیام کا مختار نہیں ہوتا۔ تو اس لیے براہ کرم مدلل جواب عنایت فرمادیں تاکہ اس پر فقہ حنفی کے مطابق عمل ہو سکے اور نمازوں کے خراب ہونے سے لوگ محفوظ رہیں۔ بینوا توجروا

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی التاتارخانیه، کتاب الصلوة شرائط الجمعة، ص ۴۹، ج۲، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه)

وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلوة باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه)

﴿ج﴾

قیدیوں پر نماز جمعہ واجب نہیں[1]۔لیکن اگر ان کو نماز جمعہ پڑھنے کی آزادی دی جاتی ہے اور وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں تو ان کی نماز ادا ہو جائے گی اور ظہر ان کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی[2]۔ عالمگیری میں ہے[3]۔و من لا جمعة علیه ان اداها جاز عن فرض الوقت اور جو پنجگانہ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی ادا ہو جائے گی۔

﴿الجواب الثانی﴾

اقول ان الدلائل التی اوردها المجیب لاثبات ما هو المذکور فی السوال قاصرة عن اثبات جواز الجمعة فی السجن و کان علیه ان یاتی بکلام مثبت لاذن عام فی السجن ایضا بید ان کثیرا من فقهاء الحنفية قد صرحوا بان الاذن العام شرط لصحة الجمعة حیث قال صاحب بحرالرائق قوله و الاذن ای شرط صحتها الاداء علی سبیل الاشتهار حتی لو ان امیرًا اغلق ابواب الحصن و صلی فیه بأهله و عسکره صلوة الجمعة لا تجوز و قد عد صاحب درالمختار[4]الاذن العام من شروط صحة الاداء حیث قال و السابع الاذن العام و شرحه العلامة الشامی قوله الاذن العام بهذا النمط ای ان یاذن

---

۱) انما صرح بالمسجون مع دخوله فی المعذور للاختلاف فی اهل السجن بحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۲۶۹، ج۲: مکتبه رشیدیه) وکذا فی الدرالمختار، کتاب الصلوة، مطلب فی الشروط الجمعة، ص ۳۳، ج۳: مکتبه رشیدیه جدید)

وکذا فی الهندیه: کتاب الصلوة۔ باب فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ولو حضروا وصلوا الجمعة، أجزأنهم ولم یلزمهم الظهر لان سقوط الوجوب عنهم للرفق بهم فاذا تحملوا المشقة وقعت فرضاً، حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الجمعة، ص ۵۴۹، طبع سعیدی کتب خانه)

وکذا فی الدرالمختار: کتاب الصلوة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة، ص ۳۳، ج۳، مکتبه رشیدیه جدید)

وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلوة باب صلوة الجمعة، ص ۲۶۶، ج۲، مکتبه رشیدیه)

۳) عالمگیریه کتاب الصلوة، فصل صلوة الجمعة، ص ۱۴۴، ج۱، مکتبه رشیدیه)

۴) الدرالمختار: کتاب الصلوة باب الجمعة، ص ۲۸، ج۳، مکتبه رشیدیه جدید)

للناس اذنًا عامًا بان لا یمنع احدا ممن یصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی تصلی فیه ای تیسر للعوام الدخول فی السجن للصلوة– بغلق الابواب و اتحاز الابواب اللهم الا ان یقال ان صلوٰة الجمعة فی السجن جائزة و لکن لا کما قال المجیب لان دلیله غیر مثبت للاذن العام غایة ما اثبته ان المسافر والمریض والعبد و احزابهم ان اد وا الجمعة یجزئهم و یسقط عنهم الظهر کما قال صاحب بحرالرائق قوله و من[1] لا جمعة علیه ان اداها جاز عن فرض الوقت لانهم تحملوه و اطال الی قوله و اما من کان اهلا للوجوب کالمریض والمسافر والمرأة والعبد یجزئهم و یسقط عنهم الظهر فعلم ان ما قاله المجیب ناطق بمافی بحرالرائق لا بما کان ینبغی له اثباته هو اثبات الاذن العام و ینبغی ان یستدل علی جواز الجمعة فی السجن بما فی الدرالمختار[2] والاذن العام من الامام هو یحصل بفتح ابواب الجامع للواردین (کافی) فلا یضر غلق باب القلعة لعدو اولعادة قدیمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلی الخ و بمافی شرحه للعلامة الشامی حیث قال وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحدٍ امالوتعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التعلیل تامل هذا ما عندی و علم الصواب عند ربی لعل عند غیری احسن من هذا والسلام–

جس گاؤں میں کچھ ضروریات پوری ہوتی ہوں اس میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کے اندر یہ شرائط موجود ہیں ترکھان، حجام، کثانہ، سرکاری چوکی، چوکیدار سرکاری عدالت دو کنوئیں، دوکان درمیانی، ایک دوکان حکیم کی معمولی، اس سے پہلے جمعہ ادا کیا جاتا تھا جس کی وجہ سے اب شروع کیا ہوا ہے- پہلے کئی وجوہات ہوئیں جن کے سبب درہم برہم ہو گیا اور عید کی نماز بھی ادا کی جاتی تھی اور مولوی امام مسجد ھدایہ اولین تک کچھ پڑھا ہوا ہے-اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جمعہ ادا کرنا چاہیے یا چھوڑ دیں-تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر موچی لوہار موجود ہے

---

۱) بحرالرائق: کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ٢٦٦، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
۲) الدرالمختار: کتاب الصلوة، والشرط السابع الاذان العام، ص ٢٨ تا ٢٩، مکتبه رشیدیه، جدید کوئٹه)

جس سے ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

ج

جس گاؤں کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ یہ گاؤں ہے۔ نہ شہر ہے اور نہ قصبہ اور نہ قریہ کبیرہ۔ البتہ اگر اس گاؤں کی آبادی چار ہزار ہو تو اس میں پھر جمعہ جائز ہے۔ درمختار میں ہے۔ **وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق الى قوله لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب** [1] اس قسم کے گاؤں کے متعلق امداد الفتاویٰ [2] میں بھی یہی حکم نظر سے گزرا ہے۔

چند افراد کے جمع ہو جانے پر جمعہ قائم کرنے کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے مدرسہ میں دس طلبہ اور چار پانچ مسافر نماز جمعہ میں ہوتے ہیں ہمارے اس اڈہ میں تین دوکان آڑھت اور تین کریانہ اور تین ہوٹل ہیں اور تین دوکان قصاب کی ہیں اور اڈہ میں تقریباً آٹھ گھر آباد ہیں اور ہمارے بالکل قریب بریلوی حضرات نے مسجد تعمیر کروا رکھی ہے جو کہ بعد میں تعمیر کی گئی بوجہ عناد دینی ہونے کے اور ساتھ ہی بالکل قریب شیعوں کا امام بارہ تیار ہو رہا ہے اور ہمارا مقصد و منشا تبلیغ دین کی اشاعت ہے اور لہذا مسئلہ یہ درپیش ہے کہ ہمیں نماز جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں برائے مہربانی ہمیں اس فتویٰ کی ضرورت ہے کہ آیا یہاں نماز جمعہ ہوتا ہے یا کہ نہیں۔

---

۱) ردالمحتار: كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: طبع ايچ ايم، سعيد

كذا في حاشية الهدايه كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ۱۷۷، ج۱: حاشيه نمبر ۵ طبع مكتبه رحمانيه لاهور)

كما في البحر الرائق: شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير و قاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود ولا تصح في القريه ولا مفازة...... واما السنة فعلى القرى الكبيره والمتستجمعه للشرائط ۱هـ، كتاب الصلاة باب الصلا الجمعه، ص ۲۴۸-۲۴۵، ج۲: طبع رشيديه كوئٹه)

۲) امداد الفتاوى: كتاب الصلاة باب صلاة الجمعه والعيدين، ص ۴۱۶، ج۱: طبع دارالعلوم كراچى)

﴿ج﴾

آپ کے ہاں اقامت جمعہ درست نہیں ظہر کی نماز پڑھتے رہیں[۱] جمعہ کی نماز پڑھنے سے ظہر بھی ذمہ سے ساقط نہ ہوگی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بڑے گاؤں سے ملحق آبادی میں جمعہ وعیدین کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے۔ اس میں فرقہ بریلوی حضرات شروع ہی سے جمعہ وعیدین بالالتزام پڑھتے ہیں اور دیوبندی عقائد کے لوگ اس میں شرکت نہیں کرتے۔ اس گاؤں سے تین میل دور ایک بڑا گاؤں ہے۔ جس کی آبادی سات آٹھ ہزار ہے جہاں عیدین کی نماز میں شرکت کرنا مشکل ہے۔لیکن اس بڑے گاؤں کی زرعی زمین کی حد آخر چار فرلانگ ہے۔ جہاں پر اس بڑے گاؤں کا قبرستان بھی ہے۔ نیز بڑے گاؤں کے مویشی بھی یہاں آ کر چرتے ہیں۔ کیا اس چھوٹے گاؤں کے آدمی اس جگہ اپنی عیدین کی نماز ادا کر سکتے ہیں اس گاؤں کے دیوبندی عقائد کے لوگوں کو اگر اس جگہ پر عیدین کی نماز کی اجازت مل جائے تو پھر یہ تمام نماز عیدین ادا کر سکتے ہیں۔ چند گنتی کے افراد بڑے شہر میں نماز عید ادا کر سکتے ہیں اکثر لوگ نماز عید سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یا بریلوی حضرات کی عیدین میں شرکت کر لیں۔ ایسا کرنے سے ان کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔

---

۱) لايقيم الجمعة الافي مصر جامع اوفي مصلى المصر ولاتجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولاتشريق ولا فطرولااضحى الافي مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير و قاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود۔ هدايه كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ١٧٧، ج١، طبع رحمانيه لاهور۔ وكذا في البحرالرائق: كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ٢٤٥، ج٢: طبع رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار كتاب الصلاة باب الصلاة الجمعه ص ١٣٧/٣٨٠، ج٢: طبع ايچ ايم سعيد كراچي)

٢) كما في ردالمحتار: الاترى ان في الجواهر: لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر۔ كتاب الصلاة باب صلاة الجمعه، ص ١٣٨، ج٢: طبع ايچ، ايم سعيد

وكذا في جامع الرموز، فصل صلاة الجمعه ص ٢٦٢٠، ج١ طبع سعيد)

واما القرى فان ارادا الصلاة فيها فغير صحيحة على المذهب (البحرالرائق: كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: طبع رشيديه كوئٹه)

﴿ج﴾

یہ مسلم ہے کہ دیہات میں جمعہ وعیدین کی نماز مذہب حنفی میں درست نہیں ہے [1] اور جس مقام کی نسبت سوال ہے یہ مستقل آبادی ہے- بڑے گاؤں سے متعلق نہیں اور فناء سے بھی خارج ہے- لہذا جب اس چھوٹے گاؤں کے اہالیان کے ذمہ جمعہ وعیدین نہیں ہے تو کیوں خواہ مخواہ تکلیف کرتے ہیں لیکن اگر وہ ضرور ادا کرنا چاہیں تو چار فرلانگ کے فاصلہ کو بڑے گاؤں کی حد اخیر سمجھنا سراسر غلط ہے- فناء مصر کے بارے میں علامہ شامی نے جو اقوال نقل کیے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بڑے گاؤں کی فناء میں اتنی وسعت نہیں ہے- درمختار میں فناء مصر کے بارے میں ہے- والمختار [2] للفتوی تقدیرہ بفرسخ - اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے- و **جملة [3] اقوالهم في تقديره ثمانية اقوال- او تسعة غلوة، ميل، ميلان، ثلاثة، فرسخ، فرسخان، ثلاثة، سماع الصوت، سماع الاذان والتعريف احسن من التحديد لانه لا يوجد ذلك في كل مصر و انما هو بحسب كبر المصر وصغره-** شامی کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ فناء مصر کے متعلق جتنے اقوال ہیں ان کا اعتبار شہر کی آبادی سے متعلق ہے- پس اگر شہر بہت بڑا ہو تو اس کی فناء تین فرسخ یا دو فرسخ یا دو میل مقرر کرنا چاہیے- الغرض جتنا شہر اتنی فنا- لیکن سوال میں جس بڑے گاؤں کے متعلق سوال کیا گیا ہے وہ تو شہر بھی نہیں ہے بلکہ ایک قصبہ ہے تو اس کی فناء اتنی دور یعنی ڈھائی میل تک مقرر نہیں کی جاسکتی نیز سوال میں بھی اس کا اعتراف ہے کہ اس بڑے گاؤں کا عام قبرستان گاؤں کے قریب ہی ہے تو بس اس قبرستان تک اس بڑے گاؤں کی فناء مانی جائے گی اس سے آگے نہیں [4]- لہذا چھوٹے گاؤں کے باشندگان اگر چار فرلانگ اپنے گاؤں سے دور جا کر نماز عید پڑھیں تو جائز نہیں ہے- واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) كما في الهدايه: ولا تصح الجمعة الافي مصر جامع اوفي مصلى المصر ولاتجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولافطر ولااضحى الافي مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير و قاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود، كتاب الصلاة باب صلاة الجمعه، ص ۱۷۷، ج۱: طبع مكتبه رحمانيه لاهور- وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ۲٤٥، ج۲: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ۱۳۸-۱۳۷، ج۲: طبع ايچ، ايم سعيد كراچی)

۲) ردالمحتار: كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعه ص ۳۹۰، ج۲: طبع ايچ ايم سعيد-

۳) ردالمحتار: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ۱۳۹، ج۲ طبع ايچ، ايم سعيد وكذا في حاشية الهدايه: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: حاشيه نمبر ۸، طبع رحمانيه لاهور- وكذا في منحة الخالق على هامش البحرالرائق: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ۲٤۷، ج۲: طبع رشيديه كوئٹه)

٤) في منحة الخالق على هامش البحر الرائق: ان الفناء ما أعدلدفن الموتى و حوائج المعركة كركض الخيل والدواب كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعه ص ۲٤۷، ج۲: طبع رشيديه كوئٹه)وكذا في حلبي كبير كتاب الصلاة باب صلاة الجمعه: ص ٥٥۱، طبع سعيدى كتب خانه كانسى روڈ، كوئٹه) كذا في درالمختار: كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۹، ج۳، طبع مكتبه رشيديه جديد كوئٹه)

جامع مسجد کے ہوتے ہوئے عیدگاہ میں جمعہ پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد کے قریب تقریباً چالیس پینتالیس گز کے فاصلہ پر ایک قدیمی عیدگاہ ہے، اس عیدگاہ میں صرف عیدین کے موقع پر نماز پڑھی جاتی تھی، باقی ایام میں یہاں کوئی نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی - اس عیدگاہ کے قریب قدیمی جامع مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت اور جمعہ پڑھایا جاتا ہے - اب چند دنوں سے ایک مولوی صاحب نے اس عیدگاہ میں نماز جمعہ پڑھانا شروع کر دیا ہے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا

﴿ج﴾

مذکورہ عیدگاہ میں نماز جمعہ شرعاً جائز ہے[1]، پڑھانے والے نے اچھی نیت سے شروع کی ہوگی تو ثواب بھی ملے گا، نیت فاسد ہوگی تو فساد نیت کا وبال اس پر ہے اور نماز جمعہ جائز ہے[2] - البتہ جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا اولیٰ ہے[3] - اس لیے اگر دونوں فریق یعنی عیدگاہ والوں اور قریبی جامع مسجد والوں میں مصالحت ممکن ہے تو آپس میں مصالحت کر کے جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں - واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی هدایه: ولاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر ، کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع مکتبه رحمانیه لاهور۔ وکذا فی البنایه: کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعه، ص ٤۲، ج۳: مکتبه دارالکتب العلمیه ، بیروت، لبنان۔ وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة، ص ۲٤٥، ج۲: طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) بقوله تعالیٰ: من عمل صالحاً فلنفسه ومن اساء فعلیها سورة جاثیه آیت نمبر ۱٥، پاره ۲٥

کذا فی مشکوٰة المصابیح: کتاب العلم الفصل الاوّل ص ۳۳، ج۱: طبع قدیمی کتب خانه کراچی

۳) کما فی الدرالمختار: افضل المساجد مکة ثم المدینة ثم القدس ثم الاعظم ثم الاقرب۔ باب مایفسد الصلاة، ومایکره فیها ص ٦٥۸، ج۱: مکتبه ایچ ۔ ایم سعید کراچی) وکذا فی المختار الصابیح: کتاب الصلاة۔ باب المساجد و مواضع الصلاة۔ ص ۷۲۰، قدیمی کتب خانه کراچی)

وکذا فی الهندیه: کتاب الکراهیة: الباب الخامس ص ۳۲۱، ج٥، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)

کما فی مشکوٰة المصابیح عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما الاعمال بالنیات قبل کتاب الایمان ص ۱۱، ج۱: طبع قدیمی کتب خانه کراچی)وکذا فی الصحیح البخاری: باب کیف کان بدؤالوحی الخ، ص ۲، ج۱: طبع قدیمی کتب خانه کراچی)

تین سو افراد کی آبادی میں عرصہ گیارہ سال سے جمعہ پڑھا جارہا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً تین سو افراد پر مشتمل ہے اس میں عرصہ گیارہ سال سے جمعہ پڑھا جارہا ہے، جمعہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ بیس اور کم سے کم چھ یا سات ہوتی ہے کیا مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ مذہب حنفی کے مطابق ادا ہو جاتی ہے یا ظہر کی نماز ضائع کر رہے ہیں، کتب معتبرہ سے براہ کرم جواب دے کر مطمئن فرمائیں۔

﴿ج﴾

لا جمعة[1] ولا تشريق الا في مصر جامع۔ (الحديث)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں اس طرح کے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز جائز نہیں، مذہب حنفی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا خفاء ہے۔ تعجب ہے کہ حنفی مسلک کے مقلدین کو اس کے پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نماز جمعہ کے ترک سے نہ روکنے والے امیر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک علاقہ یا گاؤں میں عوام الناس تارک الصلوۃ والجمعہ و مرتکب ہمیشہ فسق و فجور و عادی دعا بعد الجنازہ ہیں، وہاں کا امیر مختار بحیثیت اختیار عوام الناس کو ترک دعا پر مجبور باقی افعال مکلفہ پر مجبور تو کیا بلکہ امر ہی نہیں کرتا اور وہ امر بترک دعا و عدم امر بالمعروف مؤاخذ اور عوام الناس بترک اطاعۃ اولی الامر و بموجب قول امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ ان ما تعارفه الناس بالخير فليس في عينه نص يبطله فهو جائز کے مؤاخذ یا ماجور ہوں گے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

---

۱) كما في الهداية: لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع۔ كتاب صلاة يا صلاة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع رحمانيه لاهور۔
(وكذا في البدائع والصنائع: كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة ص ۲۵۹، ج۱: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في حلبي كبير: كتاب الصلاة، في الصلاة الجمعة، ص ۵۴۹، طبع سعيدى كتب خانه كانسى روڈ، كوئٹه)

﴿ج﴾

ترک صلوٰۃ جمعہ (جہاں جمعہ واجب ہو) گناہ کبیرہ ہے[۱]، نیز دعاء بعد الجنازہ بہیئت معروفہ بدعت سیئہ ہے[۲]، نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول اور نہ خیر القرون میں معمول رہا ہے اور تمام فقہاء نے اس کے عدم جواز پر تصریح کی ہے۔ اب ایسے شخص کو جوان باتوں سے قوم کو روک سکتا ہے اور اس کی بات قوم مانتی ہے لازم ہے کہ وہ ترک صلوٰۃ وجمعہ ودعاء بعد الجنازہ وغیرہ منکرات سے قوم کو روکے ورنہ وہ گنہگار ہوگا[۳] اور اگر کسی سے روکتا ہے اور کسی سے نہیں روکتا ہے تو اس کے روکنے سے گناہ تو گیا اور ثواب ہوگا اور جس سے نہیں روکا اس کا گناہ ہوگا، اس کو چاہیے کہ سب سے روکے لیکن خلوص نیت اور اقامت دین کی نیت ہو، فساد برپا کرنے یا ذاتی رنجش کی وجہ نہ ہو[۴]۔ اس طرح کی نیت سے ثواب نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اسے اس تبلیغ سے روکا نہیں جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) کما فی تنویر الابصار مع الدر المختار: (وهی) فرض عین (یکفر جاحدها) لثبوتها بالدلیل القطعی کما حققه الکمال وهی فرض مستقل آکد من الظهر، کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ٥، ج٣، طبع رشیدیه، جدید کوئٹه) (وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلاة، صلاة الجمعة ص ٥٤٧، طبع سعیدی کتب خانه کانسی روڈ کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: کتاب الصلاة فصل واما صلاة الجمعه: ص ٢٥٦، ج١: طبع رشیدیه سرکی روڈ کوئٹه)

۲) وکما فی الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریة۔ ولا یقوم بالدعاء بعد صلاة الجنائز لانه، دعا مرة لان اکثرها دعاء کتاب الصلاة الباب الخامس والعشرون فی الجنائز وفیه شهید ص ٧٨، ج ٤، طبع مکتبة العلوم اسلامیه بلوچستان۔ وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلاة، نوع منه، اذا جمعت الجنائز یصلی علیها ص ٢٢٥٠، ج١: طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی مرقاة المفاتیح کتاب الجنائز: باب المشی بالجنازة والصلاة علیها الفصل الثالث حدیث نمبر ١٦٨٧، ص ١٤٩، ج٤: طبع دار الکتب العلمیه بیروت لبنان۔

۳) وکما فی مرقاة المفاتیح: قال النووی رحمه الله فی شرح مسلم: قوله: فلیغیره بیده وهوامر ایجاب وقد تطابق علی وجوبه الکتاب والسنة واجماع الامة...... ومن تمکن منه وترکه بلا عذر أثم۔ ص ٨٦٢، ج ٨، طبع مکتبه رشیدیه۔ وکذا فی الصحیح المسلم: کتاب الایمان باب بیان کون النهی عن المنکر ...... وان الامر بالمعروف ونهی عن المنکر واجبان ص ٥١، ج ١ طبع قدیمی کتب خانه، کراچی)

٤) کما فی الصحیح البخاری: عن عمر بن خطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما الاعمال بالنیات، باب کیف کان بدؤالوحی الخ، ص ٢، ج١: طبع قدیمی کتب خانه کراچی۔ وکذا فی مشکوٰة المصابیح: قبل کتاب الایمان ص ١١٠، طبع قدیمی کتب خانه، کراچی

سکیم پر جانے والی فوج کے لیے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم لوگ فوجی ہیں، رات دن بھاگ دوڑ میں رہتے ہیں باہر سکیم پر جاتے ہیں کبھی دو دن کے لیے کبھی ۱۰ مہینے کے لیے ہمارے پاس مولوی صاحب بھی ہوتے ہیں- ایک جگہ ڈیرہ لگاتے ہیں تقریباً پانچ چھ سو تو سپاہی ہوتے ہیں علاوہ ازیں افسر بالا بھی ساتھ ہوتے ہیں تقریباً سات آٹھ سو کے قریب نفری ہو جاتی ہے- کیا ہم نماز جمعہ یا عیدین کی خوشی منا سکتے ہیں یعنی پڑھ سکتے ہیں- کیونکہ ایک جگہ پر چین سے بیٹھنا تو نصیب نہیں ہوتا- اگر شرعاً منع ہے تو کن صورتوں میں منع ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- واضح رہے کہ جمعہ کے جواز کے لیے اہل سنت والجماعت کے چاروں مذہبوں (۱) میں ایسی جگہ کا ہونا شرط ہے جہاں مستقل طور پر گرمی سردی میں لوگ بستے ہیں (۲)- صحرا بیابانوں اور جنگلوں میں جمعہ کسی کے نزدیک جائز نہیں (۳) اس لیے تو میدان عرفات میں جہاں لاکھوں حاجی جمع ہوتے ہیں چونکہ وہاں عارضی طور پر خیمے نصب کر دیے جاتے ہیں مستقل آبادی وہاں نہیں ہے اس لیے اگر جمعہ کا دن ہو تب بھی وہاں جمعہ کی نماز کسی مذہب میں بھی جائز نہیں ہے (۴) اور نہ وہاں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے بلکہ صرف ظہر و عصر ہی کی

---

۱) کما فی فقه الاسلامی وادلته: قال الحنفية: يشرط الإقامة في مصر أي بلد كبير ..... وقال المالكية..... وتجب الجمعة على مقيم ببلد الجمعة...... وقال الشافعية: تجب الجمعة على المقيم في بلد .. ومذهب الحنابلة- تجب الجمعة...... على مقيم في بلد- (الفصل العاشر- أنواع الصلاة- المبحث الثاني، صلاة الجمعة، المطلب الثالث من تجب عليه الجمعة، أوشروط وجوب الجمعة، ص ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ج۲: مكتبه دارالفكر المعاصر بيروت)

۲) الجمعة فريضة على الرجال الاحرار العاقلين المقيمين في الامصار الخ- قاضيخان ص ۱۷٤، ج۱: طبع بلوچستان بك ڈپو- وايضاً في الجوهرة النيرة، ص ۱۰٦، ج۱: طبع قديمي كتب خانه وايضاً في فتاوى النوازل، ص ۱۱٤، طبع مكتبه اسلاميه، كوئٹه)

۳) حتى لاتصح في قرية ولامفازة، الخ- بحرالرائق: ص ۲٤٥، ج۲: مطبع رشيديه جديد- وايضاً في الهندية، ص ۱٤٥، ج۱: طبع بلوچستان بك ڈپو، وايضاً في الجوهرة النيرة، ص ۱۰٦، ج۱: طبع قديمي كتب خانه-

٤) ولاجمعة بعرفات اتفاقاً هندية ص ۱٤٥، ج۱: طبع بلوچستان بك ڈپو، وايضاً في الدرالمختار، ص ۱۸، ج۳، طبع رشيديه جديد، وايضاً في البحرالرائق: ص ۱٤۲، ج۲: مكتبة الماجدية كوئٹه)

نماز پڑھتے ہیں- باقی امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تو معمولی آبادیوں دیہاتوں وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں ہوتا(۱)- اس لیے ان کے نزدیک باوجود مستقل آبادی ہونے کے شہر کا ہونا بھی ضروری ہے- صورت مسئولہ میں اگر آپ کی تکیم کسی شہر کی حدود میں اور اس کے قرب وجوار میں یعنی حدود کمیٹی میں ڈیرہ ڈالے تب تو وہاں آپ لوگ شہر ہونے کی وجہ سے جمعہ پڑھ سکتے ہیں اور اگر شہر کی حدود میں ڈیرہ نہیں ڈالا بلکہ جنگل و بیابان یا کسی دیہات کے قرب وجوار میں تو ایسی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے- بلکہ آپ لوگوں کے ذمہ ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں- لہٰذا ایسی صورت میں جمعہ کے روز آپ لوگ ظہر کی چار رکعتیں باجماعت ادا کرلیا کریں(۲)- اس طرح عید کی نماز کا بھی یہی حکم ہے کہ ایسی صورت میں آپ نماز عید نہ پڑھیں اور دوسری جائز خوشیاں جو ہیں وہ منائیں-

كما قال في البحر الرائق (۳)(قوله و شرط ادائها مصر) اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لا تصح فى قرية و لا مفازة لقول على رضى الله عنه لا جمعة و لا تشريق و لا صلاة فطر و لااضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة -الخ

و فى المبسوط (۴) اما المصر فهو شرط عندنا و قال الشافعى رحمه الله تعالى ليس بشرط فكل قرية سكنها اربعون من الرجال لا يظعنون عنها شتاء و لا صيفا- الخ

و فى كتاب الفقه فى بيان مذهب الحنابلة- و لا تجب الجمعة على سكان الخيام و لا على اهل القرى الصغيرة التى لايتجاوز عدد سكانها اربعين- الخ- و فيه ايضا فى بيان مذهب المالكية ج ۱ ص ۳۸۱- (الشرط) الاول استيطان قوم ببلد او جهته بحيث يعيشون فى هذا البلد دائما امنين على انفسهم من الطوارى الغالبة- الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لاتجوز (الجمعة) فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب، الخ، شامى ص ۸، ج۳، طبع رشيديه جديد، وايضاً فى الجوهرة النيرة- ص ۱۰۶، ج۱: طبع قديمى كتب خانه، وايضاً فى البحر الرائق، ص ۱۴۰، ج۲: طبع مكتبة الماجدية، كوئٹه)

۲) من لاتجب عليهم الجمعة، لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة، شامى، ص ۳۶، ج۳، طبع رشيديه جديد- وايضاً فى قاضى خان بهامش فى الهندية- ص ۱۷۷، ج۱: طبع بلوچستان بك ڈپو- وايضاً فى فتاوى النوازل، ص ۱۱۵، طبع مكتبه اسلاميه كوئٹه-

۳) البحر الرائق: ص ۱۴۰، ج۲: باب صلوة الجمعة، طبع المكتبة الماجدية، كوئٹه-
وايضاً فى الجوهرة النيرة- ص ۱۰۵، ج۱، طبع قديمى كتب خانه-
وايضاً فى الهداية، ص ۱۷۷، ج۱: مكتبه رحمانيه، لاهور

۴) المبسوط السرخسى: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة، ص ۲۳، ج۲: مكتبه ادارة القرآن، كراچى)

تمیں گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام کہ ایک ایسی بستی جہاں نماز فرضی جماعت سے بمشکل ادا کی جاتی ہے اور جس کی آبادی میں سے تمیں گھر ہوں تو ایسی بستی میں نماز عیدین اور نماز جمعہ درست ہے یا نہ۔ صحیح جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

﴿ج﴾

ایسی بستی میں عید وجمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے[1] ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا جمعہ ظہر کا بدل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق:

(۱) کیا نماز جمعہ نماز ظہر کا بدل ہے یا کہ علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۲) اگر نماز جمعہ بدل ہے تو جمعہ کے بعد کتنی رکعت پڑھنی چاہییں۔ اگر علیحدہ نماز ہے تو پھر جمعہ کے بعد کتنی رکعت پڑھنی چاہییں۔

(۳) اگر امام سے قرأۃ میں کوئی آیت چھوٹ جائے اور لوٹانے کے بغیر رکعت پوری کر دے تو کیا سجدہ سہو لازم ہے؟ اگر سجدہ سہو بھی یاد نہ رہے تو کیا نماز ادا ہو جائے گی؟ بینوا توجروا

---

۱) حتى لا تصح فى قرية ولا مفازة لقول على رضى الله عنه لا جمعة ولا تشريق ...... الا فى مصر جامع الخ، بحر الرائق: ص ۱۴۰، ج۲: طبع مكتبه الماجدية كوئٹه، وايضاً فى الهداية، ص ۱۷۷، ج۱، طبع رحمانيه، لاهور۔ وايضاً فى جوهرة النيرة، ص ۱۰۵، ج۱: طبع قديمى كتب خانه۔

۲) ومن لا تجب عليهم الجمعة ..... لهم ان يصلوا الظهر بجماعة، يوم الجمعة۔ عالمگيريه، ص ۱۴۵، ج۱: طبع بلوچستان بك ڈپو۔

وايضاً فى فتاوى النوازل، ص ۱۱۵، طبع مكتبه اسلاميه، كوئٹه، وايضاً فى الدر المختار، ص ۳۶، ج۳، طبع رشيديه جديد۔

﴿ج﴾

(۲،۱) جہاں پر جمعہ جائز ہو یعنی شہر میں وہاں ـ جمعہ کے بعد ظہر کی نماز نہ پڑھنی چاہیے[1] اور جہاں پر شک ہو کہ آیا یہاں جمعہ جائز ہوگا یا نہیں وہاں چار رکعت ظہر کی نیت سے بعد از جمعہ پڑھنی چاہییں[2]۔ کما حققہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ۔

(۳) اس صورت میں سجدہ سہو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسجد میں فوج کے علاوہ دیگر لوگوں کو جمعہ کی نماز کے لیے اجازت نہ دینے پر جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک سرائے ہے جس میں پہلے مسافر خانہ تھا۔ لیکن اب اس میں فوجی حضرات نے قبضہ کیا ہے اور اس کے اندر ایک مسجد ہے جس میں پانچ وقتی نماز اور جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے۔ لیکن اب سوائے ان فوجیوں کے اور سول آدمی کو جمعہ کے لیے نہیں چھوڑتے ہیں تو کیا اس حالت میں جمعہ کی نماز میں کوئی نقصان تو نہیں آئے گا فریقین میں جھگڑا ہے۔ ایک فریق جمعہ کے صحیح ہونے کا قائل ہے اور ایک فریق عدم صحیح ہونے کا قائل ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

قال فی الشامیة قلت و ینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التعلیل تامل — قوله لم تنعقد— یحمل علی ما اذا منع الناس فلایضره اغلاقه لمنع عدوا و لعادة کمامر — قلت ویؤیده قول الکافی واجلس بوابین —الخ[3]— فتامل — فقہاء کی ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ علت عدم جواز

---

۱) وقدافتیت مرارا بعدم صلاة الاربع بعدها بنیة اخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة، وهوالاحتیاط فی زماننا۔ درالمختار، ص ٦، ج٣، طبع رشیدیه جدید۔ وایضاً فی جوهرة النیرة، ص ١٠٦، ج١: طبع قدیمی کتب خانه۔ وایضاً فی الهندیة ص ١٤٦، ج١: طبع بلوچستان

۲) کل موضع وقع الشك فی کونه مصرا ینبغی لهم أن یصلوا بعدالجمعة اربعاً بنیة الظهر احتیاطاً۔ شامی ص ١٩، ج٣، طبع رشیدیه جدید (کتاب الصلوٰة، باب الجمعه)۔ وایضاً فی البحرالرائق: ص ٢٤٩، ج٢، کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، مکتبه رشیدیه۔ وایضاً فی الهندیه: کتاب الصلوٰة الباب السادس عشر فی صلوٰة الجمعة، ص ١٤٦، ج١، مکتبه رشیدیه۔

۳) کما فی الشامی کتاب الصلوٰة، مطلب فی قول الخطیب، ص ٢٩، ج٣، طبع مکتبه رشیدیه جدید۔ وایضاً فی حاشیة الطحطاوی، باب الجمعة، ص ٥١١/٥١٠، ج ٣، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان۔

جمعہ فی الحصن وغیرہ مقامات ممنوعہ میں تفویت جمعہ قلعہ سے باہر والوں کے لیے ہے اور جب قلعہ یا سرائے سے باہر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہے اور سرائے کے اندر رہنے والوں کو اس جمعہ میں شرکت کی اجازت ہے اور باہر والوں کا جمعہ بھی فوت نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ باہر والوں کو مل سکتا ہے تو علت عدم جواز (تفویت جمعہ عن الناس) اس سرائے میں جمعہ پڑھنے کی صورت میں نہیں پائی جاتی اس لیے صورت مسئولہ میں اس سرائے کے اندر نماز جمعہ جائز ہے[1]۔

اور اس مسئلہ میں چونکہ دقت نظر اور غور وفکر کی ضرورت تھی اس کے تأمل کا امر کیا اور فقہاء حنفیہ یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ قوت دلیل مرجح[2] قوی ہے۔ بہر حال جواز جمعہ میں نہیں جواز حسب روایات مذکورہ وتعلیل مذکور ثابت ہے بااین ہمہ بند نہ کرنا دروازہ کا اور عام اجازت دینا احسن اور احوط ہے۔ **نعم لو لم یغلق لکان احسن۔ الخ لانہ ابعد عن الشبھة**[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے تین میل دور دوسو گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پانچ سو کے قریب ہے اور دوسو گھر آباد ہیں، ہمارے گاؤں کے اردگرد چھ چھوٹی بستیاں ہیں، چار دوکانیں ہیں، ہر چیز میسر آسکتی ہے جولا ہے' ترکھان' لوہار سب ہمارے گاؤں میں موجود ہیں۔ میں ایک پرائمری سکول اور ایک بہت بڑی مسجد ہے جس میں ہر روز درس ہوتا ہے۔ سینکڑوں طلبہ وہاں سے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ شہر گاؤں سے بہت دور ہے۔ (تین میل کے فاصلے پر ہے) کافی لوگ شہر پہنچتے پہنچتے ہی عید یا جمعہ پڑھنے سے رہ جاتے ہیں اور فاصلہ شہر سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی لوگ نماز پڑھ نہیں سکتے اور خاص کر بوڑھے اس تکلیف سے دوچار ہیں۔ آپ بتائیں کہ ہمارے

---

۱) کما فی الشامی۔ کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة، قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لاتقام الا فی محل واحد امالو تعددت فلالانہ لایتحق التفویت، الخ، ص ۲۹، ج۳، مکتبہ رشیدیہ جدید۔ وایضاً فی الحلبی الکبیر۔ فصل فی صلاة الجمعة، ص ۵۵۸، ج۳، طبع سعیدی کتب خانہ۔ وایضاً فی بدائع الصنائع: کتاب الصلوة، الجماعة، من شروط الجمعة، ص ۶۰۲، ج۱: مکتبہ رشیدیہ

۲) وفی المقدمة الشامیة وما فی السراجیہ لقوة ان من کان لہ قوة ادراك المدرك یفتی بالقول القوی المدرك، مقدمہ، مطلب اذا تعارض التصحیح، ص ۷۷، طبع قدیمی کتب خانہ)

۳) کما فی الدرالمختار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، "مطلب فی قول الخطیب" ص ۲۹، ج۳، طبع رشیدیہ جدید۔ وایضاً فی حاشیہ الطحطاوی، باب الجمعة، ص ۵۱۱، طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج۳، بیروت لبنان۔

گاؤں میں ہی عید اور جمعہ ادا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ آپ یہ مسئلہ بتا کر شکریہ کا موقع بخشیں اور ہمیں روز کے جھگڑوں سے نجات دلائیں۔

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ [۱] و شرح وقایہ [۲] و درمختار و شامی [۳] سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے [۴] اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے [۵] کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہے۔ اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے [۶] اور اس میں کراہت تحریمہ ہے۔ سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے اور اس کے کچھ حالات بھی درج کیے ہیں۔ یہ قریہ کبیرہ نہیں اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ نیز جمعہ یا عید کے لیے شہر میں جانا بھی ان لوگوں پر ضروری نہیں اس لیے کہ ان کے ذمہ جمعہ واجب نہیں۔ اس طرح اس گاؤں میں نماز جمعہ یا عیدین جائز نہیں [۷]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی البحر الرائق: کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تودی فی مصر حتی لاتصح فی قریۃ ولا مفارۃ، ص ۱۴۰، ج۲: طبع مکتبہ ماجدیہ، وایضاً فی الجوهرۃ النیرۃ، کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۰۵، ج۱، طبع قدیمی کتب خانہ وایضاً فی الهدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۷۷، ج۱، طبع مکتبہ رحمانیہ۔

۲) کما فی الشامی۔ کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ، وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ، التی فیها اسواق، الخ، ص ۸، ج ۳، طبع مکتبہ رشیدیہ جدید۔ وایضاً فی التاتارخانیۃ: کتاب الصلوۃ، باب فرضیۃ الجمعۃ، ص ۴۹، ج۲، طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔ وایضاً

۳) صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما (درالمختار، کتاب الصلوۃ، باب العیدین) صلاۃ العید ومثله الجمعۃ، (شامی) ص ۵۲، ج۳، طبع مکتبہ رشیدیہ جدید۔ وایضاً فی البحر الرائق: کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۴۱، ج۲، طبع مکتبہ الماجدۃ۔ وایضاً فی الهدایۃ باب صلوۃ الجمعۃ ص ۱۷۷، ج۱، طبع مکتبہ رحمانیہ، لاهور۔

٤) الهدایہ: (کتاب الصلاۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۵۰، ج۱، مکتبہ بلوچستان بك ڈپو کوئٹہ)

٥) شرح الوقایہ: کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۹۸، ج۱، مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی

٦) الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاۃ با الجمعۃ، ص ۱۳۸–۱۳۷، ج۲، مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

٧) کما فی الهدایہ لاتجوز فی القری۔ ص ۱۷۷، ج۱، طبع مکتبہ رحمانیہ لاهور۔
وایضاً فی الشامی ص ۵۲، ج۳، (باب العیدین) طبع رشیدیہ جدید۔
وایضاً فی البحر الرائق: کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۴۱، ج۲: مکتبہ الماجدیۃ۔

٨) کما فی الدرالمختار: وظاهر المذهب أنه کل موضع له أمیر و قاضی یقدر علی إقامة الحدود۔" (کتاب الصلاۃ: باب الجمعۃ، ص ۱۳۷، ج۲، مکتبہ ایچ ایم سعید، کراچی)

پانچ سو افراد کی آبادی والے دیہات میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دیہات جس کے باشندے تقریباً پانچ سو کے قریب ہیں- اور ضرورت کی اشیاء بھی مہیا ہو سکتی ہیں کیا اس دیہات میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں اگر ہو سکتا ہے تو کس وجہ کی بنا پر اور اگر نہیں ہو سکتا تو اس کی وجہ بھی بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ باتفاق جمیع علماء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ جواز جمعہ کے لیے مع دیگر شرائط معتبرہ کے ایک شرط مصر یعنی شہر کا ہونا ہے- دیہاتوں میں اور کنووں پر جمعہ کی نماز ادا نہیں (۱) ہوتی بلکہ وہاں کے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں- جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں (۲) ہوتی اور شہر فقہاء کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ جہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام کی تنفیذ کرتے ہوں یا وہ آبادی جس میں گلی کوچے اور بازار ہوں- واضح رہے کہ مذکورہ بستی کسی طرح بھی شہر نہیں کہلا سکتی اس لیے اس میں جمعہ کی نماز نہیں ہو سکتی (۳)۔

کما قال فی الهداية (۴) لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر

---

۱) كما فی البحر الرائق: كتاب الصلوة، "باب الجمعة- شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تودی فی مصر حتی لاتصح فی قرية ولامفازة، ص ۱۴۰، ج۲، طبع مكتبه الماجدية۔
وايضاً فی الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۰۵، ج۱، طبع قديمی كتب خانه۔
وايضاً فی الهدياة باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع مكتبه رحمانيه، لاهور

۲) كما فی الشامی، كتاب الصلوة باب صلوة الجمعة، لوصلوا (الجمعة) فی القری لزمهم اداء الظهر ص ۸، ج۳، رشيديه جديد۔
وايضاً فی التاتارخانية، الفصل الخامس والعشرون فی صلاة الجمعة، ص ۴۹، ج۲، طبع مكتبه ادارة القرآن۔ وايضاً فی الجوهرة النيرة- باب صلوة الجمعة، ص ۱۰۶، ج۱: طبع قديمی كتب خانه۔

۳) كما فی الشامی، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر علی انصاف المظلوم من الظالم، ص ۶، ج۳، طبع مكتبه رشيديه جديد۔ وايضاً فی الهداية، باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱، طبع رحمانيه كتب خانه لاهور۔ وايضاً فی البحرالرائق: باب صلوة الجمعة، ص ۱۴۰، ح۲: طبع مكتبه الماجدية۔

۴) فی الهداية: باب صلوة الجمعه، ص ۱۷۷، ج۱، طبع مكتبه رحمانيه لاهور۔
وايضاً فی البحرالرائق: باب صلوة الجمعة، ص ۱۴۰، ج۲: طبع مكتبه الماجدية۔
وايضاً فی الدرالمختار: كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۶، ج ۳، مكتبه رشيديه جديد۔

ولا تجوز فی القری- لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عن ابی یوسف رحمہ اللہ و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم و الاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی -الخ

جمعہ کے روز اذانِ اول سے قبل ''صلوۃ'' کے نام سے اذان کہنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) جمعہ کے دن عندالاستواء صلوٰۃ کے نام سے ایک اذان کہی جاتی ہے- جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے کہ قبل اذان عثمان رضی اللہ عنہ عین استواء کے وقت بلکہ کبھی اس سے پہلے ہی یہ الفاظ مؤذن بڑی اونچے مینارہ پر آواز بلند کہہ دیتا ہے- لوگوں کا ظن یہ ہے کہ اس کی وجہ سے جمعہ کا امتیاز اور دنوں سے ہو جاتا ہے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج جمعہ ہے اور اس کو وہ فرض شمار کرتے ہیں کم از کم ایک گھنٹہ تک دیا جاتا ہے یعنی یہ نئی علامات کو سن کر جمعہ کی تیاری میں مدد ہوتی ہے- اس کے بغیر عوام کو جمع کرنے میں مشکل ہو جاتی ہے، بڑی دلیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ آج جمعہ کی عظمت سے بے پرواہی ہے، لوگوں کو جمعہ سے ہم ان الفاظ سے آگاہ کرتے ہیں- یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر یہ (جس کو عرف میں صلوٰۃ کہا جاتا ہے) نہ دی جائے اس مسجد میں جمعہ کی نماز بالکل جائز نہیں ہوتی- زید وعمر تحت قول صاحب الکنز فی باب الاذان کے حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے حرمت ثابت کر کے ایسے مسجد کی نماز کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد سے استدلال کرتے ہوئے اس کو قبیح بدعت شمار کرتے ہیں- شیخ دہلوی کے الفاظ میں اس صلوٰۃ کے متعلق شرح سفر السعادہ میں ہے- امااین اذان دیگر کہ برائے ادائے جمعہ سنت گویند نہ درزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ درزمان صحابہ ونہ بعد از ایشان ومعلوم نہ شد کہ از کجا پیدا شد درحواشی ہدایہ گفتہ آند کہ ایں اذان درزمان حجاج احداث یافتہ پس باید کہ سنت راہم بعد از اذان اول بگذارند- اب آیا اس کو چھوڑنا چاہیے یا کہ نہ اس سے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے یا کہ نہیں پہلے نماز جمعہ جو کہ ایسی مسجدوں میں ادا کی گئی ہیں ان کے اعادہ کا کیا حال ہے- الفاظ کما حقہ ہیں- الصلوۃ الف السلام علیک علیک یا سیدی حضرت آدم صفی اللہ الصلوۃ الف السلام علیک- علیک یا سیدنا حضرت نوح نبی- اسی طرح اٹھارہ بیس پیغمبروں کے نام لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ختم کرتے ہیں اور درمیان میں پانچ پانچ منٹ توقف کر کے پھر شروع کر دیتے ہیں- اس

کے بعد اذان عثمان رضی اللہ عنہ دی جاتی ہے پھر سنت پڑھتے ہیں۔ چنانچہ زید و عمر پر جو کہ حامی نہیں اس کی وجہ سے قاتلانہ حملہ ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ حکومتی حملہ اندرون سے بھی کیا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ کو کما حقہ اور بحوالہ کتب معتبرہ واضح فرما دیں۔ (۲) تلقین میت بعد الدفن (۳) بعد فراغ جنازہ قیاما (۴) و نوافل سے فراغ کے بعد امام مقتدیوں کو مجبور کر کے ان کے ساتھ دعا کریں۔ اس کے تارک پر ملامت کی جائے۔ تمام مسائل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) صلوٰۃ معروف یعنی بآواز بلند درود شریف بہ نیت اعلام نماز جائز نہیں ہے[1]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں یہ طریقہ معمول بہا نہیں تھا۔ ائمہ وفقہاء ومحدثین سے بحوالہ منقول نہیں ہے اس لیے اس کا ترک کرنا لازم ہے[2]۔ نیز یہ تثویب بھی نہیں ہے۔ تثویب تو بعد از اذان اور قبل جماعت کے ہوتی ہے۔ بالاتفاق ایسی تثویب جائز نہیں جو قبل اذان کے ہو۔ اس کو تثویب کہنا عقل ونقل کے خلاف ہے، تثویب کے معنی فقہاء نے الاعلام بعد الاعلام کے لکھے ہیں[3]۔ لغت میں بھی تثویب کے معنی لوٹانے کے ہیں[4]۔ اس لیے اذان سے پہلے اعلام کو تثویب کہنا اور اس پر تثویب کا حکم لگانا قطعاً غیر صحیح ہے۔

(۲) دفن میت کے بعد وہاں اتنی مقدار بیٹھ جانا کہ اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جائے ثابت ہے۔

---

۱) وقد كرهوا والله أعلم و نحوه لا علام ختم الدرس حين يقرر (الدر المختار) (قوله: لا علام ختم الدرس) اما اذا لم يكن اعلاماً بانتهائه لايكره لأنه ذكر و تفويض، بخلاف الأول فإنه استعمله الة للاعلام، ونحوه اذا قال الداخل يا الله......الخ (ردالمختار: آخر كتاب الحظر والا باحة، ص ٤٣١، ج٦، ايچ ، ايم سعيد) (وكذا في الفتاوىٰ الهنديه: كتاب الكراهية، الباب الرابع، ص ٣١٥، ج٥، رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في شرح الاشباه والنظائر:

(ص: ١٠٤، ج١، الفن الأول ، القاعدة الثانية، طبع ادارة القرآن، كراچی)

"وان سبح الفقاعي أوصلى على النبي صلى الله عليه وآله وسلم عند فتح فقاعه على قصد ترويجه وتحسينه أوالقصاص اذا قصدبها...... أثم...... الخ" (الفتاوىٰ الهندية، بحواله بالا) (وكذا في البزازية على هامش الهندية: كتاب الكراهية الثاني في العبادات، ص ٣٥٤، ج٦، رشيديه كوئٹه)

٢) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في امرنا هذا ماليس منه فهورد۔

(مشكوة المصابيح: كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، ص ٢٧، ج١: قديمی كراچی)

٣) "التثويب: العود إلى الاعلام بعد الاعلام در" (ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الأذان، ص ٣٨٩، ج١: ايچ ، ايم سعيد)

وكذا في تبيين الحقائق: كتاب الصلوة، باب الأذان، ص ٢٤٥، ج١: طبع دارالكتب علميه بيروت)

٤) "ثوب: جا كر لوٹنا...... بالصلوٰة: نماز کے لیے بلانا" (القاموس الوحيد، ص: ٢٢٦، طبع إداره اسلاميات لاهور كراچی) (وكذا في مصباح اللغات: ص ٩٤، طبع خزينة العلم والأدب لاهور)

اس وقت چونکہ میت سے سوال ہوتا ہے۔اس لیے اس کے لیے تثبیت فی الجواب کی دعا مانگی تھی۔ **کما فی سنن ابی داؤد۔ کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ و قال استغفروا لاخیکم واسئلوا اللہ لہ التثبیت فانہ الان یسئال** (۱)۔ نیز اول سورۃ بقرہ اور خاتمہ سورۃ بقرہ کا پڑھنا منقول ہے۔ **و کان ابن عمر یستحب ان یقراء علی القبر بعدالدفن اول سورۃ البقر و خاتمھا شامی**۔ (۲)

(۳) دعاء بعد الجنازہ اجتماعی صورت میں مانگنا خیر القرون میں معمول نہیں تھا۔ بلکہ فقہاء نے صراحۃً اس کو منع فرمایا، بحرالرائق، سراجیہ وغیرہ دیکھ لیجیے (۳) اس لیے اس کا ترک کرنا لازم ہے (۴)۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت بعد الفرض گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے تو سنت کے بعد دعا مقتدیوں کے ساتھ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مانگی تو اس کا ثبوت نہ ہوا اور اس کے ترک کرنے والے پر ملامت کرنی نعوذ باللہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے جہالت پر مبنی ہے یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرنا ہے (۵)۔ والعیاذ باللہ البتہ فرض کے ساتھ دعا مانگ سکتے ہیں (۶) اس کا ثبوت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) (سنن أبی داؤد: کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت...... حدیث نمبر ۳۲۲۱، ص ۱۰۵، ج۲: رحمانیہ لاهور)

۲) (ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز، مطلب فی دفن المیت، ص ۲۳۷، ج۲، ایچ، ایم سعید)

۳) وقید بقولہ بعد الثالثۃ لأنہ لایدعوا بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ۔ (البحر الرائق: کتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاتہ۔ ص ۳۲۱، ج۲، رشیدیہ) (وکذا فی الخلاصۃ: کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس والعشرون فی الجنائز، ص ۲۲۵، ج۱: رشیدیہ) واذا فرغ من الصلوٰۃ لایقوم بالدعاء۔ (السراجیۃ علی هامش قاضی خان: کتاب الجنائز، قبیل باب الافن، ص ۱٤۱، ج۱: بلوچستان بك ڈپو کوئٹہ)۔ (وکذا فی البزازیہ علی هامش الهندیۃ، کتاب الصلوۃ، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، ص ۸۰، ج٤، رشیدیہ)

٤) عن عبداللہ بن شقیق قال سألت عائشۃ رضی اللہ عنها عن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت: کان یصلی فی بیتی قبل الظهر أربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس ثم دخل فیصلی رکعتین......الخ" (الحدیث: (مشکوٰۃ المصابیح، باب السنن وفضائلها، الفصل الأول، ص ١٠٤، ج١، قدیمی کراچی)

٥) من أصر علی أمرٍ مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد أصاب منہ الشیطان من الإضلال فکیف من أصر علی بدعۃ أومنکر" (مرقاۃ: کتاب الصلوۃ، باب الدعاء فی التشد، الفصل الأول، حدیث ٩٤٦، ص ٢٦، ج٣، دارالکتب علمیہ بیروت) ۔ وکذا فی السعایۃ علی شرح الوقایۃ: کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ، ص ٢٦٥، ج٢، سهیل اکیڈمی لاهور)

٦) کما فی المشکوۃ: عن معاذ بن جبل قال اخذبیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی احبك یا معاذ قلت وانا احبك یارسول اللہ قال فلاتدع ان تقول فی دبر کل صلاۃ رب اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك (ص ٨٨، ج١، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

شرط نہ پائے جانے کے باوجود جاری کیے گئے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ایسی جگہ ہو کہ وہاں جمعہ کی نماز کی شرائط نہ پائی جائیں وہاں اس مسجد میں نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں۔ درصورتیکہ اس مسجد میں چار پانچ سال پہلے بھی جمعہ کی نماز جاری ہو اور اس مسجد کے نزدیک ایک اور مسجد آدھ میل کے فاصلہ پر ہو وہاں اس مسجد میں بھی جمعہ کی نماز قائم ہو اس جگہ پر صرف چالیس پچاس آدمی نماز جمعہ کے لیے آتے ہیں۔ اب کونسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جائے اور کون سی میں نہ پڑھی جائے اور نماز ظہر بھی پڑھے یا نہ اگر پڑھے باجماعت پڑھے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جس گاؤں میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں وہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ ایسی جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا درمختار میں مکروہ تحریمی لکھا ہے لہٰذا اس جگہ ترک جمعہ ضروری ہے تمام لوگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں۔ **و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم اداء الظهر** [1] **و فی القنیة صلوة العید فی القری تکره تحریماای لانه اشتغال بما لا یصح (درمختار) (قوله صلوة العید) و مثله الجمعة** [2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲، ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی جامع الرموز للقهستانی: کتاب الصلوٰة، فصل صلوة الجمعة، ص ۲۶۲، ج۱: ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی)

(ومثله فی البحر الرائق: کتاب الصلوة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴۵۔۲۴۸، ص ۲: طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب العیدین، ص ۱۶۷، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید کراچی)

(وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوة، فصل صلوة العیدین، ص ۲۷۲، ج۱: ایچ ایم سعید)

کیا جمعہ کے فرضوں کے بعد والی چار رکعات سنن مؤکدہ ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز میں چار رکعت نماز سنت دو رکعت نماز فرض چھ رکعت نماز سنت یعنی چار اور دو یہ جو چار سنتیں فرضوں کے بعد ہیں- کیا یہ سنتیں مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ۔ نہ پڑھنے کی صورت میں نماز مکمل ہوگی یا نہیں۔

﴿ج﴾

جمعہ کی پہلی چار سنتیں اور بعد کی چار مؤکدہ ہیں لیکن فرضوں کے بعد چھ بہتر ہیں، چار پہلے اور دو پیچھے **وسن مؤكدا (اربع قبل الظهر و) اربع قبل (الجمعة و)اربع (بعد ها بتسليمة)** [1] **و ذكر في الاصل و اربع قبل الجمعة و اربع بعدها الخ- و ذكر الطحاوى عن ابى** [2] **يوسف انه قال يصلي بعدها ستا- الخ- و ينبغي ان يصلي اربعا ثم ركعتين** [3] سنن مؤکدہ کا ترک کرنا درست نہیں حتی الوسع ان کو پڑھنا چاہیے- **ولهذا كانت السنة المؤكد، قريبة من الواجب في لحوق الاثم كما في البحر و يستوجب تاركها التضليل واللوم كما في التحرير اى على سبيل الاصرار بلا عذر** [4] اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ سنت مؤکدہ کا تارک موجب عتاب وسرزنش ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) (الدر المختار: كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲، ج۲: ايچ ، ايم سعيد كراچى)

۲) بدائع الصنائع: كتاب الصلوة، فصل فى الصلوة المسنونة، ص ۲۸۵، ج۱: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه) (وكذا فى الفتاوى الهندية: كتاب الصلوة، الباب التاسع فى النوافل، ص ۱۱۲، ج۱: رشيديه كوئٹه) (وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۸۷، ج۲: رشيديه كوئٹه)

۳) (ردالمحتار: باب الوتر والنوافل: مطلب فى السنن والنوافل، ص ۱۲، ج۲، ايچ ايم سعيد كراچى)
السنة المؤكدة بمنزلة الواجب فى الاثم بالترك كما صرحوا به كثيراً۔
(البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۸۶، ج۲، رشيديه كوئٹه)
(وكذا فى حلبى كبير: فصل فى النوافل، فروع لوترك، ص: ۳۸۹، سعيدى كوئٹه)
(كذا فى شرح معانى الآثار للطحاويؒ، كتاب الصلوة، باب التطوع بعد الجمعة، كيف هو، ص ۲۳۳، ج۱: سعيد)

٤) كذا فى شرح معانى الآثار للطحاويؒ، كتاب الصلوة، باب التطوع بعد الجمعة كيف هو، ص ۲۳۳، ج۱، سعيد)

پچاس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد موجود ہے جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں گردونواح میں سینکڑوں مکانات ہیں۔ ڈاک خانہ موجود نہیں البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے بستی میں ۵۰/۴۰ گھر ہیں۔ کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل (۱) ہدایہ و شرح وقایہ (۲) درمختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے (۳) اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوگا کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے۔ مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن حکم کا مدار عرف پر ہے۔ عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار گلیاں اس میں موجود ہوں اور ضروریات زندگی سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (۴) و ایضاً فیه تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة (۵) و ایضاً فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما).

---

۱) کما فی الهدایة: کتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۲) کما فی شرح الوقایه: کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۹۸، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ویشترط لصحتها سبعة أشیآء: الأول: المصر وهو مالایسع أکبر مساجده أهله المکلفین بها...... الخ
(الدرالمختار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی)
(وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۲٤٥، ج۲: طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)
(وکذا فی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۵۰٦، قدیمی کراچی)

٤) (ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲، ایچ، ایم سعید)

۵) (ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید)

و مثله الجمعة [1]

سوال میں جس دیہات کا ذکر ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا عیدین صحیح نہیں [2] اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی - لما فی الشامیة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم اداء الظهر [3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمعہ کے روز وعظ کی صورت میں اذان وعظ اور عربی خطبہ کی بہتر ترتیب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ہمارے مولوی صاحب جمعہ کے دن ہمیشہ اذان ثانی (جو خطیب صاحب کے سامنے پڑھی جاتی ہے) کہلوا کر تقریر شروع فرماتے ہیں- آدھ یا پون گھنٹہ تقریر فرمانے کے بعد مختصر سا عربی خطبہ پڑھ کر جماعت کروا لیتے ہیں چونکہ دیہات ہے اس لیے لوگ نماز کھڑی ہونے تک آتے رہتے ہیں اور سنتیں پڑھتے رہتے ہیں- سامعین کے لیے خطبہ کے آداب تحریر فرمادیں- نیز جو لوگ سنتیں پڑھتے ہیں وہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز مولوی صاحب کا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ دلائل سے مزین فرما کر مسئلہ کی وضاحت کریں۔

﴿ج﴾

خطبہ جمعہ کے آداب وواجبات بہت ہیں- منجملہ ان کے اہم اور ضروری امر یہ ہے کہ جب خطبہ شروع ہو تو بالکل بات چیت نہ کی جائے بلکہ ہمہ تن متوجہ ہو کر خطبہ سنا جائے اور نماز سنن وغیرہ بھی اس وقت میں پڑھنا منع

---

١) (الدرالمختار: کتاب الصلوة، باب العیدین، ص ١٦٧، ج٢: ایچ ایم سعید کراچی)
(وکذا فی الهدایه: کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ١٧٧، ج١: طبع مکتبه رحمانیه لاهور)
(وکذا فی شرح الوقایة: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ٢٤٠، ج١، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)
(وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوة، فصل صلوة الجمعة، ص ٢٦١، ج١: ایچ ایم سعید کراچی)

٢) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... وکما أن المصر اوفناء ه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز صلاة العید۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨-١٣٩، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

٣) (ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: ایچ ایم سعید) (وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوة، فصل صلوة الجمعة، ص ٢٦٢، ج١: ایچ ایم سعید کراچی)

ہے (۱)۔ لہٰذا خطیب صاحب کو چاہیے کہ تقریر خطبہ سے پہلے کریں اس کے بعد اذان ثانی ہو اور مختصر خطبہ عربی میں پڑھ لیں۔ پھر فریضہ نماز ادا کریں اور اگر تقریر کا سلسلہ بعد از جمعہ کے کرلیا جائے تو اور بہتر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علاماتِ شہر

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ جمعہ کی نماز کی ۹ شرطیں بیان کی ہیں۔ چار وجوب کی: مردی، آزادی، بیلزری، اقامت، اور پانچ صحت کی: شہر، وقت، خطبہ، جماعت، اذن عام۔

(۱) شہر کی تعریف میں تحریر ہے کہ مسجد بڑی کے بھر جانے سے زائد مسلمان مرد مکلف موجود ہوں وہ شہر کے حکم میں ہے کیا یہ قول صحیح ہے۔

(۲) بڑی مسجد کی مقدار چالیس گز شرعی تحریر ہے چوڑائی کا ذکر نہیں ہے چوڑائی بیان کردیں۔

(۳) مقدار گز چوبیس انگل تحریر ہے اور انگل کم و بیش ہوتی ہے انچ تحریر کردیں۔

(۴) شہر کی تعریف بقلم خود تحریر کردیں یہ تحریر بحوالہ شامی ہے۔

ج

شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ میں جمعہ فرض ہے قریہ کبیرہ وہ ہے کہ قریب قریب کی چھوٹی بستیوں کے لیے مرجع و مرکز کی حیثیت رکھتا ہو اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں۔ اس میں بازار گلی کوچے ہوں اور تقریباً تین چار ہزار کی آبادی ہو اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو تو یہ علامات مصر و قصبہ و قریہ کبیرہ ہونے کی ہیں (۲)

---

۱) عن ابن عباس و ابن عمر رضی الله عنهما أنهما كانا يكرهان الصلوة والكلام بعد خروج الامام۔ (المصنف لابن أبي شيبة: كتاب الجمعة، باب نمبر ۲۰ من كان يقول: إذا خطب الامام فلا تصل، حديث نمبر ۹، ص ۲۱، ج۲: طبع مكتبه امداديه، ملتان) إذا خرج الامام: فلا صلوة ولا كلام ألى تمامها وان كان فيها ذكر الظلمة في الأصح (الدر المختار) (قوله فلا صلاة) شمل السنة وتحية المسجد بحر۔ (ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۵۸، ج۲: ايچ ايم سعيد) (وكذا في حلبي كبير: فصل في صلوة الجمعة، ص: ۵۶۰، طبع سعيدی كتب خانه كوئٹه) (وكذا في تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۵۳۵، ج۱: طبع دار الكتب علميه، بيروت)

۲) "ويشترط لصحتها سبعة أشياء! الأول المصر ...... وظاهر المذهب أنه كل موضع له أمير و قاض يقدر على اقامة الحدود (الدر المختار) في التحفة عن أبي حنفية رحمه الله أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أوعلم غيره...... تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق ...... الخ۔

(الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۷/۱۳۸، ج۲: طبع ايچ، ايم سعيد كمپنی كراچی) (وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: رشيديه كوئٹه) (وكذا في فتح القدير: كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۳/۲۴، ص۲: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا في جامع الرموز: كتاب الصلوة، فصل صلوة الجمعة، ص ۲۶۱، ج۱: سعيد)

جہاں یہ علامات موجود ہوں گی وہاں پر جمعہ فرض ہوگا- باقی یہ تعریف کہ وہاں کی بڑی مسجد میں اھل قریہ نہ سما سکتے ہوں مدار فرضیت جمعہ بنانا درست نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا نماز جمعہ کے بعد نماز احتیاطی ضروری ہے

❊ س ❊

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں ایک مولانا صاحب ہیں جو کہ ہر موقع پر فرماتے ہیں:

(۱) کہ بعد از صلوۃ دوگانہ جمعہ دو رکعت نماز احتیاطی ضروری ہے کیونکہ یہاں ملک دارالحرب ہے اسلام نہیں- بمسلک امام ابوحنیفہ تحت دلیل قطعی اور ظنی وغیرہ حوالہ سے تحریر فرمائیں-

(۲) فرماتے ہیں یہاں دیہات میں پہلے تو جمعہ ہو نہیں سکتا کیونکہ جمعہ والی شرطیں موجود نہیں اگر ہو تو نماز بالکل نہیں ہوتی-

(۳) وہ علاقہ میں اس مسئلہ کو عام کر رہے ہیں حالانکہ دیہاتوں میں چاہ چاہ جمعہ ہوتا رہتا ہے آپ پوری وضاحت سے مسئلہ تحریر فرمائیں لوگوں میں شرارت بڑھنے کا امکان ہے اسلیے اس مولانا کو مسئلہ سمجھایا جائے- بینوا توجروا

❊ ج ❊

بسم اللہ الرحمن الرحیم- واضح رہے کہ احناف کے نزدیک جمعہ شہر یا قریہ کبیرہ میں ادا ہوتا ہے قریہ صغیرہ میں چاہ چاہ میں جمعہ کا ادا کرنا جائز نہیں ہے[1] اور ان لوگوں کے ذمہ سے جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی[2]- ان پر لازم ہے کہ وہ ظہر کی چار رکعتیں باقاعدہ جماعت کے ساتھ ادا کر لیا کریں[3] جمعہ کی دو رکعتیں

---

۱) (راجع للحاشیة السابقة نمبر ۲، فی السوال السابق، ص ۶۵۱)

۲) الاتری أن فی الجواھر: لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر- (ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: سعید) (وکذا فی جامع الرموز، کتاب الصلوة، فصل صلوة الجمعة، ص ۲۶۲، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ومن لاتجب علیھم الجمعة من أھل القری والبوادی لھم أن یصلوا الظھر بجماعة یوم الجمعة بأذان واقامة- (الفتاوی قاضی خان بھامش الھندیه: کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع رشیدیه کوئٹه) (وکذا فی الفتاوی الھندیه: کتاب الصلوة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۹، ج۱: رشیدیه کوئٹه) (وکذا فی ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۵۷، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی)

جن کو یہ دیہات والے پڑھتے ہیں یہ نفل کہلائیں گی اور نماز نفل کا ادا کرنا جماعت کے ساتھ با لتداعی مکروہ ہے[1]۔ باقی ہمارا ملک اگر چہ اس میں شرعی احکام اور حدود جاری نہیں ہیں تب بھی دارالاسلام ہی ہے۔ کیونکہ اسلام پر عمل کرنے میں نمازیں ادا کرنے اذانیں دینے وغیرہ پر کوئی پابندی نہیں ہے لہٰذا دارالاسلام ہے۔ اور اس میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے[2]۔ شہر والے یا محلہ والے جس شخص پر اتفاق کر کے خطیب بنائیں تو اس کے پیچھے جمعہ ادا کرنا اندریں حالات جائز ہے۔ باقی نماز احتیاطی کے بارہ میں فقہاء کرام کا نیز علماء دیو بند' مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ گنگوہی مولانا عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ وغیرہ کا فتویٰ یہی ہے کہ جہاں شہر ہو وہاں تو جمعہ کی نماز ادا ہو جاتی ہے اور ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ نماز احتیاطی ادا کرنے کا یہ فائدہ الثانیہ کہ اس کے ادا کرنے سے جمعہ کی فرضیت کے متعلق عوام بلکہ خواص تک کے عقیدہ کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے شہروں میں احتیاطی نماز ادا نہ کی جائے اور جہاں دیہات اور چاد ہے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنی فرض ہے جمعہ پڑھنا وہاں ان کے لیے جائز نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو فقط ظہر کی نماز ہی با جماعت ادا کرنی چاہیے نہ یہ کہ جمعہ بھی پڑھیں اور بعد میں احتیاطی بھی پڑھیں بلکہ فقط ظہر کی نماز پر ہی اکتفا کریں اس کی مزید تحقیق فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ میں ملاحظہ فرمالیں فقط[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) ولا يصلي الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان: أي يكره ذلك على سبيل التداعي۔ (الدرالمختار: كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداع، ص ٤٨/٤٩، ج٢، ايچ ايم سعيد) (وكذا في الفتاوى الهندية: كتاب الصلوة، الباب الخامس في الامامة، الفصل الأول، ص ٨٣، ج١: رشيديه كوئٹه)

(وكذا في حلبي كبير: كتاب الصلوة، بحث التراويح، ص: ٤٠٨، سعيدى كتب خانه كوئٹه)

۲) وأما البلاد التي عليها وال مسلم من جهتهم فيجوز به اقامة الجمع والأعياد...... وفي سيرالاصول لائلي اليسر ان دارالاسلام لايصير دارحرب مالم نبطل به جميع ماصارت به دارالإسلام...... الخ" (مجموعة الفتاوى: كتاب الصلوة، هندوستان ميں نماز جمعه..... ص ٢٣٧/٢٣٨، ج١: ايچ ايم سعيد) (وكذا في الفتاوى البزازية: كتاب السير، الفصل الثالث في الحظر والاباحت، ص ٣١١، ج٦، رشيديه كوئٹه)

۳) (فتاوى رشيديه: جمعه و عيدين كا بيان، ص: ٣٤٩، طبع اداره اسلاميات، لاهور)

(فتاوى دارالعلوم (المعروف بامداد المفتين) لمفتي محمد شفيعؒ: كتاب الصلوة، فصل في الجمعة، ص ٣٩٤، ج٢: دارالاشاعت، كراچى)

(فتاوى دارالعلوم (المعروف بعزيز الفتاوى) لمولانا عزيزالرحمن صاحب، باب الجمعة، ص ٢٧٣، ج١: دارالاشاعت، كراچى)

فتاوى دارالعلوم ديوبند، كتاب الصلوة، الباب الخامس عشر في صلوة الجمعة، ص ٣٨، ج٥، دارالاشاعت كراچى)

آٹھ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں تاجہ زئی جس کے بالغ مردوں کی آبادی ۸۰۰ ہے-تقریباً دوگنے سے زیادہ نابالغ بچے بچیاں اور بالغ عورتیں ہوں گی- ایک بجلی گھر بھی ہے، اسکول مڈل تک ہے، زنانہ سکول بھی ہے، ڈسپنسری ہے، ڈاکخانہ بھی ہے، لاریوں کا مشہور اڈہ ہے، چار گاؤں ہیں ان کے درمیان میں ایک فرلانگ یا اس سے کم ہی فاصلہ ہے، گاؤں سارا ایک نام سے مسمی ہے، لہٰذا جو احناف کے نزدیک مفتی بہ ہو وہ جواب عنایت فرمائیں- تاکہ اس علاقہ کے لوگوں کا انتشار دور ہو جائے نیز یہ کہ جہاں نماز جمعہ صحیح ہو وہاں سے کتنے دور والوں پر نماز جمعہ واجب ہوگی- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم -صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی کے اندر جمعہ جائز نہیں ہے کیونکہ باتفاق علماء احناف جمعہ کی صحت کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے[1] اور تاجہ زئی تو چار چھوٹے گاؤں کا نام ہے جن کے مابین فرلانگ تک کا فاصلہ ہے پہلے تو یہ سارے گاؤں ایک شمار نہ کیے جائیں گے کیونکہ ان کے مابین جگہ میں غالباً کھیتی باڑی ہوتی ہوگی اور جب دو بستیوں میں کھیتی باڑی کی وجہ سے انفصال ہو اور ان میں سے کوئی ایک دوسری بستی کا فناء بھی نہ ہو تو یہ شرعاً ایک شمار نہیں کی جاتیں بلکہ علیحدہ علیحدہ آبادی شمار کی جاتی ہیں لہٰذا تاجہ زئی کا اگر ہر ایک گاؤں علیحدہ شمار کیا جائے تب تو واضح ہے کہ اس میں جمعہ جائز نہیں ہے اور اگر بالفرض ان سب کو جمع کر کے ایک بستی شمار کیا جائے تب مجموعہ پر بھی مصر کی تعریف صادق نہیں آتی- کیونکہ ہزار ڈیڑھ ہزار اور دو ہزار مختصری آبادی ہے- نیز اس میں امیر اور قاضی بھی نہیں ہے- دیگر جو امارات از قسم گلی کوچے اور بازاروں کے بتائے گئے ہیں وہ بھی اس کے اندر موجود نہیں ہیں لہٰذا اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا- قال فی الهداية[2] والمصر الجامع كل

---

۱) ويشترط لصحتها سبعة اشياء: الأول: المصر وهو مالا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها (الدر المختار) ...... تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق ...... لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب۔ (الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید کراچی)

(وكذا في جامع الرموز للقهستاني: باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: ایچ ایم سعید)

(وكذا في البحر الرائق: باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: رشیدیه کوئٹه)

۲) (الهداية: كتاب الصلوة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: رحمانیه لاهور)

موضع له امير و قاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عند ابى يوسف رحمه الله و عنه انهم اذا اجتمعوا فى اكبر مساجد هم لم يسعهم وا لاول اختيار الكرخى و هو الظاهر والثانى اختيار الثلجى – و قال فى العناية[1] (وعنه) اى عن ابى يوسف (انهم اذا اجتمعوا) اى اجتمع من تجب عليهم الجمعة لا كل من يكن فى ذلك الموضع من الصبيان والنساء والعبيد لان من تجب عليهم مجتمعون فيه عادة قال ابن شجاع احسن ما قيل فيه اذا كان اهلها بحيث لو اجتمعوا فى اكبر مساجدهم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا الى بناء مسجد اخر للجمعة و هذا الاحتياج غالب عند اجتماع من عليه الجمعة والاول اختيار الكرخى و هو ظاهر الرواية و عليه اكثر الفقهاء والثانى اختيار ابى عبدالله الثلجى و عن ابى يوسف رواية اخرى غير هاتين الروايتين و هو كل موضع يسكنه عشرة الاف نفر فكان عنه ثلث روايات. فقط والله تعالى اعلم–

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جواز جمعہ کے لیے قریبی بستیوں کو ملانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی ہے جس کا عمومی نام بستی قریش ہے اگر ان لوگوں سے میل دو میل کے فاصلے سے کوئی پوچھے آپ کہاں بیٹھتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ بستی قریش میں مگر یہی بستی قریش تین بستیوں میں تقسیم ہے ان کے درمیان آپس میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ تقریباً مدرسہ قاسم العلوم اور انوارالعلوم کے درمیان میں فاصلہ ہے ان بستیوں کے درمیان ایک مسجد ہے۔ جس کے قریب کوئی گھر بغیر ایک کنویں کے نہیں ہے کیا اس مسجد میں جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ان تین بستیوں کو بستی واحد کا حکم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

۱) (العناية على هامش فتح القدير: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ٢٤، ج٢: رشيديه كوئٹه)
(وكذا فى حلبى كبير: فصل فى صلوٰة الجمعة، ص: ٥٤٩ / ٥٥٠، سعيدى كتب خانه كوئٹه)
(وكذا فى ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٣٧ / ١٣٨، ج٢: ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى)

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آپ نے یہ تحریر نہیں فرمایا ہے کہ مجموعہ تین بستیوں کی آبادی کتنی ہے ان کی دیگر ہیئت کذائیہ کیسی ہے اگر مجموعہ بھی شہر جو جمعہ کے جواز کے لیے شرط ہے نہ کہلاتا ہو اور نہ شہر (مصر) کی تعریف اس پر صادق آتی ہو تو اگر بالفرض ان کو ایک بستی کے حکم میں بھی قرار دے دیا جائے تب بھی جمعہ اس میں جائز نہ ہوگا[1] یہ تو بعد کی بات ہے کہ ان کو بستی واحد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟ شہر بننے کے لیے تو علاوہ دیگر شرائط کے کافی بڑی آبادی کی ضرورت پڑتی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تین سو بالغ ونابالغ افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک میں تقریباً تین صد مرد وعورت بالغ، نابالغ کی آبادی ہے یہاں دوکانیں چار ہیں۔ یہاں سے سودا جو ہفتہ بھر کے لیے ضروری ہوتا ہے وہ نہیں مل سکتا۔ بافندہ، لوہار، ترکھان، حجام، درزی موچی وغیرہ ہیں۔

ایک گاؤں ہے وہاں جامع مسجد بھی ہے اور ہمیشہ جمعہ ہوتا ہے یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ہر چار طرف جمعہ ہوتا ہے۔ ہمارے چک میں ایک مسجد ہے اس میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) "لا تصح الجمعة الا في مصر جامع أوفي مصلي المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولاتشريق ولا فطر ولا أضحى الا في مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود و هذا عن أبي يوسف رحمه الله وعنه أنهم اذا اجتمعوا في اكبر مساجد هم لم يسعهم والأول اختيار الكرخي رحمه الله وهو الظاهر والثاني اختيار الثلجي رحمه الله"۔

(الهداية: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع مكتبه رحمانيه، لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸/۱۳۷، ج۲: ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى)

(وكذا في العنايه على هامش فتح القدير: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۲۴، ج۲: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) راجع الى الحاشية السابقة، نمبر ۱

﴿ج﴾

یہ بستی چھوٹی ہے۔ صحت جمعہ کے لیے تمام فقہاء نے مصر ہونے کو شرط لکھا ہے[۱]۔ قصبہ بھی مصر کا حکم رکھتا ہے[۲]۔ پس اس بستی میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے۔ نماز ظہر با جماعت پڑھنا ضروری ہے ورنہ فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے خطبہ سننا شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص خطبہ میں شمولیت نہیں کرتا بعدہ جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ نظر شفقت فرماتے ہوئے یہ بیان فرمائیں کہ اس شخص کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو جاتی ہے تو کس درجہ یعنی کاملاً یا ناقصاً۔ بسط کے ساتھ واضح الفاظ میں بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

نماز کی صحت کے لیے خطبہ کا ہونا تو شرط ہے سننا شرط نہیں ہے[۴]۔ ایک آدمی اگر دیر سے آ گیا ہے اور خطیب خطبہ پڑھ چکا ہے مجمع موجود ہے اور یہ شخص آ کر صرف نماز میں شریک ہو جاتا ہے تو اس کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے ہاں ثواب اس کا پہلے آنے والے لوگوں سے جو خطبہ سن چکے ہیں بہت کم ہے[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) (ویشترط لصحتها) أی صلاة الجمعة (ستة أشیاء) الأول (المصر أوفناؤه)" مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۵۰۶، قدیمی کراچی)۔
(وکذا فی الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱، طبع مکتبه رحمانیه، لاهور)

۲) "تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق.....الخ" (ردالمختار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)
(وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوة، فصل صلوٰة الجمعة، ص ۲۶۱، ج۱: ایچ ایم سعید)

۳) "فی الجواهر: لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر۔" (ردالمختار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: سعید)..... "وأما القریٰ فإن أراد الصلوٰة فیها فغیر صحیحة علی المذهب۔"
(البحرالرائق: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: رشیدیه کوئٹه)

۴) "والرابع: الخطبة فیه..... والخامس کونها قبلها..... بحضرة جماعة تنعقد الجمعة، بهم ولو کانوا صما أونیاما (الدرالمختار) ..... (قوله ولوکانوا صما أونیاماً) أشار إلی أنه لایشترط لصحتها کونها مسموعة۔" (الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۴۷، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی) "الاتریٰ الی صحتها من المقتدین الذین لم یشهدوا الخطبة۔"(البحرالرائق: کتاب الصلوٰة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۵۷، ج۲: رشیدیه کوئٹه) (وکذا فی الفتاویٰ الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۶، ج۱: طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۵) (راجع للمحاشیة السابقة، نمبر ۴

ڈیڑھ درجن مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں ڈیڑھ درجن مکان ہیں اور اس کے اردگرد اور بہت سی بستیاں ہیں جن بستیوں کا فاصلہ ایک بیگھہ یا ایکڑ اور اس سے زیادہ بھی ہے اس طرح اگر ان بستیوں کو اکٹھا کیا جائے تو ایک اچھا خاصہ قصبہ بن جاتی ہیں مذکورہ بستی میں ایک دینی درس گاہ ہے۔ اس درس گاہ کی مسجد میں نماز جمعہ شروع کیا ہے۔ شروع اسی وجہ سے کیا ہے کہ یہ لوگ آئندہ دن کے بعد کوئی دین کا حکم بن جائیں تو آیا بستی مذکورہ میں نماز جمعہ جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ صحت ادائے نماز جمعہ کے لیے مصر یا فناء مصر کا ہونا باتفاق علماء احناف شرط ہے[1]۔ جہاں یہ شرط نہ پائی جائے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں جمعہ کے ادا کرنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی[2]۔ نیز ایسی جگہ جمعہ کی نماز کا ادا کرنا ادائے نفل بالجماعۃ بالتداعی ہوگا اور یہ بھی مکروہ ہے[3]۔ مذکورہ بستی چونکہ قریہ صغیرہ ہے اور آس پاس کی بستیوں کو شرعاً اس کے ساتھ اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا جمعہ

---

۱) "ويشترط لصحتها سبعة أشياء: الأول المصر ......أوفناء ه بكسر الفاء. وهو ما حوله اتصل به أولاً"
(الدر المختار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۷/۱۳۸، ج۲: ايچ، ايم سعيد كمپنى كراچى)
(وكذا فى الهداية: كتاب الصلوة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: رحمانيه، لاهور)
(وكذا فى مراقى الفلاح، كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص: ۵۰۶، قديمى كراچى)

۲) "فى الجواهر: لوصلّوا فى القرى لزمهم أداء الظهر۔" (الدر المختار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: سعيد)
"وأما القرىٰ فإن أراد الصلوٰة فيها فغير صحيحة على المذهب۔" (البحر الرائق: باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: رشيديه)

۳) "ولا يصلّى الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان: أى يكره ذلك على سبيل التداعى بأن يقتدى أربعة بواحد كما فى الدرر" (الدر المختار: كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، مطلب فى كراهة الاقتداء فى النفل على سبيل التداعى، ص ۴۸/۴۹، ج۱: ايچ، ايم سعيد)۔
(وكذا فى حلبى كبير: بحث التراويح، ص: ۴۰۸، سعيدى كتب خانه كوئٹه)
(وكذا فى الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب الخامس فى الامة، الفصل الأول، ص ۸۳، ۱: رشيديه كوئٹه)

کی نماز کا ادا کرنا مذکورہ بستی میں ناجائز ہے[1] مذکورہ بستی کے لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہے اگر دین کا حکم سنانا مقصود ہے تو روز سنا دیا کریں، گھر گھر جا کر تبلیغ فرمائیں یا جلسے، درس وغیرہ منعقد کر لیا کریں جمعہ کا ادا کرنا محض اس مصلحت کی خاطر ہرگز درست نہیں ہے- قال فی الکنز شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر و قاض ینفذالاحکام و یقیم الحدود[2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے دن کام کاج کی چھٹی کرنا بدعت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مدارس اسلامیہ اور اسلامی تعلیمی درسگاہوں میں تعطیل یوم الجمعۃ کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ علماء سلف اور خلف کا اس پر اختلاف نہیں خواہ غیر مقلدین یا مقلدین ائمہ اربعہ دیوبندی بریلوی ہوں یا اہل شیعہ ہوں ان کا اجماع ہے اور بکر سب کی تغلیط کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بدعت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور صحابہ کے زمانہ اور تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین کے زمانے میں مروج نہ تھا بلکہ گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے اقتدار کے دور میں روسی لیبر پارٹی کے انقلاب سے متاثر ہوتے ہوئے ایک دن کی تعطیل مقرر کی ہے اور مولوی لوگوں نے پھر اس جمعہ کے دن کی تعطیل کو اس سے لیا ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- واضح رہے کہ بدعت شرعاً اس کو کہتے ہیں کہ کسی ایسے کام کو عبادت سمجھ کر کیا جائے جس کا شرعاً عبادت ہونا ثابت نہ ہو- کما فی الحدیث من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد او کما قال علیه السلام[3]-لہٰذا کسی کام کو اگر کیا جائے اور اسے عبادت یعنی کار ثواب سمجھ کر نہ کیا جائے تو

---

۱) ولا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: سعید) (وکذا فی البحر: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲، رشیدیه)۔(وکذا فی الهدایة: باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱، رحمانیه لاهور)

۲) (کنزالدقائق: کتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة، ص: ۴۳، بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۳) (مشکوٰة المصابیح: کتاب الایمان، باب الإعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قدیمی کراچی) (قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: من أحدث، أی جددو ابتدع، أوأظهر واخترع (فی أمرنا هذا) أی فی دین الاسلام مالیس منه... فهو) أی الذی أحدث (رد) أی مردود علیه..... الخ۔" (مرقاة شرح مشکوٰة، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، حدیث نمبر ۱۴۰، ص ۳۳۵، ج۱: طبع دارالکتب علمیه بیروت)

(وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، ص ۵۶۰، ج۱: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

شرعاً بدعت نہیں کہا جاتا-مثلاً لاریوں اور ریلیوں کا سفر بدعت شرعاً نہیں ہے اگر چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیز قرون مشھود لھا بالخیر میں اس قسم کے سفر کا کوئی نام ونشان نہیں ہے- کیونکہ اس قسم کے سفر کو تو کوئی عبادت کی غرض سے مقصود سمجھ کر نہیں کرتا اسی طرح مدارس عربیہ کا موجودہ نہج اور طرز پر اجراء اگر چہ قرون ثلثہ کے بعد کا ہی ایجاد ہے مگر چونکہ مقصود دین کی تعلیم وتبلیغ ہے موجودہ زمانہ میں مدارس کا موجودہ طریقہ اس مقصود کی آسانی کا سبب بنتا ہے اس لیے ان کا اجراء کیا جاتا ہے نہ یہ کہ ایسے طرز ہی کو مقصود اور عبادت سمجھ کر ہی کیا جاتا ہے ورنہ یہ بھی بدعت بن جائے گا-

اس تمہید کے بعد سمجھ لینا چاہیے کہ مسئلہ متنازعہ فیہ میں زید اگر تعطیل یوم جمعہ کا عبادت سمجھ کر قائل ہے تو یہ بدعت اور ناجائز ہے اور اگر زید تعطیل یوم الجمعۃ کا عبادت سمجھ کر قائل نہیں ہے بلکہ یوں قول کرتا ہے کہ سلف وخلف علماء کرام کی یہ عادت چلی آرہی ہے اور ان کا یہ عرف چلا آیا ہے کہ جمعہ کے دن مدارس میں تدریس کی چھٹی ہوتی ہے اور اسباق بند ہوتے ہیں اور اس عادت کو قبیح اور شنیع سمجھتا ہے اور اس کو انگریزوں یا دیگر کافروں اور مشرک قوموں کی تقلید گردانتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ انگریزوں کی تقلید اور روسی لیبر پارٹی کے انقلاب کا یہ جمعہ کی تعطیل اثر ہے- علماء سلف میں جمعہ کی تعطیل کا رواج بالکل نہ تھا لہٰذا یہ بدعت اور گناہ ہے- اگر نزاع اس نوعیت کا ہے تو زید حق پر ہے اور بکر باطل پر ہے- کیونکہ ہمارے متقدمین اور سلف صالحین جو اس روسی انقلاب گورنمنٹ برطانیہ کے دور سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے جمعہ کی تعطیل مدارس میں ثابت ہے بلکہ بعض کے ہاں تو ہفتہ میں دودنوں منگل اور جمعہ کی تعطیل کا عام رواج تھا تو وہ علماء کی جمعہ کی تعطیل کو انگریزوں کی تقلید کہتا ہے- حقیقت میں علماء سلف کی عادت کی پیروی ہے اور چونکہ اسے عبادت نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ استراحت یا مطالعہ یا دیگر امور ضروریہ کے لیے جمعہ کی تعطیل مناتے ہیں لہٰذا بدعت نہ کہلائے گا- چند وہ حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلاف میں جمعہ بلکہ منگل رمضان اور عیدین کی تعطیل کا عام رواج تھا- قال فی الدرالمختار [1] و هل يأخذ ايام البطالة كعيد و رمضان لم اره و ينبغي الحاقه ببطالة القاضي واختلفوا فيها و الاصح انه يأخذ لانها للاستراحة اشباه من قاعدة العادة محكمة

---

۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی والمدارس الوظيفة فی يوم البطالة، ص ٤١٦، ج۳: رشيديه قديم)

(وكذا فی الأشباه والنظائر: الفن الأول القواعد الكلية، القاعدة السادسة العادة محكمة، حكم البطالة في المدارس، ص: ٩٦، طبع قديمی كراچی)

(وكذا فی امداد الفتاوی: (كتاب الاجارة، حكم تنخواه أيام تعطيل ......ص ٣٤٨، ج۳: دارالعلوم، كراچی، قديم)

وسیجئی ما لو غاب فلیحفظ وقال الشامی تحته–(قوله و ینبغی الحاقه ببطالةالقاضی الخ) قال فی الاشباه و قد اختلفوا (الی ان قال) ان یاخذ و یصرف اجر هذین الیومین الی مصارف المدرسة من المرمة وغیرها بخلاف ما اذا لم یقدر لکل یوم مبلغا فانه یحل له الاخذ وان لم یدرس فیهما للعرف بخلاف غیرهما من ایام الاسبوع حیث لایحل له اخذ الاجر عن یوم لم یدرس فیه مطلقا سواء قدرله اجر کل یوم اولاالخ– قلت هذا ظاهر فیما اذا قدر لکل یوم درس فیه مبلغاً امالو قال یعطی المدرس کل یوم کذا فینبغی ان یعطی لیوم البطالة المتعارفة ما ذکره فی مقابله من البناء علی العرف فحیث کانت البطالة معروفة فی یوم الثلاثاء والجمعة و فی رمضان والعیدین یحل الاخذ– الخ

ہاں اگر یہ طے کرلیا جائے کہ جمعہ کے دن بھی پڑھانا ہوگا اور اس پر درس لگ جائے تب اس کو جمعہ کے دن بھی پڑھنا ضروری ہے اور اگر یہ شرط نہیں کر چکا تھا تب بمطابق عرف ورواج جمعہ کو پڑھانا لازم نہ ہوگا[1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے گاؤں میں جمعہ کا حکم جہاں ایک ہی نماز میں ساٹھ اشخاص اکٹھے ہو جائیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں چوہڑکوٹ میں بیک وقت ایک ہی نماز کے لیے تقریباً پچاس یا ساٹھ آدمی جمع ہو سکتے ہیں- گاؤں میں تقریباً ۶ یا ۸ دوکانیں موجود ہیں جن میں ضروریات زندگی کی اشیاء بآسانی مل سکتی ہیں- ان میں لوہار بھی ہے، زرگر نہیں ہے- اب تک ہم نے کبھی بھی اس میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ہے- اب ایک مولوی صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اہالیان چوہڑکوٹ پر جمعہ کی نماز فرض ہے تو کیا ہم پر نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں سرکاری دفاتر میں سے پٹوارخانہ اور سکول بھی موجود ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- معلوم رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر

---

۱) "المعروف عرفا کالمشروط شرطا" (مجلة الأحکام الشرعیة: المقدمة، الماده نمبر ۴۳، ص: ۲۱، قدیمی کراچی)

(وکذا فی الأشباه والنظائر: الفن الأول، القاعدة السادسة، ص: ۹۹، قدیمی کراچی)

(شہر) ہونا شرط ہے۔ عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں ہے بلکہ ظہر چار رکعتیں ادا کرنی فرض اور ضروری ہیں اور مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت و سلطنت اور علم وفہم کے ذریعہ مقدمات اور فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض کا قول ہے وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرتا ہو بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس آبادی کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آ سکیں اور ایک روایت امام ابو یوسف صاحب رحمہ اللہ سے ہے وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں وہ شہر ہے اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں اور یہ تعریفیں امارات وعلامات ہیں اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی ہے وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی ان میں عرفاً شمار کیا جائے۔ **کما قال فی البحر الرائق**[1] **تحت قول الکنز – شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود اومصلاه – (قال) و فی حدالمصر اقوال کثیرة اختاروا منها قولین احدهما ما فی المختصر ثانیهما ما عزوه لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث – الخ و قال فی الهدایة**[2] **(لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری) لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق و لا فطر ولا اضحی الافی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عند ابی یوسف رحمه الله تعالی و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر**

---

۱) (البحر الرائق شرح کنز الدقائق: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجمعة، ص ۲۴۶، ج۲: طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) (الهدایة: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجمعة، ص۱۷۷، ج۱: طبع مکتبہ رحمانیہ لاهور)

"ویشترط لصحتها سبعة أشیاء: الأول: المصر وهو مالا یسع أکبر مساجده أهله المکلفین بها...... وظاهر المذهب أنه کل موضع له أمیر وقاض یقدر علی اقامة الحدود......(الدرالمختار) فی التحفة عن أبی حنیفة أنه بلدة کبیرة فیها سکک وأسواق ولهار ساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوارث وهذا هوالأصح......الخ"

(ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲، طبع ایچ ایم سعید کراچی)

(وکذا فی البدائع الصنائع: کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبہ رشیدیہ قدیم)

مساجد هم لم يسعهم والاول اختيار الكرخي و هو الظاهر والثاني اختيار الثلجي – و في العناية [1] و عن ابي يوسف رواية اخرى غير ها تين الروايتين و هو كل موضع يسكنه عشرة الاف نفر فكان عنه ثلاث روايات –

سوال میں جس بستی کے متعلق پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں اور کچھ زبانی بتائے گئے وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً تین سونفر کی ہے وغیرہ – میرے خیال میں مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے اور اس کے اہالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں گے جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی [2] جیسا کہ پہلے سے یہ لوگ جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے رہے – اب بھی اتفاق کر کے نہ ہی پڑھا کریں حدیث وفقہ پر نظر کر کے یہی سمجھ میں آتا ہے – فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فوجی شہر سے دور کیمپ پر ہوں تو جمعہ کا حکم

❀ س ❀

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین کہ جب فوج کیمپ پر جاتی ہے تو وہاں پر کیمپ جو ہوتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے – وہاں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھیں یا ظہر کی نماز پڑھیں اور کیمپ شہر سے دور اور جنگل میں ہوتا ہے صرف وہاں یونٹ کی نفری تقریباً تین یا چار سو ہوتی ہے – لہٰذا مہربانی فرما کر ہماری اس معاملہ میں رہنمائی فرمائی جائے –

❀ ج ❀

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے مستقل آبادی شرط ہے جنگل میں یا خانہ بدوش جہاں عارضی رہائش اختیار کرے اور وہاں مستقل آبادی نہ ہو وہاں جمعہ اور عیدین جائز نہیں – نیز جواز جمعہ کے لیے مصر یعنی شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا بھی شرط ہے عرفات کے میدان میں جہاں لاکھوں افراد جمع ہوتے ہیں چونکہ مستقل آبادی نہیں – جمعہ جائز

---

۱) (عناية شرح الهداية على هامش فتح القدير : كتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة، ص ۲۴، ج۲، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) "الاترى ان في الجواهر : لوصلوا في القرى لزمهم أداء الظهر ـ" (ردالمحتار : كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲ : طبع ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى)۔ (وكذا في جامع الرموز : فصل صلوة الجمعة، ص ۲۶۲، ج۱، سعيد) وأما القرى فإن أرادالصلوة فيها فغير صحيحة على المذهب ـ" (البحر الرائق : كتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲ : طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

نہیں لہٰذا قوبی سکیم پر جب مستقل آبادی یعنی شہر میں قیام نہ ہو- جمعہ درست نہیں (۱)-

جمعہ اور جنازہ اکٹھے ہو جائیں تو پہلے کسے ادا کیا جائے

❁ س ❁

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فرض کفایہ فرض عین کے وقت میں جمع ہوئے ہیں- کس صلوۃ کو پہلے ادا کرنا چاہیے اور جمعہ کی اذان بھی ہو چکی ہے جمعہ پڑھتے وقت دیر ہو جائے گی- اس لیے پہلے نماز جنازہ پڑھائی گئی ہے- بینوا توجروا

❁ ج ❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- شرعاً نماز جنازہ کی تعجیل مندوب اور مطلوب ہے حدیث شریف میں وارد ہے- **ثلاث لا یؤخرن (وعدمنها) الجنازة اذا حضرت (الحديث)** (۲)- لہٰذا اگر نماز جنازہ نماز جمعہ سے پہلے ادا کی جائے تو بہتر ہے- مصلحت کی خاطر (مثلاً تکثیر جماعت) نماز جنازہ فرض عین سے مؤخر کی جائے تو بھی جائز ہے (۳)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) "ويشترط لصحتها سبعة أشياء: الأول: (المصر ...... أوفناء ه (الدرالمختار) وعبارة القهستاني: (قوله: لأنها مفازة) أي برية لاأبنية فيها بخلاف منىٰ-" (الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص۱۳۷، ۱٤٤، ج۲: ايچ ايم سعيد) "لاتصح الجمعة إلا في مصر جامع اوفي مصلى المصر ولا تجوز في القرى ...... ولا جمعة بعرفات في قولهم جميعاً لأنها فضاء وبمنى أبنية-"
(الهداية: كتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: رحمانيه)
(وكذا في حلبي كبير: فصل في صلوٰة الجمعة، ص ٥٤٩/٥٥١، طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه)

۲) "عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي، ثلاث لاتؤخرها الصلوة اذاانت والجنازة اذا حضرت والأيم اذا وجدت لها كفوا-" (جامع الترمذي: ابواب الجنائز، باب ماجاء في تعجيل الجنازة، ص ۲۰٦، ج۱: سعيد كراچى)

۳) (وكره تأخير صلاته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة) إلا إذا خيف فوتها بسبب دفنه: أي فيؤخر الدفن-" (الدرالمختار: كتاب الصلوة، باب الجنائز، مطلب في حمل الميت، ص ۲۳۲، ۲، سعيد) (وكذا في البحر الرائق: كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ص ۳۳۵، ج۲: رشيديه كوئٹه)

نئی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین دریں صورت کہ ایک جامع مسجد میں کافی عرصہ سے جمعہ کی نماز شروع ہے-اب اس جگہ ایک نئی آبادی تعمیر ہوئی ہے مسافت یعنی دوری دواڑھائی کرم ہے اس میں ایک نئی مسجد آباد ہوئی ہے کیا اب اس نئی آبادی کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

جمعہ بڑے بڑے شہروں میں قائم کیا جاتا ہے چھوٹی بستیوں میں جائز نہیں ہے[1] صورت مسئولہ میں اگر یہ جامع مسجد بڑے قصبہ یا شہر میں واقع ہے تو وہاں جمعہ جائز ہے مگر اس کے ساتھ اگر نئی آبادی تعمیر ہوئی ہے جو کہ اس پرانی آبادی کے ساتھ بالکل متصل ہے تو ان لوگوں کو شہر کی قدیم جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا لازم ہے الگ جمعہ قائم کرنا' بالکل غیر موزوں ہے- جواز وعدم جواز کی بحث میں ہم اس وقت نہیں پڑتے یہ تحقیق کتابوں کی تصحیح پر موقوف ہے لیکن اس میں کلام نہیں ہے کہ آج کل جو رواج ہر مسجد میں جمعہ قائم کرنے کا پڑ گیا ہے بالکل نامناسب اور طریق سلف کے بالکل خلاف ہے اللہ تعالی معاف فرمائے- فقط واللہ تعالی اعلم

ایک ایک میل کے فاصلہ پر واقع چار بستیوں میں تین سو بیس گھر ہوں تو جمعہ کا حکم

﴿س﴾

دیہات میں تین چار بستیاں ہیں ایک موضع گلزار پور تقریباً ۱۵۰ گھر ہیں اور دوسری بستی موضع بو یہ والا ایک سو پچاس گھر ہیں، تیسری بستی تقریباً چالیس گھر ہیں، چوتھی بستی تقریباً اسی گھر ہیں- یہ چاروں بستیاں ایک ایک میل کے فاصلہ پر ہیں درمیان میں کچھ چاہ ہیں جن میں چار یا تین گھر ہیں- ان میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) "ویشترط لصحتها سبعة اشياء: الأول: المصر (الدر المختار)......ولا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب" (ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ۱۳۸، ایچ ایم سعید)
(وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۵، ج ۲: رشیدیہ کوئٹہ)
(وكذا فى الهداية: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج ۱: رحمانیہ لاہور)

﴿ج﴾

ان بستیوں میں کسی خاص مقام پر جمع ہو کر جمعہ پڑھنا جائز نہیں[1] ظہر پڑھنا لازم ہے[2] بہتر ہے کہ جمعہ کے دن اجتماع کر لیا کریں اور تقریر و وعظ بھی ہو جائے لیکن نماز ظہر بغیر خطبہ وقت مسنون پر ادا کر لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چالیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

ہماری بستی میں صرف چالیس گھر ہیں وہاں ایک مولوی صاحب جمعہ پڑھاتے تھے۔ وہ چلے گئے تو ایک دوسرا آدمی جمعہ پڑھنے کے بعد احتیاطی چار رکعت فرض ظہر پڑھنے کے واسطے کہتا ہے کہ فرض یقینی طور پر ساقط ہو جائے تو پہلے جو مولوی ہمیشہ جمعہ پڑھاتا تھا پھر آیا اور لوگوں کو کہنے لگا کہ جمعہ کے بعد فرض احتیاطی جو کوئی پڑھے گا اس کا جمعہ نہ ہوا اور نہ ظہر ہوئی اور ساتھ یہ حکم بھی دے دیا کہ جمعہ ملک پاکستان میں ایک چاہ پر بھی ہوتا ہے کوئی شرط کی ضرورت نہیں۔ تو لوگ پریشان ہوئے اس واسطے مہربانی کر کے جو شریعت کا حکم ہو فرمائیں۔

---

۱) "لاتصح الجمعة إلا في مصر جامع أوفي مصلى المصر ولا يجوز في القرىٰ لقوله عليه السلام لاجمعة ولا تشريق ولا فطر ولاأضحى الا في مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير و قاض ينفذ الأحكام و يقيم الحدود و هذا عند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ وعنه انهم إذا اجتمعوا في اكبر مساجدهم لم يسعهم (الهداية: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ١٧٧، ج١: طبع مكتبه رحمانيه لاهور)

"ويشترط لصحتها سعبة اشياء الأول: المصر وهو مالا يسع اكبر مساجده أهله المكلفين بها...... وظاهر المذهب أنه كل موضع له أمير وقاض يقدر على اقامة الحدود...... (الدرالمختار)...... عن أبي حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولهار ساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق...... ولا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب." (ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ١٣٧، ١٣٨، ج٢: ايچ ايم سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة، ص ٢٤٥/٢٤٦)، رشيديه كوئٹه)

٢) "لوصلوا في القرىٰ لزمهم أداء الظهر." (ردالمحتار: باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: سعيد)

"أما القرىٰ فإن أرادالصلوٰة، فيها فغير صحيحة على المذهب" (البحرالرائق: الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: رشيديه)

"لوصلوا في القرى لزمهم أداء الظهر." (جامع الرموز، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ٢٦٢، ج١: ايچ ايم سعيد)

﴿ج﴾

مولوی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ پاکستان میں ہر چاہ پر جمعہ پڑھنا جائز ہے اور کوئی شرط نہیں۔ جمعہ کے لیے شہر ہونا یا قصبہ یعنی قریہ کبیرہ ہونا جس کی آبادی تقریباً چار ہزار ہو اور بازار ہوں اور تمام ضروریات ملتی ہوں شرط ہے[۱]۔ اس کے بغیر جمعہ جائز نہیں ہے۔ جتنے جمعے ادا کیے ہیں ان کی جگہ ظہر کی نمازیں قضا کریں[۲] اور اگر وعظ و تقریر کا شوق ہو تو اجتماع کر کے وعظ و تقریر ہو جائے اور نماز ظہر مسنون وقت پر ادا کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین سو گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی تین سو گھروں پر مشتمل ہے تعداد آبادی تقریباً چودہ سو یا پندرہ سو کے لگ بھگ ہے۔ دو کانیں چھ سات ہیں ضروریات ہر قسم کی ملتی ہیں اور مسجدیں دو ہیں بایں طور کہ واحد ملکیت کے سبب سے عام شہر کی ایک مسجد ہے اور ایک مسجد ایک محلہ کی ہے اگر ملکیت ایک نہ ہوتی تو اور کئی مسجدیں بن گئی ہوتیں اور بڑی مسجد ہے وہ بہت وسیع پیمانہ پر ہے غالباً ۵۵ فٹ طول اور اتنا ہی عرض ہوگا کافی تعداد کے لوگ جس میں جمع ہوتے ہیں۔ مگر شومئی قسمت جمعہ یہاں نہیں پڑھا جاتا اور لوگ یہی تقاضا کرتے ہیں اور اکثر جگہ اس سے کتنی چھوٹی چھوٹی جگہ پڑھا جاتا ہے لہٰذا عرض ہے کہ اگر شرع شریف میں ہم کو مواخذہ نہ ہو اور فرض ہم سے ساقط ہو جائے تو ہم ضرور جمعہ شروع کر دیں جس سے تبلیغ بھی ہوتی رہے اور اہم ترین فریضہ بھی انجام پائے۔

﴿ج﴾

عبارات فقہاء سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا (یعنی قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار ہوں گلی کوچے وغیرہ ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے۔ صورۃ مسئولہ میں یہ گاؤں ایسا نہیں ہے اس لیے اس میں نماز جمعہ صحیح نہیں۔ نماز ظہر باجماعت پڑھنا ضروری ہے ورنہ فریضۂ ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا[۳]۔ **روی البیهقی فی المعرفة و**

۱، ۲) (راجع للحاشیتین السابقین نمبر ۱، ۲، فی السوال السابق۔

۳) کذا فی جامع الرموز، کتاب الصلوٰة، فصل صلوٰة الجمعة، ص ۲۶۲، ج۱: سعید)

"لو صلوا فی القری لزمهم أداء الظهر۔" (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ، ایم سعید) "أما القری فإن أرادالصلوٰة فیها فغیر صحیحة علی المذهب" (بحر: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: رشیدیه کوئٹه)

عبدالرزاق و ابن ابی شیبة فی مصنفیهما[1] عن علی رضی الله عنه انه قال لا جمعة و لا تشریق و لا صلوة فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او لمدینة و کان لمدینة النبی صلی الله علیه وسلم قری کثیرة و لم ینقل عنه علیه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فیها انتهی وعن القهستانی تقع فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله و لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات ونقل الشامی ایضا عن التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح [2]- الخ-ابتدائی جمعہ تقریے کے در پے نہ ہوں-نماز ظہر ہی قائم کریں-وعظ وتبلیغ کے لیے ہفتہ میں کوئی دن جمعہ ہو یا غیر جمعہ مقرر کر لیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس، پینتیس مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں ہم لوگ چک نمبر ۲۰ کھر میں آباد ہیں آبادی دوسو مکانات کے لگ بھگ ہے-کسی جگہ بیس گھر کسی جگہ دس گھر کسی جگہ پانچ۔سرکاری زمین ہے-مزارعہ کی حیثیت سے کاشت کرتے ہیں-دو چار دوکانیں ہیں-شہر چار میل کے فاصلہ پر ہے کیا ہم کسی جگہ جمعہ ادا کر سکتے ہیں اگر گنجائش ہو تو ادا کر لیا جائے جمعہ کی خصوصیت کی وجہ سے لوگ جمع ہو کر کچھ وعظ و نصیحت اور دین کی باتیں سن لیں گے-

ج

اس بستی میں جمعہ جائز نہیں وعظ و نصیحت کے لیے کوئی دوسری صورت ضرور نکال لی جائے[3]-واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

---

۱) (مصنف عبدالرزاق: کتاب الجمعة، باب نمبر ۵، القری الصغار، ص ۷۰، ج۳، طبع دار الکتب علمیه، بیروت)۔ (مصنف ابن أبی شیبة: کتاب الصلوة، کتاب الجمعة، باب نمبر ۹، من قال لاجمعة ولاتشریق...... ص ۱۰، ج۲: امدادیه ملتان) (وکذا فی إعلاء السنن، کتاب الصلوة، ابواب الجمعة، باب نمبر ۹: من قال لا جمعة ولاتشریق...... ص ۱۰، ج۲، امدادیه ملتان) (وکذا فی إعلاء السنن، کتاب الصلوة، ابواب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة فی القری، ص ۳، ج۸: ادارة القرآن، کراچی)

۲) (الدر المختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ۱۳۸، ج۲: ایچ، ایم سعید)
(وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۵ / ۲۴۶، رشیدیه)
(وکذا فی فتح القدیر: کتاب الصلوة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۳، ج۲: رشیدیه کوئٹه)

۳) (راجع للحاشیة السابقة، نمبر ۳، فی السوال السابق)

پونے دوسوافراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا خیال ہے بزرگان دین اور علماء کرام کا کہ چک نمبر ۸۱ جو کہ تقریباً ۴۵ گھروں پر مشتمل ہے۔ جس کی کل آبادی تقریباً ۱۷۵ ہوگی کسی چیز کی دوکان وغیرہ بھی نہیں ہے مسجد صرف ایک ہے تو کیا اس مذکورہ بالا چک میں شرع محمدی کے مطابق نماز جمعہ اور عیدین جائز ہیں یا نہیں برائے کرم دلائل سے جواب عنایت فرمائیں تاکہ یہاں کا جھگڑا ختم ہو جائے۔

﴿ج﴾

جمعہ کی ادا اور وجوب کے لیے عندالحنفیہ مصر کی شرط ہے[۱] اور بڑے قریہ کو بھی حکم مصر کا دیا گیا ہے، مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار اور گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔ **فی التحفة عن ابی حنیفة** رحمہ اللہ **انہ بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح**۔[۲]

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر ہے کہ اس میں صرف پونے دوسو کی آبادی ہے وہ چھوٹا گاؤں ہے، اس میں جمعہ درست نہیں اور جس گاؤں میں جمعہ درست نہیں[۳] وہاں عید بھی درست نہیں ہے پس اس چک میں

---

۱) لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع أوفی مصلی المصر ولاتجوزفی القری"۔ (الهداية: كتاب الصلوة، باب صلوٰة، الجمعة، ص ۱۷۷، رحمانیہ لاہور)۔ (وكذا فی الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: ایچ، ایم سعید) (وكذا فی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص: ۵۰۶، قدیمی کراچی)

۲) (ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)
(وكذا فی فتح القدير: كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة الجمعة، ص ۲۴، ج۲: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه) (وكذا فی حلبی كبير: كتاب الصلوٰة، فصل فی صلوٰة الجمعة، ص ۵۵۰، سعيدى كتب خانه كانسى روڈ كوئٹه)

۳) "تجب صلاتهما فی الأصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها المتقدمة...... وفی القنية: صلاة العيد فی القرى تكره تحريماً أی لأنه اشتغال بما لايصح لأن المصر شرط الصحة" (الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۱۶۶/۱۶۷، ج۲: طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)
(وكذا فی جامع الرموز: كتاب الصلوة، فصل صلوة العيدين، ص ۲۷۲، ج۱: سعيد)

نہ جمعہ پڑھنا چاہیے نہ عید کی نماز پڑھنی چاہیے[۱]، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنی چاہیے حنفیہ کا مذہب یہی ہے جیسا کہ جملہ کتب فقہ میں مذکور ہے-قال العلامة الشامي ناقلا عن القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرىٰ الكبيرة التي فيها اسواق- (الى ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة [۲] الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں کل تیس گھر کی آبادی ہے کل آدمی عورت مرد اور بچوں کی تعداد دوسو ہے تین دوکانیں بھی ہیں ضروریات بستی ان دوکانوں سے میسر ہو سکتی ہیں آیا ایسی بستی میں شرعاً جمعہ اور عید پڑھنی جائز اور درست ہے یا کہ نہیں-

(۲) ایک شہر کا سیدھا سفر ۴۰ میل ہے اور اگر موٹر میں سفر کیا جائے تو اڑتالیس میل ہے تو نماز قصر کے لیے سیدھے سفر ۴۰ میل کا اعتبار ہوگا یا موٹر والے اڑتالیس میل کا ہوگا-

﴿ج﴾

عن علي رضي الله عنه لا جمعة ولا تشريق و لا فطر و لا اضحى الا في مصر جامع او المدينة[۳] و كان لمدينة النبي صلى الله عليه وسلم قرى كثيره و لم ينقل عنه عليه الصلوة

---

۱) "ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرىٰ والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة، باذان واقامة-" (الفتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية: كتاب الصلوٰة، باب صلاة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: رشيديه كوئٹه)(وكذا في الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة، ص ۱٤۹، ج۱: رشيديه كوئٹه) (وكذا في ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۵۷، ج۲: طبع ايچ، ايم سعيد كمپنى كراچى)

۲) (ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ايچ ايم سعيد كراچى) (وكذا في جامع الرموز: كتاب الصلوٰة، فصل صلوة الجمعة، ص ۲٦۱/۲٦۲، ج۱: ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى)

۳) (مصنف لابن أبي شيبة: كتاب الجمعة، باب نمبر ۹، من قال لا جمعة ولاتشريق...... ص ۱۰، ج۲: طبع مكتبه امداديه ملتان) (وكذا في اعلاء السنن: كتاب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة في القرىٰ، ص ۳، ج۸، ادارة القرآن، كراچى)

والسلام انہ امر باقامۃ الجمعۃ انتہی قال الشامی [۱] و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض -الخ- جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور وہاں لوگوں کی جملہ ضروریات بھی پوری ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ بھی کہلاتا ہے سو یہ علامات مجموعی حیثیت سے جہاں موجود ہوں گی وہاں جمعہ ادا ہوگا باقی آبادی بلحاظ افراد و گھرانوں کے شرعاً منقول نہیں اور نہ اس کی تحدید ہے البتہ فتاوی جدیدہ یعنی دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ قریہ مثل قصبہ ہو اور تقریباً تین چار ہزار آبادی ہو [۲] لہذا صورت مسئلہ میں جب کہ مذکورہ بستی میں یہ علامات موجود نہیں جمعہ نہیں ہوگا جمعہ ادا ہونے کے باوجود فرض ظہر ذمہ سے فارغ نہیں ہوگا بلکہ صلوۃ ظہر ادا کرنا ان پر فرض ہوگا [۳]۔

(۲) عالمگیریہ میں ہے کہ [۴] فاذا قصد بلدۃ و الی مقصدہ طریقان احدھما ثلاثۃ ایام و لیالیھا والاخر دونھا فسلک الطریق الا بعد کان مسافرا عندنا ھکذا فی فتاوی قاضیخان و ان سلک الا قصر یتم کذا فی البحر الرائق و فتاوی البزازیۃ [۵] و ان کان احد طریقین الی المقصد مدۃ السفر لا الآخر فسلک الا بعد بلاداع قصر عندنا الخ- ان عبارات سے یہ واضح ہے کہ اگر متعدد راستے جاتے ہوں ایک پر جانے سے مسافت متحقق ہو اور دوسرے راستے کی مسافت سفر سے کم ہو تو جس راستے سے مسافر چلے گا اس پر دارومدار قصر و اتمام ہوگا -۲۰ میل والے رستے پر چلنے سے اتمام کرے گا لہذا صورت مسئولہ میں اگر چلنے والا اڑتالیس میل والے سے چلے تو قصر کرے گا اتمام والے رستے پر چلے تو اتمام کرے گا -واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) (ردالمحتار: کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی) (وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوۃ، فصل صلوۃ الجمعۃ، ص ۲۶۱/۲۶۲، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)(وکذا فی فتح القدیر: کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ص ۲۴۵/۲۴۶، ج۲: طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) (فتاوی دارالعلوم دیوبند: کتاب الصلوۃ، الباب الخامس عشر فی صلوۃ الجمعۃ، ص ۴۴، ۸۳، ج۵: طبع دارالاشاعت کراچی)

۳) الاتری أن فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم أداء الظھر۔" (ردالمحتار: کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی) (وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوۃ، فصل صلوۃ الجمعۃ، ص ۲۶۲، ج۱: ایچ ایم سعید)

۴) (الفتاوی العالمکیریۃ: کتاب الصلوۃ، الباب الخامس عشر فی صلوۃ المسافر، ص ۱۳۸، ج۱: طبع مکتبہ ماجدیہ، رشیدیہ کوئٹہ)

۵) (الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ: کتاب الصلوۃ، الفصل الثانی والعشرون فی السفر، ص ۷۱، ج۴، رشیدیہ کوئٹہ) (وکذا فی فتاوی قاضی خان بھامش الھندیۃ: کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۱۶۵، ج۱: رشیدیہ کوئٹہ) (وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلاۃ باب المسافر، ص ۲۲۸، ج۲: طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) (وکذا فی الدرالمختار: کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ المسافر، ص ۱۲۳، ج۲: طبع ایچ ایم سعید کراچی)

باب سجود السهو

مسائل سجدہ سہو

قعدہ اولیٰ بھول کر امام کھڑا ہو گیا لقمہ ملنے پر واپس آ گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب عشاء کی نماز پڑھا رہے ہیں کہ دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ اولی بھول گئے تھے اور بالکل سیدھے کھڑے ہو گئے تھے۔ تو بعد میں مقتدیوں نے لقمہ دیا اس کے بعد امام صاحب نے قعدہ اولی کیا۔ اور تشہد کے بعد تیسری اور چوتھی رکعت پڑھی اس کے بعد انھوں نے سجدہ سہو بھی کیا۔ کیا نماز ہو گئی ہے یا نہیں۔ شک کی بنا پر دوبارہ فرض پڑھے گئے کیا فرض پہلے ٹھیک ادا ہوئے یا دوسرے صحیح ادا ہوئے۔ تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

مشہور یہی ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بہت سے فقہاء نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ صحیح ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے۔ **والا ای وان استقام قائما لایعود لا شتغاله بفرض القیام وسجد للسهو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لاتفسد لکنه یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وهو الا شبه کما حققه الکمال وهو الحق بحر وهذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما** [1] فتح القدیر [2] میں ہے۔ **فی النفس من التصحیح شئی وذلک لان غایة الامر فی الرجوع الی القعدة الاولی ان یکون زیادة قیام ما فی الصلواة وهو وان کان لایحل لکنه بالصحة لا یخل لما عرف ان زیادة مادون الرکعة لاتفسد الا ان یفرق باقتران هذه الزیادة بالرفض لکن قدیقال المتحقق لزوم الاثم ایضا بالرفض اما الفساد فلم یظهر وجه استلزامه ایاه**

---

۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: ص ۸۴، ج۲: باب سجود السھو، سعید کراچی)

۲) فتح القدیر: ص ۴۴۵، ج۱: باب سجود السھو، کتاب الصلوٰۃ، رشیدیہ)

فیترجح بهذا البحث القول المقابل للمصحح وفی الشامیة تحت قوله (وهو الحق بحر) کأن وجهه مامر عن الفتح اومافی المبتغی من ان القول بالفساد غلط لانه لیس بترک بل هوتاخیر کما لوسها عن السورة فرکع فانه یرفض الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ وکما لوسها عن القنوت فرکع فانه لوعاد وقنت لاتفسد علی الاصح [۱] طحطاوی حاشیہ [۲] درمختار میں لکھتے ہیں۔ ثم اذا عاد قیل ینقضه القیام والصحیح لا بل یقوم ولا ینتقض قیامه بقعود لم یومر به بحر. وفی عمدة الرعایة فی حل شرح الوقایة وهل تفسد صلوته ان عاد فی هذه الصورة المشهورة عند اصحابنا هوالفساد (الی قوله) ورجح ابن الهمام عدم الفساد [۳] ا ه)

دوسری دفعہ جو نماز پڑھی ہے یہ دوسری نماز نفل ہوگی [۴] اگر اسی سابقہ امام نے دوسری نماز کی امامت کی ہے تو اس اعادہ کی نماز میں اگر کوئی ایسا شخص شریک ہوا ہے جو پہلے شریک نہ تھا تو اس کی فرض نماز ادا نہیں ہوئی اس پر لازم ہے کہ وہ فرض کو دوبارہ پڑھ لے۔ کیونکہ اقتداء مفترض کی متنفل کے پیچھے صحیح نہیں [۵]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

قراءۃ میں غلطی کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ قرأت کی غلطی سے سجدہ سہو آتا ہے یا نہیں بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

---

۱) الردالمحتار: ص ۸٤، ج۲: باب سجود السهو، سعید کراچی

۲) ہمارے ہاں دستیاب نہیں ہے۔

۳) شرح الوقایه ص ۱۸۵ ج ۱

٤) والمختار أن المعادة لترك واجب نفل جابر، والفرض سقط بالأولیٰ، لأن الفرض لایتکرر کما فی الدر وغیره، ویندب اعادتها لترك السنة، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۲٤۸، کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان واجبات الصلوٰة، قدیمی۔
کذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ص ٤٥۷، ج۱: باب صفة الصلوة، مطلب: کل صلوة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها، سعید، کذا فی البحرالرائق: ص ۵۲۳، ج۱، باب صفة الصلوٰة، رشیدیه۔ لایصلی بعد صلوة مثلها "الدرالمختار: ص ۳۷، ج۲: باب الوتر والنوافل، سعید۔

۵) ولا مفترض بمتنفل و بمفترض فرضا اخر لأن اتحاد الصلوتین شرط عندنا۔ الدرالمختار، ص ۵۷۹، ج۱: باب الامامة، سعید، کذا فی الهداية : ص ۱۲۹، ج۱: باب الامامة، رحمانیه لاهور۔
کذا فی حاشية الطحطاوی: ص ۲۹۱، باب الامامة، قدیمی کراچی۔

﴿ج﴾

عالمگیری [۱] و لا یجب السجود الا بترک واجب او تاخیره او تاخیر رکن او تقدیمه او تکراره او تغییر واجب بان یجهر فیما یخافت و فی الحقیقة و جوبه بشئ واحد و هو ترک الواجب کذا فی الکافی اورھدایہ [۲] میں ہے- و هذا یدل علی ان سجدة السهو واجبة هو الصحیح لانها تجب لجبر نقصان تمکن فی العبادة فتکون واجبة کالدمآء فی الحج و اذا کان واجباً لا یجب الابترک واجب او تاخیره او تاخیر رکن ساهیا هذا هو الاصل- و انما وجبت بالزیادة لانها لا تعریٰ عن تاخیر رکن او ترک واجب- الخ اور کنز الدقائق [۳] میں ہے-یجب بعدالسلام سجدتان بتشهد و تسلیم و بترک واجب و ان تکرر الخ- کذا فی غیرها من کتب الفقه باب سجود السهو- مثل درالمختار و شرحه الشامی [۴] و فتح القدیر [۵] و البحر [۶] والنهر [۷] و غیرها- یہ عبارتیں معتبرات کتب حنفیہ کی ہیں- جن سے صاف ظاہر ہے کہ سجدہ سہو نہیں واجب ہوتا مگر واجب کے ترک کرنے پر اور بعض عبارتیں جو متعدد اسباب وجوب پر دال ہیں- ان سب کا مال نتیجہ ترک واجب ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

بلا تاخیرِ فرض و بلا ترک واجب سجدہ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر بغیر تاخیر فرض اور ترک واجب کے نماز میں سجدہ سہو کیا جائے تو کیا نماز ہو گی یا نہیں- اگر اس نماز کو دوبارہ لوٹایا جائے تو کیا پہلی نماز افضل ہے یا بعد کی (لوٹائی ہوئی) بینوا توجروا

---

۱) العالمکیریة: ص ۱۲٦ ج۱: الباب الثانی عشر فی سجود السهو، رشیدیه

۲) الهدایة: ص ۱٦٥، باب سجود السهو، رحمانیه لاهور

۳) بحرالرائق: ص ۱٦۲، ج۲: باب سجود السهو، رشیدیه

٤) الدرالمختار مع الردالمحتار: ص ۷۸، ج۲، باب سجود السهو، سعید)

٥) فتح القدیر، ص ٤۳٤، ج۱: باب سجود السهو، رشیدیه

٦) البحرالرائق: ص ۱٦۲، ج۲: باب سجود السهو، رشیدیه

۷) النهرالفائق: ص ۳۲۱-۳۲٥، ج۱: باب سجود السهو، دارالکتب العلمیه، بیروت

﴿ج﴾

فی الدر المختار واجبات الصلوة [1] (و لفظ السلام) مرتین فالثانی واجب علی الاصح و فیه قبیل باب الاستخلاف [2] و لو ظن الامام السهو فسجدله فتابعه (ای المسبوق) فبان ان لا سهو فالاشبه الفساد لاقتدائه فی موضع الانفراد و فی ردالمحتار [3] و فی الفیض و قیل لا تفسد و به یفتی و فی البحر عن الظهیریة قال الفقیه ابو اللیث فی زماننا لا تفسد لان الجهل فی القراء غالب ------ ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ نماز ہو جائے گی۔

دوران نماز سوچ میں پڑ کر کسی رکن میں تاخیر کے سبب سجدہ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک انسان خواہ منفرد ہو یا امام کے ساتھ نماز میں کوئی سوچ کرتا ہے جو نماز کے اعمال سے خارج ہے یا منفرد سوچ کرتا ہے کہ آیا میں نے دو رکعت نماز پڑھی ہے یا تین رکعت یا سوچ کسی اور رکن کی ادا یا عدم ادا میں کرتا ہے۔ آیا اس سوچ کے لیے کوئی مقدار معین بھی ہے یا نہیں؟ یعنی کتنی دیر اس کے لیے سوچ کرنی جائز ہے یا طویل سوچ مفسد صلوٰۃ نہیں۔ یہ مسئلہ ہم اس لیے پوچھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ ایک رکن کی ادائیگی تک سوچ سکتا ہے زیادہ نہیں سوچ سکتا۔ یعنی مثلاً ایک رکوع یا سجدہ کے ادا کرنے میں تقریباً ایک منٹ خرچ ہوتا ہے تو یہ ایک منٹ کی سوچ تو جائز ہے زیادہ نہیں زیادہ سوچ مفسد صلوٰۃ ہے۔

﴿ج﴾

اصل مسئلہ تفکر میں یہ ہے کہ اگر تفکر یعنی سوچ ادائے رکن سے مثلاً ایک آیت یا تین آیت کی قرأت یا رکوع یا سجدہ سے روک دے یا ادائے واجب سے مثلاً قعدہ سے روک دے اور ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار تک تاخیر ہو جائے تو اس سے سجدہ سہو لازم ہوگا۔ کیونکہ ان سب صورتوں میں ترک واجب لازم آتا ہے۔ یعنی فرض یا واجب کو جس کے مقام پر ادا کرنا واجب تھا وہ اپنے مقام سے ہٹ گیا۔ مثلاً الحمد

---

۱) الدر المختار: ص ٤٦٨، ج ١: کتاب الصلوة، مطلب واجبات الصلوة، سعید۔
۲) الدر المختار: ص ٥٩٩، ج ١: باب الامامة، قبیل باب الاستخلاف، سعید
۳) الرد المحتار: ص ٥٨٨، ج ١: قبیل باب الاستخلاف، سعید
کذا فی التتارخانیة: ص ٧٤٤، ج ١: الفصل السابع عشر فی سجود السهو، ادارة القرآن
کذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی سجود السهو، ص ٤٦٥، سعیدی

پڑھ کر سوچنے لگا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی- جتنی دیر میں ایک رکن ادا کر سکتا تھا- یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکتا تھا تو سجدہ سہو لازم ہوگا- اس طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا- یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر بیٹھا تو کچھ سوچنے لگا اور ان سب صورتوں میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار دیر لگ گئی تو سجدہ سہو واجب ہوگا- غرضیکہ جب کسی چیز کے کرنے یا سوچنے میں رکن کی مقدار دیر لگ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا[1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوران نماز شکوک و وسواس آنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی پانچ وقت نماز میں وسوسہ سے فارغ نہ ہو اور ہمیشہ وسوسہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی نماز میں سمجھتا ہی نہیں اور وسوسہ ہوتا ہے- نماز سے فارغ ہونے کے بعد وسوسہ نہیں ہوتا- وسوسہ نماز میں ہوتا ہے- اس وسوسہ میں مبتلا ہوئے تین مہینے ہو گئے- آیا اس آدمی کی نماز ہوئی یا نہ بحوالہ کتب تحریر فرمادیں-

﴿ج﴾

تعداد رکعات میں اگر شک ہو تو گمان غالب پر بنا کرے- اگر غالب گمان کسی جانب نہ ہو تو قلیل پر بنا کرے اور وضوء ٹوٹنے کا شک لاحق ہوا ہے یا نجاست نکلنے کا وسوسہ درپیش ہوا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس شک اور وسوسہ کا اعتبار نہ کرے- و ان کان یعرض لہ کثیرا بنی علی اکبر رایہ وان لم یکن لہ رأی بنی علی

---

۱) یجب...... سجدتان...... لترك واجب بتقديم أوتاخير أوزيادة أونقص......وأن لا يؤخر السورة عنها بمقدار أداء ركن...... ويسجد للسهو لتأخير الواجب عن محله، حاشية الطحطاوى، ص ۴۵۹-۴۶۰، باب سجود السهو، قديمي-
كذا في النهر الفائق: ص ۳۲۱، ج۱: باب سجود السهو، دارالكتب العلميه بيروت- فتفكر فيه أوفي غيره وطال تفكره بحيث شغله عن اداء ركن من الصلوٰة يسجد استحساناً- شرح النقايه: ص ۳۶۵، ج۳: فصل في سجود السهود، فصل في موجبات سجودالسهو، ايچ ايم سعيد كراچى) واعلم أنه إذا شغله ذالك الشك فتفكر قدر أداء الركن...... وجب عليه سجود السهو، (الدرالمختار) (قوله: واعلم الخ) ...... ثم الأصل في التفكر أنه إن منعه عن أداء ركن كقراءة اية أوثلاث او ركوع أوسجود أو عن أداء واجب كالقعود يلزم السهو لاستلزام ذالك ترك الواجب وهوالاتيان بالركن أوالواجب في محله- ردالمحتار: ص ۹۳، ج۲: باب سجود السهو، سعيد كراچى)

الیقین[1] (ھدایہ) ولو علم انه ادی رکنا و شک انه کبر للافتتاح اولا او ھل احدث اولا اواصابه نجاسة او ھل مسح برأسه اولا ان کان اول مرة استقبل والامضی[2]۔

سجدۂ سہو کے لیے سلام ایک جانب پھیرا جائے یا دونوں جانب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کثرکم اللہ تعالیٰ اندریں صورت ذیل کہ سجدۂ سہو کے لیے سلام واحد یا دونوں طرف ہونا چاہیے مدلل ارقام ہو۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(اقول وباللہ تعالیٰ التوفیق) اس بارے میں علامہ شامی رحمہ اللہ بالتصریح تحریر فرماتے ہیں۔ ویجب بعد سلام واحد عن یمینه فقط) لانه المعھود و به یحصل التحلیل وھو الاصح بحر عن المجتبی و علیه لواتی بتسلیمتین سقط عنه السجود و لو سجد قبل السلام جاز و کرہ تنزیھا۔ الخ)[3] قال الشامی فی ھذا البحث (قوله واحد) الخ ھذا قول الجمھور منھم شیخ الاسلام و فخر الاسلام و قال فی الکافی انه الصواب و علیه الجمھور و الیه اشار فی الاصل الا ان مختار فخر الاسلام کونه تلقاء وجھه من غیر انحراف وقیل یاتی بتسلیمتین وھو اختیار شمس الائمه و صدر الاسلام اخی فخر الاسلام و صححه فی الھدایة والظھیریة و المفید و الینا بیع کذا فی شرح المنیة قال فی البحر و عزاہ ای الثانی فی البدائع الی عامتھم فقد تعارض النقل عن الجمھور (قوله عن یمینه) احتراز عما اختارہ فخر الاسلام من اصحاب القول الاول کما علمته و فی الحلیة اختار الکرخی و فخر الاسلام و شیخ الاسلام و صاحب الایضاح ان یسلم تسلیمة واحدة و نص فی المحیط علی انه الاصوب و فی الکافی علی انه الصواب قال فخر الاسلام وینبغی علی ھذا ان لا ینحرف فی ھذا السلام یعنی فیکون

---

۱) الھدایه۳ ص ۱٦۸، ج۱: باب سجود السھو، رحمانیه لاھور۔

۲) فتح القدیر: ص ٤٥٤، ج۱: باب سجود السھو، رشیدیه

کذا فی الدرالمختار: ص ۹٥، ج۲: باب سجود السھو، سعید

ـ) اذاشغله التفکر عن أداء واجب بقدر رکن...... وھو مقدر بثلاث تسبیحات۔ حاشیة الطحطاوی، ص ٤۷٤، باب سجود السھو، قدیمی۔

۳) الدرالمختار: ص ۷۸، ج۲: باب سجود السھو، سعید

سلامه مرة واحدة تلقاء وجهه وغيره من اهل هذا القول على انه يسلم مرة واحدة عن يمينه خاصة والحاصل ان القائلين بالتسليمة الواحدة قائلون بانها عن اليمين الافخر الاسلام منهم فانه يقول انها تلقاء وجهه وهو المصرح به في شروح الهداية ايضاً كالمعراج والعناية والفتح (قوله لانه المعهود) تعليل لكونه عن يمينه و قوله وبه يحصل التحليل تعليل لكونه واحد اوياتي وجهه قريبا (قوله البحر عن المجتبٰى) عبارة البحر و الذى ينبغى الاعتماد عليه تصحيح المجتبٰى انه يسلم عن يمينه فقط وفدظن فى البحر وتبعه فى النهر وغيره ان هذا القول قول ثالث بناء على ان جميع اصحاب القول الثاني قائلون بانه يسلم تلقاء وجهه مع ان القائل منهم بذلك هو فخر الاسلام فقط كما علمته الخ- (قوله وعليه لواتى الخ) هذا جعله فى البحر قولا رابعًا واستظهر فى النهر انه مفرع على القول بالواحدة و تبعه الشارح و يؤيده ما وجهوا به القول بالواحدة من ان السلام الاول لشيئين للتحليل وللتحية والسلام الثانى للتحية فقط اى تحية بقية القوم لان التحليل لا يتكرر و هنا سقط معنى التحية عن السلام لانه يقطع الاحرام فكان ضم الثانى اليه عبثاو لو فعله فاعل لقطع الاحرام قال فى الحلية بعد عزوه ذلك الى فخر الاسلام حتى انه لايأتى بعده بسجود السهو كما نقله فى الذخيرة عن شيخ الاسلام و مشى عليه فى الكافي وغيره اه و فى المعراج قال شيخ الاسلام لوسلم تسليمتين لايأتى بسجود السهو بعد ذلك لانه كالكلام اه قلت و عليه فيجب ترك التسليمة الثانية[1]- الخ) انتهٰى فى الشامي-

نیز علامہ شامی نے تین اقوال بیان کیے اول میں ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنا فرمایا پھر درمیان میں برائے اظہار اختلاف دوسلاموں کو ذکر فرمایا پھر اخیر بحث میں پھر ایک سلام کو بالدلائل مرجح فرمایا- اور اپنا عقیدہ اورفتوٰی بعبارت فيجب[2] ترک التسليمة الثانية سے مؤکد کیا اور یہی ضابطہ فقہ کا ہے کہ جہاں پر تین اقوال کسی مسئلہ میں مذکور ہوں معتبر اول ہے- یا اخیر نہ درمیانہ چنانچہ شامی[3] میں درج ہے- (اذا ذكر فى مسئلة ثلاثة اقوال فالارجح الاول او الثالث لاالوسط) نیز علامہ شامی نے دو

---

۱) الردالمحتار: ، ص ۷۸، ج۲: باب سجود السهو، سعيد- كذا فى فتح القدير: ص ٤٣٤، ج۱: باب سجود السهو، رشيديه- كذا فى الفقه الاسلامى وأدلته، ص ۱۱۲۳ ج۲، الفصل التاسع، انواع خاصة من السجود، المبحث الأول ، ثالث محل سجود السهو، الخ-

۲) الردالمحتار: ص ۷۸، ج۲، باب سجود السهو، سعيد

۳) الردالمحتار: ص ٤٣٥، ج۱: باب شروط الصلوٰة، مطلب إذا ذكر فى مسئلة ثلاثة اقوال فلا رجح الأول أوالثالث لاالوسط، سعيد كراچى)

كذا فى شرح عقود رسم المفتى، ص ۳۰: وسابق الاقوال فى الخانية، الخ، قديمى

سلاموں کو بصیغہ قیل تحریر فرمایا- جو مشعر بالضعف ہے- چنانچہ ردالمحتار میں ہے-(نقل[1] ذلک فی البحر بصیغة قالوا و نقله فی باب صلوة العید بصیغة قیل و کلام الصیغتین مشعر بالضعف- محرر سطور بالا بخدمت علماء کرام بصد ادب ملتجی ہے کہ اگرچہ بندہ کا علم بطفیل وتراب اقدام علماء کرام ہے-لیکن بموجب تحریر بالا ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کو مرجح اور قوی اور اقوی جانتا ہے اگر یہ بندہ غلط فہمیدہ پر ہو تو اظہار فرمانویں اور نیز آج کل عصر حاضر میں معمول علماء کرام بھی یہی ایک سلام ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت یا تشہد کی جگہ تلاوت کرنے سے سجدہ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک شخص نے نماز ظہر کی تیسری یا چوتھی رکعت میں ضم کیا ہے- اس کا کیا حکم ہے-

(۲) ایک شخص نے التحیات کی حالت میں قرأت پڑھنا شروع کر دیا ہے- حتیٰ کہ سورۃ فاتحہ پڑھ گیا یا قیام کی حالت میں التحیات پڑھنا شروع کر دیا اب سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں-

﴿ج﴾

(۱) سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ہے اگرچہ سہواً سورت ضم کی ہو قال فی العالمگیریہ[2] ولو قرأ فی الاخیرین الفاتحة و السورة لا یلزمه السهو و هو الاصح-

(۲) التحیات کی حالت میں قرأت پڑھنے کی تین صورتیں ہیں- (۱) یا صرف قرأت پڑھی ہوگی التحیات بھول کر نہیں پڑھی ہوگی اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہوگا (۲) یا قرأت اور التحیات دونوں پڑھی ہوں گی اور قرأت پہلے پڑھ چکا ہے بعد میں التحیات تو بھی سجدہ سہو لازم ہے- اور اگر التحیات پہلے پڑھ چکا ہے اور قرأت بعد میں تو سجدہ سہو لازم نہیں کما قال فی العالمگیریہ[3] و اذا فرغ من التشهدو قرأ الفاتحة سهواً فلا سهو علیه و اذا قرأ الفاتحة مکان التشهد فعلیه السهو و کذلک اذا قرأ الفاتحة ثم

---

۱) الردالمحتار: ص ۲۱٤، ج۲: مطلب هل یسقط فرض الکفایه بفعل الصبی، سعید

۲) العالمکیریة: ص ۱۲٦، ج۱: الباب الثانی عشر فی سجود السهو، رشیدیه، کذا فی البحر الرائق: ص ۱٦۷، ج۱: باب سجود السهو، رشیدیه، کذا فی تبیین الحقائق: ص ٤۷٤، ج۱: دارالکتب العلمیه، بیروت

۳) العالمکیریة: ص ۱۲۷، ج۱: باب سجود السهو، رشیدیه- کذا فی شرح النقایة: ص ۳٦۵، ج۱: فصل فی سجود السهو، فصل فی موجبات سجودالسهو، سعید کراچی- کذا فی النهر الفائق: ص ۳۲٤، ج۱: باب سجود السهو، دارالکتب العلمیه، بیروت-

التشهد كان عليه السهو كذا روى عن ابی حنیفةؒ فی الواقعات الناطفیه 'اور اگر قیام کی حالت میں التحیات پڑھے تو پہلی رکعت اور دوسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اور اگر فاتحہ کے بعد سورت سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو لازم آتا ہے اور تیسری چوتھی رکعت میں سجدہ سہو لازم نہیں آتا ہے خواہ پہلے پڑھ لے یا بعد میں۔قال فی العالمگیریه[1] **و لو تشهد فی قیامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو علیه و بعدها یلزمه فیه سجود السهو و هو الاصح لان بعد الفاتحة محل قراة السورة فاذا تشهد فیه فقد اخر الواجب و قبلها محل الثناء كذا فی التبیین و لو تشهد فی الاخیرین لایلزمه السهو كذا فی محیط السرخسی الخ**۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازِ عید کی تکبیر چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب نے نماز عید پڑھائی جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھ کر بغیر تکبیریں کہے رکوع میں چلا گیا اور بعد تسبیح پڑھنے کے کسی صاحب نے لقمہ دیا تو امام کھڑا ہوا اور تکبیریں کہنے لگا تکبیریں کہہ کر پھر رکوع میں گیا اور دوبارہ تسبیح ادا کی بعد سجدہ وقعود کے سلام پھیر کر نماز تمام کی اور سجدہ سہو بھی ادا کیا۔کیا یہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ نماز ہوگئی مگر ایسا کرنا نہ چاہیے تھا۔درمختار میں ہے **كما لو[2] ركع الامام قبل ان یكبر فان الامام یكبر فی الركوع ولا یعود الی القیام لیكبر فی ظاهر الروایة فلو عاد ینبغی الفساد**۔شامی[3] میں اس پر لکھا ہے **وقد علمت ان العود روایة النوادر علی انه یقال علیه ما قاله ابن الهمام فی ترجیح القول بعدم الفساد فیما لو عاد الی القعود الاول بعد ما استتم قائما بان فیه**

---

۱) العالمكیریة: ص ۱۲۷ ج۱: الباب الثانی عشر فی سجودالسهو، رشیدیه

كذا فی النهر الفائق: ص ۳۲۴، ج۱: باب سجودالسهو، دارالكتب العلمیه، بیروت

كذا فی شرح النقایة: ص ۳۶۵، ج۱: فصل فی سجودالسهو، فصل فی موجبات السهو، سعید

۲) الدرالمختار: ص ۱۷۴، ج۲: باب العیدین، سعید

۳) ردالمحتار: ص ۱۷۴، ج۲: باب العیدین، مطلب أمرالخلیفة لایبقی بعدموته، سعید

كذا فی النهر الفائق: ص ۳۲۴-۳۲۵، باب سجودالسهو، دارالكتب العلمیه، بیروت

رفض الفرض لاجل الواجب و هو وان لم یخل فهو بالصحة لا یخل – فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رکعات کی تعداد میں سہو کا حکم

﴿س﴾

گذارش ہے کہ دو مولوی صاحبان حسب ذیل مسئلہ میں مختلف ہیں- ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ امام نے عمداً جلسہ کیا ہے- جبکہ مقتدیوں نے اس کو غلطی پر مطلع بھی کر دیا تھا اور عالمگیری کی یہ عبارت پیش کرتا ہے- اذا شک الامام فاخبره عدلان یأخذ بقولها[1]- لہٰذا نماز فاسد ہوگئی اور اعادہ صلوٰۃ سب پر لازم ہے-

دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز امام کی سجدہ سہو کرنے سے ٹھیک ہوگئی کیونکہ امام کو اس میں شک ہوا تھا اور غالب ظن سے اس نے کام کیا ہے سجدہ سہو سے نماز ٹھیک ہوگئی ہے اور دو مقتدیوں کی خبر پر اعتماد اس لیے نہیں کرتا کہ رکعت ثانیہ کے بعد پورا قیام کر چکے تھے- اس کے بعد انھوں نے لقمہ دیا تھا- پھر اپنے ظن کے مطابق یہ تیسری رکعت پر بھی اگر چہ بیٹھے تھے- چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو امام نے ادا کیا ہے تو نماز اس کی اور مقتدیوں کی صحیح ہے- جیسے کہ تحریر سے معلوم ہوتا ہے- بنابریں آپ کو ثالث مقرر کر کے دونوں مولویوں کی تحقیق روانہ خدمت ہے- لہٰذا جو مسئلہ صحیح ہو اس کی تصحیح فرما کر نزاع کو ختم فرما دیں- عین نوازش ہوگی-

والسلام- کاتب الحروف محمد عبد الغفور عفا اللہ عنہ نقل مطابق اصل (رجل صلی بقوم فلما صلی رکعتین و سجد سجدة ثانیة شک انه صلی رکعة او رکعتین فقام فی الثانیة یظن انه اول رکعة ثم قعد فی الثالثة یظن انه الثانیة ثم علمه رجلان فصلی رابعة ثم قعد فی الرابعة و سجد للسهو هل تفسد صلوته ام لا –

الجواب: فی القدوری[2] باب سجود السهو و من شک فی صلوته فلم یدر اثلاثا صلی ام اربعًا و ذلک اول ما عرض له استانف الصلوة و ان کان الشک یعرض له کثیراً بنی علی غالب ظنه ان کان له ظن فان لم یکن له ظن بنی علی الیقین انتهیٰ وفی

---

۱) العالمکیریة: ص ۱۳۱، ج۱: الباب الثانی عشر فی سجود السهو، رشیدیه

۲) قدوری: ص ۲۸، باب سجود السهو، مکتبه اسلامیه، پشاور

الدرالمختار [1] اذا شک فی صلوته من لم یکن ذلک ای الشک عادة له کم صلی استانف وان کثر شکه عمل بغالب ظنه ان کان له ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنه وقعد فی کل موضع توهمه موضع قعوده ولو واجبا لئلا یصیر تارکا فرض القعود او واجبه .الخ . والله اعلم بالصواب-

دستخط (محمد اسحاق بقلم خود) نقل مطابق اصل- سوال گندم جواب چنا- آپ کا سوال جواب کا مخالف ہے- آپ کے سوال میں یہ ہے- رجال صلی بقوم الخ- پھر لفظ علم رجلان موجود ہے اور جواب فی القدوری باب سجود السهو من شک فی صلوة فلم یدر اثلاثا صلی ام اربعا الخ اس سے منفرد مراد ہے-

یعنی منفرد کے حق میں ہے اور اسی طرح فی الدرالمختار کی عبارت منفرد کے حق میں ہے- واذا شک فی صلوته- الخ یہ عبارت خود منفرد پر دال ہے- دوسرا یہ ہے- سوال میں ثم علم رجلان کا لفظ ہے- اور جواب میں علم رجلان کا لفظ نہیں ہے- تیسرا یہ ہے صورۃ مسئولہ کے بارے میں نہ منفرد کے بارے اور متنازعہ فیہ صورت امام کے بارہ میں نہ منفرد کے بارہ میں- فتاوٰی عالمگیری میں ہے- اذا شک الامام فاخبره رجلان یأخذ بقولهما [2] الخ- اور امام نے اس کی مخالفت کی ہے- تو سائل کا سوال صحیح ہے اب سائلان مدعیان جلسہ امام عمداً کے ہیں- اور عبارۃ عالمگیری سائلان کے حق میں ہے امام جلسہ عمداً کا انکار کرتا ہے اور کوئی تائید امام کے بارہ میں نہیں ہے اب امام پر یمین ہے اگر یمین سے انکار کرے اعادہ صلوٰۃ واجب ہوگی- یا کوئی قوی دلیل پیش کریں-

﴿ج﴾

داخل صلوٰۃ میں مقتدی اگر فتح دے تو اگر امام عمل کی صحت پر یقین رکھے تو اس صورت میں وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور فتح کا اعتبار نہ کرے لہٰذا صورت مسئولہ میں امام نے ان کے فتح کا اعتبار اس لیے نہیں کیا کہ وہ اپنی جحت پر یقین رکھتا تھا اور اس لیے تیسری پر بیٹھا لیکن جب دوبارہ فتح کرنے سے اس کا یقین باطل ہوا تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اگر ابتداء میں اسے شک تھا اور فتح سنتے ہی اس نے اپنی غلطی محسوس کر لی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ غلطی پر مطلع ہونے کے بعد تیسری پر بیٹھے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے دوبارہ پہلی بات بھول گئی ہو- اور پھر سے سہواً بیٹھ گیا ہو تب بھی سجدہ سہو سے جبرہ ہو جاتا ہے بہرحال نماز بلاشبہ صحیح ہے اور اعادہ کسی طرح لازم نہیں سجدہ سہو

---

۱) الدرالمختار: ص ۹۲، ج ۲، باب سجود السهو، سعید

۲) العالمكيرية: ص ۱۳۱، ج ۱: الباب الثانی عشر فی السجود السهو، رشیدیه

سے جبرہ ہو گیا(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سجدہ سہو کرنا بھول گیا' سلام پھیرنے پر کسی نے لقمہ دے دیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) منفرد سے نماز میں سہو ہوا اس نے سلام دونوں طرف پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں۔ بعض علماء فساد کے قائل ہیں اور بعض فساد کے قائل نہیں۔

(۲) ایک آدمی سے نماز میں سہو ہوا اس نے دونوں طرف سلام پھیر دیا پھر باہر سے ایک آدمی نے لقمہ دے دیا کہ آپ کے ذمہ کچھ نماز کا حصہ باقی ہے اب اس آدمی کی نماز درست ہے یا فاسد۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) واضح رہے کہ اس میں دو مشہور قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ سلام دونوں طرف پھیرا جائے اور پھر سجدہ سہو ادا کیا جائے۔ اور یہی قول شمس الائمہ اور صدر الاسلام کا مختار ہے۔ ہدایہ، ظہیریہ، مفید اور بدائع میں اسے صحیح قرار دیا گیا ہے اور دوسرا قول جو شیخ الاسلام اور فخر الاسلام کا مختار ہے وہ یہ ہے کہ صرف ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا جائے اور اسی قول پر جمہور ہیں۔ اسی قول کی بنا پر بعض علماء نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر دونوں جانب سلام پھیرے گا تو سجدہ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اور دوسری طرف سلام پھیرنے سے نماز سے خارج ہو جائے گا۔ بریں معنی کہ اب سجدہ سہو ادا نہیں ہو سکتا۔ فرض ادا ہو گیا اور سجدہ رہ گیا ہے نہ یہ کہ نماز ٹوٹ گئی ہے۔ بلکہ نماز (یعنی فرض) پورا ہوا۔ **کما قال فی الدر المختار** (۲)

(یجب بعد سلام واحد عن یمینه فقط) لانه المعهود و به یحصل التحلیل و هو الاصح

---

۱) ولا یجب السجود إلا بترك واجب أو تأخیره أو تأخیر ركن أو تقدیمه أو تكراره أو تغییر واجب بأن یجهر فیما یخافت وفي الحقیقة وجوبه بشيء واحد وهو ترك الواجب۔ العالمكیریة: ص ۱۲٦، الباب الثاني عشر في سجود السهو، رشیدیه۔

كذا في فتاوی قاضي خان: ص ۱۲۰، ج ۱: فصل فیما یوجب السهو مما لا یوجب السهو، رشیدیه

كذا في النهر الفائق: ص ۳۲۱، ج ۱: باب سجود السهو، دار الكتب العلمیه، بیروت

۲) الدر المختار مع الرد المحتار: ص ۷۸، ج ۲: باب سجود السهو، سعید

كذا في فتح القدیر: ص ٤۳٤، ج ۱: باب سجود السهو، رشیدیه

كذا في الفقه الاسلامي وأدلته: ص ۱۱۲۳، ج ۲: الفصل التاسع، انواع خاصة من السجود، ثالثا محل سجود السهو، دار الفكر۔

بحر عن المجتبی و علیہ لو اتی بتسلیمتین سقط عنہ السجود – و قال الشامی تحتہ بعد ما حقق و اطال و فی المعراج قال شیخ الاسلام لو سلم تسلیمتین لایأتی بسجود السہو بعد ذالک لانہ کالکلام --- قلت و علیہ فیجب ترک التسلیمۃ الثانیۃ –

علامہ شامی کی تقریر سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے سے نماز پوری ہو جاتی ہے – اور سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے –

(۲) اگر اس کے یاد دلانے سے اس کو یاد آ گیا یا اس کے یاد دلانے سے اس نے عمل کر دیا خود اس کو یاد کرنے سے یاد نہ آ گیا تب تو اس کی نماز فاسد ہو گئی اور یہ بنا نہیں کر سکتا – بلکہ دوبارہ نماز کا اعادہ کرے گا – اور اگر اس کے یاد دلاتے وقت اس کو یاد آ گیا اس نے یاد دلانے کی وجہ سے نہ بلکہ خود یاد آ گیا حتیٰ کہ وہ اگر یاد نہ دلاتا تب بھی اس کو اس وقت یاد ہوتا – گویا کہ اس کا تذکر اس کی تذکیر سے نہیں اس کی تذکیر اس کے تذکر کا منشا نہیں بلکہ اس کا تذکر اس کی تذکیر کے وقت ہوا – تو اس کی نماز فاسد نہیں ہے – نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کر لے –

کمال قال فی البحر [1] و فی القنیۃ ارتج علی الامام ففتح علیہ من لیس فی صلاتہ و تذکر فاذا اخذ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح لم تفسد و الافتفسد لان تذکرہ تضاف الی الفتح و قال الشامی فی حاشیۃ منحۃ الخالق – اقول یحتمل ان یکون المراد انہ تذکرہ بسبب الفتح و ان یکون تذکر بنفسہ و لکنہ صادف تذکرہ و فتح من لیس فی صلوتہ فی وقت واحد والظاہر الاول لانہ لو کان تذکرہ من نفسہ لا یظہر فرق بین اخذہ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح اوبعدہ و لا یظہر وجہ الفساد الخ [2] – فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقتدی کے سہو کا حکم

در کتب متداولہ متون و شرح ہمیں مضمون ست مقتدی را کہ سہو افتاداست سجدہ سہو او نہ معتاداست – سہو اور ا امام بر گیرد و طاعتی او خد ابپزیرد –

لزوم اعادہ صلوۃ را ہیچ تعرض بنظر نیامدہ لکن عبارات ذیل مصرح بلزوم اعادہ صلوۃ است –

---

۱) البحر الرائق: ص ۱۱، ج ۲: باب یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا، رشدیہ

۲) منحۃ الخالق علی البحر الرائق: ص ۱۱، ج ۲: باب مایفسد الصلوٰۃ، ومایکرہ فیہا، رشیدیہ

کذا فی الدر المختار مع الردالمحتار: ص ۶۲۲، ج ۲: باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا، سعید

کذافی العالمکیریۃ: ص ۹۹، ج ۱: الباب السابع فیما یفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا، رشیدیہ

پس تحقیق چیست بینوا توجروا- (قوله لا بسهوه اصلاً) تنبيه قال في النهر ثم مقتضى كلامهم انه' يعيد ها لثبوت الكراهة مع تعذر الجابر -[1] و في مراقي[2] الفلاح فلا يسجد اصلاً قال صلى الله عليه وسلم الامام لكم ضامن يرفع عنكم سهوكم وقرائتكم و في الطحطاوی[3] قوله يرفع عنكم سهوكم و قرائتكم قرن رفع السهو برفع القرأة ليفيد انه كما لااثم على المؤتم بترك القراءة فكذا لااثم عليه بترك السهو بل هو الواجب عليه و قال في النهر مقتضى كلامهم انه يعيدها لثبوت الكراهة مع تعذر الجابر و قد علمت مفاد الحديث افاده بعض الافاضل - المستفتی دولت خان-

﴿ج﴾

تحقیق این ست کہ بر مقتدی دریں صورت نہ سجود سہو واجب است و نہ اعادہ صلوٰۃ- و این کہ در ردالمحتار بحث کردہ درحقیقت ایں بحث متعلق بہ دلیل مسئلہ است نہ نفس مسئلہ گویا قائل اعراض مے کند کہ ازیں وجہ قول بہ عدم وجوب سجدہ سہو بر مقتدی کردن کہ جابر متعذر است- درست نیست بلکہ بعد سلام امام مقتدی ہمچنین در نماز است- سلام امام از نماز خارج نمے شود- دراں وقت سجدۂ سہو ممکن است- لہٰذا دلیل تعذر جابر صحیح نیست- ازیں وجہ علامہ شامی گفتہ کہ اولی این است کہ تمسک بحدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کردہ شود- نہ بر دلیل مذکور بل الاولی کہ تمسک بماروی ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم ليس على من خلف الامام سهو انتهى[4] - ومقصد صاحب نہر این ست کہ ازیں استدلال ایں معلوم شد کہ جابر قبل سلام امام وہم بعد سلام او منفرد است- ونفس کراھیۃ ثابت پس حاصل کلام شامی از تنبیہ ایں است- دلیل تعذر جابر کہ مذکور شدہ ازین دلیل ترک کردن استدلال بر حدیث کردن اولی ست کہ مقتدی را درین ساحۃ نہ گفتہ شود- و این چنین در کلام مراقی الفلاح[5] است کہ امام سہو مقتدی را بردارد- پس بنابرین دلیل مقتدی اصلاً سہو نہ شدہ نہ اعادہ لازم است لہٰذا کلام بر دلیل است اصل مسئلہ بحال خود است کہ نہ سہو لازم و نہ اعادہ- واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) الدرالمختار مع الردالمحتار: ص ۸۲، ج۲: باب سجودالسهو، سعيد۔
۲) مراقی الفلاح: ص ٤٦٤، باب سجودالسهو، قديمي
۳) حاشية الطحطاوی: ص ٤٦٤، باب سجود السهو، قديمي
٤) (ومقتد بسهو إمامه إن سجد إمامه) لوجوب المتابعة (لا بسهوه) اصلاً (الدرالمختار) ...... بل الأولىٰ التمسك بماروی ابن عمر عنه صلى الله عليه وسلم "ليس على من خلف الامام سهو" الردالمحتار: ص ۸۲، ج۲: باب سجودالسهو، سعيد۔
٥) حاشية الطحطاوری: ص ٤٦٤، باب سجود السهو، قديمي
كذا فی النهر الفائق: ص ۳۲٦، ج۱: باب سجودالسهو، دارالكتب العلميه، بيروت۔

باب فی احکام اللباس

نجاست لگے کپڑوں میں پڑھائی گئی نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے فجر کی جماعت کرائی جماعت کے فوراً بعد مقتدی نے زید کی چادر منی سے لت پت دیکھی اور اکیلے امام صاحب کو بھی اس کی چادر دکھائی گئی اور کہا کہ یہ نماز خود بھی دوبارہ پڑھیں اور مقتدیوں کو بھی دوبارہ پڑھنے کی تلقین کریں۔ امام صاحب نے نہ صرف خود نماز کا اعلان نہ کیا بلکہ مقتدیوں سے بھی نماز پڑھنے کے لیے نہ کہا۔ بلکہ شرم یا خوف کے مارے امام مذکور نے جھوٹی کلمہ شریف کی قسمیں اٹھائیں اور قرآن شریف کی بھی جھوٹی قسم اٹھا کر اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جب کہ مقتدی نے بھی قرآن شریف کی قسم اٹھا کر حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہا کہ امام مذکور کی چادر منی سے لت پت تھی اور میں نے امام صاحب کو بتایا۔ امام صاحب کا چال چلن پہلے بھی مشکوک ہے کیا ایسے امام کو مستقل امام رکھنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی امام کے کپڑے پر نجاست لگی تھی اور اسی حالت میں اس نے نماز پڑھائی ہے تو وہ نماز قابل اعادہ ہے[1]۔ منی وغیرہ کا کپڑے پر لگ جانا کوئی جرم کی بات نہیں۔ لہٰذا اس پر پردہ ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہے پھر آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کو انتظار کرنے کا حکم فرمایا اور خود گھر جا کر غسل فرما کر نماز پڑھائی[2]۔ البتہ اگر امام صاحب کا چال چلن مشکوک ہے اور جھوٹ بولتا ہے تو پھر

---

۱) وعفي الشارع عن قدر درهم وان كره تحريما، فيجب غسله، وما دونه تنزيها فيسن، وفوقه مبطل فيفرض، الدرالمختار: ص ۳۱۶، ۳۱۷، باب الانجاس، سعيد

كذا في العالمكيرية: ص ٤٥، ج۱: الفصل الثاني في الاعيان النجسة، رشيديه

اذا انتضح من البول شيء يرى أثره لابد من غسله ولولم يغسل وصلى كذالك، وكان إذا جمع كان اكثر من قدر الدرهم أعاد الصلوة، التتارخانية: ص ۲۹۵، الفصل السابع في النجاسات، طبع ادارة القرآن، كراچی)

۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج إلى الصلوة فلما كبر انصرف وأومى إليهم ان كما كنتم ثم خرج فاغتسل ثم جاء ورأسه يقطر فصلى بهم فلما صلى قال إني كنت جنبا فنسيت أن أغتسل۔ مشكوة المصابيح: ص ۹۲، ج۱: باب مالايجوز من العمل في الصلوة، وما يباح منه، الفصل الثالث، قديمي۔

اس پر لازم ہے کہ گزشتہ افعال بد سے صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کے لیے پکا وعدہ کرے کہ پھر کبھی ان گناہوں کی طرف نہیں جائے گا اگر امام صاحب صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے تو اس کی امامت درست ہے[1] ورنہ مکروہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

نماز پڑھتے یا پڑھاتے وقت کالے کپڑے کے استعمال کی شرعی حیثیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس رنگ کا کپڑا استعمال فرمایا

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) کالی یعنی سیاہ چادر باندھنا یا باندھ کر نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) اس نیت سے سیاہ رنگ کا کپڑا پہننا کہ یہ رنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا۔ کوئی ایک آدھ کپڑا پہن لیا جائے تو آیا اس میں کوئی گناہ وغیرہ تو نہیں۔ واضح طور پر اس مسئلہ کو مدلل بیان فرمائیں۔

---

۱) قال الله تعالیٰ: لعنة الله على الكاذبين ـ سورة ال عمران: آیت نمبر ٦١ـ
والكذب حرام إلا في الحرب للخدعة۔ مجمع الانهر مع سكب الانهر۔ ص ٢٢١، ج٤، كتاب الكراهية، فصل في التفرقات، غفاريه كوئٹه، واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وانها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، شرح النووي على الصحيح المسلم، ص ٣٥٤، ج٢: كتاب التوبة، قديمي، التائب من الذنب كمن لاذنب له: مشكوة المصابيح: ص ٢٠٦، باب التوبة والاستغفار، قديمي ـ

٢) ويكره إمامة عبد ...وفاسق۔ الدر المختار: ص ٥٥٩، ج١، باب الإمامة، سعيد، كذا في البحر الرائق: ص ٦١٠، ج١: باب الامامة، رشيديه، كذا في الحلبي الكبير: ص ٥١٣، كتاب الصلوة، ألاولى بالإمامة، سعيدی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) سیاہ چادر باندھ کرنماز پڑھنا پڑھانا دونوں جائز ہیں[1]۔

(۲) واضح رہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف رنگ کے کپڑے استعمال فرمائے ہیں۔ ان احادیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''شمائل ترمذی'' میں باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ذکر کیا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب ابیض الخ۔ (ترجمہ) ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ (یہ پہلی حدیث شمائل میں نہیں ہے۔ بخاری ص ۸۶۷ ج ۲ سے لی گئی ہے)[2]

(۲) عن ابی جحیفة رضی اللہ عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ حلة حمراء کانی انظر الی بریق ساقیہ قال سفیان اراها حبرة.[3] (ترجمہ) ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی چمک گویا اب میرے سامنے ہے۔ سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں۔ وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔ (سفیان اس روایت میں منقش جوڑا اس لیے بتلاتے ہیں کہ سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے۔ اس وجہ سے علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ حنفیہ کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے فتاوی میں بکثرت یہ مضمون ہے کہ سرخ رنگ مرد کے لیے فتویٰ کے رو سے جائز ہے۔ تقویٰ کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے کہ علماء میں مختلف فیہ ہے[4]۔

---

۱) (والرابع ستر عورته) ولوبما لایحل لبسه کثوب حریر وان اثم بلاعذر (شامی ص ٤٠٤، ج١، سعید کراچی) وکذا فی الهندیة: الباب الثالث فی شروط الصلوٰة الفصل الاول فی الطهارة و سترالعورة ص ٥٩، ج١: بلوچستان بك ڈپو) وکذا: فی البحرالرائق: کتاب الصلوٰة باب شروط الصلوٰة، ص ٤٦٧، ج١: مکتبه رشیدیه۔

۲) باب الثیاب البیض، کتاب اللباس ص ٨٦٧، ج٢: قدیمی کتب خانه۔

۳) (شمائل ترمذی باب ماجاء فی لباس رسول الله صلی الله علیه وسلم ص ٥، ج٢: ایچ ایم سعید)

٤) وکذا فی الشامیة: قال صاحب الروضة یجوز للرجال والنساء لبس الثوب الاحمروالاخضر بلاکراهة وفی الحاوی الزاهدی یکره للرجال لبس......المحمرای الاحمر...... ونقله عن عدة کتب وفی مجمع الفتاوی لبس الاحمر مکروه ص ٥٩١، ج٩: مکتبه رشیدیه) وکذا کتاب تالیفات رشیدیه(مردوں کو سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرنا، ص ٤٧٨، ادارة اسلامیات)

وکذا فی الموسوعة الفقهیه (البته لون احمر: ص ١٣٢، ج٤، مکتبه حقانیه)

(۳) عن ابی رمثة رضی اللہ عنه قال رأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم وعلیه بردان اخضران [۱]. ترجمہ۔ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

(۴) عن قیلة بنت مخرمة رضی اللہ عنها قالت رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وعلیه اسمال ملیتین کانتا بزعفران وقد نفضته الخ [۲]. ترجمہ۔قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں۔لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا۔

(۵) عن عائشة رضی اللہ عنها قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ذات غداة وعلیه مرط من شعر اسود [۳]. (ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید، سرخ، زعفرانی اور کالا رنگ استعمال فرمایا ہے۔لہٰذا اگر کبھی کبھار اتباع سنت کی نیت سے ان رنگوں کو استعمال میں لائے تو باعث ثواب ہوگا۔لیکن چونکہ تمام رنگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ زیادہ مرغوب تھا۔اس لیے سفید رنگ کا استعمال زیادہ پسندیدہ اور اولیٰ ہے۔چنانچہ احادیث میں سفید رنگ کے کپڑوں کے استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(ا) عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علیکم بالبیاض من الثیاب لیلبسها احیاء کم وکفنوا فیها موتاکم فانها من خیار ثیابکم [۴]. ترجمہ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس ہے۔سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہیے اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہیے۔

(ب) عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم البسوا البیاض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم [۵]. ترجمہ۔سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

---

۱) شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ص ۵، ج ۲، ایچ ایم سعید)

۲) عن قیلة بنت مخرمة قالت رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وعلیه اسمال ملیتین کانتا بزعفران وقد نفضته الحدیث شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ص ۵، ج ۲، ایچ ایم سعید)

۳) شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، ص ٦، ص ۲، ایچ، ایم سعید)

٤) لیس فی روایة ابن عباس رضی اللہ عنه لفظ علیکم ص ٥، ج ۲، ایچ ایم سعید)

٥) شمائل ترمذی: باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، ایچ ایم سعید)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔ اس لیے کہ وہ زیادہ پاک صاف رہتا ہے اور اس میں اپنے مردوں کو دفنایا کرو۔ واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۵ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

کیا بغیر قمیض کے نماز پڑھنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین زید مجدھم کہ

(۱) دیہاتوں میں عام عادت ہے کہ نمازی نماز ادا کرتے وقت صرف چادر اور صافہ پہن کر نماز ادا کرتے ہیں قمیض یا کرتہ نہیں پہنتے۔

(۲) اگر ان کو کہا جاوے کہ کرتہ یا قمیض کے ساتھ نماز ادا کیا کرو تو وہ نہیں مانتے بلکہ لڑتے ہیں اور امام صاحب کی بے عزتی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائز ہے۔

(۳) کیا مجبوری کے وقت اس طرح نماز پڑھنی چاہیے یا ہر وقت جائز ہے بلکہ یہ سنا گیا ہے کہ صرف مکروہ ہے کیا یہ صحیح ہے۔

(۴) جس شخص کو اس قسم کے مسائل بتائے جاویں وہ بتانے والے کو مارنے پر تیار ہو جاوے کہ اپنے مال اور زمینداری کی طاقت پر امام کو یا عالم کو وہاں نہ رہنے دیں شرعاً وہ کس سزا کے مستحق ہیں۔ ان چار مسائل کا جواب عنایت فرما کر مشکور فرمادیں۔

﴿ج﴾

۱۔۲۔۳ نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے جس سے بچنا لازم ہے[1] البتہ بوقت ضرورت مثلاً شدید گرمی یا کپڑا

---

۱) کما فی الهندیه: ان صلی فی ازار واحد یجوز ویکره۔ (کتاب الصلاة۔ الباب الثالث فی شروط الصلوٰة الفصل الاول فی الطهارة۔ وستر العورة، ص ۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

(وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ٤٦٨، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

(وکذا فی جامع الرموز، کتاب الصلوٰة، فصل شروط الصلوٰة، ص ۱۲۹ ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

نہ ملنے کی صورت میں اگر پڑھ لی جائے تو کراہت نہ ہوگی لیکن عذر حقیقتہ ہو محض بہانہ نہ ہو[1]۔

(۴) ایسے لوگوں کو مسائل بتانے والے کو بھی دیکھا جاوے کہ وہ اس کا اہل ہے یا نہیں اگر وہ باقاعدہ عالم نہیں تو اس کا بتلایا ہوا مسئلہ اگر فی الواقع صحیح بھی ہو تو اس شخص پر حجت نہیں اور وہ غیر عالم کی بات سمجھ کر اس کا رد کر سکتا ہے۔ نیز اگر تبلیغ کا طریقہ بھی اس کے ساتھ درشت اور نامناسب ہو اور پھر علم بھی نہ ہو تو اس کی مخالفت میں کوئی حرج شرعی نہیں البتہ اگر وہ مسئلہ بتانے والا عالم ہو اور اس کا طریقہ تبلیغ بھی مناسب حال ہو نہایت نرمی اور خلوص سے سمجھاتا ہے تو اس کی بات عوام الناس کے لیے حجت ہے اس کی مخالفت یا اس کے کہنے سے انکار کرنا بہت گناہ ہے۔ حبط اعمال کا خطرہ ہے[2]۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

رومال باندھ کر نماز پڑھنے پڑھانے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

موجودہ زمانہ میں عام رواج ہو چکا ہے کہ بجائے عمامہ یا کلاہ وٹوپی کے رومال باندھتے ہیں اور اسی کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں اکثر طلباء کرام وبعض علمائے عظام ایسا کرتے ہیں کیا حضور سرور کائنات ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی رومال کے ساتھ نماز پڑھی یا پڑھائی ہے یا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھی ہے یا سلف صالحین میں سے کسی کا یہ طریقہ رہا ہے۔ برائے کرم بحوالہ حدیث شریف یا فقہ شریف جواب سے سرفراز فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) كما في الهندية: في الحجة اذا وجد العاري حصيراً أو بساطاً صلى فيه ولا يصلي عريانا...... ولو وجد مايستر به بعض العورة وجب استعماله يستر به القبل والدبر بالاتفاق (كتاب الصلاة۔ الباب الثالث في شروط الصلوة الفصل الاول في الطهارة وستر العورة۔ ص ٥٩، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وستر العورة، ص ٤٧٨-٤٧٩، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في الهداية: كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، ص ٩٣-٩٤، ج١: مكتبه رحمانيه لاهور)

۲) كما في الدر المختار مع رد: فالقائل لمن يأمر بالمعروف انت فضولي يخشى عليه الكفر فتح درالمختار ۔ قال ابن عابدين: لان الامر بالمعروف وكذا النهي عن المنكر مما يعني كل مسلم وانما لم يكفر لاحتمال انه لم يرد ان هذا فضول لاخير فيه بل اراد ان امرك لايؤثر أونحوذالك (كتاب البيوع، فصل في الفضولي، ص ١٠٦، ج٥، طبع ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا في البحر الرائق: كتاب البيوع، فصل في الفضول، ص ٢٤٥، ج٦: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في النهر الفائق: كتاب البيوع، باب الحقوق، فصل في بيع الفضولي، ص ٤٩٠، ج٣، دار الكتب العلمية، بيروت)

﴿ج﴾

رومال کے ساتھ بلا کراہت نماز درست ہے بشرطیکہ رومال کچھ بڑا ہو کم از کم ایک بل سر پر آ جائے تو یہ عمامہ کے حکم میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا عمامہ بھی تھا اور یہ ایسا رومال معمول صلحاء ہے لہٰذا کراہت سے خالی ہے[1]۔

حرام ذرائع سے کمائے ہوئے مال سے حاصل شدہ کپڑوں میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا کھانا پینا اور لباس ناجائز طریقہ سے حاصل کیا ہوا ہے۔ مثلاً سود رشوت سے لیکن وہ نماز پڑھتا ہے روزے بھی رکھتا ہے جو فرائض دین ہیں ظاہری ادا کرتا ہے۔ کیا اس کی نیکی قبول ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر کپڑا بدن پر رشوت یا سود کے روپیہ سے حاصل کیا ہوا ہے تو اس میں نماز مکروہ ہے[2]۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۹ محرم ۱۳۹۵ھ

---

۱) کما فی منهاج السنن: قال قد تتبعت الکتب وتطلبت من الکتب المیسرة والتواریخ لاقف علی قدر عمامته صلی الله علیه وسلم فلم أقضا علی شئی حتی اخبرنی من أثق به انه وقف علی شئی من کلام الشیخ ایضا مردوں کا لباس للمفتی کمال (عمامه باندھنے کا صحیح طریقه، ص ۵۷-۵۸: مکتبه ماریه اکیڈمی)

وکذا فی البحر الرائق: کتاب الطهارة، ص ۱۶۸، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی فریده: عمامه کے لیے رومال کا استعمال اور مقدار عمامه: ص ۲۸۸، ج۲: مکتبه دارالعلوم صدیقیه صوابی)

۲) کما فی الفقه الاسلامی: الصلوٰة فی الثوب الحرام تنعقد الصلوٰة مع الکراهة التحریم عندالحنفیة (الصلوٰة فی الثوب الحرام، ص ۷۴۰، ج۱: مکتبه بیروت)

وکذا فی الموسوعة الفقهیة: (الابستر المغصوبة، ص ۳۸، ج۶، مکتبه حقانیه)

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: فصل فی المکروهات، ص ۳۵۸، قدیمی کتب خانه کراچی)

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) بنا بر ضرورت شدیدہ مثلاً جمعات رمضان مبارک یا عیدین کی نمازوں میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال امام کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہوتی ہے صدائے بازگشت نہیں ہوتی۔

(۲) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا رجحان کس طرف ہے۔

(۳) تعامل حرمین شریفین بھی یہی ہے جہاں ہر مکتب فکر کے علماء بھی ہوتے ہیں۔

(۴) جب کہ مجمع بہت بڑا ہوا اور دور رہنے والے مقتدیوں کو بجز تکبیرات انتقال کے اور کوئی چیز سنائی نہیں دیتی۔

(۵) جب کہ فی الجملہ اسماع قرأت مقتدیوں کے لیے مقصود شرع بھی ہو۔

(۶) دیہاتی مساجد میں عام طور پر جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے لوگ مساجد کی چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں اگر قرأت ان کے کانوں میں پڑتی رہے تو توجہ رہتی ہے اور اگر نہ سنائی دے تو خیالات کے منتشر ہونے کا قوی احتمال ہے۔ مندرجہ بالا ضرورت شدیدہ کی بنا پر کیا مفتیان عظام کی جانب سے جواز کا فتویٰ ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

یہاں دو مسئلے جدا جدا ہیں ایک جواز استعمال لاؤڈ سپیکر کا اور دوسرا صحت صلوۃ کا ان دونوں سوالوں کا جواب مختلف ہے یعنی لاؤڈ سپیکر کا استعمال بلاضرورت (جب کہ مقتدی قلیل ہوں یا مکبرین کا معقول انتظام ہوسکتا ہو) خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ مسنون ومعتمد علیہ اور یقینی طریق تبلیغ صوت کے خلاف ہے[۱] لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے لاؤڈ سپیکر کی آوز پر اقتداء واتباع کر لی تو نماز درست ہو جائے گی غرضیکہ شدید ضرورت کے موقعوں پر بھی اولیٰ اور مفید تو یہی ہے کہ سمجھدار آدمی مکبر ومبلغ کا تقرر کر سکتے ہیں لاؤڈ سپیکر کا استعمال حتی الوسع نہ کیا جائے مگر بایں ہمہ اگر استعمال کر لیا جائے تو جائز و درست ہے لیکن احتیاطاً مکبرین پھر بھی ہوں تو اچھا ہے۔

---

۱) کذا فی ردالمحتار قال علامۃ شامی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم اومصلی اوقاری (مطلب فی رفع الصوت بالذکر ص ٦٦٠، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی آلات جدیدہ: خلاصہ کلام ص ٤٧، طبع ادارۃ المعارف۔

واللہ اعلم (۱)۔ ملخصاً من احسن الفتاوی وفتاوی (۲) دارالعلوم دیو بند

حررہ محمد طاہر رحیمی ۔ (استاذ القرآن والحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ

ہندوستانی پائجامہ میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو پاجامہ عام طور پر دہلی والے اور یوپی کے رہنے والے پہنتے ہیں اوراس کی تقریباً شکل ایسی (^) ہے۔اس کا پہننا کیسا ہے۔کیا اس کے پہننے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس کا پہننا سخت گناہ ہے کیونکہ اس میں سجدے کے وقت آدمی کے اعضاء مخصوصہ ایک تھیلی سی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔اس لیے نماز کے وقت تو خاص طور پر اور عام طور پر بھی پہننا سخت گناہ ہے۔لہٰذا مہربانی فرما کر اس مسئلے پر روشنی ڈالیں۔

﴿ج﴾

جب کہ رنگ بشرہ کا معلوم نہ ہو تو ستر ثابت ہے۔اور نماز صحیح ہے **وعادم ساتر لایصف ماتحته (درمختار) بان لایری منه لون البشرة احترازا عن الرقیق ونحو الزجاج** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

---

۱) کما فی سنن ابی داؤد: عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان يعلم انقضاء صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم بالتكبير (باب التكبير بعد الصلوٰة ، ص ۱۵۲ ، ج ۱ : طبع مکتبه رحمانیه ، لاهور) وکذا فی مشکوة المصابیح (هامش ، ص ۱۰۲ ، ج ۱ : باب ماجاء علی الماموم طبع قدیمی کتب خانه) وکذا آلات جدیده نماز میں آله مکبر الصوت کے استعمال پر احقر کی آخری رائے ص ۵۹ ، طبع ادارة المعارف۔

۲) نهیں ملا لیکن امدادالفتاوی میں هے (کتاب الصلوة۔ مسائل منثوره متعلقه ، کتاب الصلوٰة۔ ص ۵۸۲ ، ج ۱ : مکتبه دارالعلوم ، کراچی)

۳) کما فی درالمحتار مع ردالمحتار : کتاب باب شروط الصلوة ، جلد ۲ ، ص ۱۰۳ ، طبع جدید مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الهندیه : والثوب الرقیق الذی یصف ماتحته لاتجوز الصلوٰة فیه کذا فی التبیین (کتاب الصلوة باب الثالث فی شروط الصلوٰة الفصل الاول فی طهارته أوسترالعورة جلد ۱ صفحه ۵۸ ، مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الفقه الاسلامی : فی شروط ص ۷۳۸ ، ج ۱ : بیروت)

پنڈلی کھلی ہوتے ہوئے نماز کا حکم

﴿س﴾

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب سلام مسنون۔

عرض ہے کہ ہمارے علاقہ کے عوام کو چند آدمیوں نے تنگ کررکھا ہے اور چند عقلی دلائل دے کر مندرجہ ذیل مسائل کی طرف راغب کرنے کی کوشش کررہے ہیں مہربانی فرما کر ہماری عقلی اور نقلی دلائل دے کر رہنمائی کریں۔

(۱) حنفی امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کہنا اور سورۃ فاتحہ پڑھنا۔ (۲) رفع یدین کرنا (۳) مرد کا ستر پیروں کی طرف کہاں سے شروع ہوتا ہے اور اگر نماز میں پنڈلی کھلی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

﴿ج﴾

۱۔۲۔ آمین بالجہر اور رفع یدین عندالحنفیہ خلاف سنت ہے اور قرأۃ خلف الامام منسوخ اور ممنوع ہے۔ اور دلائل ان مسائل کے حنفیہ کے پاس بہت ہیں اور آیات واحادیث اس بارہ میں موجود ہیں۔ جو بہت سی کتابوں اور رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ آمین کے بارے میں **واخفی بھا صوتہ** وارد ہے[1]۔ اور قرأۃ خلف الامام کی ممانعت میں **واذا قرا فانصتوا**[2] مسلم کی روایت میں موجود ہے اور رفع یدین کے بارے میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ترمذی میں مذکور ہے۔ **قال عبداللّٰہ**[3] **ابن مسعود** رضی اللہ عنہ **الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ ۔ ترمذی الکتب الستہ ص ۱۶۶۳، حدیث نمبر ۲۵۷.**

(۳) مرد کا ستر گھٹنے سے ناف تک ہے[4]۔ پنڈلی کھلی ہوتے ہوئے بھی نماز درست ہوتی ہے۔ چادر

---

۱) کما فی الترمذی: ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فی التامین ص ۵۸، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی صحیح المسلم کتاب الصلوۃ، باب التشھد فی الصلوۃ، ص ۱۷٤، ج۱، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

۳) کما فی الترمذی: ابواب الصلوۃ، باب رفع الیدین ص ۵۹، ج۱: طبع ایچ ایم سعید کراچی)

٤) کما فی صحیح البخاری: عن ابی ھریرۃ قال ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار، کتاب اللباس باب ما أسفل من الکعبین ففی النار، ص ۸٦۱، ج۲، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)
وایضا فیہ: کتاب اللباس باب من جر ثوبہ من الخیلاء ص ۸٦۱، ج۲: قدیمی کتب خانہ کراچی)
عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاینظر اللہ یوم القیامۃ الی من جر ازارہ بطراً)

شلوار کا ٹخنے سے اوپر رکھنا ضروری ہے[1]۔ یعنی ٹخنہ کھلا رکھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ

جیب میں فوٹو اور ہاتھ میں لوہے کی گھڑی پہنے ہوئے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) اگر کسی کی جیب میں انسان کا فوٹو ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں، فوٹو خواہ کسی صورت میں ہو۔ مثلاً پانچ دس کے نوٹ پر بھی فوٹو ہوتا ہے یا ایسے فوٹو ہو، نوٹ کا فوٹو جیب میں رکھنے پر انسان مجبور ہے۔ جواز کی صورت ہے یا نہیں۔

(۲) جس گھڑی کا چین لوہے کا ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے اگر ناجائز ہے تو گھڑی بھی لوہے کی ہے۔ گھڑی کا پہننا بھی ناجائز ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) نماز اس صورت میں بلا کراہت صحیح ہے۔ **لایکره لو كانت تحت قدميه او محل جلوسه لانها مهانة او في يده عبارة الشمني بدنه لانها مستورة بثيابه او على خاتمه بنقش غير مستبين قال في البحر ومفاده كراهة المستبين لا المستتربكيس اوصرة اوثوب آخر بان صلى ومعه صرة او كيس فيه دنانير او دراهم فيها صور صغار فلا تكره لاستتارها.** [2]

---

۱) كما في تنوير الابصار (ستر العورة وهي للرجل ماتحة السرة الى ماتحة الركبتين) كتاب الصلوٰة باب شروط الصلوٰة، ص ۹۴، طبع جديد مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة باب شروع الصلوٰة، ص ۴۶۲، ۴۶۸، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة الباب الثالث في شروط الصلوة، ص ۵۸، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في الدر المختار مع رد: (كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان السنة أولى، ص ۶۴۸، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب السابع۔ الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة، وما لايكره، ص ۱۰۷، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في الفقه الاسلامي: (خلاصه الراى في التصوير: ۲۶۷۶، ج۴: بيروت لبنان)

(۲) گھڑی انسانی ضرورت کی چیز ہے اور زنجیری یا چین اس کی حفاظت کے لیے ہے جیسا کہ تلوار کے لیے دونوں سروں پر ایک یا دو حلقے ہوتے ہیں فقہاء نے تصریح کی ہے۔ اگر یہ حلقے لوہے تانبے پیتل کے ہوں تو جائز ہیں اور اس میں کراہت نہیں۔ اس سے بظاہر لوہے وغیرہ کے چین کی اجازت مفہوم ہوتی ہے۔ قال فی الشامیة ولایکره فی المنطقة حلقة حدید او نحاس او عظم وایضاً تحت قوله (ولایتختم الا بالفضة) ای بخلاف المنطقة فلایکره فیها حلقة حدید ونحاس[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۴ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

جائے نماز پر غیر ذی روح کی تصویر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر مصلی (جائے نماز) پر کسی مسجد یا مزار اور غیر ذی روح چیز کا نقش ہو تو اس سے نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آتی۔

﴿ج﴾

غیر ذی روح کا فوٹو اگر مصلی پر ہو تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

۷ جمادی الاخری ۱۳۹۹ھ

---

۱) الدرالمختار مع رد: (کتاب الحظر والإباحة۔ فصل فی اللبس: ص ۳۵۹، ج۶: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الکراهیة: الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة، ص ۳۳۴، ج۵: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الکراهیة: فصل فی اللبس۔ ص ۳۷۹، ج۸، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی الهندیة: ولایکره تمثال غیر ذی الروح کذا فی النهایة (کتاب الصلاة۔ الباب السابع، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لایکره، ص ۱۰۷ ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الفقه الاسلامی: (خلاصة الرای فی التصویر، ص ۲۶۷۴، ج۴: بیروت لبنان)۔

وکذا فی الموسوعة الفقهیه: (افتاء واستعمال صور المصنوعات البشریة والجوامدوالنبات، ص ۱۱۶، ج۱۲، حقانیه کوئٹه)

سر پر بغیر باندھے رومال رکھ کر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور ہمیشہ سردی کا موسم ہو یا گرمی کا وہ اپنے سر پر رومال رکھتا ہے اور رومال کے دونوں طرفوں کو بغیر باندھنے کے چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی رومال کے اوپر ٹوپی رکھتا ہے اور کبھی رومال کے نیچے ٹوپی رکھتا ہے اگر اس کو کہا جاتا ہے کہ رومال کے ایسا کرنے کو فقہاء سدل کہتے ہیں اور سدل کا حکم مکروہ تحریمی لکھتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ اس کو سدل نہیں کہا جاتا اور الزامی جواب یہ دیتا ہے کہ عربستان میں تمام لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ رومال کو سر پر رکھ کر اس کے دونوں طرفوں کو نیچے لٹکانے کو فقہاء سدل کہتے ہیں یا نہ اگر کہتے ہیں تو اس کا حکم کیا ہے اور اگر رومال کے لٹکانے کو سدل نہیں کہتے تو سدل کا کیا معنی ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا بالکتاب والسنۃ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ کو فقہاء سدل کہتے ہیں اور یہ مکروہ ہے۔ **قال الشامی** [1] **وقال فی البحر وفسره الکرخی بان یجعل ثوبه علی راسه اوعلی کتفیه ویرسل اطرافه من جانبه اذا لم یکن علیه سراویل اه فکراهته لاحتمال کشف العورة وان کان مع السراویل فکراهته للتشبه باهل الکتاب فهو مکروه مطلقاً سواء کان للخیلاء او غیره** البتہ اگر اوپر ٹوپی رکھے تو جائز ہے [2]۔ مکروہ نہیں، واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ

---

۱) الشامیة: (کتاب الصلاة۔ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها۔ مطلب فی الکراهة التحریمیة والتنزیهیة، ص ۶۳۹، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوة، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما یکره۔ ص ۱۰۶، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلوة وما یکره فیها ص ۴۲، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی فتاوی دارالعلوم دیوبند، باب مکروهات الصلوة، ص ۱۰۹، ج۴: مکتبه دارالاشاعت، کراچی)

جائے نماز پر بنے ہوئے نقوش کے ادب کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ جس جائے نماز پر مثلاً بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش بنا ہوا ہو۔ کیا ایسے مصلی پر نماز پڑھنا اور بیٹھنا خلاف ادب ہے یا نہ۔ بینوا تو جروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ متبرک مقامات کے جو نقوش کھینچے جاتے ہیں وہ بھی متبرک ہوتے ہیں۔ بوجہ اس کے اس نقش سے اس اصل کا تصور ہوتا ہے۔ لہٰذا ان نقوش کے ساتھ بھی بے ادبی کا سا معاملہ درست نہیں ہے[1]۔ جانمازوں پر جو متبرک نقوش بنائے جاتے ہیں۔ اگر وہ کھڑے ہونے کی جگہ پر ہوں تب تو ان پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ایسے متبرک نقوش کے پاؤں تلے آنے میں ان کی بے ادبی سی ہوتی ہے اور اگر سجدہ لگانے کی جگہ پر یہ نقوش ہوں جیسے عموماً ہوتا ہے تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے نقش پر سجدہ لگانا عرفاً خلاف ادب شمار نہیں ہوتا اس لیے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور ایسے مصلی پر نماز پڑھنی جائز ہے۔ نیز غیر ذی روح چیز کی اگر تصویر سجدہ کی جگہ پر ہو تو اس سے نماز میں کراہت نہیں ہوتی ہے[2]۔ مولانا تھانوی صاحب رحمہ اللہ[3] نقشہ نعل مبارک کی طرح مدرسہ کی مہر بنانے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں! نقشہ کی بھی بے ادبی ہے اور اس نقشہ کے اندر جو الفاظ لکھے جاتے ہیں جیسے لفظ احمد وغیرہ اس کی بھی بے ادبی ہے کہ تو بہ تو بہ گویا نعل پر لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ، ۱۱ رجب ۱۳۸۶ھ

---

۱) كما في القرآن المجيد: ذلك ومن يعظم شعآئر الله فانها من تقوى القلوب۔ (سورة الحج: آيت: ۳۲، پاره۔ ۱۷)۔ وكذا في معارف القرآن مجيد: (سورة الحج: فائده نمبر ۲ (خانه كعبه كو بيت عتيق كهنے كي وجه) ص ۳۰۲، ج ۵، مكتبه المعارف دار العلوم الحسينيه شهداد پور سنده، پاكستان)۔ وكذا في الهندية: (كتاب الصلاة، الباب الثالث۔ الفصل الثالث في استقبال القبلة، ص ۶۳، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في الهندية: ولو صلى في جوف الكعبة أو على سطحها، جاز إلى أي جهة توجه۔ (كتاب الصلاة الفصل الثالث في استقبال القبلة، ص ۲۱، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔

وكذا في الدر المختار: كتاب الصلاة، باب الصلاة في الكعبة، ص ۲۵۴، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچي) وكذا في التاتار خانية: (كتاب الصلاة، الفرائض، ص ۴۲۶، ج ۱: مكتبه ادارة القرآن، كراچي)

۳) امداد الفتاوى: (مسائل شتى ص ۳۷۴، ج ۴: مكتبه دار العلوم كراچي)

باب فی احکام المسجد

مسجد کی چھت پر نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک مسجد جو مدینہ مسجد کے نام سے موسوم ہے۔اس میں بجلی کے پنکھوں کا باقاعدہ انتظام ہے۔مسجد کے نمازی حضرات مسجد کی چھت پر نماز باجماعت کرانے پر مصر ہیں۔اور امام مسجد انکار کرتا ہے۔تو مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا ازروئے شریعت (جب کہ پنکھے بھی ہیں) صحیح ہے یا مکروہ اگر مکروہ ہے تو کس قسم کی۔

﴿ج﴾

مسجد کی چھت پر بلاضرورت (یعنی تنگی مسجد) نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔البتہ اگر مسجد تنگ ہو اور نمازی زیادہ ہوں اور نیچے نہ سما سکتے ہوں تو نیچے کی جگہ پُر کرنے کے بعد چھت پر نماز پڑھنا درست وصحیح ہے لیکن صورت مسئولہ میں چونکہ یہ ضرورت متحقق نہیں۔اس لیے گرمی کی وجہ سے چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔عالمگیری میں ہے۔**الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھٰذا اذا اشتد الحریکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد کذا فی الغرائب** (۱) ۔لہٰذا صورت مسئولہ میں نمازیوں کا ایک امر خلاف شریعت پر اصرار کرنا ناجائز وگناہ ہوگا۔بلکہ انھیں چاہیے کہ شرعی حکم معلوم کریں اور اس پر عامل بنیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مسجد میں سونے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پیش امام اور دوسرے لوگ مسجد کی چھت پر چارپائیاں بچھا کر سوتے ہیں جب کہ ان کے اپنے گھر بھی موجود ہیں۔اس بارے میں مسئلہ بتا دیا جائے۔

---

۱) الهندیه، کتاب الکراهیة، الباب الخامس، ص ۳۲۲، ج۵: طبع رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الشامیه (کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة، الخ ص ۵۱۶، ج۲، طبع رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحر: (کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة، ص ٦٤، ج۲: طبع رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

مسجد میں چارپائی بچھا کر سونا(۱) جائز ہے البتہ اولیٰ یہ ہے کہ جب ان کے گھر موجود ہیں تو مسجد میں نہ سوئیں۔ اگر سونا چاہیں تو اعتکاف کی نیت کر لیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مسجد میں ذکر ومراقبہ کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

بخدمت جناب مفتی صاحب۔ السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ہم عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد مراقبہ کرتے ہیں۔ مراقبہ میں ذکر اللہ ہوتا ہے۔ پہلے آہستہ آہستہ سے پھر زور زور سے اللہ اللہ کرتے ہیں۔ کیا یہ مراقبہ مسجد میں جائز ہے؟ اس مراقبہ میں جامع مسجد کی کوئی بے حرمتی تو نہیں ہے۔ اگر مراقبہ جائز ہے تو کس جگہ اور کس حالت میں۔

﴿ج﴾

مسجد میں بیٹھ کر ذکر ومراقبہ کرنا جائز ہے۔ مسجدیں بنائی ہی اس لیے جاتی ہیں کہ ان میں نمازیں پڑھی

---

۱) کما فی سنن ابن ماجة: عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم کان إذا اعتکف طرح له فراشه، أو یوضع له سریره وراء أسطوانة التوبة۔ (أبواب ماجاء فی الصیام، باب فی المعتکف یلزم مکاناً فی المسجد۔ ص ۱۲۷: مکتبه قدیمی کتب خانه کراچی)۔
وکذا فی إعلاء السنن، کتاب الصوم، باب جواز طرح الفراش فی المسجد للمعتکف ص ۱۵۹، ج۹، إدارة القرآن، کراچی)

۲) کما فی الهندیه: ویکره النوم والأکل فیه ای المسجد لغیر المعتکف واذا اراد أن یفعل ذالك ینبغی أن ینوی الإعتکاف فیدخل فیه ویذکر الله تعالیٰ بقدر مانوی اویصلی ویفعل ماشاء ......ولا بأس للغریب ولصاحب الداران ینام فی المسجد فی الصحیح من المذهب والأحسن ان یتورع فلا ینام۔ (کتاب الکراهیة، الباب الخامس ص ۳۲۱، ج ۵، طبع رشیدیه، کوئٹه)
وکذا فی الدر المختار مع شرحه (کتاب الصلوٰة، مطلب فی الغرس فی المسجد ص ٦٦١، طبع سعید کراچی) وکذا فی حلبی کبیر (کتاب الصلوٰة، مفصل فی احکام المسجد، ص ٦١٢، طبع سعیدی)

جائیں اور اللہ کا ذکر کیا جائے۔ فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ[1]۔ لیکن اس ذکر ومراقبہ میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا از حد ضروری ہے۔ ورنہ مجلس ذکر مجلس بدعت بن جائے گی۔

(۱) مجلسِ ذکر نماز کے اوقات میں قائم نہ کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اُدھر جماعت کھڑی ہو اور ادھر ذاکرین نے حلقۂ ذکر قائم کیا ہو[2]۔ (۲) ذکر خفی ہو تو بہتر ہے اور ذکر جہری ہو تو ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع ہونے لگے۔ بلکہ جہر اس سے بڑھ کر نہ ہو جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ[3]۔ (۳) ذاکرین کی آواز مجتمع طور پر نہ ہو۔ جیسا کہ فی الواقع مل کر نعت خوانی کرتے ہیں۔ بلکہ ہر شخص اپنے اپنے ذکر میں مشغول رہے۔ (۴) حلقۂ ذکر میں ہر شخص کو شرکت پر مجبور نہ کیا جائے۔ جس کا جی چاہے چلا جائے[4]۔ (۵) حلقۂ ذکر کی مجلس ایک طرف ہو۔

---

۱) (سورة النور، آیت نمبر ٣٦) کما فی مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی واجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکرا للہ تعالیٰ جماعة فی المسجد وغیرھا من غیر نکیر الا ان یشوش جھرھم بالذکر علی نائم اومصل اوقاری قرآن کما ھو مقرر فی کتب الفقہ۔" (کتاب الصلوٰة، فروع بعد فصل فی صفة الاذکار ص ١٧٤۔ طبع قدیمی، کراچی) وکذا فی الشامیہ (کتاب الصلوٰة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، ص ٥٢٥، ج٢: طبع رشیدیہ جدید) وکذا فی رسائل الکنوی، الباب الأول، ص ٤٩٠، ج٣، طبع ادارة القرآن)۔

۲) تقدم تخریجہ اتحت حاشیة نمبر ۱، صفحہ ھذا، جواب مذکورہ۔

۳) کما فی الدر المختار مع شامیہ قدحرر المسئالة فی الخیریة وحمل مافی فتاوی القاضی علی الجھر المضر وقال ان ھناك أحادیث اقتضت طلب الجھر، واحادیث طلب الاسرار والجمع بینھما بأن ذالك یختلف باختلاف الأشخاص والأحوال فالاسرار افضل حیث خیف الریاء اوتأ ذی المصلین اولنیام" (کتاب الحظر ولاباحة، فصل فی البیع، ص ٣٩٨، ج٦، طبع سعید)

وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، فصل فی صفة الذکر، ص ٣١٨، طبع قدیمی کتب خانہ)۔

وکذا فی مجموعة الرسائل اللکنوی: رسالہ سباحة الفکر فی الجھر بالذکر، ص ٤٦٥، ج٣: طبع ادارة القرآن، کراچی)

٤) کما فی رسائل اللکنوی: الإصرار علی المندوب یبلغہ الی حدالکراھة" (رسالہ سباحة الفکر ص ٣٤، لکنوی ص ٤٩٠، ج٣، طبع ادارة القرآن)

وکذا فی السعایہ: (باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القرآءة، ص ٢٦٥، طبع سھیل اکیڈمی)

ان امور کا لحاظ رکھا جائے تو خیر کی امید ہے۔فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

گرمی کے سبب مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے صحن پر چھت ڈالدی گئی ہے اب نماز اس چھت پر پڑھی جاتی ہے فی الحال گرمی کی وجہ سے صحن مسجد میں نماز نہیں پڑھی جاتی کیا صحن مسجد چھوڑ کر مسجد کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

عالمگیری میں ہے۔ **الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولهذا اذا اشتد الحریکره ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد الخ**[1]۔ یہ عبارت صاف دال ہے اس بات پر کہ گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

جماعت کی نماز حاصل کرنے کی غرض سے مسجد میں بھاگنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) اگر مسجد میں سامنے والی دیوار میں گھڑی لگادی جائے جو کہ نمازیوں کو مسجد میں دکھائی دے۔کیا اس گھڑی سے نماز میں کوئی فرق آتا ہے۔

(۲) اگر کوئی وضو کرتے وقت کلمہ نہ پڑھے تو کیا اس کا وضو نہ ہوگا۔

(۳) اگر وضوء کرتے وقت ڈاڑھی کو انگلی ڈال کر خلال نہ کیا جائے جب کہ ڈاڑھی خوب گاڑھی ہو اور جلد نظر نہ آتی ہو تو کیا وضوء ہو جائے گا۔

---

۱) الهنديه: (كتاب الكراهية الباب الخامس، ص ۳۲۲، ج۵، طبع رشيديه) وكذا في الشاميه: (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۵۱۶، ج۲، طبع رشيديه)
وكذا في البحر: (كتاب جديد الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة، ص ٦٤، ج۲، طبع رشيديه)

(۴) مسجد میں نماز کھڑی ہوچکی ہے اور بعد میں مقتدی اتنی جلدی بھاگ کر جماعت میں شریک ہو کہ اس کے بھاگنے کی آواز لوگ سنیں اور گرتے گرتے رہ جائے یا گر پڑے تو کیا یہ ضروری ہے اور جائز ہے کہ وہ مقتدی اس طرح کرے۔

(۵) اگر امام کو فرض نماز میں شبہ لگ جائے اور دوبارہ لوٹ کر پڑھے یا دوسری سورت شروع کردے تو کیا سجدہ سہوہ لازم آئے گا۔ اور کیا مقتدی کو فرض نماز میں لقمہ دینا جائز ہے۔

(۶) ایک امام مسجد بغیر تنخواہ کے مسجد میں رہتا ہے اور ہے بھی غریب تو اگر مسجد کے پیسے میں سے کبھی کبھار اس کی مدد کی جائے تو کیا یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) اچھا یہ ہے کہ گھڑی یا تو اونچی ہو کہ نمازی کی نظر اس پر نہ پڑے یا کنارے کی دیوار پر لگائی جائے اس پر نظر پڑنے سے اگر چہ نماز فاسد تو نہیں ہوتی۔ لیکن دھیان اس طرف جانے سے نماز میں نقصان ضرور آتا ہے[۱]۔

(۲) وضوء ہو جاتا ہے البتہ بعد وضوء کے کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے[۲]۔

(۳) وضوء ہو جائے گا البتہ خلال مسنون ہے[۳]۔

---

۱) كما في البحر الرائق: ومحل الإختلاف في غير نقش المحراب واما نقشه فهو مكروه لانه يلهي المصلي كما في فتح القدير وغيره (كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة، الخ، ص ٦٥، ج٢، طبع رشيديه كوئٹه)۔

وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلوة، مطلب كلمة لابأس الخ، ص ٦٥٨، طبع سعيد كراچى)

وكذا في فتح القدير: (كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة، ص ٣٦٨، ج١: طبع، رشيدى كوئٹه)

٢) كما في الشاميه: وزادفي المنية وأن يقول بعد فراغه سبحانك اللهم وبحمدك أشهد ان لا إله الا أنت استغفرك وأتوب اليك و أشهد أن محمد عبدك ورسولك ناظراً الى السماء۔ (كتاب الطهارة، مطلب في بيان ارتقاء الحديث الضعيف الخ، ص ١٢٨، ج١: طبع سعيد)

وكذا في حلبي كبير: (كتاب الطهارت، فصل في ادابه، ص ٣٥، طبع سعيدى كتب خانه، كوئٹه)

وكذا في تبيين الحقائق: (كتاب الطهارات، فصل في ادابه، ص ٤٤، ج١: طبع دارالكتب العلميه)

٣) كما في الهندية ومنها تحليل اللحية ذكر قاضي خان في شرح جامع الصغير تخليل اللحية بعد التثليث سنة۔ (كتاب الطهارت، الباب الأول، الفصل الثاني، ص ٧، ج١: طبع رشيديه كوئٹه)

وكذا في تبيين الحقائق: (كتاب الطهارة، فصل في سنة، ص ٣٦، ج١: طبع دارالكتب العلميه، بيروت) وكذا في حاشية الطحطاوى: (كتاب الطهارات، فصل في سنن الوضوء، ص ٧٠، طبع قديمي كتب خانه)

(۴) ایسا نہ کرے بلکہ نہایت اطمینان اور وقار سے آئے۔ جو جماعت سے مل جاوے وہ امام کے ساتھ اور جو رہ جائے وہ اس کے بعد ادا کرے لیکن بھاگنا نہیں چاہیے[۱]۔

(۵) دوسری سورت شروع کرنے سے یا لوٹ کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا[۲]۔ اچھا یہ ہے کہ مقتدی لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے۔ اگر لقمہ دیدے تو نماز فاسد نہیں ہوتی[۳]۔

(۶) اگر لوگ چندہ دہندگان اس پر راضی ہیں تو جائز ہے[۴]۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

---

۱) کما فی الشامیہ: ویکره للمصلی...... والهرولة للصلاة (کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة، ومایکره فیها، ص ۵۱۳، ج۲، طبع رشیدیه جدید)

وکذا فی صحیح البخاری: عن أبی قتاده عن أبیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقیمت الصلوٰة فلا تقوموا حتی ترونی وعلیکم السکینة۔

(کتاب الصلوٰة، باب لایقوم الی الصلوٰة، مستعجلا۔ الخ، ص ۸۸، ج۱: طبع قدیمی کتب خانه)

وکذا فی صحیح المسلم (کتاب الصلوة، باب استحباب، اتیان الصلوٰة، بوقاروسکینة۔ (ص ۲۲۰، ج۱: طبع قدیمی کتب خانه)

۲) کما فی الدرالمختار مع شرحه: ولابأس أن یقرأ سورة ویعیدها فی الثانیة: "قال الشامی" افاد أنه مکروه "تنزیها هذا اذا لم یضطر۔ (کتاب الصلوة، فصل القراءة، ص ۵۴۶، ج۱: طبع سعید)

وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۳۳۶، ج۱: طبع دارالکتب)

وکذا فی النهرالفائق: (کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۳۳۷، ج۱: امدادیه، ملتان)

۳) کما فی الدرالمختار مع شرحه: (بخلاف فتحه علی امامه) فإنه لایفسد (مطلقا) لفاتح وآخذ بکل حال (قوله بکل حال) ای سواء قرأ الإمام قدر ماتجوز به الصلوة أم لاانتقل الی آیة اخری أم لاتکرر الفتح أم لا هوالأصح۔ (کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة، ص ۶۲۲، ج۱: طبع سعید، کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوة، الباب السابع ص ۹۹، ج۱: طبع رشیدیه کوئٹه)۔

وکذا فی البحر: (کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوٰة، ص ۱۰، ج۲: طبع رشیدیه)

۴) کما فی الدرالمختار: ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب لعمارته کإمام مسجد و مدرس مدرسة یعطون بقدر کفا یتهم۔ (کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف، الخ، (ص ۳۶۶تا ۳۶۷)، ج۴، طبع سعید، کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الوقف، ص ۳۵۹، ج۵، طبع رشیدیه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الوقف الباب الحاوی عشر، ص ۴۶۳، ج۲: طبع رشیدیه)

تنگیٔ جگہ کے سبب ایک مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک مسجد امن کے زمانہ میں بنی ہوئی ہے- جو چوہدری زنن سنگھ مالک زمین نے اجازت دی تھی- آبادی کے لحاظ سے وہ مسجد چھوٹی ہے باہر جوز مین ملحقہ سفید ہے یا آباد ہے وہ ایک شیعہ کو الاٹ ہے- مسجد باہراور بڑھ نہیں سکتی- ایک مسجد اس سے ۸۶ قدم دوراور بنائی گئی ہے- اگر راستہ سے قدم ماریں تو ۸۶ ہیں- اگر مکانوں کے اندر سے قدم ماریں تو ۴۰ ہیں اور جو مسجد نئی بنائی گئی ہے اس کی آبادی بھی بہت ہے اور نمازی بھی بہت ہیں کیا ہم پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟ نئی مسجد بہت وسیع ہے پرانی مسجد میں لوگ نہیں سما سکتے اور ہیں دونوں دیہات میں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جانا جائز ہے بشرطیکہ پرانی میں باقاعدہ جماعت کا اہتمام ہوتا رہے[1]- وہ بدستور آباد رہے اگر نئی مسجد میں جانے سے پرانی مسجد کے غیر آباد ہو جانے کا اندیشہ ہو تو جانا جائز نہیں بہتر یہ ہے کہ پرانی مسجد میں جماعت کچھ پہلے ہوتی ہوتا کہ جو نمازی اس میں نہ سما سکیں وہ نئی مسجد میں جماعت سے نماز ادا کر سکیں جو پرانی کو آباد رکھنے کی خاطر باوجود نئی میں کثرۃ مصلین اور زیادتی جماعت کے نماز اداء کریں گے ان کو پورا پورا ثواب ملے گا[2]- واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) کما فی البحر الرائق: أهل المحلة قسموا المسجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم امام على حدة ومؤذنهم واحد لا بأس به والاولى، ان يكون لكل طائفة مؤذن۔ (كتاب الوقف، احكام المسجد، ص ۴۱۹، ج ۵، طبع رشيديه)

وكذا في الهندية: (كتاب الكراهية، الباب الخامس في المسجد، ص ۳۲۰، ج ۵، طبع رشيديه)

وكذا في الدر المختار: (كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة، ص ۶۶۳، ج ۱: طبع سعيد)

۲) كما في حلبي كبير: ثم الأقدم أفضل لسبقه حكما الا اذا كان الحادث أقرب الى بيته فإنه افضل حينئذ لسبقه حقيقة و حكما كذا في الواقعات...... ان الأقدام أفضل فإن استويا في القدم فالا قرب افضل (كتاب الصلوٰة، فصل في احكام المسجد، ص ۶۱۳، طبع سعيدى كتب خانه، كوئٹه)

وفي تفسير الكشاف بحواله محموديه: وأن لايتخذ في مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه۔ (سورة التوبة: آيت نمبر ۱۰۷، ص ۳۱۰، ج ۲، طبع دار الكتب)

وكذا في تفسير روح المعاني: (سورة التوبة آيت نمبر ۱۰۷، ص ۲۱، ج ۱۱، طبع داراحياء التراث العربي، بيروت)۔

بلاضرورت مسجد کی چھت پر جماعت ادا کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اسلام اس مسئلہ میں کہ مسجد کی چھت پر جماعت کرانا کیسا ہے اس حالت میں کہ بانی مسجد نے چھت پر پختہ فرش محراب چاروں طرف کی دیواریں بلند کر کے نماز کے لیے مقرر کیا اور شدت سردی یا گرمی کی وجہ سے نماز اوپر ادا کی جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مسجد کی چھت پر بلاضرورت یعنی تنگی مسجد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یعنی اگر لوگ نماز پڑھنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ نیچے کی جگہ پر ہو جائے اور پیچھے نہ سمائیں تب جن کو نیچے جگہ نہیں ملی وہ اوپر چھت پر نماز پڑھ لیں۔ لیکن گرمی وسردی کی وجہ سے کہ نیچے کی جگہ خالی ہو اور اوپر نماز ادا کریں تو ایسی صورت میں چھت پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ کذا فی العالمگیری[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا وقف مسجد میں کسی طرف نماز پڑھنے کا ثواب ایک جیسا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) آیا ایک مسجد ہے اس کے چاروں طرف فرش ہے گول قسم کی جگہ مسجد کے قبضہ میں ہے۔ کسی کا حق نہیں اور مستعمل ہونے پر ہر حال میں محفوظ ہے۔ جیسے فرش پاک صاف ہوتے ہیں۔ کبھی جماعت سردی گرمی کی وجہ سے جنوب کی طرف کبھی جماعت مغرب کی طرف کبھی شمال کی طرف تو اس فرش پر جماعت کرانے کی فضیلت مسجد کے بیچ جیسی ہے یا گھروں جنگلوں جیسی ہے۔ تشریح فرمائیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) ایک امام اور ایک ہی مقتدی جماعت کراتے ہیں وہ قدرے برابر ہوتے ہیں پھر دوسری یا تیسری رکعت یا پہلی ہی رکعت میں ایک مقتدی اور آ گیا تو فرمائیے امام آگے چل کر مصلی کی جگہ میں

---

۱) کما فی الهندية: الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذا اشتد الحريكره ان يصلوا بالجماعة فوقه الا اذاضاق المسجد۔ (كتاب الكراهية، الباب الخامس، ص ۳۲۲، ج۵، طبع رشيديه)
وكذا فى الشاميه (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۵۱٦، ج۲، طبع رشيديه) وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوٰة، ص ٦٤، ج۲، طبع رشيديه كوئٹه)۔

جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ کر مقتدی کے ساتھ ہو جائے۔تحریر فرمائیں شرعاً کیا حکم ہے آپ کی کمال مہربانی ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) اگر یہ فرش داخل مسجد ہے اور اس کو برائے نماز پڑھنے کے علی التابید وقف کر دیا گیا ہے تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے بیچ جیسا ہوگا[۱]۔ ہاں اگر جماعت کرانی ہے تو مسجد یا اس کے صحن کے بیچ میں امام کا کھڑا ہو تا کہ دونوں طرف کے مقتدی تقریباً برابر برابر ہوں افضل و بہتر ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے[۲] اور اگر یہ فرش نماز کے لیے علی التابید وقف نہ ہو تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب اندرون مسجد پڑھنے کے ثواب کے برابر نہ ہوگا[۳]۔

(۲) دونوں طرح جائز ہے ہاں اگر آگے جگہ نہ ہو تو مقتدی کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے اور اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہیے اور اگر آگے پیچھے دونوں جانب جگہ ہو تو امام کو آگے ہو جانا چاہیے اور اگر وہ آگے نہ ہو تو مقتدی پیچھے ہٹ جائے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما فى منحة الخالق على بحر الرائق: ففى الذخيره مانصه وبالصلوة بجماعة يقع التسليم بلاخلاف حتى أنه اذا بنى مسجدا وأذن للناس بالصلوة فيه جماعة فأنه يصير مسجدا۔ (كتاب الوقف فصل فى احكام المسجد ص ٢٤٨ ص ج٥، طبع رشيديه)۔

وكذا فى الشاميه: (كتاب الوقف، مطلب فى احكام المسجد، ص ٣٥٦، طبع سعيد)۔ وكذا فى الفتاوى التاتارخانيه: (كتاب الوقف، مسائل وقف المسجد، ص ٨٣٩، ج٥، طبع ادارة القرآن)

۲) كما فى الدرالمختار: السنة أن يقوم الإمام ازاء وسط الصف ألاترى أن المحاريب مانصبت الاوسط المساجد وهى قد عينت لمقام الإمام۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٦٨، ج ١ طبع سعيد)

وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس، ص ٨٩، ج١: طبع رشيديه)

وكذا فى تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٣٦١، ج١: طبع دارالكتب العلميه)

۳) كما فى حلبى كبير: وان صلى فى بيته بالجماعة، لم ينال فضل الجماعة فى المسجد۔ (فصل فى النوافل ص ٤٠٢، طبع سعيدى كتب خانه۔ وكذا فى حاشية طحطاوى (كتاب الصلوٰة، باب الامامه، ص ٢٨٦، طبع قديمى)

وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب التاسع، ص ١١٦، طبع رشيديه كوئٹه)

٤) كما فى الشاميه: (تتمه) اذا اقتدى بإمام فجاء آخر يتقدم الإمام موضع سجوده كذا فى مختارات النوازل، وفى القهستانى عن الجلابى ان المقتدى يتأخر عن اليمين الى خلف اذاجاء اخر ولو اقتدى واحد بآخر فجاء ثالث، يجذب المقتدى بعد التكبير ولوجذبه قبل التكبير لايضره وقيل يتقدم الإمام۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٦٨، ج١: طبع سعيد، كراچى)

وكذا فى البحر: (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٦١٧، ج١: طبع رشيديه)۔ وكذا فى الفتح القدير: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٣٥٧، ج١: طبع مصطفى البابى الحلبى، بمصر)

تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ نہیں باندھے، رکوع میں چلا گیا

(س)
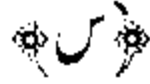
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ زید اس وقت آیا جب کہ جماعت ہو رہی تھی امام صاحب رکوع میں چلے گئے زید نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں امام کے ساتھ مل جاتا ہے لیکن تکبیر کے کہنے کے بعد ہاتھ ناف پر نہیں باندھتا ہے صرف تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جاتا ہے آیا زید کی نماز کامل ہوگئی یا تکبیر کے بعد ناف پر ہاتھ باندھ کر رکوع کرنا ضروری تھا۔ صرف تکبیر تحریمہ کہنا کافی ہو جاتا ہے یا زیر ناف ہاتھ باندھنا بھی ضروری تھا۔

(ج)

ہاتھ باندھنا زیر ناف مسنون ہے[1] نہ فرض ہے نہ واجب اس لیے اگر تکبیر تحریمہ کو کھڑے ہو کر پورا کر لیا ہے اور تکبیر تحریمہ کو رکوع میں جا کر پورا نہیں کیا تو نماز صحیح ہے خواہ ہاتھ نہ باندھے ہوں اور اگر تکبیر کو حالت رکوع میں پورا کیا تو نماز نہیں ہوئی[2]۔

---

۱) كما في سنن الترمذي: عن قبيصة بن وهب عن ربيعة رضي الله تعالىٰ عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤمنا فيأخذ شماله بيمينه۔ (ابواب الصلوٰة، باب ماجاء في وضع اليمين على الشمال الخ۔ ص ٥٩، ج١: طبع سعيد)

كما في الدرالمختار: ووضع الرجل يمينه على يساره تحت سرته آخذا رسغها بخنصره وابهامه هوالمختار۔ (كتاب الصلوٰة، فصل في بيان تاليف الصلوٰة، ص ٤٨٦، ج١، طبع سعيد)

وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوة، الباب الرابع، الفصل الثالث، ص ٧٣، ج١: طبع رشيديه)

۲) كما في الدرالمختار: فلوقال "الله" مع الإمام "واكبر" قبله، او ادرك الإمام راكعا فقال "الله" قائما و"اكبر" راكعالم يصح في الأصح كما لو فرغ من "الله" قبل الإمام...... ويشترط كونه قائما فلو وجد الإمام راكعا فكبر منحنيا ان الى القيام اقرب صح ولغت نية تكبيرة الركوع۔ (كتاب الصلوٰة، فصل في بيان تاليف الصلوٰة، الخ، ص ٤٨٠، ج١: طبع سعيد)

وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الرابع، ص ٦٨تا ٦٩، ج١: طبع رشيديه)

وكذا في البحر (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ٥٠٨، ج١: طبع رشيديه)

نماز عشاء کا وقت جواز واستحباب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عندالشرع مغرب اور عشاء کے درمیانی وقفہ کی کم از کم مقدار کیا ہے اور آنے والی راتوں میں تراویح کم از کم کتنے وقت پر شروع کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہوگا۔ حقیقت پر مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

غروب کے بعد عشاء کا وقت عندالامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تب ہوتا ہے کہ شفق ابیض غائب ہو جائے اور اس کی مقدار عام طور پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہوتی ہے۔ پس مغرب وعشاء میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ کرنا چاہیے۔ آج کل غروب کا وقت ۷ بج کر ۲۱ منٹ کے قریب ہے۔ اس حساب سے عشاء کا وقت ۸ بج کر ۵۰ منٹ کے بعد شروع ہوگا۔ اس لیے اذان اور نماز اس کے بعد ہو۔ اس سے تقدیم درست نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز کا وقت نو بجے کے بعد مقرر کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) کما فی البحر الرائق: (قوله وهو بیاض) ای الشفق هوالبیاض عندالإمام وهو مذهب ابی بکر الصدیق وعمر ومعاذ و عائشه رضی الله تعالی عنهم...... وقال فی آخره فثبت ان قول الإمام هوالأصح۔ (کتاب الصلوٰة، ص ۴۲۷، ج۱: طبع رشیدیه)
وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰة، ص ۱۷۷، تا ۱۷۸، طبع قدیمی)
وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰة، ص ۲۱۸، ج۱: طبع دارالکتب)

باب فی التراویح والوتر

تراویح کی رکعات

﴿س﴾

ہمارے ہاں ۸ رکعات تراویح کا شدید اختلاف ہے۔حتیٰ کہ غیر مقلدین نے یہ دعویٰ کردیا ہے کہ ۲۰ رکعات کا کسی مرفوع حدیث سے ثبوت ہی نہیں۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے جو کہ احادیث مرفوعہ معتبرہ کے سامنے کچھ نہیں بعدہ عرض ہے کہ اولاً مخالفین کے دلائل بحوالہ صفحات ثانیاً احناف کے دلائل کتب معتبرہ ومعروفہ بحوالہ صفحات ثالثاً اجماع صحابہ خصوصاً دور ابوبکر رضی اللہ عنہ میں کتنی اور کس جگہ میں جماعت یا بلا جماعت پڑھی جاتی تھیں۔ رابعاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں خامساً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ سادساً حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ بہرکیف مکمل دلائل احناف پھر مخالفین کے دلائل کا ضعف اور اگر ہمارے احناف کے کسی مستدل کے راوی کمزور ہوں تو اس کو تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

رمضان شریف کا ماہ مبارک گزر گیا جواب میں تاخیر ہوگئی معاف فرمائیں۔ غیر مقلدوں سے کوئی پوچھے کہ ۲۰ رکعت کا ثبوت تمھارے اور ہمارے پاس نہ ہو تو نہ ہو۔لیکن کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کون ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد ہیں مشکوٰۃ کی روایت ان غیر مقلدوں کو یاد نہیں ہے کہ آپ کیسے تاکید فرما رہے ہیں۔ علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين - الحدیث [1]۔ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ پھر پورے ماہ میں جماعت کے ساتھ تراویح کا اہتمام بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی سنت ہے [2]۔کوئی ثابت کر دکھائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

۱) (مشکوٰۃ: کتاب الأیمان، باب الإعتصام الخ، ص ۳۰، فصل ثانی، طبع قدیمی کتب خانہ) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ التراویح، ص ۴۱۲، طبع قدیمی کتب خانہ)

۲) کما فی الدرالمختار مع شرحہ: (التراویح سنة) مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدين ای اکثرهم لأن المواظبة عليها وقعت فی اثناء خلافة عمر رضی الله عنه ووافقه علی ذالك عامة الصحابة، (کتاب الصلوٰۃ، بحث صلاۃ التراویح، ص ۵۹۶ تا ۵۹۷، ج۲: طبع رشیدیہ)

وكذا في حاشية الطحطاوي: (کتاب الصلوٰۃ، فصل فی صلاۃ التراویح، ص ۴۱۱، طبع قدیمی)

وكذا في حلبي كبير: (کتاب الصلوٰۃ فصل فی التراویح، ص ۴۰۰، طبع سعیدی کتب خانہ، کوئٹہ)

نے تین چار دن سے زائد جماعت کے ساتھ تراویح ادا فرمائی ہوں[1] پھر یہ غیر مقلد کیوں تمام رمضان المبارک میں تراویح پڑھتے ہیں۔ اگر ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چڑ ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دشمنی اور عداوت کا ثبوت دیتے ہوئے پورا مہینہ کی نماز تراویح با جماعت ادا نہ کریں۔ صرف تین چار دن جماعت کریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا مہینہ با جماعت نماز تراویح ثابت نہیں ہے۔ پورا مہینہ با جماعت تراویح کا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے اجراء فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی یہ اہتمام نہ تھا' اب ان غیر مقلدوں کے پاس کیا رہ جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو درمیان سے خارج کر دینے کے بعد آدھا دین ختم ہو جائے گا غیر مقلدوں کو چاہیے کہ نیا دین مرتب کریں اور حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی تمام سنتیں چن چن کر دین سے نکال دیں۔ کیونکہ غیر مقلدین کے بقول ان حضرات نے تو بدعتیں ایجاد کی تھیں' اور معاذ اللہ یہ حضرات تو متبع سنت تھے ہی نہیں۔ بڑے متبع سنت اس چودھویں صدی کے غیر مقلد ہیں لہٰذا ان کو لازم ہے کہ نیا دین مدون فرمالیں اور تمام امت کو گمراہ قرار دیتے ہوئے اپنے نئے دین کا پرچار کریں۔ والی اللہ المشتکی واللہ المستعان تفصیلی دلائل کے لیے خیر المصابیح رسالہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مرحوم کا مطالعہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عشاء کی نماز تنہا ادا کرنے والے کی وتر کی جماعت میں شرکت کا حکم

﴿س﴾

جو شخص نماز عشاء جماعت سے نہ پا سکا ہو یا بیس رکعت تراویح کو ادا نہ کر سکا ہو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور تراویح پوری کرنی ضروری ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

عشاء کے فرض علیحدہ پڑھے تراویح سب یا اکثر امام کے ساتھ ادا کرے یا تراویح بالکل نہ پڑھے تینوں صورتوں میں وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور باقی تراویح وتر کے بعد پڑھ لے تراویح امام کے ساتھ کل یا

---

۱) كما في البناية شرح الهداية: عن عروة بن الزبير رضي الله عنهما أن النبي عليه السلام صلى في المسجد فصلى بصلاته ناس، ثم صلى من القابلة فكثر الناس، ثم اجتمعوا من اللية الثالثة فلم يخرج إليهم النبي عليه السلام، فلما أصبح قال: "قدر أيت الذى صنعتم فلم يمنعني من الخروج اليكم إلا أني أخشى أن تفرض عليكم۔ (كتاب الصلاة، فصل في قيام شهر رمضان۔ ص ۵۵۳، ج۲: دار الكتب العلمية، بيروت)

بعض نہ پڑھنے کی صورت میں جماعت وتر میں شریک ہونے کا جواز درمختار کی عبارت میں مذکور ہے (و لـو لـم یـصـلـهـا) ای التـراویـح (بـالامـام) او صـلاهامع غیره (له ان یصلی الوتر معه) [۱] اور فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھنے کی صورت میں وتر کی جماعت میں شریک ہونے کا جواز تعلیل علامہ طحطاوی سے معلوم ہوتا ہے- حیث قال فی شرح قول صاحب الدرالمختار بقی لوترکها الکل هل یصلون الوتر بجماعة فليراجع (قوله فليراجع' قضية التعليل فی المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان يصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة لانه ليس تبع التراويح و لالعشاء عند الامام انتهى الطحطاوی- علی الدرالمختار مبحث التراويح ج ۱ ص ۲۹۷) [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں عورت کی امامت کاحکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت اپنے گھر میں یا پڑوس محلہ میں جا کر تراویح میں ختم قرآن سنائے اور عورتوں میں کھڑی ہو کر ان کی امام بنے کیا یہ جائز ہے اور اس کا ثبوت ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر صحابیات سے یا ائمہ مجتہدین کی ازواج سے ملتا ہے؟ بینوا توجروا-

(ج)

عورت کو عورتوں کا امام بننا کل نمازوں میں خواہ وہ فرض ہوں یا نفل جائز ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے پس اگر عورتیں کراہت کے باوجود جماعت سے نماز پڑھیں تو جو عورت امام ہو وہ درمیان میں کھڑی ہو- لیکن اس کے درمیان میں کھڑی ہونے سے بھی کراہت دور نہیں ہوتی اور عورت امام اگر مقتدی عورتوں کے آگے کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن وہ گنہگار ہوگی- پس بیچ میں کھڑا ہونا واجب ہے اور اس میں آگے کھڑے ہونے سے کم

---

۱) الدرالمختار: (كتاب الصلوة، باب الوتروالنوافل، ص ٤٨، ج٢: طبع سعيد)

۲) حاشية طحطاوی علی الدرالمختار: (بحواله محموديه) كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، ص ۲۹۷، طبع دارالمعرفه بيروت)-

وكذا فی حلبی كبير: (كتاب الصلوٰة، فصل فی النوافل، ص ٤٠٨، طبع سعيدی)

وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب، التاسع فی النوافل، ص ١١٦، طبع رشيديه)

وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ١٢٣، ج٢، طبع رشيديه)-

کراہت ہے[۱] عورتوں کو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا ہی افضل ہے[۲]۔ کذا فی عمدۃ الفقہ[۳] پس صورت مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ سنانے والی حافظ تو افل میں سنائے اور دوسری عورتیں بغیر نماز کے بیٹھ کر سنیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ کی خاطر تراویح پڑھانے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں تراویح پڑھانے والے کے لیے ایک سید حافظ قرآن اچھا پڑھنے والا تقریباً بیس سال سے مقرر ہے۔ لیکن وہ ڈاڑھی سنت کے موافق نہیں رکھتا ہے صرف نشان ہے۔ اس کے لیے چندہ مقرر ہے۔ ہر رمضان شریف کی ۲۷ تاریخ کو قرآن مجید ختم کر کے مسجد میں چندہ ہوتا ہے۔ حافظ صاحب کے لیے اور امام و مؤذن کے لیے جدا جدا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر حافظ صاحب چندہ کے لالچ سے قرآن سناتا ہے اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے اور اس کی امامت کیسی ہے۔ اگر بلا لالچ پڑھاتا ہے۔ مگر جو چندہ فی سبیل اللہ ۲۷ تاریخ کو اس کو دیا جائے تو پھر مسئلہ کیا ہوگا۔ اگر حافظ بے طمع ہے اس کی ڈاڑھی سنت کے مطابق نہیں تو پھر مسئلہ کیسا ہوگا؟

اگر حافظ باشرع مل سکتا ہے بلا لالچ کے نہیں پھر الم ترکیف سے پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا یا نہیں۔ امداد الفتاوی میں لکھا ہے لینا دینا بھی جائز نہیں۔ اس سے الم ترکیف پر پڑھنا اچھا ہے۔ لہٰذا آپ مفصل جواب تحریر فرمادیں تاکہ اختلاف ختم ہو جائے۔

---

۱) کما فی الدر المختار مع شرحه: (ا) يكره تحريما جماعة النساء) ولوفي التراويح "قال ابن عابدين" افاد أن الكراهة في كل ما تشرع فيه جماعة الرجال فرضا اونفلاً (الدر المختار) فإن فعلن تقف الإمام وسطهن) فلوقدمت أثمت "قال ابن عابدين" افاد أن وقوفها وسطهن واجب كما صرح به في الفتح وأن الصلوة صحيحة وأنها اذا توسطت لاتزول الكراهة وإنما أرشدوا الى التوسط لأنه أقل كراهية من التقدم كما في السراج۔ (كتاب الصلوٰة، باب الامامة ص ٣٦٥ تا ٣٦٧ طبع رشيديه كوئته) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة الباب الخامس، الفصل الثالث، ص ٨٥، ج١: طبع رشيديه) وكذا في مجمع الأنهر (كتاب الصلوٰة، فصل في الإمامة، ص ١٦٤ ج١: طبع غفاريه كوئته)

۲) كما في الهندية: وصلاتهن فرادىٰ افضل (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس، الفصل الثالث، ص ٨٠، ج١: طبع رشيديه)
وكذا في خلاصة الفتاوى: (كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر، ص ١٤٧، ج١: طبع رشيديه)
وكذا في مجمع الأنهر: (كتاب الصلوٰة، فصل في الإمامة، ص ١٦٤، ج١: طبع غفاريه كوئته)

۳) عمدة الفقه ص ١٨٦، ج ٢، قسم اول شرائط امامت ٤٠ مذكر ہونا۔

﴿ج﴾

ڈاڑھی کو سنت کے موافق نہ رکھنے والا شخص فاسق ہے(۱) اور فاسق کی امامت جیسے فرائض میں مکروہ تحریمی ہے تراویح میں بھی مکروہ ہے- اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه (الى قوله) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم- (۲) كذا فى فتاوى دار العلوم ديوبند (۳) اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں (۴) اور اس میں ثواب نہیں اور بحکم المعروف کالمشروط جن کی نیت لینے دینے کی ہے- وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے- اور ناجائز ہے (۵)- اس حالت میں الم ترکیف سے پڑھنا اور اجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے- اور صرف تراویح ادا کر لینے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائے گی (۶)-و ان القرأة لشى من الدنيا لا تجوز وان الاخذ والمعطى اثمان لان ذلك يشبه الاستيجار على القرأة و نفس الاستيجار

---

۱) كما فى مشكوة المصابيح: عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خالفوا المشركين اوفرواللحى وأحفوالشوارب- (كتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول، ص ۳۸۰، ج۱، طبع قديمى) وفى الدرالمختار: وأما الأخذ منها (اى من اللحية) وهى دون ذلك اى دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة و مخنثة الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم- كتاب الصوم مطلب فى الاخذ من اللحية، ص ٤١٨ ج ۲، طبع سعيد- وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصوم، باب مايفسد العصوم، ص ٤٩٠، ج۲، طبع رشيديه)

۲) الدرالمختار مع شرحه: كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٥٩ تا ٥٦٠ طبع سعيد)
وكذا فى تبيين الحقائق: (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ١٣٤، ج۱: امداديه ملتان)
وكذا فى البحر: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٦١٠، ج۱: طبع رشيديه)

۳) فتاوى دارالعلوم ديوبند: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۲۰۱، ج۱: طبع دارالاشاعت)

٤) كما فى نصب الرايه: اقرؤا القرآن ولا تأكلوا به- (كتاب الإجارة، باب اجارة الفاسده، ص ۳۲٦، ج٤: طبع مكتبه حقانيه) وفى الشاميه: ان القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لالميت ولاللقارى- (كتاب الاجارة، مطلب فى الإستجار على الطاعات، ص ٥٦، ج٦، طبع سعيد)
وكذا فى الهدايه: (كتاب الإجارة، باب اجارة الفاسده، ص ۳۰٥تا ۳۰٦)، طبع رحمانيه لاهور)

٥) كما فى معين القضاة: المعهود كالمشروط: (المقالة الأولى، ص ٤، طبع مير محمد كتب خانه)
وكذا فى الشاميه (كتاب الإجارة، باب اجارة الفاسده، ص ٥٥، ج٦، طبع سعيد)
وكذا فى شرح عقود رسم المفتى (ص ۳٦، طبع قديمى كتب خانه كراچى)

٦) كما فى الدرالمختار مع شرحه: والجماعة فيها سنة على الكفاية فى الأصح افادان اصل التراويح سنة عين فلو تركها واحد كره- (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ٤٥، ج۲، طبع سعيد)وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲۰، ج۲: طبع رشيديه) وكذا فى الفتاوى التاتارخانيه: (كتاب الصلوٰة، نوم آخر فى أن الجماعة، الخ، ص ٦٥٦، ج۱: طبع ادارة القرآن)

علیھا لا یجوز [۱] امدادالفتاوی کا قول درست ہے[۲]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

تراویح میں ایک جگہ قرآن پاک ختم کرکے دوسری جگہ سنانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر زید ایک دفعہ سنا کر دوسری دفعہ دوسری جگہ سناتا ہے تو کیا یہ سنانا اس کا درست ہے وہ سنا سکتا ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

ایک مسجد میں پانچ سات روز میں قرآن شریف ختم کرکے دوسری مسجد میں دوسرا ختم حافظوں کو کرنا درست ہے اور دوسری مسجد والوں کی تراویح صحیح ہیں-کیونکہ تراویح کی نماز تمام رمضان شریف میں سنت مؤکدہ ہے-پس دوسری مسجد میں جو حافظ نے تراویح پڑھائی وہ بھی سنت مؤکدہ ہے اور مقتدیوں کی تراویح بھی سنت مؤکدہ ہیں لہٰذا دونوں کی نماز متحد ہوئی[۳]-علاوہ بریں نفلی پڑھنے والے کے پیچھے سنت بھی ہو جاتی ہیں[۴] اور یہ شبہ کہ ختم قرآن شریف ایک بار سنت مؤکدہ ہے دوسرا اور تیسرا ختم نفل ہے ساقط ہے کیونکہ اصل نماز امام کی سنت مؤکدہ ہے[۵]-ختم کے سنت نہ ہونے سے وہ نماز سنت ہونے سے خارج نہیں ہوئی اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا-فتاویٰ دارالعلوم [۶]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت، ص ٦٤٤، ج٢، طبع رشيديه جديد)، (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ٤٥، ج٢ طبع سعيد)
وكذا في التاتارخانيه: (كتاب الصلوٰة، نوع آخر في ان الجماعة، الخ، ص ٦٥٦، طبع ادارة القرآن)
۲) امدادالفتاوى: (كتاب الصلوة، باب صلاة التراويح، ص ٣٢١، ج١: طبع مكتبه دارالعلوم كراچى)
۳) كما في الهنديه: السنة في التراويح انما هوالختم مرة ......والختم مرتين فضيلة، والختم ثلاث مرات أفضل (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس، ص ١١٧، ج١ طبع رشيديه) وفي الخانيه: ولو عجل الختم له ان يفتتح من اول القرآن في بقية الشهر۔ (كتاب فصل في مقدار القراءة، ص ١٣٨، ج١: طبع رشيديه) وكذا في الدرالمختار (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ٤٦، ج٢، طبع سعيد)
٤) كما في الشاميه: وفيه دلالة على منع اقتدا المفترض بالمتنفل...... وبالاجماع لاتمتنع امامته بصلاة النفل معه۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٨٠، ج١: طبع سعيد)
وكذا في تبيين (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٣٦٢، ج١: طبع دارالكتب)
وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٦٣٢، ج١: طبع رشيديه كوئٹه)
٥) كما في الدرالمختار مع شرحه والجماعة فيها سنة على الكفايه في الأصح افادانْ اصل التراويح سنة عين۔
٦) فتاوى دارالعلوم ديوبند: (كتاب الصلوٰة ، باب صلاة التراويح، ص ٢٤٧، ج٤، طبع دارالاشاعت)

باجماعت تہجد کے نوافل میں ختم قرآن کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) نماز تراویح کی جماعت ختم ہونے کے بعد اجتماعی شکل میں دوامی طور پر دعا مانگنا کیسا ہے۔

(۲) رات کو تہجد کی نماز میں جماعتی شکل میں حافظ کا قرآن سنانا کیسا ہے؟ مثلاً اس کی صورت یہ ہے کہ زید عرصہ تین سال سے رمضان المبارک میں ایک ختم تراویح میں سناتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا ختم نماز تہجد میں اسی سامع کو سناتا ہے، جس میں بغیر بلانے کے تین چار مقتدی شریک ہو جاتے ہیں گویا کہ ایک جماعت کی شکل اختیار ہو جاتی ہے اس کے متعلق رہنمائی فرما کر مستحق ثواب دارین ہوں۔ خلیل الرحمٰن

﴿ج﴾

(۱) تراویح کے بعد اجتماعی دعا کا التزام بدعت ہے، لیکن اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ یہ اجتماعی دعا شرعاً لازم ہے اور دعا نہ مانگنے والوں پر طعن وتشنیع نہ کیا جائے تو اس طرح اس کا مانگنا جائز ہے[1]۔

(۲) صورت مذکورہ میں جماعت جائز ہے لیکن بلانے اور کثرت کی صورت مکروہ ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) كما في رسائل اللكنووي: الإصرار على المندوب يبلغه الى حدالكراهة۔ (رساله سباحة الفكر، ص ۳٤، لكنوى ص ٤٩٠، ج۳، طبع ادارة القرآن)

وكذا في السعايه: (باب صفة الصلوٰة، قبيل فصل في القرأة، ص ٢٦٠، ج۲: طبع سهيل اكيڈمی)

وكذا في المرقلة المفاتيح: (كتاب الصلوٰة، باب الدعاء في التشهد، ص ٢٦، ج۳: طبع دار الكتب العلميه)

۲) كما في التاتارخانيه: وحكي عن شمس الأئمه السرخسي رحمه الله ان التطوع بالجماعة على سبيل التداعي مكروه امالو اقتدى واحد بواجد او اثنان بواحد لاتكره، وان اقتدى ثلاثة بواحد ذكر هو رحمه الله ان فيه اختلاف المشايخ قال بعضهم يكره وقال بعضهم لايكره واذا اقتدى أربع بواحد كره بلا خلاف۔ (كتاب الصلوة التراويح نوع آخرفي المتفرقات، ص ٦٧٠، ج۱: طبع ادارة القرآن)

وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٦٠٤، ج۱: طبع رشيديه)

وكذا في حلبي كبير: (كتاب الصلوٰة، تتمات من النوافل، ص ٤٣٣، طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه)

تراویح میں ختم قرآن پر ہدیہ لینے کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ایک حافظ پہلے تو سامع رہا ہے اور اس کو رقم ملتی رہی، اب وہی سامع امام بننے لگا ہے امکان ہے کہ اس کو رقم ملے گی۔ بندہ اس بات سے اندازہ کرتا ہے کہ سامع ہونے کی حالت میں اس کو رقم ملتی رہی اب کیسے ہوسکتا ہے کہ امام کی حالت میں اس کو رقم نہ ملے۔ بینوا توجروا۔

(ج)

تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کر لینا خواہ صراحۃً ہو جیسے کہ بعض لوگ کرتے ہیں یا بطور عرف و عادت کے ہو جیسا کہ عموماً آج کل رائج ہے دونوں صورتوں میں دینا جائز نہیں (۱)۔ البتہ امامت اور تعلیم قرآن وفقہ واذان چند چیزوں کے متعلق متاخرین علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ یہ چیزیں ضروریات دین وشریعت سے ہیں جن کے چھوٹ جانے سے دینی فرائض کا تعطل لازم آجائے گا اس وجہ سے کہ لوگوں سے دینی امور میں کاہلی وسستی بالکل ظاہر ہو چکی ہے (۲) اور تراویح میں ختم قرآن کوئی فرض وواجب نہیں

---

۱) کما فی الشامیہ: وان القرأة بشئی من الدنیا لاتجوز وان الأخذ والمعطی اثمان لان ذالك یشبه الاستیجار علی القراء ة ونفس الإستیجار علیها لایجوز۔ کتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت ص ٦٤٤، ج٢، طبع رشیدیه) وفی نصب الرایه: اقروا القرآن ولاتاکلوابه۔ (کتاب الإجارة، باب اجارة الفاسد، ص ٣٢٦، ج٤، طبع حقانیه، پشاور) وفی الشامیة ان القرآن بالأجرة لایستحق الثواب لا للقاری ولا للمیت۔ (کتاب الإجارة، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات، ص ٥٦، ج٦، طبع سعید) وکذا فی الهدایه: (کتاب الإجارة، باب الاجارة الفاسده۔ ص ٣٠٥، تا ٣٠٦، ج ٣: طبع رحمانیه لاهور) وفی معین القضاة، لأن المعهود کالمشروط۔ (المقالة الأولی ص ٤، طبع میر محمد کتب خانه) وکذا فی شرح عقود رسم المفتی (ص ٣٦، طبع قدیمی)
وکذا فی الشامیه (کتاب الإجاره باب اجارة الفاسد، ص ٥٥، ج٦، طبع سعید)

۲) وفی الدرالمختار: ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة والأذان، وفی الشامی، وقد ذکرنا مسئله تعلیم القرآن، علی الإستحسان۔ (کتاب الإجارة مطلب فی الإستیجار علی الطاعات، ص ٥٥، ج٦ طبع سعید) وکذا فی الهدایه (کتاب الاجارة، باب اجارة الفاسد، ص ٣٠٥ تا ٣٠٦، طبع رحمانیه) وکذا فی تنقیح الحامدیه (کتاب الإجارة، ص ١٣٧، ج٢: طبع حقانیه پشاور)
وکذا فی البحر (کتاب الصلوة، باب الوتروالنوافل، ص ١٢١، ج٢: طبع رشیدیه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوة، فصل فی سننها، ص ١٧٦، طبع دارالکتب)

بلکہ سنت ہے[۱]۔ سنت بھی اس قسم کی کہ اگر لوگوں پر ختم قرآن سے تراویح پڑھنا مشکل ہو اور تقلیل جماعت کی نوبت آتی ہو تو ختم قرآن کی بجائے الم ترکیف سے پڑھی جائیں اور چھوڑ دینا ختم قرآن کا جائز ہے[۲] تو ختم قرآن پر اجرت (بوجہ عدم وجوب ختم قرآن مجید کے) لینا جائز نہیں قرار دیا گیا کیونکہ اصل مذہب یہی ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں[۳]۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ حافظ نماز پنجگانہ فرض کے لیے بھی اس مسجد کا مستقل امام ہے تو اس کے مشاہرہ میں زیادتی پورے سال کے لیے کر دیں۔ لیکن صرف اس لیے لینا دینا کہ رمضان المبارک میں وہ ختم قرآن کر رہا ہے جائز نہیں اور اگر وہ صرف تراویح میں ختم قرآن شریف کرنے کے لیے رکھا گیا ہے تو لینا دینا چاہے باقاعدہ طے ہو یا اس کا عرف ہو جائز نہیں لیکن اگر پڑھنے والے کی کوئی غرض پڑھنے سے لینے کی نہیں اور دینے والے بھی غیر ضروری سمجھتے ہوئے بطور ہدیہ کچھ دیتے ہوں کہ اگر نہ بھی دیا جائے تو بھی کوئی شکایت نہ ہو تو اس صورت میں لینا جائز ہوگا[۴]۔ لیکن آج کل چونکہ عرف اس کے خلاف ہے اس لیے یہی کہا جاتا ہے کہ جائز نہیں[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس رکعات تراویح کا ثبوت حدیث سے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی حدیث سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ:

---

۱) كما في الهنديه: السنة في التراويح انما هوالختم مرة والختم مرتين فضيلة والختم ثلاث مرات افضل۔ (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس ص ۱۱۷، طبع رشيديه)
وكذا في حلبي كبير: (كتاب الصلوٰة، فصل في النوافل، ص ٤٠٧، طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه)
وكذا في الشاميه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراويح، ص ٦٠١، ج٢، طبع رشيديه)

۲) كما في الشاميه واختار بعضهم سورة الاخلاص في كل ركعة وبعضهم سورة الفيل اى البدأة منها ثم يعيدها وهذا أحسن لئلا يشتغل قلبه، بعدد الركعات، قال في الحلية وعلى هذا استقر عمل أئمة اكثر المساجد في ديارنا۔ (كتاب الصلوٰة، باب الوتر، ص ٤٧، ج۔٢، طبع سعيد)۔

۳) (الهبة) سببها ارادة الخير للواهب دنيوى كعوض و محبة و حسن ثناء وأخروى...... وقبولها سنة قال النبى صلى الله عليه وسلم: "تهادوا تحابوا" (درمختار: كتاب الهبة، ص ٦٨٧، ج٥، ايچ ايم سعيد)

٤) وفي المشكوٰة: عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم قال تهادوا، فإن الهدية تذهب الضغائن "وأيضاًفيه عن أبى هريره رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال "تهادو" فإن الهدية تذهب وحر الصدر۔ (كتاب البيوع، باب الرجوع في الهبة، الفصل الثانى، ص ٢٦١، طبع قديمى) وفي اعلاء السنن: عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال، لودعيت الى كراع لاجبت ولو أهدى الى ذراع لقبلت۔ (كتاب الهبه، ص ١٦٧، ١٦، طبع ادارة القرآن)

٥) تقدم تخريجه: اتحت حاشية نمبر ٣، جواب مذكوره ايك صفحه ص ٤٨٦)

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں آٹھ یا بیس رکعت تراویح پڑھی ہوں نیز اگر ملتا ہے تو کتنی رکعت۔ انھوں نے ہر رمضان شریف میں کتنی رات تراویح ادا کی ہیں جتنی رات ادا کی ہیں باجماعت ادا کی ہیں یا کبھی کبھی گھر پر اکیلے بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

(۲) اگر روزہ دار کسی غیر محرم عورت کا بوسہ لے لے تو کیا اسے صرف گناہ ہوگا یا روزہ بھی ٹوٹ جائے گا؟ روزہ ٹوٹنے کی صورت میں قضا ادا کرنی ہوگی یا کفارہ۔

(۳) بعض حضرات کہتے ہیں کہ صواعق محرقہ نامی کتاب جس کے مصنف ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں میں حدیث (لا یجوز احدنا الصراط الامن کتب له علی ؓ الجواز) ترجمہ "جنت میں کوئی جانہیں سکتا سوائے اس کے جس کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا پروانہ ہوگا۔ کیا مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے۔ اگر حدیث ہے تو اس کی تشریح تحریر فرمادیں۔

(۴) جن اماموں کو شیعہ حضرات مانتے ہیں (جیسے امام باقر رحمہ اللہ امام جعفر رحمہ اللہ وغیرہ) ان میں سے کسی نے تراویح نہیں پڑھی تھیں تو ان کی کتاب کا حوالہ دیں۔

ج

(۱) آٹھ رکعت پڑھنے کے متعلق حدیث میں وارد ہے۔ **عن ابی سلمة بن عبدالرحمان انه اخبره انه سال عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان و لا فی غیره علی احدی عشرة رکعة**[1]۔ الحدیث۔ بخاری الکتب الستہ ص۸۹ حدیث نمبر ۱۱۴۷

---

۱) صحیح البخاری: (کتاب التهجد، باب قیام النبی صلی الله علیه وسلم باللیل فی رمضان، رقم الحدیث نمبر ۱۱٤۷، ص ١٥٤ ج١: طبع قدیمی کتب خانه)

وکذا فی جامع الترمذی: (کتاب الصلوٰة، باب ماجاء فی وصف صلاة النبی صلی الله علیه وسلم باللیل، ص ۹۹، ج۱: رقم الحدیث نمبر ٤٣٩، طبع سعید کراچی)

وکذا فی صحیح المسلم (کتاب الصلوة، باب صلاة اللیل وعدد الرکعات النبی صلی الله علیه وسلم، ص ٢٥٣، طبع قدیمی کتب خانه)

ترجمہ:- ''ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان شریف میں کیسی تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں ۱۱ رکعت پر نہیں بڑھتی تھی- (آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس رکعت پڑھنے کے متعلق ایک حدیث میں وارد ہے-رواه ابن ابی شیبة فی مصنفه و الطبرانی و عندالبیهقی من حدیث ابن عباس انه صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر[1]-

ترجمہ:- ''کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں وتر کے علاوہ بیس رکعت ادا کیا کرتے تھے''-

ہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعت ادا کیا کرتے تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے- علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی[2]- مؤطا امام مالک میں روایت ہے- عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث و عشرین رکعة[3]-یعنی لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ۲۳ رکعت (جن میں تین رکعت نماز وتر ہے) ادا کرتے تھے-

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان شریف میں تراویح ادا فرمایا کرتے تھے کبھی باجماعت اور کبھی اکیلے۔ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے-ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد فصلی رجال بصلاته فاصبح الناس

---

۱) نصب الرایه: (کتاب الصلوٰة، فصل فی قیام شهر رمضان، ص ۱۵۳، طبع مکتبه حقانیه پشاور) وکذا فی سنن الکبریٰ للبیهقی: (کتاب الصلوٰة، باب ماروی فی عدد رکعات القیام الخ، ص ۴۹۶، ج۲، رقم الحدیث نمبر ۴۶۱۵، طبع اداره تالیفات الشرفیه، بحواله فتاوی محمددیه)

۲) مشکوٰة (کتاب الایمان، باب الإعتصام، ص ۳۰، فصل ثانی، طبع قدیمی کتب خانه۔ وکذا فی حاشیة الطحطاوی (کتاب الصلوٰة، باب صلاة التراویح، ص ۴۱۲، طبع قدیمی۔ وفی الدرالمختار التراویح سنة مؤکده لمواظبة الخلفاء راشدین (کتاب الصلوة، باب الوتر، ص ۵۹۷، طبع رشیدیه۔

۳) موطا امام مالك، (کتاب الصلوٰة، فی رمضان، باب ماجاء فی قیام رمضان، ص ۹۸، میر محمد کتب خانه)۔ وکذا فی عمدة القاری (کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ص ۱۷۷، ج۱، طبع دارالکتب العلمیه)۔ وکذا فی حلبی کبیر (کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، ص ۴۰۶، طبع سعیدی کتب خانه کوئٹه) وکذا فی الدرالمختار مع شرحه (کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، ص ۴۵، ج۲، طبع سعید)

یتحدثون بذالک فاجتمع اکثر منهم فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اللیلة الثانیة فصلوا بصلاته فاصبح الناس یذکرون ذلک فکثر اهل المسجد من اللیلة الثالثة فخرج فصلوا بصلاته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهله فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فطفق رجال منهم یقولون الصلوة فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی خرج لصلوة الفجر فلما قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشهد فقال اما بعد فانه لم یخف علی شانکم اللیلة و لکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوة اللیل فتعجزوا عنها۔ (۱)

(۳) صرف گناہ ہوگا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر انزال نہ ہوگیا ہو ورنہ قضا رکھنا واجب ہوگا۔ کفارہ نہیں ہے۔ قال فی البدایة و لو قبل امرأة لا یفسد صومه ولو انزل بقبلة او لمس فعلیه القضاء (۲)۔

(۴) صواعق محرقہ نامی کتاب ہمارے پاس نہیں ہے تا کہ دیکھی جا سکے (۳)۔

(۵) مجھے علم نہیں ہے اور نہ ان کی کتابیں ہمارے پاس ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس رکعات تراویح

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کی رکعات کتنی ہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس

---

۱) صحیح المسلم (کتاب الصلوة، باب الترغیب فی قیام رمضان، ص ۲۵۹، ج۱، طبع قدیمی کتب خانه) وکذا فی المشکوة المصابیح (کتاب الصلوة، باب قیام شهر رمضان، الفصل الاول ، ص ۱۱۴، طبع قدیمی) وکذا فی اعلاء السنن (کتاب الصلوة، باب التراویح، ص ۵۷ تا ۵۸، ج ۷، طبع ادارة القرآن)

۲) کما فی الهدایه (کتاب الصوم ، باب مایوجب القضاء والکفارة، ص ۲۳۵ طبع رحمانیه) وکذا فی لبنایه (کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، ص ۴۴ تا ۴۵ طبع دارالکتب) وکذا فی تبیین الحقائق (کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لا یفسد ص ۱۷۱ ، ج۲، طبع دار الکتب)

۳) کتاب صواعق محرقه

رکعت ثابت ہیں یا آٹھ- بندہ نے جتنی کتابیں دیکھی ہیں، بیس رکعت ہی ملی ہیں اب جو شخص پڑھتا ۸ ہے اور عقیدہ ۸ کا رکھتا ہے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں یہ شخص مقلد ہے یا غیر مقلد۔

﴿ج﴾

تراویح بیس رکعت ہیں اور اجماع صحابہ اس پر ہے تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تراویح کی تعداد رکعات قولاً یا عملاً کسی صحیح و معتبر حدیث سے ثابت نہیں البتہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع سے بیس رکعت تراویح پڑھا جانا ثابت ہے اسی وجہ سے ائمہ اربعہ نے بیس سے کم تراویح کو اختیار نہیں کیا- حضرات عمر فاروق اور عثمان غنی و علی مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز دیگر صحابہ سے صحیح روایات سے بیس رکعات تراویح منقول ہیں- مؤطا امام مالک میں یہ حدیث موجود ہے- **حدثنا مالک عن یزید بن هارون انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب (رضی الله تعالی عنه) فی رمضان بثلث و عشرین رکعة انتهی** [1]- **قوله بثلث و عشرین رکعة قال البیهقی والثلث هو الوتر ولا ینافیه روایة السابقة فانه وقع اولاً ثم استقر الامر علی العشرین فروی البیهقی باسناد صحیح انهم یقومون فی عهد عمربن الخطاب بعشرین رکعة و فی عهد عثمان** [2] **و علی** الخ عینی شرح بخاری میں ہے- **روی عبدالرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیره عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید ان عمربن الخطاب رضی الله تعالی عنه جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب و علی تمیم الداری علی احدی و عشرین رکعة یقومون بالمئین و ینصر فون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبد البرهو محمول علی ان الواحدة للوتر و قال ابن عبدالبر وروی الحارث بن عبدالرحمن ابن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلث و عشرین رکعة قال ابن عبدالبر هذا محمول علی ان الثلاث للوتر (الی قوله) و اما اثر علی رضی الله تعالی عنه**

---

۱) موطاء امام مالک: (کتاب الصلوٰة، باب ماجاء فی قیام رمضان ص ۹۸، ج ۱: طبع میر محمد کتب خانه)

۲) فی السنن الکبری للبیهقی بحواله محمودیه (کتاب الصلوٰة، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان، ص ۴۹۶، ج ۲: رقم الحدیث نمبر ۴۶۱۵، طبع ادارة تالیفات اشرفیه)

فذکرہ وکیع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء عن علی رضی اللہ تعالی عنہ انہ امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ و اما غیرھما من الصحابۃ فروی ذلک عبداللہ بن مسعود رواہ محمد بن نصر المروزی قال اخبرنا یحیی بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زید بن وھب قال کان عبداللہ بن مسعود یصلی لنا فی شھر رمضان فینصرف و علیہ لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعۃ و یوتر بثلث– الخ[1]–

اور کتب میں اس سے زائد تفصیل موجود ہے، ذکر میں تطویل ہے– خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کے باب میں یہ حدیث وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمسکوا بعھد ابن مسعودؓ– (الحدیث)[2]

و کان اقرب الناس ھدیا و دلا و سمتا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعودؓ[3] الحدیث بیس رکعت پڑھتے تھے اور اسی کا امر فرماتے تھے تو یہ عدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں محفوظ تھا– اسی واسطے اس کا التزام کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں– اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر[4] مطلق اقتدا کا حکم تمام امور میں فرمایا– انھوں نے بیس کا امر فرمایا اور نیز خلفاء ثلاثہ عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جبکہ ان پر سہ نے بیس کا امر فرمایا بمقتضائے حدیث علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین[5]– اس کا عمل امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

---

۱) عمدۃ القاری، رقم الحدیث ۲۰۱۰، کتاب الصوم، ص ۲۴۵، ج ۸، طبع دارالحدیث، ملتان وکذا فی المغنی: (کتاب الصلوٰۃ، صلاۃ التراویح، (وقیام شھر رمضان عشرون رکعۃ" ص ۷۹۸ تا ۷۹۹، طبع دارالکتب العلمیہ) وکذا فی حلبی کبیر: (کتاب الصلوٰۃ، باب النوافل، التراویح، ص ۴۰۶، طبع سعیدی کتب خانہ) وکذا فی الدرالمختار مع شرحہ: (کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۴۵، ج۲، طبع سعید کراچی)

۲) کما فی جامع الترمذی: (ابواب المناقب، مناقب ابن مسعود، ص ۲۲۱، ج۲: طبع سعید کراچی)

۳) کما فی جامع الترمذی: عن عبدالرحمن بن یزید قال اتینا حذیفۃ حدثنا باقرب الناس من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھدیا ودلًا فنا خذعنہ ونسمع منہ قال کان اقرب الناس ھدیا ودلًا وسمتا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود رضی اللہ عنہ (ابواب المناقب، مناقب ابن مسعود، ص ۲۲۱، ج۲: طبع سعید کراچی)

۴) فی جامع الترمذی: (ابواب المناقب، مناقب ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص ۲۰۷، ج۲، طبع سعید کراچی)

۵) مشکوۃ: (کتاب الایمان۔ باب الإعتصام، ص ۳۰، فصل ثانی، طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی) وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی: (کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ التراویح، ص ۴۰۲، طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی) وکذا فی الشامیہ: (کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹۷، ج۲، طبع رشیدیہ جدید کوئٹہ)

لازم فرمایا اور تمام صحابہ موجودین زمانہ عمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس پر انکار نہیں فرمایا اور برغبت قبول فرمایا- یہ صاف دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک یہ عدد عشرین یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں محفوظ تھا کہ کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اور یا باطلاق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جو ابھی گزرا) کو مثبت اس عدد کا سمجھا اور بطیب خاطر اس کو قبول فرمایا- لہٰذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائے گا[1]- مؤطا کی روایت میں اگرچہ انقطاع ہے مگر اولاً حدیث منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی کیونکہ امام مالک اور سب محدثین کے نزدیک قبل زمانہ شافعی سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی اور ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ جتنے منقطعات مالک ہیں ان کا اتصال ہم نے دوسری سند سے دریافت کرلیا ہے سوائے چار روایات کے' فعل عمر رضی اللہ عنہ کا ان چار غیر ثابت الاتصال میں داخل نہیں علاوہ اس کے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات پڑھنا نقل کیا ہے- اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے مگر آثار صحابہ سے مؤید ہے کما مر اور جو آٹھ رکعات سوائے حدیث قیام اللیل کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جیسے غیر رمضان کا لفظ اس حدیث میں صاف اس کا قرینہ ہے کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں ہوتی یہ جواب ماخوذ ہے- فتاویٰ رشیدیہ[2] اور فتاویٰ دارالعلوم، عزیز[3] الفتاویٰ[4] اور امداد المفتیین سے[5]- اگر ان میں تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ فی عدد رکعات التراویح جو کہ فتاویٰ رشیدیہ کامل میں[6] درج ہے آٹھ رکعات تراویح پڑھنا یہ مسئلہ غیر مقلدوں کا ہے لیکن اس امام کے حالات ہمیں معلوم نہیں اس لیے اس کی اقتداء کے متعلق کچھ نہیں لکھا جا سکتا اور یہ معلوم نہیں کہ اس مسئلہ میں کس طرح پر آٹھ کا قائل ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی تنویر الأبصار مع شرحه: (التراویح سنة) مؤكدة.....وهی عشرون ركعة۔" (كتاب الصلوٰة باب الوتر النوافل، ص ۵۹٦تا ۵۹۹، طبع رشیدیه)

وكذا فی الهدایه: (كتاب الصلوٰة، فصل فی التراویح، ص ۱۵۷، ج۱: طبع رحمانیه، لاهور)

وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲۰، ج۲: طبع رشیدیه كوئٹه)

۲) تالیفات الرشید: (باب التراویح، تراویح كی ركعات كی تعداد پر مفصل بحث (یعنی رساله تراویح)۔ ص ۳۰٦تا ۳۲۳، طبع اداره اسلامیات)۔

۳) فتاوی دارالعلوم: (كتاب الصلوٰة، صلاة التراویح، ص ۲٤۵، ج٤، طبع دارالاشاعت، كراچی)

٤) عزیز الفتاوی: (كتاب الصلوة، تراویح كی تفصیل، ص ٤۸۲ تا ٤۸٦، طبع ایچ ایم سعید)

۵) امدادالمفتین: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراویح، ص ۳۰۲۔۳۰۲، طبع دارالاشاعت)

٦) تالیفات رشیدیه: (باب التراویح، رساله تراویح، ص۳۰٦تا ۳۲۳، طبع اداره اسلامیات)

گھر میں تراویح باجماعت کا اہتمام اور اس میں خواتین کی شرکت کا حکم

﴿س﴾

(۱) کیا تراویح باجماعت گھر میں پڑھنا جائز ہے کہ عارضی طور پر ایک کمرہ منتخب کرلیا جائے اور عشاء کی نماز اور تراویح باجماعت اس میں پڑھ لی جائے۔

(۲) اگر پردے کا انتظام ہو تو عورتیں بھی شمولیت باجماعت کرسکتی ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) عشاء کی نماز مسجد ہی میں ادا کرنا ضروری ہے البتہ اگر مسجد میں جماعت سے رہ جائیں اور بالیقین معلوم ہوجائے کہ مسجد میں جماعت ہوگئی ہے تو پھر گھر میں عشاء کی فرض نماز جماعت سے اداء کرسکتے ہیں ورنہ بلا شرعی عذر کے نہیں (۱)۔

(۲) عورتیں باجماعت تراویح ادا کرسکتی ہیں اگر پردے کا انتظام ہو (۲) لیکن بغیر جماعت ادا کرنا ان کے لیے اولیٰ و بہتر ہے کیونکہ ان پر جماعت کی نماز نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما في الهنديه: وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى۔ فإذا صلى في البيت بجماعة فقد حاز فضيلة، ادائها بالجماعة وترك الفضيلة الأخرى وكذا قاله القاضي الامام ابوعلي النسفي والصحيح ان اداء ها بالجماعة في المسجد افضل وكذالك في المكتوبات (كتاب الصلوٰة، الباب التاسع، افضل في التراويح ص ١١٦، ج١ طبع رشيديه)

وكذا في حاشية طحطاوي: (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٢٨٧، طبع قديمي)

وكذا في حلبي كبير: (كتاب الصلوٰة، التراويح، ص ٤٠٢، طبع سعيدي كتب خانه كوئٹه)

٢) كما في الدرالمختار مع شرحه: (ا) يكره تحريما (جماعة النساء) ولوفي التراويح...... فإن فعلن تقف الإمام وسطهن۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٣٦٥ تا ٣٦٧، ج٢، طبع رشيديه)

وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس، الفصل الثالث، ص ٨٥، ج١: طبع رشيديه)

وكذا في مجمع الانهر: (كتاب الصلوٰة، فصل في الإمامة، ص ١٦٤، ج١: طبع غفاريه كوئٹه)

٣) في الهنديه: وصلاتهن فرادى افضل: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس الفصل الثالث، ص ٨٥، طبع رشيديه)

وكذا في خلاصة الفتاوى: (كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر، ص ١٤٧ ج١: طبع رشيديه)

وكذا في مجمع الانهر: (كتاب الصلوٰة : فصل في الإمامة، ص ١٦٤، ج١: طبع غفاريه كوئٹه)

تراویح کو غیر ضروری کہنے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کہا ہے کہ رمضان شریف میں تراویح پڑھنا قرآن شریف سننا یا سنانا میرے نزدیک غیر ضروری ہے یہ عبادت مذہب کا جزء نہیں محض نفل عبادت ہے۔ جس کا حکم خدا اور رسول نے نہیں دیا۔ اس کا رواج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا ہے جسے قوم نے ضروری عبادت قرار دے دیا آخر ایک ان پڑھ مسلمان کو عربی کی الہامی عبارت سنانا کیا مطلب رکھتا ہے جب کہ وہ نماز میں اونگھتا رہتا ہے دن بھر کا تھکا ہوا۔ دیگر روزہ کی وجہ سے رات کو اتنی طویل غیر ضروری عبادت میں کیوں کھڑا رہے۔ یہ ایک حافظ صاحب کا قول ہے ایسے حافظ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ اس کے متعلق شرعی حکم سے آگاہ فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔

مستفتی۔ منشی عبدالکریم محبوب وہاڑی روڈ ملتان

﴿ج﴾

نفس تراویح سنت مؤکدہ ہے [۱] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تراویح کا پڑھنا ثابت ہے [۲] اور خلفائے

---

۱) کما فی تنویر البصار مع شرحه: (والتراویح سنة، مؤکدة..... وهی عشرون رکعة، (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹۶ تا ۵۹۹، طبع رشیدیه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، فصل فی التراویح، ص ۱۵۷، ج۱: طبع رحمانیه)

وکذا فی البحر (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲۰، ج۲: طبع رشیدیه کوئٹه)

کما فی صحیح المسلم: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد فصلی رجال بصلاته فأصبح الناس یتحدثون بذالك فاجتمع اکثر منهم فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اللیلة الثانیة فصلوا بصلاته فأصبح الناس یذکرون ذالك فکثر اهل المسجد من اللیلة الثالثه فخرج فصلوا بصلاته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن أهله فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فطفق رجال منهم یقولون الصلوٰة، فلم یخرج الیهم رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم حتی خرج لصلوٰة الفجر فلما قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشهد فقال اما بعدفإنه لم یخف علی شانکم اللیلة ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوٰة اللیل فتعجزوا عنها۔ (کتاب الصلوٰة، باب الترغیب فی قیام رمضان، ص ۲۵۹، ج۱: طبع قدیمی)

وکذا فی المشکوٰة: المصابیح (کتاب) الصلوٰة۔ باب قیام شهر رمضان، ص ۱۱٤، طبع قدیمی کتب خانه) وکذا فی اعلاء السنن: (کتاب الصلوٰة، باب التراویح، ص ۵۷ تا ۵۸ طبع ادارة القرآن)

۲) کما فی الدرالمختار: (التراویح سنة مؤکدة لمواظبة خلفاء راشدین۔ (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹۷، ج۲: طبع رشیدیه جدید) وکذا فی الفتح القدیر: (کتاب الصلوٰة، فصل فی قیام شهر رمضان، ص ٤٠٧، طبع رشیدیه)۔ وکذا فی الموطاء امام مالك: (کتاب الصلوٰة، باب ماجاء فی قیام رمضان، ص ۹۸، طبع میر محمد کتب خانه)

راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر مواظبت فرمائی ہے- باقاعدہ جماعت سے ادا کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے جیسے کہ فتح القدیر میں اس کی تصریح موجود ہے [1] پس جس چیز کے ثابت کرنے کے لیے ایسی قوی دلیل مل جائے تو اس میں چوں چرا کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے- فتح القدیر میں ہے-**قال صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین** [2]- باقی ختم قرآن پاک تراویح میں تو یہ بھی سنت ہے مطلق سنت ہونا یا سنت مؤکدہ ہونا اس میں علمائے احناف کے اقوال مختلف ہیں اکثر کا قول تو تأکد ہی کا ہے بعض کا قول عدم تاکد ہے اور قرآن کا ختم کرنا تراویح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''و نیز ختم قرآن دریں نماز سنت میگویند ایں از کجا نعم در حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ہر رمضان با جبرائیل علیہ السلام مدارست قرآنی میکرد و در رمضان اخیر دوبار کرد ازیں جا سنت ختم قرآن ثابت میشود لیلاً و نہارا خارج صلوۃ ص ۱۰۹ مجموعہ الفتاویٰ عزیزی مطبوعہ مجتبائی [3] دہلی باقی قوم کی سستی کی وجہ سے ختم قرآن ترک نہیں کرنا چاہیے- لیکن ختم قرآن صرف ایک دفعہ رمضان میں کافی ہے- متعدد بار ضروری نہیں ہے- پس اگر ایک دفعہ ختم قرآن کے لیے کوئی قوم تیار نہ ہو یا بعض افراد ختم قرآن نہیں چاہتے ہوں تو ان کی بات مسموع نہ ہوگی **کما فی الھدایۃ و اکثر المشائخ علی ان السنۃ فیھا الختم مرۃ فلا یترک لکسل القوم** اس پر صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے- **تأکید فی مطلوبیۃ الختم**

---

۱) کما فی فتح القدیر: ظاھر المنقول ان مبدأھا من زمن عمر رضی اللہ عنہ وھو ماعن عبدالرحمن بن القاری قال خرجت مع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لیلۃ فی رمضان الی المسجد فأذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل الخ (کتاب الصلوٰۃ، فصل فی قیام شھر رمضان، ص ۴۰۷، ج ۱: طبع رشیدیہ)۔
وفی الشامیہ : لأن المواظبۃ علیھا وقعت فی اثناء خلافۃ عمر رضی اللہ علیہ۔ (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹۷، ج ۲: طبع رشیدیہ جدید)

۲) وفی الفتح القدیر: (کتاب الصلوٰۃ، فصل فی قیام شھر رمضان، ص ۴۰۷، ج ۱: طبع رشیدیہ)
وکذا فی المشکوٰۃ: (کتاب الأیمان ، باب الإعتصام، الفصل الثانی، ص ۳۰، طبع قدیمی) وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی: (کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ التراویح، ص ۴۱۲، طبع قدیمی کتب خانہ)

۳) مجموعہ الفتاوی عزیری، دستیاب نھیں۔

۴) فتح القدیر : (کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ التراویح، ص ۴۰۹، طبع رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی الدرالمختار مع شرحہ: (مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل (ولا یترک) الختم (لکسل القوم) لکن فی الاختیار الأفضل فی زماننا قدر مالا یثقل علیھم۔ قال ابن عابدین۔ ای قراءۃ الختم فی صلاۃ التراویح، سنۃ وصححہ فی الخانیۃ و غیرھا وعزاہ فی الھدایہ الی اکثر المشایخ وفی الکافی الی الجمھور۔" (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۶۰۱، ج ۲، طبع رشیدیہ)
وکذا فی الھدایہ: (کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ التراویح، ص ۱۵۸، ج ۱: طبع رحمانیہ لاھور)

و انہ تخفیف علی الناس لا تطویل [۱] پس مذکور فی السوال حافظ کی باتیں تراویح یا ختم قرآن کے بارے میں گستاخی سے خالی نہیں اس کو چاہیے کہ اس گناہ سے توبہ کرے توبہ کرنے کے بعد اس کو معاف کرنا چاہیے [۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا عورتوں کو تراویح کی نیت سے آٹھ رکعات کا پڑھنا جائز ہے

﴿س﴾

لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے ۸ رکعت تراویح پڑھنا جائز ہے تو کیا یہ صحیح ہے۔ اور اگر آدمی نماز تراویح چھوڑ دے یا کم پڑھے تو یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

تراویح بیس رکعات ہیں عورت کے لیے آٹھ رکعات تراویح کی بات غلط اور بلا دلیل ہے [۳] اور نماز تراویح چھوڑنا جائز نہیں ہے [۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) کما قال اللہ تعالی: یایھا الذین آمنوا توبوآ الی اللہ توبۃ النصوحاً۔ (سورۃ التحریم، آیت نمبر ۸)
وفی المشکوٰۃ عن الأغرالمزنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبوا إلی اللہ فإنی أتوب الیہ فی الیوم مأتہ مرۃ۔ (باب التوبۃ، ص ۲۰۳، طبع قدیمی) وفی شرح النووی: واتفقوا علی أن التوبۃ من جمیع المعاصی واجبۃ الخ۔ (کتاب التوبۃ، باب الاستغفار، ص ۳۵٤، ج۲: طبع قدیمی کتب خانہ)

۲) کما فی الدرالمختار مع شرحہ: التراویح سنۃ مؤکدۃ...... للرجال والنساء اجماعاً قال ابن عابدین "سنۃ للرجال والنساء" واشار الی أنہ لااعتداد بقول الروافض انہا سنۃ الرجال فقط علی مافی الدررو الکافی...... (وھی عشرون رکعۃ) (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر، ص ۵۹٦ تا ۵۹۹، ج۲: طبع رشیدیہ) وکذا فی الفتح القدیر: (کتاب الصلوٰۃ، فصل فی قیام شھر رمضان، ص ٤۰۷، ج۱: طبع رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی حلبی کبیر (کتاب الصلوٰۃ، التراویح، ص ٤۰٦، طبع سعیدی کتب خانہ، کوئٹہ)

۳) وفی فتح القدیر: وفی النوازل ترک سنن الصلاۃ الخمس ان لم یرھا حقا کفروان راٰھا وترک قیل لایأثم والصحیح انہ یأثم لانہ جاء الوعیدبالترک۔ (کتاب الصلوٰۃ، باب النوافل، ص ۳۸۳، ج۱: طبع رشیدیہ) وفی الشامیہ: ولھذا کانت السنۃ المؤکدۃ قریبۃ من الواجب فی لحوق الاثم کما فی البحر ویستوجب تارکھا التضلیل واللوم۔ (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۵٤۵، ج۲ طبع رشیدیہ جدید) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۸٦، ج۲، طبع رشیدیہ کوئٹہ)

٤) ایضاً

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں خاص خاص سورتوں کے پڑھنے اور عید کے روز مصافحہ' معانقہ کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ہمارے علاقے میں رمضان کی ۲۷ ویں رات کو تراویح میں قرآن پاک ختم کر کے امام صاحب سورۂ عنکبوت یا سورۂ روم وغیرہ مقتدیوں کے سامنے پڑھتے ہیں اور کار ثواب سمجھتے ہیں اور بعض لوگ امام صاحب کو گھر لے جاتے ہیں وہاں چھوٹوں بڑوں کو سناتے ہیں کیا یہ فعل بدعت ہے یا کار ثواب ہے کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے یا کسی امام نے یہ فعل کیا ہے یا کہ منع فرمایا ہے۔ آپ بمع حوالہ جات بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں عید کے دن جب امام دو رکعت ادا کر کے فارغ ہوتا ہے تو مقتدی امام کے اور ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ اور بغل گیری کرتے ہیں اور دونوں میں یہ مصافحہ نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص اس فعل کو منع کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ پہلے سے ہمارے باپ دادا نے یہ کام کیا ہے کیا یہ درست ہے یا نہیں مفصل جواب سے مطلع فرمادیں۔

(ج)

(۱) قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور سننا بے شک کار ثواب اور باعث خیر و برکت ہے[۱] لیکن اوقات کی تعیین کرنا اور معین سورتوں کو لازم سمجھنا اور نہ پڑھنے والوں پر نکیر کرنا زیادۃ فی الدین اور بدعت ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے[۲]۔

---

۱) کما فی جامع الترمذی: من قرأحر فامن کتاب الله فله حسنة والحسنه بعشر أمثالها لا أقول "الم" حرف ولکن الف حرف ولام حرف ومیم حرف (باب ماجاء من قرأ حرفا من القرآن فله الأجر، ص ۱۱۹، ج۲: طبع سعید کراچی) وکذا فی مصنف ابن ابی شیبه: (ص ٤٦١، ج ١٠، طبع دارالفکر بیروت) وفی بذل المجهود: فله اجران ای اجرلقرآته وأجر لتحمله وهذا تحریض علی تحصیل القرأة، الجزء التاسع، باب ثواب قرأة القرآن، ص ٣٣٨، ج٢، طبع مکتبه قاسمیه، ملتان)

۲) کما فی رسائل اللکنوی: الإصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة (رساله سیاحة الفکر، ص ٣٤، لکنووی، ص ٧٩٠، ج٣، طبع ادارة القرآن)۔

وکذا فی السعایه: (باب اصفة الصلاة، ص ٢٦٥، ج٢: طبع سهیل اکیڈمی)

وکذا فی المرقاة: (کتاب الصلوٰة، باب الدعاء فی التشهد، ص ٢٦، ج٣، طبع دارالکتب العلمیه)

(۲) مطلق مصافحہ کرنا مسنون ہے[۱]۔لیکن یہاں وقت کی تخصیص کرنا اور مصافحہ نہ کرنے والے کو برا سمجھنا زیادۃ فی الدین ہے۔لہٰذا اس کو ضروری نہ سمجھا جائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مروجہ شبینہ کاحکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں شبینہ کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے- کیا یہ ضروریات دین میں سے ہے یارسومات مخترعہ میں سے-خیر القرون میں بھی اس کا وجود تھا-

اس کا خاص طور پر اہتمام کرنا مثلاً لوگوں سے چندہ وصول کرنا اور لاؤڈ سپیکر اور مدعووین کے خوردونوش کا انتظام کرنا کیسا ہے-

ایک عالم دین نے بعض حالات کی بنا پر مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی کے پیش نظر (جو کہ اصلاح الرسوم کے آخری صفحہ پر مرقوم ہے) شبینہ کرنے سے منع کر دیا ہے لیکن بعض حفاظ کے اس التزام مالایلتزم کے سبب ایسے وقت شبینہ کرنا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- شبینہ کے متعلق حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاویٰ دارالعلوم میں رقم طراز ہیں[۳]۔"شبینہ میں کچھ حرج نہیں ہے مگر یہ ضروری ہے کہ حفاظ جلدی نہ پڑھیں ایسی جلدی کرنا جس میں حروف سمجھ

---

۱) کما فی صحیح البخاری: قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه علمنی النبی صلی اللہ علیه وسلم التشهد وکفی بین کفیه (کتاب الإستیذان، باب المصافحه، ص ۹۲٦، ج۲: طبع قدیمی کتب خانه) کما فی الدرالمختار: تجوز المصافحة، لأنهاسنة قدیمة متواترة۔ (کتاب الحظروالإباحة، باب الاستبراء، ص ۳۸۱، ج٦، طبع سعید)۔

وفی مشکوٰة المصابیح: عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنه، قال النبی صلی اللہ علیه وسلم مامن مسلمین یلتقیان فیتصا فحان الاغفرلهما قبل أن یتفرقا۔ (کتاب الأدب باب المصافحه، الفصل الثانی، ص ٤۰۱، ج۲: طبع قدیمی کتب خانه)

۲) تقدم تخریجه: (تحت حاشیه نمبر ۲، جواب مذکورة، صفحه نمبر ٤۹۳)

۳) فتاوی دارالعلوم دیوبند: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة التراویح، ص ۲٥٦، ج٤، طبع دارالاشاعت، کراچی)

میں نہ آئیں ممنوع ہے۔ بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہوتا ہے۔ باقی اس مسئلہ کے متعلق حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ جوتحریر فرما چکے ہیں وہ کافی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے متعلق ہر پہلو کا حکم تحریر فرما چکے ہیں [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان)

تراویح میں ''الم ترکیف'' اور مکمل قرآن پاک ختم کرنے میں فرق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد ماہ رمضان المبارک میں حافظ کو قرآن سنانے نہیں دیتا اپنی جہالت کے سبب روک دیتا ہے۔

(۲) اور یہ بھی کہتا ہے کہ مکمل قرآن اور الم ترکیف کا ایک ہی ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(۳) نماز میں قرآن معروف و مجہول پڑھتا ہے اگر اس کو کہا جائے تو جہالت سے پیش آتا ہے۔

(۴) دیگر نمازیوں کو کسی قسم کی دین کی ہدایت نہیں کرتا دیگر زبانی اردو اچھی طرح نہیں بول سکتا۔

(۵) جو لوگ اس کی امامت میں نہیں ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ایسا امام ہو جو کہ حافظ قرآن بھی ہو اور قرآن صحیح پڑھتا ہو۔

جناب ان سب باتوں کا ازروئے شریعت جواب تحریر فرمائیں۔

السائل: حافظ محمد شفیع مسجد کمہاروالی بمقام کوٹ ادو ضلع مظفرگڑھ

---

۱) (نوٹ) شبینہ میں کئی مفاسد پائے جاتے ہیں، (۱) تداعی و اہتمام (۲) امام کا قرأت تیز پڑھنا (۳) بعض لوگوں کا لیٹے بیٹھے رہنا۔ وغیرہ مفاسد پائے جاتے ہیں۔

کما فی حاشیة طحطاوی: ان اقتدی به ثلاثة لایکون تداعیا وان اقتدیٰ به اربعه فالأصح الکراهة۔ (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۲۸۶، طبع قدیمی) وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۴۹، ج۲: طبع سعید) وأیضاًفیه: ویجتنب المنکرات هذرمة القراء ة وترك تعوذ و تسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة (کتاب الصلوفة، باب الوتر والنوافل، ص ۴۷، ج۲، طبع سعید) وکذا فی مراقی الفلاح: (کتاب الصلوٰة، فصل فی التراویح، ص ۴۱۶، طبع قدیمی) وفی حاشیة طحطاوی: ویکره للمقتدی ان یقعد فی التراویح فإذا اراد الإمام ان یرکع یقوم (کتاب الصلوٰة، فصل فی التراویح، ص ۴۱۶، طبع قدیمی) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲۲، ج۲: طبع رشیدیه)

﴿ج﴾

(۱) قرآن کریم کا ختم کرنا تراویح میں سنت ہے اسے روکنا نہیں چاہیے[۱] لیکن اگر حافظ پڑھانے کا اہل نہ ہو تو اسے روکا جا سکتا ہے[۲]۔

(۲) یہ صحیح نہیں ہے کہ الم ترکیف اور پورے قرآن کے ختم کے ثواب میں فرق نہیں ہے پورا ختم سنت ہے[۳]۔

(۳،۴،۵) یہ کوئی ایسے اعذار نہیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص امامت سے معزول ہونے کا مستحق ہو جائے۔ دیکھنا یہ ہے کہ امام کی دیانت شرعی استقامت کیسی ہے اگر اس میں خاصی کمزوری ہے کہ جس کی وجہ سے اکثر لوگ ان سے بدظن ہوں تو اسے الگ کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں[۴]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں بسم اللہ سراً پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قرآن مجید جو تراویح میں پڑھا جاتا ہے اس میں بسم اللہ آواز سے

---

۱) کما فی الدر المختار: والختم مرة سنة و مرتين فضيلة وثلاث مراة افضل (ولا يترك (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراويح، ص ٤٦، ج٢: طبع سعيد۔ وكذا في الهدايه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراويح، ص ١٥٨، ج١: طبع رحمانيه)

۲) كما في الهنديه: والمتاخرون كانوا يفتون في زماننا بثلاث آيات قصا راوآية طويلة حتى لا يميل القوم ولا يلزم تعطيل المسجد وهذا احسن۔ (كتاب الصلوٰة، الباب التاسع، ص ١١٨، ج١: طبع رشيديه) وكذا في الخانيه (كتاب الصوم، فصل في مقدار القرأة، الخ، ص ٢٣٩، ج١: طبع رشيديه)

۳) كما في الدر المختار: والقراءة في صلاة التراويح سنة) مؤكدة۔ (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ٦٠١، ج٢، طبع رشيديه)

وكذا في الهدايه: (كتاب الصلوٰة، فصل في التراويح، ص ١٥٧، ج١: طبعر رحمانيه) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ١٢٠، ج٢، طبع رشيديه)

٤) كما في الدر المختار مع شرحه: ولوأم قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه...... كره له ذالك تحريماً (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٥٩، ج١: طبع سعيد) وكذا في حاشية طحطاوى: (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٣٠١، طبع دارالكتب، وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٦٠٩، ج١: طبع رشيديه كوئٹه)

پڑھنا درست ہے یا چپ چاپ- کیونکہ ہم ہر سورۃ کے ساتھ بسم اللہ آواز سے پڑھتے ہیں اس میں ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ بسم اللہ آواز سے پڑھنا درست نہیں- اس مسئلہ پر آپ پورے حوالہ جات اندراج فرمادیں تاکہ ہم ان کو مطمئن کرسکیں-

ج

حنفیہ کے نزدیک نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں اخفاء سنت ہے- تراویح اور غیر تراویح کا اس میں کوئی فرق نہیں دونوں میں سر مسنون ہے [۱] لیکن آہستہ پڑھتے ہوئے کسی ایک سورۃ کے شروع میں جہر یعنی اونچی آواز سے پڑھنا ضروری ہے تاکہ قرآن کی ایک آیت مقتدیوں کے سننے سے نہ رہ جائے [۲]- البتہ خارج عن الصلوۃ جہر و اخفاء میں اتباع اپنے امام کا قراء میں سے کرے- شامی میں ہے- **والثالث انه لا یجهر بها فی الصلوۃ عندنا خلافا للشافعی و فی خارج الصلوۃ اختلاف الروایات و المشائخ فی التعوذ و التسمیة قیل یخفی التعوذ دون التسمیة و الصحیح انه یتخیر فیهما و لکن یتبع امامه من القراء و هم یجهرون بها الاحمزۃ فانه یخفیهما** [۳]- باقی اگر کوئی شخص امام حفص کی اتباع میں ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو گنجائش ہے اس پر طعن نہ کرنا چاہیے- حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ فتاوی رشیدیہ [۴] میں لکھتے ہیں- مذہب حنفیہ میں بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا سنت ہے اور جہر سے پڑھنا اس کا ترک اولی

---

۱) کما فی الشامیه: (سمی) غیر المؤتم...... (سرًا فی) اوّل (کل رکعة) ولو جهریة، قال الشامی (قوله سرا فی کل رکعة) والثالث أنه لایجهر بها فی الصلوٰة، عندنا- (کتاب الصلوٰة، ص ۴۹۰، ج۱: طبع سعید) وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۵۴۴، ج۱: طبع رشیدیه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الفصل الثالث، ص ۷۴، ج۱: طبع رشیدیه)

۲) کما فی رسائل الکهنوی: لوقرأتمام القرآن فی التراویح ولم یقرأ البسملة فی ابتداء سورة من السور سوا مافی النملة لم یخرج عن عهدة السنیة ولو قرأها سرا خرج عن العهدة لکن لم یخرج المقتدون عن العهدة- (احکام القنطرة فی احکام البسمله ص ۱۷، ج۱، طبع ادارة القرآن) وفی حاشیة الطحطاوی وتسن التسمیة ، اوّل کل رکعة قبل الفاتحه...... وهی آیة واحدة من القرآن أنزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحه ولامن کل سورة (کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان سنتها، ص ۲۶۰، طبع قدیمی کتب خانه) وکذا فی الدرالمختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة، مطلب قراة البسملة بین الفاتحه والسورة، ص ۴۹۱، ج۱: طبع سعید کراچی)-

۳) الالشامیه: (کتاب الصلوة، باب صفة الصلوٰة، ص ۴۹۰، ج۱: طبع سعید) وکذا فی البحر (کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۵۴۵، ج۱: طبع رشیدیه، کوئٹه)

۴) تالیفات رشید: کتاب الصلوٰة، قرأة و تجوید کا بیان، ص ۲۷۰ تا ۲۷۱، طبع اداره اسلامیات)

ہےاورتراویح میں جوختم ہوتا ہےاس میں مذہب حنفیہ کے موافق یہی حکم ہے-مگرحفص قاری جن کی قرأۃ اب ہم لوگوں میں شائع ہےان کے نزدیک بسم اللہ جزو ہر سورۃ کا ہےاور جہر کا پڑھنا ضروری ہے- پس اگر بوجہ اقتداء ان کے کوئی ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو مضائقہ نہیں- (الی ان قال) دونوں طرح درست ہے ایسے امور میں خلاف ونزاع مناسب نہیں کہ سب مذاہب صحیح ہیں-انتہیٰ

مولانا گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ سے امور ذیل مستفاد ہوئے-

۱- احناف کے نزدیک اصل سنت سر بسم اللہ ہے-

۲- فرض وتراویح میں اس میں کوئی فرق نہیں دونوں میں سر مسنون ہے[۱]-

۳- امام حفص کی اتباع میں اگرکوئی ہرسورۃ پرجہر سے بسم اللہ پڑھےتوگنجائش ہے[۲]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح پراجرت کاحکم

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک شخص ہے جوساراسال ڈاڑھی کترواتا ہے یامنڈواتا ہےاوررمضان المبارک میں ڈاڑھی رکھ لیتاہےتواس شخص کے پیچھےنمازتراویح پڑھناجائزہے یانہیں-

(۲) اورایک حافظ رمضان المبارک میں نمازیں اورقرآن شریف سناتا ہےتواس کے لیےاجرت لینا جائزہے یانہیں-آپ قرآن وحدیث سےثابت کرتے ہوئے مدلل جواب عنایت فرمادیں-

﴿ج﴾

(۱)ایساشخص فاسق اورسخت گنہگارہےاس کوامام بناناجائزنہیں ہے کیونکہ اس کے پیچھےنمازمکروہ تحریمی ہے[۱]

---

۱) تقدم تخريجه: (تحت حاشية نمبر ۱، جواب مذكوره، صفحه هذا)

۲) تقدم تخريجه: تحت حاشية نمبر ۳، جواب مذكوره، صفحه هذا)

۳) كما في الدرالمختار: ويكره إمامة عبد و فاسق...... ولعل المراد به من يرتكب الكبائر...... اما الفاسق فقد عللواكراهة تقديمه بأنه لايهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيم و قدوجب عليهم اهانته شرعاً. (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۵۵۹ تا ۵٦۰، طبع سعيد، كراچي)

وكذا في تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۱۳٤، ج۱: امداديه ملتان) وكذا في البحر: (كتاب الصلوٰة، باب الإمة، ص ٦۱۰، ج۱: طبع رشيديه)

اور وہ واجب الاعادہ ہے[1] اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اس لیے اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ **ففی الشامیة واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان فی تقديمه تعظيمه و قدوجب عليهم اهانته شرعا۔**[2]

(۲) رمضان شریف میں قرآن پاک سنانے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح سے قبل مروجہ سلام پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ صاحب رمضان شریف میں تراویح پڑھنے کے وقت مصلی پر کھڑے ہو کر نیت کرنے سے پہلے سلام مروجہ پڑھ کر تراویح شروع کرتا ہے جو کہ ڈاڑھی کٹواتا ہے دو انگل ڈاڑھی ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

یہ طریقہ بدعت ہے[4] اسی طرح ڈاڑھی کٹوانا قبضہ سے پیشتر فسق ہے[5] فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز

---

۱) كما فی حاشية الطحطاوی: كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تعاد ای وجوباقی الوقت واما بعده فندبا۔ (كتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت، ص ٤٤٠، طبع قديمی كتب خانه)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت، ص ١٧٢، ج٢، طبع رشيديه)
وكذا فی الشاميه: (كتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت، ص ٦٤، ج٢، طبع سعيد كراچی)

۲) الدر المختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٥٩ تا ٥٦٠ طبع سعيد)

۳) كما فی نصب الرايه: اقروا القرآن ولاتأكلوابه: (كتاب الإجارة باب الاجارة الفاسده ص ٣٢٦، ج٤، طبع حقانيه، پشاور) وفی الشامية: ان القرآن بالأجرة لايستحق الثواب۔ (كتاب الإجارة مطلب فی الإستيجار على الطاعات، ص ٥٦، ج٦، طبع سعيد كراچی) وكذا فی الهدايه: (كتاب الإجارة، باب اجارة الفاسده ص ٣٠٥ تا ٣٠٦)، طبع رحمانيه، لاهور)

٤) كما فی الدر المختار: (اومبتدع) هی صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی الله عليه وسلم (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٦٠، طبع سعيد) وكذا فی البحر: (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ٦١١، ج١: طبع رشيديه) وفی المشكوٰة، قال عليه السلام من أحدث فی أمرنا هذا ماليس منه فهورد۔ (كتاب الأيمان، باب الإعتصام، ص ٢٧، طبع قديمی)

٥) كما فی مختصر الفقه على مذاهب الأربعه قال يحرم حلق اللحية ويسن قص الشارب (حكم ازالة الشعر ص ٤٧٩، ج١: طبع دار القلم) وكذا فی الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصوم باب مايفسد الصوم ص ٤١٨، ج٢، طبع سعيد) وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، ص ٤٩٠، ج٢، طبع رشيديه)

مکروہ ہے۔ بہتر ہے کہ امام صاحب کو نرمی سے سمجھایا جائے اگر سمجھانا کارگر نہ ہو تو بدل دیا جائے اور اگر بدلنے پر قدرت نہ ہو تو کسی اور نیک امام کے پیچھے نماز پڑھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی الدر المختار مع شرحه: ویکره امامة عبد و أعرابی وفاسق واعمی۔ (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۵۵۹، ج۱: طبع سعید) وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۱۰تا ۶۱۱، طبع رشیدیه) وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۱۳۴، ج۱: طبع دار الکتب) وفی الشامیه: فإن امکن الصلاة خلف غیرهم فهوا فضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع سعید کراچی)

باب فی احکام السفر
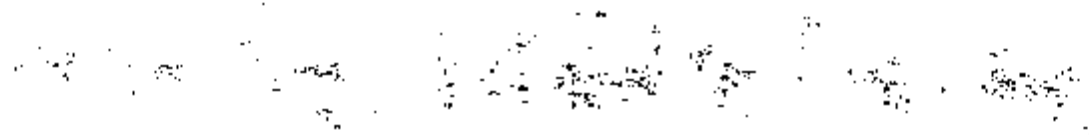
کنارے پر لگی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ دریا پر لگی ہوئی اور کنارے پر باندھی کشتی یا جہاز پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

کنارے پر باندھی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ البتہ اگر سمندر کی لہروں میں باندھی ہوئی ہو اور اس میں حرکت زیادہ ہو تو عذر سے (یعنی قدرۃ علی القیام نہ رکھتا ہو) بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور کنارے پر ہوگی تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور دریا پر باندھی ہوئی میں کھڑے ہو کر اس وقت نماز جائز ہے کہ کشتی کا استقرار زمین پر ہو اور نکلنا کشتی سے ممکن ہو تو کھڑے ہو کر بھی کشتی میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ معلوم ہوا چلتی ہوئی کشتی میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک باوجود قیام پر قادر ہونے کے بھی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے مع الکراہت اور بیٹھ کر پڑھنے سے گنہگار ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قیام پر قادر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس میں صاحبین کا مذہب قوی ہے درایۃً اور روایت کے بھی مطابق ہے اور مفتیٰ بہ یہی صاحبین کا قول ہے کیونکہ بلاشبہ وخلاف فرض ادا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ قیام پر قدرت رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے کہ اس میں شبہ ہے اس لیے کہ قیام فرض ہے اور فرض قیام کو باوجود قدرت کے چھوڑا جا رہا ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ بھی جواز مع الاساءۃ کے قائل ہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

---

۱) کما فی الهندية: اما الصلوٰة فی السفينة فالمستحب أن يخرج من السفينة للفريضة اذا قدر على القيام...... واذا صلى قاعدا فی السفينة وهی تجری مع القدرة على القيام تجوز مع الكراهة عند أبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ وعندهما لاتجوز ولوكانت السفينة مشدودة لاتجری لاتجوز اجماعاً كذا فی التهذيب ولوصلى فيها فإن كانت مشدودة على الجد مستقرة على الارض فصلى قائما اجزاه وان لم تكن مستقرة يمكنه الخروج عنها لم تجز الصلوٰة، فيها كذا فی محيط السرخسی وإن كانت موثقة فی لجة البحر وهی تضطرب فالأصح انه ان كانت الريح تحركها تحريكا شديدا فهی كالسائرة وإن حركتها قليلا فهی كالواقفة...... أجمعوا أنه لوكان بحال يدور رأسه لوقام تجوز الصلوٰة فيها قاعداً كذا فی الخلاصة۔ (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس، ج۱، ص ۱۴۳ تا ۱۴۴، طبع رشيديه) وكذا فی المحط البرهانی (كتاب الصلوٰة، الفصل الرابع والعشرون، ص ۱۶۶ تا ۱۶۸، طبع غفاريه كوئٹه) وكذا فی الموسوعة الفقيهه/ المصطلح ، السفينة، ص ۷۷ تا ۷۷، ج۲۵، طبع ۲، حقانيه ، پشاور پاكستان)

چلتی گاڑی میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چلتی گاڑی میں نماز پڑھنا کیسا ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری ہے اور اگر گاڑی میں پانی نہ مل سکے اور اسٹیشن پر پہنچنے سے نماز قضا ہونے کا خوف ہوتو آیا تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ گاڑی میں کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھنا ضروری ہے[1] ہاں اگر کوئی شخص کھڑے ہوکر گاڑی میں نماز نہ پڑھ سکے اور اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ بن سکے تو ایسی صورت میں بوجہ عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہوگا[2]۔ اگر ایک میل پانی دور ہوتو تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے[3] اور اگر میل سے کم فاصلے پر پانی ہو اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ کر لے[4]۔

---

۱) كما في الدرالمختار: (قوله والمربوطة في الشط كالشط) فلاتجوز الصلوٰة فيها قاعدا اتفاقا و ظاهر ما في الهداية وغيرها الجواز قائما مطلقا اى استقر على الأرض اولا۔ (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المريض ص ۱۰۱، ج۲، طبع سعيد) وكذا في البحر: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المريض، ص ۲۰۶ تا ۲۰۷، ج۲: طبع رشيديه)

۲) كما في الدرالمختار: (ومن تعذر عليه القيام) اى كله (صلى قاعداً كيف شاء) (كتاب الصلوٰة باب صلاة المريض، ص ۶۸۱ تا ۶۸۲، طبع رشيديه) وكذا في مجمع الأنهر: (كتاب الصلوة، باب صلاة المريض، ص ۲۲۷، ج۱ طبع غفاريه) وكذا في الهنديه (كتاب الصلوٰة، الباب الرابع، ص ۱۳۶، ج۱: طبع رشيديه)

۳) كما في الهندية: يجوز التيمم لمن كان بعيدا من الماء ميلا هوالمختار في المقدار۔ (كتاب الطهارة، الباب الرابع، الفصل الأول، ص ۲۷، ج۱: طبع رشيديه) وكذا في مجمع الأنهر (كتاب الطهارة، باب التيمم، ص ۵۸ تا ۵۹، طبع غفاريه) وكذا في الخانيه (كتاب الطهارة، التيمم، ص ۵۴، ج۱: طبع رشيديه كوئٹه)

۴) كما في الدرالمختار مع شرحه: ان كان المانع من قبل العباد...... جازله التيمم ويعيد الصلوة اذا زال المانع۔ (كتاب الطهارة، باب التيمم، ج۱، ص ۴۴۴، طبع رشيديه كوئٹه) وكذا في مجمع الأنهر: (كتاب الطهارت، باب التيمم، ص ۵۹، ج۱: طبع غفاريه كوئٹه)، وكذا في الهنديه: (كتاب الطهارت، الباب الرابع، ص ۲۸، ج۱: طبع رشيديه كوئٹه)

ڈرائیور کتنے میل کا سفر کرے تو مسافر ہوگا

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً ایک شخص پچاس میل سے کچھ زائد سفر ہر روز کرتا ہے اور کبھی اپنے گھر واپس پہنچ جاتا ہے اور کبھی سفر میں کسی جگہ رات گزارتا ہے جیسے کہ ڈرائیور ہے کہ ملتان سے میاں چنوں تک جاتا آتا ہے تو وہ کبھی رات اپنے گھر میاں چنوں میں گزارتا ہے اور کبھی ملتان میں رات گزارتا ہے۔ تو ایسے شخص کے لیے شرعی حکم کیا ہے کہ وہ نماز قصر ادا کرے یا تمام ادا کرے تو وہ شخص سفر کی حالت میں قصر نماز اگر ادا کرے تو آیا اپنے گھر کے قریب میں بھی قصر ادا کرے یا کوئی اور حکم ہے۔ یا مقیم والی نماز ادا کرے۔ بالتفصیل اس مسئلہ کو بیان فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

(ج)

تین منزل کا سفر ہو تو قصر لازم ہے یعنی سفر میں اخیر تک جہاں جانے کا ارادہ ہو وہ اگر تین منزل (۴۸ میل) دور ہے تو قصر کرنا چاہیے جب تک اپنے شہر میاں چنوں میں داخل نہ ہوا ہو قصر کرے گا۔ **اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام- الخ- والقصر واجب** [1] **من خرج من عمارة موضع اقامته الخ- قاصدا الخ مسيرة ثلاثة ايام و لياليها الخ صلى الفرض الرباعی رکعتين وجوبا- الخ- فيقصر ان نوى الاقامة فی اقل منه ای من نصف شهر** [2]

---

۱) الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه) وكذا فی تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۵۰۷، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا فی تنوير مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱، ج۲: طبع سعيد كراچی)

۲) الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱ تا ۱۲۳، ج۲: طبع سعيد) وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه) وكذا فی تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۵۰۷، ج۱: طبع دارالكتب العلميه، بيروت)

جنگ بندی کے بعد سفر میں فوج کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

(۱) معروض الخدمت اینکہ جنگ بندی کے بعد اب جبکہ ہم کہیں سفر کی حالت میں رہ رہے ہیں فاصلے کے لحاظ سے بھی نماز سفری ہے- رہنے کے لیے ہمیں کوئی علم نہیں کہ کب تک رہنا ہے- پندرہ دن سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے- اگر ہمیں چھوٹی فارمیشن سے اجازت مل جائے کہ پندرہ دن سے زیادہ رہنا ہے تو کیا ہم نماز پوری پڑھیں یا جب تک کسی بڑی فارمیشن سے معلوم نہ ہو جائے تو آپ حضرات کیا فرماتے ہیں-

(۲) اگر نماز سفری ہو تو نماز عید کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں پڑھنا ضروری ہے یا قابل معافی ہو سکتی ہے-

(۳) کیا کوئی مولوی صاحب یکے بعد دیگرے دو یا تین عید کی نمازیں پڑھا سکتا ہے-

﴿ج﴾

(۱) آپ کا یونٹ جس افسر کے ماتحت ہے اس سے معلوم کیا جائے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پندرہ دن سے زیادہ ایک ہی جگہ رہنا ہے تو پوری نماز پڑھ لیا کریں اور اگر پندرہ دن سے کم رہنا معلوم ہو جائے تو قصر کریں- یعنی نماز سفر پڑھا کریں لیکن اگر متعلقہ افسر نہ بتلائے تو پھر آپ جس حالت میں ہوں اس کا اعتبار ہوگا یعنی اگر سفر میں ہوں تو قصر کریں اور اگر اقامت ہو تو پوری پڑھا کریں- اسی طرح اگر قرائن سے یہ معین ہو جائے کہ ہمیں پندرہ دن ایک ہی جگہ رہنا ہے پھر پوری نماز پڑھا کریں-

والمعتبر نية المتبوع لانه الاصل (لاالتابع كامرأة) الخ- وعبد الخ (و جندى) اذا كان يرتزق من الامير اوبيت المال (و اجير) و اسير و غريم- [1]

---

۱) الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳۲ تا ۱۳٤، ج۲: طبع سعيد كراچى) وفى الهنديه: وكل من كان تبعا لغيره يلزم طاعته يصير مقيما باقامته ومسافر بنيته وخروجه الى السفر كذا فى محيط السرخسى فيصير الجندى مقيما فى الفيافى بنية اقامة الأمير فى المصر- (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ١٤١، ج١: طبع رشيديه) وكذا فى مجمع الأنهر (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ٢٤٤، طبع غفاريه كوئٹه)

(۲) سفر میں نماز عید مسافر پر نہیں ہے اگر کسی شہر میں مسافر نے عید یا جمعہ کی نماز ادا کی تو صحیح ہے۔ لیکن جمعہ یا عید کی نماز اس پر واجب نہیں [۱]۔

(۳) ایک شخص ایک دن میں عید کی کئی جماعتوں کی امامت نہیں کر سکتا [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دشمن کے ہاتھوں قید ہو جانے والے مسلمان مسافروں کے لیے قصر یا اتمام کا حکم

﴿س﴾

بخدمت جناب وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد مغربی پاکستان مولانا مفتی محمود صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مؤدبانہ التماس ہے کہ ہم قیدی نماز کے مسئلہ پر عملی دشواری کا سامنا کر رہے ہیں اگرچہ ہمیں ادائیگی نماز کی سہولتیں میسر ہیں تاہم اس بارے میں تمام قیدیوں کو دلی سکون کا فقدان ہے۔ کیونکہ نماز قصر کا مسئلہ درپیش ہے۔ کم علمی کے باعث ہم دو گروہ بن گئے ہیں یعنی کچھ نماز قصر ادا کرتے ہیں تو کچھ مکمل نماز۔ اس سلسلے میں اولاً ہمیں فتویٰ فاضل معہ مسئلہ وحوالہ مرحمت فرمایا جائے تاکیداً عرض ہے کہ فتویٰ مذکور آپ کے اپنے دستخط اور مہر کا حامل بھی ہو۔ اگر اس کی ترسیل ممکن ہو تو گورنمنٹ آف انڈیا کی وساطت سے تمام قیدی کیمپ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں اور یہ تمام مسلمان قیدیوں پر آپ کا احسان عظیم ہوگا۔

ثانیاً: فتویٰ کی نظر یا تفہیم کے لیے ہمارے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات بالتفصیل مرحمت فرمایئے۔ کیونکہ یہی سوالات فتویٰ ہونے کے باوجود ہمارے اتحاد میں رکاوٹ ہیں۔ مثلاً اس سے قبل

---

۱) كما في مجمع الأنهر: (وشرائطها كشرائط الجمعة، وجوبا و اداء (كتاب الصلوٰة، باب صلاة العيد، ص ٢٥٤، ج١) وفي الشاميه: وشرط لافتراضها اقامة بمصر قال الشامي (قوله اقامة) خرج به المسافر/ كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ١٥٣، طبع سعيد) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة الجمعه، ص ٢٤٥، ج٢: طبع رشيديه) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب السادس عشر ص ١٤٥ ج١: طبع رشيديه) كما في الدرالمختار مع شرحه: ويصلح للامامة فيها (الجمعة) من صلح لغيرها فجازت لمسافر۔ (كتاب الصلوٰة، باب الجمعه، ص ٣٣، ج٣، طبع رشيديه كوئٹه)

٢) كما في الدرالمختار مع شرحه لا (مفترض بمتنفل) لأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ج٢، ص ٣٩١تا ٣٩٢، طبع رشيديه) كما في الفتاوى التاتارخانيه، وان كان حال الإمام دون حال المقتدى صحت صلاة الإمام ولا يصح صلاة المقتدى۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٤٤٠، ج١، طبع ادارة القرآن) وكذا في مجمع الأنهر (كتاب الصلوٰة، الفصل ص ١٦٧ تا ١٦٨، ج١: طبع غفاريه كوئٹه)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا نماز قصر کے حق میں فتویٰ موصول ہو چکا ہے۔ جو اپنی جامعیت کے باوجود ہمیں متحد نہ کر سکا۔ اس لیے کہ وہ مفصل نہیں تھا۔ عام ذہن اس سے اپنے سوالات کا جواب اخذ کرتے ہوئے اتحاد سے دور رہے۔ تو سوالات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کیا ہم قیدی نماز کے سلسلہ میں حکومت ہند کے حکم پر مقیم متصور ہوں گے یا مسافر۔

۲۔ قید کی حدود کے اندر ہمیں خوراک و رہائش کی تنگی نہیں۔ مقررہ اوقات پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور بدنی صفائی، کپڑوں کی صفائی اور وضوء کے لیے پانی بمعہ لوازمات خاطر خواہ دستیاب ہے اس کے باوجود قید اور آزادی کا فرق فی نفسہ موجود ہے۔ تو یہ حالت شرعاً ہمیں کون سی نماز کا حکم دیتی ہے۔

۳۔ جیسا کہ ظاہر ہے ہم بلا ارادہ ہندوستان آئے اور ہمارا قیام مجبوراً ہے مزید براں ہندوستان میں رہتے ہوئے ہمارا قیام غیر یقینی سا ہے۔ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کسی وقت بھی متوقع ہے۔ (ہماری نیت کے بغیر) اور سب سے بڑھ کر ہماری وطن واپسی کی تاریخ بھی متعین نہیں۔ تو ان تمام کیفیات کے باعث ہم اپنی نیت تشکیل کرنے سے قاصر ہیں نیت کی عدم موجودگی میں ہم نماز قصر ادا کریں گے یا مکمل۔

۴۔ دارالاقامت (جو مانع قصر ہے) کی شرائط کیا ہیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو مسلمان قیدی کفار کی قید میں محبوس ہیں ان کے بارے میں ایک تمہیدی قاعدہ ذکر کر دینا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ سفر کرنے والے لوگ شرعاً دو قسم کے ہوتے ہیں متبوع اور تابع۔ متبوع اسے کہتے ہیں جو سفر کرنے اور ٹھہرنے میں خود مختار ہو دوسرے کا محتاج نہ ہو جیسا کہ ایک عاقل و بالغ و آزاد مرد۔ شریعت مقدسہ اس کی نیت کا اعتبار کرتی ہے اور اس کی نیت ہی پر قصر (نماز دوگانہ) پڑھنے اور اتمام (نمازیں پوری ادا کرنے) کا حکم لگاتی ہے۔ دوسرا شخص تابع ہوتا ہے یعنی اقامت و سفر وغیرہ امور میں دوسرے کا تابع ہوتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے متبوع کی نیت کا لازمی طور پر پابند ہوتا ہے۔ چاہے اس کا متبوع کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اسے نماز کے پورا پڑھنے اور قصر کرنے میں متبوع کی طرف مراجعت کرنے اور اس کے مسافر و مقیم ہونے کے تحت قصر و اتمام ضروری ہے اس کی مثال عورت ہے جو خاوند کے تابع ہوتی ہے اور غلام ہے جو مولیٰ کے تابع ہوتا ہے اور ماتحت فوجی جو اپنے افسر اعلیٰ کے تحت ہوتا ہے اور مسلم قیدی جو دشمن کی قید میں پھنس جاتا ہے یہ سب لوگ تابع ہیں۔

درمختار میں ہے والمعتبر نية المتبوع لانه الاصل لا التابع كامرأة الى قوله اسير [۱]-یعنی ایسی صورتوں میں اعتبار نیت متبوع کا ہے۔ کیونکہ وہ اصل ہے اور تابع کا اعتبار نہیں- آ گے تابع کی مثالوں میں عورت وغیرہ کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ قیدیوں کو بھی تابع میں شمار فرمایا ہے- فتاویٰ قاضی خان میں ہے- وحكم الاسير في دار الحرب كحكم العبد لا تعتبر نيته [۲]- یعنی جو شخص دارالحرب میں قید ہو چکا ہو وہ غلام کے حکم میں ہے اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہے-

اس تمہید کے بعد اب پاکستانی جنگی قیدیوں کے احکام تحریر کیے جاتے ہیں-

(۱) ان قیدیوں کو اپنے افسران جیل کی متابعت کرنی ہوگی چونکہ وہ بظاہر مقیم ہوتے ہیں- اس لیے جنگی قیدی بھی بالتبع مقیم ہوں گے اور ان کو نماز پوری پڑھنا لازم ہوگی [۳]-

(۲) اگر ان قیدیوں کو ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ میں منتقل کیا جائے تو اگر دوسرا کیمپ ۴۸ میل یا اس سے زائد فاصلہ پر ہو تو قصر کرنا ہوگا- ذكر في المنتقى ان المسلم اذا اسره العدو ان كان مقصده ثلثة ايام قصر -شامی حوالہ سابقہ- ترجمہ منتقی میں لکھا ہے- ایک مسلمان جب کہ کافر اس اس کو قید کر لے جائیں اگر قید کرنے والے کا مقصد سفر تین دن کی مسافت پر واقع ہے تو قصر کرے [۴]-

(۳) اسی صورت ثانیہ میں جب کہ ان کو منتقل کیا جارہا ہو اگر ان کو معلوم نہ ہو کہ ہمیں کہاں لے جایا جارہا ہے تو ان افسروں سے پوچھ لینا ضروری ہے- و ان لم يعلم سأله- حوالہ سابقہ

(۴) اگر پوچھنے پر دشمن خاموشی اختیار کرے اور یہ بات نہ بتائے کہ تمھیں کہاں لے جایا جارہا ہے تو اس خاص صورت میں اپنے اصل حال پر جس پر بحالت موجودہ قائم ہے قصر و اتمام کرے- وكذا ينبغي ان يكون

---

۱) كما في الدر المختار مع شرحه: (والمعتبر نية المتبوع) لأنه الأصل (لاالتابع كا مرأة وفاها مهرها المعجل (وعبد)...... (واجير وأسير) كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳۳، تا ۱۳٤، ج۲، طبع سعيد) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوة، الباب الخامس عشر، ص ۱٤۱، طبع رشيديه كوئٹه) وكذا في مجمع الأنهر: (كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۲٤٤، ج۱: طبع غفاريه كوئٹه)

۲) الخانيه: (كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۱٦٦، ج۱: طبع رشيديه كوئٹه)

۳) تقدم تخريجه (تحت حاشيه نمبر ۱-۲) جواب مذكوره، صفحه نمبر ۵۰۰)

٤) كما في الشاميه: (قوله و اسير) ذكر في المنتقى ان المسلم اذا أسره العدوان كان مقصده ثلاثة أيام قصر- (كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳٤، ج۲: طبع سعيد) وكذا في حاشية الطحطاوي: (كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ٤۲٤، طبع قديمي كتب خانه) وكذا في البحر (كتاب الصلوة، باب المسافر، ص ۲٤٤، ج۲: طبع رشيديه)

حکم کل تابع یسئل متبوعه فان اخبره عمل بخبره والاعمل بالاصل الذی کان علیه من اقامة و سفر حتی یتحقق خلافه ا ھ [۱]

(۵) جہاں قیدیوں کو افسران جیل سے سوال کرنا متعذر ہو اور ان کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکتی ہو تو ایسی صورت میں بھی اپنے اصل حال پر جس پر وہ قائم ہیں قصر و اتمام کریں۔و تعذر السوال بمنزلة السوال مع عدم الاخبار [۲]۔اس وقت جنگی قیدی جہاں ہیں وہ اپنے متبوعین کے اتباع کی بنا پر مقیم ہوں گے اور ان کو نماز پوری ادا کرنا ہوگی [۳]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بارڈر پر ٹھہرے ہوئے فوجیوں کے لیے قصر و اتمام اور جمعہ وعیدین کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ پاک آرمی میں پیش امام ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ فوج آج یہاں کل دوسری جگہ ہوتی ہے اور فی الحال ہم باڈروں پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ہم جس جگہ خیمہ لگاتے ہیں کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کتنے دنوں تک ہم یہاں رہیں گے تو اسی دوران میں جمعہ بھی آتا ہے اور شاید عید الاضحیٰ بھی آجائے گی۔اور ہماری نفری تقریباً یہاں دو یا تین سو سپاہی ہے تو آپ برائے مہربانی ہمیں ایسا تسلی بخش فتویٰ تحریر فرمادیں کہ ہمارے افسر اور سپاہی سب کو معلوم ہو جائے۔

(۱) نماز پنجگانہ ایسے حالات میں کیسے پڑھیں گے (۲) نماز جمعہ ایسی حالت میں ادا ہوتی ہے یا نہیں (۳) اور نماز عید بھی ادا ہوتی ہے یا نہیں۔بندہ حقیر کو ان حالات کا سامنا ہے۔بندہ کی پوری تسلی کریں۔ایسے حالات میں ہمارے بعض فوجی علماء نماز جمعہ یا عید پڑھاتے ہیں یہ ٹھیک ہے یا غلط ہے۔

---

۱) الدرالمختار مع شرحه: (کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۱۳٤، ج۲: طبع سعید) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوۃ، باب المسافر، ص ۲٤٤، ج۲، طبع رشیدیه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ٤۲٤، طبع قدیمی)

۲) کما فی الشامیه: وکذا ینبغی أن یکون حکم کل تابع یسأل متبوعه فإن أخبره عمل بخبره والاعمل بالأصل الذی کان علیه من اقامة سفر حتی یتحقق خلافه۔ (کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۱۳٤، ج۲: طبع سعید) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوۃ، باب المسافر، ص ۲٤٤، طبع رشیدیه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ٤۲٤، طبع قدیمی کتب خانه)

۳) تقدم تخریجه: تحت حاشیة نمبر ۱، ۲، جواب مذکوره بالا صفحه

﴿ج﴾

موافق روایات کتب فقہ کے ایسے مواقع پر نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے نماز جمعہ وعیدین کی صحت اور وجوب کے لیے مصر یعنی شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ یعنی بڑا گاؤں شرط ہے۔ پس ایسے موقع پر نماز ظہر باجماعت بجائے جمعہ کے پڑھا کریں۔ ولا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا لانها فضاء ۔(۱) اگر کسی بستی میں مسلسل پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہوتو نماز قصر پڑھا کریں۔ ایسی حالت میں جبکہ قیام کا کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کتنے دن ہوگا آپ قصر کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقامۃ کے لیے یعنی پندرہ دن کی اقامت والی نیت بھی تب درست ہوگی جبکہ اقامت کے لیے مکانات قریہ بستی قصبہ موجود ہو ورنہ باڈر میں پندرہ دن کی اقامت والی نیت بھی معتبر نہیں قصر کرنا لازم ہوگا (۳)۔

دوران جنگ افواج کے لیے قصر یا اتمام کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دوران جنگ میں قصر کرنی چاہیے یا پوری نماز پڑھنی چاہیے۔

---

۱) الهدایه: (کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع رحمانیه لاهور) وكذا فی البحر: شرط صحتها ای تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولا مفازة۔ (کتاب الصلوٰة، باب الجمعه، ص ۲٤٥، ج۲: طبع رشیدیه) وفی الهندیه: ومن لاتجب علیهم الجمة من أهل القریٰ والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة،(کتاب الصلوٰة،، الباب السادس عشر، ص ١٤٥، طبع رشیدیه) وكذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ٥٠٤، طبع قدیمی کتب خانه)

۲) کما فی الهندیه: ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشر یوماً اواکثر كذا فی الهدایه: (کتاب الصلوٰة الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، طبع رشیدیه) وكذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ١٢٥ ج۱: طبع سعید) وكذا فی الهدایه: (کتاب الصلوٰة: باب صلاة المسافر، ص ١٧٤، طبع رحمانیه لاهور)۔

۳) کما فی الدرالمختار مع شرحه: (حتی یدخل موضع مقامه ...... اقامة نصف شهر...... صالح لها) من مصرا وقریة أوصحراء دارنا "قال ابن عابدین" (قوله اوصحراء دارنا) احتراز عن صحراء أهل الحرب فحکم حینئذ لحکم العسکر الداخل فی أرضهم۔ (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ١٢٤ تا ١٢٥، ج۲: طبع سعید) وكذا فی البحر (کتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ٢٣٢، ج۲: طبع رشیدیه) وكذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشهدیه)

﴿ج﴾

اگر وطن اقامت یعنی رہائش بیدو ارزے ۴۸ میل دور کسی جگہ جانے کے ارادہ سے سفر شروع کرلیا اور کسی ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا آپ کو پہلے سے کوئی علم نہیں اور نہ پندرہ دن ایک جگہ ٹھہرنے کا کوئی یقین ہو تو ایسی حالت میں نماز قصر ہی ادا کرنی چاہیے اور اگر کسی ایک جگہ پندرہ دن قیام کی اطلاع ہو جائے یا متعلقہ افسر سے اس کا پتہ چل جائے کہ یہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنا ہوگا تو پھر قصر نہ کریں بلکہ پوری نماز پڑھا کریں (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

روزانہ گھر سے پچاس میل دور آنے جانے والے کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کا گھر ملتان سے پچاس میل بعید ہے اور وہ روزانہ ایک دو دفعہ ملتان میں آتا ہے اور پھر واپس لوٹ جاتا ہے۔ تو وہ وہاں دار اصلی سے جو چلتا ہے اور ملتان آتا ہے اور پھر واپس لوٹ جاتا ہے اس کے متعلق یہ واضح کریں کہ راستہ میں جب نماز کا وقت آ جائے تو وہ قصر کرے یا پوری نماز پڑھے۔ یعنی یہ بتلائیں کہ جب گھر سے چلا اور جب تک واپس گھر نہ جائے تو وہ مسافر ہے یا کہ مقیم۔ اس کا جواب باحوالہ اور تسلی بخش دیں۔

﴿ج﴾

وہ شخص مسافر ہے جبکہ ان کا سفر تین منزل (۴۸ میل) یا اس سے زیادہ ہے احکام سفر اس پر جاری ہوں گے اور نماز کو قصر کرے گا۔ **ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر و ان نوی اقل من ذلک قصر – الخ – و لو دخل مصرا علی عزم ان یخرج غدا او بعد غدو لم ینو مدة الاقامة حتی بقی علی ذلک سنین**

---

۱) كما فی الهداية: (السفر الذی يتغير به الأحكام ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام ولياليها...... اذا فارق المصر بيوت المصر صلى ركعتين...... ولايزال على حكم السفر حتى ينوی الإقامة فی بلدة اوقرية خمسة عشر يوماً او اكثر وان نوى اقل من ذالك قصر۔ (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر ص ۱۷۳ تا ۱۷٤، ج۱: طبع رحمانيه)۔ وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۲۵ تا ۲۳۱، ج۲: طبع رشيديه) وكذا فی تنوير الأبصار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱ تا ۱۲۵، ج۲: طبع سعيد)

قصر۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرے شہر میں ملازمت والے شخص کی قصر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری مستقل سکونت، رہائش ملتان میں اور اہل وعیال سب کوٹ ادو میں ہیں۔ جو ملتان سے ۶۰-۶۲ میل دور ہے۔مگر میری مستقل ملازمت ملتان ہے، یہاں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں۔ہمیں ہر ہفتہ چھٹی ہوتی ہے میں اس چھٹی میں ہر پندرھویں دن اور دیگر رخصتوں میں عموماً گھر کوٹ ادو چلا جاتا ہوں۔بعض دفعہ محکمہ کی طرف سے ہم پر پابندی عائد ہو جاتی ہے کہ کوئی ملتان سے باہر نہیں جا سکتا۔اس صورت میں مہینہ مہینہ بھی ہمیں مستقل طور پر ملتان ہی میں رہنا ہوتا ہے۔اب براہ کرم مطلع فرمائیں۔

(۱) میں جو عشرہ میں گھر چلا جاتا ہوں تو پھر ملتان واپس آکر نماز قصر پڑھوں یا پوری پڑھوں۔

(۲) اور جب ہم پر پابندی عائد ہوتی ہے کہ ملتان سے باہر نہیں جا سکتے اس زمانہ پابندی میں کونسی نماز پڑھوں۔

(۳) میرے بیٹے نے اپنی مستقل سکونت کوٹ ادو میں رکھی ہوئی ہے۔مگر ملازمت کے سلسلہ میں اپنے بال بچے ملتان لے آیا ہے وہ بھی ہفتہ عشرہ میں کوٹ ادو چلا جاتا ہے وہ ملتان میں کیسی نماز پڑھے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) آپ کو قصر کرنا لازم ہے (۲)۔ (۲) اس صورت میں پوری نماز پڑھیں گے (۳)۔

(۳) آپ کا بیٹا بھی ملتان میں قصر کرے گا (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الهدایه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۷۷، ج۱: طبع رحمانیه لاهور) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الدر المختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۵، ج۲: طبع سعید کراچی)

۲) کما فی تنویر مع شرحه: (و) یبطل (وطن الإقامة بمثله و) بالوطن الأصلی و) بإنشاء السفر۔ (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳۲، ج۲: طبع سعید) وکذا فی البحر (کتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۳۹، طبع رشیدیه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۴۲۹، طبع قدیمی)۔

۳) کما فی الدر المختار: (من خرج من عمارة موضع اقامته...... قاصداً...... مسیرة ثلاثة ایام ولیالها...... صلی الفرض الرباعی رکعتین...... حتی یدخل موضع اقامته...... اوینوی اقامة نصف شهر بموضع واحد (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۲، تا ۱۲۵، طبع سعید) وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۲۶ تا ۲۳۳، ج۲، طبع رشیدیه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشیدیه)

۴) تقدم تخریجه: (جواب مذکور، حاشیه نمبر۳، صفحه هذا)

سردی گرمی کے لیے الگ الگ جگہوں پر مکان بنا کر رہنے والے کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) اگر ایک شخص کے دو وطن ہوں- مثلاً اس کی سرمائی و گرمائی مکان علیحدہ علیحدہ ہوں- موسم سرما میں ایک علاقے میں رہتا ہے اور موسم گرما میں دوسرے علاقے میں رہائش پذیر ہوتا ہے اور یہ موسمی نقل مکانی بمعہ اہل خانہ و سامان ہمیشہ ہوتا رہتا ہے- پس اس صورت میں اگر شخص موصوف ایک علاقے سے اپنے دوسرے علاقے کو ایک دورات کے لیے بقصد سفر تنہا چلا جاتا ہے- تو کیا اس کو نماز قصر کے ساتھ پڑھنی چاہیے یا پوری نماز؟ مسئلہ بالا میں شخص موصوف اپنے دونوں علاقوں یعنی سرمائی و گرمائی میں زمین وغیرہ املاک بھی رکھتا ہے اور اس کے قبرستان، کاروبار اور پیدائش بھی دونوں علاقوں میں موجود ہے-

(۲) ٹرک ڈرائیور جو کہ ہمیشہ اپنی زندگی سفر میں گزارتے ہیں کیا ان کو نماز قصر پڑھنی چاہیے یا نہ-

﴿ج﴾

(۱) **قال فی الشامیة و لو کان له اهل ببلدتین فایتهما دخلها صار مقیما** - روایت بالا سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور دونوں جگہوں میں پوری نماز پڑھے گا[1]- (۲) قصر کریں گے- **کما فی الشامیة و لا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة**[2]- البتہ جتنے روز اپنے گھر میں رہیں گے اس وقت پوری نماز پڑھیں گے[3]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الدرالمختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳۱، ج۲، طبع سعید وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۳۹، ج۲: طبع رشیدیه کوئٹه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوة ، باب صلاة المسافر، ص ٤٢٩، طبع قدیمی)

۲) الدرالمختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۵، طبع سعید) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشیدیه) وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۷٤، ج۱: طبع رحمانیه، لاهور)

۳) کما فی الدرالمختار: (من خرج من عمارة موضع اقامة...... قاصدا...... مسیرة ثلاثة ایام ولیالها صلی الفرض الرباعی رکعتین...... حتی یدخل مقام۔ (کتاب الصلوة، باب الصلوة المسافر، ص ۱۲۲ تا ۱۲۵، طبع سعید) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۲٦ تا ۲۳۳، ج۲: طبع رشیدیه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشیدیه)

چلتی ریل میں نماز اور تیمّم کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل کہ:

(۱) اس زمانہ میں جب کہ اکثر سفر بذریعہ ریل گاڑی کیا جاتا ہے اور بعض اوقات ریل گاڑی ہی میں نماز کا وقت آجاتا ہے- پھر اس میں نماز ادا کی جاتی ہے- اکثر بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ریل گاڑی میں حرکت زیادہ ہوتی ہے کھڑے ہونے میں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں گر نہ جائیں- لیکن گاڑیوں کی حرکتیں آپ کے مدنظر ہیں کیا اس عذر کو مدنظر رکھ کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں نیز اگر کسی نے بیٹھ کر پڑھ لی تو کیا کسی درجہ میں فرض ادا ہو گیا- جب کہ بعد میں نماز کا وقت بھی ختم ہے-

(۲) ریل چل رہی ہے اور نماز کا وقت تنگ ہے اور اب ریل میں پانی نہیں ملتا کیا تیمم کر سکتا ہے نیز تیمم کس سے کرے جبکہ ریل کی دیواریں لکڑی کی ہیں اور صاف ہیں اور نیچے والی مٹی صاف ہے اور کہیں گرد وغبار نہیں ہے- بینوا بالکتاب توجروا بالثواب-

﴿ج﴾

(۱) ریل گاڑی میں نماز فرائض ونوافل دونوں جائز ہیں- ریل گاڑی بمنزلہ سریر موضوع علی الارض کے ہے- کذا حققہ علامہ تھانوی رحمہ اللہ فی مجلد الاول من امداد الفتاویٰ [(۱)] فی اجوبۃ مسائل مختلفہ- استقبال قبلہ بھی ضروری ہے [(۲)]- نیز قیام بھی لازم ہے- ترک قیام بغیر عذر کے جائز نہیں ہے [(۳)] اگر بیمار ہو یا

---

۱) امدادالفتاوی: (کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۳۷۸، ج۱: طبع مکتبہ دارالعلوم، کراچی) وفی الدر المختار: (وان لم یکن طرف المعجلة علی الدابة جاز) لوواقفة لتعلیلهم بأنها) کالسریر- (کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹٤، ج۲، طبع رشیدیه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوۃ، ص ٤۰۸، فصل فی صلاۃ الفرض والواجب علی الدابة، طبع قدیمی) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۱۱۵، ج۲: طبع رشیدیه)

۲) کما فی الدر المختار: (ثم الشرط (هی) ستة...... والسادس استقبال القبلة (باب شروط الصلوۃ، ص ٤۲۷، ج۱: طبع سعید) وکذا فی حاشیة الطحطاوی (باب شروط الصلوۃ، ص ۲۱۰، طبع قدیمی) وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلوۃ، ص ۲٦۵، ج۱: طبع دارالکتب العلمیه)

۳) کما فی تنویر الأبصار مع شرحه: (ومنها القیام فی فرض لقادر علیه) وعلی السجود(باب صفة الصلوۃ ص ٤٤۵، ج۱: طبع سعید) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوفة، باب شروط الصلوۃ، ص ٤۹۳، طبع رشیدیه) وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلوۃ، ص ۲٦٤، ج۱: طبع دارالکتب)

ضعیف ہو کہ گاڑی کے چلنے سے گرنے کا اور اپنے آپ کو سنبھال کر نہ رکھنے کا خطرہ قوی ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے بغیر ان اعذار کے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے[1]۔

(۲) مسافر کو نماز کی فکر رکھنا چاہیے پہلے سے خیال رکھے کہ اس گاڑی میں پانی نہیں ہے۔ اسٹیشن سے گاڑی چلنے سے قبل پانی کا انتظام کرے، لوٹا بھر لے یا وضوء کر لے اور اگر غفلت ہوگئی ہے گاڑی چل پڑی اور پانی گاڑی میں نہیں ہے اور ساتھی مسافروں سے بھی نہیں مل سکتا اور وقت تنگ ہے تو بر قول امام زفر تیمم کر سکتا ہے۔ خلافاً للثلاثۃ۔ علامہ شامی نے اس امر کو ترجیح دی ہے کہ تیمم بھی کرے اور نماز پڑھ لے بعد میں وضوء کر کے نماز لوٹائے اور کہا ہے۔ هذا قول متوسط بين القولين و فيه الخروج عن العهدة بيقين[2]۔ اب رہا تیمم کا مسئلہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً کوشش کرے کہ پاک اینٹ پختہ یا خام مل جائے یا گرد و غبار جس سے تیمم جائز ہو سکے۔ اگر تختوں پر پڑا ہوا غبار مل سکے تو اس سے تیمم کرے[3] ورنہ شخص فاقد الطہورین کے حکم میں آ جائے گا۔ فاقد الطہورین کے بارے میں راجح عند العلامۃ الشامی یہ ہے کہ نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرتے ہوئے نماز ادا کرے۔ بعد میں قضاء کر لے المحصور و فاقد الطهورين يؤخرها عنده و قالا يتشبه بالمصلين وجوبا فيركع و يسجد ان وجد مكانا يابسا — والا يومى قائما ثم يعيد كالصوم[4] اس تشبیہ والی نماز میں نہ تو نیت کرنی ہوگی اور نہ ہی قرأت پڑھنی ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما فى الدر المختار: (ومن تعذر عليه القيام) اى كله (صلى قاعدًا كيف شاء) (كتاب الصلوة، باب اصلاة المريض، ص ٦٨١ تا ٦٨٢، طبع رشيديه جديد) وكذا فى مجمع الأنهر (كتاب الصلوة، باب صلاة المريض، ص ٢٢٧، ج١: طبع غفاريه) وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الرابع، ص ١٣٦، ج١: طبع رشيديه)

۲) الشاميه:

۳) كما فى تبيين (بظاهر من جنس الأرض وإن لم يكن عليه نقع وبه بلا عجز......بطاهر من جنس الأرض كالتراب والحجر والكحل (كتاب الطهارت، باب التيمم ص ١٢١ تا ١٢٢، ج١: طبع دار الكتب) وكذا فى النهر الفائق: (كتاب الطهارت، باب التيمم، ص ١٠٤ تا ١٠٥، طبع دار الكتب) وكذا فى الهنديه: (كتاب الطهارت، الباب الرابع، ص ٢٦، ج١: طبع رشيديه)

٤) الدر المختار: (كتاب الطهارة، باب التيمم، ص ٢٥٢ تا ٢٥٣، ج١: طبع سعيد) وكذا فى النهر الفائق: (كتاب الطهارة، باب التيمم، ص ٩٩، ج١: طبع دار الكتب العلميه) وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الطهارة، باب التيمم، ص ٢٥١، ج١: طبع رشيديه) كما فى الدر المختار مع شرحه: (لبعده ميلا) قيد بالبعد لانه عندعدم البعد لايتيمم و ان خاف خروج الوقت فى صلاة لها خلف خلافالزفر۔ وسيذكر الشارح ان الأحوط ان يتيم ويصلى ثم يعيد ويتفرع على هذا الاختلاف مالوازدحم جمع على بئرلايمكن الإستسقاء منها الا بالمناوبة الخ (كتاب الطهارة، باب التيمم، ص ٢٣٢ تا ٢٣٣، ج١، طبع سعيد) وكذا فى البحر (كتاب الطهارت، باب التيمم، ص ٢٤٤، طبع رشيديه) وكذا فى التبيين (كتاب الطهارت، باب التيمم، ص ١١٨، ج١ : طبع دار الكتب)

مسافرامام کی اقتداء میں مقیم مسبوق کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقیم نے مسافر کی اقتداء کی اور دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اب مقیم بقیہ نماز کو کس طرح پڑھے یعنی کیا تین رکعت میں قرأۃ فاتحہ وغیرہ کرے گا یا خاموش کھڑا رہے گا مہربانی فرما کر جزیہ بھی تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

شخص مذکور مسبوق لاحق ہے جس کا حکم یہ ہے کہ پہلے دو رکعت بغیر قرأۃ پڑھے پھر ایک رکعت قرأۃ کے ساتھ ادا کرے پہلے دو رکعت میں لاحق ہے اور تیسری رکعت میں مسبوق ہے اصل یہ ہے کہ لاحق گویا کہ خلف الامام ہی ہے اس لیے اس کو علی خلف الامام ہی نماز پڑھنی ہوگی اور مسبوق تو قضاء بعد فراغ الامام کرتا ہے- درمختار کی اس عبارت اور شامی کی تشریح سے حکم مذکور معلوم ہوتا ہے-ثم مالام فیه بلا قرأة ثم ما سبق به ان کان مسبوقا ایضا[1]-صریح جزیہ تلاش کرنے کی فرصت نہیں ہے-

ریل گاڑی پر متعین ملازمین کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو حضرات یہاں سبی میں سبی سکاؤٹس ٹرین ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں- یہاں سے کوئٹہ جاتے ہیں ایک رات کوئٹہ میں گزارتے ہیں اور ایک رات سبی میں-تو کیا یہ لوگ سفر کی نماز پڑھیں یا پوری نماز پڑھیں-

---

۱) الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، ص ٤١٤، ج٢: طبع رشيديه كوئٹه) وأيضاً فيه: اللاحق يصلى على ترتيب صلوة الإمام والمسبوق يقضى ماسبق به بعد فراغ الإمام (كتاب الصلوٰة، مطلب فيما لوأتى بالركوع اوالسجود، الخ، ص ٥٩٦، ج١: طبع سعيد) وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الفصل السابع فى المسبوق واللاحق، ص ١٩٢، ج١: طبع رشيديه) وكذا فى خلاصة الفتاوى: (كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشرا ص ١٦٦، ج١: طبع رشيديه)

﴿ج﴾

سبی کے رہنے والے سکاؤنٹس ٹرین ڈیوٹی کے دوران جب کوئٹہ میں رات گزاریں گے تو دوران سفر اور کوئٹہ شہر میں جو نمازیں آئیں گی ان میں قصر لازم ہے- البتہ جو نمازیں سبی میں رہتے ہوئے آئیں گی ان میں قصر نہیں ہے- اسی طرح کوئٹہ کے رہنے والے جو سبی میں رات گزاریں تو وہ بھی سفری نماز پڑھیں گے اور کوئٹہ شہر میں قصر نہیں کریں گے[1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی جگہ غیر قانونی طور پر رہنے والے کے لیے قصر یا اتمام کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی سعودی عرب جاتا ہے اور حکومت کی طرف سے قانونی طور پر اس کو چھ ماہ ٹھہرنے کی اجازت ہے- لیکن وہ خفیہ طور پر غیر قانونی کرتے ہوئے چھ ماہ سے زائد عرصہ وہاں قیام کرتا ہے- اب وہ اپنی نماز قصر پڑھے یا کامل ادا کرے اور قصر کی اجازت ہوگی- واضح رہے کہ اب اس کا مزید قیام جدید اپنے اختیار میں نہیں ہے اور گورنمنٹ کسی وقت اس کو عرب سے نکال سکتی ہے- اب وہ نماز کس طریق سے ادا کرے اور اس کی اقامت کون سی اقامت سمجھی جائے گی-

﴿ج﴾

شخص مذکور اگر کسی خاص شہر یا قصبہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر چکا ہے تو وہ اس شہر میں مقیم ہو گیا ہے- اب جب تک اس جگہ سے سفر نہیں کرتا اس کی وطن اقامت ختم نہیں ہوئی اس لیے وہ اس جگہ پر رہتے ہوئے پوری نمازیں پڑھے گا- خفیہ طور پر رہنا اس پر اثر انداز نہیں[2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما في تنوير الأبصار مع شرحه: من خرج من عمارة موضع اقامته قاصدا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها)...... صلى الفرض الرباعي ركعتين) حتى يدخل موضع مقامه (كتاب الصلوٰة ، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱ تا ۱۲۳ ، ج۲: طبع سعيد) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب المسافر ص ۲۲۶، ج۲: طبع رشيديه) وكذا في حلبي كبير: (كتاب الصلوٰة، فصل في صلاة المسافر، ص ۵۳۵، طبع سعيدی۔

۲) كما في الدر المختار: (من خرج من عمارة موضع اقامته...... قاصدًا......مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط...... صلى الفرض الرباعي ركعتين...... حتى يدخل موضع مقامه...... اوينوى اقامة نصف شهر بموضع واحد (صالح لها) ...... الخ (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۲ تا ۱۲۵ ، طبع سعيد) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۲۲۶ تا ۲۳۳، طبع رشيديه) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه)

دورانِ سفر ریل میں نماز ادا کرنے کے احکام

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اس کاروباری دنیا کے اندر انسان کو سفر کے مواقع حاصل ہوتے ہیں اور عموماً ریل گاڑی اور لاری کا سفر درپیش ہوتا ہے اور اثناء سفر میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور بسا اوقات گاڑی یا لاری سے اتر کر نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اگر تاخیر کی جائے تو وقت کے نکل جانے کا خطرہ ہوتا ہے تو صورت مذکورہ میں نماز ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

(۱) گاڑی میں بسا اوقات ہجوم کی وجہ یا کسی اور وجہ سے کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ملتی تو فریضۂ قیام کو ترک کر کے بیٹھ کر نماز ادا کرے یا نہیں۔

(۲) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی۔ بلکہ انسان باہر لٹکا ہوا ہوتا ہے یا اندر تنگی کے ساتھ کھڑے ہو کر وقت گزارتا ہے تو اس حالت میں نماز کس طرح ادا کرے۔ جبکہ رکوع وسجود پر بھی قادر نہیں آیا کھڑے ہو کر اشارے سے نماز ادا کرے یا نہیں۔

(۳) ریل گاڑی میں نماز ادا کرتے ہوئے بعض دفعہ جہت قبلہ منحرف ہو جاتی ہے تو نمازی نماز کے اندر قبلہ کی طرف پھر جائے یا ابتدائی قبلہ رخ کافی ہوگا۔

(۴) لاری میں کھڑے ہونے کا احتمال نہیں البتہ بیٹھنے کی جگہ مل جاتی ہے تو بیٹھ کر نماز اشارے سے پڑھے یا نہیں۔

(۵) لاری میں اکثر اوقات پانی نہیں ملتا اور نماز کا وقت بالکل قریب ہو جاتا ہے تاخیر سے قضاء کا خطرہ ہے تو تیمم سے نماز ادا کرے یا نہیں۔ اگر تیمم کرے تو کون سی چیز پر کرے جبکہ وہاں مٹی وغیرہ کا ملنا دشوار ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص صورت مذکورہ بالا میں نماز کو اپنے وقت میں ادا نہ کرے بلکہ ترک کر کے پھر قضاء کرے تو کیا قضاء کرنے کے بعد گنہگار بھی ہوگا یا نہیں؟

(۷) گاڑی یا لاری کو کشتی کی حالت پر قیاس کیا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ یہ مذکورہ صورتیں اس وقت پر محمول ہوں گی جب کہ ان کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ ورنہ پہلے تو صحیح طریقہ پر ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ جوابات باتعجیل مع الدلائل بحوالہ کتب تحریر فرما دیں۔

السائل نظام الدین شاہ عید گاہ مظفر گڑھ

ج

(۲،۱) بیٹھ کر پڑھنے کے لیے اگر عذر دوران راس ہے تو اس عذر سے بیٹھ کر پڑھنا اس شخص کے لیے جائز ہے جو حقیقۃً اس حال میں قیام پر قادر نہ ہو- و هو المختار للفتوی- كما قال فی الدر المختار صلی الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبة العجز واساء و قالا لا يصح الا بعذر و هو الاظهر برهانا- قال الشامی (و هو الاظهر برهانا) و فی الحلية بعد سوق الادلة والاظهر ان قولهما اشبه فلا جرم ان فی الحاوی القدسی و به نأخذ[1] اور اگر بیٹھ کر پڑھنے کے لیے عذر جگہ کی تنگی بوجہ ہجوم کے ہے تو اس صورت میں اگر یہ امید ہو کہ وقت کے اندر اندر گاڑی میں جگہ ہو جانے کی یا باہر اترنے کا موقع مل جائے گا تو بیٹھ کر یا اشارہ سے پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر وقت کے اندر اسے جگہ ملنے کی یا باہر بلا تکلیف اتر کر نماز ادا کرنے کی کوئی امید نہیں ہے تو اس وقت اسے حسب استطاعت قاعدا مع الرکوع والسجود یا قاعدا مع الایماء یا قائما مع الایماء پڑھ لینی ضروری ہے[2]- بعد میں قضا کرنا واجب ہے- دراصل صرف امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ خوف فوت وقت میں تیمم کرنا جائز ہے اگرچہ پانی قرب میں موجود ہو نیز اس میں بھی کہ تنگ مکان میں جہاں با قاعدہ نماز با رکوع وسجود ادا کرنا ممکن نہ ہو نماز با اشارہ پڑھنا ان کے نزدیک فرض ہے جب وقت میں با قاعدہ طور پر ادا کرنے کی کوئی امید نہ ہو سکے-

(اس تیمم کے کچھ اور مسائل بھی مختلف فیہ ہیں) اور ان سب مسائل میں باقی ائمہ احناف نماز کو ترک کرنے اور بعد الوقت قضا کرنے کا حکم دیتے ہیں- لیکن مختار للفتوی (وهو الاحتياط) یہ ہے کہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کر کے نماز پڑھی جائے اور پھر ائمہ احناف کے مذہب کے مطابق اس کی قضا کر لی جائے تاکہ خروج عن العهده باليقين ہو جائے- دیکھو علامہ شامی کی عبارت (لبعده ميلاً) قيد بالبعد لانه عند عدم البعد لا يتيمم و ان خاف خروج الوقت فی صلوة لها خلف خلافا لزفر رحمه الله و سيذكر الشارح ان الاحوط ان يتيمم و يصلی ثم يعيد و يتيمم علی هذا الاختلاف

---

۱) الدر المختار مع شرحه: (كتاب الصلوة، باب صلاة المريض، ص ۱۰۱، ج۲، طبع سعيد كراچی)
وكذا فی تبيين الحقائق: (كتاب الصلوة، باب صلاة المريض، ص ۴۹۵، طبع دار الكتب العلميه)

۲) كما فی البحر الرائق: الأسير فی يد العدو اذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوٰة، تيمم ويصلی بالإيماء ثم يعيد اذا خرج (كتاب الطهارة، باب التيمم، ص ۲۴۸، ج۱: طبع رشيديه) وكذا فی الشاميه (كتاب الطهارت، باب التيمم، ص ۲۳۵، ج۱: طبع سعيد) وكذا فی الهنديه (كتاب الطهارت الباب الرابع، الفصل الأوسل، ص ۲۸، ج۱: طبع رشيديه)

مالوازد حم جمع علی بئر لا یمکن الاستسقاء منها الابالمناوبة او کانوا عراة لیس معھم الاثوب یتنا وبونه و علم ان النوبة لا تصل الیه الابعد الوقت فانه لا یتیمم و لا یصلی عاریا بل یصبر عندنا و کذا لو فی مکان ضیق لیس فیه الا موضع یسع ان یصلی قائما فقط یصبرو یصلی قائما بعد الوقت الخ[1]۔

خط کشیدہ مسئلہ میں بھی امام زفر رحمہ اللہ کا خلاف ہے اور یہاں فتوی احتیاطا یہ ہے کہ امام زفر رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کر کے مطابق مذہب امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ اعادہ کیا جائے۔ اس لیے کہ امام زفر رحمہ اللہ کے قول کو بھی اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ کما قال الشامی ثم قال ما حاصله و لعل ھذا من ھؤلاء المشائخ اختیار لقول زفر لقوة دلیله[2]۔

(۳) اگر استقبال قبلہ پر قادر نہیں ہے تو اگر وقت کے اندر استقبال قبلہ کی قدرت متصور ہے تو نماز ادا نہ کرے اور اگر وقت کے اندر استقبال کی قدرت کی امید نہیں ہے تو حسب قدرت نماز ادا کرے۔ کما قال الشامی و ان عجز عنه (ای عن استقبال القبلة) یمسک عن الصلوة امداد عن مجمع الروایات و لعله یمسک ما لم یخف خروج الوقت لما تقرر من ان قبلة العاجز جھة قدرته ۔الخ[3]۔ اور اگر استقبال قبلہ پر قادر ہے تو استقبال فرض ہے ابتداءً استقبال کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی[4] اور اگر ابتداءً استقبال کے بعد گاڑی پھر جاوے اب اگر اس کے لیے پھر جانا ممکن ہے تو پھر جانا فرض،

---

۱) الدرالمختار مع شرحه: (کتاب الطھارت، باب التیمم ص ۲۴۴، طبع رشیدیه) وکذا فی تبیین: (کتاب الطھارت، باب التیمم، ص ۱۱۸، ج۱: طبع دارالکتب العلمیه)

۲) الدرالمختار مع شرحه: (کتاب الطھارت، باب التیمم، ص ۲۴۶، ج۱: طبع سعید) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الطھارت، باب التیمم، ص ۲۷۷، طبع رشیدیه) وکذا فی تبیین (کتاب الطھارت، باب التیمم، ص ۱۳۳، ج۱: طبع دارالکتب)

۳) الدرالمختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة مطلب فی الصلوٰة فی السفینة، ص ۶۹۱، ج۲: طبع رشیدیه جدید) أیضاً فیه: استقبال عاجز عنھا لمرض اوخوف عدو اواشتباہ فجھة قدرته اوتحریه قبلة له حکماً۔ (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۳۳، ج۲: طبع رشیدیه) وفی التبیین: والخائف یصلی الی أی جھة قدر) لتحقق العجز ویستوی فیه الخوف من العدو اوسبع (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۲۶۵، ج۱: طبع دارالکتب) وکذا فی النھر الفائق: (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۹۲، ج۱: طبع دارالکتب)

٤) کما فی الدرالمختار: (والسادس من شروط الصلوة) استقبال القبلة۔ (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۳۳، ج۲: طبع رشیدیه) وکذا فی التبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۲۶٤، ج۱: طبع دارالکتب) وکذا فی النھر الفائق: (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۹۱، ج۱: طبع دارالکتب)

ورنہ معاف۔ویلزمہ التوجہ الی القبلۃ عند افتتاح الصلوۃ کذا فی الکافی فی باب صلوۃ المریض و کلما دارت السفینۃ یحول و جھہ الیھا فلو ترک تحویل وجھہ الی القبلۃ و ھو قادر علیہ لا یجزیہ[1]۔

(۴) لاری کی صورت میں ٹھہرانا ممکن ہے اس لیے ڈرائیور سے کہا جائے وہ ضرور ٹھہرالیتا ہے اور اگر وہ نہ ٹھہراوے تو اگر وقت کے اندر کسی جگہ ٹھہرنے کی امید ہے تو لاری میں جائز نہیں ورنہ بضرورت ادا کرے بعد میں اعادہ کرے۔کمافی نمبر ا نمبر ۲[2]۔

(۵) جیسا کہ نمبر ا اور نمبر ۲ میں گزر چکا ہے کہ امام زفر رحمہ اللہ کے مذہب میں فوت وقت کے خطرہ سے تیمم کرنا جائز ہے۔اب اگر لاری کے کھڑے ہونے کی امید ہے تو وضو کرنا ضروری ہے۔ورنہ مذہب زفر رحمہ اللہ کے مطابق تیمم کرلے اور نماز پڑھ لے۔لیکن بعد میں اعادہ کرنا واجب ہے[3]۔البتہ اگر کوئی چیز تیمم کے لیے نہ ملے تو وہ حکم فاقد الطھورین میں ہے۔اس کے لیے حکم یہ ہے کہ تشبیہ بالمصلین کرے۔لیکن اترنے کے بعد باقاعدہ نماز پڑھے گا[4]۔

(۶) صورۃ مذکورہ میں صحیح عذر کے ساتھ گنہگار نہ ہوگا ورنہ ہوگا[5]۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) الھندیہ: (کتاب الصلوۃ، الباب الخامس عشر، ص ۱۴۴، ج ۱: طبع رشیدیہ) وکذا فی الدر المختار مع شرحہ: (کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المریض، ص ۶۹۱، ج ۲: طبع رشیدیہ) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المریض، ص ۲۰۶، ج ۲: طبع رشیدیہ کوئٹہ)

۲) تقدم تخریجہ: (تحت حاشیۃ نمبر ۲، جواب مذکورہ، صفحہ نمبر ۵۰۸)

۳) تقدم تخریجہ: (تحت حاشیۃ نمبر ۳، جواب مذکورہ، صفحہ ۵۰۸)

۴) کمافی الدر المختار: المحصور فاقد الطھورین یؤخرھا عندہ وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یؤمی ثم یعید کالصّوم۔ (کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ص ۲۵۲ تا ۲۵۳، ج ۱، طبع سعید) وکذا فی النھر الفائق: (کتاب الطھارت، باب التیمم، ص ۹۹، ج ۱: طبع دار الکتب) وکذا فی البحر (کتاب الطھارت، باب التیمم، ص ۲۵۱، ج ۱: طبع رشیدیہ)

۵) کما فی الدر المختار: اذ التاخیر بلاعذر کبیرۃ لاتزول بالقضا بل بالتوبۃ (کتاب الصلوۃ، باب قضا الفوائت، ص ۶۲۶ تا ۶۲۰، طبع رشیدیہ جدید) وفی جامع المھلکات: ان بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوۃ، (کتاب التحذیر، ص ۲، طبع دار الکتب) کما قال اللہ تعالیٰ: فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون، (سورۃ المصطففین، آیت نمبر ۵)

ریل کے سفر سے متعلق احکامات

س
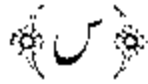
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ گاڑی میں نماز کا کیا حکم ہے۔ گاڑی کی نماز سے متعلق مندرجہ ذیل مسائل پیدا ہوتے ہیں از راہ مہربانی سب کا جواب عنایت فرمادیں۔

(۱) موجودہ کتنے میلوں کے لیے نماز کی قصر کی جائے گی۔ (۲) شہر کی حدود کہاں تک شمار ہوگی۔ اسٹیشن تک شہر کی حدود ختم ہوتی ہیں یا نہیں۔ (۳) گاڑی کے اندر نماز ادا ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۴) عموماً لوگ گاڑی کے اندر تختے پر بیٹھ کر جس طرف ممکن ہو قبلہ رخ کا اہتمام کیے بغیر نماز پڑھ لیتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے (۵) قبلہ کا اہتمام لازمی ہے یا بہتر اور افضل (گاڑی کے اندر) (۶) اگر اہتمام ضروری ہے تو گاڑی کے اندر تو قبلہ رخ کا اہتمام مشکل ہوتا ہے کیا نماز ترک کر کے منزل پر پہنچ کر قضا کرے یا گاڑی کے اندر تحری کر کے نماز پڑھے۔ (۷) تحری نماز کی ابتداء میں ضروری ہے یا ساری نماز میں (۸) پہلے تحری کر کے شروع ہوا اور درمیان میں کوئی دوسرا شخص قبلہ کا صحیح رخ معلوم کر کے نمازی کا رخ بدلتا رہے تو کیا درست ہے یا نہیں (۹) گاڑی کے اندر نماز کا وقت ہو جائے اور پانی موجود نہ ہو تو کیا تیمم کر سکتا ہے یا نہیں (۱۰) گاڑی کے طہارت خانے میں جو پانی استنجاء کے لیے ہوتا ہے آیا اس سے اسی طہارت خانے میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ وہ جگہ ناپاک ہوتی ہے اور چھینٹیں پڑنے کا احتمال ہے۔ اس طرح بجائے طہارت کے نجاست حاصل ہوگی۔ (۱۱۔الف) گاڑی کے اندر پانی نہ ملے تو کیا تیمم کر سکتا ہے یا نہیں۔ (ب) تیمم کے لیے گاڑی میں صعید طیب کا ملنا محال ہے تو کیا کپڑے پر تیمم کیا جاسکتا ہے۔ (۱۲) اگر نماز کا وقت گاڑی میں آجائے اور منزل تک پہنچ کر وقت کے ملنے کا یقین ہو تو (الف) گاڑی میں نماز قصر کر کے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (ب) کسی اسٹیشن پر اتر کر نماز قصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ (ج) یا وہ اپنی منزل پر نماز ادا کرے۔ (۱۳) اگر نماز کا وقت گاڑی میں آجائے اور وہ وقت منزل تک پہنچنے سے پہلے جاتا ہو تو کیا نماز قضا کر لے یا اسی وقت گاڑی میں پڑھ لے۔ (۱۴) کیا سفر میں کسی ضروری کام کی وجہ سے یا تھکاوٹ کی وجہ سے محض فرض و واجبات پر اکتفا کر سکتا ہے یا سنن مؤکدہ کا ادا کرنا بھی ضروری ہے (۱۵) اگر سفر لمبا ہو اور نماز کے وقت گاڑی کسی اسٹیشن پر اتنی دیر ٹھہرے کہ جس میں محض فرائض ادا ہو سکتے ہیں تو کیا محض فرض پر اکتفا کرے یا اس وقت سنن بھی ضروری ہے۔ (۱۶) اگر سنتیں ضروری ہیں تو کیا وہیں پڑھنا لازمی ہے یا منزل پر پہنچنے پر قضا یا ادا کی صورت میں پڑھے (۱۷) اگر کوئی شخص قصر کرنا بھول جائے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ آیا گنہگار تو نہ ہوگا اور نماز واجب الاعادہ تو نہیں۔

﴿ج﴾
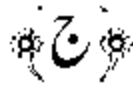
(۱) موجودہ اڑتالیس میل پر نماز قصر کی جائے گی[۱]۔ (۲) جہاں تک شہر کے مکانات و مصالح پھیلے ہوئے ہوں وہاں تک شہر کی حدود شمار ہوں گی مصالح مصر مثلاً چونگی، اسکول وتھانہ وقبرستان وغیرہ اسٹیشن اگر شہر سے متصل ہو جنھیں فقہاء فناء مصر سے تعبیر کرتے ہیں[۲]۔ (۳) گاڑی کے اندر نماز ادا ہوسکتی ہے (۴،۵) جسے قدرت علی القیام حاصل ہو اس کو کھڑا ہونا نماز میں فرض ہے[۳]۔ نیز استقبال قبلہ گاڑی میں بھی فرض وشرط ہے[۴]۔ لوگوں کا ایسا کرنا درست نہیں۔ قدرت علی القیام رکھتے ہوئے کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے اور یا استقبال قبلہ پر قادر ہونے کے باوجود استقبال نہ کرے تو ہر دونوں صورتوں میں نماز نہیں ہوگی (۶،۷) تحری ابتدا سے آخر تک واجب ہے لہٰذا تحری بدلنے سے اس کا قبلہ بدلے گا اور اس پر ساتھ ساتھ بدلنا واجب ہوگا[۵]۔ (۸،۹،۱۰)

---

۱) فی تنویر الأبصار: من خرج من عمارة موضع اقامته...... قاصداً...... مسيرة ثلاثة أيام...... صلى الفرض الرباعی رکعتين۔ (كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱ تا ۱۲۳، طبع سعید) وكذا في تبيين الحقائق: (كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۵۰۷، طبع دارالكتب) وكذا فی الهنديه (كتاب الصلوة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه)

۲) کما فی تبيين الحقائق: اما الأول فإنه يقصر اذا فارق بيوت المصر لماروی أنه عليه الصلوٰة والسلام قصر العصر بذی الحليفة...... ثم المعتبر المجاوزة من الجانب الذی خرج منه حتی لوجاوز عمران المصر قصر۔ الخ (كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۵۰۷، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا فی النهر الفائق: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۳٤٤، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا فی الهنديه (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه)

۳) کما فی النهر الفائق: وفرضها التحريمة والقيام۔ (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۱۹۲، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا فی تبيين (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۲۷۲، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلوٰة الباب الرابع فی صفة الصلوٰة، الفصل الأوّل، ص ٦۹، ج۱: طبع رشيديه)

٤) کما فی تبيين: (وهی) ای الشروط...... استقبال القبله (كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۲٦٤، طبع دارالكتب) وكذا فی النهر (كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، ص ۱۹۱، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الثالث، الفصل الثالث، ص ٦۳، ج۱: طبع رشيديه)

۵) کما فی الدرالمختار: (ويتحرى عاجز عن معرفة القبلة) بمامر (فإن ظهر خطؤهٗ لم يعدوان علم به فی صلاته اوتحول رأيه) ولو فی سجود سهو (استدار وبنى) (كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، ص ۱٤۳، ج۲: طبع رشيديه جديد) وكذا فی النهر (كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، ص ۱۹۲ تا ۱۹۳، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الثالث، الفصل الثالث، ص ٦٤، ج۱: طبع رشيديه)

حقیقت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے فریضہ نماز کی ادائیگی کا فکر ہو تو وقت سے پہلے وہ وضو کا اہتمام کرے اور جس اسٹیشن پر گاڑی زیادہ ٹھہرے وہاں وضو بنالے اور اگر وہاں وضو نہ بنا سکے تو گاڑی کے اندر جو بیت الخلاء ہوتے ہیں۔ان میں پانی کا انتظام ہوتا ہے۔اس پانی سے وضو کرے اتنے وہ نجاست سے بھرے ہوئے نہیں ہوتے کہ بجائے طہارت کے نجاست حاصل ہو بلکہ بسہولت وضو کر سکتا ہے اور نجاست سے بچ سکتا ہے۔خصوصاً اگر سفر میں وضو بنانے کے لیے لوٹا وغیرہ کوئی برتن ساتھ رکھے تو اور بھی نجس چھینٹوں کے لگنے کا احتمال ختم ہوتا ہے۔ نیز گاڑی میں سفر کرنے والوں کو یہ عموماً معلوم ہوتا ہے کہ فلاں اسٹیشن سے گاڑی میں اس طرح نماز پڑھنے سے نمازی ٹھیک قبلہ رخ ہوتا ہے۔ نیز گاڑیوں میں سفر کرنے والے عموماً مسلمان ہوتے ہیں اگرچہ خود بے عمل ہوں جب بھی کوئی نماز کے لیے جگہ کے متعلق کہتا ہے تو اس کو جگہ دے دیتے ہیں۔ چنانچہ تبلیغی جماعت والے جب گاڑی میں سفر کرتے ہیں تو اگر کسی اسٹیشن پر باجماعت نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔تو ڈبے کے اندر اذان دے کر باجماعت نماز ادا کر لیتے ہیں الحاصل۔نماز کے اوقات وسیع وفراخ ہیں۔اگر کسی کو نماز کی ادائیگی کا فکر واہتمام ہو تو وہ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے بھی صحیح وضو سے کھڑے ہو کر قبلہ رخ ہو کر باجماعت نماز ادا کر سکتا ہے[1]۔لیکن اگر غفلت ہو تو سب کچھ کے ہوتے ہوئے بھی نماز قضا کر لیتے ہیں۔

(۱۱-۱۳) گاڑی کے اندر تیمم کی یہ شرط کہ متیمم پانی سے ایک میل دور ہو نہیں پایا جاتا ہے بسا اوقات پٹریوں کے قریب قریب پانی ہوتا ہے اگر نہ بھی ہو تو پھر یہ بات کہ تا ادائیگی صلوٰۃ وہ پانی سے میل دور ہو یہ بات نہیں ہوتی اس لیے تیمم کرنا جائز نہیں[2] لیکن اگر یہ شرط پائی جائے۔ نیز گاڑی میں بھی اندر سے پانی نہ ملتا ہو اور اسٹیشن تک

---

۱) ومن اراد أن يصلي في سفينة فرضاً أونفلا فعليه أن يستقبل القبلة حتى قدر على ذلك اوليس له أن يصلي إلى غير جهتها حتى لودارت السفينة وهو يصلي وجب عليه أن يدور إلى جهته القبلة حيث دارت...... ومحل كل ذلك اذا خاف خروج الوقت قبل أن نصلي السفينة أوالفاطرة إلى المكان الذى يصلي فيه صلاة كاملةً ولاتجب عليه الاعادة اومثل السفينة القطر البخارية البريد، والكاترات ابحونه ونحوها۔ (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة، كتاب الصلوة، بحث صلاة الفرض في السفينة، ص ۱۹۷، ج۱، دارالفكر)۔ وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب صلاة المريض، ص ۱۰۱ تا ۱۰۲، ج۲: سعيد)

۲) والتقدير بالميل هوالمختار في حق المسافر، قال الفقيه ابوجعفر: أجمع اصحابنا على أنه يجوز للمسافر أن يتيمم إذا كان بينه وبين الماء ميل، وان كان أقل من ذلك، لايجوز وان خاف خروج ...... الحلبي كبير: فصل في التيمم ص ٦٧، سعيدى بلك خانه)
وكذا في التاتارخانيه: باب اليتمم ص ۲۳، ج۱۱ ادارة القرآن، وكذا في الهندية، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، ص ۲۷، ج۱، رشيديه)

گاڑی پہنچنے میں نماز قضا ہو جائے تو تیمم کر کے نماز ادا کرے۔ لیکن یہ نماز دوبارہ قضا کرلے[۱] اور بہتر یہ ہے کہ سفر میں پاک ڈھیلا بھی ساتھ رکھے بوقت ضرورت اسے استعمال کرلے اور تیمم کے جواز کی صورت میں اس سے تیمم بھی کرلے۔ اگر ڈھیلا ساتھ نہ ہو تو گاڑی کے تختوں پر گرد ہو یا کپڑوں پر گرد پڑا ہو تو اس سے تیمم کرلے اوپر کے تختوں کا گرد پاک ہوتا ہے اگر من جنس الارض کوئی چیز ساتھ نہ ہو اور کپڑوں و تختوں پر گرد نہ ہو تو ان سے تیمم جائز نہیں[۲]۔ (۱۱۲ ب ج) جو بھی صورت اختیار کرلے جائز ہے لیکن جس صورت میں اطمینان و دھیان و خشوع و خضوع سے نماز پڑھ سکے اور گھر و منزل و اسٹیشن پر پہنچنے سے وقت مکروہ بھی داخل نہ ہو تو وہ صورت اختیار کرنا بہتر ہے۔ مکروہ وقت سے پہلے ادا کرے[۳] (۱۶،۱۵،۱۴) مسافر کو اگر اطمینان و سکون ہو اور کوچ و روانگی کا وقت نہ ہو تو سنتیں ادا کرلینا بہتر ہے۔ جیسے کہ حضر میں نوافل کیونکہ سفر میں فرض و واجب کے علاوہ سنتیں مؤکدہ و غیر مؤکدہ نوافل کے حکم میں ہیں۔ مسافر چاہے انھیں پڑھے یا نہ پڑھے یہ اسے شرعاً رخصت ہے۔ اگر اسے اطمینان و سکون نہ ہو اور کوچ و روانگی کا وقت کم ہو تو نہ پڑھے[۴]۔ (۱۷) اگر کوئی قصر کرنا بھول جائے اور اتمام کرلے تو اس کی نماز ہو جائے گی اور وہ گنہگار بھی نہیں ہوگا[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) وقیل یتیمم لفوات الوقت قال الحلبی والاحوط أن یتیمم ثم یعیده ..... فینبغی ان یقال یتیمم ویصلی ثم یعید الوضوء ، الدر المختار کتاب الطهارت باب التیمم ، ص ۲٤٦ ، ج ۱ ، سعید)
وکذا فی حلبی کبیر : فصل فی التیمم ص ۷۵ ، سعیدی کتب خانه)

۲) یظهر من جنس الارض وان لم یکن علیه نقع "ای غبار" الدر المختار ، ص ۲۳۸ ، إذا کان مسبوکین وکان علیهما غبار یجوز التیمم بالغبار الذی علیهما کما فی الظهیریة : أی إن کان یظهر أثره بمده علیه کما مر ولکن اوینظر فیه الی ولفلة ، ردالمحتار کتاب الطهارة ، باب التیمم ، ص ۲٤۱ ، ج ۱ ، سعید) وکذا فی حلبی کبیر : فصل فی التیمم : ص ۷٦ ، ج ۱ : سعیدی کتب خانه) وکذا فی الهندیه : کتاب الطهارة ، ص ۲٦ ، ۲۷ ، ج ۱)

۳) ولایفرط فی التاخیر حتی لاتقع صلاة فی وقت مکروه ، ردالمحتار : کتاب الطهارة ، باب التیمم ص ۲٤۹ ، ج ۱ ، سعید) ومثله فی البدائع : کتاب الصلوة ، فصل وأمابیان وقت التیمم ص ٥٤ تا ٥٥ ، ج ۱ ، رشیدیه)

٤) ویأتی المسافر بالسنن ان کان فی حال أمن وقرار والا بأن کان فی خوف و فرار یاتی بها هوالمختار ..... قیل الافضل الترك ترخیصاً وقیل الفعل تقرباً ، الدر المختار مع ردالمحتار : کتاب الصلوة ، باب صلوة المسافر ، ص ۱۳۱ ، ج ۱ : سعید) وکذا فی الهندیة : کتاب الصلوة ، الباب الخامس عشر فی السفر ، ص ۱۳۹ ، ج ۱ : رشیدیه)
وکذا فی البحر الرائق : کتاب الصلوة ، باب صلوة المسافر ، ص ۲۲۹ ، ج ۲ ، رشیدیه)

٥) فلو أتم مسافر ، ان قعد فی القعدة الاولی ، تم فرضه ولکنه أساء لو عامداً لتا خیر السلام وترك الواجب القصر۔ الدر المختار : کتاب الصلوة ، باب صلوة المسافر ، ص ۱۲۸ ، ج ۲ ، سعید۔ وکذا فی تبیین الحقائق : کتاب الصلوة ، باب صلوة المسافر ، ص ٥۱۱ ، ج ۱ : دار الکتب العلمیه)
وکذا فی الهندیه : کتاب الصلوة ، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر ص ۱۳٦ ، ج ۱ : رشیدیه)

باب فی احکام العیدین

ایک مسجد میں دو بار نماز عید کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں تقریباً اڑھائی سال سے از طرف اہلسنت والجماعت امام مقرر ہے- پانچ وقت نماز اور جمعہ پڑھاتا ہے- امام مسجد کی تنخواہ اور خورد و نوش و رہائش کا انتظام اہلسنت والجماعت کی طرف سے ہے- گذشتہ عید الفطر کے موقع پر غیر مقلدین نے تقاضا کیا کہ ہمیں عید کی نماز پڑھنے کے واسطے اجازت دی جائے- مصلحت کی بنا پر بغیر مسئلہ پوچھنے کے سب انسپکٹر نے حکم صادر فرمایا کہ ساڑھے سات بجے غیر مقلدین نماز عید پڑھیں اور آٹھ بجے اہل سنت والجماعت عید کی نماز ادا کریں اور اسی طرح کیا گیا- ایک جگہ دو بار عید کی نماز ادا کی گئی- عوام لوگوں نے اعتراض کیا کہ ایک جگہ دو دفعہ عید کی نماز پڑھنا منع ہے- اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ ایک جگہ مسجد میں دو بار دو امام علیحدہ علیحدہ عید کی نماز پڑھا سکتے ہیں کہ نہیں۔

چونکہ ایک جگہ (یعنی جہاں امام مقرر ہو اور قوم بھی معلوم ہو) ایک نماز کی جماعت ہو جانے کے بعد دوبارہ اسی جگہ اسی ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ جماعت کرنا مکروہ ہے[1]- لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ جگہ پر ایک ہی

---

۱) ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لافی مسجد طریق أومسجد لاامام له ولا مؤذن، الدر المختار: کتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۵۵۲، ج۱: سعید)

وکذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰة الباب الخامس فی الامامة، ص ۸۳، ج۱: رشیدیه)

وکذا فی الفقه الاسلامی وأدلته: الفصل العاشر انواع الصلوٰة، تاسعاً، تکرار الجماعة فی المسجد ص ۱۱۸۲، ج۲، دارالفکر)

عن ابی یوسف رحمه الله: أنه ان لم تکن الجماعة علی الهیئة الأولی لاتکره وهوالصحیح، وبالعدول عن المحراب مختلف الهیئة..... وبه نأخذ، ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الامة، ص ۵۵۳، ج۱، سعید)

وکذا فی البزازیة علی هامش الهندیه: کتاب الصلوة الخامس عشر فی الامامة، ص ۵۶، ج۴، رشیدیة) وکذا فی حلبی کبیر: السائل المتفرقة، ص ۶۱۵، ج۱، سعیدی کتب خانه)

جماعت ہو اور اہل سنت والجماعت کا امام جب اسی جگہ مقرر ہے تو انھیں حق ہے کہ وہاں عید کی نماز پڑھیں[1] اور غیر مقلدین ان کے پیچھے عید کی نماز ادا کریں۔ جو کہ اتفاق اور جمعیت کی صورت ہے اور پسندیدہ ہے اور انتشار بین المسلمین سے بچاؤ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کے بعد مصافحہ کا حکم

﴿س﴾

مسئلہ پشاور کے ایک مولانا نے تحریری حکم فرمایا ہے کہ نماز عید کے بعد معانقہ اور مصافحہ کرنے والا گناہ گار نہیں بلکہ حدیث شریف کی کتاب مشکوۃ میں موجود ہے اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہے۔

(۱) مندرجہ بالا عبارت درست ہے یا غلط۔

(۲) اگر غلط ہے تو اس مولانا کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور میل جول (تعلقات) رکھنا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ مصافحہ اور معانقہ ابتدائے ملاقات کے وقت مسنون ہے اور وداع کے وقت میں مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا بعد از نماز عید مسنون تو ہرگز نہیں ہے کیونکہ اس کا ثبوت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے ہاں بعض علماء اس کو بدعت مباحہ کہتے ہیں اور بعض علماء اس کو بدعت مکروہہ کہتے ہیں اور مولانا عبدالحئی صاحب اپنے فتاویٰ کے ج۲ ص۴۵ پر فرماتے ہیں۔ **علی کل تقدیر ترک اس کا اولیٰ ہے۔**

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر عید کے بعد مصافحہ کرنے کو عوام دین کا ایک ضروری کام یا مسنون جانتے ہوں یا ہوتے

---

۱) وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......ولا یؤم الرجل الرجل فی سلطانہ ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ إلا باذنہ "الصحیح المسلم" کتاب المساجد ، باب من احق بالامامۃ، ص ۲۳۶ ، قدیمی) وکذا فی السنن الترمذی، ابواب الصلوۃ، باب من احق بالامامۃ، ص ۵۵، ج۱ : سعید) واعلم أن صاحب البیت ومثلہ إمام المسجد أولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الصلوۃ، باب المعاویہ، ص ۵۵۹، ج۱ ، سعید) وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ص ۶۰۷، ج۱ : مکتبہ رشیدیہ)

۲) واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقوا۔ "سورۃ ال عمران ، أیت نمبر : ۱۰۳)

امرھم بالجماعۃ ونھاھم عن التفرقۃ...... عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قال ان اللہ یرضی لکم ثلاثا...... ان تعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا وان تناصحوا من ولاہ اللہ امرکم الخ۔ تفسیر ابن کثیر : سورۃ ال عمران، الأیۃ: ۱۰۳ ، ص ۸۰، ج۲ ، قدیمی)

ہوتے اس کا اندیشہ ہو تب تو بدعت مکروہہ ہے اور اس سے اجتناب ضروری ہے اور اگر عوام دین کا ایک ضروری کام سمجھ کر نہ کرتے ہوں اور نہ اس کو مسنون جان کر کرتے ہوں بلکہ ویسے خوشی کے دن مزید مسرت اور مابین الفت ومودت پیدا کرنے کی خاطر کرتے ہوں۔ تب یہ عمل بدعت مباحہ شمار ہوگا اور رحمت ایزدی سے امید ہے کہ تب مؤاخذہ نہ فرمائیں گے کیونکہ بدعت شنیعہ کی تعریف میں یہ داخل نہیں ہوتا۔

جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ اور صاحب درمختار رحمہ اللہ عید کے دن عید مبارک باد کے کلمہ کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں۔ **کما قال فی الدرالمختار [۱] (باب العیدین) و التهنئة بتقبل الله مناو منكم لا تنكر (قوله لا تنكر) خبر قوله والتهنئة و انما قال كذلك لانه لم يحفظ فيها شئ عن ابى حنيفة و اصحابه و ذكر فى القنية انه لم ينقل عن اصحابنا كراهة و عن مالك انه كرهها و عن الاوزاعى انها بدعة و قال المحقق ابن امير حاج الاشبه انها جائزة مستحبة فى الجملة ثم ساق آثارا باسانيد صحيحة عن الصحابة فى فعل ذلك ثم قال والمتعامل فى البلاد الشامية والمصرية عيد مبارك عليك و نحوه و قال يمكن ان يلحق بذلك فى المشروعية والاستحباب لما بينهما من التلازم فان من قبلت طاعته فى زمان كان ذلك الزمان عليه مباركا على انه قد ورد الدعاء بالبركة فى امور شتى فيؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا ايضا اهـ**

وقال فى الدرالمختار [۲] (كالمصافحة) اى كما يجوز المصافحة انها سنة

---

۱) الدرالمختار: مع الرد، كتاب الصلوة، باب العيدين، ص ۱۶۹، ج۲، ايچ ايم سعيد)

۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، ص ۳۸۱، ج۶، ايچ ايم سعيد)
عن البراء ابن عازب رضى الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمان إذا تصافحا، لم يبق بينهما ذنب الا سقطه "المشكوة: كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقه، ص ۴۰۱، قديمى) وعن البراء بن عازب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن مسلمين يلتقيان فيصان فحان الاغفر لهما قبل ان يتفرقا الجامع الترمذى، أبواب الاستيذان، باب ماجاء فى المصافحه، ص ۱۰۲، ج۲، سعيد)
اعلم أن المصافحة سنة ومستحبة عند كل لقاء وما اعتاده الناس بعد صلاة الصبح والعصر لا اصل له فى الشرع على هذالوجه ولكن لابأس به فان اصل المصافحة سنة، كونهم محافظين عليها فى بعض الاحوال لايخرج ذلك البعض عن كونه من المصافحة التى ورد الشرع باصلها وهى من البدعة المباحة وقد شرحنا أنواع البدع فى اول كتاب الاعتصام..... فإن محل المصافحة المشروعة اول الملاقاة وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة، ثم إذاصلوا يتصافحون فاين هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مكروهة، من البدع المذمومة، المرقاة المفاتيح: كتاب الادب، باب المصافحة ولمعانقة، ص ۴۹۴، ج۲، دارالكتب العلمية)۔

قدیمة متواترة لقوله علیه الصلاة والسلام من صافح اخاه المسلم و حرک یده تناثرت ذنوبه واطلاق المصنف تبعا للدر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع والملتقی و غیرها یفید جوازها مطلقا و لو بعد العصر و قولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی اذکاره وغیره– الخ و قال الشامی تحته لکن قدیقال ان المواظبة علیها بعدالصلوات خاصة قد یؤدی الجهلة الی اعتقاد سنیتها فی خصوص هذه المواضع و ان لها خصوصیة زائدة علی غیرها مع ان ظاهر کلامهم انه لم یفعلها احد من السلف فی هذه المواضع ثم اطال فی ذالک فراجعه

(۲) مسئلہ ایسانہیں ہے کہ اس کی اقتداء میں نماز صحیح نہ ہو نماز اس کے پیچھے درست ہے[1]- ایسے معمولی مسائل کے سبب نزاع وفساد پیدا کرنا اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا حرام ہے- نزاع اور فساد پیدا کرنے والے مصافحہ کرنے والوں سے زیادہ مستحق ملامت ہیں- مسلمانوں کو چاہیے کہ اس قسم کے مسائل پیدا کر کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے والوں سے بچیں[2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کی نماز مسجد میں پڑھنا منع اور گناہ ہے حالانکہ مکہ والے حضور ﷺ کی زندگی میں مسجد میں پڑھتے رہے- آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا- مدینہ والے اب مدینہ کی مسجد میں پڑھتے ہیں- بینوا توجروا

---

۱) صلوا خلف کل بروفاجر، حلبی کبیر: کتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۵۱۳، سعیدی کتب خانه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: کتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۳۰۳، دارالکتب العلمیة، بیروت) وکذا فی شرح فقه الاکبر، ص ۲۲۷، دارالبشائر الاسلامیه)

۲) واعتصموا بحبل الله جمیعا ولاتفرقوا- سورة ال عمران: آیت نمبر: ۱۰۳-

امرهم بالجماعة ونهاهم عن التفرقة، وقدوردت الاحادیث المتعدادة بالنهی عن التفرق، والامر باالاجتماع والائتلاف، کما فی صحیح مسلم من حدیث سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ان الله یرضی لکم ثلاثا، ویسخط لکم ثلاثا، یرضی لکم أن تعبدوه ولا تشرکوا به شیأ وأن تعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا وأن تناصحوا من ولاه الله أمرکم، الخ - تفسیر ابن کثیر سورة الٰن عمران، الآیة: نمبر ۱۰۳، ص ۸۰، ج۲، قدیمی کتب خانه)

﴿ج﴾

عیدین کی نماز مسجد میں بھی ادا کرنا درست ہے-لیکن افضل صحرا یعنی (عیدگاہ میں) ادا کرنا ہے-مسجد حرام اس عام حکم سے مستثنیٰ ہے-اس میں عید کی نماز بلاکراہت درست ہے-والخروج الیها ای الی الجبانة لصلوة العید سنة و ان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح - (۱)

و حکی الطحطاوی عن شرح الموطأ للقاری ینبغی ان لایکون خلاف فی المسجد الحرام فانه موضع للجماعات والجمعة والعیدین والکسوفین والاستسقاء و صلوة الجنازة قال و هذا احد وجوه اطلاق المساجد علیه فی قوله تعالی انما یعمر مساجد الله- الایة- قلت فلو دخل فی حکمه المسجد النبوی فلا اشکال فی الصلوة علی ابنی البیضاء . (۲) فقط والله تعالیٰ اعلم

نماز عید میں تین زائد تکبیریں سہواً چھوٹ گئیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کے موقع پر دوسری رکعت میں تین زائد تکبیریں امام سے بھول کر رہ گئیں پھر امام نے سجدہ سہو کرلیا-اب نماز ہوگئی یا نہیں-فقط

﴿ج﴾

نماز اس کی ہوگئی ہے- (و السهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عندالمتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر واقره المصنف و به جزم فی الدرر قال الشامی: لکنه قیده محشیها الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا

---

۱) الدرالمختار: کتاب الصلوة، باب العیدین، ص ۱۶۹، ج۲: سعید)

وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة، باب أحکام العیدین، ص ۵۳۱، قدیمی کتب خانه)

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم یخرج یوم الفطر والأضحیٰ الی المصلی فأول شئی یبدأبه الصلوة ثم ینصرف، الصحیح البخاری: کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی ، ص ۱۳۱، ج۱: قدیمی کتب خانه)

۲) اوجزالمسالك: کتاب الصلوة، الصلوٰة علی الجنائز فی المسجد، ص ۳۵۲، ج۴، دارالکتب العلمیه)

داعی الی الترک (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فناءِ مصر کی تحدید

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فناء مصر اور مصلی المصر کی حدود اربعہ کتنے میل تک ہوتی ہیں۔ نیز ایک شہر اپنی تحصیل سے دو میل دور ہے اور اس میں کافی عرصہ سے تقریباً بیس سال تک جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے۔ اس میں نماز جمعہ اور عید ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جواز وعدم جواز پر دلائل سے روشنی ڈالیں۔

ج

تحدید بالفراسخ مطلق معتبر نہیں (۲) بلکہ اعتبار فناء مصر میں اس کا ہے کہ وہ جگہ مصالح مصر مثل دفن موتی ورکض خیل وغیرہ کے لیے مہیا ہو اور اگر مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم در بارہ جمعہ مستقل ہے۔ یعنی اگر وہ قریہ کبیرہ ہے جمعہ اس میں واجب الاداء ہوگا ورنہ نہیں۔ **قال فی الشامی والتعریف احسن من التحدید لانہ لا یوجد ذلک فی کل مصر و انما ھو بحسب کبر المصر و صغرہ۔ الخ۔ فالقول بالتحدید بمسافۃ یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیہ بانہ المعد لمصالح المصر۔ الخ۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

---

۱) الدر المختار مع ردالمحتار : کتاب الصلوۃ، باب سجود السهو، ص ۹۲، ج۲، سعید)وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی : کتاب الصلوۃ، باب احکام سجود السهو: ص ٤٦٥ تا ٤٦٦، ج۱: قدیمی) وکذا فی الهندیۃ: کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ص ۱۲۸ ج۱: مکتبہ رشیدیہ)

۲) ولا معتبر بالفراسخ ھوالصحیح، الهندیہ: کتاب الصلوۃ، الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، ص ۱۳۸ ج۱: رشیدیہ)

وکذا فی الهدایۃ: کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ المسافر، ص ۱۷۳، ج۱: مکتبہ رحمانیہ)

۳) والتعریف احسن من التحدید لانہ لا یوجد ذلک فی کل مصر وانما ھو بحسب کبرالمصر وصغرہ .. فالقول بالتحدید بمسافۃ یخالف التعریف المتفق علی ماصدق علیہ بانہ المعد لمصالح المصر فقد نص الأئمہ علی ان الفناء، ما أعدلدفن الموتی و حوائج المصر کرکض الخیل والدواب وجمع العساکر والخروج للرمی وغیر ذلک وأی موضع یحد بمسافۃ یسع عساکر مصر ویصلح میدانا للخیل والفرسان ورمی النبل والبندق البارود و اختیار المدافع)۔ ردالمحتار : کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۳۹، ج۲: سعید)

وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار : کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ المسافر، ص ۱۲۱، ج۲، سعید)

وکذا فی الهندیۃ: کتاب الصلوۃ، الباب الخامس، الخ، ص ۱۳۹، ج۱: مکتبہ رشیدیہ)

ضرورت کے سبب عیدگاہ کے بجائے مسجد میں نماز عید ادا کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق۔

(۱) ایک شہر کی ایسی عیدگاہ جس میں چالیس صفوں سے زائد صفیں ہوتی ہیں۔ ہر صف میں ڈیڑھ سو کے قریب آدمیوں کی تعداد ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ عیدگاہ کے اردگرد شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً کافی لوگ مزید جمع ہو جاتے ہیں اور ان کی کئی صفیں بن جاتی ہیں۔ شہری آبادی کے علاوہ اردگرد کے دیہات کے لوگ بھی کافی جمع ہو جاتے ہیں۔ ریت اور مٹی کے ٹیلوں پر کافی صفیں بے ترتیبی سے بن جاتی ہیں۔ اگرچہ عیدگاہ کے امام کے سامنے لاؤڈ سپیکر بھی رکھا ہوتا ہے۔ تب بھی ہزاروں کی تعداد کے بسبب اردگرد اور پیچھے کھڑے ہونے والے دور کے لوگوں کو وقت پر تکبیرات کا صحیح پتہ نہیں لگ سکتا جس کے سبب ادائیگی نماز میں کافی وقت ہو جاتی ہے۔ تقریباً پندرہ ہزار لوگوں کے اجتماع میں مختلف طبائع کے سبب جن لوگوں کو دوبارہ وضوء کی ضرورت پیش آ جائے تو ایسی عیدگاہ میں نہ طہارت خانے موجود ہیں نہ سقاوے۔ صرف ایک دو نلکے موجود ہیں جن پر بمشکل بیک وقت دو آدمی وضو کر سکتے ہیں۔ عموماً عیدگاہ میں آنے والے لوگ اپنے گھروں سے اور اردگرد کی مساجد وغیرہ سے وضو کر کے آتے ہیں۔ جب کافی وقت نماز کے انتظار میں لگ جاتا ہے تو پھر ضرورت پڑنے پر دوبارہ وضوء کرنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسے لوگ شدت کے ساتھ وضوء محفوظ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر ایسے شہر میں ایک وسیع وقدیم شاہی مسجد ہے جو شہر کی اکثر آبادی کے ایک طرف واقع ہے اور میونسپل کی حدود میں داخل ہے۔ اس میں پانی طہارت خانوں اور غسل کا بہترین انتظام ہے۔ اس مسجد میں بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات بھی ہوتے ہیں۔ ایسی مسجد میں اگر نماز عید پڑھنے کا انتظام کیا جائے جس میں شہریوں اور دیہاتیوں کی نماز عید آسانی کے ساتھ ادا ہو جائے تو مسجد میں نماز عید جائز ہو جائے گی یا نہ؟ ایسی مسجد میں نماز عید پڑھنے والوں کو نماز پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟

(۲) ملتان اور بہاولپور کی شہری حدود میں کئی مقامات اور مساجد میں نماز عیدین پڑھی جاتی ہیں۔ کیا ان لوگوں کی نماز عید بلا کراہت ادا ہو جاتی ہے یا نہیں۔ ملتان اور بہاولپور تو بڑے شہر ہیں۔ خانپور کٹورہ ضلع رحیم یار خان کی تحصیل ہے اس میں بھی شہری اور میونسپل کمیٹی کی حدود کے اندر ایک ہی مسلک کے مسلمانوں کی کئی جگہوں پر عیدین کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ کیا ایسی آبادی والے شہر کے اندر کئی جگہوں اور مساجد میں نماز عید جائز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۳) عرف عام میں شہروں کی حدود کا انداز حکومت کی طرف سے موجودہ زمانہ میں قائم ہو چکا ہے یعنی شہر کی میونسپل کمیٹی کی حدود۔ شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اسی عرف عام پر فتویٰ شہریت کی حدود کا دیا جائے گا

یا نہیں- کیا شرع محمدی میں شہری حدود کا مسئلہ کچھ دوسری صورت میں ہوگا- اسے بیان فرمایا جائے- فرض کیا جائے ایک زمانے میں ایک شہر کی آبادی صرف چھ ہزار تھی- اس کے تھوڑے فاصلے پر شہر کے باہر مسلمانوں نے عیدگاہ بنا رکھی تھی- کچھ عرصہ بعد شہر کی آبادی بڑھ گئی اور عیدگاہ بھی شہری حدود یعنی میونسپل کمیٹی کی حدود میں شامل ہوگئی- اب اس شہر کے لوگ نماز عید کے لیے میونسپل کمیٹی کی نئی حدود کے باہر دوسری عیدگاہ بنائیں یا اسی عیدگاہ میں پڑھتے رہیں جو شہری حدود میں شامل ہو چکی ہے- کیا نماز عید کے لیے شہری آبادی سے باہر جا کر نماز پڑھنا بطور زیادتی ثواب کے ہے یا بطور حکم ضروری سنت اور وجوب کے۔

(۴) کتب خانہ رحیمیہ یو- پی دیوبند کے طبع شدہ بہشتی زیور مکمل و مدلل کا آخری گیارھواں مکمل و مدلل حصہ بہشتی گوہر کے ص ۷۹ مسئلہ نمبر ۵ میں یہ عبارت موجود ہے- کہ نماز عیدین بالاتفاق شہر کی متعدد مساجد میں جائز ہے- اس عبارت پر حاشیہ میں ایک فقہ کی کتاب کا حوالہ بمع عبارت بھی تحریر ہے- یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط- نیز یہ مسئلہ کہ متعدد مساجد میں نماز عیدین جائز ہے- کسی مجبوری یا عذر یعنی بارش وغیرہ کے پیش نظر دیا گیا ہے یا بلا عذر بھی شہر کی متعدد مساجد میں نماز عید جائز ہوگی- نیز ایک شخص نے بہشتی گوہر کے اس مسئلہ کے متعلق یہ کہا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے اس مسئلہ کے غلط لکھنے سے رجوع کر لیا ہے کیا اس شخص کا کہنا کہ اس غلطی سے رجوع کر لیا ہے- صحیح ہے یا حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر بہتان ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- (۱) عیدگاہ (صحراء) میں عید کی نماز ادا کرنا سنت ہے- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عید کی نماز پڑھنے کے لیے باہر صحرا میں تشریف لے جاتے تھے[۱]- سوائے ایک دفعہ کے جس میں بارش کے عذر کی وجہ سے مسجد نبوی میں عید کی نماز ادا کی گئی[۲]- حالانکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی کتنی فضیلت ہے[۳]۔

---

۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ: قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی، فأول شئی یبدأبہ الصلوٰۃ، البخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی، الخ، ص ۱۳۱، ج۱: قدیمی) وکذا فی السنن ابی داؤد: ابواب العیدین باب اذالم یخرج، الخ ص ۱۷۱، ج۱، مکتبہ رحمانیہ) وکذا فی المشکوٰۃ: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ العیدین، ص ۱۲۷، ج۱، قدیمی)

۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انہ اصاب مطر فی یوم عید فصلی بھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ العید فی المسجد (مشکوۃ کتاب الصلوۃ، باب صلوٰۃ العیدین، ص ۱۲۶، ج۱، قدیمی)
(وکذا فی ابوداؤد: ابواب العیدین، ص ۱۷۱، ج۱: مکتبہ رحمانیہ)

۳) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ فی فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوٰۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ، بمسجد، الخ، ص ۴۴۶، ج۱، قدیمی کتب خانہ)

لہٰذا عیدگاہ میں نماز عید پڑھنا مسنون ہوگا۔ باقی عیدگاہ میں طہارت خانوں اور وضوء کی جگہ کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ انتظام موجود بھی ہو تب بھی عیدگاہ کی طرف نکلنا سنت ہوگا[۱]۔ اگر جامع مسجد میں نماز عید بلا عذر ادا کی گئی تو نماز عید ادا ہو جائے گی اگرچہ ایک سنت مؤکدہ فوت ہو جائے گی[۲]۔ کما قال فی الدر المختار[۳] (و الخروج الیہا) ای الجبانۃ للصلاۃ العید (سنۃ و ان وسعہم المسجد الجامع) ھو الصحیح۔ اسی طرح امداد الفتاویٰ میں[۴] بھی مسئلہ موجود ہے۔

(۲) ایک شہر میں متعدد مقامات پر عید کی نماز بلاکراہت ہو جاتی ہے۔ اگرچہ حتیٰ الوسع کم سے کم جگہوں میں نماز عید پڑھنے کا انتظام ہونا اولیٰ ہے۔ کما قال فی التنویر[۵]۔ (و تؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقاً.

(۳) شہری حدود میں عیدگاہ کے داخل ہو جانے کے بعد دوسری عیدگاہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے[۶] اسی پہلی عیدگاہ میں ہی پورا ثواب ملے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

شریعت میں تو شہر کے حدود وہ مقامات ہیں کہ جن کے ساتھ شہر کی ضروریات متعلق ہوں۔ مثلاً گھوڑ دوڑ کا میدان، چھاؤنی، قبرستان وغیرہ، اور شہر سے منفصل وہ مقامات ہیں کہ جن کے ساتھ شہری ضروریات کا تعلق نہ

---

۱) والخروج الی الجبانۃ فی صلاۃ العید سنۃ الخ، الھندیۃ: کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع عشر فی العیدین، ص ۱۵۰، ج۱: مکتبہ رشیدیہ) وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۱۷۸، ج۳، مکتبہ رشیدیہ)

۲) لو صلی العید فی الجامع ولم یتوجہ إلی المصلی فقد ترك السنۃ، البحر الرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ، العیدین، ص ۲۷۸، ج۲، رشیدیۃ) والسنۃ أن یخرج الامام الی الجبانۃ: الخانیۃ علی ھامش الھندیۃ: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ العیدین، ص ۲۸۳، ج۱، مکتبہ رشیدیہ)

۳) الدر المختار: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۱۶۹، ج۲، سعید)

٤) امداد الفتاوٰی: باب صلوۃ الجمعۃ والعیدین ص ۴۱۰، ج۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

۵) الدر المختار: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۱۷۶، ج۲، سعید) وتجوز إقامۃ صلاۃ العید فی موضعین الخ، الھندیۃ: کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع عشر فی صلاۃ العیدین، ص ۱۵۰، ج۱، مکتبہ رشیدیہ) وکذا فی البحر الرائق: : کتاب بر الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۲۸۳، ج۲، مکتبہ رشیدیہ)

۶) وان نظرنا إنہ لم یثبت مانع صریح من التعد دفالا ظھر الجواز مطلقاً والعید فیہ سواء إلا أنہ یستحب أن تؤدی بغیر حاجۃ إلا فی موضع واحد خروجاً من الخلاف، اعلاء السنن، ابواب الجمعۃ، ص ۷۲ تا ۹۱، ج۸، ادارۃ القرآن)

ہو- وہ شہری حدود سے خارج شمار ہوتے ہیں[1]- کمیٹی کی حدود کے پھیلاؤ کا مجھے تفصیلی علم نہیں ہے-

(۴) ویسے یہ مسئلے تو ہمارے ہاں صحیح ہیں- جیسا کہ جواب نمبر۲ میں ذکر کر دیا گیا ہے- جو شخص مولانا تھانوی رحمہ اللہ صاحب کے رجوع کرنے کا مدعی ہے وہ اس کا ثبوت پیش کرے- ہمیں اس کے رجوع کا کوئی علم نہیں ہے اور یہ مسئلہ بہشتی گوہر میں بعینہ اسی طرح موجود ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

فتنہ سے بچنے کے لیے عیدگاہ کے بجائے درسگاہ میں نماز عید ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں ایک قصبہ میں چند مودودی المسلک زمیندار رہتے ہیں انھوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی ہے- اور دوسرے محلّہ میں دیوبندیوں کی جامع مسجد علیحدہ ہے اور یہ مودودی کسی حق گو دیوبندی عالم کو مستقل طور پر ہمیشہ کے لیے اپنی مسجد میں رہنے نہیں دیتے- ایک چھوٹا سا میاں بھی رکھتے ہیں جو کہ ان چند آدمیوں کو نماز اور جمعہ پڑھا دیتا ہے اور ان کی پالیسی یہ رہتی ہے کہ اخبارات ایشیاء وغیرہ کتابی لٹریچر کے ذریعہ اپنے مسلک کی اشاعت کرتے رہتے ہیں اور گاہے گاہے مودودی مسلک کے لیڈروں کو منگا کر عوام کو دعوت دے کر لیکچر کرا دیتے ہیں اور عوام سے مودودیت کے فارم پُر کرا لیتے ہیں اور گاہے گاہے عوام کو پھنسانے کے لیے یوں بھی کرتے ہیں کہ دیوبندی مولویوں کو بلا کر اپنی مسجد میں تقریر کرا دیتے ہیں تا کہ دیوبندی عوام یہاں آنے جانے کے عادی ہو جائیں اور عوام کو ایسے موقع پر دعوتیں بھی کھلا دیتے ہیں اور دیوبندی حضرات پیسے اور دعوتوں کی لالچ میں وہاں چلے جاتے ہیں اور گاہے گاہے غیر مقلدوں کی تقریریں بھی کرا دیتے ہیں اور اس کے چند دن بعد مودودیوں کے فارم پُر کرا دیتے ہیں- ان کا بڑا زمیندار جو ہے وہ پختہ مودودی ہے- ابوالاعلیٰ کا پورا مظہر ہے-

---

۱) وفی الخانیة: ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوة ولیس بینهما مزرعة یشترط مجاوزته والا فلا "قال ابن عابدین و أشار الی أنه یشترط مفارقة ما کان من توابع موضع الاقامة کربض المصر وهو ماحول المدینة من بیوت و مساکن فانه فی حکم المصر و کذا القری المتصله بالربض فی الصحیح بخلاف البساتین ...... واما الفناء وهوالمکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب و دفن الموتی والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا، الدرالمختار: مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة المسافر ج۲، ص ۱۲۱، سعید) و کذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر فی صلوٰة المسافر، ص ۱۳۹، ج۱، رشیدیه)

(۱) اب اس صورت حال میں دیوبندیوں کی جامع مسجد کے عالم وخطیب کے لیے یہ ضروری ہے کہ مودودیوں کے مسلک کے نقائص بیان کرے اوران کے مسلک کی تردید کرے یا نہ بلکہ خاموش رہے۔اگر خاموش رہے تو گنہگار تونہیں ہوگا۔

(۲) ایسے مودودیوں کی دعوت پر جانا اوران کی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔

(۳) عیدگاہ ان مودودی زمینداروں نے عرصہ دوتین سال سے تعمیر کرائی ہے اوران کی تولیت وقبضہ میں ہے اورعید کی نماز عیدگاہ میں ہمیشہ دیوبندیوں کی جامع مسجد کا خطیب پڑھاتا رہتا ہے۔مگر چونکہ وہ مودودیوں کا مخالف ہے اورمودودی اس کے مخالف ہیں اس لیے وہ مودودی زمیندار چاہتے ہیں کہ اس کو امامت سے ہٹا کر کوئی دوسرا اپنی منشاء کے مطابق عید کے لیے امام رکھا جائے۔اس لیے عید کے موقع پر فتنہ ہو جاتا ہے۔چنانچہ امسال عید کے موقعہ پر عیدگاہ میں غیرمقلدوں اورمودودیوں نے مسلک دیوبندیوں کے امام کی توہین کرائی اوراپنا دوسرا علیحدہ سپیکر منگا کر اس میں گالی گلوچ نکالی۔جس کی وجہ سے جامع مسجد والی دیوبندی جماعت کوصدمہ پہنچا اورآئندہ کے لیے عزم کیا کہ ہم عید کی نماز جامع مسجد کی درسگاہ کے میدان میں جوکہ ایک کافی وسیع صحن ہے پڑھیں گے کیا اس فتنہ سے اعراض کرتے ہوئے مودودیوں کی عیدگاہ کوچھوڑ کر ہم جامع مسجد ودرسگاہ کے میدان میں عید کی نماز ادا کرسکتے ہیں شہری ودیہاتی سب دیوبندی صاحبان اس بات میں متفق ہیں۔بینوا تو جروا جزاکم اللہ۔

ج

مودودی صاحب کے خیالات اوران کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے۔اگر مودودی صاحب کے پیروکاران مخصوص اجتہادات کی تبلیغ میں مصروف ہیں تو حکمت علمی وعملی کے ساتھ مودودی صاحب کے ان مخصوص خیالات ومجتہدات سے لوگوں کوآگاہ کیا کریں اوران کے ساتھ ایسی مجالس اوردعوتوں میں شریک نہ ہونا چاہیے۔جن میں وہ ان گمراہ کن خیالات کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہوں۔عیدگاہ کے لیے کسی دیندار امام پر اتفاق کرانے کی کوشش کریں۔ جامع مسجد درسگاہ کے میدان میں عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے[1]۔بشرطیکہ صحت اوروجوب عید کے دیگر شرائط

---

۱) ثم خروجه...... أی ماشیاً الی الجبانة وهی المصلی العام والخروج الیها ای الی الجبانة لصلوٰة العید سنة، الدر المختار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۷۶، ج۲، سعید) وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۲۸۳، ج۲، رشیدیه) وکذا فی الهندیه: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر عیدین، ص ۱۵۰، ج۱، رشیدیه)

پائے جائیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عید کی نماز سے رہ جانے والوں کے لیے دوبارہ عید کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ عید کی نماز میں جماعت سے رہ جاتے ہیں ان کے لیے دوسری جماعت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور جو لوگ عید کی نماز میں خطبے کے بعد آتے ہیں ان کے لیے دوسری جماعت اور خطبہ پڑھنا چاہیے یا نہیں یا خود پڑھ سکتے ہیں یا ان کو دوسرا امام پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جو لوگ نماز عید سے رہ جائیں بایں صورت کہ عید گاہ میں امام نے اہل اسلام کو نماز پڑھا لی اور فارغ ہو گیا۔ اور پانچ دس پندرہ یا سو آدمی رہ گئے تو ان کو الگ جماعت کرنے کی اجازت نہیں امام کا خطبہ سن لیں اور اگر خطبہ بھی ہو چکا ہو تو کچھ دیر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور استغفار کر لیں تسبیحات و تکبیرات پڑھتے رہیں۔ پھر دعا مانگ کر چلے جائیں اور یہ کام انفرادی طور پر انجام دیں اجتماعی طور پر کرنا بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ **وانظر دلیل عدم قضاء فی العنایة**[2] **علی فتح القدیر والھدایه**[3] **من الجلد الاول**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

متعدد جگہوں پر نماز عید کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قصبہ ہے جس کی مردم شماری تقریباً ۱۲۰۰ بارہ سو پر مشتمل ہے۔ جس میں ایک بڑے عرصہ سے یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ لوگ عید کی نماز کے لیے عید گاہ میں چلے جاتے ہیں تو سارے قصبہ کی عورتیں سنگار کے بعد بازار میں آتی ہیں۔ جو لوگوں کے واپس ہونے کے بعد بھی بازار سے نہیں

---

۱) تجب صلوتهما فی الاصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوی الخطبة فانها سنة بعدها)۔ الدر المختار مع رد المحتار: کتاب الصلوة، باب العیدین ص ۱۶۶، ج۲، سعید) وکذا فی الھندیة: کتاب الصلوة، الباب السابع عشر فی العیدین، ص ۱۵۰، ج۱: رشیدیه)

۲) قوله ومن فاته صلاة العید مع الامام "أی صلی الامام وھو لم یدرکه وفاته عنه لم یقضها۔ العنایة علی فتح القدیر: کتاب الصلوة، باب العیدین، ص ۴۶، ج۲؛ مکتبه رشیدیه)

۳) وکذا فی الھندیه: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۵۶، ج۱، بلوچستان بکڈپو) والامام لو صلاھا مع الجماعة وفاتت بعض الناس لایقضیها من فاتته الخ، الھندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، ص ۱۵۱ تا ۱۵۲، ج۱: مکتبه رشیدیه)

نکلتیں-اس رسم کو بند کرنے کے لیے چنداں کوشش کی گئی لیکن ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا-اب گذشتہ عیدالاضحیٰ پر ایک مولوی صاحب نے عید کی رات لوگوں کو متنبہ کیا کہ اس رسم کو بند کرنے کے لیے کوئی عملی قدم اٹھانا چاہیے-لیکن کسی نے توجہ نہیں دی- آخر مولوی صاحب نے چیئرمین کی اجازت سے قصبہ کی جامع مسجد میں دوسری عید کی نماز پڑھائی جس میں ایک سو سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور اس رسم کو بند کیا-اب عرض یہ ہے کہ کیا مولوی صاحب نے جو کام کیا ہے یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں اور کیا مولوی صاحب ثواب کے مستحق ہونگے یا نہیں۔

دیگر یہ کہ اس وقت یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ یہ مولوی صاحب نے عید کی دوسری جماعت بنا کر ایک نیا فتنہ برپا کیا ہے اور لوگوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے-لہٰذا اب ان دونوں پہلوؤں کو دیکھ کر ہمیں صحیح حل سے مطلع فرما دیں-

﴿ج﴾

عید کی نماز میں اگر چہ اولیٰ یہ ہے کہ تعدد نہ ہو نیز یہ بھی اولیٰ ہے کہ شہر سے باہر ہو-شہر کے اندر مسجد میں نہ ہو- لیکن اس کے باوجود شہر کی مسجد میں دوسری نماز عید پڑھنی جائز ہے[1] اگر ایک جائز طریق پر عمل کرنے سے اتنی بڑی برائی روک دی جائے تو اسے برا نہ کہا جائے-البتہ ایک دو سال کے بعد جب یہ رسم ختم ہو جائے تو پھر سے نماز یکجا کر کے پڑھی جائے-واللہ تعالیٰ اعلم

ریڈیو وغیرہ پر ہلال عید و رمضان کی اطلاع کا حکم

﴿س﴾

جناب محترم مفتی محمود صاحب مدرسہ قاسم العلوم السلام علیکم!

---

۱) وان نظرنا إلى أنه لم يثبت مانع صريح من التعدد فالأظهر الجواز مطلقاً، والعيدفيه سواء إلا أنه استحب أن لاتودى بغير حاجة إلا في موضع واحد خروجاً من الخلاف، اعلاء السنن: ابواب الجمعة، باب تعدد الجمعة، ص ٧٢، تا ٧٣، ج٨، ادارة القرآن) يجوز تعددها في مصر واحد في موضعين وأكثر اتفاقاً، البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ٢٨٣، ج٢، مكتبه رشيديه) وكذا في الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر ف العيدين، ص ١٥٠، ج١ رشيديه) وكذا في الدرالمختار: كتاب الصلوٰة "باب العيدين" ص ١٧٦، ج٢، سعيد) الخروج اليها- أي الجبانة لصلاة العيد، سنة وان وسعهم المسجد الجامع، الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ١٦٩، ج٢: سعيد)

وكذا في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوٰة، باب احكام العيدين، ص ٥٣١، قديمى كتب خانه)

بعدہ عرض میداریم کہ دربارۂ رادیو وتلگراف ثنایان محترمان باتفاق خود علماءکرام دراحسن الفتاوی تحریر داشتہ اید کہ باخبار رادیو وتلگراف وغیرہ آلات خبر رسانی کہ از حکومت اسلامی باشد روزہ وعید کردن جائز است وحال انکہ چہار سال درمرور است کہ ازعربستان بذریعہ تلیگراف بافغانستان اعلان روزہ وعید مےشود- بازار افغانستان بذریعہ رادیو بتمام دنیا اعلان روزہ وعیدی شود- وحال آنکہ جید علماء بلکہ حکومت پاکستان براعلان رادیو وتلگراف روزہ وعیدنمی کنندمی دانیم کہ وجہ چیست کہ قول وفعل علماءکرام حکومت پاکستان مختلف است- بینوا توجروا بیانا شافیا کہ نزاع از بین علماء وزیرستان درومحو گردد---فقط

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- درفیصلہ علماء وراحسن الفتاوی این [1]طور نوشتہ است کہ (۳) مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء حجاز کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہوجائے اوراس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہوتو اس کے حدود ولایت میں سب کواس پر عمل کرنا لازم ہے- وعمل علماء پاکستان مخالف این فیصلہ نیست- زیرا کہ مملکت پاکستان برحدود ولایت شاہ افغان داخل نیست ازیں وجہ اعلان ریڈیو مملکت افغانستان موجب عمل برائے پاکستانیان نباشد حسب [2]فیصلہ علماء مذکورہ--- اما عدم عمل علماء براعلان ریڈیو مملکت پاکستان ازیں وجہ است کہ رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان موجودہ اولاً مشتمل بر جماعت علماء نیست وثانیا تحت احکام شرع فیصلہ نمی کنندو شہادت بطریق شرعی نمی گیرند- ازیں وجہ بر کمیٹی موجودہ علماء رااعتماد نیست ودرفیصلہ علماء تصریح است کہ ثبوت ہلال صوم وفطر اوبروئے جماعت علماء مجاز تحت احکام شرع شود- پس اعلان او از جانب حاکم مجاز درریڈیو شود- آن موجب عمل است واین شرائط تاحال اینجا موجود نیست لہٰذا قول وفعل علماء پاکستان باہم مختلف نیست- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من خود داعی ومنتظم ایں مجلس بودم درمدرسہ قاسم العلوم ملتان مجلس علماء منعقد شدہ وآنچہ دراحسن الفتاوی درج است من اورا مرتب کردہ ام بغور مطالعہ فرمائید- ہیچ تخالف درقول وفعل علماء نیست- اگر حکومت مجلس علماء قائم و بطریق شرعی شہادت گرفتہ فیصلہ کنند پس درحدود پاکستان عمل براں ضروری است وبس خارج از ولایت حکمے نافذ نمے شود- محمود عفا اللہ عنہ-

---

۱) احسن الفتاوی: کتاب الصوم، رسالہ عیون الرجال، ص ۱۷۰، ج٤، ایچ ایم سعید)

۲) فاما اذا كانت بعيدة فلايلزم احد البلدين حكم الآخر لأن مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فيعتبرفى اهل كل بلد مطالع بلدهم دون بلد الأخر، بدائع الصنائع كتاب الصوم، فصل وأما شرائطها، الخ، ص ٨٣، ج١، مكتبه رشيدية) وكذا فى التاتارخانية: كتاب الصوم الفصل السادس، الخ ص ٣٥٥، ج٢، ادارة القرآن) وكذا فى مجموعة الفتاوىٰ على هامش الخلاصة الفتاوى: كتاب الصوم، باب الشهادة، على رويت الهلال: ص ٢٥٦، ج١: مكتبه رشيدية)

''چاہ'' پر نماز عید کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسائل کہ:

(۱) چاہ پر جس کے اوپر چند درختوں کا سایہ اور سات آٹھ گھروں کی آبادی ہے نماز جمعہ اور پنجگانہ نماز باجماعت کا بھی وہاں کوئی بندوبست نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے صرف عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ نماز وہیں چاہ پر جو پڑھی گئی ہے اس میں یہ بھی کہا گیا ہو کہ فلاں جگہ جو قدیم الایام نماز جمعہ و جماعت و عیدین ہو رہی تھی اس کی جماعت عید نماز کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور لوگوں کو جبراً وقہراً روکا گیا ہو کہ وہاں بالکل نہ جانا اگر کوئی گیا تو اس کو یہاں سے اٹھادیا جائے گا۔

(۲) اگر اس چاہ پر یا اس کے اردگرد کسی اور مقام پر ہمیشہ کے لیے نماز پڑھنا جاری رکھیں تو کیا حکم ہے یعنی جو نماز پڑھی جا چکی اس کا کیا حکم ہے اور اس کے بعد جو سلسلہ نماز کا جاری رکھیں اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا بالبرھان توجروا عند الرحمٰن۔

(ج)

(۱) قریہ میں نماز عید پڑھنا صحیح نہیں۔ بحرالرائق[۱] میں ہے و افادان جمیع شرائط الجمعة وجوبا و صحة شرائط للعید الا الخطبة.

(۲) جو نماز عید اس قریہ میں پڑھی جا چکی اور جو آئندہ پڑھی جاتی ہے یہ نفل مکروہ ہوں گی نماز عید نہ ہوں گی شامی میں ہے[۲]۔ علی انه عید والافھو نفل مکروہ لا دائه بالجماعة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیرات تشریق کن پر واجب ہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تکبیرات تشریق قریہ والوں پر بھی واجب ہیں یا شہر والوں پر

---

۱) البحر الرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین: ص ۲۷۷، ج۲: مکتبه رشیدیه) وکذا فی الھندیة: کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع عشر فی العیدین: ص ۱۵۰، ج۱، مکتبه رشیدیه) وکذا فی الدرالمختار: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۱۶۶، ج۲، سعید) رویت ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت پر مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر الفقہ میں تفصیلاً بحث کی ہے۔ وہیں پر ملاحظہ فرمائیں:
جواھر الفقه: رؤیت ھلال کے شرعی احکام: ص ۴۰۱ تا ۴۰۲، ج۲، طبع مکتبه دارالعلوم، کراچی)

۲) (ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۱۶۷، ج۲، سعید)

واجب ہیں مدلل بیان فرمائیں۔

﴿ج﴾

تکبیرات تشریق نماز جمعہ وعیدین کی طرح شہر والوں، قصبات اور قری کبیرہ والوں جہاں نماز جمعہ وعیدین فرض وواجب ہوں ان جگہوں والوں پر جب کہ فرض نماز جماعت سے ادا کریں تو سلام پھیرنے پر ایک دفعہ جہر سے پڑھنا واجب ہے۔ الحاصل جو شرطیں نماز جمعہ کے لیے ہیں انھیں شرطوں سے یہ تکبیرات واجب ہیں اور جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض ہے ان پر واجب ہیں۔ **لما روى البيهقي في المعرفة وعبدالرزاق** (۱) **و ابوبكر بن ابي شيبة** (۲) **في مصنفيهما موقوفا عن علي رضي الله تعالى عنه لا جمعة و لا تشريق ولا صلوة فطر و لا صلوة اضحى الا في مصر جامع۔ الحديث بدائع الصنائع** میں ہے: (۳) **و اما بيان من يجب عليه فقد قال ابو حنيفة انه لا يجب الا على الرجال العاقلين المقيمين الاحرار من اهل الامصار المصلين المكتوبة بجماعة مستحبة فلا يجب على النساء والصبيان والمجانين والمسافرين و اهل القرى و من يصلي التطوع والفرض وحده۔ الخ۔ عالمگیری** (۴) **و اما شروطه فاقامة و مصر و مكتوبة و جماعة مستحبة هكذا في التبيين ۔**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید مساجد محلّہ میں منعقد کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز عید محلّہ کی مساجد میں (کہ جن میں سوڈیڑھ سو آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے) بلا کراہت درست ہے یا اس اجتماع عید کے بارہ میں شرعاً عظیم اجتماع مطلوب ہے اور اس اجتماع کے لیے کیا حد ہے نیز کیا عیدگاہ کا حدود شہر سے باہر ہونا مطلوب شرعی ہے اگر مطلوب شرعی ہے تو پھر موجودہ صورت میں ملتان شہر کی غالباً کوئی سی بھی عیدگاہ حدود شہر سے باہر نہیں کیونکہ اضافہ آبادی کی وجہ سے شہر ہر طرف چار چار پانچ پانچ میل سے زیادہ پھیل چکا ہے براہ کرم اس مسئلہ کی تفصیل دلائل و براہین سے تحریر فرما کر عامہ مسلمین کی صحیح رہنمائی فرمائی جائے۔ بینوا توجروا

---

۱) مصنف عبدالرزاق: كتاب الجمعه، باب القرى الصغار، ص ۷۰، ج۳، دار الكتب العلميه، بيروت)
مصنف ابن ابي شيبه: كتاب الجمعة، ص ۱۰، ج۲، مكتبه امداديه، ملتان)
۲) بدائع الصنائع: كتاب الصلوٰة، فصل و أمابيان، الخ ص ۱۹۷، ج۱، مكتبه رشيديه)
۳) الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر في العيدين، ۱۵۲، ج۱، مكتبه رشيديه)

﴿ج﴾

معلوم ہوکہ آبادی سے باہر کی عیدگاہ میں نماز عید افضل ہونے پر احسن الفتاوی[۱] میں تقریباً چار صفحات پر مشتمل تفصیلی بحث کی ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے۔(۱) کہ ایک شہر میں کئی جگہ نماز عیدین ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے۔وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا[۲]

(۲) سنت طریق کے موافق شہر سے باہر نماز عیدین ادا کرنا بہتر ہے اور اس میں فضیلت ہے بہ نسبت شہر میں ادا کرنے کے۔ ثم خروجہ۔ الخ۔ ای ماشیا الی الجبانۃ و ھی المصلی العام (والخروج الیھا) ای الی الجبانۃ لصلوۃ العید سنۃ...[۳] ای فی الصحراء فتاویٰ دار العلوم[۴] میں ہے۔ وقد وقع النزاع بین العلماء فی عصرنا فی ان الخروج الی المصلی سنۃ ام مستحب فافتی اکثر ھم بانہ سنۃ مؤکدۃ و ھذا ھو القول المنقول الموافق لکتب الاصول والفروع المطابق لما علیہ الجمھور و قیل انہ مستحب و ھو قول باطل لا وجہ لہ و افرط بعضھم فقال انہ واجب و ھو قول مردود لا عبرۃ بہ و للتفصیل مقام اٰخر' انتھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عید کے روز گلے ملنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کے دن مصافحہ کرنا، معانقہ کرنا، ملنا، ایک دوسرے کے پاس جانا جائز ہے یا بدعت ہے۔

---

۱) احسن الفتاویٰ: کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعۃ والعیدین، ص ۱۱۹، ج۲، ایچ ایم سعید)

۲) الدرالمختار: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۱۷٦، ج۲، سعید) وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰۃ "باب العیدین" ص ۲۸۳، ج۲، مکتبہ رشیدیہ) وکذا فی الھندیۃ: کتاب الصلوٰۃ، الباب الرابع عشر فی العیدین، ص ۱۵۰، ج۱، رشیدیہ)

۳) الدرالمختار مع ردالمختار: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۱٦۸ تا ۱٦۹، ج۲، سعید) وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی: کتاب الصلوۃ، باب احکام العیدین: ص ۵۳۱، قدیمی) وکذا فی الھندیۃ: کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع عشر فی العیدین، ص ۱۵۰، ج۱، رشیدیۃ)

٤) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: کتاب الصلوٰۃ، دارالاشاعت، کراچی)

﴿ج﴾

یہ عید کے روز نماز کے بعد معانقے اور مصافحے اور مبارکبادیاں سلف صالحین کے زمانہ میں نہیں تھیں۔ اس لیے اس کا ترک ہی مناسب ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کے بعد ایک خطبہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ اگر عید کی نماز میں صرف ایک خطبہ پڑھا جائے تو نماز عید ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

﴿ج﴾

نماز عید ادا ہوگئی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کا ایک خطبہ بھولے سے رہ گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز عید الاضحیٰ میں چھ تکبیرات زوائد صحیح پڑھی گئیں۔ خطبۂ ثانیہ امام صاحب بھول گئے سامعین میں سے کسی نے یاد نہیں دلایا۔ دوسرے دن یاد دلایا، اور امام صاحب کو بھی یاد آ گیا تو کیا خطبہ ثانیہ نہ پڑھنے کی وجہ سے نماز صحیح ہوئی یا نہ اور اس کا گناہ کس پر ہے اور اس غلطی کا تدارک کیا ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں نماز عید درست ہے خطبہ رہ جانے سے نماز میں کوئی نقص نہیں آتا[3] کیونکہ خطبہ نماز عید کے لیے شرط نہیں خطبہ کا تدارک نہیں ہوسکتا سہو کی بنا پر کوئی مجرم نہیں[4] اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) وقد تقدم تفصيله و تخريجة على صفحه ۵۱۳۔

۲) فانها سنة بعدها...... حتى لولم يخطب أصلا صح وأساء لترك السنة، البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۲۷۷، ج۲، مكتبه رشيديه) وكذا في النهر الفائق: كتاب الصلوة، باب العيدين، ص ۳۷۰، ج۱، طبع دار الكتب العلميه) وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب العيدين، ص ۱۷۵، ج۲، سعيد)

۳) تقدم تخريجه صفحه هذا حاشية نمبر ۱

۴) أن الله تعالىٰ وضع عن امتي الخطاء والنسيان وما استكرهوا عليه "مجمع الجوامع حرف الهمزة، ص ۲٦۸، ج۲، دار الكتب العلمية)

ایک مسجد میں دومرتبہ عید کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین محمدی و عارف بالفقہ الحنفی مسئلہ مذکورہ ذیل میں کہ جس مسجد میں ایک بار نماز عید پڑھائی جائے تو پھر اسی ہی وقت میں کوئی دوسرا مولوی بعض لوگوں کو دوبارہ عید پڑھائے کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں بمع حوالہ جات کتب مستفیض فرمائیں۔

﴿ج﴾

اگر کوئی شخص یا متعدد افراد نماز عید سے رہ جائیں تو کوشش کریں کہ کسی دوسری جگہ جامع مسجد یا عیدگاہ جہاں جماعت ملنے کا امکان ہو پہنچیں کیونکہ نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ ہو سکتی ہے اور اگر دوسری جگہ بھی نماز عید ملنے کا امکان نہ ہو تو اب نماز عید تنہا یا چند آدمیوں کا مل کر ادا کرنا جائز نہیں۔ یعنی اسی عیدگاہ میں جہاں ایک مرتبہ نماز عید ہو چکی ہو۔ بلکہ مستحب ہوگا کہ چار رکعت مثل صلوٰۃ ضحیٰ کے بغیر تکبیرات زائد کے پڑھ لیں اور یہ صلوٰۃ ضحیٰ ہوگی۔ والدلیل علی جمیع ذالک قول صاحب الدرو [1] (و لا یصلیها وحده ان فاتت مع الامام) الی قولہ۔ (و) لو امکنه الذهاب الی امام اخر فعل لانها (تودی بمصر) واحد (بمواضع) کثیرة (اتفاقاً) فان عجز صلی اربعاً کالضحی قال فی الرد۔ ای استحبابا کما فی القهستانی ولیس هذا قضاء۔ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین میں نماز سے قبل خطبہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھنا مشروع ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ میں خطبہ قبل از نماز اور عیدین میں بعد از نماز پڑھنا چاہیے عیدین میں خطبہ قبل از نماز بدعت

---

۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۱۷۵ تا ۱۷٦، ج۲، سعید)

وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۲۸۳ تا ۲۸٤، ج۲، مکتب رشیدیہ) ومثلہ فی النهر الفائق: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ص ۳۷۰، ج۱: دارالکتب العلمیة)

ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم

بھولے سے نماز عید کی زائد تکبیرات رہ گئیں

﴿س﴾

نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد قبل از قرأت تکبیرات زوائد امام کو بھول گئیں تشہد میں اس کو یاد آئیں امام نے سجدہ سہو نہیں کیا شرعاً یہ نماز صحیح ہے یا نہیں نماز عید میں ہزاروں کا اجتماع تھا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ ہزاروں کا اجتماع تھا تو امام نے بہتر کیا ہے کہ سجدہ سہو نہیں کیا۔ شرعاً یہ نماز صحیح ہے کیونکہ مجمع کثیر ہو اور اس زمانے میں عام لوگوں کو دین کے احکامات و مسائل معلوم نہیں ہوتے، تو لوگوں کے فتنہ؛ فساد میں پڑ جانے کا قوی امکان ہے۔ مندرجہ ذیل عبارات اس پر دال ہیں۔

(والسهو في صلوة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتاخرين عدمه في الاولين لدفع الفتنة كما في جمعة البحر و اقره المصنف و به جزم في الدر الخ۔ شامی میں ہے۔ **(قوله عدمه في الاولين) الظاهر ان الجمع الكثير في ماسواهما كذالك كما بحثه بعضهم و كذا بحثه الرحمتي و قال خصوصا في زماننا و في جمعة حاشية ابى السعود عن العزمية انه ليس المراد عدم جوازه بل الاولى تركه لئلا يقع الناس في فتنة**(۲) **عالمگیری**(۳) میں ہے۔ **السهو في الجمعة والعيدين والمتكوبة والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا يسجد للسهو في العيدين والجمعة لئلا يقع الناس في فتنة كذا في المضمرات۔** الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ويخطب بعدها خطبتين "وهماسنة" فلو خطب قبلها صح وأساء ۔ لترك السنة، وما يسن في الجمعة ويكره يسن فيها ويكره۔ الدرالمختار فانهما سنة هنا لا في خطبة الجمعة، الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب العيدين، ص ۱۷۵، ج۲، سعيد) وكذا في تبيين الحقائق: كتاب الصلوة، باب العيدين، ص ۵۴۳، ج۱: دارالكتب العلمية)

۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب سجودالسهو، ص ۹۲، ج۲، سعيد)

۳) الهندية: كتاب الصلوة: الباب الثاني عشر في سجود والسهو: ص ۱۲۸، ج۱، رشيديه) وكذا في حاشية الطحطاوى: كتاب الصلوة، باب في احكام سجوداسهو: ص ۴۶۵ تا ۴۶۶، ج۱: قديمى كتب خانه)

تکبیرات عیدین کی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کی زائد تکبیرات واجب ہیں یا سنت یا مستحب اگر کوئی تکبیر چھوٹ جائے تو نماز عید ہو جاتی ہے یا نہیں اور سجدہ سہو ادا کرے یا نہ۔ بینوا بالکتاب۔

﴿ج﴾

تکبیرات زوائد عیدین باتفاق ائمہ احناف واجب ہیں۔قال فی العالمگیری [۱] فی الانفع **تکبیرة الرکوع فی صلوة العیدین من الواجبات لانها من تکبیرات العید و تکبیرات العید واجبة الخ و قال فی الدر المختار [۲] ولها واجبات الی ان قال و تکبیرات العیدین۔ و کذا احدها و تکبیر رکوع رکعة الثانیة کلفظ التکبیر فی افتتاحه الخ** ان تکبیروں میں سے ساری یا کوئی ایک تکبیر رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔عمداً ترک کرنے والا گناہ گار ہوگا [۳] لیکن کثرت ازدحام کی وجہ سے نہ کرنا بہتر ہے۔ **قال فی العالمگیریه [۴] السهو فی الجمعة و العیدین و المکتوبة و التطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین و الجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضمرات ناقلا عن المحیط و قال فی الشامیة [۵] تحت قول صاحب الدر (و السهو فی صلوة العید و الجمعة و المکتوبة و التطوع سواء) و المختار عند المتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر و اقره المصنف و به جزم فی الدرر قوله عدمه فی الاولیین)**

---

۱) الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین: ص ۱۵۱، ج۱، مکتبه رشیدیه)

۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ٤٥٦ تا ٤٦٩، ج۱، ایچ ایم سعید) ومثله فی تبیین الحقائق: باب صفة الصلوٰة، ص ۲۷۸، ج۱، دار الکتب العلمیة)

۳) ولها واجبات، لا تفسد بترکها وتعاد وجوباً فی العمد والسهو إن لم یسجدله وان لم یعدها یکون فاسقاً آثماً ، الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ٤٥٦، ج۱: سعید)

٤) الهندیه: کتاب الصلوٰة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، ص ۱۲۸، ج۱، رشیدیه)

٥) کتاب الصلوٰة، باب سجود السهو، ص ۹۲، ج۲، سعید) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: کتاب الصلوٰة، باب فی احکام سجودالسهو، ص ٤٦٥ تا ٤٦٦، قدیمی)

الظاھر ان الجمع الکثیر فیما سواھما کذالک کما بحثه بعضھم و کذا بحثه الرحمتی و قال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازه بل الاولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة الخ قوله جزم فی الدرر) لکنه قیده محشیھا الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والافلا داعی الی الترک' واللّٰه تعالٰی اعلم۔

شہر سے تین میل دور گاؤں میں نماز عید کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ شہر سے تقریباً تین میل دور واقع ہے کیا اس میں عید کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتی ہے تو پہلے بھی ایک آدمی جو کہ ظاہری طور پر سنت کا تارک ہے وہ نماز پڑھاتا ہے اب ایک دوسرا آدمی جو کہ علم شریعت سے واقف ہے اور از سرنو شروع کرانا چاہتا ہے کیا اس کو شریعت اجازت دیتی ہے یا نہیں مفصل جواب سے مطلع فرمائیں۔

(ج)

جمعہ اور عیدین کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ضروری ہے۔ اسی طرح جو جگہ شہر کے مصالح کے لیے ہو یا آبادی تو الگ ہے لیکن اس میں اتصال ہو یعنی بستی اور شہر کے مکانات میں اتصال ہو تو ان جگہوں میں بھی نماز جمعہ فرض ہے اور نماز عیدین واجب ہے۔ جو جگہیں شہر کے مصالح ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں جیسے تھانہ، سکول، گھوڑ دوڑ کا میدان، قبرستان، چونگی وغیرہ ان جگہوں کو فقہاء فناء مصر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ بستی نہ تو مصالح مصر سے ہے اور نہ اس کے مکانات شہر سے متصل ہیں۔ اس لیے اس میں نماز عیدین واجب نہیں اور فناء مصر کی تعریف مسافتہ سے کرنا محققین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ شامی[1] تحریر فرماتے ہیں۔ اعلم ان بعض المحققین اھل الترجیح اطلق الفناء عن تقدیره بمسافة الی ان قال فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلوۃ، باب الجمعة، ص ۱۳۹، ج۲، ایچ ایم سعید) وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، ص ۱۲۱، ج۲، سعید) وکذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس، ص ۱۳۹، ج۱، رشیدیة)

المصر فقد نص الائمة علی ان الفناء ما اعدلدفن الموتی و حوائج المصر کرکض الخیل والدواب و جمع العساکر و الخروج للرمی و غیر ذلک۔

لہٰذا تین میل شہر سے دور واقع بستی میں نماز عیدین نہیں ہے اگر پڑھیں گے تو نفل کی جماعت علی سبیل التداعی پڑھیں گے جو کہ مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) علی انہ عیدوالا فھو نفل مکروہ لاداۂ بالجماعۃ۔ ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین: ص ۱۶۷، ج ۲، سعید)